بسلسلہ اسلامی مہینوں
کے فضائل واحکام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ رَمضان

کے فضائل و اَحکام

مؤلف

مُفتی مُحمّد رضوان خان

ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن

ماہِ رمضان

کے

فضائل واحکام

قرآن وحدیث اور فقہِ اسلامی کی روشنی میں اسلامی سال کے نویں مہینہ ’’ماہِ رمضان‘‘

اور اس سے متعلق فضائل واحکام، منکرات وبدعات

رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزہ کے فضائل واحکام

سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام

لیلۃ القدر کے فضائل واحکام اور ان سے متعلق رائج منکرات واصلاحات

تراویح اور مسنون اعتکاف کی فضیلت واہمیت اور متعلقہ مسائل

رمضان کے چند مختصر اہم تاریخی واقعات

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق کتب خانہ ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: رمضان ۱۴۲۲ھ نومبر 2001ء طباعتِ دہم: رجب 1447ھ جنوری 2026ء

صفحات: 772

Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

فہرست

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
	تمہید (از مؤلف)	33
	(مقدمہ) ماہِ رمضان کے فضائل واحکام	35
	ماہِ رمضان اسلامی سال کا نواں مہینہ	//
	رمضان کی لفظی ومعنوی تحقیق	//
	رمضان کو "مُبارک ومعظّم" کہنے کی وجہ	36
	(باب نمبر 1) ماہِ رمضان کے فضائل	38
	رمضان میں قرآن مجید کا نزول	//
	جنت کے دروازوں کا کھلنا، جہنّم کے دروازوں کا بند ہونا	42
	شیاطین کا قید ہونا	43
	نیک اور برے کام کے طالب کے لئے اعلان	47
	جہنّم سے آزادی، دعاء کی قبولیت، گناہوں کی مغفرت	49

ماہِ رمضان کی دوسرے مہینوں پر فضیلت	62
(فصل نمبر 1) رمضان میں عبادت، سخاوت وغیرہ کی فضیلت	76
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	//
ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث	81
انس رضی اللہ عنہ کی حدیث	83
راشد بن سعد کی مرسل حدیث	84
امِ معقل رضی اللہ عنہا کی حدیث	85
(فصل نمبر 2) ماہِ رمضان اصلاحی کورس اور اس کے معمولات	89
رمضان شروع ہونے سے پہلے کی ہدایات	91
(1)......رمضان کے شروع ہونے سے قبل، استقبال وطلب کے لئے آمادہ ہونا	//
(2)......رمضان کی نعمت کے حصول اور اس کی قدر کی دعاء کرنا	92
(3)......گناہوں سے توبہ واستغفار کرنا	//
(4)......دنیاوی مشاغل ومصروفیات کو کم کرنے کی کوشش کرنا	//
(5)......انتیس شعبان کی شام کو رمضان کی تیاری کرنا	//
(6)......چاند نظر آنے، یا تیس شعبان گزرنے پر رمضان کا شروع ہونا	//
(7)......رمضان کے آغاز پر دوسروں کو مبارک باد دینا	93

رمضان شروع ہونے پر معمولات	93
(1)......رمضان شروع ہونے پر توبہ واستغفار کرنا	//
(2)......روزہ رکھنے، قیامُ اللیل، تراویح پڑھنے کا پابندی سے اہتمام کرنا	//
(3)......رمضان اور خاص کر روزہ میں گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا	//
(4)......نماز کو وقت کی پابندی اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کرنا	94
(5)......حتی الامکان سنن ونوافل کا اہتمام کرنا	//
(6)......نیک صحبت کا اہتمام اور بری صحبت سے اجتناب کرنا	//
(7)......حسبِ توفیق، تلاوتِ قرآن مجید کا اہتمام کرنا	//
(8)......خیر اور بھلائی کی دعاؤں کا اہتمام کرنا	//
(9)......مرحومین کے لئے سنت کے مطابق ایصالِ ثواب کرنا	//
(10)......چلتے پھرتے کلمہ، استغفار اور درود شریف وغیرہ کا وِرد کرنا	//
(11)......سیرت وسنتِ رسولُ اللہ پر عمل کی کوشش کرنا	95
(12)......حسبِ توفیق صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنا	//
(13)......آخری عشرہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام کرنا	//
(14)......بسہولت ممکن ہو، تو آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا	//
(15)......رمضان کے اوقات ولمحات کو فضولیات سے محفوظ رکھنا	//
(فصل نمبر 3) **رمضان کے چاند کے فضائل واحکام**	96
ہلال اور چاند کے متعلق قرآنی ہدایات	//

شعبان ورمضان کے چاند کی اہمیت	100
مسئلہ نمبر 1...... یومِ شک اوراس کے روزہ کا حکم	104
مسئلہ نمبر 2...... انتیس شعبان کا دن گزرکر چاند دکھائی نہ دے، تو کیا حکم ہے؟	106
مسئلہ نمبر 3...... قمری مہینہ کے لئے رؤیت اور فلکی حساب کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر 4...... انتیس رمضان کا دن گزرکر شوال کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا	107
مسئلہ نمبر 5...... انتیس شعبان کو چاند دیکھنے کی گواہی قبول نہ کی گئی، تو کیا حکم ہے؟	108
مسئلہ نمبر 6...... انتیس رمضان کو چاند دیکھنے کی گواہی قبول نہ کی گئی، تو کیا حکم ہے؟	//
مسئلہ نمبر 7...... رمضان وعیدین کے رؤیتِ ہلال کے فیصلہ کا حق کس کو ہے؟	//
مسئلہ نمبر 8...... غیر مسلم ممالک میں رؤیتِ ہلال کے فیصلہ کا طریقہ	115
مسئلہ نمبر 9...... رمضان میں دوسرے ملک جانے والے کے لئے روزہ کا حکم	116
چاند سے متعلق چند قابلِ توجہ باتیں	//
(1)...... چاند دیکھنے اوراس کی تاریخ یادرکھنے کا اہتمام نہ کرنا	//
(2)...... انتیس شعبان کا دن گزرکر رمضان کی پہلی رات سے غفلت اختیار کرنا	117
(3)...... چاند نظر آنے کے بعد آتش بازی، یا اسلحہ سے خوشی کا اظہار کرنا	//
(4)...... رجب کی چوتھی تاریخ والے دن کو رمضان کی پہلی تاریخ سمجھنا	//
(5)...... چاند دیکھ کراس کو بڑا، یا گزشتہ دن کا کہنا	118
(6)...... چاند دیکھتے وقت اس کی طرف اشارہ کرنا	//
(7)...... رمضان کے انتیس، یا تیس دن کا ہونے کے متعلق مختلف تصورات	//
نیا چاند دیکھنے کی دعائیں	120

Idara Ghufran

(باب نمبر 2)

رمضان کے روزہ کا بیان

(باب نمبر 2) رمضان کے روزہ کا بیان	123
روزہ کے لفظی وشرعی معنیٰ	//
روزہ کی اہمیت وفضیلت سے متعلق قرآن وسنت کی نصوص	124
روزہ کی حکمتیں	154
(1)......روزہ کا محبتِ الٰہی کی پہچان اور نشانی ہونا	155
(2)......روزہ سے نفسانی خواہشات کا کمزور ہوجانا	//
(3)......روزہ سے خوف وخشیت اور تقویٰ کا پیدا ہونا	//
(4)......روزہ سے روحانی قوت میں اضافہ ہونا	//
(5)......روزہ سے شکر کی توفیق اور نعمت کی قدردانی کا جذبہ پیدا ہونا	//
(6)......روزہ سے عاجزی، مسکنت وغیرہ کا پیدا ہونا	//
(7)......روزہ سے انسانی ہمدردی اور مسکینوں پر رحم ومحبت کا پیدا ہونا	156
(8)......روزہ سے حیوانی خصلتوں سے نجات حاصل ہونا	//
(9)......روزہ سے فرشتوں کی مشابہت اور قرب کا حاصل ہونا	//
(10)......روزہ سے جسمانی بیماریوں سے حفاظت ہونا	//
(11)......روزہ سے بصیرت اور دوراندیشی میں اضافہ ہونا	//
(12)......روزہ سے بری اور غلط عادات سے نجات حاصل ہونا	//
(13)......روزہ سے اخوت اور مساوات کا جذبہ پیدا ہونا	//
(14)......روزہ سے ایمانی جوہر اور توانائی کا حاصل ہونا	157

(15)......روزہ سے صبر و تحمل کا پیدا ہونا اور بے صبری سے نجات ملنا	157
رمضان کے پورے مہینے مسلسل روزہ رکھنے کی حکمت	158
(باب نمبر 3) روزہ کے فرض اور صحیح ہونے کی شرائط واحکام	160
(فصل نمبر 1) مسلمان ہونا (غیر مسلم، نومسلم اور مرتد کے روزہ کے احکام)	164
مسئلہ نمبر 1......غیر مسلم، یا مرتد کے روزہ رکھنے کی حیثیت	165
مسئلہ نمبر 2......رمضان میں طلوعِ فجر سے پہلے مسلمان ہونے پر روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 3......جو ایسی جگہ اسلام لایا، جہاں روزہ کی فرضیت کا علم نہ ہو	166
مسئلہ نمبر 4......رمضان میں طلوعِ فجر کے بعد مسلمان ہونے پر روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 5......روزہ رکھ کر مرتد ہونے پر حکم	167
مسئلہ نمبر 6...... مرتد کے اسلام لانے پر روزہ کا حکم	168
(فصل نمبر 2) بالغ ہونا (نابالغ اور قریب البلوغ بچے کے روزہ کے احکام)	170
مسئلہ نمبر 1......نابالغی کی حالت میں روزہ فرض نہیں ہوتا	//
مسئلہ نمبر 2......نابالغ بچہ کے روزہ رکھ کر توڑنے پر حکم	171

مسئلہ نمبر 3......رمضان میں طلوعِ فجر سے پہلے بالغ ہونے پر روزہ کا حکم	171
مسئلہ نمبر 4......رمضان میں طلوعِ فجر کے بعد بالغ ہونے پر روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 5......نابالغ بچہ کے روزہ رکھنے کی حیثیت	172
مسئلہ نمبر 6......بچہ، یا بچی کے بالغ ہونے کی عمر، اور علامت	173
مسئلہ نمبر 7......نابالغ بچوں کو روزہ رکھوانے کا حکم اور اس کی حیثیت	174
(فصل نمبر 3) **عاقل ہونا** (پاگل، بے ہوش اور سونے والے کے روزہ کے احکام)	176
مسئلہ نمبر 1...... پورے ماہِ رمضان مجنون و پاگل رہنے والے پر روزہ کا حکم	177
مسئلہ نمبر 2...... بے ہوش رہنے والے کے روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 3......رمضان کے کچھ دنوں میں مجنون و پاگل رہنے والے پر روزہ کا حکم	178
مسئلہ نمبر 4......روزہ رکھے بغیر بے ہوش ہو کر افاقہ ہو جانے پر حکم	179
مسئلہ نمبر 5......روزہ میں بے ہوش ہو کر، غروب کے بعد ہوش میں آنے پر حکم	180
مسئلہ نمبر 6......روزہ میں بے ہوش ہو کر، غروب سے قبل ہوش میں آنے پر حکم	181
مسئلہ نمبر 7......نیند کی وجہ سے روزہ اور اس کی نیت کا حکم	//
(فصل نمبر 4) **روزہ کا علم ہونا** (روزہ کی فرضیت اور اس کے مسائل کے علم سے متعلق احکام)	184
مسئلہ نمبر 1......مسلمانوں کے علاقہ میں رہنے والے پر روزہ کی فرضیت کا حکم	185

مسئلہ نمبر 2......غیر مسلموں کے علاقہ میں رہنے والے پر روزہ کی فرضیت کا حکم	186
مسئلہ نمبر 3......غیر مسلموں کے علاقہ میں اسلام لانے والے پر روزہ کا حکم	187
مسئلہ نمبر 4......مسلمانوں کے علاقہ میں اسلام لانے والے پر روزہ کا حکم	189
مسئلہ نمبر 5......لاعلمی کی وجہ سے روزہ فاسد کرنے والی چیز کے ارتکاب کا حکم	//
مسئلہ نمبر 6......جس کو محبوس ہونے کی بناء پر رمضان اور روزہ کے وقت کا پتہ نہ چلے	191
(فصل نمبر 5) صحت مند ہونا (مریض، حاملہ اور دودھ پلانے والی کے روزہ کے احکام)	192
مسئلہ نمبر 1......کس طرح کی بیماری، ومرض میں روزہ چھوڑنا جائز ہے؟	194
مسئلہ نمبر 2......بھوک، یا پیاس کی وجہ سے حالت بگڑ جانے والے کو روزہ کا حکم	196
مسئلہ نمبر 3......بیماری سے اچھا ہونے کے بعد، مگر کمزور ہونے پر روزہ کا حکم	197
مسئلہ نمبر 4......عمر رسیدہ مرد، یا عورت کے لئے روزہ کا حکم	198
مسئلہ نمبر 5......روزہ چھوڑنے کے جواز کی بیماری، یا عذر کے ثبوت کا طریقہ	199
مسئلہ نمبر 6......دائمی مریض کے لئے روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 7......اگر بیماری، یا بڑھاپے کی وجہ سے گرمیوں میں روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو؟	200
مسئلہ نمبر 8......حاملہ اور بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کے لئے روزہ کا حکم	201
مسئلہ نمبر 9......اگر روزہ رکھنے سے نماز پڑھنے میں کمزوری واقع ہو، تو اس کا حکم	202
مسئلہ نمبر 10......رمضان میں جہاد وقتال کرنے والے کے لئے روزہ کا حکم	//

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر 11......مجبور ومحنت کش مزدور کے لئے روزہ کا حکم	203
مسئلہ نمبر 12......اگر روزہ کی حالت میں دواء کا استعمال ضروری ہوجائے؟	204
مسئلہ نمبر 13......عذر زائل ہونے کے بعد روزہ کی قضاء کا حکم	205
مسئلہ نمبر 14......کم ہمتی کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی برائی	//
مسئلہ نمبر 15......گرمی، یا معمولی عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی برائی	206
(فصل نمبر 6) **مقیم ہونا** (مقیم اور مسافر کے روزہ کے احکام)	207
مسئلہ نمبر 1......کون سے مسافر کو روزہ چھوڑنا اور بعد میں قضاء کرنا جائز ہے؟	210
مسئلہ نمبر 2......شرعی سفر کی مقدار	211
مسئلہ نمبر 3......شرعی سفر کی مقدار کے فاصلہ کا معیار	213
مسئلہ نمبر 4......رمضان سے پہلے سے سفر شروع کرنے والے کے لئے حکم	//
مسئلہ نمبر 5......جس مسافر کو روزہ رکھنے سے تکلیف نہ ہو، اس کا حکم	//
مسئلہ نمبر 6......روزہ کا وقت شروع ہونے کے بعد سفر شروع کرنے پر روزہ کا حکم	214
مسئلہ نمبر 7......سورج غروب ہونے سے پہلے سفر ختم ہونے پر کھانے پینے کا حکم	216
مسئلہ نمبر 8......دن میں مسافر کے مقیم ہوجانے پر اس دن کے روزہ کا حکم	217
مسئلہ نمبر 9......مسافر کے کسی جگہ مقیم ہوجانے پر روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 10......اگر کسی جگہ لمبے، یا مختصر قیام میں تذبذب ہو، تو اس کا حکم	218

مسئلہ نمبر 11......سفر مکمل ہونے کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کا حکم	218
مسئلہ نمبر 12......اگر سفر کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کی مہلت نہ ملی	219
(فصل نمبر 7) حیض ونفاس سے پاک ہونا (حیض، نفاس اور جنابت میں روزہ کے احکام)	220
مسئلہ نمبر 1......روزہ کے لئے حیض ونفاس سے پاک ہونے کی شرط کی حیثیت	222
مسئلہ نمبر 2...... جنابت کی حالت میں روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 3......حیض کی حقیقت اور اس حالت میں روزہ کا شرعی حکم	223
مسئلہ نمبر 4......حیض کا زمانہ اور دورانیہ	224
مسئلہ نمبر 5......مختلف رنگوں کے حیض کا حکم	225
مسئلہ نمبر 6......ولادت کے بعد نفاس کی حالت میں روزہ کا شرعی حکم	227
مسئلہ نمبر 7......روزہ رکھ کر حیض، یا نفاس جاری ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 8......سورج غروب ہونے سے پہلے حیض، یا نفاس ختم ہو جانے پر حکم	228
مسئلہ نمبر 9......طلوعِ فجر سے پہلے حیض، یا نفاس ختم ہو جانے پر روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 10......نیند میں حیض، یا نفاس بند ہونے اور طلوعِ فجر کے بعد آنکھ کھلنے پر حکم	229
مسئلہ نمبر 11......رمضان کے دن میں بحالتِ حیض، یا نفاس کھانے پینے کا حکم	230
مسئلہ نمبر 12......روزہ رکھنے کے لئے مانع حیض دواء کے استعمال کی حیثیت	231

Idara Ghufran

(فصل نمبر 8) روزہ کی نیت سے جماع اوراکل وشرب سے رُکنا (روزہ کا رُکن، وقت اور نیت وغیرہ سے متعلق احکام)	233
مسئلہ نمبر 1......روزہ کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہے	240
مسئلہ نمبر 2......طلوعِ فجر کی حقیقت	//
مسئلہ نمبر 3......طلوعِ فجر کتنے درجہ، یا کتنی ڈگری پر ہوتا ہے؟	241
مسئلہ نمبر 4......روزہ صحیح ہونے کے لئے دل میں نیت، اوراس کی کیفیت	//
مسئلہ نمبر 5......نیت میں رمضان کے روزہ کی تعیین	242
مسئلہ نمبر 6......اگلے دن کے روزہ کی نیت کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟	243
مسئلہ نمبر 7......کیا مسلمان کے دل میں روزہ کا عزم، نیت کے قائم مقام ہے؟	//
مسئلہ نمبر 8......سحری کھانے کے نیت کے قائم مقام ہونے کی حیثیت	//
مسئلہ نمبر 9......طلوعِ فجر کے بعد روزہ کی نیت کرنے کا حکم	244
مسئلہ نمبر 10......سحری کے وقت سوتے رہ جانے کا حکم	245
مسئلہ نمبر 11......طلوعِ فجر کے بعد بے ہوشی زائل ہونے پر روزہ کی نیت کا حکم	//
مسئلہ نمبر 12......زبان سے نیت کے الفاظ کہنے کی حیثیت	246
مسئلہ نمبر 13......دل میں نیت کے ساتھ زبان سے ان شاء اللہ کہنے حیثیت	247
مسئلہ نمبر 14......رات میں روزہ کی نیت کے بعد، رات ہی میں نیت بدلنے پر حکم	248
مسئلہ نمبر 15......روزہ کی نیت کر کے سونے والا اگر رات کو اٹھ کر کچھ کھا پی لے تو؟	//

مسئلہ نمبر 16......روزہ کو توڑے بغیر دل میں روزہ توڑنے کا ارادہ کرنے پر حکم	248
مسئلہ نمبر 17...... جہاز میں بلند مقام پر، روزہ کا وقت	249
مسئلہ نمبر 18......طویل الاوقات ایام اور غیر معتدل علاقوں میں روزہ کا حکم	250
(باب نمبر 4) روزہ کے مفسدات وغیر مفسدات	252
(فصل نمبر 1) روزہ میں جماع، احتلام، وانزال، وغیرہ کے احکام	254
آیتِ قرآنی واحادیثِ مبارکہ	//
مسئلہ نمبر 1...... جماع، یا احتلام کے بعد غسل کئے بغیر روزہ رکھنے کا حکم	259
مسئلہ نمبر 2......بحالتِ روزہ سوتے ہوئے احتلام ہو جانے پر حکم	260
مسئلہ نمبر 3......روزہ میں جان بوجھ کر جماع کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 4......روزہ میں بھول کر جماع وصحبت کرنے کا حکم	261
مسئلہ نمبر 5......روزہ میں بوس وکنار کا حکم	//
مسئلہ نمبر 6...... بوس وکنار وغیرہ کی وجہ سے منی خارج ہونے پر حکم	262
مسئلہ نمبر 7...... ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ سے اخراجِ منی پر روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 8......بحالتِ روزہ بیماری، یا خیال کی وجہ سے منی خارج ہونے کا حکم	263
مسئلہ نمبر 9......بحالتِ روزہ، مذی خارج ہونے پر حکم	264
مسئلہ نمبر 10......بحالتِ روزہ، ودی خارج ہونے پر حکم	//

(فصل نمبر2) **روزہ میں کھانے، پینے کے احکام**	265
سورہ بقرہ کا حوالہ	//
سورہ بقرہ کا دوسرا حوالہ	266
سورہ اعراف کا حوالہ	//
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث	267
ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	268
ابنِ رشد حفید کا حوالہ	272
’’الموسوعةُ الفقهية الكويتية‘‘ کا حوالہ	274
علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ	275
علامہ ابنِ حزم کا حوالہ	288
(فصل نمبر3) **منہ (Mouth) میں کچھ لے جانا، یا چکھنا، کلی، مسواک کرنا**	293
منہ کے منفذ کی طبی تحقیق	//
چند احادیث وروایات	296
مسئلہ نمبر1......روزہ میں کلی کرنے کا حکم	306
مسئلہ نمبر2......روزہ میں منہ کے کون سے حصہ کو ظاہری عضو کا حکم حاصل ہے؟	308

مسئلہ نمبر3......بحالتِ روزہ خشک، یاتَر مسواک کرنے کا حکم	309
مسئلہ نمبر4......بحالتِ روزہ منجن، یاٹوتھ پیسٹ کے استعمال کا حکم	310
مسئلہ نمبر5......بحالتِ روزہ، ذائقہ، اور نمک، مرچ چکھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر6......بحالتِ روزہ منہ کا تھوک، یا بلغم نگلنے کا حکم	311
مسئلہ نمبر7......بحالتِ روزہ کلی کرنے کے بعد کی تری کو نگلنے کا حکم	312
مسئلہ نمبر8......بحالتِ روزہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں احتیاط کا حکم	314
مسئلہ نمبر9......کلی کرتے وقت غیرارادی طور پر حلق میں پانی چلے جانے پر حکم	315
مسئلہ نمبر10......دل کی تکلیف کے لئے زبان کے نیچے گولی رکھنے کا حکم	319
مسئلہ نمبر11...... بلااختیار گردوغبار، مکھی، مچھر، یا دھویں کے اندر جانے کا حکم	321
مسئلہ نمبر12......کام کاج کے دوران گردوغبار، اور دھویں کا حکم	322
مسئلہ نمبر13......بحالتِ روزہ سگریٹ وحقہ نوشی کا حکم	323
مسئلہ نمبر14......بحالتِ روزہ، آکسیجن لینے کا حکم	325
مسئلہ نمبر15......سانس کی تنگی کے لئے وینٹولین VENTOLIN کے استعمال کا حکم	//
مسئلہ نمبر16......بحالتِ روزہ پان، یا نسوار کا حکم	329
مسئلہ نمبر17......بحالتِ روزہ منہ کے خون، اور اس کو نگلنے کا حکم	330
مسئلہ نمبر18......بحالتِ روزہ دانتوں میں پھنسے ذرات کو اندر لے جانے کا حکم	332
مسئلہ نمبر19......منہ کے باہر والی چیز کو منہ میں ڈال کر اندر لے جانے کا حکم	335
مسئلہ نمبر20......کسی چیز کو چوس کر اس کے لعاب کو اندر لے جانے کا حکم	338
مسئلہ نمبر21......کسی چیز کو منہ سے نکال کر دوبارہ منہ میں داخل کرنے کا حکم	//

مسئلہ نمبر22......رنگ دار چیز، یا دھاگہ منہ میں داخل کرنے پر روزہ کا حکم	339
مسئلہ نمبر23......سخت وٹھوس چیز منہ میں رکھ کر لعاب نگلنے پر حکم	340
مسئلہ نمبر24......روزہ شروع کرنے سے پہلے کی غذا، یا دواء کا ذائقہ محسوس ہونے کا حکم	341
مسئلہ نمبر25......بحالتِ روزہ آنسو، یا منہ کے پسینہ کے منہ میں چلے جانے پر حکم	//
مسئلہ نمبر26......منہ کے تھوک کو باہر نکال کر دوبارہ نگلنے پر حکم	//
مسئلہ نمبر27......زبان، یا دانت وغیرہ پر دواء لگانے سے روزہ کا حکم	342
مسئلہ نمبر28......دانت لگوانے، یا صفائی کروانے سے روزہ کا حکم	343
مسئلہ نمبر29...... پیٹ میں داخل ہونے والی چیز کا حکم، جس کا سرا باہر ہو	344
(فصل نمبر4) قئے (Vomiting) آنا، یا قئے کرنا	347
چند احادیث وروایات	//
مسئلہ نمبر1......خود بخود قئے آنے، اور واپس جانے پر روزہ کا حکم	351
مسئلہ نمبر2......اپنے اختیار سے قئے کرنے پر روزہ کا حکم	353
مسئلہ نمبر3......اختیاری وغیر اختیاری قئے کو واپس لے جانے پر روزہ کا حکم	354
مسئلہ نمبر4......بلغم کے آنے اور نگلنے پر روزہ کا حکم	356
مسئلہ نمبر5......روزہ یاد نہ ہونے کی صورت میں اختیار سے قئے کرنے کا حکم	357
مسئلہ نمبر6......قئے سے روزہ ٹوٹنے کا گمان کر کے کوئی فعل کرنے کا حکم	//

(فصل نمبر5) ناک(Nose)میں کوئی چیز لگانا، یا کھینچنا	358
ناک کے منفذ سے متعلق طبی تحقیق	//
چند احادیث وآثار	360
مسئلہ نمبر1......ناک سے داخل ہونے والی چیز سے روزہ فاسد ہونے کی تفصیل	364
مسئلہ نمبر2......وضو، غسل کے دوران ناک سے پانی داخل ہونے پر حکم	370
مسئلہ نمبر3......کام کاج کے دوران گردوغبار کے سانس سے داخل ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر4......بحالتِ روزہ، دواء کے بغیر ناک سے خالی آکسیجن لینے کا حکم	371
مسئلہ نمبر5......اپنے اختیار سے ناک کے ذریعہ دھواں کھینچنے پر حکم	//
مسئلہ نمبر6......بحالتِ روزہ خوشبو سونگھنے کا حکم	373
مسئلہ نمبر7......بحالتِ روزہ دوا، یا سپرے کو ناک سے سونگھنے، یا کھینچنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر8......بحالتِ روزہ بھاپ لینے کا حکم	375
مسئلہ نمبر9......بلغم کے حلق میں جانے سے روزہ کا حکم	376
مسئلہ نمبر10......ناک میں نلکی ڈال کر غذاء پہنچانے کا حکم	377
(فصل نمبر6) آنکھ(Eye)میں پانی، سرمہ، یا دوا ڈالنا	378
آنکھ کے منفذ کی شرعی وطبی تحقیق	//
چند احادیث وآثار	379

آنکھ میں سرمہ ودواء سے روزہ فاسد نہ ہونے کا حکم	384
(فصل نمبر 7) **کان (Ear) میں پانی، یا دوا ڈالنا**	388
کان کے منفذ کی جدید طبی تحقیق	//
چند احادیث وآثار	393
کان میں کسی چیز کے جانے سے روزہ فاسد نہ ہونے کی تحقیق	398
(فصل نمبر 8) **شرم گاہ (قُبل ودُبر) سے کوئی چیز داخل کرنا**	407
مقعد وشرمگاہ کی حقیقت	//
مسئلہ نمبر 1......مقعد، یا حقنہ والی جگہ کا مقام، اور وہاں دوا پہنچانا	//
مسئلہ نمبر 2......بحالتِ روزہ بواسیری مسّوں کو اندر دبانے کا حکم	419
مسئلہ نمبر 3......استنجاء کا پانی خشک نہ کرنے سے روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 4......مقعد میں کوئی چیز داخل کرنے سے روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 5......مرد کی پیشاب گاہ سے کوئی چیز داخل کرنے پر روزہ کا حکم	420
مسئلہ نمبر 6......عورت کی پیشاب گاہ سے کوئی چیز داخل کرنے پر روزہ کا حکم	428
(فصل نمبر 9) **جسم، سر وپیٹ کے زخم (آمّہ وجائفہ) سے کوئی چیز داخل ہونا**	433
سر اور پیٹ کے زخم (آمّہ وجائفہ) کے بارے میں فقہی وطبی تحقیق	//

مسئلہ نمبر 1...... مشین کے ذریعہ خون کی صفائی سے روزہ کا حکم	440
مسئلہ نمبر 2...... معدہ میں نلکی داخل کر کے غذاء پہنچانے پر روزہ کا حکم	//
(فصل نمبر 9) روزہ میں غسل، مالش، انجکشن، ڈرپ وغیرہ کے احکام	442
چند احادیث وروایات	//
مسئلہ نمبر 1...... غسل کرنے، تیل لگانے اور مالش کرنے سے روزہ کا حکم	444
مسئلہ نمبر 2...... ٹیکہ، یا ڈرپ لگانے سے روزہ کا حکم	445
مسئلہ نمبر 3...... زہریلے جانور کے کاٹنے سے روزہ کا حکم	448
(فصل نمبر 10) روزہ میں خون وغیرہ نکلنے اور چڑھانے کے احکام	449
چند احادیث وروایات	//
مسئلہ نمبر 1...... روزہ میں ٹیسٹ کے لئے خون نکلوانے کا حکم	453
مسئلہ نمبر 2...... چوٹ کی وجہ سے خون نکلنے پر روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 3...... نکسیر پھوٹنے پر روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 4...... زخم سے مواد خارج ہونے پر روزہ کا حکم	454
مسئلہ نمبر 5...... بچہ کو دودھ پلانے، یا پستان سے دودھ خارج کرنے پر روزہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 6...... روزہ میں حجامہ کرانے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 7...... روزہ میں فصد کرانے اور دوسرے کو خون دینے کا حکم	455

مسئلہ نمبر 8......روزہ میں خون چڑھوانے کا حکم	455
مسئلہ نمبر 9......روزہ میں خون تبدیل، یا صاف کرانے کا حکم	456
مسئلہ نمبر 10......روزہ میں ڈائیلاسز کا حکم	//
(فصل نمبر 11) روزہ میں بھول، خطاء، بے ہوشی واکراہ کے احکام	458
چند احادیث وروایات	//
مسئلہ نمبر 1...... روزہ دار کے بھول کر کھانے، پینے، یا جماع کرنے کا حکم	459
مسئلہ نمبر 2......کسی کے زبردستی روزہ تڑوانے پر روزہ کا حکم	460
مسئلہ نمبر 3......بے ہوشی، یا سوتے میں روزہ فاسد کرنے والی چیز پائے جانے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 4......خطاء وغلطی سے مفسدِ روزہ چیز کے ارتکاب کا حکم	462
مسئلہ نمبر 5......لاعلمی وغلط فہمی میں روزہ فاسد کرنے والی اشیاء کے ارتکاب کا حکم	463
مسئلہ نمبر 6......غلطی سے وقت کے بعد سحری، یا وقت سے پہلے افطاری کا حکم	466
(فصل نمبر 12) روزہ میں غیبت، جھوٹ اور دوسرے گناہوں کا حکم	468
سورہ بقرہ کا حوالہ	//
چند احادیث وروایات	469
(1)......روزہ میں نظر کی حفاظت	475
(2)......روزہ میں زبان کی حفاظت	//

(3)......روزہ میں کان کی حفاظت	476
(4)......روزہ میں دیگر اعضاء کی حفاظت	//
(5)......شکم سیری سے حفاظت	//
(6)......روزہ کی حفاظت	//
(باب نمبر 5) سحری کے فضائل واحکام	477
سحری سے متعلق چند احادیث وروایات	478
سحری کے وقت نفل، دعاء واستغفار کی فضیلت	486
رمضان میں فجر کی جماعت جلدی اداء کرنا	488
سحری سے متعلق قابلِ توجہ باتیں	491
(1)......دیر سے آنکھ کھلنے پر سحری کھانے کی غلط فہمی	//
(2)......بہت جلدی سحری کھانا	//
(3)......سحری کھانے میں غیر ضروری تاخیر کرنا	//
(4)......سحری کھانے کے بعد دیر تک سگریٹ، چائے وغیرہ میں مشغولی	492
(5)...... پان، نسوار وغیرہ منہ میں دبا کر سو جانے کی کوتاہی	//
(6)......سحری کے بعد فجر کی نماز پڑھے بغیر سو جانے کی کوتاہی	//
(7)......سحری کے بعد جماعت کی نماز چھوڑ کر سو جانے کی کوتاہی	493
(8)......غسل واجب ہونے کی حالت میں سحری کھانے کو ممنوع سمجھنا	//
(9)......اذان ہونے، یا تاخیر تک سحری کھاتے رہنے کی خطرناک غلطی	//

(باب نمبر 6) افطار کے فضائل واحکام	504
افطار سے متعلق چند احادیث وروایات	//
افطار کے وقت دُعاء اور اس کی قبولیت	506
روزہ افطار کرانے کی فضیلت	513
روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟	515
روزہ جلدی افطار کرنا	519
مغرب کی نماز سے پہلے افطار کرنا	522
رمضان میں افطار کی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا	523
مسجد میں افطار کرنا	530
افطار سے متعلق چند قابلِ توجہ باتیں	533
(1)......افطار کے وقت مختلف قسم کے گناہوں میں مبتلاء ہونا	//
(2)......افطار کے وقت بے محابی	534
(3)......افطار کے وقت لڑائی جھگڑا کرنا	//
(4)......افطاری کی تیاری میں غلو وبے جاانہماک	535
(5)......افطار کے کھانے میں غلو اور حد سے تجاوز	//
(6)......افطار کے وقت مشغولی کی وجہ سے مغرب کی نماز میں کوتاہی	//
(7)......افطاری کے موقع پر اجتماعی دعاء کو لازم سمجھنا	//

Idara Ghufran

(8)......افطار کی وجہ سے جماعت کی نماز کو چھوڑنے کا حکم	536
(9)......افطار کی وجہ سے مسجد کو ملوث کرنا	//
(10)......مسجد میں آنے والے افطار کے کھانے پر ناجائز قبضہ کرنا	//
(11)......نام ونمود کے لئے روزہ کشائی کی رسم	537
(باب نمبر 7) رمضان کے روزہ کی قضاء، فدیہ اور کفارہ کے احکام	538
(فصل نمبر 1) رمضان کے روزہ کی قضاء کے احکام	//
سورہ بقرہ کا حوالہ	//
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	//
مسئلہ نمبر 1......رمضان کے روزہ کی قضاء ایک روزہ سے ہے	539
مسئلہ نمبر 2......قضاء روزوں کو اگلے رمضان سے پہلے رکھ لینے کا حکم	540
مسئلہ نمبر 3......قضاء روزوں کو اگلے رمضان تک نہ رکھنے پر حکم	541
مسئلہ نمبر 4......روزوں کی قضاء سے پہلے فوت ہوجانے پر حکم	542
مسئلہ نمبر 5......قضاء روزوں سے پہلے نفل وسنت روزے رکھنے کا حکم	544
مسئلہ نمبر 6......قضاء روزوں کو لگاتار، یا الگ الگ رکھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 7......قضاء روزے کی نیت، طلوعِ فجر سے پہلے کرنا ضروری ہے	545
مسئلہ نمبر 8......قضاء روزوں کی نیت میں تعیین کا حکم	//

مسئلہ نمبر 9......قضاء روزوں کی نیت میں تعیین مشکل ہو، تو نیت کا طریقہ	546
مسئلہ نمبر 10......قضاء روزوں کی تعداد پوری کرنا ضروری ہے	//
مسئلہ نمبر 11......قضاء روزوں کو دوسرے موسم میں رکھنے کا حکم	547
(فصل نمبر 2) رمضان کے روزہ کے فدیہ کے احکام	548
سورہ بقرہ کا حوالہ	//
چند احادیث وروایات	//
مسئلہ نمبر 1......بوڑھے مرد، یا عورت کو روزہ کا فدیہ دینے کا حکم	550
مسئلہ نمبر 2......دائمی مریض کو روزہ کا فدیہ دینے کا حکم	551
مسئلہ نمبر 3......دائمی معذور کے فدیہ اداء کرنے کے بعد قادر ہو جانے پر حکم	552
مسئلہ نمبر 4......حاملہ، اور بچہ کو دودھ پلانے والی کے لئے فدیہ کا حکم	553
مسئلہ نمبر 5......روزوں کا فدیہ پیشگی، یا ساتھ ساتھ، یا بعد میں دینے کا حکم	555
مسئلہ نمبر 6......اگلے رمضان تک قضاء نہ کرنے پر فدیہ کا حکم	556
مسئلہ نمبر 7......بغیر عذر روزہ ترک کے فدیہ پر اکتفاء کرنے کا حکم	557
مسئلہ نمبر 8......روزہ کے فدیہ کی مقدار	557
مسئلہ نمبر 9......مخصوص جنس، یا اس کی قیمت ومالیت سے فدیہ کا حکم	559
مسئلہ نمبر 10......روزہ کے فدیہ میں تملیک واباحت کا حکم	560
مسئلہ نمبر 11......ایک روزہ کا فدیہ کئی غریبوں کو، یا کئی روزوں کا فدیہ ایک غریب کو دینا	561

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر 12......گذشتہ کئی سالوں کے روزوں کے فدیہ کی ادائیگی کا حکم	562
مسئلہ نمبر 13......تنگ دستی کی بناء پر فدیہ سے عاجز کا حکم	//
مسئلہ نمبر 14......روزوں کا فدیہ اداء کرنے سے قبل فوت ہو جانے پر حکم	563
مسئلہ نمبر 15......روزہ کے فدیہ کے مصارف	565
مسئلہ نمبر 16......روزہ کا فدیہ غیر مسلم کو دینے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 17......رشتہ داروں کو روزہ کا فدیہ دینے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 18......فدیہ دیتے وقت غریب کو فدیہ کا بتانا ضروری نہیں	566
(فصل نمبر 3) رمضان کے روزہ کے کفارہ کے احکام	567
کفارہ سے متعلق احادیث	//
مسئلہ نمبر 1......جماع، یا کھانے، پینے سے روزہ توڑنے پر کفارہ کا حکم	568
مسئلہ نمبر 2......وطی فی الدبر سے روزہ توڑنے پر کفارہ کا حکم	571
مسئلہ نمبر 3......جانور سے جنسی شہوت پوری کرنے پر کفارہ کا حکم	572
مسئلہ نمبر 4......وطی کے بغیر مباشرت سے روزہ فاسد کرنے پر کفارہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 5......عورتوں کی باہم جنس پرستی پر کفارہ لازم ہونے کا حکم	573
مسئلہ نمبر 6......مرد وعورت کے جماع کرنے سے دونوں پر کفارہ لازم ہونے کا حکم	574
مسئلہ نمبر 7......وجوبِ کفارہ کے لئے روزہ کو قصداً وعمداً فاسد کرنے کی شرط	//
مسئلہ نمبر 8......وجوبِ کفارہ کے لئے مکلّف کے روزہ توڑنے کی شرط	575

	مسئلہ نمبر9......وجوبِ کفارہ کے لئے رمضان کے ادائی روزہ، توڑنے کی شرط	575
	مسئلہ نمبر10......وجوبِ کفارہ کے لئے رضامندی سے روزہ توڑنے کی شرط	//
	مسئلہ نمبر11......وجوبِ کفارہ کے لئے روزہ کے ٹوٹنے میں شبہ نہ ہونے کی شرط	577
	مسئلہ نمبر12......جس روزہ میں کفارہ لازم ہوا، اس دن عارض پیش آنے پر حکم	580
	مسئلہ نمبر13...... کفارہ کے ساتھ، روزہ کی قضاء واجب ہونے کا حکم	581
	مسئلہ نمبر14......رمضان کے روزہ کا کفارہ، ظہار کے کفارہ کی طرح ہے	//
	مسئلہ نمبر15...... روزہ کا کفارہ، اوراس کی تفصیل وترتیب	//
	مسئلہ نمبر16...... کفارہ کی ادائیگی سے عاجز کا حکم	582
	مسئلہ نمبر17......کفارہ کے روزوں میں تسلسل جاری نہ رہنا	583
	مسئلہ نمبر18......کفارہ کے روزوں میں بوجہ حیض تسلسل نہ رہنا	584
	مسئلہ نمبر19......کفارہ کے روزوں میں بوجہ نفاس تسلسل نہ رہنا	585
	مسئلہ نمبر20......کفارہ کے روزوں میں بوجہ رمضان، عید، یا ایامِ تشریق، تسلسل نہ رہنا	//
	مسئلہ نمبر21......کفارہ کے روزوں میں بوجہ سفر، تسلسل نہ رہنا	586
	مسئلہ نمبر22......کفارہ کے روزوں میں بوجہ حمل، یا دودھ پلانے کے، تسلسل نہ رہنا	//
	مسئلہ نمبر23......کفارہ کے روزوں میں بوجہ مرض، تسلسل نہ رہنا	587
	مسئلہ نمبر24......کفارہ کے روزوں میں کسی رات روزہ کی نیت بھول جانے پر حکم	//
	مسئلہ نمبر25...... ایک سے زیادہ توڑے ہوئے روزوں کا کفارہ	588
	مسئلہ نمبر26......ساٹھ غریبوں میں سے ایک غریب کے کھانے کی جنس اور مقدار	590
	مسئلہ نمبر27......مخصوص جنس کے علاوہ، اس کی قیمت ومالیت سے کفارہ کی ادائیگی کا حکم	592

مسئلہ نمبر 28......کفارہ میں تملیک، واباحت کا حکم	593
مسئلہ نمبر 29......ایک غریب کو ایک غریب کی مقررہ مقدار سے زیادہ دینے کا حکم	594
مسئلہ نمبر 30......ایک غریب کو ایک غریب کی مقررہ مقدار سے کم دینے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 31...... حنفیہ کے نزدیک کھانا کھلانے، اور رقم وغیرہ دینے کی تفصیل	595
مسئلہ نمبر 32......روزہ کے کفارہ کے مصارف	597
مسئلہ نمبر 33...... روزہ کا کفارہ غیر مسلم کو دینے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 34......رشتہ داروں کو کفارہ دینے کا حکم	598
مسئلہ نمبر 35......کفارہ اداء کرتے وقت غریب کو بتانا ضروری نہیں	//
(باب نمبر 8) لیلۃُ القدر کے فضائل واحکام	599
آخری عشرے میں عبادت کا اہتمام	600
لَیلۃُ القدر کے معنٰی	605
لیلۃُ القدر کے فضائل	606
لیلۃُ القدر میں قرآن مجید کا نزول	607
لیلۃُ القدر ہزار مہینوں سے بہتر	610
ایک شبہ کا جواب	612
لیلۃُ القدر میں فرشتوں کا نزول	//
امن وسلامتی اور اہم فیصلوں کا ہونا	616
اُمَّتِ مُحمدیہ کو لیلۃُ القدر کیوں عطاء ہوئی؟	620

www.idaraghufran.org

لیلۃُ القدر کس رات میں ہوتی ہے؟	623
لیلۃُ القدر کی علامات	636
لیلۃُ القدر کو متعین نہ کرنے کی حکمتیں	642
لیلۃُ القدر سے محرومی	644
لیلۃُ القدر کی عبادت اوراس کی فضیلت	646
لیلۃُ القدر کی خاص دعاء	648
لیلۃُ القدر میں تمام رات جاگنا، یا عبادت کرنا ضروری نہیں	649
لیلۃُ القدر سے متعلق چند قابلِ توجہ باتیں	651
(1)......لیلۃُ القدر کو حتمی طور پر ستائیسویں رات کے ساتھ خاص کرنا	//
(2)......ستائیسویں رات کو عبادت کر کے گناہوں پر جرأت اور بے فکری	//
(3)......لیلۃُ القدر میں جاگنے کو ضروری سمجھنا اور اس میں غلو کرنا	652
(4)......لیلۃُ القدر میں مسجدوں کے اندر جمع ہونے کی خرابی	//
(5)......دوست احباب کے ساتھ جمع ہوکر جاگنے کی خرابی	654
(6)......لیلۃُ القدر میں سپیکر وغیرہ چلا کر ایذاءرسانی کرنا	656
(7)......لیلۃُ القدر میں مخصوص نمازیں پڑھنا	//
(8)......رات میں جاگ کر فجر کی نماز، یا دن کے معمولات میں کوتاہی کرنا	657
(9)......لیلۃُ القدر کے موقع پر چراغاں اور لائٹنگ کرنا	//
(10)......لیلۃُ القدر میں اجتماعی دعاء کے لئے اعلان وتشہیر	//
(11)......لیلۃُ القدر کی نشانیاں مقرر کرنا	658

www.idaraghufran.org

(باب نمبر 9) رمضان میں قیامُ اللیل اور تراویح کی فضیلت واہمیت	659
چند احادیث وروایات	//
مسئلہ نمبر 1......نمازِ تراویح کا درجہ اور حکم	686
مسئلہ نمبر 2......نمازِ تراویح کی رکعات	//
مسئلہ نمبر 3......نمازِ تراویح کے باجماعت پڑھنے کا حکم	691
مسئلہ نمبر 4......نمازِ تراویح میں ختمِ قرآن کا حکم	693
مسئلہ نمبر 5......نمازِ تراویح کا وقت	694
مسئلہ نمبر 6......نمازِ تراویح بیٹھ کر پڑھنا	695
مسئلہ نمبر 7......نمازِ تراویح کی امامت پر اجرت کا حکم	//
مسئلہ نمبر 8......تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت کا حکم	704
(باب نمبر 10) رمضان میں اعتکاف کی فضیلت واہمیت	706
چند احادیث وروایات	708
مسئلہ نمبر 1......آخری عشرہ کے اعتکاف کا ابتدائی وانتہائی وقت	715
مسئلہ نمبر 2......اعتکاف کے لئے مسجد کی شرط	//
مسئلہ نمبر 3......اعتکاف کے لئے روزہ کی شرط	716
مسئلہ نمبر 4......معتکف کو مسجد سے باہر کھانے، پینے کا حکم	717

مسئلہ نمبر 5......معتکف کو گواہی دینے کے لئے نکلنے کا حکم	718
مسئلہ نمبر 6......معتکف کو غسل کے لئے نکلنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 7......معتکف کے بھول کر نکلنے کا حکم	719
مسئلہ نمبر 8......معتکف کو زبردستی مسجد سے نکال دیئے جانے کا حکم	720
مسئلہ نمبر 9......معتکف کے بیماری کی وجہ سے نکلنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 10......معتکف کے بلاعذر تھوڑی، یا زیادہ دیر کے لئے نکلنے کا حکم	721
(خاتمہ) رمضان سے متعلق چند قابلِ توجہ امور	725
رمضان اور زکاۃ	//
رمضان میں قضائے عمری کا غلط تصوّر	727
حضرت سلمان فارسی کی طویل حدیث کی سند پر تحقیق	728
رمضان میں فوت ہونے پر عذابِ قبر کا حکم	734
رمضان کے مخصوص دن، یا جمعۃُ الوداع سے متعلق بعض کوتاہیاں	743
(1)......جمعۃُ الوِداع میں قضائے عمری کا غلط تصور	//
(2)......رمضان، یا آخری جمعہ کو کپڑا پہننے کے متعلق غلط تصور	//
(3)......صرف آخری جمعہ کا روزہ رکھ کر بے فکری و کوتاہی اختیار کرنا	//
(4)......خاص جمعہ کے دن روزہ افطار کرانے میں غلو	//
(5)......جمعۃُ الوِداع میں وِداع و فراق کے مضامین پڑھنا	744

(6)...... جمعۃُ الوِداع کو عیدُ الفطر کا درجہ دینا	744
(7)...... جمعہ کے دن کے روزہ کو دوسرے روزوں پر فوقیت دینا	//
اجتہادی واختلافی مسائل میں نکیر وانکار سے اجتناب کا حکم	746
ماہِ رمضان کے چند اہم تاریخی حالات وواقعات (مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)	749
پہلی صدی ہجری سے پہلے کے اجمالی واقعات	//
پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	750
دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	756
تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	759
چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	766
پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات	770

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

بعد حمد وصلوٰۃ کے عرض ہے کہ بندہ نے بعض حضرات کی خواہش پر بفضل اللہ تعالیٰ ماہِ رمضان کے فضائل ومسائل کے موضوع پر ایک رسالہ ''ماہِ رمضان المبارک کے فضائل واحکام'' ۱۴۲۲ھ، نومبر 2001ء میں تالیف کیا تھا، جس کی کئی مرتبہ اضافہ واصلاح کے ساتھ اشاعت ہوچکی ہے۔

اس سے پہلے بندہ بعض عربی اور اُردو فتاویٰ اور کتابوں پر اعتماد کی بنیاد پر کئی مسائل اور حوالہ جات ان سے لے لیا کرتا تھا، لیکن بعد میں امہات الکتب اور قرآن وسنت کے دلائل کی طرف مراجعت کرنے سے سابقہ طرز وطریقہ سے مناسبت نہ رہی، اور اس میں کافی کمزوریاں محسوس ہوئیں، اور اندازہ ہوا کہ جب تک اصل دلائل، ماخذ ومراجع تک رسائی نہ ہو، اس وقت تک تحقیق کا کام ایک حد تک مکمل نہیں ہو پاتا۔

اس لئے بندہ نے اپنی دیگر سابقہ کتب کی طرح ماہِ رمضان والی اس کتاب پر بھی تحقیق کا کام کیا، اور متعلقہ اصل عبارات کو متن اور حواشی میں شامل کرنے کا اہتمام کیا، اور ساتھ ہی شریعت کی طرف سے بیان کردہ ایک اہم ہدایت کو بھی پیشِ نظر رکھا، جس میں آسانی پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور تنگی ودشواری پیدا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ (سورۃ المائدۃ، آیت ٦)
وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (سورۃ الحج، آیت ٧٨)

وما جعل عليكم فى الدين من حرج اى ضيق وتكليف يشتد القيام به......قلت ويمكن ان يقال معنى قوله تعالى ما جعل الله عليكم فى الدين من حرج انه تعالى رفع عنكم كلفة التكاليف الشرعية حتى صارت التكاليف الشرعية ارغب إليكم من المرغوبات الطبعية(التفسير المظهرى، ج٦ص ٣٥٤، ٣٥٥،ملخصاً، سورة الحج)

عن أنس، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: يسروا ولا تعسروا، وبشروا ولا تنفروا(صحيح البخارى،رقم الحديث ٦٩، كتاب العلم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے جہاں تک شرعی حدود میں رہتے ہوئے ضرورت مند اور مجبور لوگوں کے لئے تخفیف وآسانی کا راستہ نکل سکتا تھا، اس کا لحاظ کیا گیا، اور روزہ فاسد ہونے نہ ہونے سے متعلق جدید طبی تحقیقات کو بھی ملحوظ رکھا گیا، اور اب ایک مرتبہ پھر بعض جدید مسائل سامنے آنے پر ان کی تحقیق کر کے مزید آسانی واضافہ کیا گیا، اور ساتھ ہی کوشش کی گئی کہ آسان اور عام فہم ہونے کے ساتھ مضامین کو اصولی اور فروعی دونوں طریقوں سے مرتب وذکر کیا جائے، جس کے نتیجہ میں کتاب کا حجم غیر معمولی ضخیم ہوگیا، جس کی وجہ سے تراویح اور اعتکاف کے فضائل واحکام کی تفصیلی بحث کو اس کتاب سے الگ کر کے شائع کرنے کی ترتیب بنائی گئی، اور مسائل کی تلاش ودستیابی کی سہولت وآسانی کے لئے تفصیلی فہرست بھی تیار کی گئی۔

اس طرح اب اس کتاب کا موجودہ ایڈیشن سابقہ ایڈیشنوں کے مقابلہ میں بندہ کے نزدیک راجح اور مستند ہے، اور اس کے مقابلہ میں سابقہ ایڈیشنوں کے ساتھ متضاد حوالہ جات وتحقیقات سے بندہ رجوع کرتا ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنے حضور قبول ومنظور فرمائے، اور سب مومنین ومومنات کی دنیاوی واخروی صلاح وفلاح اور کامیابی وکامرانی کا ذریعہ وسبب بنائے۔ آمین۔ فقط۔

محمد رضوان خان

05 / رجب المرجب/ 1447ھ۔ 26 / دسمبر/ 2025ء بروز جمعہ

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن أبی موسی .قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، إذا بعث أحدا من أصحابه فی بعض أمره، قال (بشروا ولا تنفروا .ويسروا ولا تعسروا)(صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۷۳۲ "۶" كتاب الجهاد والسير)

وإياكم والغلو فی الدين، فإنما هلك من كان قبلكم بالغلو فی الدين(مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۵۱، عن ابن عباس)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

عن ابن عباس، عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه قال: " علموا، ويسروا، ولا تعسروا، وإذا غضب أحدكم فليسكت "(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۳۶، عن ابن عباس)

قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مقدمہ)

ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

ماہِ رمضان اسلامی سال کا نواں مہینہ

رمضانُ المبارک کا مہینہ اسلامی سال کے لحاظ سے ترتیب میں نواں مہینہ ہے۔

اسلامی سال کے مہینوں کے بالترتیب نام یہ ہیں:

(1)......مُحرَّم (2)......صفر (3)......ربیعُ الاول

(4)......ربیعُ الاُخر (5)...... جمادی الاُولیٰ (6)...... جمادی الاُخریٰ

(7)......رجب (8)......شعبان (9)......رمضان

(10)......شوال (11)......ذوالقعدہ (12)......ذوالحجہ۔

اور جس طرح اسلام کے دوسرے اہم احکام اسلامی مہینوں سے متعلق اور وابستہ ہیں، اسی طرح روزے، لیلۃُ القدر اور مسنون اعتکاف وغیرہ کے احکام بھی اسلامی مہینے یعنی ''رمضانُ المبارک'' سے وابستہ ہیں، اور اسلامی مہینوں کا نظامِ قمر، یعنی چاند کے ساتھ وابستہ ہے۔

رمضان کی لفظی ومعنوی تحقیق

''رَمَضَان'' عربی کا لفظ ہے، اس میں رَ ،مَ اور ضَ، تینوں حروف پر زبر ہے۔

یہ لفظ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے ''رَمَضَان'' عربی کے لفظ ''رمض'' سے بنا ہے، اور رمض کے معنٰی جلنے اور جلانے کے آتے ہیں۔

اس مہینے کا یہ نام اس لئے تجویز کیا گیا ہے کہ اس مہینہ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ مہینہ مسلمانوں

کے گناہوں کو جلانے اور معاف کرانے کا ذریعہ ہے، کیونکہ اس مہینے میں دلوں میں آخرت کی فکر اور تیاری کی حرارت وگرمی پہنچتی ہے۔

جیسا کہ سورج کی حرارت سے مٹی، ریت اور پتھر کو گرمی پہنچتی ہے۔

بشرطیکہ رمضان کا پورا احترام اور اس کے اعمال کا اہتمام کیا جائے۔ [1]

رمضان کو ''مُبارک و معظّم'' کہنے کی وجہ

رمضان کے ساتھ ''مبارک و معظم'' کا لفظ لگا کر ''رمضانُ المبارک و رمضانُ المعظم'' بولا جاتا ہے، مبارک کے معنٰی ہیں، برکت والی چیز، اور کیونکہ یہ مہینہ شریعت کی نظر میں برکت والا مہینہ ہے، اس لئے اس مہینہ کو ''رمضانُ المبارک'' کہا جاتا ہے۔

---

[1] قوله :فی "الرمضاء " "الرمضاء :"الرمُل الحارة ، من الرمض ، وهو شده وقع الشمس على الرمُل وغيره، والأرض رمضاء ، وقد رمض يومُنا -بالكسر -يرمَض رمضاً :اشتد حرة، ورمضتُ قدمُه من الرمضَاء أى :احترقت، ومنه اشتقاق الرمضان(شرح سنن أبى داود لبدر الدين العينى، ج٣ص ٣٥، كتاب الصلاة، باب فضل المشى إلى الصلاة)

واختلف فى تسمية هذا الشهر رمضان فقيل: لأنه ترمض فيه الذنوب، أى: تحرق؛ لأن الرمضاء شدة الحر، وقيل: وافق ابتداء الصوم فيه زمنا حارا، والله أعلم(فتح البارى لابنِ حجر، ج٤ص ١١٣، كتاب الصوم،باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان؟ ومن رأى كله واسعا)

وقيل: إنما سمى رمضان لأنه يرمض الذنوب أى يحرقها بالأعمال الصالحة، من الإرماض وهو الإحراق.......وقيل: لأن القلوب تأخذ فيه من حرارة الموعظة والفكرة فى أمر الآخرة كما يأخذ الرمل والحجارة من حر الشمس (تفسير القرطبى ج ٢ ص ٢٩١ ملخصاً،تحت رقم الآية ١٨٥ من سورة البقرة)

رمضان: بفتحاتِ ثلاثہ، ماخوذ از رمض کہ بمعنی سوختن ست، چون ماہِ صیام گناہان را میسوزد، لہٰذا بایں اسم مسمّٰی گشت، از رسالۂ علم نجوم کہ کمال معتبر بود نوشتہ شد، یا آنکہ مشتق از رمض ست، ومعنی رمض سوختہ شدن پائے از گرمی زمین، چون ماہ صیام موجب سوختگی وتکلیف نفس ست، لہٰذا بایں اسم مسمّٰی گشت از شرحی معتبر نوشتہ شد، ودر نصاب رمضان بمعنی سنگ گرم ست، واز سنگ گرم پائے روندگان میسوزند وشاید کہ بوقت وضع ایں اسم ماہِ صیام در شدت گرما باشد(غیاث اللغات، ص ۲۳۶، فصل راء مہملہ مع میم، مطبوعہ: رزاقی پریس، کانپور)

رمضان ومنع الصرف للتعريف والالف والنون (عمدةالقارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج ١٠، ص ٢٨٥، كتاب الصوم، باب شهرا عيد لا ينقصان)

بعض اوقات مبارک کے بجائے معظم کا لفظ بھی لگایا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے ’’رمضانُ المعظم‘‘، معظم ’’عظمت والی چیز‘‘ کو کہا جاتا ہے اور کیونکہ یہ مہینہ شریعت کی نظر میں عظمت والا مہینہ ہے، اس لئے اس مہینہ کو رمضانُ المعظم بھی کہا جاتا ہے۔

اور ہماری زبان میں رمضان کے ساتھ شریف کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے ’’رمضان شریف‘‘

شریف کے معنٰی ہیں ’’شرافت والی چیز‘‘۔

اور یہ مہینہ کیونکہ تمام مہینوں میں سب سے زیادہ شَرَف رکھنے والا ہے، اس لئے اس کو رمضان شریف بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ [1]

اس طرح ماہِ رمضان کی تعظیم واحترام کے لیے مختلف الفاظ کو اس کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] هذا باب يقال فيه :هل يقال؟ أى :هل يجوز أن يقال :رمضان من غير شهر معه؟ أو يقال :شهر رمضان؟ قوله :(هل يقال) ؟ على صيغة المجهول، رواية الأكثرين، وفى رواية السرخسى والمستملى :باب هل يقول، أى :الإنسان أو القائل .قوله :(ومن رأى كله واسعا) من جملة الترجمة أى :من رأى القول بمجرد رمضان أو بقيده بشهر واسعا أى :جائزا لا حرج على قائله، وفى رواية الكشميهنى :ومن رآه بهاء الضمير، وإنما أطلق الترجمة ولم يفصح بالحكم للاختلاف فيه على عادته فى ذلك، فالذى اختاره المحققون والبخارى منهم لا يكره أن يقال :جاء رمضان، ولا صمنا رمضان، وكان عطاء ومجاهد يكرهان أن يقولا :رمضان، وإنما كانا يقولان كما قال الله تعالى :شهر رمضان، لأنا لا ندرى لعل رمضان إسم من أسماء الله تعالى، وحكاه البيهقى عن الحسن أيضا، قال :والطريق إليه وإلى مجاهد ضعيفة، وهو قول أصحاب مالك .وقال النحاس :وهذا قول ضعيف لأنه صلى الله عليه وسلم نطق به، فذكر ما ذكره البخارى .وفى (التوضيح) : وهناك قول ثالث، وهو قول أكثر أصحابنا إن كان هناك قرينة تصرفه إلى الشهر فلا كراهة وإلا فيكره (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج١٠ ص٢٦٥، كتاب الصوم، باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان ومن رأى كله واسعا)

www.idaraghufran.org

(باب نمبر1)

ماہِ رمضان کے فضائل

رمضان کا مہینہ انتہائی عظیمُ الشان اور فضیلت والا مہینہ ہے،اس مہینے میں قرآن مجید نازل کیا گیا، اور اس مہینہ میں روزوں اور دیگر نیک اعمال مثلاً تراویح، اعتکاف وغیرہ کی بہت فضیلت ہے۔

رمضان میں قرآن مجید کا نزول

رمضانُ المبارک کی فضیلت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ قرآن مجید رمضانُ المبارک کے مہینے میں نازل کیا گیا ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ،هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ (سورة البقرة،رقم الآية ۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ وہ ہے،جس میں نازل کیا گیا قرآن کو، جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے، اور ہدایت اور (حق وباطل کے درمیان) فرق کرنے والے دلائل ہیں (سورہ بقرہ)

قرآن مجید دراصل رمضان کے مہینے میں لیلۃُ القدر میں نازل کیا گیا،جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ قدر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ. لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ. تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ کُلِّ

اَمۡرٍ. سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ (سورة القدر، پاره ۳۰)

ترجمہ: بے شک ہم نے نازل کیا ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں، اور کیا معلوم تجھے کہ کیا ہے لیلۃ القدر؟ لیلۃ القدر بہتر ہے، ہزار مہینوں سے، نازل ہوتے ہیں فرشتے اور روح، اس (رات) میں اپنے رب کے حکم سے، ہر امر سے، سلام ہے، وہ (لیلۃ القدر) طلوعِ فجر تک ہے (سورہ قدر)

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُنۡـزِلَتۡ صُحُفُ إِبۡرَاهِيۡمَ أَوَّلَ لَيۡلَةٍ مِّنۡ شَهۡرِ رَمَضَانَ، وَأُنۡزِلَتِ التَّوۡرَاةُ لِسِتٍّ مَضَيۡنَ مِنۡ رَمَضَانَ ،وَأُنۡزِلَ الإِنۡجِيۡلُ لِثَلَاثَ عَشۡرَةَ مَضَتۡ مِنۡ رَمَـضَـانَ، وَأُنۡـزِلَ الـزَّبُـوۡرُ لِثَمَـانَ عَشۡرَةَ خَلَتۡ مِنۡ رَمَضَانَ، وَأُنۡزِلَ الۡقُرۡآنُ لِأَرۡبَعَ عَشۡرَةَ خَلَتۡ مِنۡ رَمَضَانَ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۲۲ ص۷۵، رقم الحديث ۱۸۵، باب الواو، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۳۷۴۰)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے (آسمانی کتابچے ورسائل) رمضان کی پہلی تاریخ میں، اور تورات رمضان کی چھٹی تاریخ میں، اور انجیل اس کی تیرہویں تاریخ میں، اور زبور اٹھارویں تاریخ میں، اور قرآن مجید چودہ تاریخ گزرنے کے بعد (یعنی اس کے بعد کی کسی رات میں) نازل ہوا (طبرانی)

اس سلسلہ میں اور روایات بھی ہیں، اور بعض روایات میں دیگر آسمانی کتابیں نازل ہونے کی تاریخوں میں کچھ اختلاف ہے، لیکن ان آسمانی کتابوں کے رمضان کے مہینے میں نازل ہونے کی وہ بھی تائید وتصدیق کرتی ہیں۔ [1]

---

[1] عن ابن عباس قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) أنزلت الصحف على إبراهيم فى ليلتين من شهر رمضان وأنزل الزبور على داود فى ست من رمضان وأنزلت التوراة على موسى لثمان عشرة من رمضان وأنزل القرآن على محمد (صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور ان روایات کی سند پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن رمضان کے مہینے میں آسمانی کتابیں نازل ہونے کے مضمون کے متعلق یہ روایات ایک دوسرے کی تائید وتصدیق کرتی ہیں، اس لئے اس حد تک یہ روایات معتبر ہیں۔ [1]

تمام آسمانی کتابیں، یہاں تک کہ سب سے افضل واعلیٰ آسمانی کتاب ''قرآن مجید'' کے نازل ہونے کے لئے رمضان کے مہینے کا انتخاب فرمانا، اس مہینے کی فضیلت واہمیت کی واضح دلیل ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم) لأربع وعشرين من رمضان (تاريخ دمشق لابن عساكر، ج٦، ص٢٠٢، رقم الحديث ١٤٧٦ ،تحت ترجمة ابراهيم بن آزر)

حدثنا جابر بن عبد الله ، قال : أنزل الله صحف إبراهيم فی أول ليلة من رمضان ، وأنزلت التوراة على موسى لست خلون من رمضان ، وأنزل الزبور على داود فی إحدى عشرة ليلة خلت من رمضان ، وأنزل القرآن على محمد صلى الله عليه وسلم فی أربع وعشرين خلت من رمضان (مسند ابويعلىٰ الموصلی، رقم الحديث ٢١٩٠ ،مسند جابر)

قال البوصيری:هذا إسناد ضعيف، لضعف سفيان بن وكيع بن الجراح .وله شاهد من حديث واثلة بن الأسقع رواه أحمد بن حنبل فی مسنده.(اتحاف الخيرة المهرة، ج١ ص٢٦٦،تحت رقم الحديث ٤١٥، كتاب العلم،باب فی علم النسب ،وكذافی ج٢ص ١٧، كتاب الصوم،تحت رقم الحديث ٢٢٠١ ،باب فی صوم شهر رمضان وفضله)

حدثنا سعيد، ثنا عبيد الله، عن أبی مليح، قثنا جابر بن عبد الله قال: أنزل الله صحف إبراهيم فی أول ليلة من شهر رمضان، وأنزل التوراة على موسى لست خلون من شهر رمضان، وأنزل الله الإنجيل على عيسى فی ثمان عشرة ليلة من شهر رمضان، وأنزل القرآن على محمد صلى الله عليه وسلم لأربع وعشرين خلت من شهر رمضان (حديث هشام بن عمار ،ص٧٣،رقم الحديث ١٤)

[1] قال الهيثمی:رواه أحمد والطبرانی فی الكبير والأوسط، وفيه عمران بن داود القطان، ضعفه يحيى، ووثقه ابن حبان، وقال أحمد: أرجو أن يكون صالح الحديث .وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، ج١ ص١٩٧، تحت رقم الحديث ٩٥٩ ،باب التاريخ)

وقال الالبانی:قلت :و هذا إسناد حسن ، رجاله ثقات ، و فی القطان كلام يسير .و له شاهد من حديث ابن عباس مرفوعا نحوه .أخرجه ابن عساكر(٢/١٦٧/١و٥/٣٥٢/١)(سلسلة الاحاديث الضعيفة ،تحت رقم الحديث ١٥٧٥)

گویا کہ جو مقام وشرف آسمانی کتابوں کو دوسری کتابوں پر اور قرآن مجید کو دوسری آسمانی کتابوں پر حاصل ہے وہی مقام وشرف رمضانُ المبارک کے مہینے کو دوسرے مہینوں پر حاصل ہے۔

قرآن مجید کے اس مہینے میں نازل ہونے کی اسی نسبت کی وجہ سے رمضان کے مہینے میں تلاوت کی فضیلت بھی زیادہ ہے۔

قرآن مجید کے نازل ہونے کی تاریخ کا تعین لیلۃُ القدر کے متعیّن ہونے پر موقوف ہے، جس کا ذکر آگے لیلۃُ القدر کے بیان میں آرہا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر تو لیلۃُ القدر میں نازل ہوا، اور اس کے بعد وہاں سے تھوڑا تھوڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا جاتا رہا۔ [1]

جس میں امت کے لئے کئی حکمتیں اور فائدہ کی باتیں تھیں۔ [2]

---

[1] عن عكرمة، عن ابن عباس، قال: " أنزل القرآن جملة إلى السماء الدنيا فى ليلة القدر، ثم أنزل بعد ذلک فی عشرين سنة، قال: ”ولا يأتونک بمثل إلا جئناک بالحق وأحسن تفسيرا“، وقرأ ”وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا“ (السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ۱۱۳۰۸ ،سورة الفرقان، شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ۲۰۵۴ ؛ مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۸۷۹)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.

وقال الذهبى: صحيح.

[2] ثم إن ما ذكر من إنزاله فى تلک الليلة أراد به إنزاله إلى اللوح المحفوظ فإنه نزل عليه فيها جملة ثم أنزل منه منجما فى نيف وعشرين سنة وسره كما قال الفخر الرازى أنه لو نزل جملة واحدة لضلت فيه الأفهام وتاهت فيه الأوهام (لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله) فهو كالمطر لو نزل دفعة لقلع الأشجار وخرب الديار وقال السيد :فى تنزيله منجما تسهيل ضبط الأحكام والوقوف على حقائق نظم الآيات قال ابن حجر :وهذا الحديث مطابق لقوله تعالى (شهر رمضان الذى أنزل فيه القرآن) ولقوله (إنا أنزلناه فى ليلة القدر) فيحتمل أن تكون ليلة القدر فى تلک السنة كانت تلک الليلة فأنزل فيها جملة إلى سماء الدنيا ثم أنزل فى اليوم الرابع والعشرين إلى الأرض أول (اقرأ باسم ربک)(فيض القدير للمناوى، ج۳ص ۵۷، تحت رقم الحديث ۲۷۳۴، حرف الهمزة)

جنت کے دروازوں کا کُھلنا، جہنَّم کے دروازوں کا بند ہونا

رمضانُ المبارک کے بابرکت مہینے میں جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جہنَّم کے تمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٨٩٨، كتاب الصوم، باب: هل يقال رمضان أو شهر رمضان، ومن رأى كله واسعا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے، تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (بخاری)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٨٩٩، كتاب الصوم، باب: هل يقال رمضان أو شهر رمضان، ومن رأى كله واسعا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان شروع ہوتا ہے، تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اور شیطانوں کو قید کردیا جاتا ہے (بخاری)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٧٩ "١" كتاب الصيام، باب فضل شهر رمضان)

ترجمہ: (رمضان کی آمد پر) رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (مسلم)

جنت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اس لئے جنت ورحمت کے دروازے کھول دیئے جانے والی دونوں قسم کی روایات میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

اور رحمت کا راستہ آسمان سے گزر کر آتا ہے، اس لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جانے سے مراد بھی رحمت و جنت کے دروازے کھلنا ہی ہے۔

بہرحال مذکورہ احادیث وروایات سے رمضان کے مہینے کی یہ خصوصیت معلوم ہوئی کہ اس مہینے میں جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کی بارش برستی ہے، اور جہنم کے تمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ [1]

لہٰذا اس بابرکت اور بارحمت مہینے اور اس کے ہر لمحہ کی قدر کرنی چاہئے۔ [2]

شیاطین کا قید ہونا

رمضانُ المبارک میں شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے، جس کا کئی احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَاءَ کُمْ رَمَضَانُ، شَھْرٌ مُبَارَکٌ، اِفْتَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صِیَامَہٗ، تُفَتَّحُ فِیْہِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُغَلَّقُ

---

[1] قوله :(فتحت أبواب السماء) ، قد ذكرنا معنى :فتحت، وهنا، قال :(أبواب السماء) ، وفى حديث قتيبة الماضى قال :(أبواب الجنة) ، وقال ابن بطال :المراد من السماء الجنة بقرينة ذكر جهنم فى مقابلة .قلت :جاء فى رواية :(أبواب الرحمة) ، ولا تعارض فى ذلك، فأبواب السماء يصعد منها إلى الجنة لأنها فوق السماء ، وسقفها عرش الرحمن كما ثبت فى (الصحيح) . وأبواب الرحمة تطلق على أبواب الجنة، لقول النبى، صلى الله عليه وسلم، فى الحديث الصحيح(عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج١٠ ص ٢٧٠، كتاب الصوم، باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان ومن رأى كله واسعا)

[2] وفيه إشارة إلى أن الأزمنة الشريفة والأمكنة اللطيفة لها تأثير فى كثرة الطاعة وقلة المعصية، ويشهد به الحس والمشاهدة، فلتغتنم الفرصة(مرقاة المفاتيح ج۴،ص ۱۳۶۴ ، كتاب الصوم)

فِيُهِ أَبُوَابُ الُجَحِيُمِ، وَتُغَلُّ فِيُهِ الشَّيَاطِيُنُ، فِيُهِ لَيُلَةٌ خَيُرٌ مِّنُ أَلُفِ شَهُرٍ، مَنُ حُرِمَ خَيُرَهَا، فَقَدُ حُرِمَ (مسند احمد، رقم الحديث ۷۱۴۸) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس رمضان کا بابرکت مہینہ آچکا ہے، اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں، اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جہنّم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور اس مہینہ میں شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے، اس مہینہ میں ایک رات (یعنی لیلۃ القدر) ایسی ہے، جوکہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس رات کی خیر (کوحاصل کرنے) سے محروم ہوگیا، تو وہ پورا محروم ہے (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ : اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ ،فُتِحَتُ أَبُوَابُ الُجَنَانِ كُلُّهَا ، فَلَمُ يُغُلَقُ مِنُهَا بَابٌ إِلٰى آخِرِ الشَّهُرِ ، وَغُلِّقَتُ أَبُوَابُ النَّارِ ،فَلَمُ يُفُتَحُ مِنُهَا بَابٌ إِلٰى آخِرِ الشَّهُرِ ،وَسُلُسِلَتُ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيُنِ ،وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ عِنُدَ وَقُتِ كُلِّ فِطُرٍ ، يَعُتِقُهُمُ مِنَ النَّارِ (المعجم الأوسط للطبرانى،رقم الحديث ۸۱۳۹،باب الميم، من بقية من أول اسمه ميم من اسمه موسى) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے، تو جنتوں کے سارے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور اس کا کوئی دروازہ اخیر مہینے تک بند نہیں کیا جاتا، اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے

؎۱ قال شعيب الارنؤوط: صحيح، وهذا إسناد رجاله رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

؎۲ قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه ابن لهيعة، وحديثه حسن، وفيه كلام، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج۳ص۱۴۳،تحت رقم الحديث ۴۷۸۹،باب احترام شهر رمضان ومعرفة حقه)

www.idaraghufran.org

ہیں، اس کا کوئی دروازہ اخیر مہینے تک کھولا نہیں جاتا، اور اس مہینہ میں سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، اور اللہ کے لئے ہر افطار کے وقت ایسے آزاد افراد ہوتے ہیں، جن کو اللہ آگ (یعنی جہنم) سے آزاد فرماتا ہے (طبرانی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضانُ المبارک کے مہینے میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اور جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور جہنم کے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور پورے مہینے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش برستی ہے۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اس مہینے میں شیاطین کو قید اور بند کر دیا جاتا ہے، تو پھر اس مہینے میں بہت سے لوگ گناہوں میں کیوں مبتلا رہتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو شیاطین کے قید ہونے کی یہ خصوصیت اس شخص کے حق میں ہے جو رمضان کے روزوں اور دیگر احکام کو شرائط اور آداب کی رعایت رکھ کر پورا کرے۔

اور جو خلاف ورزی کرے، وہ اس نعمت اور خصوصیت سے محروم رہتا ہے۔

دوسرے بعض احادیث میں سرکش شیطانوں کو قید کرنے کا ذکر آیا ہے۔

اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو زیادہ سرکش شیاطین ہیں، وہ تو قید کر دیئے جاتے ہیں، اور جو زیادہ سرکش نہیں ہیں، ان کو قید نہیں کیا جاتا۔

تیسرے اگر ہر قسم کے شیطانوں کا قید ہونا مراد لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ ہر شیطان سرکش ہی ہوتا ہے، تو پھر رمضان میں گناہوں کا سبب صرف شیطان اور سرکش جنات ہی نہیں ہوتے بلکہ اور بھی مختلف اسباب ہوتے ہیں، مثلاً:

(1)......نفس کا بہکاوا (2)......بُرے لوگوں کی صحبت

(3)......گندی عادتیں (4)......ذاتی خباثت۔

لہٰذا شیاطین کے قید و بند کئے جانے سے گناہ اور ان کے اسباب کم تو ہو جاتے ہیں، لیکن ختم نہیں ہوتے۔

چوتھے گیارہ مہینے شیاطین انسانوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کی صحبت رہتی ہے، اس لئے اس مبارک مہینہ میں ان کے قید وبند ہونے کے باوجود ان کی صحبت کا اثر باقی رہتا ہے۔ اگرچہ کچھ کم ضرور ہو جاتا ہے، جیسا کہ گرم لوہا آگ سے نکالنے کے بعد بھی کچھ دیر تک گرم رہتا ہے، اگرچہ آہستہ آہستہ اس کی گرمی کم ہو جاتی ہے۔

ان وجوہات کی بناء پر بعض بدقسمت لوگ رمضان میں شیطانوں کے قید وبند ہونے کے باوجود گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ [1]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

---

[1] فإن قلت :قد تقع الشرور والمعاصی فی رمضان كثيرا، فلو سلسلت لم يقع شیء من ذلک . قلت :هذا فی حق الصائمين الذين حافظوا على شروط الصوم وراعوا آدابه، وقيل :المسلسل بعض الشياطين وهم المردة لا كلهم، كما تقدم فی بعض الروايات، والمقصود تقليل الشرور فيه، وهذا أمر محسوس، فإن وقوع ذلک فيه أقل من غيره، وقيل :لا يلزم من تسلسلهم وتصفيدهم كلهم أن لا تقع شرور ولا معصية، لأن لذلک أسبابا غير الشياطين، كالنفوس الخبيثة والعادات القبيحة والشياطين الأنسية(عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج ١٠ ص ٢٧٠، كتاب الصوم،باب:هل يقال رمضان أو شهر رمضان، ومن رأى كله واسعا)

وأراد الشياطين التی هی مسترقة السمع، ألا تراه قال :مردة الشياطين، لأن شهر رمضان كان وقتا لنزول القرآن إلى سماء الدنيا، وكانت الحراسة قد وقعت بالشهب، كما قال -تعالى -وحفظناها الآية، والتصفيد فی شهر رمضان مبالغة للحفظ، ويحتمل أن يكون المراد به أيامه وبعده، والمعنى أن الشياطين لا يتخلصون فيه من إفساد الناس ما يتخلصون إليه فی غيره لاشتغال أكثر المسلمين بالصيام الذی فيه قمع الشهوات، وبقراء ة القرآن وسائر العبادات اهـ ويرد على الاحتمال الأول ما تقدم، وأيضا يلزم منه اختصاص هذا الوصف بأيام نزول الوحی، وهو زمن حياته -صلى الله عليه وسلم -وهو مع بعده وكونه خلاف ظاهر التصفيد ينافی الإطلاق، ولا يلائمه بقية الأوصاف الآتية على طريق الاستحقاق، وقيل :الحكمة فی تقييد الشياطين وتصفيدهم كيلا يوسوسوا فی الصائمين، وأمارة ذلک تنزه أكثر المنهمكين فی الطغيان عن المعاصی ورجوعهم بالتوبة إلى الله -تعالى، وأما ما يوجد من خلاف ذلک فی بعضهم فإنها تأثيرات من تسويلات الشياطين أغرقت فی عمق تلک النفوس الشريرة، وباضت فی رء وسها، وقيل :قد خص من عموم "صفدت الشياطين" زعيم زمرتهم، وصاحب دعوتهم لمكان الإنظار الذی سأله من الله، فأجيب إليه، فيقع ما يقع من المعاصی بتسويله وإغوائه، ويمكن أن يكون التقييد كناية عن ضعفهم فی الإغواء والإضلال(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ١٣٦۴، كتاب الصوم)

نیک اور برے کام کے طالب کے لئے اعلان

احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں ہر دن خیر کا عمل کرنے والے کو آگے بڑھنے اور بُرا عمل کرنے والے کو باز رہنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے۔

حضرت عرفجہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: فِيْ رَمَضَانَ تُغَلَّقُ فِيْهِ أَبْوَابُ النَّارِ، وَتُفَتَّحُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُصَفَّدُ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ. قَالَ: وَيُنَادِيْ فِيْهِ مَلَكٌ ،يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَبْشِرْ، يَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، حَتّٰى يَنْقَضِيَ رَمَضَانُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۷۹۵) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ رمضان میں جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اور رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور رمضان میں شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں، اور اس مہینے میں فرشتہ پکار کر یہ کہتا ہے کہ اے خیر کو طلب کرنے (اور نیکی کا ارادہ کرنے) والے! تو خوشخبری حاصل کر (اور آگے بڑھ) اور اے شر کو طلب کرنے (اور گناہ کا ارادہ کرنے) والے! تو رُک جا (یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے) یہاں تک کہ رمضان ختم ہوجائے (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ:

اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ،صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ ،وَمَرَدَةُ الْجِنِّ ،وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ، فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ ،وَفُتِّحَتْ اَبْوَابُ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

الْجَنَّةِ، فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِيْ مُنَادٍ، يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ، وَيَابَاغِيَ الشَّرِّ اَقْصِرْ ،وَلِلّٰهِ عُتَقَآءُ مِّنَ النَّارِ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ (سنن الترمذی،رقم الحديث ٦٨٢،ابواب الصوم، باب ما جاء فی فضل شهر رمضان،صحيح ابنِ حبان ،رقم الحديث٣٤٣٥،كتاب الصوم) [1]

ترجمہ: رمضان کی پہلی رات ہی سے شیطانوں اور سرکش جنوں کو قید کر دیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اوران میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رکھا جاتا اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اوران میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ ”اے خیر (یعنی نیک کام) کو طلب کرنے والے! آگے بڑھ، اور اے شَر (یعنی بُرے اور گناہ کے کام) کو طلب کرنے والے! رُک جا“ اور اللہ کی طرف سے آگ (یعنی جہنّم) سے بہت سے لوگ آزاد کیے جاتے ہیں اور یہ واقعہ رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے (ترمذی، ابنِ حبان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا دَخَلَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجِنَانِ، فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ الشَّهْرَ كُلَّهُ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ الشَّهْرَ كُلَّهُ، وَغُلَّتْ مَرَدَةُ الْجِنِّ، ثُمَّ يَكُوْنُ لِلّٰهِ عُتَقَاءُ ،يَعْتِقُهُمْ مِنَ النَّارِ عِنْدَ وَقْتِ كُلِّ فِطْرٍ عَبِيْدٌ، وَإِمَاءٌ (مصنف عبدالرزاق،رقم الحديث ٧٣٨٥،كتاب الصيام،باب سلسلة الشياطين وفضل رمضان)

---

[1] قال الترمذی :وفی الباب عن عبد الرحمن بن عوف، وابن مسعود، وسلمان(حواله بالا) وقال شعيب الانؤوط: إسناده قوی، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبی بكر بن عياش فمن رجال البخاری(حاشية ابنِ حبان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کے مہینے کی پہلی (یعنی چاند) رات ہوتی ہے، تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جنت کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ رمضان کے پورے مہینہ بند نہیں کیا جاتا، اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور اس کا کوئی دروازہ پورے رمضان کے مہینے کھولا نہیں جاتا، اور سرکش جنات کو بند کر دیا جاتا ہے، پھر اللہ کے لئے ہر افطار کے وقت بہت سے بندوں اور عورتوں کو (جہنم سے) آزاد کیا جاتا ہے (عبدالرزاق)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک کام کے کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کا اور بُرے کام کے کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کا خاص اعلان وانتظام کیا جاتا ہے۔

اور اس کا مشاہدہ عام ہے کہ رمضانُ المبارک کے مہینے میں بے شمار لوگ اپنے گناہوں کو چھوڑ دیتے، یا کمی وتخفیف کر دیتے ہیں، بہت سے لوگ ہمیشہ کے لئے اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتے ہیں، اور بہت سے لوگ اس مہینے کی برکت سے نماز اور دوسری عبادات کے پابند ہو جاتے ہیں۔

البتہ کچھ بدقسمت لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے محروم رہتے ہیں۔

جہنَّم سے آزادی، دعاء کی قبولیت، گناہوں کی مغفرت

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رمضانُ المبارک کے ہر دن بے شمار مسلمانوں کو جہنَّم سے آزادی عطاء کی جاتی ہے، گناہوں کی مغفرت کی جاتی ہے، اور دعاء بھی قبول کی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ، یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰہِ عُتَقَاءَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ

وَلَيُلَةٍ، لِكُلِّ عَبُدٍ مِنُهُمُ دَعُوَةٌ مُسُتَجَابَةٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۷۴۵۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے لئے (رمضان کے) ہر دن اور رات میں (بے شمار لوگ جہنّم سے) آزاد کئے جاتے ہیں، اور ہر بندے کی دعاء قبول کی جاتی ہے (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ: اَلصَّائِمُ لا تُرَدُّ دَعُوَتُهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۱۸۳) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے دار کی دعاء، رَد نہیں کی جاتی (مسند احمد)

ماہِ رمضان میں مسلمان روزے سے ہوتا ہے، اور روزے دار کی ویسے ہی دعاء قبول کی جاتی ہے، اور رمضان کی برکت کے روزے کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ سے دعاء کی قبولیت ونورانیت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، اور چار چاند لگ جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

عَنُ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيُلَةٍ مِّنُ شَهُرِ رَمَضَانَ، فُتِحَتُ أَبُوَابُ الُجِنَانِ، فَلَمُ يُغُلَقُ مِنُهَا بَابٌ وَّاحِدٌ الشَّهُرَ كُلَّهُ، وَغُلِّقَتُ أَبُوَابُ النَّارِ، فَلَمُ يُفُتَحُ مِنُهَا بَابٌ وَّاحِدٌ الشَّهُرَ كُلَّهُ، وَغُلَّتُ عُتَاةُ الُجِنِّ، وَنَادٰى مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ كُلَّ لَيُلَةٍ إِلٰى انُفِجَارِ الصُّبُحِ، يَا بَاغِيَ الُخَيُرِ! يَمِّمُ وَأَبُشِرُ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ! أَقُصِرُ،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين، والشك فى صحابى الحديث لا يضر (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح بطرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

وَأَبْصِرُ هَلُ مِنُ مُسْتَغْفِرٍ نَغْفِرُ لَهُ، هَلُ مِنُ تَائِبٍ نَتُوبُ عَلَيْهِ، هَلُ مِنُ دَاعٍ نَسْتَجِيبُ لَهُ، هَلُ مِنُ سَائِلٍ نُعْطِيُ سُؤْلَهُ، وَلِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ مِنُ شَهْرِ رَمَضَانَ كُلَّ لَيْلَةٍ عُتَقَاءٌ مِّنَ النَّارِ سِتُّونَ أَلْفًا، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ أَعْتَقَ مِثْلَ مَا أَعْتَقَ فِيُ جَمِيعِ الشَّهْرِ ثَلَاثِيْنَ مَرَّةً سِتِّيُنَ أَلْفًا سِتِّيُنَ أَلْفًا (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۳۳۳۴، الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فى الصيام "فضائل شهر رمضان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے، تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پس جنت کا کوئی دروازہ بھی پورے مہینے بند نہیں کیا جاتا، اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پس جہنم کا کوئی دروازہ بھی پورے مہینے کھولا نہیں جاتا، اور سرکش جنات کو قید کردیا جاتا ہے، اور آسمان سے پکارنے والا ہر رات صبح ہونے تک یہ پکارتا ہے کہ اے خیر کو طلب کرنے والے! آگے بڑھ اور خوشخبری حاصل کر، اور اے شر کو طلب کرنے والے! رُک جا اور دیکھ، اور ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا، جس کی ہم مغفرت کریں، ہے کوئی توبہ کرنے والا، جس کی ہم توبہ قبول کریں، ہے کوئی دعاء کرنے والا، جس کی ہم دعاء قبول کریں، ہے کوئی مانگنے والا، جس کو ہم مانگی ہوئی چیز دیں، اور اللہ عزوجل کے لئے پورے رمضان میں افطار کے وقت ہر رات میں جہنم سے ساٹھ ہزار لوگوں کو آزاد کیا جاتا ہے، پس جب عیدُ الفطر کا دن ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اتنے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے، جتنے لوگوں کو پورے مہینے تیس مرتبہ ساٹھ ساٹھ ہزار کو آزاد فرمایا (شعب الایمان)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ''ناشب بن عمرو'' نام کے پائے جاتے ہیں، جن کو دارقطنی اور امام بخاری نے ضعیف کہا ہے، لیکن اس روایت کو ''ناشب بن عمرو'' سے روایت کرنے

والے راوی ''ابوایوب دمشقی'' نے ان کو ''ثقہ'' کہا ہے۔ [1]

البتہ مذکورہ حدیث کی تائید حضرت حسن بصری کی سند سے مرسل طریقہ پر مروی حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں رمضان کی ہر رات میں ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد کئے جانے، اور رمضان کی آخری رات میں اس پورے مہینہ کے برابر کی مقدار میں لوگوں کے جہنم دے آزاد کئے جانے کا ذکر ہے۔ [2]

اور دونوں روایتوں میں عید کے دن، اور آخری رات کا فرق ہے، ممکن ہے کہ اس سے چاند رات مراد ہو، جو عید کی رات ہی ہوتی ہے، پس دونوں روایتوں میں کوئی زیادہ فرق والی بات نہیں پائی گئی۔

مطلب یہ ہوا کہ یوں تو نیک اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ روزانہ ہی بے شمار لوگوں کو جہنم

---

[1] قال المنذری:رواه البيهقی وهو حديث حسن لا بأس به فی المتابعات فی إسناده ناشب بن عمرو الشيبان وثق وتكلم فيه الدارقطنی(الترغيب والترهيب، ج۲ص ۶۴، كتاب الصوم ،الترغيب فی الصوم مطلقا وما جاء فی فضله وفضل دعاء الصائم)

حدثنا أبو أيوب الدمشقی، أخبرنا ناشب بن عمرو الشيبانی، – قال: وكان ثقة صائما قائما–(شعب الايمان للبيهقی، حواله بالا، تحت رقم الحديث ۳۳۳۴)

ناشب بن عمرو .عن مقاتل بن حيان.قال الدارقطنی :ضعيف.وقال البخاری :ناشب بن عمرو الشيبانی منكر الحديث(لسان الميزان، ج۸،ص ۲۴۴، رقم الترجمة ۸۰۸۳،حرف النون)

[2] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، حدثنا إبراهيم بن مضارب بن إبراهيم، حدثناجعفر بن محمد بن الحسين، حدثنا الحسين بن منصور، حدثنا مبشر بن عبد الله بن رزين، حدثنا أبو الأشهب، جعفر بن الحارث، عن أبی سهل، عن الحسن قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: " إن لله عز وجل فی كل ليلة من رمضان ستمائة ألف عتيق من النار، فإذا كان آخر ليلة أعتق بعدد من مضی "(شعب الايمان للبيهقی،رقم الحديث ۳۳۳۲،الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فی الصيام ")

قال البيهقی:هكذا جاء مرسلا(حواله بالا)

أخبرنا بندار بن محمد، أنبأ محمد بن أحمد الصفار، ثنا أبو الحسين العصفری، أنبأ الفضل بن الخصيب، ثنا سلمة بن شبيب، ثنا حفص بن عبد الرحمن، ثنا أبو الأشهب، عن الحسن فيما أحسب قال :(إن لله -عز وجل -فی كل ليلةٍ من رمضان ستمائة ألف عتيق من النار، فإذا كان آخر ليلةٍ أعتق بعدد ما مضی من الليالی(الترغيب والترهيب، للاصبهانی،ج۳ص ۲۰۳،رقم الحديث ۱۸۲۳ ،باب الترغيب فی الصوم)

سے آزاد فرماتا ہے، لیکن جب بندے پورے رمضان کا نصاب اور کورس پورا کر لیتے ہیں، تو آخری رات، یا عیدُ الفطر کے دن، جو انعام کا خاص دن ہے، اتنی کثرت سے لوگوں کو جہنّم سے آزاد فرماتا ہے کہ جتنے لوگوں کو پورے مہینے کے ہر روز آزاد فرمایا تھا۔

ممکن ہے کہ ساٹھ ہزار کا عدد، خاص اس تعداد کے بجائے، کثرت کو بیان کرنے کے لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ بہت کثرت سے جہنّم سے آزاد فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: اَلصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَۃُ اِلَی الْجُمُعَۃِ، وَرَمَضَانُ اِلٰی رَمَضَانَ، مُکَفِّرَاتٌ مَابَیْنَهُنَّ، اِذَا اجْتُنِبَ الْکَبَائِرُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٣٣ "١٦" كتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان مكفرات لما بينهن ما اجتنبت الكبائر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ پانچ نمازوں میں سے ہر نماز، دوسری نماز تک اور ایک جمعہ، دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان، دوسرے رمضان تک درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، جب تک کہ وہ کبیرہ گناہ سے بچتا رہے (مسلم)

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر بعض اہلِ علم حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ نیک اعمال کی برکت سے صغیرہ گناہ معاف ہوا کرتے ہیں، پس رمضان کے مہینے کے اعمال کی برکت سے پورے سال کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اور توبہ کرے، تو کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

گویا کہ رمضان کا مہینہ پورے سال کے دوسرے مہینوں کے صغیرہ گُناہوں کی مغفرت کے اعتبار سے محسن ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِيَامُ رَمَضَانَ إِلٰى رَمَضَانَ ، كَفَّارَةُ مَا بَيْنَهُمَا (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۵۴۴۵، ج۶ ص ۳۸، باب السين، فضائل رمضان لابن شاهين، رقم الحديث ۳۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک رمضان کے روزے، دوسرے رمضان کے درمیان والے حصہ کے گناہوں کا کفارہ ہیں (طبرانی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماہِ رمضانُ المبارک ،جہنم سے آزادی، دعاء کی قبولیت اور مغفرت حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔

لہٰذا اس مہینے میں نیک اعمال کرکے اور گناہوں سے بچ کر اور توبہ واستغفار کا اہتمام کرکے اپنی مغفرت اور جہنّم سے نجات کا سامان کرنا چاہئے۔

اب اگر کوئی مسلمان رمضان کا مہینہ پائے اور اپنی مغفرت کا سامان نہ کرسکے، تو وہ بہت محروم اور بدقسمت انسان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه عبد الله بن قريظ، ذكره ابن أبی حاتم وقال: يروی عنه يحيی بن أيوب .وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد ،ج۳ص ۱۴۲، تحت رقم الحديث ۴۷۸۶،باب فی شهور البركة وفضل شهر رمضان)

وقال الالبانی:

قال الهيثمی (3/142)" : وفيه عبد الله بن قريظ، ذكره ابن أبی حاتم، وقال :يروی عنه يحيی بن أيوب، وبقية رجاله رجال الصحيح ."

قلت :وثقه ابن حبان، وصحح له حديثاً بإخراجه إياه فی "صحيحه "، لكنه لا يعرف إلا برواية يحيی هذا، كما هو مبين فی "تيسير الانتفاع،وبالجملة؛ فلا أجد فی هذه الأحاديث الثلاثة ما يصلح أن يستشهد به إلاهذا الحديث الأخير، وبه يمكن -مع متابعة الأنصاری المتقدمة عن أبی هريرة -أن نطمئن لثبوت جملة رمضان فی حديث أبی هريرة .ولعله لذلک سكت عنه الحافظ فی "الفتح "(4/111) ، فقال":ثبت عند مسلم من حديث أبی هريرة ." ...

فذكره بالزيادة .والله سبحا نه وتعالى أعلم (سلسلة الاحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث ۳۳۲۲)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ،ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ ،وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ،دَخَلَ عَلَیْہِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَلَہٗ، وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ،اَدْرَکَ عِنْدَہٗ اَبَوَاہُ الْکِبَرَ فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّۃَ ،قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ :وَاَظُنُّہٗ قَالَ: اَوْاَحَدُھُمَا (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۳۵۴۵،ابواب الدعوات، مسند احمد، رقم الحدیث ۷۴۵۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذلیل وخوار ہو، وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا گیا، اور پھر اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا، اور ذلیل وخوار ہو، وہ شخص جس کو رمضان کا مہینہ حاصل ہوا، اور رمضان گزر بھی گیا، مگر اس نے اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا، اور ذلیل وخوار ہو، وہ شخص جس نے اپنے والدین، یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، لیکن وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرا سکے (ترمذی، مسند احمد)

بعض روایات میں کچھ تفصیل کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بددعاء دراصل جبریل علیہ السلام نے کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا تھا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَقِیَ الْمِنبَرَ فَقَالَ: آمِیْنُ، آمِیْنُ، آمِیْنُ ، فَقِیْلَ لَہٗ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مَا کُنْتَ تَصْنَعُ ھٰذَا فَقَالَ: قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ: أَرْغَمَ اللّٰہُ أَنْفَ عَبْدٍ، أَوْ بَعُدَ، دَخَلَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرْ لَہٗ، فَقُلْتُ: آمِیْنُ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ، أَوْ بَعُدَ، أَدْرَکَ وَالِدَیْہِ أَوْ

---

[1] قال الترمذی: وفی الباب عن جابر، وأنس: ھذا حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ وربعی بن إبراھیم ھو: أخو إسماعیل بن إبراھیم، وھو ثقۃ، وھو: ابن علیۃ ویروی عن بعض أھل العلم قال: إذا صلی الرجل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ فی المجلس أجزأ عنہ ما کان فی ذلک المجلس.

قال شعیب الارنؤوط: صحیح، وھذا إسناد حسن (حاشیۃ مسند احمد)

أَحَدَهُمَا لَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، فَقُلْتُ: آمِيْنُ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ، أَوْ بَعُدَ، ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَقُلْتُ: آمِيْنُ (صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ١٨٨٨، كتاب الصيام، باب استحباب الاجتهاد في العبادة في رمضان، مسند البزار، ج١٤ص٣٨٨، رقم الحديث ٨١١٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے، اور فرمایا کہ آمین، آمین، آمین۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ یہ عمل تو نہیں کیا کرتے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریلِ امین نے فرمایا کہ اللہ اس بندے کو ذلیل وخوار کرے، یا (رحمت سے) دور کرے، جس پر رمضان آ گیا، اور اس نے اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا؛ جس پر میں نے آمین کہا، پھر جبریلِ امین نے فرمایا کہ ذلیل وخوار، یا (رحمت سے) دور ہو وہ شخص، جس نے اپنے والدین، یا ان میں سے کسی ایک کو پایا، جو اس کو جنت میں داخل نہ کرا سکے، جس پر میں نے آمین کہا، پھر جبریلِ امین نے فرمایا کہ ذلیل وخوار، یا (رحمت سے) دور ہو وہ شخص، جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا، پھر اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا، تو میں نے کہا کہ آمین (ابنِ خزیمہ، بزار)

اور بعض احادیث میں یہ تفصیل آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سب کو منبر کے قریب آنے کے لئے فرمایا، اور پھر منبر کی پہلی سیڑھی پر اور دوسری سیڑھی پر اور تیسری سیڑھی پر چڑھتے ہوئے آمین آمین آمین کہا تھا۔ [2]

---

[1] قال الأعظمي إسناده جيد (تعليق ابن خزيمة)
وقال الهيثمي: رواه البزار، وفيه كثير بن زيد الأسلمي، وقد وثقه جماعة، وفيه ضعف، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٧٣١٩، باب فيمن ذكر عنده فلم يصل عليه)

[2] عن كعب بن عجرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: احضروا المنبر فحضرنا فلما ارتقى درجة قال: آمين، فلما ارتقى الدرجة الثانية قال: آمين فلما ارتقى الدرجة الثالثة قال: آمين، فلما نزل قلنا: يا رسول الله لقد سمعنا منك اليوم شيئا ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض اور احادیث میں بھی تھوڑے الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كنا نسمعه قال: " إن جبريل عليه الصلاة والسلام عرض لى فقال: بعدا لمن أدرك رمضان فلم يغفر له قلت: آمين، فلما رقيت الثانية قال: بعدا لمن ذكرت عنده فلم يصل عليك قلت: آمين، فلما رقيت الثالثة قال: بعدا لمن أدرك أبواه الكبر عنده أو أحدهما فلم يدخلاه الجنة قلت: آمين(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۲۵۶، كتاب البر والصلة)

قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبى: صحيح.

سمعت أنس بن مالك يقول: ارتقى النبى صلى الله عليه وسلم على درجة من المنبر فقال: آمين، ثم ارتقى درجة أخرى فقال آمين، ثم ارتقى الثالثة فقال: آمين، ثم جلس قال: فسألوه: علام أمنت يا رسول الله؟ قال: أتانى جبريل فقال: رغم أنف امرىء ذكرت عنده فلم يصل عليك قلت:آمين ورغم أنف امرء أدرك أحد أبويه، أو كلاهما فلم يدخل الجنة .قلت: آمين .ورغم أنف امرىء أدرك رمضان فلم يغفر له. قلت: آمين.ولا نعلم روى أحاديث سلمة بهذه الألفاظ غيره، عن أنس، ولا عن غير أنس وسلمة صالح وأحاديثه لم يروها غيره كأنها يستوحش منها(مسند البزار، ج۱۲ ص۳۵۴، رقم الحديث ۶۲۵۲)

قال الهيثمى: رواه البزار، وفيه سلمة بن وردان، وهو ضعيف، وقد قال فيه البزار :صالح، وبقية رجاله رجال الصحيح . (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۳۱۶،باب فيمن ذكر عنده فلم يصل عليه)

حدثنا مالك بن الحسن بن مالك بن الحويرث عن أبيه عن جده قال صعد رسول الله صلى الله عليه وسلم المنبر فلما رقى عتبة قال آمين ثم رقى عتبة أخرى فقال آمين ثم رقى عتبة ثالثة فقال آمين ثم قال أتانى جبريل فقال يا محمد من أدرك رمضان فلم يغفر له فأبعده الله قلت آمين قال ومن أدرك والديه أو أحدهما فدخل النار فأبعده الله قلت آمين فقال ومن ذكرت عنده فلم يصل عليك فأبعده الله قل آمين فقلت آمين " (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۰۹،تتمة كتاب البر والإحسان، باب حق الوالدين)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره(حاشية ابن حبان)

۱؎ عن جابر، قال: صعد النبى صلى الله عليه وسلم المنبر، فقال: آمين آمين آمين قال: " أتانى جبريل عليه السلام، فقال: يا محمد من أدرك أحد والديه فمات فدخل النار فأبعده الله قل آمين، فقلت: آمين، قال: يا محمد من أدرك شهر رمضان فمات فلم يغفر له فأدخل النار فأبعده الله قل آمين، فقلت: آمين، قال: ومن ذكرت عنده فلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اول تو حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعاء ہی کیا کم تھی، اور پھر رسول اللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يصل عليک فمات فدخل النار فأبعده الله، قل آمين، فقلت: آمين "(المعجم الكبير للطبرانی، ج۲ص ۲۴۳، رقم الحديث ۲۰۲۲)

قال الهيثمی: هذا أو نحوه رواه البزار عن شيخه :محمد بن حوان ولم أعرفه، وبقية رجاله وثقوا، وفی قيس بن الربيع خلاف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۳۱۵ ،باب فيمن ذكر عنده فلم يصل عليه)

عن عمار بن ياسر، قال: صعد رسول الله صلى الله عليه وسلم المنبر، فقال: آمين آمين آمين ، فلما نزل قيل له، فقال: " أتانی جبريل، فقال: رغم أنف رجل أدرک رمضان فلم يغفر له أو فأبعده الله، قل: آمين، فقلت: آمين، ورغم أنف رجل أدرک والديه فلم يدخلاه الجنة أو فأبعده الله، قل: آمين، قلت: آمين، ورجل ذكرت عنده فلم يصل عليک فأبعده الله، قل: آمين، فقلت: آمين "

وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن عمار إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد(مسند البزار، ج۴ ص ۲۴۰، رقم الحديث ۱۴۰۵)

عن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدی رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد وصعد المنبر فقال: آمين، آمين، آمين فلما انصرف قيل: يا رسول الله، لقد رأيناک صنعت شيئا ما كنت تصنعه، قال: " إن جبريل تبدى لی فی أول درجة، فقال: يا محمد، من أدرک أحد والديه فلم يدخلاه الجنة فأبعده الله ثم أبعده، قال: فقلت: آمين ثم قال لی فی الدرجة الثانية: ومن أدرک شهر رمضان فلم يغفر له فأبعده الله، ثم أبعده، فقلت: آمين ثم تبدى لی فی الثالثة، فقال: إن من ذكرت عنده فلم يصل عليک فأبعده الله ثم أبعده، فقلت: آمين "(مسند البزار، ج۹ص ۲۴۷، رقم الحديث ۳۷۹۰)

قال الهيثمی:رواه البزار، والطبرانی بنحوه، وفيه من لم أعرفهم (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۳۱۴ ،باب فيمن ذكر عنده فلم يصل عليه)

عن ابن عباس أن النبی صلى الله عليه وسلم: ارتقى على المنبر فأمن ثلاث مرات، ثم قال: تدرون لم أمنت؟ قالوا: الله ورسوله أعلم .قال: " جائنی جبريل عليه السلام، فأخبرنی: أنه من ذكرت عنده فلم يصل عليک دخل النار، فأبعده الله وأسحقه، فقلت: آمين، ومن أدرک والديه أو أحدهما، فلم يبرهما دخل النار فأبعده الله وأسحقه، فقلت: آمين، ومن أدرک رمضان فلم يغفر له دخل النار، فأبعده الله وأسحقه، فقلت: آمين "(المعجم الكبير للطبرانی، ج۱۲ ص۸۳، رقم الحديث ۱۲۵۵۱)

قال الهيثمی:رواه الطبرانی، وفيه إسحاق بن عبد الله بن كيسان، وفيه ضعف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۳۱۳ ،باب فيمن ذكر عنده فلم يصل عليه)

صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین نے تو اس کو جتنی سخت بددعاء بنادیا، وہ ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطاء فرمادے اوران برائیوں سے محفوظ رکھے، ورنہ ہلاکت میں کیا شک ہے۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا ہو، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بددعاء تو ثابت ہوگئی۔

وہ تین شخص جن کو بددعاء دی گئی ہے، یہ ہیں:

ایک وہ شخص جس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرمبارک ہو اور وہ درود نہ پڑھے۔

اس میں شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرمبارک سن کر درودشریف نہ پڑھنے والے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری ارشادات اس قدر سخت ہیں کہ ان کی برداشت وتحمل مشکل ہے، اور کیوں نہ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات امت پر اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ان کو شمار میں لایا جاسکے۔

اس کے علاوہ خود درودشریف کے فضائل اتنے عظیمُ الشّان ہیں کہ ان سے محرومی ہی مستقل بدنصیبی ہے۔

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے حکم کا تعلق ہے، تو اس مسئلہ میں فقہائے کرام کی مجموعی طور پر تین آراء پائی جاتی ہیں۔

پہلی رائے یہ ہے کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ذکر کیا جائے، تو درود پڑھنا واجب ہے، اگرچہ ایک مجلس میں ایک سے زیادہ مرتبہ کیوں نہ آپ کا ذکر کیا جائے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ ایک مجلس میں ایک سے زیادہ مرتبہ ذکر آنے پر صرف ایک مرتبہ دورد پڑھنا واجب، اور کافی ہے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ ایک مجلس میں ایک سے زیادہ مرتبہ ذکر آنے پر ہر مرتبہ درود پڑھنا مستحب ہے۔

اور بعض فقہاء نے مجلس کے متحد ہونے نہ ہونے کی تفصیل بیان کئے بغیر زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے کو واجب اور اس سے زیادہ مرتبہ پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [1]

دوسرا شخص جس پر بددعاء فرمائی گئی، وہ ہے کہ جس کے بوڑھے والدین میں سے دونوں، یا ایک موجود ہوں، اور وہ ان کی اس قدر اطاعت وخدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو جائے۔

والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

تیسرا شخص جس پر بددعاء کی گئی، وہ ہے کہ جس پر رمضانُ المبارک کا مہینہ آ کر گزر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو، یعنی رمضانُ المبارک جیسا خیر اور برکت کا زمانہ بھی غفلت، فضولیات اور گناہوں میں گزر جائے، جبکہ رمضانُ المبارک میں مغفرت اور اللہ جل شانہٗ کی رحمت، بارش کی طرح برستی ہے۔

پس جو شخص رمضانُ المبارک جیسا خیر و برکت کا مہینہ بھی غفلت اور گناہوں میں گزار دے، اور اپنی بداعمالیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے، تو اس کی مغفرت کے

---

[1] للفقهاء آراء عديدة فى حكم الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم كلما ذكر فى غير الصلاة، ويتعلق بالمجلس منها ثلاثة آراء :

الأول :أنها تجب كلما ذكر اسمه صلى الله عليه وسلم ولو اتحد المجلس، وبه قال جمع، منهم الطحاوى من الحنفية، والطرطوشي، وابن العربى، والفاكهانى من المالكية، وأبو عبد الله الحليمى وأبو حامد الإسفراييني من الشافعية، وابن بطة من الحنابلة ، لحديث من ذكرت عنده فلم يصل على فدخل النار فأبعده الله.

الثانى :وجوب الصلاة مرة فى كل مجلس، وهو ما صححه النسفى فى الكافى حيث قال فى باب التلاوة :وهو كمن سمع اسمه مرارا، لم تلزمه الصلاة إلا مرة فى الصحيح؛ لأن تكرار اسمه صلى الله عليه وسلم لحفظ سنته التى بها قوام الشريعة، فلو وجبت الصلاة بكل مرة لأفضى إلى الحرج. وهو قول أبى عبد الله الحليمى إن كان السامع غافلا فيكفيه مرة فى آخر المجلس .

الثالث :ندب التكرار فى المجلس الواحد، ذكره ابن عابدين فى تحصيله لآراء فقهاء الحنفية. وبقية الفقهاء لا ينظرون إلى اتحاد المجلس، فمنهم من يقول :إنها واجبة فى العمر مرة، ومنهم من يقول بالندب مطلقا، اتحد المجلس أم اختلف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١، ص ٢٠٤، ٢٠٥، مادة"اتحاد المجلس" حرف الألف)

www.idaraghufran.org

لئے اور کون سا وقت ہوگا؟

رمضانُ المبارک کے عظیم فضائل کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس پورے مہینہ کو اللہ کی عبادت واطاعت اور گناہوں سے بچنے کے ساتھ گزارا جاتا، لیکن بہت سے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ انہیں اس مہینہ کی قدر و قیمت کا پوری طرح احساس نہیں ہوتا، اور وہ اس مہینہ میں فرض نمازیں تک پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے، یا اس میں کوتاہی کرتے ہیں، اور ایسے لوگ بھی ہیں، جو رمضان کی خاص عبادت، روزہ جیسے فریضہ کو چھوڑنے کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، ان لوگوں کو نہ تو عبادت کی توفیق ہوتی اور نہ ہی گناہوں کو چھوڑنے کی۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اس مبارک مہینے میں روزہ، نماز، صدقہ وخیرات اور ذکر وتلاوت کا تو اہتمام کرتے ہیں، مگر گناہوں اور معصیتوں میں حسبِ سابق منہمک رہتے ہیں۔

چنانچہ بہت سے تاجر حسبِ معمول جھوٹ، دھوکہ، ملاوٹ، کم تولنے کم ناپنے، جھوٹی قسمیں کھانے میں مبتلا رہتے ہیں۔

ملازمین ڈیوٹی کے اوقات پورے نہ دینے، کام پورا نہ کرنے، رشوت لینے اور بلاوجہ مالک کو پریشان کرنے میں لگے رہتے ہیں اور عام لوگ جو دوسری نوعیت کے گناہوں کے عادی ہیں جیسے نشہ کرنا، یا چوری کرنا، یا غیبت کرنا، وہ ان میں مبتلا رہتے ہیں۔

اسی طرح بعض لوگ دوسرے منکرات کو بدستور جاری رکھتے ہیں۔

بعض لوگ مختلف فضولیات اور گناہوں میں، وقت گزارنے اور روزے کی مشقت اور احساس کو دور کرنے کے بہانے سے مبتلا رہتے ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ ذرائع ابلاغ پر بے حیائی، یا تضییعِ اوقات والے پروگرام، یا کرکٹ اور دوسرے کھیلوں کے کھیلنے، یا دیکھنے اور سننے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

خوب سمجھ لیجئے! رمضان کھیل کود اور وقت گزاری کا زمانہ نہیں اور اس مہینے میں گناہوں میں مبتلا ہونا، بہت محرومی اور کوتاہی کی بات ہے، کیونکہ اس مہینہ میں گناہوں پر پکڑ بھی زیادہ ہے۔

بعض لوگ صرف رمضان کے مہینہ کی حد تک کچھ گناہوں سے رک جانے کا ارادہ کرتے ہیں، مثلاً شراب نہیں پیتے، لیکن رمضان کے بعد پھر ان گناہوں کو کرنے کی نیت ہوتی ہے، یہ بھی رمضان کی صحیح اور پوری قدر دانی اور کامل توبہ نہیں (اگرچہ رمضان میں گناہ کرنے سے تو بہتر ہے) کیونکہ گناہ سے توبہ کے لئے ضروری ہے کہ توبہ کرتے وقت آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کی نیت ہو۔

ماہِ رمضان کی دوسرے مہینوں پر فضیلت

رمضانُ المبارک کے مہینے میں قرآن مجید نازل کیا گیا، اور اسی مہینے میں سال کی انتہائی مبارک رات ''لیلۃُ القدر'' ہوتی ہے، اور اسی مہینے کے ساتھ اسلام کے ایک اہم رکن ''روزہ کی فرضیت'' وابستہ ہے، اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اور بے شمار لوگوں کی مغفرت کی جاتی ہے، اور پورے مہینے جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند رہتے ہیں، اور شیاطین کو قید رکھا جاتا ہے۔

ان سب چیزوں سے ماہِ رمضان کی دوسرے مہینوں پر فضیلت واضح ہے، بعض احادیث میں صراحتاً بھی رمضان کی دوسرے مہینوں پر فضیلت کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَفَضَّلَهُ عَلَى الشُّهُوْرِ (سنن النسائی،رقم الحدیث ۲۲۰۸، کتاب الصیام، باب ثواب من قام رمضان وصامه إيمانا واحتسابا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینے کا ذکر فرمایا، اور اس مہینے کی دوسرے مہینوں پر فضیلت بیان فرمائی (نسائی)

اور امام نسائی نے سنن کبریٰ میں اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سند سے

روایت کیا ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

إِنَّ سَيِّدَ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ، وَسَيِّدَ الشُّهُوْرِ رَمَضَانُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۵۵۲، کتاب الصیام، باب فی فضل الجمة ویومها)

ترجمہ: دِنوں کا سردار، جمعہ کا دن ہے، اور مہینوں کا سردار، رمضان کا مہینہ ہے (ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت کی سند پر اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ دوسری روایات سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے، اس لئے معنیٰ کے اعتبار سے یہ روایت درست معلوم ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] أخبرنا إسحاق بن إبراهيم قال: أخبرنا الفضل بن دكين قال: حدثنا نصر بن علي قال: حدثني النضر بن شيبان أنه لقي أبا سلمة بن عبد الرحمن قال: حدثني أفضل شيء سمعته يذكر في شهر رمضان، فقال أبو سلمة: حدثني عبد الرحمن بن عوف، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه ذكر رمضان ففضله على الشهور (السنن الكبرىٰ للنسائی، رقم الحدیث ۲۵۲۹، کتاب الصیام، ذکر اختلاف یحیی بن أبی کثیر والنضر بن شیبان فیه)

[2] علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ:

رواه الطبراني في الكبير، وابو عبيدة لم يسمع من أبيه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۷۷۷، باب فی شهور البركة وفضل شهر رمضان)

مگر اولاً تو امام بیہقی اور امام عبدالرزاق وغیرہ نے ابوعبیدہ کے بجائے ہبیرۃ بن یریم کے واسطہ سے اس کو روایت کیا ہے، اور ان کو اگرچہ بعض نے ضعیف کہا ہے، لیکن امام احمد اور علامہ ابنِ حجر نے ان کے بارے میں ''لا بأس بحديثه'' فرمایا ہے، اور بعض نے ان کی توثیق بھی فرمائی ہے، اور امام ترمذی نے ان کی متعدد احادیث کو معتبر قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ ہیثمی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ورجاله رجال الصحيح خلا هبيرة بن يريم وهو ثقة (مجمع الزوائد، ج۵ ص ۱۱۸، تحت رقم الحديث ۸۴۹۰، باب فيمن أتى كاهنا أو عرافا)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وعن هبيرة بن يريم قال: كان عبد الله بن مسعود رضي الله عنه يغسل رأسه ثم يترك شعره من وراء أذنيه .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

سَیِّدُ الشُّھُوْرِ شَھْرُ رَمَضَانَ ،وَاَعْظَمُھَا حُرْمَةً ذُوالْحِجَّةِ (شعب الایمان للبیھقی،رقم الحدیث ۳۴۷۹ ،الثالث والعشرون من شعب الإیمان "وھو باب فی الصیام " تخصیص ایام العشر من ذی الحجة بالاجتھاد بالعمل فیھن الخ،کشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحدیث ۹۶۰ ،باب فضل شھر رمضان)

ترجمہ: تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور تمام مہینوں میں زیادہ معظَّم ومحترم ذوالحجہ کا مہینہ ہے (بیہقی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات(مجمع الزوائد، ج۵ص۱۶۵ ،تحت رقم الحدیث ۸۸۳۴، باب ما جاء فی الشعر واللحیة)

اورعلامہ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ:

ھبیرة ابن یریم بتحتانیة أولہ وزن عظیم الشبامی بمعجمة ثم موحدة خفیفة ویقال الخارفی بمعجمة وفاء أبو الحارث الکوفی لا بأس بہ(تقریب التھذیب ،ص۵۷۰، تحت رقم الترجمة ۷۲۶۸)

اورعلامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

(ھبیرة بن بریم أبو الحارث الشبامی)

ویقال الخارفی الکوفی .روی عن :علی، وطلحة، وعبد اللہ بن مسعود .روی عنہ :أبو إسحاق السبیعی، وأبو فاختة .وقال الإمام أحمد :لا بأس بحدیثہ .وقال غیرہ :توفی سنة ست وستین .وقال ابن خراش :ضعیف (تاریخ الاسلام للذھبی ،ج۲ص۷۲۹، حرف الھاء، تحت رقم الترجمة ۱۱۸)

دوسرے علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ابوعبیدہ کے اپنے والد سے سماعت نہ ہونے کے قول پر کلام کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ کی اپنے والد سے روایت کو معتبر قرار دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

ویقال إن أبا عبیدة لم یسمع من أبیہ؛ لکن ھو عالم بحال أبیہ متلق لآثارہ من أکابر أصحاب أبیہ وھذہ حال متکررة من عبد اللہ رضی اللہ عنہ فتکون مشھورة عند أصحابہ فیکثر المتحدث بھا ولم یکن فی أصحاب عبد اللہ من یتھم علیہ حتی یخاف أن یکون ھو الواسطة فلھذا صار الناس یحتجون بروایة ابنہ عنہ وإن قیل إنہ لم یسمع من أبیہ(مجموع الفتاویٰ ،ج۶ص۴۰۴ ،الجزء السادس،الجزء الثانی من کتاب الأسماء والصفات،متابعة حدیث "سوق الجنة")

اس مضمون کی دوسری روایات سے بھی تائید ہوتی ہے۔ [1]

اوراس قسم کی روایات سے رمضان کے مہینے کی فضیلت وعظمت ظاہر ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] علامہ ہیثمی نے بزار کی سند میں یزید بن عبدالملک نوفلی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس حدیث کوضعیف کہا ہے۔

رواه البزار، وفيه يزيد بن عبد الملك النوفلي(مجمع الزوائد، ج۳ص ۱۴۰، تحت رقم الحديث ۴۷۷۵، باب في شهور البركة وفضل شهر رمضان)

مگر علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں اس کی تحسین کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

رمز المصنف لحسنه وليس كما قال فقد قال الهيثمي :فيه يزيد بن عبد الملك النوفلي ضعفوه (فيض القدير للمناوى، ج۴ص ۱۲۲، تحت رقم الحديث ۴۷۴۹، حرف السين)

اس لیے اس روایت کی دوسری روایات سے تائید ہونے کی بناء پر یہ ضعف مضر معلوم نہیں ہوتا، اور علامہ سیوطی کی تحسین درست معلوم ہوتی ہے۔

اورعلامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے ابنِ معین کی ایک روایت یزید بن عبدالملک نوفلی کی توثیق کی نقل کی ہے۔

وفيه يزيد بن عبد الملك النوفلي، وقد ضعفوه كلهم :البخاري، ويحيى وفي إحدى الروايتين عنه، والنسائي، ووثقه ابن معين في رواية (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۴۷۱،باب الغسل من الجنابة)

رواه البزار وقال :اختلف فيه على زيد بن أسلم، قلت :وفيه يزيد بن عبد الملك النوفلي ضعفه أحمد والبخاري والنسائي وابن عدي، ووثقه ابن معين في رواية، وضعفه في أخرى (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۶۸،باب وقت صلاة الصبح)

[2] رمضان سيد الشهور، فيه بدأ نزول القرآن، وهو شهر الطاعة والقربة والبر والإحسان، وشهر المغفرة والرحمة والرضوان، فيه ليلة القدر التي هي خير من ألف شهر، وبه عون المؤمن على أمر دينه وطلب إصلاح دنياه، وهو موسم تكثر فيه مناسبات إجابة الدعاء (الفقه الاسلامي وادلتهٗ للزحيلي، ج ۳ص ۱۶۲۰،القسم الأول، الباب الثاني، الفصل الاول، المبحث الاول، المطلب الثاني)

ولكن الله يعظم من أمره ما شاء .وقال: إن الله اصطفى صفايا من خلقه؛ اصطفى من الملائكة رسلا، ومن الناس رسلا، واصطفى من الكلام ذكره، واصطفى من الأرض المساجد، واصطفى من الشهور رمضان والأشهر الحرم، واصطفى من الأيام يوم الجمعة، واصطفى من الليالي ليلة القدر، فعظموا ما عظم الله، فإنما تعظم الأمور بما عظمها الله عند أهل الفهم وأهل العقل(تفسير الطبرى، ج ۱۱ ص ۴۴۵، سورة التوبة)

(سيد الشهور شهر رمضان) أي هو أفضلها (وأعظمها حرمة ذو الحجة) لأن فيه يوم الحج الأكبر ويوم عيد الأضحى قال شيخ الطريقين السهروردي :رمضان أفضل من الحجة وإذا قوبلت الجملة بالجملة وفضلت إحدى الجملتين على الأخرى لا يلزم تفضيل كل أفراد الجملة ويؤيده أن جنس الصلاة أفضل من جنس الصوم وصوم يوم أفضل من ركعتين (فيض القدير للمناوى، ج۴ ص ۱۲۲، تحت رقم الحديث ۴۷۴۹، حرف السين)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بسندِ ضعیف روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ :اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ رَمَضَانَ (مسند احمد،رقم الحديث ۲۳۴۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا مہینہ داخل ہونے پر یہ دعاء کرتے تھے کہ:

اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطاء فرمایئے، اور ہمیں رمضان کے مہینے تک (سلامتی کے ساتھ) پہنچادیجئے (مسند احمد)

اس حدیث کی سند میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے۔ [1]

البتہ بعض حضرات نے فضیلت کے باب میں اس حدیث کے قبول کئے جانے کی گنجائش بیان کی ہے۔ [2]

بہرحال اگر اس حدیث کی سند کو ضعیف بھی قرار دیا جائے، تب بھی یہ ایک اچھے کام کی دعاء ہے، اور اس طرح کی دعاء کرنا، حدیث کے بغیر بھی جائز ہے۔

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط:إسناده ضعيف، زائدة بن أبى الرقاد (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمى:رواه البزار، والطبرانى فى الأوسط، وفيه زائدة بن أبى الرقاد، وفيه كلام، وقد وثق (مجمع الزوائد ، ج۳ص ۱۴۰ ، تحت رقم الحديث ۴۷۷۴، باب فى شهور البركة وفضل شهر رمضان)

وقال البزار .لا بأس به،(اى زائدة) وإنما نكتب من حديثه ما لم نجد عند غيره، كذا فى التهذيب، وفيه أيضاً زيادة النميرى، وهو ضعيف(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لابى عبيد الله بن محمد عبد السلام المباركفورى، ج۴ص ۴۴۳، كتاب الصلاة، باب وجوبها)

(قال: " اللهم بارک لنا ") ، أى: فى طاعتنا وعبادتنا ("فى رجب وشعبان، وبلغنا رمضان ") ، أى: إدراكه بتمامه، والتوفيق لصيامه وقيامه(مرقاة المفاتيح، ج ۳ ص ۱۰۲۲ ، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

اس حدیث کو علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ (المتوفی:۹۸۶ھ) نے اپنی کتاب "تذكرة الموضوعات "میں ضعیف قرار دے کر فرمایا کہ:

ويجوز العمل فى الفضائل بالضعيف (تذكرة الموضوعات ،ص۱۱۷ ،كتاب العلم، باب الفاضلة من الاوقات الخ)

www.idaraghufran.org

اور مذکورہ دعاء کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مہینوں کی عبادت میں برکت عطاء فرمائے، اور عمر لمبی کر کے رمضان نصیب فرمائے، تاکہ رمضان کے اعمال روزہ اور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کی جاسکے۔ ؎1

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ ،إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ أَنْ يَّقُولَ أَحَدُنَا: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنِىْ مِنْ رَمَضَانَ، وَسَلِّمْ رَمَضَانَ لِىْ، وَتَسَلَّمْهُ مِنِّىْ مُتَقَبَّلًا (الدعاء للطبرانی، رقم الحديث ۹۱۲،باب القول عند دخول رمضان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں رمضان کی آمد پر یہ دعائیہ کلمات سکھاتے تھے کہ ہم یہ کہا کریں کہ:

"اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنِىْ مِنْ رَمَضَانَ وَسَلِّمْ رَمَضَانَ لِىْ وَتَسَلَّمْهُ مِنِّىْ مُتَقَبَّلًا"

اے اللہ! مجھے رمضان کے لئے اور رمضان کو میرے لئے صحیح سالم رکھیئے اور رمضان کو میرے لئے سلامتی کے ساتھ قبولیت کا ذریعہ بنادیجئے (طبرانی)

بعض حضرات نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ ؎2

؎1 (وبلغنا رمضان) ای ادراكه بتمامه والتوفيق لصيامه وقيامه (مرقاة المفاتيح ج۳ص ۱۰۲۲، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

؎2 قال السيوطى:

عن عبادة بن الصامت قال :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يعلمنا هؤلاء الكلمات إذا جاء رمضان " :اللهم سلمنى لرمضان، وسلم رمضان لى، وتسلمه منى متقبلا."

طب فى الدعاء والديلمى، وسنده حسن (جمع الجوامع المعروف بـ الجامع الكبير، رقم الحديث ۳۹۰"۲۰"،مسند عبادة بن الصامت)

وقال المتقى الهندى:

طب فى الدعاء والديلمى وسنده حسن(كنزالعمال، رقم الحديث ۲۴۲۷۷،كتاب الصوم،فصل فى فضله وفضل رمضان)

اوراس قسم کی دعاء بعض محدثین اور سلف سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ الْجَنَّةَ لَتُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى الْحَوْلِ الْمُقْبِلِ، فَإِذَا كَانَ أَوَّلَ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ ،هَبَّتْ رِيحٌ مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ، فَنَسَفَتْ وَرَقَ الْجَنَّةِ، وَتَجِيءُ الْحُورُ الْعِينُ يَقُلْنَ: يَا رَبِّ، اِجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ أَزْوَاجًا ،تَقَرُّ بِهِمْ أَعْيُنُنَا ،وَتَقَرُّ أَعْيُنُهُمْ بِنَا (المعجم الكبير للطبرانی، ج۱۲ ص۳۷، رقم الحدیث ۱۳۶۵۵، مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب)

ترجمہ: بلاشبہ جنت رمضان کے لئے شروع سال سے اخیر سال تک سجائی جاتی ہے، پس جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے، تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا اٹھتی ہے، پھر وہ جنت کے درخت کے پتوں کو اُڑاتی ہے، تو (اس حسین وجمیل منظر کو دیکھ کر) حوریں کہتی ہیں کہ اے ہمارے رب! اپنے بندوں میں سے ہمارے شوہر مقرر کردیجئے، جن کے ذریعہ سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور ہمارے ذریعے سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (طبرانی)

اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، لیکن رمضانُ المبارک کے اعمال اور ان کے اجر وثواب پر اس قسم کے فضائل حاصل ہونا بعید نہیں ہے، جبکہ بعض دیگر روایات میں بھی

---

[1] عن مكحول، أنه كان يقول إذا دخل رمضان: اللهم سلمني لرمضان، وسلم رمضان لي، وتسلمه مني متقبلا (الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث ۹۱۳، باب القول عند دخول رمضان)

عن أبي عمرو الأوزاعي .قال: كان يحيى بن أبي كثير يدعو حضرة شهر رمضان: اللهم سلمني لرمضان وسلم لي رمضان وتسلمه مني متقبلا (حلیة الاولیاء، ج۳ص ۶۹، تحت ترجمة "يحيى بن أبي كثير")

عن عبد العزيز بن أبي رواد، قال: " كان المسلمون يدعون عند حضرة شهر رمضان: اللهم أظل شهر رمضان وحضر، فسلمه لي، وسلمني فيه، وتسلمه مني، اللهم ارزقني صيامه وقيامه، صبرا واحتسابا، وارزقني فيه الجد والاجتهاد والقوة والنشاط، وأعذني فيه من السآمة والفترة والكسل والنعاس، ووفقني فيه لليلة القدر، واجعلها خيرا لي من ألف شهر "(الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث ۹۱۴، باب القول عند دخول رمضان)

اس قسم کا مضمون آیا ہے۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الۡجَنَّةَ لَتُزَیَّنُ مِنَ السَّنَةِ إِلَی السَّنَةِ لِشَهۡرِ رَمَضَانَ، وَإِنَّ الۡحُوۡرَ الۡعِیۡنَ لَتَتَزَیَّنُ مِنَ السَّنَةِ إِلَی السَّنَةِ لِشَهۡرِ رَمَضَانَ، فَإِذَا دَخَلَ شَهۡرُ رَمَضَانَ، قَالَتِ الۡجَنَّةُ: اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡ لَّنَا فِیۡ هٰذَا الشَّهۡرِ مِنۡ عِبَادِکَ سُکَّانًا، وَیَقُلۡنَ الۡحُوۡرُ الۡعِیۡنُ، اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡ لَنَا فِیۡ هٰذَا الشَّهۡرِ مِنۡ عِبَادِکَ أَزۡوَاجًا (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۳۶۸۸، باب الطاء، شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۳۳۵۹، فوائد تمام الرازی، رقم الحدیث ۱۱۲۷)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت پورے سال رمضان کے مہینے کے لئے سجائی جاتی ہے، اور رمضان کے مہینے کے لئے پورے سال حوروں کو مزین کیا جاتا ہے، پھر جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے، تو جنت (اللہ تعالیٰ سے) عرض کرتی ہے کہ اے اللہ! اس مبارک مہینہ میں اپنے بندوں میں سے کچھ بندے میرے اندر قیام کرنے والے مقرر فرمادیجئے! (جو عبادت کر کے میرے اندر داخل ہوسکیں) اور (اسی طرح) حوریں عرض کرتی ہیں کہ اے اللہ! اس مہینے میں

---

[1] اس حدیث کی سند میں ولید بن ولید قلانسی ہیں، جن کو اکثر حضرات نے ضعیف اور بعض نے متروک قرار دیا ہے، لیکن ابوحاتم نے ان کو صدوق قرار دیا ہے۔

قال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط باختصار، وفیه الولید بن الولید القلانسی وثقه أبو حاتم، وضعفه جماعة (مجمع الزوائد، رقم الحدیث ۴۷۸۴، ج۳، ص ۱۴۲، باب فی شهور البرکة وفضل شهر رمضان)

الولید بن الولید بن زید العنسی الدمشقی القلانسی، أبو العباس. عن ابن ثوبان، والاوزاعی. وعنه الذهلی، وعباس الترقفی، وجماعة. قال أبو حاتم: صدوق. وقال الدارقطنی وغیره: متروک. وروی له نصر المقد ؟ ؟ فی أربعینه حدیثا منکرا، وقال: ترکوه. وقال صالح جزرة: قدری. (میزان الاعتدال للذهبی، ج۴، ص ۳۵۰، تحت رقم الترجمة ۹۴۱۷)

www.idaraghufran.org

اپنے بندوں میں سے ہمارے واسطے شوہر مقرر فرما دیجئے (طبرانی)

اس حدیث کی سند بھی فی نفسہ ضعیف ہے، لیکن مذکورہ مضمون کی گزشتہ حدیث سے تائید ہوتی ہے، اس لئے رمضان اور اس کی فضیلت کی حد تک اس حدیث کو قبول کرنے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ ا

اس سے ملتی جلتی ایک حدیث حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔ ۲

ا قال الطبرانی: لم یرو هذا الحدیث عن الأوزاعی، إلا أحمد بن أبیض المدنی، تفرد به: زهیر بن عباد "(طبرانی، حوالہ بالا)

قال أبو عبد الله الحافظ: لم نكتبه من حدیث الأوزاعی عن عطاء بن أبی رباح إلا بهذا الإسناد. وقال ورأیته بإسناد آخر من حدیث الشامیین من غیر حدیث الأوزاعی عن عطاء.

قال أحمد: فی إسناده ضعف وكذلك فیما بعده(شعب الإیمان،حوالہ بالا،تحت رقم الحدیث ۳۳۵۹)

قال الهیثمی:رواه الطبرانی فی الأوسط وقال: لم یروه عن الأوزاعی إلا أحمد بن أبیض، قلت: ولم أجد من ترجمه، وبقیة رجاله موثقون(مجمع الزوائد ،ج۳ص ۱۴۳، تحت رقم الحدیث ۴۷۹۶،باب احترام شهر رمضان ومعرفة حقه)

وقال المنذری:

رواه الشیخ ابن حبان فی كتاب الثواب والبیهقی واللفظ له ولیس فی إسناده من أجمع علی ضعفه(الترغیب والترهیب ،ج۲ص ۶۲،كتاب الصوم، الترغیب فی الصوم مطلقا وما جاء فی فضله وفضل دعاء الصائم)

أقول :وللحدیث شاهد آخر من حدیث ابن عباس أخرجه أبو الشیخ فی كتاب الثواب، والبیهقی أیضا، قال المنذری :ولیس فی إسناده ممن أجمع علی ضعفه، فاختلاف طرق الحدیث یدل علی أن له أصلا (مرقاة المفاتیح، ج۴ص ۱۳۷۱، كتاب الصوم)

۲ چنانچہ امام طبرانی اور ابونعیم اصبہانی نے اس کو اس طرح روایت کیا ہے:

حدثنا محمد بن یعقوب بن سورة البغدادی، ثنا محمد بن بكار، ثنا الهیاج بن بسطام، ثنا عباد، عن نافع، عن أبی مسعود الغفاری قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ذات یوم وقد أهل شهر رمضان: لو یعلم العباد ما فی شهر رمضان لتمنی العباد أن یكون شهر رمضان سنة ، فقال رجل من خزاعة: یا رسول الله حدثنا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " إن الجنة تزین لشهر رمضان من رأس الحول إلی رأس الحول حتی إذا كان أول لیلة هبت ریح من تحت العرش فصفقت ورق شجر الجنة فنظر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر وہ حدیث سند کے لحاظ سے غیر معمولی ضعیف قرار دی گئی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الحور العين إلى ذلک فقلن: يا رب، اجعل لنا من عبادک فی هذا الشهر أزواجا تقر أعيننا بهم وتقر أعينهم بنا، وما من عبد صام شهر رمضان إلا زوجه الله زوجة فی كل يوم من الحور العين المقصورات فی الخيام على كل امرأة منهن سبعون حلة ليس منها حلة على لون الأخرى ويعطى سبعون لونا من الطيب ليس منه لون يشبه الآخر، وكل امرأة منهن على سرير من ياقوت موشح بالدرر على سبعين فراشا بطائنها من إستبرق وفوق السبعين فراشا سبعون أريكة، ولكل امرأة منهن سبعون وصفاء يخدمنها وسبعين وصفاء للقيها ووجهاء مع كل وصيف صحفة من ذهب فيها لون من الطعام يجد لآخره من اللذة مثل الذی يجد لأوله، ويعطى زوجها مثل ذلک على سرير من ياقوتة حمراء عليه سواران من ذهب موشح بالياقوت الأحمر هذا لكل يوم صامه من شهر رمضان سوى ما عمل من الحسنات "(المعجم الكبير للطبرانی، ج۲۲ص۳۸۸،رقم الحديث ۹۶۷، معرفة الصحابة لابی نعيم، رقم الحديث ۷۰۲۳)

۱؎ اس روایت میں ہیاج بن بسطام پر محدثین نے جرح فرمائی ہے۔

الهياج بن بسطام التميمی :كنيته أبو خالد، من أهل هراة، وهو والد خالد ابن الهياج، يروى عن إسماعيل بن أبی خالد وسفيان الثوری، روى العراقيون وأهل بلده، كان مرجئا داعية إلى الارجاء وكان ممن يروى عن المعضلات عن الثقات، ويخالف الاثبات فيما يرويه عن الثقات، فهو ساقط الاحتجاج به، وعند الاعتبار فإن اعتبر به معتبر أرجو أن لا يجرح فی ذلک.

سمعت محمد بن محمود يقول :سمعت الدارمی يقول :سألت يحيى بن معين عن هياج بن بسطام.فقال :ليس بشیء(المجروحين لابنِ حبان، ج۳ص۹۶، تحت رقم الترجمة ۱۱۷۱، باب الهاء)

قال أبو داوود :تركوا حديثه .وقال ابن حبان فی الثقات :يروی المعضلات عن الثقات .

وقال أحمد بن حنبل .متروک(تاريخ الاسلام للامام الذهبی، ج۴ص۱۶۷، تحت ترجمة "هياج بن بسطام" رقم الترجمة ۳۱۰)

اور بعض روایات میں جریر بن ایوب بجلی ہیں، ان پر بھی محدثین نے غیر معمولی جرح فرمائی ہے۔

حدثنا أبو الخطاب زياد بن يحيى الحسانی، ثنا سهل بن حماد أبو عتاب، أخبرنا سعيد بن أبی يزيد، ثنا محمد بن يوسف قالا: ثنا جرير بن أيوب البجلی، عن الشعبی، عن نافع بن بردة، عن أبی مسعود قال أبو الخطاب الغفاری: قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ح وقال سعيد بن أبی يزيد، عن أبی مسعود، عن النبی صلى الله عليه وسلم وهذا حديث أبی الخطاب – قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذات يوم وقد أهل رمضان، فقال: لو يعلم العباد ما رمضان لتمنت أمتی أن يكون السنة كلها ، فقال رجل من خزاعة: يا نبی الله، حدثنا، فقال: " إن الجنة لتزين لرمضان من رأس الحول إلى الحول، فإذا كان أول يوم من رمضان هبت ريح من تحت العرش، فصفقت ورق الجنة، فتنظر الحور العين إلى ذلک، فيقلن: يا رب اجعل لنا من عبادک فی هذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نیز ایک اور سند سے بھی اسی قسم کی روایت مروی ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشهر أزواجا تقر أعيننا بهم، وتقر أعينهم بنا قال: فما من عبد يصوم يوما من رمضان إلا زوج زوجة من الحور العين فى خيمة من درة مما نعت الله:"حور مقصورات فى الخيام"على كل امرأة سبعون حلة، ليس منها حلة على لون الأخرى، تعطى سبعون لونا من الطيب، ليس منه لون على ريح الآخر، لكل امرأة منهن سبعون ألف وصيفة لحاجتها، وسبعون ألف وصيف، مع كل وصيف صحفة من ذهب، فيها لون طعام، تجد لآخر لقمة منه لذة، لا تجد لأوله، لكل امرأة منهن سبعون سريرا من ياقوتة حمراء، على كل سرير سبعون فراشا، بطائنها من إستبرق، فوق كل فراش سبعون أريكة، ويعطى زوجها مثل ذلك على سرير من ياقوت أحمر، موشح بالدر، عليه سواران من ذهب، هذا بكل يوم صامه من رمضان سوى ما عمل من الحسنات "وربما خالف الفريابى سهل بن حماد فى الحرف والشىء فى متن الحديث، ثنا محمد بن رافع، ثنا سلم بن جنادة، عن قتيبة، نا جرير بن أيوب، عن عامر الشعبى، عن نافع بن بردة الهمدانى، عن رجل من غفار قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نحوه إلى قوله:"حور مقصورات فى الخيام"(صحيح ابنِ خزيمة رقم الحديث ۱۸۸۶ ،باب ذكر تزيين الجنة لشهر رمضان، شعب الايمان، رقم الحديث ۳۳۶۱؛ فضائل الاوقات للبيهقى رقم الحديث ۴۶؛ فضائل رمضان لابنِ شاهين،ص۱۴۸ ، رقم الحديث ۱۸ ؛ مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ۵۲۷۳، عن ابن مسعود بالفاظ مختلفة)

قال ابن حجر:قلت :تفرد به جرير بن أيوب ، وهو ضعيف جدا ، وقد أخرجه ابن خزيمة فى صحيحه ، وقال :إن صح الخبر ، فإن فى القلب من جرير بن أيوب ، وكأنه تساهل فيه لكونه من الرغائب ، وابن مسعود ليس هو الهذلى المشهور ، وإنما هو آخر غفارى (المطالب العالية للحافظ ابن حجر عسقلانى ، ج۶ ص ۴۲،تحت رقم الحديث ۱۰۱۰ ،كتاب الصيام،باب فضل شهر رمضان)

وقال البيهقى:قال الإمام أحمد: ورواه ابن خزيمة فى كتابه من وجهين عن جرير ومن حديث سلم، عن قتيبة عن جرير إلا أنه (قال) عن نافع بن بردة الهمدانى عن رجل من غفار، ثم قال: وفى القلب من جرير بن أيوب.قلت: وجرير بن أيوب ضعيف عند أهل النقل .ورواه أيضا عبد الله بن رجاء، عن جرير بن أيوب إلا أنه لم يقل الغفارى(شعب الايمان، تحت رقم الحديث ۳۳۶۱)

وقال الأعظمى فى تعليق ابنِ خزيمة :إسناده ضعيف بل موضوع جرير بن أيوب البجلى قال عنه البخارى :منكر الحديث (صحيح ابنِ خزيمة، حواله بالا)

وقال السيوطى: موضوع. آفته جرير (اللآلى المصنوعة، ج۲، ص۸۵،كتاب الصيام)

ل أخبرنا أبو عمرو :عبد الوهاب، أنبأ والدى، أنبأ أبو عمرو :أحمد بن سلمة بن الضحاك بمصر، ثنا محمد بن ميمون بن كامل الزيات، ثنا محمد بن إسحاق الأسدى، ثنا الأوزاعى، عن مكحول والقاسم بن مخيمرة وعبدة بن أبى لبابة قالوا :سمعنا أبا أمامة الباهلى وواثلة بن الأسقع وعبد الله بن بسر -رضى الله عنهم -سمعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول):(إن الجنة تزين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر وہ روایت بھی غیر معمولی ضعیف ہے۔ ؎1

ایک حدیث میں یہ مضمون وارِد ہوا ہے کہ رمضان میں ذکر کرنے والے کی مغفرت کی جاتی ہے، اور اللہ سے سوال، یعنی دعاء کرنے والے کو محروم نہیں کیا جاتا۔ ؎2

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من الحول إلى الحول لشهر رمضان، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من صان نفسه ودينه فى شهر رمضان زوجه الله من الحور العين وأعطاه قصراً من قصور الجنة، ومن عمل سيئة أو رمى مؤمناً ببهتان أو شرب مسكراً فى شهر رمضان أحبط الله عمله سنةً .ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :اتقوا شهر رمضان؛ لأنه شهر الله، جعل لكم أحد عشر شهراً تشبعون فيها وتروون، وشهر رمضان شهر الله فاحفظوا فيه أنفسكم(الترغيب والترهيب للاصبهانى، ج٣ص ٢٠٢، رقم الحديث ١٨٢٢، باب الترغيب فى الصوم)

؎1 ق محمد بن محصن العكاشى نسب إلى جده الأعلى وهو محمد بن إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن عكاشة بن محصن الأسدى روى عن إبراهيم بن أبى عبلة ويحيى بن سعيد الأنصارى والأعمش وابن عجلان وجعفر بن برقان والأوزاعى والثورى وعبد الرحمن بن زياد الإفريقى روى عنه أبو هاشم محمد بن خداش الموصلى ومعلل بن نفيل وأبو خيثمة مصعب بن سعيد وسليمان بن سلمة الخبائرى ومحمد بن ميمون الحمراوى وهاشم بن القاسم الحرانى ويحيى بن سعيد العطار الحمصى قال البخارى عن يحيى بن معين كذاب وقال البخارى منكر الحديث وقال أبو حاتم كذاب وقال فى موضع آخر مجهول وقال ابن حبان شيخ يضع الحديث على الثقات لا يحل ذكره إلا على سبيل القدح فيه وقال الدارقطنى متروك يضع وروى له أبو أحمد أحاديث ثم قال وهذه الأحاديث مع غيرها لمحمد بن إسحاق كلها مناكير موضوعة روى له ابن ماجة حديثه عن إبراهيم عن الديلمى عن حذيفة لا يقبل الله تعالى لصاحب بدعة صوما ولا صلاة الحديث قلت وقال ابن حبان أيضا يروى المقلوبات عن الثقات لا يكتب حديثه إلا للاعتبار والأحاديث التى أوردها ابن عدى فى بعضها حدثنا محمد بن إسحاق ونسبه كما هنا وفى بعضها ثنا محمد بن محصن وقال ابن أبى حاتم رأى أبى معى أحاديث من حديثه فقال هذه الأحاديث كذب موضوعة وقال العقيلى الغالب على حديثه الوهم والنكارة،وأورد له بسند صحيح إلى أبى بكر الصديق حديث من أكرم مؤمنا فكأنما أكرم الله تعالى وقال حديث باطل لا أصل له وقال الأزدى منكر الحديث واستدركه النباتى على بن عدى ثنا على أنه آخر وخلطه بعضهم بمحمد بن عكاشة الكرمانى وعندى أنه غيره قد بسطت ترجمة محمد بن عكاشة فى لسان الميزان(تهذيب التهذيب،لابن حجر العسقلانى، ج٩، ص ٤٣٠، ٤٣١، تحت رقم الترجمة ٧٠٢، حرف الميم، محمد مع الميم فى الآباء)

؎2 حدثنا محمد بن حنيفة الواسطى قال: نا أحمد بن منصور المروزى قال: نا عبد الرحمن بن قيس الضبى قال: ثنا هلال بن عبد الرحمن، عن على بن زيد، عن سعيد بن المسيب، عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ذاكر الله فى رمضان مغفور له، وسائل الله فيه لا يخيب. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگراس حدیث کی سند پر محدثین کا غیر معمولی کلام ہے۔ [1]

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ منافقین پر رمضان سے زیادہ کوئی مہینہ سخت نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ رمضان کا اجر اور منافقین کے گناہوں پر اصرار اور بدبختی پہلے سے لکھ دیتا ہے۔

مگراس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لم یرو ھذا الحدیث عن علی بن زید إلا ھلال بن عبد الرحمن، تفرد به عبد الرحمن بن قیس، ولا یروی عن عمر إلا بهذا الإسناد(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۶۱۷۰،باب المیم، الترغیب والترهیب للاصبهانی، رقم الحدیث ۱۷۷۸؛ فضائل الاوقات للبیهقی، رقم الحدیث ۶۸، ج ۱، ص ۷۳)

[1] قال العینی: وفی إسناده :هلال بن عبد الرحمن، ضعفه العقیلی، بقوله: منکر الحدیث (عمدة القاری شرح صحیح البخاری للعینی، ج۱۰، ص ۲۶۹، و ۲۷۰، کتاب الصوم، باب هل یقال رمضان أو شهر رمضان ومن رأی کله واسعا)

وقال المناوی: (طس هب عن ابن عمر) بن الخطاب قال الهیثمی :فیه هلال بن عبد الرحمن وهو ضعیف وقال الذهبی فی الضعفاء :منکر الحدیث وأقول :فیه أیضا عبد الله بن علی بن جدعان قال الدارقطنی :لا یزال عندی فیه لین وقال الذهبی فی الضعفاء :قال أحمد ویحیی :لیس بشیء وأبو زرعة :غیر قوی (فیض القدیر، ج۳ص ۵۵۹، تحت رقم الحدیث ۴۳۱۲،حرف الذال)

عبد الرحمن بن قیس الضبی......

قال محمد بن یحیی الذهلی :سألت عبد الصمد بن عبد الوارث عنه، فقال: کان عبد الرحمن بن مهدی یکذبه .وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبیه: کان جارا لحماد بن مسعدة یحدث عن ابن عون، رأیته بالبصرة وقدم علینا إلی بغداد وکان واسطیا ثم خرج إلی نیسابور، وحدیثه ضعیف، ولم یکن بشیء، متروک الحدیث :وقال أبو زرعة :کذاب .وقال البخاری: ذهب حدیثه.

وقال مسلم: ذاهب الحدیث.وقال النسائی: متروک الحدیث.

وقال زکریا بن یحیی الساجی: ضعیف، کتبت عن حوثرة المنقری عنه، کان قد أکثر عنه.

وقال صالح بن محمد البغدادی: کان یضع الحدیث .وقال أبو أحمد بن عدی :عامة ما یرویه لا یتابعه الثقات علیه .روی له الترمذی فی "الشمائل "حدیثا واحدا عن هشام بن حسان، عن محمد بن سیرین، عن أبی هریرة کان لنعل رسول الله صلی الله علیه وسلم قبالان ...الحدیث(تهذیب الکمال ج۱۷ ص ۳۶۴ الی ۳۶۷، تحت رقم الترجمة ۳۹۳۹، باب العین)

[2] حدثنا أبو بکر الحنفی، قال: حدثنا کثیر بن زید، عن عمرو بن تمیم، عن أبیه، عن أبی هریرة، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " بمحلوف رسول الله، ما أتی علی المسلمین شهر خیر لهم من رمضان، ولا أتی علی المنافقین شهر شر لهم من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

یہ بات ملحوظ رہے کہ شدید ضعیف حدیث کا فضائل میں بھی اعتبار نہیں ہوتا، البتہ اگر صرف ضعیف ہو، شدید ضعیف نہ ہو، تو وہ بعض شرائط کے ساتھ فضائل کے سلسلہ میں معتبر ہوجاتی ہے، لیکن عقائد واحکام میں اس کا بھی اعتبار نہیں ہوا کرتا۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے، کیونکہ آج کل اس کے متعلق بہت کوتاہی سامنے آرہی ہے، ہر طرح کی حدیث کو ایک ہی درجہ میں رکھ کر معاملہ کیا جانے لگا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

رمضان، وذلک لما يعد المؤمنون فيه من القوة للعبادة، وما يعد فيه المنافقون من غفلات الناس وعوراتهم، هو غنم المؤمن يغتنمه الفاجر "(مسند احمد، رقم الحديث ٨٣٦٨)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف، كثير بن زيد ليس بالقوى، يكتب حديثه للمتابعات، وعمرو بن تميم، قال البخارى عن حديثه هذا :فيه نظر، وقال العقيلى :لا يتابع عليه، وأبوه تميم -وهو ابن يزيد مولى بنى زمعة -مجهول(حاشية مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

عن عبادة بن الصامت، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوما وحضر رمضان: أتاكم رمضان شهر بركة، فيه خير يغشيكم الله [فيه] ، فتنزل الرحمة، وتحط الخطايا، ويستجاب فيه الدعاء، فينظر الله إلى تنافسكم، ويباهى بكم ملائكته، فأروا الله من أنفسكم خيرا، فإن الشقى من حرم فيه رحمة الله عز وجل(مسند الشاميين للطبرانى ، رقم الحديث ٢٢٣٨ ، المجالس العشرة للحسن الخلال، رقم الحديث ٦٦؛ المسند للشاشى، رقم الحديث ١٢٢٤)

مگر یہ روایت سند کے لحاظ سے انتہائی کمزور ہے۔

وفيه محمد بن أبى قيس ;ولم أجد من ترجمه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٧٨٣،باب فى شهور البركة وفضل شهر رمضان)

محمد بن أبى قيس وهو محمد بن سعيد الشامى، وأراه أبو عمرو العبسى المعروف بالمصلوب(معرفة الصحابة لابى نعيم ، ج٦ص ٣٠٠٢،باب اللام، تحت ترجمة "أبو ليلى الأشعرى حديثه عند: عامر بن لدين الأشعرى")

محمد بن سعيد بن أبى قيس الشامى المصلوب وهذا الرجل كان كذابا يضع الحديث ويفسد أحاديث الناس صلب على الزندقة(الضعفاء والمتروكين لابن الجوزى، ج٣ص ٦٥، تحت رقم الترجمة ٢٠١٤، حرف الميم)

(فصل نمبر 1)

رمضان میں عبادت، سخاوت وغیرہ کی فضیلت

مخلوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماہِ رمضان کی قدر و قیمت سے کون واقف ہوگا؟ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں عبادت، سخاوت اور دوسرے نیک اعمال میں بہت زیادہ اہتمام کیا کرتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَادَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ، شَدَّمِئْزَرَهُ ،ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ ،حَتّٰى يَنْسَلِخَ (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٣٣٥٢، الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فى الصيام"، فضائل شهر رمضان ، فضائل الاوقات للبيهقى رقم الحديث ٦٦، صحيح ابنِ خزيمة ،رقم الحديث ٢٢١٦، الكامل لابن عدى، ج٦، ص٢٠٧، تحت رقم الترجمة ١٢٨٢)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ داخل ہو جاتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ازار بند کس لیتے، پھر (آخری عشرہ میں) اپنے بستر مبارک پر نہ آتے، یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا (بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں رمضان میں انتہائی اہتمام اور کثرت سے عبادت میں مشغول ہوتے تھے۔ [1]

---

[1] عبادت کی کثرت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے رمضان ہی کیا کرتے تھے، البتہ بستر پر نہ آنے کا معمول آخری عشرے میں تھا، جس کا ذکر دوسری روایات میں موجود ہے، یا یہ کہا جائے کہ شروع میں جب پورے مہینے کا اعتکاف فرمایا،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ مذکورہ روایت سند کے لحاظ سے درست ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس وقت آپ اپنے گھر میں بستر پر تشریف نہ لاتے تھے، اس طرح دونوں قسم کی روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے، اور کوئی ظاہری تعارض نہیں رہتا، اور اس روایت کو ضعیف کہہ کر اس کو دوسری احادیث کے مقابلے میں مرجوح قرار دینا درست نہیں، کیونکہ یہ روایت سند کے لحاظ سے درست ہے، اور حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایات بھی اس کی مؤید ہیں۔

۱؎ چنانچہ شعب الایمان کی سند درج ذیل ہے:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، ومحمد بن موسى، قالا: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، حدثنا الربيع بن سليمان، حدثنا عبد الله بن وهب، أخبرنا سليمان بن بلال، أخبرني عمرو، عن المطلب بن عبد الله، عن عائشة(شعب الإيمان للبيهقي حواله بالا)

اور ابنِ خزیمہ کی سند درج ذیل ہے:

حدثنا الربيع بن سليمان ، حدثنا ابن وهب ، حدثني سليمان وهو ابن بلال ، حدثني عمرو وهو ابن أبي عمرو ، عن المطلب بن عبد الله ، عن عائشة ، زوج النبي صلى الله عليه وسلم ، أنها قالت(صحيح ابن خزيمة،حواله بالا)

اور ابنِ عدی کی سند مع متن اور عمرو بن ابی عمرو، راوی کی توثیق کے درج ذیل ہے:

ثنا أبو مصعب عن عبد العزيز بن محمد عن عمرو بن أبى عمرو عن المطلب بن عبد الله عن عائشة زوج النبى صلى الله عليه وسلم وثلاثمائة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل رمضان شد مئزره فلم يأو إلى فراشه حتى ينسلخ رمضان وعمرو بن أبى عمرو له أحاديث عن أنس غير ما ذكرت وروى عنه مالك وهو عندى لا بأس به لأن مالكا لا يروى إلا عن ثقة أو صدوق(الكامل لابن عدى،حواله بالا)

علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں اس حدیث کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن امام مناوی نے یہ فرمایا کہ اس روایت میں ربیع بن سلیمان ہیں، اگر وہ صاحبِ امام شافعی ہوں، تو ثقہ ہیں، اور اگر بصری ہوں، تو وہ ضعیف ہیں۔

(هب عن عائشة) رمز المصنف لحسنه فيه الربيع بن سليمان فإن كان هو صاحب الإمام الشافعي فثقة أو الربيع بن سليمان البصري الأزدي فضعيف قال يحيى :ليس بشئى (فيض القدير للمناوى، ج۵ص ۱۳۲ ،تحت رقم الحديث ۶۶۸۰ ، حرف الكاف)

مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس روایت میں ربیع بن سلیمان، بن عبد الجبار ہیں، جو کہ صاحبِ امام شافعی اور ثقہ ہیں، کیونکہ یہ ابنِ وہب سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے محمد بن یعقوب روایت کرتے ہیں، اور مذکور روایت میں یہ دونوں راوی موجود ہیں، جبکہ ابنِ عدی کی روایت میں یہ سرے سے موجود ہی نہیں، کما مر۔

چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

الربيع بن سليمان بن عبد الجبار بن كامل المرادى *(د، ق، س، ت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک دوسری سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ، وَكَثُرَتْ صَلَاتُهُ، وَابْتَهَلَ فِي الدُّعَاءِ، وَأَشْفَقَ مِنْهُ (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٣٣٥٣، الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فى الصيام" فضائل شهر رمضان، فضائل الاوقات للبيهقى رقم الحديث ٦٧)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإمام، المحدث، الفقيه الكبير، بقية الأعلام، أبو محمد المرادى مولاهم، المصرى، المؤذن، صاحب الإمام الشافعى، وناقل علمه، وشيخ المؤذنين بجامع الفسطاط، ومستملى مشايخ وقته. مولده: فى سنة أربع وسبعين ومائة، أو قبلها بعام. سمع: عبد الله بن وهب (سير اعلام النبلاء، ج ١٢ ص ٥٨٧، تحت رقم الترجمة ٢٢٢)

اور تہذیب الکمال میں، محمد بن یعقوب کے ان کے شاگرد ہونے کی بھی تصریح ہے۔

وأبو العباس محمد بن يعقوب الاصم النيسابورى (تهذيب الكمال، ج ٩ ص ٨٨، تحت ترجمة "الربيع بن سليمان بن عبدالجبار" رقم الترجمة ١٨٦٤، باب الراء)

اور اگر اس روایت میں ربیع بن سلیمان بن داؤ د مراد ہوں، تو وہ بھی ثقہ ہیں۔

البتہ ربیع بن صبیح کو بعض نے سیء الحفظ قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ اس روایت میں موجود نہیں۔

چنانچہ علامہ ابن حجر نے ان تینوں حضرات کا آگے پیچھے اس طرح تذکرہ فرمایا ہے:

الربيع ابن سليمان ابن داود الجيزى أبو محمد الأزدى المصرى الأعرج ثقة من الحادية عشرة مات سنة ست وخمسين د س. الربيع ابن سليمان ابن عبد الجبار المرادى أبو محمد المصرى المؤذن صاحب الشافعى ثقة من الحادية عشرة مات سنة سبعين وله ست وتسعون سنة. الربيع ابن صبيح بفتح المهملة السعدى البصرى صدوق سىء الحفظ وكان عابدا مجاهدا قال الرامهرمزى هو أول من صنف الكتب بالبصرة من السابعة مات سنة ستين خت ت ق (تقريب التهذيب لابن حجر، ص ٢٠٦، تحت رقم الترجمة ١٨٩٣ الى ١٨٩٥، حرف الراء)

اور ناصر الدین البانی صاحب نے بھی اس روایت کے رجال کو ثقات شمار کیا ہے، لیکن ساتھ ہی عبدالمطلب بن عبداللہ کو مدلس قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

قلت: و هذا إسناد ضعيف، و رجاله ثقات، غير أن عبد المطلب بن عبد الله، كان كثير التدليس و الإرسال، كما فى "التقريب (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٢٣٤٦)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کی نمازوں میں زیادتی ہوجاتی تھی اور دعاء میں تضرّع وزاری بڑھ جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سرخ ہوجاتا تھا (بیہقی)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ اسی مضمون کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔

اور یہ روایت اس سے پہلے ذکر شدہ روایت کے مضمون کے مطابق ہے، لہٰذا یہ حدیث بھی کم از کم حسن درجے میں داخل ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البانی صاحب نے جب اس کے رجال کا ثقات ہونا تسلیم کرلیا، تو یہ روایت سند کے لحاظ سے درست ہوئی اور رہا تدلیس کا معاملہ، تو وہ مذکورہ روایت میں بعض دیگر حضرات کے نزدیک مضر نہیں۔

بلکہ ایک مقام پر خود البانی صاحب نے عمرو بن ابی عمرو کی مطلب بن عبداللہ سے عنعنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی روایت کو شیخین کی شرط کے مطابق ہونا تسلیم کیا ہے۔

أخرجه أبو داود (۴۷۹۸)و ابن حبان(۱۹۲۷)و الحاكم(۱/۶۰)من طريق عمروبن أبى عمرو عن المطلب بن عبد الله بن حنطب عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فذكره .و قال الحاكم " :صحيح على شرط الشيخين . "و وافقه الذهبى .قلت :و هو كما قالا لولا أنه اختلف فى سماع المطلب من عائشة فقال أبو حاتم ":روايته عنها مرسلة و لم يدركها . "و قال أبو زرعة " :نرجو أن يكون سمع منها . "لكن الحديث على كل حال صحيح بما تقدم و قد وجدت له طريقا أخرى عنها موصولة، أخرجه ابن عدى فى "الكامل "(۱/۱۴۹)عن اليمان بن عدى حدثنا زهير بنمحمد عن يحيى بن سعيد عن القاسم عنها به .و قال " :لا أعلم يرويه عن زهير غيريمان . "قلت :و فيهما ضعف غير شديد ، فحديثهما فى الشواهد لا بأس به(سلسلة الاحاديث الصحيحة ،تحت رقم الحديث ۷۹۵)

مگر البانی صاحب نے مبحوث فیہ حدیث کو شواہد کے ہوتے ہوئے بھی ضعیف کہہ دیا، جس سے ہمیں اتفاق نہیں۔

پس اس روایت کو ضعیف قرار دینے کی طرف ہمارا رجحان نہیں، اور علامہ سیوطی کے فیصلے کے مطابق یہ روایت کم از کم حسن کے درجے میں داخل ہے، بالخصوص جب کہ اس کے ساتھ آگے آنے والی روایات کو بھی جمع کرلیا جائے۔

۱ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے متن میں مذکور حدیث کی سند اس طرح بیان فرمائی ہے کہ:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو زكريا يحيى بن إبراهيم بن يحيى، قالا: أخبرنا أبو الحسين عبد الباقى بن قانع، حدثنا أحمد بن على الخراز، حدثنا محمد بن عبد المجيد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی عبادت اور نماز کی حالت سے زیادہ واقف تھیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز وعبادت گھر پر اداء فرمایا کرتے تھے۔

مذکورہ روایت میں رمضان کی رات کی نماز کے بارے میں کثرت کا لفظ موجود ہے، جس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز وعبادت دوسرے دنوں کی رات کی نماز کے مقابلے میں تعداد میں زیادتی ہوجاتی تھی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التميمي، حدثنا أبو داود، حدثنا قرة بن خالد، عن عطاء بن أبي رباح، عن عائشة ،الخ .

امام مناوی رحمہ اللہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ:

فيه عبد الباقي ابن قانع قال الذهبي :قال الدارقطني يخطء كثيرا.(فيض القدير للمناوي، ج۵ص ۱۳۲ ،تحت رقم الحديث ۶۲۸۱، حرف الكاف)

مگراس سے مذکورہ روایت کا ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ مندرجہ بالا حدیث کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

ورواه خلف بن أيوب، عن عوف بن أبي جميلة، عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرة قال: كان فذكره.

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، حدثنا محمد بن صالح بن هانء، حدثنا العباس بن حمزة، حدثنا أيوب بن الحسن، حدثنا خلف بن أيوب . . . . .فذكره(شعب الإيمان للبيهقي،حواله بالا)

اور ظاہر ہے کہ دوسری سند میں ابنِ قانع موجود نہیں۔

اور دوسری سند کے اتصال سے یہ بات واضح ہوچکی کہ ابنِ قانع نے اس روایت کے نقل کرنے میں کوئی خطا نہیں کی۔

اس تقریر کے بعد اگر دوسری سند میں کوئی راوی ضعیف بھی ہو، تو وہ مضر نہیں، كما هو ظاهر باصول الحديث۔

[1] لہٰذا یہ مطلب مراد لینا کہ تعداد تو اتنی ہی رہتی تھی، جتنی دوسرے مہینوں میں ہوتی تھی، اور صرف قیام اور رکوع وسجود کے طویل ہونے کے باعث لمبی ہوجاتی تھی، یہ مطلب اس حدیث کے الفاظ سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتا۔

اور ویسے بھی یہ مفہوم مراد لینا، اس لئے راجح معلوم نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اور دنوں میں بھی لمبی لمبی نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ لمبے قیام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک ورم کر جاتے تھے، پھر اس میں رمضان کی کیا خصوصیت ہوگی، اور رمضان کی قیامِ لیل والی خاص نماز کا کیا ذکر رہے گا، جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ترغیب منقول ہے؟ محمد رضوان۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ، حَتّٰى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ(صحيح البخاری، رقم الحديث ١٩٠٢، كتاب الصوم، باب :أجود ما كان النبی صلی الله عليه وسلم يكون فی رمضان، صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٣٠٨ "٥٠" كتاب الفضائل)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں صدقہ خیرات کے کاموں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور آپ کی زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں اس وقت ہوتی تھی، جب آپ سے جبریل ملاقات کرتے تھے، اور آپ سے جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے، یہاں تک کہ رمضان ختم نہ ہوجاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کو قرآن سناتے تھے، پس جب آپ سے جبریل علیہ السلام ملاقات کرتے تھے، تو آپ صدقہ وخیرات کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجایا کرتے تھے (بخاری، مسلم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ ،وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ ،حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ ،وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ ،فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ ،فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ

بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦، باب بدء الوحی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضانُ المبارک میں جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے، تو آپ بہت زیادہ سخی اور فیاض ہوجاتے تھے اور جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی اور خیر کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ فیاضی وسخاوت فرماتے تھے (بخاری)

حضرت جبریل سے ملاقات کے بعد سخاوت کی تیزی کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ فرشتہ آپ کو بحکمِ الٰہی سخاوت کی ترغیب دیتے ہوں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کی تلاوت کی بھی خاص فضیلت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو رمضان کے مہینہ سے خصوصی تعلق ہے، کیونکہ یہ اسی مہینے میں نازل کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ:
قرآن کو شروع ہی سے رمضان سے خصوصیت ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ (رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن شریف نازل کیا گیا ہے ۱۲) اس سے خصوصیت باعتبارِ نزول کے ثابت ہوئی، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے دَور رمضان ہی میں کرتے ہیں۔ نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ رمضان میں ایک قرآن ختم کرنا تراویح میں مسنون ہے، نیز ان تمام نصوص سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت رمضان میں زیادہ مطلوب ہے، یہ خصوصیت تو تشریعی ہے، تکوینی خصوصیت یہ ہے کہ اس ماہ میں ہر شخص خود بخود قرآن کی طرف راغب ہوجاتا ہے، اس لئے میں ذاکرین کے واسطے بھی اس ماہ میں اسے ذکر سے افضل سمجھتا ہوں، میرا یہ مطلب نہیں کہ ذکر نہ کریں، وہ بھی کریں، مگر زیادہ قرآن کی تلاوت کریں، کیونکہ ذکر تو بارہ مہینے یکساں ہے، اور رمضان میں قرآن پڑھنے میں خاص برکات نازل ہوتی ہیں، جس طرح مکہ میں جاکر طواف بکثرت کرنا چاہئے، اور عبادات کو بھی کرنا چاہئے، مگر طواف سب سے زیادہ، اسی طرح رمضان میں قرآن (وعظ ''روح القیام'' مشمولہ: خطبات حکیم الامت، ج ١٦ ص ١١٣، بعنوان ''برکاتِ رمضان'' ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: جمادی الاولیٰ ١٤٢٩ھ)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضانُ المبارک میں بہت سخاوت فرماتے تھے، اور آپ کی اتباع میں رمضانُ المبارک میں کثرت سے صدقہ، خیرات اور سخاوت کرنا بہت مبارک عمل ہے۔ [1]

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَیُّ الصَّوْمِ أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ شَعْبَانُ لِتَعْظِیْمِ رَمَضَانَ ،قِیْلَ فَأَیُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ صَدَقَةٌ فِیْ رَمَضَانَ(سنن الترمذی،رقم الحديث ٦٦٣ ،ابواب الزكاة، باب ماجاء فی فضل الصدقة)

---

[1] وفی هذا الحديث فوائد منها بيان عظم جوده صلى الله عليه وسلم ومنها استحباب إكثار الجود فی رمضان ومنها زيادة الجود والخير عند ملاقاة الصالحين وعقب فراقهم للتأثر بلقائهم ومنها استحباب مدارسة القرآن(شرح النووی علىٰ مسلم ،ج۱۵ ص ۶۹ ،كتاب الفضائل، باب جوده صلى الله عليه وسلم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل شهر رمضان أطلق كل أسير، وأعطى كل سائل(شعب الايمان للبيهقی، رقم الحديث ۳۳۵۷، الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فی الصيام "،فضائل شهر رمضان؛ كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۹۶۸، الكامل لابنِ عدی، ج۴ ص ۳۴۳، تحت رقم الترجمة ۷۷۸؛ فضائل الاوقات للبيهقی، رقم الحديث ۶۹، اخبارِ اصبهان عن عائشة وابنِ عباس ، ج ۱ ص ۱۵۹ ،تحت ترجمة "أحمد بن بندار الحبال أبو العباس " رقم الترجمة ۱۳۳)

مگر اس حدیث کی سند پر محدثین نے غیر معمولی کلام کیا ہے۔

قال البزار: لا نعلم رواه هكذا إلا الهذلی، ولم يكن حافظا ، وقد حدث عنه جماعة من أهل العلم.

وقال الهيثمی: رواه البزار، وفيه أبو بكر الهذلی، وهو ضعيف. قلت: وتأتی أحاديث فيمن يتصدق وهو صائم، أو يعود مريضا، أو يشهد جنازة إن شاء الله(مجمع الزوائد ،ج۳ص ۱۵۰ ، تحت رقم الحديث ۴۸۳۸ ،باب فعل الخير والإكثار منه فی رمضان)

قال ابن طاهر المقدسی: رواه أبوبكر الهذلی :عن الزهری ، عن عبيد الله بن عبد الله ، عن ابن عباس .وهذا عن الزهری لايعرف إلا من رواية أبی بكر الهذلی هذا ، وهو متروك الحديث(ذخيرة الحفاظ، ج۲ ص ۸۰۶ ، تحت رقم الحديث ۱۵۶۰ ، باب الألف)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ رمضان کے بعد کون سا روزہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ شعبان کا روزہ؛ رمضان کی تعظیم کی وجہ سے، پھر سوال کیا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں صدقہ کرنا (ترمذی)

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس کی سند میں ''صدقہ بن موسیٰ'' نام کے راوی کی وجہ سے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ ان راوی کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ [1]

راشد بن سعد کی مرسل حدیث

راشد بن سعد سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنْبَسِطُوْا فِى النَّفَقَةِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَإِنَّ النَّفَقَةَ فِيْهِ كَالنَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (فضائل رمضان لأبن أبى الدنيا، ص ۵۲،رقم الحديث ۲۴، فضل النفقة فى رمضان)

ترجمہ: رمضان کے مہینے میں (اپنے اور بیوی بچوں وغیرہ کے) نان ونفقہ کے متعلق وسعت (وفراخی) سے کام لو، اس لئے کہ اس میں نان ونفقہ ایسا ہے، جیسا کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا (ابنِ ابی الدنیا)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ [2]

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث غريب، وصدقة بن موسى ليس عندهم بذاک القوى (سنن الترمذی، حواله بالا)

[2] قال مسعد عبدالحميد محمد السعدنى:
اسناده ضعيف: فى اسناده علتان: الأولىٰ: ضعف ابى بكر بن ابى مريم .
الثانية: الإرسال، والمرسل من اقسام الحديث الضعيف. وقد عزاه صاحب ''كنز العمال، برقم ''۲۳۶۷۲'' الى المصنف وحده (حاشية فضائل رمضان لأبن أبى الدنيا، ص ۵۲، رقم الحديث ۲۴، فضل النفقة فى رمضان، الناشر: مكتبة القرآن، القاهرة)

www.idaraghufran.org

ابنِ ابی الدنیا نے اس طرح کی روایت عبداللہ بن مبارک کی سند سے بھی روایت کی ہے۔ [1]
نان ونفقہ میں فراخی اور وسعت بھی رمضان میں سخاوت کا حصہ ہے، اور صدقہ خیرات میں اپنے ضرورت منداہل وعیال مقدم ہیں، اس لئے یہ مضمون بھی اسی سخاوت کے اصول کے تحت داخل ہے۔

پس رزقِ حلال سے اپنے محلے میں غریبوں، دوستوں اور عزیز واقارب میں جو نادار، بیمار اور غریب ہوں، اور اسی طرح اپنے اہل وعیال پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔

بعض لوگ حرام کما کر اس کو سخاوت کا ذریعہ بناتے ہیں، بلکہ نعوذ باللہ تعالیٰ اس کو رمضان کی برکت سمجھتے ہیں، یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔

رمضان کے مبارک مہینہ ہونے، اور اس مہینہ میں عبادت کے انتہائی فضیلت کا باعث ہونے کی وجہ سے اس مہینہ میں عمرہ کرنے کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

امِ معقل رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت امِ معقل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: عُمُرَةٌ فِيُ رَمَضَانَ تَعُدِلُ حَجَّةً

(سنن الترمذی، رقم الحدیث ۹۳۹، ابواب الحج، باب ماجاء فی عمرة رمضان) [2]

---

[1] عن عبد الله بن المبارك، عن أبى بكر بن أبى مريم، قال: سمعت مشيختنا، يقولون: " إذا حضر شهر رمضان، قد حضر مطهر، ويقولون: انبسطوا بالنفقة فيه، فإنها تضاعف كالنفقة فى سبيل الله عز وجل، ويقولون: التسبيحة فيه أفضل من ألف تسبيحة فى غيره "(فضائل رمضان، لابن أبى الدنيا،رقم الحديث ۲۵، الناشر :دار السلف، الرياض -السعودية)

[2] قال الترمذى:وفى الباب عن ابن عباس، وجابر، وأبى هريرة، وأنس، ووهب بن خنبش: " ويقال: هرم بن خنبش "، قال: بيان، وجابر، عن الشعبى، عن وهب بن خنبش، وقال داود الأودى: عن الشعبى، عن هرم بن خنبش، ووهب أصح، وحديث أم معقل حديث حسن غريب من هذا الوجه، وقال أحمد وإسحاق: قد ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم أن عمرة فى رمضان تعدل حجة، قال إسحاق: معنى هذا الحديث مثل ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: " من قرأ: قل هو الله أحد فقد قرأ ثلث القرآن(سنن الترمذى، حواله بالا)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر (فضیلت رکھتا) ہے (ترمذی)

اس قسم کے مضمون کی اور روایات بھی ہیں۔ [1]

عمرہ کے حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس عمرہ سے فرض حج اداء ہو جائے گا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے ساتھ رمضانُ المبارک کی فضیلت شامل ہو جانے کی وجہ سے حج کے ثواب کے برابر ہو جاتا ہے۔ [2]

ملحوظ رہے کہ کسی بھی عمل کی جو فضیلت ہوتی ہے، وہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور اس عمل کو اخلاص کے ساتھ اور ٹھیک ٹھیک انجام دینے کی صورت میں ہوتی ہے، وہ فضیلت نہ تو دوسرے عمل کے تقابل کے اعتبار سے ہوتی اور نہ ہی اس عمل کو بغیر اخلاص اور غلط طریقہ پر کرنے کی صورت میں ہوتی، یہی معاملہ رمضان میں عمرے کا بھی ہے۔

اور جب غریب اور مستحق لوگ تعاون کے زیادہ محتاج ہوں، تو اِن غریبوں کا تعاون کرنا، اس رقم کو بار بار نفلی حج وعمرے میں خرچ کرنے سے افضل ہوتا ہے۔

---

[1] عن وهب بن خنبش، قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: " عمرة فى رمضان تعدل حجة "(سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ٢٩٩١،أبواب المناسک، باب العمرة فى رمضان)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –:" عمرة فى رمضان تعدل حجة "(ابنِ ماجه،رقم الحديث ٢٩٩٤،أبواب المناسک، باب العمرة فى رمضان)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

عن جابر، أن النبى – صلى الله عليه وسلم – قال:" عمرة فى رمضان تعدل حجة "(ابنِ ماجه،رقم الحديث ٢٩٩٥،أبواب المناسک،باب العمرة فى رمضان)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] فالحاصل أنه أعلمها أن العمرة فى رمضان تعدل الحجة فى الثواب لا أنها تقوم مقامها فى إسقاط الفرض، للإجماع على أن الاعتمار لا يجزى عن حج الفرض(فتح البارى لابن حجر، ج٣، ص٦٠٤، كتاب العمرة، باب عمرة فى رمضان)

www.idaraghufran.org

چنانچہ ''ردُ المحتار''میں ہے:

وإذا كان الفقير مضطرا أو من أهل الصلاح أو من آل بيت النبى – صلى الله عليه وسلم – فقد يكون إكرامه أفضل من حجات وعمر وبناء ربط . كما حكى فى المسامرات عن رجل أراد الحج فحمل ألف دينار يتأهب بها فجائته امرأة فى الطريق وقالت له إنى من آل بيت النبى – صلى الله عليه وسلم – وبى ضرورة فأفرغ لها ما معه، فلما رجع حجاج بلده صار كلما لقى رجلا منهم يقول له تقبل الله منك، فتعجب من قولهم، فرأى النبى – صلى الله عليه وسلم – فى نومه وقال له: تعجبت من قولهم تقبل الله منك؟ قال نعم يا رسول الله؛ قال: إن الله خلق ملكا على صورتك حج عنك؛ وهو يحج عنك إلى يوم القيامة بإكرامك لامرأة مضطرة من آل بيتى؛ فانظر إلى هذا الإكرام الذى ناله لم ينله بحجات ولا ببناء ربط

(ردالمحتار ، ج۲،ص ۶۲۱،كتاب الحج،فروع فى الحج،مطلب فى تفضيل الحج على الصدقة)

ترجمہ: اور جب فقیر وغریب مضطر (وبے چین اور پریشان حال) ہو، یا وہ غریب نیک لوگوں میں سے ہو، یا اہلِ بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی سید، یا بنو ہاشم) میں سے ہو، تو اس (غریب کا اس روپیہ پیسہ سے) اکرام کرنا، چند مرتبہ حج، اور عمرے کرنے، اور مسافر خانوں وغیرہ کو تعمیر کرنے میں خرچ کرنے سے افضل ہے، جیسا کہ ''مسامرات'' (نامی کتاب) میں ایک آدمی کی حکایت مذکور ہے، جس نے حج کا ارادہ کیا، پھر اس نے سو دینار اٹھائے، جن سے وہ حج کی تیاری کرنا چاہتا تھا، تو اتنے میں ایک عورت راستہ میں آ گئی، اور اس نے کہا کہ میں آلِ بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہوں، اور مجھے ضرورت ہے۔

تو اس آدمی نے اپنے ساتھ موجود سو دینار اس عورت کو دے دیئے، پھر جب اس شہر کے حاجیوں کا قافلہ (حج کر کے واپس) لوٹا، تو ان میں سے ہر ایک آدمی نے، اس آدمی سے ملاقات شروع کی، اور اس آدمی کو حج کی مبارکباد دینا شروع کی، اس

آدمی کو ان لوگوں کی مبارکباد سے تعجب ہوا (کہ میں تو حج کے لئے گیا ہی نہیں تھا، پھر یہ لوگ مجھے مبارباد کیوں دے رہے ہیں؟) پھر اس آدمی کو خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان لوگوں کی مبارکباد سے تعجب کر رہے ہو؟ اس آدمی نے عرض کیا کہ بے شک اے اللہ کے رسول! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے ایک فرشتہ کو تمہاری شکل میں پیدا فرما دیا ہے، جس نے تمہاری طرف سے حج کیا ہے، اور وہ فرشتہ تمہاری طرف سے قیامت کے دن تک حج کرتا رہے گا، کیونکہ تم نے میرے اہلِ بیت کی ایک مجبور عورت کی مدد کی۔

پس اب تم اس اعزاز واکرام کو دیکھ لو، جو اس شخص کو حاصل ہوا، جو نہ تو کئی حج کرنے سے حاصل ہوسکتا، اور نہ ہی مسافر خانوں وغیرہ کی تعمیر سے حاصل ہوسکتا (ردالمحتار)

آج کے زمانہ میں سید اور بنو ہاشم خاندان کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے، جن کو نہ تو لوگ زکاۃ دیتے، کیونکہ ان کو زکاۃ دینے سے منع کیا جاتا ہے، اور نہ ہی حبِ مال کی وجہ سے ان کو لوگ صدقاتِ نافلہ اور عطیات دیتے۔

اور سید و بنو ہاشم کے علاوہ بھی ملک میں بہت بڑی تعداد ایسے غریبوں کی ہے، جو گھر بار، اور کھانے پینے کی ضروریات سے محروم ہیں۔

ان حالات میں غریبوں اور ضرورت مندوں کے تعاون کو چھوڑ کر، بہت سے لوگوں کا بار بار نفلی حج وعمرے کرنا، اور حج وعمروں کے فرائض، واجبات اور سنتوں میں کوتاہی کرنا، اور اس سے بڑھ کر نماز، روزہ تک کی طرف سے توجہ ہٹانا، اور گناہوں میں مبتلا رہ کر نفلی حج وعمروں پر تکیہ کرنا، قابلِ افسوس روش ہے۔

ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل اپنے الگ مضمون میں بیان کردی ہے۔

(فصل نمبر2)

ماہِ رمضان اصلاحی کورس اوراس کے معمولات

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ انتہائی عظیم مہینہ ہے ،تواس کی قدر کرنی چاہیے، سال کے گیارہ مہینے انسان اپنی مادی مصروفیات میں اتنا منہمک رہتا ہے کہ وہی مصروفیات اس کی توجہ کا مرکز بن کر رہ جاتی ہیں اوراس کے دل پر روحانی اعمال سے غفلت کے پردے پڑنے لگتے ہیں۔

عام دنوں کا حال یہ ہے کہ چوبیس گھنٹے کی مصروفیات میں خالص عبادتوں کا حصہ عموماً بہت کم ہوتا ہے،اوراس طرح انسان اپنے روحانی سفر میں جسمانی سفر کی بنسبت پیچھے رہ جاتا ہے۔

رمضان کا مہینہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ایک مسلمان اس مبارک مہینے میں جسمانی غذاء کی مقدار کم کر کے روحانی غذاء میں اضافہ کردے،اوراپنے جسمانی سفر کی رفتار ذرا دھیمی کر کے روحانی سفر کی رفتار کو بڑھادے،اور تیز کردے۔

رمضان صرف سحری اور افطاری کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک تربیتی نصاب اور کورس ہے،جس سے ہر سال مسلمانوں کو گذارا جاتا ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خالق و مالک کے ساتھ مضبوط ہو،اسے ہر معاملے میں اللہ سے رجوع کرنے کی عادت پڑے،اوروہ ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے اپنے بُرے اخلاق کو کچلے اوراعلیٰ اوصاف واخلاق کو اپنے اندر پیدا کرے،اس کے اندر نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے پرہیز کا جذبہ بیدار ہو،اس کے دل میں اللہ کا خوف اورآخرت کی فکر کی شمع روشن ہو،جو اسے رات کی تاریکی اور جنگل کے ویرانے میں بھی غلط کاریوں سے محفوظ رکھے۔

اسی کا نام ’’تقویٰ‘‘ ہےاورقرآن مجید نے اس کو روزوں کا اصل مقصد قرار دیا ہے۔

رمضانُ المبارک کا مہینہ نفس کی ریاضت اور باطن کے تزکیہ وصفائی کا مہینہ ہے، یہ طاعت وعبادت کا خوگر بنانے اور دل ونفس کو چمکا دینے کا ''تربیتی نظام'' ہے۔

اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی گھٹائیں برستی ہیں، ہدایت ومغفرت کے فیصلے ہوتے ہیں، اور گناہوں کا میل چھٹتا ہے۔

اس مبارک مہینے کی خصوصیت یہ ہے کہ عبادت وبندگی کا راستہ آسان ہوجاتا ہے اور گناہوں و نافرمانیوں سے قدم رُکنے لگتے ہیں، اجروثواب کے خزانے لُٹتے ہیں۔

روزے کے ثواب کو تو ہر طرح کے پیمانے سے بالاتر قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ:

ابنِ آدم کے ہر نیک عمل کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک کر دیا جاتا ہے سوائے روزے کے، اس کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ یہ خاص میرے لئے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا (مسلم) [1]

اور اعتکاف بھی اس مبارک مہینے کا بہت پُرکیف عمل ہے کہ رب کا بندہ مسجد میں ڈیرے ڈال کر اس کی چوکھٹ تھام کر بیٹھ جاتا ہے کہ یہاں سے کچھ لے کر ہی جاؤں گا۔

اس مہینے میں تراویح اور قیامِ رمضان کی نماز ایک خاص تحفہ ہے، جس پر بخشش کا وعدہ ہے، اور لیلۃُ القدر کی فضیلت کا تو کیا ہی ٹھکانہ۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ جس کے شب وروز اور اس کی مقدس گھڑیاں، دعاء کی قبولیت کے لئے خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

گویا کہ رمضانُ المبارک کا مہینہ ''مَجْمَعُ النُّوْر'' ہے۔

---

[1] عن أبی هريرة رضی الله عنه .قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة عشرة أمثالها إلا سبعمائة ضعف .قال الله عز وجل: إلا الصوم .فإنه لی وأنا أجزی به .يدع شهوته وطعامه من أجلی .للصائم فرحتان: فرحة عند فطره، وفرحة عند لقاء ربه(صحيح مسلم، رقم الحديث ١١٥١ ''١٦٤ ا'' كتاب الصيام، باب فضل الصيام)

اسی وجہ سے یہ مہینہ اصلاح کے لئے بے حد مفید ثابت ہوا ہے۔

کیونکہ اس مہینہ میں ''کم کھانے، کم پینے، کم سونے، کم ملنے جلنے، اور کم بولنے چالنے'' کی شکل میں مجاہدہ کرکے اصلاح کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

رمضانُ المبارک کا مہینہ بہت ہی خیروبرکت کا مہینہ ہے، اور آخرت کی کمائی کا بہت بڑا موسم اور سیزن ہے، جیسا کہ ہر چیز کا ایک موسم اور سیزن ہوتا ہے، جس میں اس چیز کی خوب کمائی ہوتی ہے۔

مثلاً سردی کے زمانے میں گرم کپڑوں اور رمضان میں پکوڑوں، سموسوں والوں کی خوب آمدنی اور بکری ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت کی کمائی کے لئے مختلف مواقع فراہم ہوتے رہتے ہیں، ان میں سے ایک اہم اور عظیم موقع، بلکہ عظیم نعمت رمضانُ المبارک کا مہینہ ہے اور (جیسا کہ پہلے گزرا کہ) دراصل یہ پورے سال کے لئے ایک تربیتی نصاب اور کورس کی سی اہمیت رکھتا ہے، لہٰذا اس مبارک مہینہ کی کوئی ساعت اور کوئی لمحہ ضائع نہیں جانا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو رمضان کے آنے سے پہلے ہی اس کا شوق وذوق اور انتظار رہتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو شعبان کے مہینہ میں ہی کثرت سے روزے رکھنا شروع فرمادیا کرتے تھے، تاکہ رمضان کا استقبال زیادہ سے زیادہ بہتر طریقہ پر ہوسکے۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ زندگی کے قیمتی لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے رمضانُ المبارک کے لئے پہلے سے تیاریاں شروع کردیں۔

رمضان شروع ہونے سے پہلے کی ہدایات

اس سلسلہ میں چند اصولی ہدایات پر اپنے اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے عمل کیجئے:

(1)......رمضان کے شروع ہونے سے قبل، استقبال وطلب کے لئے آمادہ ہونا

(1)......رمضانُ المبارک شروع ہونے سے پہلے ہی اس کے استقبال اور طلب کے لئے دل

سے آمادہ ہوجایئے اور ذوق وشوق کے ساتھ اس کے انتظار میں لگ جایئے، اور رمضانُ المبارک کے احکام کا علم حاصل کرنے اور پہلے سے حاصل شدہ علم میں تازگی پیدا کرنے کے لئے پھر سے مطالعہ اور زبانی معلومات کا اہتمام کیجئے۔

(2)......رمضان کی نعمت کے حصول اوراس کی قدر کی دعاء کرنا

(2)......رمضانُ المبارک شروع ہونے سے پہلے ہی اس نعمت کے حاصل ہونے اوراس کی صحیح قدر وقیمت بجالانے کی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیجئے۔

(3)......گناہوں سے توبہ واستغفار کرنا

(3)......اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کیجئے۔

(4)......دنیاوی مشاغل ومصروفیات کوکم کرنے کی کوشش کرنا

(4)......دنیاوی مشاغل اور مصروفیات کوکم کرنے کی کوشش کیجئے، تاکہ رمضان کے موسم اور سیزن میں زیادہ سے زیادہ وقت نیک اعمال میں لگا کر آخرت کی زیادہ سے زیادہ کمائی کی جاسکے۔

(5)......انتیس شعبان کی شام کورمضان کی تیاری کرنا

(5)......رمضانُ المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہونے کے لئے انتیس شعبان ہی کی شام کو تیاری کر لیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ رمضانُ المبارک کا اعلان بھی ہوجائے اور آپ کو خبر ہی نہ ہواوراس طرح غافل لوگوں میں شمار نہ ہوجائیں۔

(6)......چاند نظر آنے، یاتیس شعبان گزرنے پر رمضان کا شروع ہونا

(6)...... جب رمضانُ المبارک کا چاند نظر آجائے، یا چاند نظر آنے کا فیصلہ ہوجائے، تو سمجھ لیجئے کہ رمضانُ المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہوگیا ہے اور انتظار کی گھڑیاں ختم ہوچکی ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کیجئے اوراس مہینہ کی قدر کرنے کی توفیق حاصل ہونے اوراس مہینے کو سلامتی وعافیت کے ساتھ حاصل کرنے کی رب تعالیٰ کے حضور دعاء کیجئے۔

(7)......رمضان کے آغاز پر دوسروں کو مبارک باد دینا

(7)...... رمضان کے آغاز پر دوسرے مسلمانوں کو مبارک باد دینا درست، بلکہ مستحب ہے، بشرطیکہ اسے ضروری نہ سمجھا جائے، اور حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔[1]

رمضان شروع ہونے پر معمولات

مندرجہ ذیل معمولات کو رمضان المبارک میں ذرا اہتمام سے شروع کر دیجئے:

(1)......رمضان شروع ہونے پر توبہ واستغفار کرنا

(1)...... سچے دل سے گناہوں سے توبہ واستغفار کرتے رہئے۔

(2)......روزہ رکھنے، قیامُ اللیل، تراویح پڑھنے کا پابندی سے اہتمام کرنا

(2)......روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کا اہتمام کیجئے اور بلاعذر ناغہ نہ کیجئے۔

(3)......رمضان اور خاص کر روزہ میں گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا

(3)...... رمضانُ المبارک اور خاص کر روزے میں ہر قسم کے گناہوں سے تمام اعضاء، بالخصوص آنکھ، کان، ناک، دل، دماغ اور دوسرے اعضاء کو بچا کر رکھئے۔

---

[1] التھنئۃ بشھر رمضان: ”اخرج الاصبھانی فی الترغیب عن سلمان الفارسی قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر یوم من شعبان فقال ”ایھاالناس انہ قد اظلکم شھر عظیم شھر مبارک فیہ لیلۃ خیر من الف شھر“ الحدیث. ھذاالحدیث اصل فی التھنئۃ بشھر رمضان (الحاوی للفتاویٰ، ج ا ص ۹۳، کتاب الصلاۃ، باب العید، وصول الامانی باصول التھانی)

(عن أبی هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " -أتاكم ") أی جاء كم "رمضان " أی زمانه أو أيامه "شهر مبارک "بدل أو بيان، والتقدير هو شهر مبارک، وظاهره الإخبار أی كثر خيره الحسی والمعنوی، كما هو مشاهد فيه، ويحتمل أن يكون دعاء أی جعله الله مباركا علينا وعليكم، وهو أصل فی التهنئة المتعارفة فی أول الشهور بالمباركة، ويؤيد الأول قوله -صلى الله عليه وسلم " :-اللهم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان "، إذ فيه إيماء إلى أن رمضان من أصله مبارک فلا يحتاج إلى الدعاء ، فإنه تحصيل الحاصل، لكن قد يقال :لا مانع من قبول زيادة البركة "فرض الله عليكم صيامه "أی بالكتاب والسنة وإجماع الأمة " (مرقاة المفاتيح، ج۴ ص۱۳۶۵، كتاب الصوم، الفصل الثالث)

(4)......نماز کو وقت کی پابندی اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کرنا

(4)......عورتوں کو وقت کی پابندی اور مرد حضرات کو، عذر نہ ہو، تو باجماعت نماز کا اہتمام کرتے رہنا چاہئے۔

(5)......حتی الامکان سنن ونوافل کا اہتمام کرنا

(5)......فرض اور سنت نمازوں کے علاوہ اشراق، چاشت، اوابین، صلوٰۃ التسبیح، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء اور تہجد کے نوافل کا حسبِ سہولت واستطاعت اہتمام کرنا چاہئے۔

(6)......نیک صحبت کا اہتمام اور بری صحبت سے اجتناب کرنا

(6)......نیک صحبت کا اہتمام، بُری صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(7)......حسبِ توفیق، تلاوتِ قرآن مجید کا اہتمام کرنا

(7)......جس قدر ہو سکے، قرآن مجید کی تلاوت وقرائت کرنی چاہئے۔

(8)......خیر اور بھلائی کی دعاؤں کا اہتمام کرنا

(8)......اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کی خیر اور بھلائی کی دعائیں مانگتے رہئے، خاص کر جنت کا سوال اور جہنَّم سے پناہ مانگتے رہئے، تمام مسلمانوں کی فتح ونصرت کے حصول اور ظلم وستم سے نجات کی دعاء کیجئے۔

(9)......مرحومین کے لئے سنت کے مطابق ایصالِ ثواب کرنا

(9)......فوت شدہ حضرات کے لئے سنت کے مطابق ایصالِ ثواب اور مغفرت کی دعاء کیجئے۔

(10)......چلتے پھرتے کلمہ، استغفار اور درود شریف وغیرہ کا وِرد کرنا

(10)......چلتے پھرتے مختلف اذکار مثلاً ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اور ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ'' کا وِرد کیجیے اور درود شریف بھی پڑھتے رہئے۔

(11)......سیرت وسنتِ رسول اللہ پر عمل کی کوشش کرنا

(11)...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت پر عمل کرنے کی کوشش کیجئے۔

(12)......حسبِ توفیق صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنا

(12)......حسبِ قدرت، صدقہ وخیرات میں حصہ شامل کیجئے۔

(13)......آخری عشرہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام کرنا

(13)......رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

(14)......بسہولت ممکن ہو، تو آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا

(14)...... ممکن ہو اور کوئی عذر نہ ہو، تو آخری عشرہ میں اعتکاف کی بھی کوشش کیجئے۔

(15)......رمضان کے اوقات ولمحات کو فضولیات سے محفوظ رکھنا

(15)......رمضان کے قیمتی لمحات اور اوقات کو فضول کاموں اور فضول باتوں سے محفوظ رکھنے کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔

آج کل بہت سے لوگ رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ کی قیمتی گھڑیاں، اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے، اور بے جا خرید وفروخت کرنے میں خرچ کردیتے ہیں، جو کہ بہت نقصان کی بات ہے، اس قسم کی حرکات سے اپنے آپ کو بچا کر رکھئے۔

اللہ تعالیٰ اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(فصل نمبر 3)

رمضان کے چاند کے فضائل واحکام

چاند کی تاریخ کو زندہ اور باقی رکھنا، سب مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے، کیونکہ (مہینے اور سال کے سلسلے میں) شرعی احکام کا دارومدار چاند کے حساب پر ہے۔

چنانچہ رمضانُ المبارک کی ابتداء وانتہاء بھی چاند سے ہوتی ہے، جس میں روزے کی فرضیت، اعتکاف اور لیلۃُ القدر جیسے احکام کی تفصیل داخل ہے۔

اسی طرح عیدُ الفطر، عیدُ الاَضحیٰ اور اس طرح کے دوسرے اسلامی احکام بھی چاند کی تاریخوں سے وابستہ ہیں۔

ہلال اور چاند کے متعلق قرآنی ہدایات

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چاند کے متعلق اصولی ہدایات بیان فرمادی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند کو اللہ تعالیٰ نے ایک منظّم حساب کے ساتھ جاری وساری کیا ہے، جس سے مہینہ کے اوقات اور جہات کا پتہ چلتا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یَسْـأَلُـونَکَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ،قُلْ هِیَ مَوَاقِیتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٩)

ترجمہ: سوال کرتے ہیں وہ (لوگ) آپ سے، نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں؟ کہہ دیجئے آپ کہ وہ (یعنی نئے مہینے کے چاند) لوگوں کے لیے اوقات اور حج (کا وقت معلوم کرنے) کے لیے ہیں (سورہ بقرہ)

یعنی چاند کے ذریعے تاریخوں اور مہینوں کا حساب معلوم ہوتا ہے، جس پر معاملات اور

www.idaraghufran.org

عبادات، بطورِ خاص حج وغیرہ کی بنیاد ہے۔

اور سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ،ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ.وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (سورة الانعام، رقم الآية ٩٦و٩٧)

ترجمہ: اور بنا دیا اس (اللہ) نے رات کو سکون والی، اور سورج کو اور چاند کو حساب کے لئے، یہ تقدیر ہے، عزیز علیم (ذات، یعنی اللہ) کی۔

اور وہی (اللہ) ہے، بنایا اس نے تمہارے لئے ستاروں کو، تا کہ راستوں کو پاؤ تم، ان کے ذریعہ سے، خشکی اور سمندر کی اندھیریوں میں (سورہ انعام)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو حساب، اور اوقات کو معلوم کرنے، اور ستاروں کو خشکی اور سمندر میں راستوں، اور سمتوں وغیرہ کو معلوم کرنے اور پہچاننے کا ذریعہ بنایا ہے۔

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية١٦)

ترجمہ: اور ستاروں کے ذریعہ سے وہ لوگ ہدایت (راستے) پاتے ہیں (سورہ نحل)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ ستاروں کے ذریعہ سے راستوں اور سمتوں کو معلوم کیا جاتا ہے۔

اور سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَالسِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ (سورہ یونس، رقم الآية ۵)

ترجمہ: اور (اللہ نے) چاند کو روشنی والا بنایا، اور اس کی منزلوں کو مقرر فرما دیا تا کہ تم سالوں کے عدد اور حساب کو جان سکو (سورہ یونس)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کی منزلیں طے کردی ہیں، جن سے چاند گزرتا ہے۔
اور سورہ یٰس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ،ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ .لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ، وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ(سورۃ یٰس، رقم الآیات ۳۸ الیٰ ۴۰)

ترجمہ: اور چل رہا ہے سورج، اپنے مقرر راستے پر، یہ (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے، نہایت غالب خوب جاننے والے کا۔ اور چاند ہم نے مقرر کردی ہیں، اس کی منزلیں، یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) دوبارہ ہو جاتا ہے وہ، کھجور کی پرانی ٹیڑھی ٹہنی کی طرح۔ نہ سورج، لائق ہے اس (سورج) کے لیے، یہ کہ وہ جا پکڑے چاند کو، اور نہ رات پہل کرنے والی ہے، دن سے، اور ہر ایک مدار میں تیرتے ہیں (سورہ یٰس)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کی منازل مقرر اور طے فرمادی ہیں، اور چاند جس طرح ولادت کے وقت ٹیڑھی شاخ کی طرح ہوتا ہے، اسی طرح انتہاء کے وقت بھی ہوتا ہے، اسی ولادت کے وقت والے چاند کو ''ہلال'' کہا جاتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند اور سورج کا مخصوص مدار ہے، موجودہ زمانے میں بھی سائنسی حسابات کی رو سے چاند کے حسابات اور اس کی حرکات وکیفیات انتہائی مستحکم ومنظّم ثابت ہیں، جن کو قطعی، یا ظنی درجہ میں معلوم کیا جاچکا ہے، اور بعض کیفیات کی تحقیق وتفتیش جاری ہے۔
اور سورہ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ(سورۃ الرحمٰن، رقم الآیۃ ۵)

ترجمہ: سورج اور چاند حساب سے (چلتے) ہیں (سورہ رحمٰن)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کا ایک مستحکم ومضبوط نظام مقرر فرمادیا ہے۔ اور آج سائنس کی رُو سے چاند اور سورج کے کئی حسابات کو قطعیت کے ساتھ معلوم کرلیا گیا ہے، اور بعض کیفیات، ظنی درجہ میں معلوم کی جاچکی اور کی جارہی ہیں، جن کو اپنے اپنے درجہ پر رکھ کر، رؤیتِ ہلال اور نئے قمری ماہ کے لیے استفادہ کرنے میں کوئی مانع نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن مجید کے علاوہ بعض احادیث وروایات سے بھی ان چیزوں کی اجازت اور ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لِأَبِي ذَرٍّ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ، أَتَدْرِيْ أَيْنَ تَذْهَبُ؟قُلْتُ:اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ،قَالَ:فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنُ لَهَا ،وَيُوْشِكُ أَنْ تَسْجُدَ، فَلَا يُقْبَلَ مِنْهَا، وَتَسْتَأْذِنَ فَلَا يُؤْذَنَ لَهَا يُقَالُ لَهَا:اِرْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى "وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ،ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ" (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۱۹۹، كتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر بحسبان)

ترجمہ: جب سورج غروب ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج جاتا ہے، یہاں تک عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر (طلوع ہونے کی) اجازت مانگتا ہے، تو اسے اجازت مل جاتی ہے، اور عنقریب (قیامت سے پہلے) وہ وقت آئے گا کہ یہ (جاکر) سجدہ کرے گا، تو وہ قبول نہ ہوگا اور (طلوع ہونے کی) اجازت چاہے گا، تو اجازت نہ ملے گی، بلکہ اسے حکم ہوگا کہ جہاں سے آیا ہے، وہیں واپس چلا جا، اس وقت یہ مغرب سے طلوع ہوگا اور یہی (سورہ یٰسٓ میں) اللہ تعالیٰ کے اس

قول کا مطلب ہے کہ:

”وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ، ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ“

”اور سورج چلتا ہے اپنے مستقر کے لیے، یہ اندازہ ہے، غالب جاننے والے کا“ (بخاری)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو تقویم اور مہینہ واوقات کو معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، اور اس مقصد کے لئے سورج اور چاند کے حساب واوقات کو معلوم کرنا، درست ہے۔

اور جدید تحقیق کی روشنی میں یہ بات معلوم کی جا چکی ہے کہ ہر مہینہ کے چاند کی ولادت ”New Moon“ کا پورے روئے زمین کے لئے ایک ہی وقت ہوتا ہے، اور اس میں فلکی، حسابی اور سائنسی اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا، اور یہ بظاہر قطعی ویقینی نوعیت کا حساب ومعیار ہوتا ہے، جس کی روشنی میں ہلال اور چاند کے فیصلہ کرنے اور رویتِ ہلال کی گواہی معتبر ہونے نہ ہونے میں کافی مدد حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ یہ بھی اللہ کے مقرر کردہ چاند کے مستحکم نظام کی نشانی ہے۔

شعبان ورمضان کے چاند کی اہمیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ٦٨٧، ابواب الصوم، باب ما جاء فی إحصاء ھلال شعبان لرمضان ،مستدرک حاکم، رقم الحدیث ١٥٤٨) [1]

---

[1] قال الترمذی: حدیث أبی ھریرۃ غریب لا نعرفه مثل ھذا إلا من حدیث أبی معاویة، والصحیح ما روی عن محمد بن عمرو، عن أبی سلمة، عن أبی ھریرۃ، عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لا تقدموا شھر رمضان بیوم ولا یومین، وھکذا روی عن یحیی بن أبی کثیر، عن أبی سلمة، عن أبی ھریرۃ، عن النبی صلی اللہ علیه وسلم نحو حدیث محمد بن عمرو اللیثی (سنن الترمذی، حواله بالا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: تم رمضان (کے حساب) کی وجہ سے شعبان کے چاند (اوراس کی تاریخوں) کے حساب کو خوب اچھی طرح محفوظ رکھو (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ رمضان کی خاطر شعبان کا چاند دیکھنے اوراس کی تاریخیں یاد رکھنے کی خاص فکر اور خاص اہتمام کیا جائے، تاکہ رمضان کے حساب میں خلل پیدا نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَالَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ ، ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ ، فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا ، ثُمَّ صَامَ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۲۵، کتاب الصوم، باب اذا اغمی الشهر) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان (کے چانداوراس مہینے کی تاریخوں) کو جتنے اہتمام سے محفوظ رکھتے تھے، اتنے اہتمام سے کسی دوسرے مہینے (کی تاریخوں) کو محفوظ نہیں رکھتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے تھے اور اگر (انتیس شعبان کو) چاند دکھائی نہ دیتا، تو (شعبان کے) تیس دن پورے کر کے پھر (رمضان کے) روزے رکھتے تھے (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اہتمام کی وجہ سے شعبان کا چاند دیکھنے اوراس کی تاریخیں یاد رکھنے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الحاكم: صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

وقال الالبانی: وأقول: إنما هو حسن فقط للخلاف فی محمد بن عمرو ولأن مسلما لم يحتج به وإنما روى له متابعة (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٥٦٥)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا (صحيح مسلم ،رقم الحديث ١٠٨١ "١٧" كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چاند دیکھ کر روزہ رکھواور چاند دیکھ کر افطار کرو (یعنی عید مناؤ) پھر اگر (انتیس رمضان کو) چاند نظر نہ آئے، تو تم تیس دن روزہ رکھو (مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلشَّهْرُ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ، وَيَكُوْنُ ثَلَاثِيْنَ ،فَإِذَارَأَيْتُمُوْهُ ،فَصُوْمُوْا،وَإِذَارَأَيْتُمُوْهُ ، فَافْطِرُوْا، فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ ، فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ (سنن النسائى،رقم الحديث ٢١٣٨، كتاب الصيام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور تیس دن کا بھی، پس جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو، تو (رمضان کے) روزے رکھو، اور جب تم (شوال کے مہینے کا) چاند دیکھو، تو افطار کرو (یعنی عید الفطر مناؤ اور رمضان کے روزوں کی پابندی کو ختم سمجھو) اور اگر تم کو چاند دکھائی نہ دے، تو (تیس دنوں کی) تعداد پوری کرو (نسائی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا تُقَدِّمُوْا الشَّهْرَ حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ، ثُمَّ صُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ (سنن ابى داؤد،رقم الحديث ٢٣٢٦، كتاب الصوم، باب اذا اغمى الشهر) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مہینے کو جلدی شروع نہ کرو (مثلاً

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)

رمضان کا روزہ نہ رکھو) جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو، یا (تیس دنوں کی) تعداد پوری نہ کرلو، اس کے بعد (یعنی چاند دیکھ کر یا تیس دن پورے کر کے رمضان کے) روزے رکھو (پھر روزے اس وقت تک رکھتے رہو) جب تک تم (شوال کا) چاند نہ دیکھ لو، یا (تیس دنوں کی) تعداد پوری نہ کرلو (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَحْصُوْا ہِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ ، وَلَا تَخْلِطُوْا بِرَمَضَانَ ، إِلَّا أَنْ یُوَافِقَ ذٰلِکَ صِیَامًا ، کَانَ یَصُوْمُہٗ أَحَدُکُمْ ، وَصُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ ، وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ ، فَإِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَإِنَّہَا لَیْسَتْ تُغْمٰی عَلَیْکُمُ الْعِدَّۃُ (سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۲۱۷۴، کتاب الصیام) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شعبان کے چاند کو رمضان کے لیے محفوظ کرو (تاکہ رمضان کی ابتداء میں دشواری اور گڑبڑ نہ ہو) اور تم (شعبان کے آخر میں روزہ رکھ کر) رمضان کے ساتھ خلط ملط نہ کرو، مگر یہ کہ یہ دن کسی کے اُس روزے کے موافق ہو جائے کہ تم میں سے کوئی اُس دن کا (نفلی) روزہ رکھتا تھا، اور تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو (یعنی رمضان کو شروع کرو) اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو (یعنی شوال کو شروع کرو) پھر اگر تم پر موسم اَبر آلود ہو جائے (جس کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے) تو تم پر تعداد غائب نہیں ہوتی (یعنی تم کو تیس دن پورے کرنا مشکل نہیں) (دارقطنی)

شعبان کے آخر میں اور رمضان شروع ہونے سے ایک، یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے، تاکہ رمضان کے مہینے پر زیادتی اور اسلامی تقویم میں خرابی اور باطل

---

[1] قال الألباني: فثبت أن الحدیث حسن .(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، تحت رقم الحدیث ۵۶۵)

www.idaraghufran.org

مذاہب کے ساتھ تشبہ لازم نہ آئے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام کی مقدار، یا کیفیت میں زیادتی وغلو سے کام لیا تھا، جس کا نتیجہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے احکام میں تحریف کی شکل میں ظاہر ہوا۔ [1]

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... یومِ شک اوراس کے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 1...... یومِ شک وہ دن کہلاتا ہے، جس کے شعبان، یا رمضان کا دن ہونے کا شک ہو، جیسا کہ تیس شعبان کا ایسا دن، جس کے بارے میں یقین، اور معتبر فیصلہ سے یکم رمضان کا ثبوت نہ ہو، بعض لوگ کسی وجہ سے اس کے یکم رمضان ہونے کا شک، اوراس میں چہ میگوئیاں کریں، خواہ یہ وجہ ہو کہ کسی کی چاند دینے کی گواہی معتبر نہ سمجھی گئی ہو، یا کوئی دوسری وجہ ہو۔ [2]

---

[1] قال الترمذی:وفی الباب عن بعض أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم .رواه منصور بن المعتمر، عن ربعی بن حراش، عن بعض أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم بنحو هذا .حدیث أبی هریرة حدیث حسن صحیح، "والعمل علی هذا عند أهل العلم: کرهوا أن یتعجل الرجل بصیام قبل دخول شهر رمضان لمعنی رمضان، وإن کان رجل یصوم صوما فوافق صیامه ذلک فلا بأس به عندهم "(سنن الترمذی، تحت رقم الحدیث ۶۸۴، ابواب الصوم، باب ما جاء لا تقدموا الشهر بصوم)

[2] وقد اختلف الفقهاء فی ضابطه علی أقوال :فذهب الحنفیة إلی أن یوم الشک هو الیوم الذی یشک فیه بأنه من رمضان أو من شعبان، وذلک بأن یتحدث الناس بالرؤیة ولا تثبت.

وذهب المالکیة إلی أنه یوم الثلاثین من شعبان إذا کانت السماء مغیمة فی لیلتها ولم تثبت الرؤیة، قال أبو الحسن :أن تکون السماء مغیمة لیلة ثلاثین ولم تثبت الرؤیة، فصبیحة تلک اللیلة هو یوم الشک.وذهب الشافعیة إلی أن یوم الشک هو یوم الثلاثین من شعبان إذا تحدث الناس برؤیته وکانت السماء مصحیة، قال المحلی :وهو یوم الثلاثین من شعبان إذا تحدث الناس برؤیته، أی بأن الهلال رئی لیلته والسماء مصحیة ولم یشهد بها أحد أو شهد صبیان أو عبید أو فسقة وظن صدقهم، أو عدل ولم نکتف به.

وقال الحنابلة :یوم الشک هو یوم الثلاثین من شعبان إذا لم یکن بالسماء علة لیلة الثلاثین ولم یتراء ی الناس الهلال.

قال القاضی وأکثر الأصحاب من الحنابلة :أو شهد به من ردت شهادته.

قال القاضی :أو کان فی السماء علة(الموسوعة الفقهیة الکویتیة،ج۴۵،ص۳۱۴،مادة"یوم الشک"حرف الیاء)

www.idaraghufran.org

ایسے یومِ شک کا روزہ رکھنا فقہائے کرام کے نزدیک مکروہ ہے۔
البتہ اگر کسی کا مخصوص دِنوں (مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) میں نفل روزے رکھنے کا معمول ہو، اور یہ دن (مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) اتفاق سے، انتیس، یا تیس شعبان کو واقع ہو رہا ہو، تو بعض فقہاء کے نزدیک اُس کو اپنے اس معمول کے مطابق ان دِنوں میں نفلی روزہ رکھنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ اس کو رمضان کا روزہ نہ سمجھا جائے، بلکہ معمول والا نفلی روزہ سمجھا جائے، اوراس کے روزہ رکھنے سے کسی دوسرے کے لئے رمضان کا روزہ ہونے کی غلط فہمی بھی پیدا نہ ہو۔ [1]

---

[1] قال الحنفية :لا يصام يوم الشك لغير النفل، فإذا صامه عن واجب آخر غير رمضان كره ووقع عما صامه إذا لم تثبت رمضانيته بعد ذلك، فإن ثبتت صح عن رمضان فى القول الأصح، إن كان الصائم مقيما، فإن كان مسافرا صح عن الواجب الذى صامه مطلقا.
أما صومه نفلا، فإن كان الصائم من الخواص -وهم الذين يستطيعون الجزم بصومه نفلا -جاز بل ندب، وإن كان من غير الخواص الذين يترددون فى الجزم بصومه نفلا كره، إلا أن يوافق صوما اعتادوه من قبل فلا كراهة، كمن اعتاد صوم يوم الاثنين من كل أسبوع وصادف يوم الاثنين يوم الشک، فإنه لا كراهة.
والأفضل للمسلم أن يمسک يوم الشک إلى قرب الزوال لاحتمال ثبوت الشهر، ثم إن ثبت رمضان نواه عنه، وإن لم يثبت نواه الخواص نفلا، أما العوام فإن صادف صوما يصومونه من سابق نووه نفلا أيضا، وإلا أفطروا فيه.
ونص المالكية على أنه لا يصام يوم الشک ليحتاط به من رمضان، فإن صامه كذلک كره على ظاهر المدونة، وقال ابن عبد السلام :حرم، لما رواه عمار بن ياسر رضى الله عنهما قال " :من صام يوم الشک فقد عصى أبا القاسم صلى الله عليه وسلم "، وفى رواية " :من صام اليوم الذى يشک فيه الناس فقد عصى أبا القاسم صلى الله تعالى عليه وسلم .
فإن صامه احتياطا ثم ثبت أنه من رمضان لم يجزه عنه، لعدم الجزم فى النية، ووجب عليه الإمساک بقية اليوم حرمة للشهر، ثم يقضيه بعد رمضان .فإذا أمسک عن الطعام إلى قرب الزوال ثم ثبت أنه من رمضان فنواه عنه لم يجزه عنه، ووجب عليه قضاؤه بعد رمضان أيضا، لأنه لم يبيت فيه النية من الفجر.
ونص الشافعية على أن صوم يوم الشک لا يحل إذا كان بغير سبب، فإذا صامه لم يصح فى الأصح، وله صومه عن القضاء والنذر، وكذا لو وافق عادة تطوعه، قال الإسنوى " :المعروف المنصوص الذى عليه الأكثرون :الكراهة لا التحريم، قال الشربينى " :والمعتمد ما فى المتن "أى التحريم .
ونص الحنابلة على كراهة صوم يوم الشک إذا صامه بنية الرمضانية احتياطا وقال الخرقى :إذا مضى من شعبان تسعة وعشرون يوما طلبوا الهلال، فإن كانت السماء مصحية لم يصوموا ذلک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2......انتیس شعبان کا دن گزر کر چاند دکھائی نہ دے، تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر 2...... احادیث سے معلوم ہوا کہ مہینے کے اگر انتیس دن پورے ہونے کے بعد چاند دکھائی نہ دے، تو پھر تیس دن پورے کیے جائیں۔

مسئلہ نمبر 3......قمری مہینہ کے لئے رؤیت اور فلکی حساب کی حیثیت

مسئلہ نمبر 3 ...... بہت سے علمائے کرام کے نزدیک قمری، یعنی چاند والے مہینے کے شروع اور ختم ہونے کا معیار فلکیات وغیرہ کے حساب پر نہیں، بلکہ رؤیت پر ہے، جبکہ وہ معتبر اور صحیح ہو اور رؤیت، یا تو انتیس دن کے بعد ہوتی ہے، یا پھر تیس دن مکمل ہونے پر شرعاً معتبر سمجھی جاتی ہے، اس لئے شرعاً مہینے کے ثبوت کے لئے اصل اعتماد رؤیتِ ہلال پر ہوگا، البتہ فلکی حسابات اور فلکی رصدگاہوں سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے، تاکہ احادیثِ نبوی پر بھی عمل ہو، اور سائنسی حقائق کی بھی رعایت ہوسکے (جدہ فقہ اکیڈمی کی قراردادیں اور سفارشات، صفحہ۴۹، اسلامی فقہ اکیڈمی، جدہ، سعودی عرب) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اليوم، وإن حال دون منظره غيم أو قتر وجب صيامه، وقد أجزأ إذا كان من شهر رمضان.
وقال ابن قدامة :اختلفت الرواية عن أحمد، فروى عنه مثل ما نقل الخرقي، اختارها أكثر شيوخ أصحابنا، وروى عن أحمد أن الناس تبع للإمام، فإن صام صاموا وإن أفطر أفطروا، وعن أحمد رواية ثالثة :لا يجب صومه ولا يجزئه عن رمضان إن صامه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص ۳۱۴ و ۳۱۵، مادة"يوم الشك"حرف الياء)

[1] رابطہ عالمِ اسلامی کی المجمع الفقہ الاسلامی نے ۱۹ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ، بمطابق 11 تا 13 فروری 2012ء کو مکہ مکرمہ میں منعقد عالمی کانفرنس میں غور وفکر کے بعد اس سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی، اس کی شق نمبر ۱، ۳، ۴، ۸، ۱۰ درج ذیل ہے:

(1)......قمری مہینے کے آغاز اور اختتام کے ثبوت کے لئے اصل (معیار) چاند کو دیکھنا ہے، چاہے وہ نری آنکھ سے ہو، یا رصدگاہوں اور دیگر فلکی آلات کے ذریعہ ہو، اور اگر چاند نظر نہ آئے تو مہینہ کے تیس دن مکمل کئے جائیں گے۔

(3)...... یہ ضروری ہے کہ گواہی دینے والے شخص میں گواہی کو قبول کرنے کی معتبر شرائط پائی جائیں، اور اس کے موانع اس میں نہ ہوں، نیز نگاہ کی تیزی کے بارے میں اطمینان کیا جائے، اور اس بات کا بھی اطمینان کیا جائے کہ چاند دیکھنے کے وقت رؤیت کی کیا کیفیت تھی، اور اس جیسی باتوں کا اطمینان کیا جائے، جس سے اس کی شہادت کے بارے میں شک کی گنجائش نہ رہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 4...... انتیس رمضان کا دن گزر کر شوال کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا

مسئلہ نمبر 4...... رمضان کے چاند کی طرح انتیس رمضان کو شوال کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا بھی بہت اہم ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(4)...... فلکی حساب ایک مستقل علم ہے، جس کے اپنے اصول اور قواعد ہیں، جس کے بعض نتائج کی رعایت رکھنا مناسب ہے، جیسا کہ چاند اور سورج کے اقتران کا وقت، چاند کا سورج کی ٹکیہ سے پہلے یا بعد میں غائب ہونا، اور یہ کہ چاند کی اونچائی اس کے سورج کے ساتھ اقتران ہونے کے بعد والی رات میں کتنی ہوگی؟؟

اسی وجہ سے چاند دیکھنے کی گواہی کو قبول کرنے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ چاند کا نظر آنا علمِ ہیئت کے مسلّم اور قطعی حقائق جو معتبر فلکی اداروں سے صادر ہوتے ہیں، ان کے مطابق ناممکن نہ ہو، مثلاً (چاند اور سورج کے) ٹھیک اقتران کے وقت، یا غروبِ آفتاب سے پہلے چاند غروب ہونے کی صورت میں۔

(8)...... لوگوں کے مصالح اور معاملات (میں آسانی) کی خاطر شریعت جدید علوم، جیسے ترقی یافتہ فلکی حساب اور فلکی رصد، سے استفادے کو منع نہیں کرتی، کیونکہ اسلام، سائنس اور اس کے حقائق سے معارض نہیں۔

(10)...... مسلمان حکومتوں کو اس بات کی ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ رؤیت کے وسائل اور چاند کی جستجو کے لئے کچھ اداروں کو مختص کرنے کا اہتمام فرمائیں۔

(ماخوذ: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، اپریل 2012ء، بعنوان ''رؤیتِ ہلال پر رابطہ عالمِ اسلامی کی عالمی کانفرنس اور اس کے نتائج''، مضمون: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

[1] قوله" :يجب "الظاهر منه الافتراض لأنه يتوصل به إلى الفرض وكذا يجب التماس هلال شوال في غروب التاسع والعشرين من رمضان قوله" :التماس الهلال "أي طلب رؤيته (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، صفحه ٦٤٦، كتاب الصوم، فصل فيما يثبت به الهلال وفى صوم يوم الشک)

قال فى الهداية :وينبغى للناس أن يلتمسوا الهلال فى اليوم التاسع والعشرين من شعبان أى يجب عليهم، وفيه تساهل، فإن الترائى إنما يجب ليلة الثلاثين لا فى اليوم الذى هو عشيته كذا فى الفتح قال فى الحواشى السعدية :وفيه بحث فإنه يبدأ بالالتماس قبل الغروب اهـ .(منحة الخالق على البحر الرائق، ج ٢، ص ٢٨٤، كتاب الصوم، بما يثبت شهر رمضان)

رابطہ عالمِ اسلامی کی المجمع الفقہ الاسلامی نے ۱۹ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ، بمطابق 11 تا 13 فروری 2012ء کو مکہ مکرمہ میں منعقد عالمی کانفرنس میں غور وفکر کے بعد اس سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی، اس کی شق نمبر ۲ درج ذیل ہے:

سال کے ہر مہینہ میں چاند کی جستجو واجب علی الکفایہ ہے، کیونکہ اس عمل پر دیگر واجبات موقوف ہیں، اس بات کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور تقریر سے ہوتی ہے (ماخوذ: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، صفحہ نمبر ۳۴، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، اپریل 2012ء، بعنوان ''رؤیتِ ہلال پر رابطہ عالمِ اسلامی کی عالمی کانفرنس اور اس کے نتائج''، مضمون: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

مسئلہ نمبر5......انتیس شعبان کو چاند دیکھنے کی گواہی قبول نہ کی گئی، تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر5...... اگر کسی نے انتیس شعبان کو رمضان کا چاند دیکھ لیا، مگر اس کی گواہی قاضی، یا مجوزہ رویتِ ہلال کمیٹی نے قبول نہیں کی تھی، اور اس نے اپنی رؤیت کی بناء پر اگلے دن، یعنی تیس شعبان کو رمضان کا روزہ رکھ لیا، اور پھر تیس روزے پورے ہونے پر بھی رؤیت نہ ہوئی، تو یہ شخص اکتیسواں روزہ بھی رکھے گا، اور دوسروں کے ساتھ ہی عید کرے گا (کذا فی احسن الفتاویٰ، جلد۴، صفحہ۴۲۸و۴۲۹) [1]

مسئلہ نمبر6......انتیس رمضان کو چاند دیکھنے کی گواہی قبول نہ کی گئی، تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر6...... اگر کسی نے انتیس رمضان کو عید کا چاند دیکھا، لیکن اس کی گواہی کسی شرعی وجہ سے قبول نہیں کی گئی، تو اس کو اگلے دن تیس رمضان کا روزہ رکھنے کا حکم ہے (کذا فی احسن الفتاویٰ، جلد۴، صفحہ۴۲۸) [2]

مسئلہ نمبر7......رمضان وعیدین کے رؤیتِ ہلال کے فیصلہ کا حق کس کو ہے؟

مسئلہ نمبر7...... رمضان اور عیدین کا معاملہ چونکہ ایک اجتماعی حیثیت رکھتا ہے جس میں

---

[1] [تنبیہ] : لو صام رائی هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلا مع الإمام لقوله – عليه الصلاة والسلام – صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون رواه الترمذى وغيره والناس لم يفطروا فى مثل هذا اليوم فوجب أن لا يفطر نهر (قوله وجوبا وقيل ندبا) قال فى البدائع المحققون قالوا: لا رواية فى وجوب الصوم عليه، وإنما الرواية أنه يصوم وهو محمول على الندب احتياطا .اهـ.
قال فى التحفة: يجب عليه الصوم .وفى المبسوط عليه صوم ذلك اليوم وهو ظاهر استدلالهم فى هلال رمضان بقوله تعالى"فمن شهد منكم الشهر فليصمه"وفى العيد بالاحتياط نهر وما فى البدائع مخالف لما فى أكثر المعتبرات من التصريح بالوجوب نوح.
قلت: والظاهر أن المراد بالوجوب المصطلح لا الفرض؛ لأن كونه من رمضان ليس قطعيا ولذا ساغ القول بندب صومه وسقطت الكفارة بفطره ولو كان قطعيا للزم الناس صومه .على أن الحسن وابن سيرين وعطاء قالوا لا يصوم إلا مع الإمام كما نقله فى البحر فافهم(ردالمحتار، ج۲، ص۳۸۴، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

[2] (رأى) مكلف (هلال رمضان أو الفطر ورد قوله) بدليل شرعى (صام) مطلقا وجوبا وقيل ندبا (فإن أفطر قضى فقط) فيهما لشبهة الرد(الدر المختار مع شرحه ردالمحتار، ج۲، ص۳۸۴، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

www.idaraghufran.org

انتظامی مضبوطی اور فیصلے کی بھی ضرورت ہے۔

لہٰذا شریعت نے مسلمان حاکم، یا قاضی (یا اس کے مجوزہ فرد یا کمیٹی) کو چاند کی گواہی لینے کے بعد شرعی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے، پس جہاں اس کا انتظام ہو، وہاں اس کے فیصلے کو ہی اجتماعی اعتبار سے معیار قرار دیا جائے گا۔

فقہائے کرام کا رمضان کے چاند کی رویت کی گواہی کے مختلف حالات میں تعداد اور دیگر امور کے متعلق اختلاف ہے۔ [1]

---

[1] أما هلال رمضان ففيه خلاف :فبعض الفقهاء يشترط عدلين، والبعض يكتفى بواحد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص ۱۵۰، مادة"اهلال" حرف الألف)

للفقهاء تفصيلات وشروط فى قبول رؤية العدل الواحد على النحو التالى :

قبل الحنفية فى رؤية هلال رمضان شهادة العدل الواحد فى الغيم أو الغبار وانعدام صحو السماء ، واكتفوا فى وصف العدالة بترجيح الحسنات على السيئات، وقبلوا شهادة مستور الحال، ولم يشترطوا الذكورة والحرية، واعتبروا الإعلام بالرؤية من قبيل الإخبار.

وتتم الشهادة عندهم فى المصر أمام القاضى، وفى القرية فى المسجد بين الناس، ومن رأى الهلال وحده ولم يقبل القاضى شهادته صام، فلو أفطر وجب عليه القضاء دون الكفارة. ......

ولم يعتبر المالكية رؤية العدل الواحد فى إثبات الهلال، ولم يوجبوا الصوم بمقتضاها على الجماعة ، وألزموا من رأى الهلال وحده بإعلام الإمام برؤيته لاحتمال أن يكون غيره رأى أو علم فتجوز شهادتهما، وأوجبوا على الرائى المنفرد الصيام، ولو رد الإمام شهادته فإن أفطر فعليه القضاء والكفارة ....

والمشهور عندهم قبول هذا النوع من الرؤية إذا لم يكن فى البلد من يعتنى بأمر الهلال .

وقبل بعضهم رؤية الرجل الواحد والعبد والمرأة إذا أريد من الشهر معرفة علم التاريخ بشرط أن لا يتعلق به حلول دين أو إكمال عدة، فإذا كان كذلك فلا بد من شاهدين .

والصحيح عند الشافعية قبول رؤية العدل الواحد فى هلال رمضان وإلزام الجميع الصيام بمقتضاها احتياطا للفرض، ولم يقبلوها من العبد والمرأة.

لأن الإخبار بالرؤية عندهم من قبيل الشهادة، واستدلوا بقبول النبى صلى الله عليه وسلم إخبار ابن عمر وحده بهلال رمضان، وقبوله أيضا إخبارأعرابى بذلك ، وأوجبوا على الرائى الصوم ولو لم يكن عدلا .

وقبل الحنابلة فى هلال رمضان رؤية العدل الواحد، ولم يشترطوا الذكورة والحرية ورفضوا شهادة مستور الحال فى الصحو والغيم، ومستندهم قبول النبى صلى الله عليه وسلم خبر الأعرابى . ولم يقبلوا فى بقية الشهور إلا رجلين عدلين على ما سيأتى(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۲، ص ۲۵ الٰى ۲۷،مادة"رؤية الهلال"حرف الراء)

www.idaraghufran.org

اور اسی طرح شوال اور دوسرے مہینوں کے چاند کی رویت کی گواہی کے متعلق بھی کچھ اختلاف ہے۔ [1]

دن کے وقت میں چاند نظر آنے کی صورت میں فقہائے کرام کی آراء قدرے مختلف ہیں۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک سورج کے غروب ہونے سے پہلے دن کے وقت میں چاند نظر آنے کا اعتبار نہیں، خواہ چاند زوال سے پہلے نظر آئے، یا زوال کے بعد، پھر اگر مہینہ کا انتیسواں دن ہے، تو غروب کے بعد چاند دیکھنے کی کوشش کی جائے گی، اگر نظر آ گیا، تو ٹھیک

---

[1] رؤية هلال شوال وبقية الشهور:

اتفق جمهور الفقهاء على اشتراط رؤية عدلين فى هلال شوال، واختلفوا فى بعض التفصيلات.

فاشترط الحنفية لإثبات هلال شوال فى حالة الصحو أن يكون الشهود جماعة يحصل العلم للقاضى بخبرهم كما فى هلال رمضان، ولم يقبلوا فى حال الغيم إلا شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين مسلمين حرين عاقلين بالغين غير محدودين فى قذف، وإن تابا كما فى الشهادة فى الحقوق والأموال؛ لأن الإخبار بهلال شوال من باب الشهادة .وفيه نفع للمخبر، وهو إسقاط الصوم عنه فكان متهما فاشترط فيه العدد نفياللتهمة بخلاف هلال رمضان فإنه لا تهمة فيه .

واشترط المالكية فى هلال شوال الرؤية المستفيضة أو شهادة عدلين ممن يشهدون فى الحقوق العامة .ونصوا على أن من رأى هلال شوال وحده لا يفطر، خوفا من التهمة وسدا للذريعة، وإن أفطر فليس عليه شىء فيما بينه وبين الله تعالى، فإن عثر عليه عوقب إن اتهم.

واشترط الشافعية والحنابلة فى ثبوت هلال شوال شهادة رجلين حرين عدلين احتياطا للفرض، وأباح الشافعية الفطر سرا لمن رأى الهلال وحده؛ لأنه إن أظهره عرض نفسه للتهمة والعقوبة، ومنع الحنابلة الفطر لمن رأى الهلال وحده.

وقال ابن عقيل :يجب عليه الفطر سرا لأنه تيقنه يوم عيد وهو منهى عن صومه .

ولم يفرق الحنفية فى حالة الصحو بين أهلة رمضان وشوال وذى الحجة واشترطوا فى الثلاثة رؤية جمع يثبت به العلم، وفرقوا بينها فى حالة الغيم فاكتفوا فى ثبوت هلال ذى الحجة بشهادة عدل واحد .واشترط الكرخى منهم شهادة رجلين أو رجل وامرأتين كما فى هلال شوال لأن هذه الشهادة يتعلق بها حكم وجوب الأضحية فيجب فيها العدد.

ورد عليه الكاسانى بأن الإخبار عن هلال ذى الحجة من باب الرواية لا الشهادة لوجوب الأضحية على الشاهد وغيره، فلا يشترط العدد .

وأوجب المالكية شهادة عدلين، فقال مالك فى الموسم بأنه يقام بشهادة رجلين إذا كانا عدلين .

وسوى الحنابلة بين شوال وغيره من الشهور فاشترطوا رؤية رجلين عدلين لقوله صلى الله عليه وسلم :فإن شهد شاهدان فصوموا وأفطروا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢،ص ٢٧و٢٨، مادة ”رؤية الهلال“حرف الراء)

ہے، ورنہ تیس دن پورے کیے جائیں گے۔
اور مالکیہ کی اس بارے میں آراء مختلف ہیں، بعض حضرات نے دن میں نظر آنے والے چاندکواگلے دن کے چاند ہونے کا حکم لگایا ہے۔
اور بعض نے زوال سے پہلے نظر آنے والے چاندکو پہلی رات کا، اور زوال کے بعد نظر آنے والے چاندکو آنی والی رات کے چاند کا حکم دیا ہے۔
جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک دن میں نظر آنے والے چاندکو گزشتہ رات کے چاند کا حکم دیا ہے۔ ل

ل رؤية الهلال نهارا:
وردت عن صحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم نقول مختلفة فى حكم رؤية هلال رمضان نهارا، وهل هو لليلة الماضية أو المقبلة؟
فعن على وعائشة، ورواية عن عمر بن الخطاب رضى الله عنهم التفريق بين الرؤية قبل الزوال وبعده .فإن كانت قبل الزوال فالهلال لليلة الماضية، وإن كانت بعد الزوال، فهو لليلة المقبلة، وذهب أبو يوسف صاحب أبى حنيفة إلى هذا الرأى وعلله بأن الهلال لا يرى قبل الزوال عادة إلا أن يكون لليلتين، وهذا يوجب كون اليوم من رمضان فى هلال رمضان، وكونه يوم الفطر فى هلال شوال .
وفى رواية أخرى عن عمر بن الخطاب، وفى نقل عن ابنه عبد الله، وعن عبد الله بن مسعود وأنس بن مالک أن رؤية الهلال يوم الشک هى لليلة المقبلة سواء كانت قبل الزوال أم بعده.
وقال عمر :إن الأهلة بعضها أكبر من بعض فإذا رأيتم الهلال نهارا فلا تفطروا حتى تمسوا إلا أن يشهد رجلان مسلمان أنهما أهلاه بالأمس عشية .
وعن سالم بن عبد الله بن عمر :أن ناسا رأوا هلال الفطر نهارا، فأتم عبد الله بن عمر صيامه إلى الليل، وقال :لا، حتى يرى من حيث يرى بالليل.
وعن ابن مسعود . . ." :إنما مجراه فى السماء ، ولعله أبين ساعتئذ، وإنما الفطر من الغد فى يوم يرى الهلال.
ونسب هذا الرأى إلى عثمان بن عفان وعلى بن أبى طالب ومروان بن الحكم وعطاء بن أبى رباح .
وإذا ثبت هذا النقل عن على بن أبى طالب فيكون رواية ثانية عنه تخالف ما نقل عنه من التفريق بين الرؤية قبل الزوال وبعده.
وقد رفض أبو حنيفة ومحمد بن الحسن التفريق فى هلال رمضان وشوال؛ لأن الأصل عندهما أن لا يعتبر فى رؤية الهلال قبل الزوال ولا بعده، وإنما العبرة لرؤيته بعد غروب الشمس
وعن مالک بن أنس "من رأى هلال شوال نهارا فلا يفطر، ويتم صيام يومه ذلک، فإنما هو هلال الليلة التى تأتى .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراختلافِ مطالع کے معتبر ہونے نہ ہونے کے مسئلہ میں مجتہدین عظام وفقہائے کرام کے اقوال مختلف ہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وهو فى هذا النقل عنه لم يفرق بين الرؤية قبل الزوال وبعده، واعتبر الهلال الذى رئى نهارا لليلة القادمة.

وذهب ابن حبيب إلى التفريق، ونسبه إلى مالك، قال " :فإن رئى الهلال قبل الزوال فهو لليلة الماضية فيمسكون إن وقع ذلک فى شعبان ويفطرون إن وقع فى رمضان ويصلون العيد، وإذا رئى بعد الزوال فهو للقادمة سواء أصليت الظهر أم لم تصل .

وقال الشافعية والحنابلة :إن رئى الهلال بالنهار فهو لليلة المستقبلة لما روى سفيان بن سلمة قال: أتانا كتاب عمر بن الخطاب رضى الله عنه ونحن بخانقين :إن الأهلة بعضها أكبر من بعض فإذا رأيتم الهلال نهارا فلا تفطروا حتى يشهد رجلان مسلمان أنهما رأياه بالأمس .

ونبه الفقهاء إلى أن الهلال لا يرى يوم تسعة وعشرين قبل الزوال؛ لأنه أهل ساعتئذ، ولأن الشهر لا يكون ثمانية وعشرين فتحدد مجال رؤيته فى اليوم التاسع والعشرين بعد الزوال أو فى يوم ثلاثين قبل الزوال وبعده، فإذا رئى يوم تسعة وعشرين بعد الزوال ولم ير ليلا، فالظاهر عند المالكية أنه يثبت بالرؤية النهارية، وعارض ذلک الشافعية فقالوا :لا يكفى ذلک عن رؤيته ليلة الثلاثين، وأنه لا أثر لرؤيته نهارا.

وأما رؤيته نهارا يوم ثلاثين فلا يبحث معها عن رؤيته ليلا لإكمال العدة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص٢٨،الیٰ ٢٩،مادة"رؤية الهلال"حرف الراء)

۱؎ وظهور الهلال فى بلد يوجب الصيام على أهلها، أما غير أهل بلد الرؤية ففى وجوب الصوم عليهم خلاف بين الفقهاء .ولهم فى ذلک تفصيلات موطنها مصطلح :(الصوم)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧،ص ١٥١،مادة"اهلال" حرف الألف)

ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة وهو قول عند الشافعية :إلى عدم اعتبار اختلاف المطالع فى إثبات شهر رمضان، فإذا ثبت رؤية هلال رمضان فى بلد لزم الصوم جميع المسلمين فى جميع البلاد، وذلک لقوله صلى الله عليه وسلم :صوموا لرؤيته وهو خطاب للأمة كافة.

والأصح عند الشافعية اعتبار اختلاف المطالع(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٣، ص ١٤٢، مادة"رمضان"حرف الراء)

ذهب الجمهور إلى أنه لا عبرة باختلاف المطالع، وهناک من قال باعتبارها، وخاصة بين الأقطار البعيدة، فقد قال الحنفية فى هذه الحالة :بأنه لكل بلد رؤيتهم، وأوجبوا على الأمصار القريبة اتباع بعضها بعضا، وألزموا أهل المصر القريب فى حالة اختلافهم مع مصر قريب منهم بصيامهم تسعة وعشرين، وصيام الآخرين ثلاثين اعتمادا على الرؤية أو إتمام شعبان ثلاثين أن يقضوا اليوم الذى أفطروه؛ لأنه من رمضان حسب ما ثبت عند المصر الآخر، والمعتمد الراجح عند الحنفية أنه لا اعتبار باختلاف المطالع فإذا ثبت الهلال فى مصر لزم سائر الناس فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب فى ظاهر المذهب .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مختلف علاقوں میں فقہائے کرام کے مختلف اقوال کی روشنی میں عمل کی صورتیں رائج ہیں۔

اور امتِ مسلمہ، بالخصوص مسلم حاکم، اور رویتِ ہلال کا فیصلہ کرنے والے حضرات کو عالمی واجتماعی وہمہ گیر مسئلہ میں حسبِ موقع کسی رائے کو ترجیح دے کر عمل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ [1]

اس لئے رمضان اور عید کے مسئلہ میں اگر ایک علاقہ کی تاریخ میں دوسرے علاقہ کی تاریخ سے کچھ فرق پیدا ہوجائے، تو اپنے اپنے ملکوں اور علاقوں کی مسلم حکومتوں، یا مستند جمہور اصحابِ علم کی طرف سے طے کردہ نظام کے ساتھ چلنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور ایسے طور وطریقوں سے ممکنہ حد تک بچنا چاہیے، جن سے وہاں کے مسلمانوں کی اجتماعیت میں کسی قسم کا فتنہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المالكية بوجوب الصوم على جميع أقطار المسلمين إذا رئى الهلال فى أحدها.
وقيد بعضهم هذا التعميم فاستثنى البلاد البعيدة كثيرا كالأندلس وخراسان .
وبين القرافى اختلاف مطالع الهلال علميا، وذكر سببا من أسبابه مكتفيا به عن البقية المذكورة فى علم الهيئة :وهو أن البلاد المشرقية إذا كان الهلال فيها فى الشعاع وبقيت الشمس تتحرك مع القمر إلى الجهة الغربية فما تصل الشمس إلى أفق المغرب إلا وقد خرج الهلال عن الشعاع فيراه أهل المغرب ولا يراه أهل المشرق .واستنتج من هذا البيان ومن اتفاق علماء المسلمين جميعهم على اختلاف أوقات الصلاة ومراعاة ذلك فى الميراث بحيث أفتوا بأنه إذا مات أخوان عند الزوال أحدهما بالمشرق والآخر بالمغرب حكم بأسبقية موت المشرقي؛ لأن زوال المشرق متقدم على زوال المغرب فيرث المغربى المشرقي، فقرر بعد إثباته اختلاف الهلال باختلاف الآفاق وجوب أن يكون لكل قوم رؤيتهم فى الأهلة، كما أن لكل قوم أوقات صلواتهم، ورأى أن وجوب الصوم على جميع الأقاليم برؤية الهلال بقطر منها بعيد عن القواعد، والأدلة لم تقتض ذلك .
وعمل الشافعية باختلاف المطالع فقالوا " :إن لكل بلد رؤيتهم وإن رؤية الهلال ببلد لا يثبت بها حكمه لما بعد عنهم ."كما صرح بذلك النووى.......
وقال الحنابلة بعدم اعتبار اختلاف المطالع، وألزموا جميع البلاد بالصوم إذا رئى الهلال فى بلد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٢، ص ٣٥ الیٰ ٣٧، مادة"رؤية الهلال" حرف الراء)

[1] حكم الحاكم فى المسائل الاجتهادية يرفع الخلاف ويصير المسألة كالمجمع عليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤١، ص ٣٤٨، مادة"نكاح"حرف النون)
حكم الحاكم فى المجتهد فيه يرفع الخلاف(رد المحتار على الدر المختار، ج ١، ص ٥٣٧، كتاب الصلاة، فصل فى القراءة)

www.idaraghufran.org

وانتشار، یا مسلمانوں کو عبادات کی انجام دہی میں تشویش واضطراب پیدا ہو، کیونکہ اجتہادی واختلافی مسائل میں حکمِ حاکم کے فیصلہ کو باہمی اختلافات کے مقابلہ میں بڑی اہمیت دی گئی ہے، اور اجتماعیت کو برقرار رکھنے، اور فتنہ وانتشار سے بچنے کی خاطر بہت زیادہ وسعت وگنجائش رکھی گئی ہے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمان چھوٹے چھوٹے فروعی واجتہادی مسائل کو اصولی وقطعی درجہ دے کر ان میں بہت زیادہ شدت اختیار کرتے، اور ایک دوسرے کو غلط ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے عیدین ورمضان وغیرہ کے عظیم اجتماعی عبادات پر مشتمل امور، دنیا بھر کے غیر مسلموں کی نظر میں تماشہ کا منظر پیش کرتے، اور ان کی اسلام سے دوری کا باعث بنتے ہیں، جو افسوسناک صورتِ حال ہے۔

آج کل پاکستان میں ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کو یہ ذمہ داری سپرد کی گئی ہے (اور اہلِ علم حضرات کے فتوے کی رو سے عموماً اس کمیٹی کا فیصلہ شرعی اصولوں کے مطابق ہوتا ہے) پاکستان کی موجودہ مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی جو رمضان وعیدین اور دیگر قمری مہینوں کے چاند کے نظر آنے کا فیصلہ کرتی ہے، اس کی حیثیت قضاءِ قاضی کی ہے، جو ملک کے باشندگان کے لئے حجتِ شرعیہ ہے، اس لئے اس کے برخلاف باشندگانِ ملک کا انفراداً، یا کسی متوازی کمیٹی کے فیصلے کی بنیاد پر چاند کی رؤیت کا عمومی فیصلہ صادر کرنا، بالخصوص عید کروا کر روزہ چھڑانا درست نہیں ہے۔ [1]

---

[1] رابطہ عالمِ اسلامی کی المجمع الفقہ الاسلامی نے ۱۹ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ، بمطابق 11 تا 13 فروری 2012ء کو مکہ مکرمہ میں منعقد عالمی کانفرنس میں غور وفکر کے بعد اس سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی، اس کی شق نمبر ۷ اور ۹ درجِ ذیل ہے:

(7)...... قمری مہینوں کے آغاز کا فیصلہ کرنا، جبکہ اس کے ساتھ عبادات کا تعلق ہو، ایک شرعی معاملہ ہے، چنانچہ اس کی ذمہ داری علمائے شریعت پر عائد ہوتی ہے، جنہیں بااختیار اداروں نے مقرر کیا ہو، یا ایسے لوگوں نے جو بااختیار اداروں کے حکم میں ہوں، اور ماہرینِ ہیئت اور فلکی اداروں کی ذمہ داری چاند کی ولادت، اس کے مقام اور کرۂ ارضیہ میں کسی بھی جگہ رؤیت کے حالات کے سلسلہ میں دقیق حساب اور دیگر معلومات فراہم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 8...... غیر مسلم ممالک میں رؤیتِ ہلال کے فیصلہ کا طریقہ

مسئلہ نمبر 8...... جو ممالک غیر مسلموں کے زیرِ تسلط ہیں، اور وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں مسلمانوں کا کوئی معتبر ادارہ، یا اہلِ علم حضرات کی مستند ومعتبر جماعت اگر چاند کی رؤیت کا شرعی اصولوں کے مطابق اعلان اور فیصلہ کرے، تو اُس پر عمل کرنا چاہئے، اور اگر اس طرح کا کوئی انتظام نہ ہو، اور چاند کی رؤیت کے بارے میں فیصلہ کرنے میں دشواری کا سامنا ہو، تو وہاں کے مسلمانوں کو قریب ترین مسلمانوں کے ملک کی رؤیت کے مطابق

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کرنا ہے، جو کہ ان خاص شرعی اداروں کے لئے صحیح اور دقیق فیصلہ صادر کرنے میں معین ثابت ہو۔

(9)...... جب کسی مہینے کا آغاز کسی شرعی ادارے کے ذریعے ثابت ہو جائے، اور اس پر مسلمان ملک کے سربراہ نے اعتماد کیا ہو، تو اس کے بارے میں بحث ومباحثہ میں پڑنا اور شکوک پیدا کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے، جس میں حاکم کے فیصلے سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے (ماخوذ: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، صفحہ نمبر ۳۵، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، اپریل 2012ء، بعنوان ''رؤیتِ ہلال پر رابطہ عالمِ اسلامی کی عالمی کانفرنس اور اس کے نتائج''، مضمون: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(۱)...... رؤیتِ ہلال کمیٹی اہلِ علم پر مشتمل ہے، یہ حضرات ثبوتِ رؤیت کے مسائل ہم سے تو بہر حال زیادہ ہی جانتے ہیں، اس لیے ہمیں ان پر اعتماد کرنا چاہیے (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد سوم، صفحہ ۲۵۶، رؤیتِ ہلال، مطبوعہ: مکتبہ بینات، کراچی)

(۲)...... جہاں تک مجھے معلوم ہے رؤیتِ ہلال کا فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہوتا ہے، اور یہ پورے ملک کے لیے واجبُ العمل ہے، اور جب تک یہ کام لائق اعتماد ہاتھوں میں رہے اور وہ شرعی قواعد کے مطابق فیصلے کریں، ان کے اعلان کے مطابق عمل لازم ہے (ایضاً صفحہ ۲۵۷)

(۳)...... مردان وغیرہ علاقوں میں ایک دو دن پہلے رؤیت کیسے ہو جاتی ہے؟

یہ معمہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا؛ بہر حال جب ملک میں رؤیتِ ہلال کمیٹی مقرر ہے اور سرکاری طور پر مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کو چاند ہونے یا نہ ہونے کے فیصلے کا اختیار دیا گیا ہے، تو مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کے خلاف کسی عالم کا فیصلہ شرعاً حجت ملزمہ نہیں، اس لیے ان علاقوں کے لوگوں کا فرض ہے کہ مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کی پابندی کریں اور اگر ان علاقوں میں چاند نظر آ جائے تو باضابطہ شہادت مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی یا اس کے نامزد کردہ نمائندہ کے سامنے پیش کر کے اس کے فیصلے کی پابندی کریں (ایضاً ۲۵۷)

تفصیلی دلائل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ: ''پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت''

عمل کر لینا درست ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... رمضان میں دوسرے ملک جانے والے کے لئے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 9...... ایک شخص کا رمضان، مثلاً سعودی عرب میں موجود ہوتے ہوئے شروع ہوا، اور رمضان کے درمیان وہ شخص مثلاً پاکستان، یا ہندوستان میں آ گیا۔

اور سعودی عرب میں رمضان کا آغاز ایک، یا دو دن پہلے ہو چکا تھا، تو بعض فقہاء کے نزدیک اب یہاں پر آنے کے بعد وہ شخص یہاں والوں کے ساتھ روزے رکھے گا (خواہ اس کے روزے اکتیس ہو جائیں) اور فاضل روزے نفلی شمار ہوں گے۔

اگر کوئی اس کے برعکس رمضان میں سعودی عرب چلا گیا، تو وہ وہاں کے اعتبار سے عید کرے گا اور باقی ماندہ روزہ کی بعد میں قضاء بھی کرے گا (احسن الفتاویٰ، ج ۴ ص ۴۳۳؛ فتاویٰ عثمانی، ج ۲ ص ۱۷۶، ۱۷۷، خیر الفتاوی ج ۴ ص ۴۵؛ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۳ ص ۳۲۷)

چاند سے متعلق چند قابلِ توجہ باتیں

(1)...... چاند دیکھنے اور اس کی تاریخ یاد رکھنے کا اہتمام نہ کرنا

(1)...... آج کل بہت سے مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ چاند دیکھنے کا ذرا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ چاند کا کونسا مہینہ چل رہا اور کونسا آنے والا ہے،

---

[1] رابطہ عالمِ اسلامی کی المجمع الفقہ الاسلامی نے ۱۹ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ، بمطابق 11 تا 13 فروری 2012ء کو مکہ مکرمہ میں منعقد عالمی کانفرنس میں غور وفکر کے بعد اس سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی، اس کی شق نمبر ۵، ۶ میں ہے کہ:

(5)...... ایک ملک کی مسلم اقلیتوں کے لئے اس ملک کے بعض علاقوں میں چاند کو دیکھنا باقی علاقوں کے مسلمانوں کے لئے کافی ہوگا، تاکہ ان کا روزہ اور عید ایک ساتھ ہو۔

(6)...... جن ممالک میں مسلم اقلیتیں مقیم ہیں، اور انہیں چاند نظر آنا کسی وجہ سے ممکن نہیں، تو وہ قریب ترین مسلمان ملک کی رؤیت پر عمل کریں، یا ایسے قریب ترین ملک کی رؤیت پر جہاں مسلمان آبادی ہو، اور جہاں رؤیت کا ثبوت اس مسلمان آبادی کے کسی نمائندہ ادارے، مثلاً مرکز اسلامی وغیرہ، کی طرف سے صادر ہوا ہو (ماخوذ: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، صفحہ نمبر ۳۵، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، اپریل 2012ء، بعنوان ''رؤیتِ ہلال پر رابطہ عالمِ اسلامی کی عالمی کانفرنس اور اس کے نتائج''، مضمون: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

www.idaraghufran.org

بلکہ عیدین اور رمضان وغیرہ کی تعیین اور پہچان کے لئے بھی انگریزی وعیسوی تاریخوں اور مہینوں کو بنیاد بنایا جاتا ہے کہ رمضان فلاں عیسوی مہینہ کی فلاں تاریخ سے شروع ہو رہا ہے اور عید عیسوی مہینہ کی فلاں تاریخ میں آرہی ہے وغیرہ وغیرہ۔

(2)......انتیس شعبان کا دن گزر کر رمضان کی پہلی رات سے غفلت اختیار کرنا

(2)......انتیس شعبان گزر کر جب تک چاند کا باضابطہ اعلان نہیں ہوجاتا، اس وقت تک بہت سے لوگ غافل اور بے فکر رہتے ہیں، بلکہ سمجھتے ہیں کہ روزہ شروع ہونے کے بعد رمضان کا آغاز ہوتا ہے۔

حالانکہ چاند نظر آتے ہی رمضان شروع ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر چاند کا اعلان سورج غروب ہونے کے بعد کسی وجہ سے تاخیر سے ہوا ہو، تو سورج غروب ہونے پر رمضان کی بابرکت گھڑیاں شروع ہوجاتی ہیں۔

لہٰذا انتیس شعبان کو غروب ہونے سے پہلے ہی رمضانُ المبارک کی تیاری کرلینی چاہئے۔

(3)......چاند نظر آنے کے بعد آتش بازی، یا اسلحہ سے خوشی کا اظہار کرنا

(3)......بعض لوگ چاند نظر آنے (یا چاند کا اعلان ہونے پر) آتش بازی، یا اسلحہ سے چاند کا اعلان، یا خوشی کا اظہار کرتے ہیں، یہ طریقہ ناپسندیدہ اور خطرناک ہے۔

(4)......رجب کی چوتھی تاریخ والے دن کو رمضان کی پہلی تاریخ سمجھنا

(4)......بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ جس دن رجب کے مہینے کی چوتھی تاریخ ہو، اس دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے۔

مگر یاد رکھئے کہ شریعت میں اس بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے، اگر چاند نہ ہو، تو روزہ نہ رکھنا چاہئے۔ [1]

---

[1] (قوله: ولا عبرة بقول المؤقتين) أى فى وجوب الصوم على الناس بل فى المعراج لا يعتبر قولهم بالإجماع، ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه، وفى النهر فلا يلزم بقول المؤقتين أنه أى الهلال يكون فى السماء ليلة كذا وإن كانوا عدولا فى الصحيح كما فى الإيضاح(ردالمحتار، ج۲، ص۳۸۷، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

www.idaraghufran.org

(5)...... چاند دیکھ کر اس کو بڑا، یا گزشتہ دن کا کہنا

(5)...... بعض لوگ چاند دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ چاند بہت بڑا ہے، کل کا معلوم ہوتا ہے۔

حدیث میں ایسا کہنے کو پسند نہیں کیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ انْتِفَاخُ الْأَهِلَّةِ، حَتّٰى يُرَى الْهِلَالُ لِلَيْلَتِهِ، فَيُقَالُ: هُوَ لِلَيْلَتَيْنِ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۶۸۶۴، باب المیم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی چاند کا بڑا دِکھائی دینا ہے، یہاں تک کہ چاند اسی رات کا نظر آئے گا، مگر یہ کہا جائے گا کہ وہ دو راتوں کا ہے (طبرانی)

(6)...... چاند دیکھتے وقت اس کی طرف اشارہ کرنا

(6)...... چاند دیکھتے وقت اس کی طرف اشارہ کرنا مناسب نہیں۔ [2]

(7)...... رمضان کے انتیس، یا تیس دن کا ہونے کے متعلق مختلف تصورات

(7)...... بعض لوگ رمضان کے مہینہ کے انتیس، یا تیس دن کا ہونے کے بارے میں مختلف نظریات وخیالات رکھتے ہیں، اور اس سلسلے میں مختلف بحثوں اور تبصروں میں مبتلاء پائے گئے ہیں۔

---

[1] قال الالبانی: الحديث صحيح عندی علی كل حال، فإن له شواهد تقويه (سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی، تحت حديث رقم ۲۲۹۲)

[2] [فرع] إذا رأوا الهلال يكره أن يشيروا إليه لأنه من عمل الجاهلية كما فی السراجية وكراهة البزازية (الدرالمختار مع شرحه رد المحتار، ج۲ص ۳۹۴، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

(قوله: يكره) ظاهره ولو بقصد دلالة من لم يره وظاهر العلة أن الكراهة تنزيهية ط والله أعلم (ردالمحتار، ج۲ص ۳۹۴، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

وفی الفتاوی الظهيرية وتكره الإشارة عند رؤية الهلال تحرزا عن التشبه بأهل الجاهلية (البحرالرائق، ج۲ص ۲۸۴، كتاب الصوم، بما يثبت شهر رمضان)

وتكره الإشارة إلی الهلال عند رؤيته، لأنه فعل أهل الجاهلية (فتح القدير للكمال ابن الهمام، ج۲ ص ۳۱۳، كتاب الصوم، فصل فی رؤية الهلال)

چنانچہ بعض لوگ اس بے جا کوشش اور جستجو میں رہتے ہیں کہ کسی طرح رمضان کا مہینہ انتیس دن کا ہوجائے ،اوراس کے لئے دعائیں بھی کرتے ہیں ،اور مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ رمضان اور روزہ کی پابندیاں ختم ہو جائیں، حالانکہ رمضان اور روزہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت اور دولت ہے، اس کے گزرجانے پر خوشی کے بجائے حسرت ہونی چاہئے، نہ یہ کہ اس نعمت کے ہوتے ہوئے بھی اس کی قدر کرنے کے بجائے اس سے جان چرانے کی کوشش ہو۔

بعض لوگ انتیس، یاتیس دن کا مہینہ ہونے کو قسمت کے اعتبار سے بھاری، یا آسان یعنی اچھا یابُرا خیال کرتے ہیں، یہ من گھڑت عقیدہ ہے، اوراس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

اور بعض لوگ اس کے برعکس ایسے ہیں کہ وہ رمضان کا مہینہ تیس دن کا ہونے کو زیادہ ثواب سمجھتے ہیں، اوراگر رمضان کا مہینہ انتیس دن کا ہوجائے، تو پھر خیال کرتے ہیں کہ رمضان کے پورے مہینہ کے ثواب سے محروم رہ گئے ،اوراگر تیس دن کا ہوتا، تو پورے مہینہ کا ثواب حاصل ہوتا۔

حالانکہ یہ سمجھ غلط ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ، شَهْرَا عِيْدٍ، رَمَضَانُ، وَذُو الْحَجَّةِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٩١٢، كتاب الصوم، باب شهرا عيد لا ينقصان)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو مہینے عید کے کم نہیں ہوتے ،ایک مہینہ رمضان کا، دوسرا ذوالحجہ کا (بخاری)

اس حدیث کی تشریح میں محدثین نے ایک مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ دونوں مہینے اگرچہ تیس دن کے بجائے انتیس دن کے ہوجائیں، تب بھی ثواب میں کمی نہیں ہوتی ، چنانچہ رمضان

کے پورے مہینہ کا ثواب ملتا ہے اور ذوالحجہ کے فضائل میں بھی کمی نہیں کی جاتی۔ ۱؎

نیا چاند دیکھنے کی دعائیں

مہینہ کا نیا چاند نظر آنے کا وقت دعاء کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند دیکھنے کے وقت کئی دعائیں منقول ہیں۔

ان میں سے کوئی دعاء بھی پڑھی جاسکتی ہے، اگر عربی میں نہ ہو سکے، تو اردو میں ان کا ترجمہ پڑھ لے، یا کوئی اور اسی قسم کی دعاء کر لے۔

۱؎ قوله :(شهران) مبتدأ، ولا ينقصان خبره .قوله :(شهرا عيد) ، كلام إضافي خبر مبتدأ محذوف، يعني :هما شهرا عيد، ويجوز أن يكون ارتفاعه على البدلية .قوله :(رمضان) ، مرفوع لأنه خبر مبتدأ محذوف تقديره :أحدهما رمضان، ومنع الصرف للتعريف والألف والنون، وقد مر الكلام فيه مستوفى .قوله :(وذو الحجة) ، كذلك خبر مبتدأ محذوف أى :والآخر ذو الحجة . وقال ابن الجوزى :فإن قيل :كيف سمى شهر رمضان شهر عيد، وإنما العيد فى شوال؟ فقد أجاب عنه الأثرم بجوابين :أحدهما :أنه قد يرى هلال شوال بعد الزوال من آخر يوم رمضان .والثانى :لما قرب العيد من الصوم أضافته العرب إليه بما قرب منه .قلت :فى بعض ألفاظ الحديث التصريح بأن العيد فى رمضان، رواه أحمد فى (مسنده) قال :حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة، قال :سمعت خالدا الحذاء يحدث عن عبد الرحمن بن أبى بكرة عن أبيه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: (شهران لا ينقصان فى كل واحد منهما عيد :رمضان وذو الحجة) ، وهذا إسناده صحيح.
وقد اختلف الناس فى تأويل هذا الحديث على أقوال، فقال بعضهم :معناه :أنهما لا يكونان ناقصين فى الحكم وإن وجدا ناقصين فى عدد الحساب، وقال بعضهم :معناه :أنهما لا يكادان يوجدان فى سنة واحدة مجتمعين فى النقصان، إن كان أحدهما تسعا وعشرين كان الآخر ثلاثين، على الكمال. وقال بعضهم :إنما أراد بهذا تفضيل العمل فى العشر من ذى الحجة، فإنه لا ينقص فى الأجر والثواب عن شهر رمضان، وقال ابن حبان :لهذا الخبر معنيان :أحدهما أن شهرى عيد لا ينقصان فى الحقيقة، وإن نقصا عندنا فى رأى العين عند الحائل بيننا وبين رؤية الهلال بقترة، أو ضباب، والمعنى الثانى :أن شهرى عيد لا ينقصان فى الفضائل، يريد أن عشر ذى الحجة على الفضل كشهر رمضان، وقال الطحاوى :معناه :لا ينقصان، وإن كانا تسعا وعشرين يوما، فهما كاملان، لأن فى أحدهما الصيام، وفى الآخر الحج، وأحكام ذلك كله كاملة غير ناقصة .وعن المازرى :معناه لا ينقصان فى عام واحد بعينه، وعن الخطابى قيل :لا ينقص أجر ذى الحجة عن أجر رمضان لفضل العمل فى العشر (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج ١٠ ص ٢٨٥، كتاب الصوم، باب شهرا عيد لا ينقصان)

نیا چاند دیکھنے کی چند مسنون ومستحب دعائیں ترجمہ سمیت ملاحظہ فرمائیں:

(1)......اَللّٰھُمَّ أَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْإِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْإِسْلَامِ ،رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ.

ترجمہ: یااللہ! اس چاند کو ہم پر برکت ، ایمان ، سلامتی اور اسلام کے ساتھ ظاہر فرمائیے، اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے (مسند احمد) [1]

(2)......اَللّٰھُمَّ أَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِیْمَانِ، وَالسَّلَامَۃِ وَالْإِسْلَامِ، وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی، رَبُّنَا وَرَبُّکَ اللّٰہُ.

ترجمہ: یااللہ! اس چاند کو ہم پر امن اور ایمان ،اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جسے آپ پسند کرتے ہیں، اور آپ راضی ہوتے ہیں، ظاہر فرمائیے (اے چاند) ہمارا اور آپ کا رب اللہ ہی ہے (صحیح ابنِ حبان) [2]

(3)......اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ،لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الشَّھْرِ ،وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ الْقَدْرِ، وَمِنْ سُوْٓءِ الْحَشْرِ.

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی طاقت اور قدرت نہیں ہے ، اے اللہ میں آپ سے اس مہینہ کی خیر اور بھلائی کو چاہتا ہوں اور تقدیر کے شر سے اور قیامت کے دن کی برائی سے

---

[1] رقم الحدیث ۱۳۹۷، الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث ۹۰۳؛ مسند ابی یعلٰی الموصلی، رقم الحدیث ۶۶۱؛ المنتخب من مسند عبد بن حمید، رقم الحدیث ۱۰۳.
قال شعیب الارنؤوط: حسن لشواھدہ (حاشیۃ مسند احمد)

[2] رقم الحدیث ۸۸۸، ج۳ص ۱۷۱، کتاب الرقائق، باب الادعیۃ، عن ابنِ عمر.
قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح لغیرہ (حاشیۃ صحیح ابنِ حبان)

پناہ مانگتا ہوں (مسند احمد) [1]

(4)...... هِلَالُ خَيْرٍ وَّرُشْدٍ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ مِنْ خَيْرِ هٰذَا ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ مِنْ خَيْرِ هٰذَا الشَّهْرِ ، وَخَيْرِ الْقَدْرِ ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهٖ .

ترجمہ: یہ خیر اور ہدایت کا چاند ہے، اے اللہ! بے شک میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! بے شک میں تجھ سے اس مہینے اور تقدیر کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور تقدیر کے شر سے پناہ چاہتا ہوں (طبرانی) [2]

یہ آخری دعاء تین مرتبہ پڑھ لے، تو بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] رقم الحدیث ۲۲۷۹۱، مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۸۲۰، السنة لابنِ ابی عاصم رقم الحدیث ۳۸۷.عن عبادة بن الصامت .

قال الالبانی:

وهذا إسناد رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين ؛ غير تابعيه ؛ فإنه لم يسم ، فهو مجهول ، غير أن الراوى عنه ذكر أنه غير متهم عنده ، والله أعلم (سلسلة الاحادیث الضعیفة للالبانی، تحت رقم الحدیث ۳۵۰۲)

[2] عن رافع بن خديج، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رأى الهلال قال: هلال خير ورشد ثم قال: اللهم إنی أسألک من خير هذا ثلاثا اللهم إنی أسألک من خير هذا الشهر، وخير القدر، وأعوذ بک من شره ، ثلاثة مرات (المعجم الكبير للطبرانی، ج۴ ص۲۷۶، رقم الحدیث ۴۴۰۹)

رواه الطبرانی ، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، ج۱۰ ص ۱۳۹ ، تحت رقم الحدیث ۱۷۱۴۷ ،باب ما يقول إذا رأى الهلال)

www.idaraghufran.org

(باب نمبر2)

رمضان کے روزہ کا بیان

روزے کئی قسم کے ہیں، بعض فرض ہیں جیسے رمضان کا روزہ، بعض واجب ہیں، جیسے نذر ومنت کا روزہ، بعض سنت ہیں، جیسے عرفہ کا روزہ، اور بعض مستحب ہیں، جیسے ہر اسلامی مہینے کے تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کے تین روزے، اور بعض نفل ہیں، جیسے عام دِنوں کے روزے، اور بعض مکروہ وممنوع ہیں، جیسے ایامِ تشریق اور عیدین کے دِنوں کے روزے۔ [1]

رمضان کے مہینہ کے روزوں کا درجہ دوسرے سب روزوں سے زیادہ ہے، اس مہینے کے روزے فرض ہیں، اور روزہ اس مبارک مہینہ کی اہم عبادت ہے، اس لئے اب روزہ کے فضائل واحکام کو ذکر کیا جاتا ہے۔

روزہ کے لفظی وشرعی معنیٰ

روزہ کو عربی میں ''صوم'' کہتے ہیں اور صوم کے لفظی معنیٰ رُکنے اور بچنے کے ہیں اور شریعت کی زبان میں عبادت کی نیت سے طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کھانے، پینے

---

[1] وأقسامه :

فرض، وواجب، ومسنون، ومندوب، ونفل، ومكروه تنزيها وتحريما .

فالأول رمضان، وقضاؤه، والكفارات للظهار والقتل واليمين، وجزاء الصيد، وفدية الأذى فى الإحرام لثبوت هذه بالقاطع سندا ومتنا والإجماع عليها .

والواجب :المنذور والمسنون عاشوراء مع التاسع.

والمندوب :صوم ثلاثة من كل شهر ويندب فيها كونها الأيام البيض، وكل صوم ثبت بالسنة طلبه والوعد عليه كصوم داود -عليه الصلاة والسلام -ونحوه.

والنفل :ما سوى ذلک مما لم تثبت كراهته .والمكروه تنزيها :عاشوراء مفردا عن التاسع ونحو يوم المهرجان.وتحريما :أيام التشريق والعيدين(فتح القدير، ج٢، ص٣٠٣، كتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

اور جنسی شہوت پوری کرنے سے رکنے اور بچے رہنے کا نام صَوم (روزہ) ہے۔ ۱

لہٰذا اگر طلوعِ فجر کے فوراً بعد قصداً وعمداً کچھ کھایا پیا، یا سورج غروب ہونے سے ایک منٹ پہلے بھی قصداً وعمداً کچھ کھا، پی لیا تو روزہ نہیں ہوا۔ ۲

اسی طرح اگر ان تمام چیزوں سے پرہیز تو پورے دن احتیاط سے کیے رکھا، مگر نیت دل میں روزہ کی نہیں تھی، تو بھی روزہ نہیں ہوا۔ ۳

روزہ کی اہمیت وفضیلت سے متعلق قرآن وسنت کی نصوص

روزہ ان عبادات میں سے ہے جن کو اسلام کے ستون اور شعائر (نشانیاں) قرار دیا گیا ہے۔

توحید ورسالت کے بعد نماز، زکاۃ، روزہ اور حج اسلام کے ارکان کہلاتے ہیں۔

---

۱ الصوم فی اللغة :مطلق الإمساک...... وفی الشرع :عبارة عن إمساک مخصوص، وهو الإمساک عن المفطرات الثلاث بصفة مخصوصة، وهو قصد التقرب من شخص مخصوص وهو المسلم، بصفة مخصوصة وهی الطهارة عن الحیض والنفاس فی زمان مخصوص، وهو بیاض النهار من طلوع الفجر الثانی إلی غروب الشمس (الاختیار لتعلیل المختار، ج ۱، ص ۱۲۵، کتاب الصوم)

۲ (قوله :وهو الیوم) أی الیوم الشرعی من طلوع الفجر إلی الغروب، وهل المراد أول زمان الطلوع أو انتشار الضوء ؟ فیه خلاف کالخلاف فی الصلاة والأول أحوط والثانی أوسع کما قال الحلوانی کما فی المحیط، والمراد بالغروب زمان غیبوبة جرم الشمس بحیث تظهر الظلمة فی جهة الشرق قال -صلی الله علیه وسلم -إذا أقبل اللیل من هنا فقد أفطر الصائم أی إذا وجدت الظلمة حسا فی جهة المشرق فقد ظهر وقت الفطر أو صار مفطرا فی الحکم؛ لأن اللیل ظرفا للصوم وإنما أدی بصورة الخبر ترغیبا فی تعجیل الإفطار کما فی فتح الباری قهستانی (ردالمحتار، ج۲، ص ۳۷۱، کتاب الصوم)

۳ الصوم لغة: الإمساک والکف عن الشیء، قال: صام عن الکلام، أی أمسک عنه، قال تعالی إخبارا عن مریم: "إنی نذرت للرحمن صوما" (مریم) 19 /26)أی صمتا وإمساکا عن الکلام، وقال العرب: صام النهار: إذا وقف سیر الشمس وسط النهار عند الظهیرة.

وشرعا: هو الإمساک نهارا عن المفطرات بنیة من أهله من طلوع الفجر إلی غروب الشمس(الفقه الاسلامی وادلتۂ للزحیلی، ج ۳ ص ۱۶۱۶، القسم الأول، الباب الثانی، الفصل الاول، المبحث الاول، المطلب الأول)

ولا یخفی أن الصوم الذی هو الإمساک عن المفطرات نهارا بنیته (ردالمحتار، ج۲، ص ۳۷۱، کتاب الصوم)

رمضان کا روزہ، بدنی عبادت اور فرضِ عین احکام میں سے ہے اور دین کا ایک بڑا رکن ہے، اور شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کے بڑے مضبوط قوانین میں سے ہے، روزہ کی فرضیت قطعی، پختہ اور یقینی دلیل سے ثابت ہے۔

اور روزہ کے فرض ہونے پر قرآن مجید، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت اور کئی دیگر عقلی دلائل موجود ہیں، رمضان کے روزے رکھنا، ہر مسلمان مرد وعورت، عاقل، بالغ پر فرض عین ہے، جس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور بغیر شرعی عذر کے چھوڑنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔ [1]

بعض اہلِ علم حضرات کے بقول رمضان کے روزے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئے۔ [2]

فقہائے احناف کی تحقیق کے مطابق رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ فرض تھا، پھر رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم آنے کے بعد

---

[1] وهو فريضة محكمة يكفر جاحدها ويفسق تاركها .ثبتت فرضيته بالكتاب وهو قوله تعالى: (فمن شهد منكم الشهر فليصمه)وقوله تعالى :(كتب عليكم الصيام)

وبالسنة وهو ما مر من الحديث فى كتاب الصلاة، وقوله -عليه الصلاة والسلام :-صوموا شهركم وعليه إجماع الأمة (الاختيار لتعليل المختار، ج ا، ص ۱۲۵، كتاب الصوم)

فمذهب الحنفية أن تارک الصوم كتارک الصلاة، إذا كان عمدا كسلا، فإنه يحبس حتى يصوم، وقيل: يضرب فى حبسه، ولا يقتل إلا إذا جحد الصوم أو الصلاة، أو استخف بأحدهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸ ص ۸۳،مادة "صوم" حرف الصاد)

[2] فصل فى فريضة شهر رمضان سنة ثنتين قبل وقعة بدر:

قال ابن جرير : وفى هذه السنة فرض صيام شهر رمضان (البداية والنهاية، ج۳، ص ۳۱۱، كتاب المغازى)

وفرض صوم رمضان لعشر شعبان بسنة ونصف بعد الهجرة. كما ذكر ابن جرير فى "تاريخه" وابن كثير فى "البداية والنهاية" (۲۵۴/۳) و (۳۴۷/۳).

وفى السنة الثانية وقع تحويل القبلة قبل الصيام، وفيهازكاة الفطر ونصب الصدقات، كما يقوله ابن كثير وغيره، وكان قبله صيام البيض وعاشوراء فرضاً فنسخ فرضيتها بصوم رمضان (معارف السنن، ج۵، صفحه ۳۲۳، ابواب الصوم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم)

عاشوراء کے روزے کی فرضیت کا حکم ختم ہوگیا۔ [1]

روزہ کی فرضیت کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٣، پ ٢)

ترجمہ: اے ایمان والو فرض کیے گئے تم پر روزے، جیسے فرض کیے گئے تھے، ان پر جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم متقی ہوجاؤ (سورہ بقرہ)

روزے کی فرضیت کا حکم مسلمانوں کو ایک خاص مثال سے دیا گیا ہے، روزہ کے حکم کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا گیا کہ یہ روزے کی فرضیت کچھ تمہارے ساتھ خاص نہیں، پچھلی اُمتوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے، اس سے روزے کی خاص اہمیت بھی معلوم ہوئی، اور مسلمانوں کی دلجوئی کا بھی انتظام کیا گیا کہ روزہ اگرچہ مشقّت کی چیز ہے، مگر یہ مشقّت تم سے پہلے بھی لوگ اٹھاتے آئے ہیں۔

طبعی بات ہے کہ جب مشقّت میں بہت سے لوگ مبتلا ہوں، تو وہ ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے۔

قرآنِ کریم کے الفاظ "**اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ**"، یعنی "تم سے پہلے لوگوں پر" عام ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کی تمام شریعتوں اور امتوں کو شامل ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح نماز کی عبادت سے کوئی شریعت اور کوئی امت خالی نہیں رہی، اسی طرح روزہ بھی ہر شریعت میں فرض رہا ہے۔

اور جن حضرات نے یہ فرمایا کہ "**مِنْ قَبْلِکُمْ**" سے اس جگہ نصاریٰ مراد ہیں، وہ بطور ایک

---

[1] عن عائشة رضى الله عنها قالت: كانوا يصومون عاشوراء قبل أن يفرض رمضان، وكان يوما تستر فيه الكعبة، فلما فرض الله رمضان، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من شاء أن يصومه فليصمه ومن شاء أن يتركه فليتركه (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٥٩٢، كتاب الحج، باب قول الله تعالى جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس الخ، صحيح مسلم رقم الحديث ٢٦٩٦)

www.idaraghufran.org

مثال کے ہے، اس سے دوسری امتوں کی نفی نہیں ہوتی۔ ؎۱

پھر مذکورہ آیت میں صرف اتنا بتلایا گیا ہے کہ روزے جس طرح مسلمانوں پر فرض کئے گئے، پچھلی اُمتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پچھلی اُمتوں کے روزے تمام حالات وصفات میں مسلمانوں ہی کے روزوں کے برابر ہوں، مثلاً روزوں کی تعداد، روزوں کے اوقات کی تعیین، اور یہ کہ کن دنوں میں رکھے جائیں، اور روزے میں کیا کیا پابندیاں ہوں، ان چیزوں میں اختلاف ہوسکتا ہے، چنانچہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے، کہ تعداد میں بھی کمی بیشی ہوتی رہی، اور روزے کے دنوں اور اوقات اور بعض پابندیوں میں بھی فرق ہوتا رہا ہے۔ ؎۲

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ، شَھَادَۃِ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَإِقَامِ الصَّلَاۃِ، وَإِیْتَاءِ الزَّکَاۃِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۸، کتاب الایمان، باب: دعاؤکم إیمانکم، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۶ "۲۰")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم

؎۱ کما کتب علی الذین من قبلکم أی الأنبیاء والأمم من لدن آدم علیہ الصلاۃ والسلام إلی یومنا کما ہو ظاہر عموم الموصول، وعن ابن عباس ومجاہد رضی اللہ تعالی عنہما اتہم أہل الکتاب، وعن الحسن والسدی والشعبی أنہم النصاری، وفیہ تأکید للحکم وترغیب فیہ وتطییب لأنفس المخاطبین فیہ، فإن الأمور الشاقۃ إذا عمت طابت (تفسیر روح المعانی للآلوسی، ج ۱ ص ۴۵۳، وص ۴۵۴، تحت رقم الآیۃ ۱۸۳ من سورۃ البقرۃ)

؎۲ یا أیہا الذین آمنوا کتب ای فرض علیکم الصیام والصوم فی اللغۃ الإمساک یقال صام النہار إذا اعتدل وقام قائم الظہیرۃ لان الشمس إذا بلغت کبد السماء یری کانہا وقفت ساعۃ— وفی الشرع عبارۃ عن الإمساک عن الاکل والشرب والجماع مع النیۃ فی وقت مخصوص کما سیظہر فیما بعد کما کتب علی الذین من قبلکم من الأنبیاء والأمم والظاہر ان التشبیہ فی نفس الوجوب— وذلک لا یقتضی المشابہۃ من کل جہۃ فی الکیفیۃ والوقت وغیر ذلک (التفسیر المظہری، ج ۱ ص ۱۸۸، سورۃ البقرۃ)

کی گئی ہے، ایک اس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ (یعنی عبادت اور بندگی کے لائق) نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکاۃ اداء کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا (بخاری ومسلم)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریلِ امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے جوابات دیے، جن میں ایک سوال اسلام کے بارے میں تھا، جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٨" ا "كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان ووجوب الإيمان بإثبات قدر الله سبحانه وتعالى)

ترجمہ: اور حضرت جبریلِ امین نے کہا کہ اے محمد مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجئے (کہ اس کی حقیقت کیا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ آپ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سِوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم،

---

[1] عن جرير، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، وحج البيت، وصوم رمضان " (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٢٢٠)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اللہ کے رسول ہیں، اور آپ نماز قائم کریں، اور آپ زکاۃ اداء کریں، اور آپ رمضان کے روزے رکھیں، اور آپ بیتُ اللہ کا حج کریں، اگر آپ کو اس کی طرف جانے کی قدرت ہو، جبریلِ امین نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا (صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نُهِيْنَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ، فَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَّجِيْءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ، فَيَسْأَلَهُ، وَنَحْنُ نَسْمَعُ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَتَانَا رَسُوْلُكَ فَزَعَمَ لَنَا ،أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَكَ، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ السَّمَآءَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ، قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ، قَالَ: فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ، وَجَعَلَ فِيْهَا مَا جَعَلَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَآءَ ، وَخَلَقَ الْأَرْضَ، وَنَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ، آللّٰهُ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ يَوْمِنَا، وَلَيْلَتِنَا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ، آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا زَكَاةً فِيْ أَمْوَالِنَا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ، آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ سَنَتِنَا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ، آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: ثُمَّ وَلّٰى، قَالَ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا أَزِيْدُ عَلَيْهِنَّ، وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُنَّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٢ ”١٠“ كتاب الايمان، باب السؤال عن أركان الإسلام)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہمیں اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی (غیر ضروری) چیز کے بارے میں سوال کریں، اس لئے ہمیں یہ بات پسند آتی تھی کہ گاؤں والے لوگوں میں سے کوئی عقل مند شخص (جسے سوال کرنے سے منع نہیں کیا گیا) آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرے، اور ہم (سوال وجواب) سُنیں، تو (ایک مرتبہ) گاؤں والوں میں سے ایک آدمی آیا، اور اُس نے کہا کہ اے محمد! ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا ہے، اُس نے ہمیں یہ بات بتلائی کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس قاصد نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے۔

اُس دیہاتی نے کہا تو زمین کو کس نے پیدا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا، اور ان میں جو کچھ ہے، اس کو کس نے پیدا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آسمان کو پیدا کیا، اور زمین کو پیدا کیا، اور ان پہاڑوں کو قائم کیا، کیا واقعی اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا

ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس (پانچ وقت کی نماز) کا حکم فرمایا ہے؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے مالوں میں زکاۃ فرض ہے؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس (مال کی زکاۃ) کا حکم فرمایا ہے؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے اوپر سال بھر میں رمضان کے مہینے کے روزے فرض ہیں، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس (رمضان کے روزے) کا حکم فرمایا ہے؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے اوپر بیتُ اللہ کا حج کرنا فرض ہے، اُس شخص پر جو اس کی طرف چلنے کی استطاعت رکھتا ہو؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ واپس جانے لگا اور اُس نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں ان اعمال پر نہ تو (اپنی طرف سے کوئی) زیادتی کروں گا، اور نہ ان میں سے (کسی عمل کو) کم کروں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا، تو یہ ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا (مسلم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ إِيْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ، مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلٰى وُضُوْئِهِنَّ وَرُكُوْعِهِنَّ وَسُجُوْدِهِنَّ وَمَوَاقِيْتِهِنَّ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا، وَأَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، وَأَدَّى الْأَمَانَةَ. قَالُوْا: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، وَمَا أَدَاءُ الْأَمَانَةِ قَالَ: اَلْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۲۹، كتاب الصلاة، باب فی المحافظة على وقت الصلوات، المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحديث ۷۷۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے پانچ چیزوں کو ایمان کی حالت میں اختیار کیا، وہ جنت میں داخل ہوگا، جس نے پانچ نمازوں کی وضوء، رکوع اور سجود اور اوقات کی رعایت کے ساتھ حفاظت کی، اور جس نے رمضان کے روزے رکھے، اور جس نے بیت اللہ کا حج کیا، اگر اس کی طرف جانے کی استطاعت ہے، اور اپنی خوشدلی کے ساتھ زکاۃ اداء کی، اور امانت کو اداء کیا، لوگوں نے کہا کہ اے ابوالدرداء! امانت کا اداء کرنا کیا ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ جنابت کا غسل کرنا (ابوداؤد)

اس حدیث کی سند کو بعض حضرات نے ضعیف کہا ہے۔ [1]

جبکہ بعض نے حسن کہا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لضعف عمران بن داود القطان (حاشيه سنن ابی داود)

[2] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير وإسناده جيد (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۹، باب فيما بنی عليه الإسلام)

وقال الالبانی:

قلت: وهذا إسناد حسن إن شاء الله تعالى؛ محمد بن عبد الرحمن العنبری -وهو ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ روزوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ جنت کی نعمت عطاء فرماتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا، يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ ،يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ،لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ ؟فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ ، فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ (صحيح البخارى،رقم الحديث ۱۸۹۶، كتاب الصوم،باب الريان للصائمين،صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۱۵۲ "۱۶۶")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کا نام ''ریّان'' ہے، اس دروازہ سے قیامت کے دن صرف روزہ دار داخل ہوں گے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزہ داروں کا نام لے کر بلایا جائے گا، وہ اس دعوت پر کھڑے ہوں گے، اوران کے علاوہ کوئی اوراس دروازے سے داخل نہ ہوگا، پس جب روزہ دار اس دروازہ سے داخل ہوجائیں گے، تو وہ دروازہ بندکردیا جائے گا، پھراس کے بعد اس دروازہ سے کوئی اورداخل نہیں ہوسکے گا (بخاری، مسلم)

اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عبد الصمد البصرى -ثقة، قال على بن الجنيد": كان ثقة."وذكره ابن حبان فى "الثقات."

وأبو على الحنفى عبيد الله بن عبد المجيد وقتادة ثقتان من رجال الشيخين.

وأما أبان بن أبى عياش؛ فهو متروك؛ لكنه مقرون هنا بقتادة، فلا يضر.

وخليد العصرى؛ ثقة، روى له مسلم.

وأما عمران القطان؛ فهو ابن داور -بفتح الواو -العمى أبو العوام البصرى، وهو مختلف فيه؛ ويترجح عندى من النظر فى أقوالهم :أنه حسن الحديث إذا لم يظهر خطؤه(صحيح أبى داود، ج۲،ص۳۱۴،تحت رقم الحديث ۴۵۷، كتاب الصلاة، باب المحافظة على الصلوات)

www.idaraghufran.org

فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ، لَايَدْخُلُهُ اِلَّاالصَّائِمُوْنَ (صحيح البخارى ،رقم الحديث ٣٢٥٧،كتاب بدء الخلق، باب صفة ابواب الجنة)

ترجمہ: جنت میں آٹھ دروازے ہیں،ان میں سے ایک دروازے کا نام ریّان ہے،اس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے(بخاری)

اور حضرت سہل بن سعد کی ایک روایت کے آخر میں ان الفاظ کا بھی اضافہ ہے کہ:

وَمَنْ دَخَلَهٗ، لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا (سنن الترمذى،رقم الحديث ٧٦٥،ابواب الصوم، باب ماجاء فى فضل الصوم ، ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٦٤٠ ، باب ماجاء فى فضل الصيام) [1]

ترجمہ:اور جو(اس دروازے سے)داخل ہوگا،وہ اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا(ترمذی،ابنِ ماجہ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَاِذَا دَخَلَ آخِرُهُمْ اُغْلِقَ، مَنْ دَخَلَ فِيهِ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا(سنن النسائى، رقم الحديث ٢٢٣٦، ج٤ص١٦٨، كتاب الصيام)

ترجمہ: پس جب ان میں کا آخری شخص (جنت میں) داخل ہوجائے گا،تو وہ دروازہ بند کردیا جائے گا،جواس میں داخل ہوگا تو وہ سیراب ہوگا،اور جو سیراب ہوگا،تو وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا(نسائی)

’’ریّان‘‘ کے معنٰی ہی’’سیرابی کرنے اور پیاس بجھانے والے‘‘ کے ہیں۔ [2]

---

[1] قال الترمذى:هذا حديث حسن صحيح غريب.

وقال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] وقد وقعت المناسبة فيه بين لفظه ومعناه لأنه مشتق من الرى الكثير الذى هو ضد العطش وسمى بذلك لأنه جزاء الصائمين على عطشهم وجوعهم واكتفى بذكر الرى عن الشبع لأنه يدل عليه من حيث أنه يستلزمه وأفرد لهم هذا الباب إكراما لهم واختصاصا وليكون دخولهم الجنة غير متزاحمين فإن الزحام قد يؤدى إلى العطش (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج١٠ ص ٢٦٢، كتاب الصوم، باب الصوم كفارة)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ مَنَعَهُ الصِّيَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ يَشْتَهِيْهِ ،أَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ ،وَسَقَاهُ مِنْ شَرَابِهَا (شعب الایمان للبیهقی،رقم الحدیث ۳۶۳۴،الثالث والعشرون من شعب الإیمان "وهو باب فی الصیام "، فصل أخبار وحکایات فی الصیام)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو روزے نے ایسی چیز کے کھانے پینے سے روکے رکھا، جس کو اس کا دل چاہتا تھا، تو اللہ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا، اور جنت کی شراب سے پلائے گا (شعب الایمان)

اس روایت کی سند پر اگرچہ محدثین نے کچھ کلام کیا ہے، لیکن دیگر حدیثوں سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اَلصَّوْمُ يُذْبِلُ اللَّحْمَ ، وَيُبْعِدُ مِنْ حَرِّ السَّعِيْرِ ، إِنَّ لِلّٰهِ مَائِدَةً عَلَيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ،لَا يَقْعُدُ عَلَيْهَا إِلَّا الصَّائِمُوْنَ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۹۴۴۳ ،باب الیاء)

ترجمہ: روزہ جسم کے گوشت کو (فضلات ختم کرکے) نرم کرتا ہے اور جہنم کی گرمی کو

---

[1] فی حاشیة شعب الایمان: اسناده: فیه من لم اعرفه، وبقیة رجاله موثقون. ابوعثمان السکری لم اعرفه. عبدالرحمن بن مغراء (بفتح المیم وسکون المعجمة ثم راء) الدوسی، ابوزهیر الکوفی صدوق تکلم فی حدیثه عن الاعمش، من کبار التاسعة (بخ ـ ۴)عمران بن مسلم ،الجعفی، الکوفی، الاعمی، ثقة من السادسة(حاشیة شعب الایمان ،تحت رقم الحدیث ۳۶۳۴، ج۵ص ۴۱۴)
وقال علی بن حسام الدین الشهیرالمتقی الهندی: هب وسنده ضعیف (کنز العمال، تحت رقم الحدیث ۲۴۲۷۳، کتاب الصوم، فصل فی فضله وفضل رمضان)

www.idaraghufran.org

دور کرتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے (آخرت میں) ایک دسترخوان تیار کیا ہے، جس پر (کھانے پینے کا) ایسا سامان ہوگا، جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر کھٹکا، اس پر صرف روزے دار تشریف رکھیں گے (طبرانی)

اس روایت کی سند میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

بعض اور روایات بھی اس مضمون کی آئی ہیں۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه عبد المجيد بن كثير الحراني ;ولم أجد من ترجمه (مجمع الزوائد، ج٣ص ١٨٢، تحت رقم الحديث ٥٠٩١، باب في فضل الصوم)

وقال الالباني: قلت :وهذا إسناد ضعيف؛ أبو بكر العنسي مجهول؛ قاله ابن عدى .قال الحافظ ":وأنا أحسب أنه ابن أبي مريم الذى تقدم."قلت :يعنى أبا بكر بن عبد الله بن أبي مريم الغساني الشامي؛ وهو ضعيف لاختلاطه .وأما عبد المجيد بن كثير الحراني؛ فلم أعرفه، وبه أعله الهيثمي، فقال (182 /3)": رواه الطبراني في "الأوسط"، وفيه عبد المجيد بن كثير الحراني، ولم أجد له ترجمة."قلت :وفاته إعلاله بالعنسي أيضاً.والحديث أورده في "الجامع "من رواية ابن بشران أيضاً في "أماليه"، وزاد في أوله " :الصوم يدق المصير و ." ... (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء في الأمة، تحت رقم الحديث ٣٨١٠)

[2] قال أخبرنا أبي أخبرنا أبو بكر الصندوقي حدثنا أبو طاهر بن سلمة إملاء أخبرنا الفضل بن الفضل الكندى إملاء حدثنا محمد بن الحسن بن الفرج المعدل حدثنا أحمد بن الخليل حدثنا مكي بن إبراهيم حدثنا مقاتل بن حيان عن عطاء ابن أبي رباح عن ابن عباس رفعه "يوضع للصائمين مائدة يوم القيامة من ذهب، يكون منها والناس ينظرون ." أخرجه أبو الشيخ ، عن محمد بن الفضل بن الخطاب ، عن عمر بن مدرك ، عن مكي (الغرائب الملتقطة من مسند الفردوس،لابنِ حجر، ج٨ص ٤٣٩،رقم الحديث ٣٤٣٩، حرف الياء)

قال :أخبرنا أبي ، أخبرنا علي بن أحمد الحافظ ، حدثنا أبو حاتم أحمد بن الحسن بن محمد الواعظ البزار إملاءً بالري ، حدثنا أحمد بن الحسن بن محمد العطار ، حدثنا أبو عبد الله بن جعفر ، حدثنا أحمد بن منصور بن حسان ، حدثنا الحسين بن إسماعيل ، حدثنا ابن المثنى ، عن أبي عصمة ، عن شهر بن حوشب ، عن أبي الدرداء ، رفعه ": يسبح للصائم كل شعرة منه ، ويوضع للصائمين والصائمات يوم القيامة تحت العرش ، مائدة من ذهب مكللة بالدر والجوهر ، على مقدار دائرة الدنيا ، عليها من أنواع أطعمة الجنة وأشربتها وثمارها ، فهم يأكلون ويشربون ويتنعمون ، والناس في شدة الحساب (الغرائب الملتقطة من مسند الفردوس،لابن حجر، ج٨ص ٣٨٨،رقم الحديث ٣٣٨٨، حرف الياء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے روزہ داروں کو دنیا میں روزہ کی خاطر بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی فضیلت ظاہر ہوئی کہ آخرت میں اس کا اجر انتہائی عظیم ہے، اور وہ آخرت کی بھوک اور پیاس کی تکلیف سے نجات کا حاصل ہونا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ وَحِصْنٌ حَصِيْنٌ مِنَ النَّارِ (مسنداحمد، رقم الحديث ٩٢٢٥) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ، ڈھال (بچاؤ کا ذریعہ) ہے اور (جہنّم کی) آگ سے بچاؤ کا مضبوط قلعہ ہے (مسند احمد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

قَالَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّمَا الصِّيَامُ جُنَّةٌ، يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ، وَهُوَ لِيُ، وَأَنَا أَجْزِئُ بِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ١٤٦٦٩) ؎۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وفى الذيل يسبح للصائم كل شعرة منه ويوضع للصائمين والصائمات يوم القيامة تحت العرش مائدة من ذهب إلخ .فيه أبو عصمة وضاع (تذكرة الموضوعات للفتنى، ص ٧٠، باب فضل الصوم ونية فريضة ثلاثين الخ)

قال [أبو الشيخ]: حدثنا إسحاق بن أحمد الفارسى، حدثنا يحيى بن عبد الرحمن بقزوين، حدثنا عبد الصمد بن عبد العزيز، حدثنا حماد أبو عمرو، عن النضر بن حميد، عن سعيد عن قتادة عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إذا كان يوم القيامة خرج الصوامون من قبورهم يعرفون بريح صيامهم، أفواههم أطيب من ريح المسک فيتلقون بالموائد والأباريق مختمة بالمسک فيقال لهم: كلوا فقد جعتم، واشربوا فقد عطشتم، ذروا الناس ، واستريحوا؛ فقد أعييتم إذ استراح الناس فيأكلون ويشربون ويستريحون، والناس فى الحساب فى العناء والظمإ ." (الغرائب الملتقطة من مسند الفردوس، لابنِ حجر، ج ١ ص ٧٨٤، وص ٧٨٥، رقم الحديث ٣٧١، من حرف الألف)

؎۱ قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

؎۲ قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح بطرقه وشواهده، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہمارے رب عزوجل نے فرمایا کہ روزہ ایسی ڈھال ہے، جس کے ذریعہ سے بندہ جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے اور روزہ میرے (یعنی رب عزوجل) لئے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا (مسند احمد)

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ، كَجُنَّةِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْقِتَالِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٢٧٨) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ روزہ جہنم سے ڈھال ہے، جس طریقہ سے قتال (اور جہاد) میں تم میں سے کسی کی ڈھال ہوتی ہے (مسند احمد)

روزہ کے جہنم سے ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ جہنم سے، یا جہنم والی بداعمالیوں سے بچانے اور حفاظت کا ذریعہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان بے شمار گناہوں اور نفسانی شہوتوں اور پھر اس کے نتیجہ میں جہنم کے عذاب سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ [2]

کئی احادیث میں روزہ کو شہوت توڑنے، آنکھوں کی حفاظت اور شرم گاہ کی پاکی کا ذریعہ اور نکاح پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں اس کا بدل قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ، فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٩٠٥، كتاب الصوم، باب: الصوم لمن خاف على نفسه العزبة)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

[2] (الصيام جنة) أى سترة بين الصائم وبين النار أو حجاب بين الصائم وبين شهوته لأنه يكسر الشهوة ويضعف القوة (فيض القدير للمناوى، ج٤ ص ٢٤٩، تحت رقم الحديث ٥١٩٢، حرف الصاد)

ترجمہ: جو حقِ زوجیت کی ادئیگی کی طاقت رکھتا ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے، کیونکہ وہ آنکھوں کی حفاظت اور شرمگاہ کی پاکی کا ذریعہ ہے، اور جو اس کی طاقت نہ رکھے، تو وہ روزے کا اہتمام کرے، کیونکہ روزہ شہوت کو توڑنے کا ذریعہ ہے (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ شَابٌّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَتَأْذَنُ لِيْ فِي الْخِصَاءِ ؟ فَقَالَ: صُمْ، وَسَلِ اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٥٠٣٦) [1]

ترجمہ: ایک نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے کہا کہ کیا آپ مجھے خصی ہونے (یعنی نسبندی کرنے) کی اجازت دیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ روزہ رکھئے، اور اللہ کے فضل کی دعاء کیجئے (مسند احمد)

حضرت سعد بن مسعود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، لَوْ أَذِنْتَ لَنَا فِي الْاِخْتِصَاءِ فَاخْتَصَيْنَا، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خِصَاءُ أُمَّتِيْ: اَلصِّيَامُ (الزهد والرقائق لابن المبارك، رقم الحديث ١١٠٦، ج ا ص ٣٩٠) [2]

ترجمہ: حضرت عثمان بن مظعون نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمیں خصی ہونے کی اجازت دے دیں، تو ہم خصی ہوجائیں (تاکہ شہوت کے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] قال الالباني: وجملة القول أن الحديث بمجموع هذا الطرق صحيح، دون ذكر القيام فإنه منكر .والله أعلم .ويشهد له الحديث المتفق عليه عن ابن مسعود مرفوعا " :يا معشر الشباب من استطاع منكم الباء فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٨٣٠)

گناہوں سے حفاظت رہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا خصی ہونا روزے رکھنا ہے (الزہد ابنِ مبارک)

اس قسم کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ روزے رکھنے سے شہوانی خواہشات ٹوٹتی ہیں، اور نظر وشرمگاہ کے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے، بشرطیکہ روزہ کو صحیح اہتمام کے ساتھ رکھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :اَلصَّوْمُ لِيْ ،وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ ،يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَأَكْلَهُ وَشُرْبَهُ مِنْ أَجْلِيْ ،وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ ،وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ حِيْنَ يُفْطِرُ ،وَفَرْحَةٌ حِيْنَ يَلْقٰى رَبَّهُ ،وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ ،أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ (صحيح البخارى،رقم الحديث ٧٤٩٢،كتاب التوحيد،باب قول الله تعالى يريدون أن يبدلوا كلام الله،صحيح مسلم، رقم الحديث ١١٥١ "١٦٣" باب فضل الصيام)

ترجمہ: اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، بندہ اپنی شہوت اور کھانے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے، اور روزہ (جہنم سے) ڈھال ہے، اور روزہ دار کے لئے دوخوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت، اور البتہ روزہ دار کے منہ کی بو (جو معدہ کے خالی ہونے سے پیدا ہوتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک

---

[1] عن عبد الله بن عمرو، قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله ائذن لى أن أختصى .فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " خصاء أمتى الصيام والقيام "(مسند احمد، رقم الحديث ٦٦١٢، المعجم الكبير للطبرانى،ج١٣ص٤٥، رقم الحديث ١٠٨)

قال الهيثمى:رواه أحمد والطبرانى، ورجاله ثقات، وفى بعضهم كلام(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٣٢٠، باب ماجاء فى الاختصاء)

وقال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره دون ذكر القيام(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ (اور پسندیدہ) ہے (بخاری، مسلم)

اس قسم کی حدیث حضرت علی، حضرت ابنِ مسعود اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنَّ رَبَّكُمْ يَقُوْلُ : كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، وَالصَّوْمُ لِىْ ،وَاَنَا اَجْزِىْ بِهٖ ،اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ، وَلَخَلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ ،وَاِنْ جَهِلَ عَلٰى اَحَدِكُمْ جَاهِلٌ وَهُوَ صَآئِمٌ ،فَلْيَقُلْ اِنِّىْ صَآئِمٌ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۷۶۴، كتاب الصوم، باب ماجاء فى فضل الصوم) [2]

ترجمہ: بے شک آپ کے رب کا فرمان ہے کہ ہر نیکی کا بدلہ (کم از کم) دس گنا سے سات سو گنا تک (جتنا اللہ تعالیٰ چاہے) ہے اور روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ جہنّم سے ڈھال ہے اور البتہ روزہ دار کے

---

[1] عن على بن أبى طالب، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " إن الله تبارك وتعالى، يقول: الصوم لى وأنا أجزى به، وللصائم فرحتان حين يفطر، وحين يلقى ربه، والذى نفسى بيده لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك "(سنن النسائى، رقم الحديث ٢٢١١، كتاب الصيام)

عن أبى الأحوص، قال: عبد الله: " قال الله عز وجل: الصوم لى وأنا أجزى به، وللصائم فرحتان فرحة حين يلقى ربه، وفرحة عند إفطاره، ولخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك "(سنن النسائى، رقم الحديث ٢٢١٢، كتاب الصيام)

عن أبى سعيد، قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم: " إن الله تبارك وتعالى، يقول: الصوم لى وأنا أجزى به. وللصائم فرحتان إذا أفطر فرح، وإذا لقى الله فجزاه فرح، والذى نفس محمد بيده لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك "(سنن النسائى، رقم الحديث ٢٢١٣، كتاب الصيام)

[2] قال الترمذى: وفى الباب عن معاذ بن جبل، وسهل بن سعد، وكعب بن عجرة، وسلامة بن قيصر، وبشير ابن الخصاصية، واسم بشير زحم بن معبد، والخصاصية هى أمه :.وحديث أبى هريرة حديث حسن غريب من هذا الوجه.

منہ کی بو (جو معدہ کے خالی ہونے سے پیدا ہوتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ (اور پسندیدہ) ہے اور اگر تم میں سے کسی روزہ دار کے ساتھ کوئی جاہل الجھ پڑے، تو وہ جواب میں کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں، میں روزہ سے ہوں (ترمذی)

ایک اور سند سے بھی یہ مضمون غیر معمولی اضافہ کے ساتھ آیا ہے، جس کی سند کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

اگر چہ تمام عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہوتی ہیں، لیکن روزہ کو اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے لئے اس وجہ سے فرمایا کہ عام طور پر دوسری عبادتیں ایسی ہیں کہ جن میں دکھلاوے کا احتمال ہوتا ہے، مگر روزہ چونکہ بذاتِ خود کوئی فعل نہیں، بلکہ کھانے پینے کے فعل کو چھوڑنے کا نام ہے، اس میں کوئی وجودی کام نظر کے سامنے نہیں آتا، اس لئے یہ دکھلاوے سے دور ہے۔

روزہ وہی رکھے گا، جسے اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا اور روزہ رکھ کر اس کو وہی باقی رکھے گا، جس کا صرف ثواب لینے کا ارادہ ہوگا۔

کیونکہ اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر تنہائی میں کچھ کھا پی لے، جس کا دوسرے لوگوں کو پتہ نہ چلے، تو دوسرے لوگ تو اسے روزہ دار ہی سمجھیں گے۔ [2]

---

[1] عن أبی هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أعطيت أمتی خمس خصال فی رمضان، لم تعطها أمة قبلهم: خلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسک، وتستغفر لهم الملائكة حتى يفطروا، ويزين الله عز وجل كل يوم جنته، ثم يقول: يوشک عبادی الصالحون أن يلقوا عنهم المؤنة والأذى ويصيروا إليک، ويصفد فيه مردة الشياطين، فلا يخلصوا فيه إلى ما كانوا يخلصون إليه فی غيره، ويغفر لهم فی آخر ليلة "قيل: يا رسول الله، أهی ليلة القدر؟ قال: " لا، ولكن العامل إنما يوفی أجره إذا قضى عمله "(مسند احمد، رقم الحديث ۷۹۱۷)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف جداً(حاشية مسنداحمد)

[2] قال الطيبی رحمه الله: واختص بهذه الفضيلة لوجهين: الأول أنه سر لا يطلع عليه العباد بخلاف سائر العبادات، فيكون خالصا لوجه الله – تعالى، وإليه أشير بقوله – تعالى – "فإنه لی "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا روزہ کو وہی باقی اور پورا کرتا ہے، جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو، اور جب یہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، تو اس کا ثواب بھی اللہ تعالیٰ خود عطاء فرمائے گا، جو کہ بے انتہاء اور دوسرے اعمال کے ثواب سے امتیازی ہوگا۔ [1]

اس بارے میں تو اہلِ علم حضرات کا اتفاق ہے کہ مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن روزہ دار کے منہ کی بو کے اللہ تعالیٰ کو پسند ہونے کی وجہ سے روزہ کی حالت میں مسواک کے مستحب، جائز، یا مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات نے زوال سے پہلے تَر اور خشک ہر قسم کی مسواک کو مستحب اور زوال کے بعد ناپسند قرار دیا ہے، اور بعض حضرات نے عصر کے بعد ناپسند قرار دیا ہے، اور بعض حضرات نے صرف تَر مسواک کو ناپسند قرار دیا ہے، اور بعض حضرات نے زوال کے بعد تَر اور خشک ہر قسم کی مسواک کو ناپسند قرار دیا ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بہت سے دیگر اہلِ علم حضرات کے نزدیک روزہ دار کو کسی بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لأن الصوم لا صورة له فى الوجود، بخلاف سائر العبادات، إذ كثيرا ما يوجد الإمساک المجرد عن الصوم، فلا مقوم له إلا النية التى لا يطلع عليها غيره – تعالى، ولو أظهر بقوله: أنا صائم، فإنه لا يدل على حقيقته وتصحيح نيته "وأنا أجزى به "أى وأنا العالم بجزائه، وإلى أمره، ولا أكله إلى غيرى، والثانى أنه يتضمن كسر النفس وتعريض البدن للنقصان، مع ما فيه من الصبر على الجوع، والعطش، وسائر العبادات راجعة إلى صرف المال واشتغال البدن بما فيه رضاه، فبينه وبينها أمد بعيد، وإليه يشير بقوله – تعالى – "يدع شهوته "أى يترک ما اشتهته نفسه من محظورات الصوم "وطعامه "تخصيص بعد تعميم، أو الشهوة كناية عن الجماع، والطعام عبارة عن سائر المفطرات، وقدم الجماع اهتماما بشأنه فإنه أقبح مفسداته (من أجلى) أى من جهة أمرى وقصد رضائى، وأجرى، وفيه إيماء إلى اعتبار النية والإخلاص فى الصوم، وإشعار بأن الصوم لا رياء فيه أصلا ;لأن غاية ما يقوله المرائى: أنا صائم، وهو لا يوجب رياء فى أصل الصوم، إنما الذى وقع به الرياء الإخبار عن الصوم لا غير(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، كتاب الصوم)

[1] وقد اختلف العلماء فى المراد بقوله تعالى: الصيام لى، وأنا أجزى به مع أن الأعمال كلها له، وهو الذى يجزى بها على أقوال(فتح البارى لابن حجر، ج۴، ص ۱۰۷، كتاب الصوم، باب فضل الصوم)

وقت تر اور خشک ہر قسم کی مسواک کرنا جائز ہے۔ [1]

اور دلائل کے لحاظ سے زیادہ راجح اور صحیح بات یہی ہے کہ روزہ کی حالت میں ہر وقت تر اور خشک کسی بھی طرح کی مسواک کرنا جائز ہے، مکروہ، یا ممنوع نہیں ہے۔

جہاں تک روزہ دار کے منہ کی بو کے اللہ تعالیٰ کو پسند ہونے کا تعلق ہے، تو وہ معدہ کے خالی رہنے سے پیدا ہونے والی بو ہے، جو کہ مسواک کرنے سے زائل وختم نہیں ہوتی، بلکہ مسواک سے صرف منہ اور دانتوں کا میل کچیل اور منہ کی بو دور ہوتی ہے، جس کو شریعت پسند کرتی ہے، اس لئے روزہ دار کو مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ [2]

---

[1] الكراهة، إذا استاك في الصيام بعد الزوال عند الشافعية، وهو الرواية الأخرى للحنابلة، وأبي ثور وعطاء ، لحديث الخلوف الآتي .

ومذهب الحنفية والمالكية والرواية الأخرى للحنابلة أن حكمه في حال الصوم وعدمه سواء ، أخذا بعموم أدلة السواك .

والذي اختاره بعض أئمة الشافعية -بعد نظر في الأدلة -أن السواك لا يكره بعد الزوال، لأن عمدة الذين يقولون بالكراهة حديث الخلوف ولا حجة فيه، لأن الخلوف من خلو المعدة، والسواك لا يزيله، وإنما يزيل وسخ الأسنان .قاله الأذرعي(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص۱۳۸، مادة"استياك"حرف الألف)

[2] اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بلاشبہ روزہ دار کے منہ کی بو اگرچہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ اس بو کو باقی رکھنے اور اس کے تحفظ کی کوشش کی جائے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ روزہ دار سے گفتگو کرنے میں اس کی بو کی وجہ سے نہ کترائیں اور اسے بُرا نہ سمجھیں۔

فإن قلت :في استنان الصائم إزالة الخلوف الذي هو أطيب عند الله من ريح المسك؟ قلت :إنما مدح النبي صلى الله عليه وسلم الخلوف نهيا للناس عن تعزز مكالمة الصائمين بسبب الخلوف، لا نهيا للصوام عن السواك، والله غني عن وصول الرائحة الطيبة إليه، فعلمنا يقينا أنه لم يرد بالنهي استبقاء الرائحة، وإنما أراد نهي الناس عن كراهتها(عمدة القاري شرح صحيح البخاري للعيني، ج ۱۱ ص ۱۳، كتاب الصوم، باب اغتسال الصائم)

یہاں ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے کوہِ طور پر جانے اور وہاں چالیس راتیں گزارنے کے واقعہ میں بعض مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر تیس راتوں کے اعتکاف میں حسبِ قاعدہ تیس روزے مسلسل رکھے، تیسواں روزہ پورا کرنے کے بعد افطار کر کے مقررہ مقام طور پر حاضر ہوئے، تو حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آپ نے افطار کے بعد مسواک کر کے روزہ کی بُو کو ختم کر دیا، اس لئے مزید دس روزے اور رکھیے، تا کہ وہ بُو پھر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر منہ کی بوزائل کرنا روزہ کے خلاف ہوتا، تو پھر کلی کرنے کی بھی ممانعت ہوتی، کیونکہ اس سے بھی منہ کی صفائی ہوتی اور کچھ نہ کچھ منہ کی بوزائل وختم ہوتی ہے۔ [1]

تابعی حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ: أَتَسَوَّكُ وَأَنْتَ صَائِمٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: أَيَّ النَّهَارِ أَتَسَوَّكُ؟ قَالَ: أَيَّ النَّهَارِ شِئْتُ، إِنْ شِئْتُ غُدْوَةً، وَإِنْ شِئْتُ عَشِيَّةً، قُلْتُ: فَإِنَّ النَّاسَ يَكْرَهُونَهُ عَشِيَّةً، قَالَ: وَلِمَ؟ قُلْتُ: يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، لَقَدْ أَمَرَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسِّوَاكِ حِينَ أَمَرَهُمْ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ بِفَمِ الصَّائِمِ خُلُوفٌ وَإِنِ اسْتَاكَ وَمَا كَانَ بِالَّذِي يَأْمُرُهُمْ أَنْ يُنْتِنُوا أَفْوَاهَهُمْ عَمْدًا، مَا فِي ذٰلِكَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ، بَلْ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

پیدا ہوجائے، تو بظاہر اس سے معلوم ہورہا ہے کہ روزہ دار کے لئے مسواک کرنا، مکروہ، یا ممنوع ہونا چاہئے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی سند معلوم نہیں، تاکہ اس واقعہ کی صداقت کا فیصلہ کیا جائے، اور اگر یہ واقعہ مستند طریقہ پر ثابت بھی ہوجائے، تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے متعلق ہو، عام لوگوں کے لئے نہ ہو، یا شریعتِ موسوی میں ایسا ہی حکم سب کے لئے ہو کہ روزہ کی حالت میں مسواک نہ کی جائے، لیکن شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام میں بحالتِ روزہ مسواک کرنے کا معمول صحیح احادیث سے ثابت ہے (معارف القرآن، ج۴ص۵۷ بتغیر، سورہ اعراف)

[1] قال الحافظ فی التلخیص(ص۱۹۳)إسناده جید وقال الهیثمی (ج۳:ص۱۶۵)فیه بکر بن خنیس وهو ضعیف، وقد وثقه ابن معین فی روایة .قلت :ووثقه أیضاً العجلی وضعفه غیرهما .وقال فی التقریب :هو کوفی عابد سکن بغداد صدوق، له أغلاط -انتهی .

وقد تعقب الحافظ فی التلخیص (ص۲۲) علی هذا الجواب فقال فی قول ابن العربی السواک لا یزیل الخلوف، وإنما یزیل وسخ الأسنان نظر، لأنه یزیل المتصعد إلی الأسنان الناشیء عن خلو المعدة ولا یخفی ما فیه؛ لأن المضمضة أیضاً تزیل هذا وهم لا یکرهونها(مرعاة المفاتیح، ج۶ص۵۱۹، کتاب الصوم، باب تنزیه الصوم)

فِيهِ شَرٌّ (المعجم الكبير للطبراني، ج۲۰ ص ۷۰، رقم الحديث ۱۳۳) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ روزے کی حالت میں مسواک کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بے شک! میں نے عرض کیا کہ دن کے کس حصہ میں آپ مسواک کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ دن کے جس حصہ میں میں چاہتا ہوں، اگر چاہتا ہوں تو صبح کو، اور اگر چاہتا ہوں تو شام کو، میں نے کہا کہ لوگ شام کے وقت مسواک کو مکروہ سمجھتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ کیوں؟ میں نے کہا کہ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی بو سے زیادہ پسند ہے، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مسواک کرنے کا حکم دیا، اور لوگوں کو مسواک کا حکم فرمانے کے وقت وہ یقینی طور پر روزہ دار کے منہ کی بو کو جانتے تھے، اگرچہ وہ مسواک کرے (مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں مسواک کرنے سے منع نہیں فرمایا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جان بوجھ کر اپنے منہ میں بدبو پیدا کرنے (اور مسواک کئے بغیر باقی رکھنے) کا حکم نہیں فرماتے تھے، کیونکہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے، بلکہ شر ہے (طبرانی)

اس کے علاوہ کئی احادیث وروایات سے بھی روزہ کی حالت میں ہر طرح کی مسواک کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے، جس کی مزید تفصیل آگے روزہ کو فاسد کرنے اور نہ کرنے والی چیزوں کے بیان میں آتی ہے۔

---

[1] فی تحفة الاحوذی: قلت إسناد هذا الأثر جيد كما صرح به الحافظ فی التلخيص الحبير (تحفة الأحوذی، ج۳ص ۳۴۶، ابواب الصوم، باب ما جاء فی السواك للصائم)

وقال شعيب الانؤوط: وقد جود إسناده الحافظ فی "التلخيص ۲/ ۲۰۲" وأورده الهيثمی فی "المجمع ۳/ ۱۶۵" وقال: وفيه بكر بن خنيس، وهو ضعيف، وقد وثقه ابن مَعِين فی رواية. قلنا: ولذا فإسناده محتمل للتحسين (مسند أحمد، تحت رقم الحديث ۱۵۶۷۸)

www.idaraghufran.org

بہر حال مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کی بھوک اور پیاس کی وجہ سے معدہ سے جو خاص قسم کی بو پیدا ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو مشک کی بو سے بھی زیادہ پسند ہے، جس سے روزہ دار کے بھوکے پیاسے رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ ،إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ ،حَتّٰى يَفْرُغُوْا ، وَرُبَّمَا قَالَ: حَتّٰى يَشْبَعُوْا (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۷۸۵، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل الصائم ذا أکل عندہ) [1]

ترجمہ: روزہ دار کے سامنے جب کھایا پیا جاتا ہے، تو فرشتے برابر اس کے لئے رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ کھانے والے کھانے پینے سے فارغ نہ ہوجائیں، اور بعض اوقات یہ فرمایا کہ پیٹ نہ بھرلیں (ترمذی)

اسی قسم کا مضمون حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ [2]

اس سے روزہ دار کے دوسروں کو کھاتا پیتا دیکھ کر صبر کرنے کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ بندہ فرشتوں کی دعاء کا مستحق ہوتا ہے۔

بعض احادیث میں روزہ کو آدھا صبر اور جسم کی زکاۃ قرار دیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] قال الترمذی:ھذا حدیث حسن صحیح، وھو أصح من حدیث شریک.

[2] عن أبی أیوب ، عن عبد اللہ بن عمرو قال : الصائم إذا أکل عندہ صلت علیہ الملائکۃ(مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۹۷۱۰، کتاب الصیام،ما ذکر فی الصائم إذا أکل عندہ)

وھذا إسناد صحیح علی شرط الشیخین، وھو موقوف فی حکم المرفوع (سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ وأثرھا السیء فی الأمۃ، تحت رقم الحدیث ۱۳۳۲)

[3] عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث إلی أن قال: " والصوم نصف الصبر، وإن لکل شیء زکاۃ وزکاۃ الجسد الصیام " (شعب الایمان، رقم الحدیث ۳۳۰۰، الثالث والعشرون من شعب الإیمان "وھو باب فی الصیام "، ابنِ ماجۃ، رقم الحدیث ۱۷۴۵؛ مسندالشھاب القضاعی، رقم الحدیث ۲۲۹؛ الزھد لوکیع، رقم الحدیث ۵۳۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح زکاۃ میں مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے، اسی طرح روزہ میں بدن کا میل کچیل، یعنی فاسد مادہ جس سے بیماری پیدا ہوتی ہے، دور ہو جاتا ہے۔ [1]

بعض احادیث میں روزہ کو صحت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا إسناد ضعيف من الطريقين معا فيه موسى بن عبيدة الربذى وهو متفق على تضعيفه ومدار الإسنادين عليه (مصباح الزجاجة للكنانى، كتاب الصيام ،باب صوم زكاة الجسد)

[1] لصيام نصف الصبر لان الزمان مشتمل على الليل والنهار والصوم يكون فى النهار وكمال الصبر بامساك الفم والفرج لما وردمن ضمن لى مابين لحيتيه ورجليه ضمنت له بالجنة اويحمل الصبر على اتيان الاوامر واجتناب النواهى قاطبة ويجعل المفطرات الثلث نصفه لان معظم هذه الامور تداول بالفرج والفم فلماامسكهما حصل له نصف الصبر والله اعلم (إنجاح الحاجة لمحمد عبد الغنى المجددى الحنفى ، مشمولة :شرح سنن ابنِ ماجه للسيوطى وغيره، ص ١٢٥ ، كتاب الصيام)

(الصيام نصف الصبر) لأن الصبر حبس النفس عن إجابة داعى الشهوة والغضب فالنفس تشتهى الشىء لمحصول اللذة بإدراكه وتغضب لفوته وتنفر لنفرتها من المؤلم والصوم صبر عن مقتضى الشهوة فقط وهى شهوة البطن والفرج دون مقتضى الغضب لكن من كمال الصوم حبس النفس عنهما وبه تمسك من فضل الصبر على الشكر (فيض القدير للمناوى، ج٤ص ٢٥١، تحت رقم الحديث ٥٢٠٠، حرف الصاد)

(الصيام نصف الصبر) لأن جماع العبادات فعل وكف والصوم يقمع الشهوة فيسهل الكف وهو شرط الصبر فهما صبران صبر عن أشياء وصبر على أشياء والصوم معين على أحدهما فهو نصف الصبر ذكره الحليمى وقال الغزالى :هذا مع خبر الصبر نصف الإيمان ينتج أن الصوم ربع الإيمان ثم هو متميز بخاصية النسبة إلى الله من بين سائر الأركان وقوله الصيام نصف الصبر مع قوله تعالى (إنما يوفى الصابرين أجرهم) إلخ ينتج أن ثواب الصوام يتجاوز قانون التقدير والحساب اه .وما ذكر هنا من أنه نصف الصبر يعارضه ما صار إليه بعض المفسرين من أن المراد بالصبر فى آية (واستعينوا بالصبر) الصوم بدليل مقابلته بالصلاة أما على ما ذهب إليه الأكثر من تفسير بالعبادة كلها فلا تعارض (وعلى كل شىء زكاة وزكاة الجسد الصيام) لأنه ينقص من قوة البدن وينحل الجسم فيكون الصيام كأنه أخرج شيئا من جسده لوجه الله فكأن زكاته (فيض القدير للمناوى، ج٤ص ٢٥١، تحت رقم الحديث ٥٢٠١، حرف الصاد)

[2] عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اغزوا تغنموا، وصوموا تصحوا، وسافروا تستغنوا.

لم يرو هذا الحديث عن سهيل، بهذا اللفظ، إلا زهير بن محمد "(المعجم الاوسط، رقم الحديث ٨٣١٢، باب الميم، الضعفاء الكبير للعقيلى، ج٢ص ٩٢، تحت رقم الترجمة ٥٤٩)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈاکٹر اور اطبّاء بھی کہتے ہیں کہ روزہ سے جسم کے فضلات دُور ہوتے ہیں، اور روزہ جسمانی صحت کے لئے مفید ہے۔

ایک حدیث میں روزہ دار کے سونے کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔ ؎1

روزہ کے جو فضائل ذکر کئے گئے، ان میں سے اکثر فضائل تو وہ ہیں، جو رمضان کے علاوہ دوسرے روزے رکھنے سے بھی حاصل ہوجاتے ہیں، اور رمضان کے روزوں سے بھی یقیناً حاصل ہوتے ہیں، بلکہ نفلی روزوں سے بڑھ کر فضائل حاصل ہوتے ہیں، کیونکہ رمضان کے روزوں کو تمام دوسرے روزوں پر فضیلت حاصل ہے۔

مزید کئی احادیث سے رمضان کے روزوں کے خصوصی فضائل بھی معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال الهيثمي :رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥٠٧٠،باب في فضل الصوم)

رواه الطبراني في الأوسط عن شيخه موسى بن زكريا فإن كان الراوي عن شباب فقد تكلم فيه الدارقطني وإن كان غيره فلم أعرفه، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ٩٦٥٧،باب اغزوا تغنموا وسافروا تصحوا)

عن ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سافروا تصحوا وصوموا تصحوا واغزوا تغنموا(الكامل في ضعفاء الرجال، ج٨ص ٣٢٤، تحت ترجمة "نهشل بن سعيد" رقم الترجمة: ١٩٨٦)

عن أبي إسحاق الهمداني، أن علي بن أبي طالب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " إن الله عز وجل أوحى إلى نبي من بني إسرائيل أن أخبر قومك أن ليس عبد يصوم يوما ابتغاء وجهي إلا صححت جسمه، وأعظمت أجره ."(شعب الايمان، رقم الحديث ٣٦٣٨)

؎1 عن عبد الله بن أبي أوفى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " نوم الصائم عبادة، وصمته تسبيح، وعمله مضاعف، ودعاؤه مستجاب، وذنبه مغفور ."(شعب الايمان،رقم الحديث ٣٦٥٢، الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك، لابن شاهين، رقم الحديث ١٤٢ ،باب مختلط من فضائل الصيام من وجوه ومعاني شتى؛ الفردوس بمأثور الخطاب، رقم الحديث ٦٧٣٤، باب الميم)

www.idaraghufran.org

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا ،غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ،وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا ،غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (صحيح البخاری،رقم الحديث ۱۹۰۱، کتاب الصوم،باب من صام رمضان إيمانا واحتسابا ونية، صحيح مسلم، رقم الحديث ۷۶۰"۱۷۵")

ترجمہ: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے لیلۃ القدر میں عبادت کی، اس کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جائیں گے (بخاری ومسلم)

مگر یہ فضیلت اس وقت ہے، جبکہ روزہ کی حدود وقیود کی حفاظت کرے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَعَرَفَ حُدُوْدَهُ ، وَتَحَفَّظَ مِمَّا كَانَ يَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَّتَحَفَّظَ فِيْهِ، كَفَّرَ مَا قَبْلَهُ (مسند احمد،رقم الحديث ۱۱۵۲۴، مسند ابی یعلیٰ ، رقم الحديث ۱۰۵۸) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس نے رمضان کے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن(حاشية مسند احمد)

قال الهيثمي: رواه أحمد، وأبو يعلى بنحوه، وفيه عبد الله بن قريظ ذكره ابن أبي حاتم، ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۷۹۵، باب احترام شهر رمضان ومعرفة حقه)

قال حسين سليم اسد الدارانی:عبد الله بن قريط وثقه ابن حبان وباقی رجاله ثقات(حاشية مسند ابی يعلى، تحت رقم الحديث ۱۰۵۸)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ابن مبارک کی ایک روایت میں عبداللہ بن قرط ذکر فرمایا ہے، اور اسی طرح ابن حبان نے بھی اسی نام سے حدیث روایت کی ہے، اور بعض نے عبداللہ بن قریط قرار دیا ہے۔

ورواه غيره عن ابن المبارک فقال: عبد الله بن قرط(شعب الايمان تحت رقم الحديث ۳۳۵۱)

عبداللہ بن قرط کو ابن حبان نے شامی فرمایا ہے، اور ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

عبد الله بن قرط شامي يروى عن عطاء بن يسار روى عنه يحيى بن أيوب التجيبى (الثقات لابن حبان، ج۷،ص۶، رقم الترجمة ۸۶۲۲، باب العين)

www.idaraghufran.org

روزے رکھے اور ان کی حدود کو پہچانا اور ان چیزوں کی حفاظت کی جن چیزوں کی حفاظت روزے کے لئے ضروری تھی، تو یہ روزے اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہوجائیں گے (مسند احمد، ابویعلیٰ)

روزہ کی اسی قسم کی ان گنت و بے شمار خصوصیات وفضائل کی وجہ سے، **بعض احادیث میں کسی عمل کے روزہ کے برابر نہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔**

چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اِمُرْنِىْ بِعَمَلٍ ؟قَالَ عَلَيْکَ بِالصَّوْمِ ،فَاِنَّهٗ لَاعِدْلَ لَهٗ، قُلْتُ :يَارَسُوْلَ اللهِ اِمُرْنِىْ بِعَمَلٍ ؟قَالَ: عَلَيْکَ بِالصَّوْمِ ،فَاِنَّهٗ لَاعِدْلَ لَهٗ (سنن النسائی،رقم الحديث ۲۲۲۳، ج۴ص ۱۶۵، کتاب الصيام، ومسند احمد، رقم الحديث ۲۲۱۴۹) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ کو لے لو، کیونکہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں، میں نے (دوبارہ) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے، آپ نے (پھر یہی) فرمایا کہ روزہ کو لے لو، کیونکہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں (نسائی)

بعض روایات میں یہ تفصیل آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو سننے کے بعد حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کثرت سے روزے رکھنے لگے تھے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[2] فمرنى يا رسول الله بأمر ينفعنى الله به .قال: " عليک بالصوم، فإنه لا مثل له " قال: وكان أبو أمامة لا يكاد يرى فى بيته الدخان بالنهار، فإذا رئى الدخان بالنهار، عرفوا أن ضيفا اعتراهم مما كان يصوم هو وأهله (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۲۲۰،المعجم الكبير للطبرانى، ج۸ص ۹۱، رقم الحديث ۷۴۶۳)

قال الهيثمى:رواه أحمد والطبرانى فى الكبير، ورجال أحمد رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۰۸۷،باب فى فضل الصوم)

قال شعيب الارنؤوط:اسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ بعض حیثیات سے روزہ دوسرے تمام اعمال پر فضیلت اور سبقت رکھتا ہے۔

جب روزہ کی انتہائی عظمت، اہمیت اور فضیلت معلوم ہوگئی، تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رمضان کے روزہ کو بغیر شرعی عذر کے چھوڑ دینا، انتہائی نقصان اور خسارہ کی بات ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ ،وَلَا مَرَضٍ ،لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ، وَإِنْ صَامَهُ (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۷۲۳،ابواب الصوم، باب ماجاء فی الافطارمتعمدا، مسند احمد رقم الحدیث ۹۷۰۶)

ترجمہ: جو شخص بغیر عذر اور بغیر بیماری کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کردے (یعنی یا تو بالکل نہ رکھے، یا رکھ کر توڑدے) تو پھر چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا (ترمذی)

محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] قال الترمذی:

حديث أبي هريرة لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وسمعت محمدا يقول: " أبو المطوس: اسمه يزيد بن المطوس ولا أعرف له غير هذا الحديث " (سنن الترمذی، حواله بالا)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف(حاشية مسند احمد)

[2] قال ابن مسعود: من أفطر يوما من رمضان من غير رخصة لقي الله به، وإن صام الدهر كله، إن شاء غفر له، وإن شاء عذبه(المعجم الكبير للطبرانی،ج۹ص۳۱۴، رقم الحديث۹۵۷۴ ،مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۷۴۷۶، باب حرمة رمضان،السنن الكبرىٰ للبيهقی، رقم الحديث ۸۱۴۵)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۹۷۹، باب فيمن أفطر في شهر رمضان متعمدا أو جامع)

وأخرج البيهقي عن ابن مسعود موقوفًا :من أفطر يومًا من رمضان متعمدًا، لم يقضه أبدًا طول الدهر ومثل ذلک لا يقال من قبيل الرأی (فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار للصنعانی، تحت رقم الحديث ۲۸۰۲، كتاب الصيام،باب التشديد فيمن أفطر لغير عذر)

اور بعض کئی آثار میں بھی یہ مضمون آیا ہے۔ [1]

اسی وجہ سے بعض علماء کی تحقیق یہی ہے کہ جس نے رمضانُ المبارک کے روزہ کو بلا وجہ کھودیا تو اس کی قضاء ہو ہی نہیں سکتی، چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے۔

مگر جمہور فقہاء وعلماء کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ بلا عذر رکھا ہی نہیں، تو ایک روزہ کے بدلے ایک روزہ سے قضاء ہو جائے گی اور اگر روزہ رکھ کر بلا شرعی عذر کے توڑ دیا، تو قضاء کے ایک روزہ کے علاوہ بعض صورتوں میں کفارہ اداء کرنے سے فرض ذمہ میں سے اداء ہو جائے گا۔

لیکن یہ حکم فریضہ کے اداء ہونے سے متعلق ہے، جہاں تک برکت اور فضیلت کا تعلق ہے، تو وہ بلاشبہ کسی طرح ہاتھ نہیں آسکتی، حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے، اور موسم کے اعتبار سے چیزوں کی قیمت بڑھتی اور چڑھتی ہے۔

---

[1] ویذکر عن أبی هریرة رفعه من أفطر یوما من رمضان من غیر عذر ولا مرض لم یقضه صیام الدهر وإن صامه وبه قال ابن مسعود وقال سعید بن المسیب والشعبی وابن جبیر وإبراهیم وقتادة وحماد یقضی یوما مکانه(صحیح البخاری، ج۳ص ۳۲، کتاب الصوم، باب إذا جامع فی رمضان)

وأما قول ابن مسعود فأخبرنا أحمد بن أبی بکر فی کتابه أن عیسی بن عبد الرحمن أخبره أنا محمد بن إبراهیم الإربلی عن شهدة بنت الإبری سماعا أن طراد بن محمد بن علی الزینبی أخبرهم أنا أبو الفتح هلال بن محمد بن جعفر الحفار أنا الحسین بن یحیی بن عباس ثنا إبراهیم بن محشر ثنا عبیدة بن حمید عن منصور عن واصل عن المغیرة بن عبد الله الیشکری قال حدثت أن عبد الله بن مسعود قال من أفطر یوما من رمضان من غیر علة لم یجزه صیام الدهر حتی یلقی الله عز وجل فإن شاء غفر له وإن شاء عذبه.

رواه البیهقی فی السنن الکبیر عن هلال الحفار فوافقناه فیه بعلو درجة علی طریقه.

وهکذا رواه عبد الرزاق عن الثوری عن واصل الأحدب وإسناده صحیح لو فسر المغیرة من حدثه.

ثم رأیته فی مصنف ابن أبی شیبة قال ثنا وکیع عن سفیان عن واصل عن مغیرة عن فلان بن الحارث عن ابن مسعود به والرجل مع ذلک مبهم لکن یعتضد بمجیئه من وجه آخر.

قال البیهقی أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن یعقوب ثنا الحسن بن علی بن عفان ثنا أبو أسامة عن عبد الملک ثنا أبو المغیرة الثقفی عن عرفجة قال قال عبد الله بن مسعود من أفطر یوما من رمضان متعمدا من غیر علة ثم قضی طول الدهر لم یقبل منه.

وأخرجه الطبرانی فی الکبیر أیضا(تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری لابنِ حجر، ج۳ص ۱۷۲، وص ۱۷۳، کتاب الصوم، باب إذا جامع فی رمضان)

www.idaraghufran.org

رمضانُ المبارک کا مہینہ فرض روزوں کے لئے خاص کر دیا گیا ہے۔

یہ مہینہ روزوں کا ایک خاص موسم ہے، اس مہینہ میں روزہ رکھنے پر جو کچھ ملتا ہے، بعد میں اس کی قضاء رکھ لینے پر رمضان والی فضیلت حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ روزہ اپنے خاص مقام سے ہٹ گیا، البتہ معذور اور مجبور لوگوں کا معاملہ الگ ہے، ان پر اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل فرماتے ہوئے دوسرے دِنوں میں قضاء کرنے کی صورت میں بھی وہی برکات عطاء فرماتا ہے۔

بہت سے تن درست اور صحت مند لوگ رمضانُ المبارک کے روزے نہیں رکھتے اور ذرا سی بھوک، پیاس اور معمولی سی بیڑی، سگریٹ، پان، تمباکو، نسوار، چائے، قہوہ وغیرہ، یا دنیا کی دوسری مصروفیات کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیتے ہیں۔

انہیں دنیا کے ذرا سے مزے اور طلب کی خاطر اپنی قبر اور آخرت کو خراب کرنے اور انتہائی عظیم اجر وثواب کے محروم ہونے سے بچنا چاہئے۔

روزہ کی حکمتیں

شریعت کے احکام کی اصل بنیاد تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پورا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو حاصل کرنا ہے۔

اور یہی فلسفہ اور حکمت روزہ میں بھی ہے۔

لیکن یہ بات بھی واضح ہے کہ اللہ کے حکم کو پورا کرنے میں جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، وہاں ساتھ ساتھ بے شمار دوسرے دنیوی اور اخروی فوائد اور حکمتیں بھی حاصل ہوتی ہیں، جن کا صحیح طرح سے ہم لوگ احاطہ وشمار نہیں کر سکتے۔

مگر کچھ حکمتیں شریعت کی بے پناہ مہربانیوں کی وجہ سے بندوں کو اعمال کی طرف راغب کرنے کے لئے بتلا دی جاتی ہیں اور کچھ حکمتیں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے دلوں میں بھی ڈال دیتا ہے۔

چنانچہ اسی بنیاد پر روزہ کی کچھ حکمتیں یہ بیان کی گئی ہیں:

(1)......روزہ کا محبتِ الٰہی کی پہچان اور نشانی ہونا

(1)......روزہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی بڑی پہچان اور نشانی ہے۔

جیسے کوئی شخص کسی کی محبت میں مست اور سرشار ہو کر کھانا، پینا اور میاں بیوی والے خصوصی تعلقات چھوڑ دیتا ہے، اسی طرح روزہ دار اللہ جلّ شانہٗ کی محبت میں گُم ہو کر اسی حالت کا اظہار اور ترجمانی کرتا ہے، اور اسی وجہ سے غیرُ اللہ کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں۔

(2)......روزہ سے نفسانی خواہشات کا کمزور ہو جانا

(2)...... روزہ دار کی نفسانی خواہشات کمزور اور سُست ہو جاتی ہیں ،جس کے نتیجہ میں گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

(3)......روزہ سے خوف وخشیت اور تقویٰ کا پیدا ہونا

(3)...... روزے سے انسان میں اللہ کا خوف وخشیت اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے،جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

(4)......روزہ سے روحانی قوت میں اضافہ ہونا

(4)...... روزے کی وجہ سے روحانی قوت اور طاقت میں اضافہ ہوتا ہے،جس کے نتیجہ میں مادی تقاضے کمزور اور روحانیت میں ترقی ہوتی ہے۔

(5)......روزہ سے شکر کی توفیق اور نعمت کی قدردانی کا جذبہ پیدا ہونا

(5)...... روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کا تقاضا پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کی قدر کرنے کا جذبہ اور توفیق حاصل ہوتی ہے۔

(6)......روزہ سے عاجزی، مسکنت وغیرہ کا پیدا ہونا

(6)...... روزہ رکھنے سے اپنی عاجزی، مسکنت اور اپنے محتاج ہونے کا خیال ترقی پکڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور قدرت و بے نیازی پر نظر جاتی ہے۔

(7)......روزہ سے انسانی ہمدردی اور مسکینوں پر رحم ومحبت کا پیدا ہونا

(7)......روزہ رکھنے سے انسانی ہمدردی اور مسکینوں پر رحم اور ان کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔

(8)......روزہ سے حیوانی خصلتوں سے نجات حاصل ہونا

(8)...... روزہ رکھنے سے جانوروں اور حیوانوں کی خصلتوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ اوراشرفُ المخلوقات کی صفات حاصل ہوتی ہیں۔

(9)......روزہ سے فرشتوں کی مشابہت اور قرب کا حاصل ہونا

(9)......روزہ رکھ کر فرشتوں کی مشابہت اور ان کے قُرب کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

(10)......روزہ سے جسمانی بیماریوں سے حفاظت ہونا

(10)...... جسمانی بیماریوں، خاص کر معدے کے امراض اور بلغمی بیماریوں کے لئے روزہ بے حد مفید ہے۔

(11)......روزہ سے بصیرت اور دور اندیشی میں اضافہ ہونا

(11)......روزہ رکھنے سے انسان کی بصیرت کھلتی ہے اور دور اندیشی و باریک بینی کا خیال ترقی پکڑتا ہے، جس کے نتیجہ میں بہت سی مخلوقات و مصنوعات کے حقائق اور ان کے راز بھی کھلنے شروع ہوجاتے ہیں۔

(12)......روزہ سے بری اور غلط عادات سے نجات حاصل ہونا

(12)......روزہ کے ذریعہ سے بُری اور غلط عادات (مثلاً سگریٹ نوشی، منشیات وغیرہ) سے بچنا آسان ہوجاتا ہے۔

(13)......روزہ سے اخوت اور مساوات کا جذبہ پیدا ہونا

(13)......خاص طور پر رمضان کا روزہ اسلامی برادری میں مساوات کا سبب بنتا ہے۔ کیونکہ امیر اور غریب باوجود ایک دوسرے سے مال و دولت میں کم زیادہ ہونے کے روزہ میں ایک ساتھ مل کر ایک ہی وقت میں کھانے پینے کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مساوی ہوجاتے ہیں اور مال و دولت کا عارضی امتیاز درمیان میں حائل نہیں رہتا۔

(14)......روزہ سے ایمانی جوہر اور توانائی کا حاصل ہونا

(14)...... روزہ دار کو ایک ایسا ایمانی جوہر اور ایسی توانائی حاصل ہوتی ہے، جو انفرادی اور اجتماعی معاشرے کی اصلاح کا سبب بنتی ہے، کیونکہ روزہ دار کے دل میں کسی کی حق تلفی، عداوت، بغض، دشمنی، بے حیائی، غیبت اور چغل خوری وغیرہ کے خیالات کم پیدا ہوتے ہیں۔

(15)......روزہ سے صبر وتحمل کا پیدا ہونا اور بے صبری سے نجات ملنا

(15)...... روزہ کی وجہ سے بنی نوع انسان میں صبر وتحمل کا مزاج پیدا ہوتا ہے، اور بے صبری سے بچنا آسان ہوجاتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی اور بہت سے روزے کے دنیوی واخروی فائدے ہیں۔ [1]

---

[1] روزہ کی ان ہمہ جہت خوبیوں کی وجہ سے قرآن مجید میں کئی جگہ روزہ کا تذکرہ فرمایا گیا اور کئی دوسری چیزوں کے لئے بھی روزہ کو مقرر کیا گیا ہے۔

تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل آیات کی طرف رجوع فرمائیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٣)

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌلَّكُمْ (ايضاً ، رقم الآية ١٨٤) فَلْيَصُمْهُ (ايضاً، رقم الآية ١٨٥)

فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ (ايضاً آيت ١٩٦) فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ (ايضاً، رقم الآية ١٩٦)

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ (سورة النساء ، رقم الآية ٩٢)

اَوْعَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًالِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ (سورة المائدة،رقم الآية ٩٥)

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ(ايضاً ،رقم الآية ٨٩)

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمَاتِ (سورة الاحزاب، رقم الآية ٣٥)

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ (سورة المجادلة، رقم الآية ٤)

وفوائد الصيام كثيرة من الناحيتين الروحية والمادية:

فالصوم طاعة لله تعالى، يثاب عليها المؤمن ثواباً مفتوحاً لا حدود له، لأنه لله سبحانه، وكرم الله واسع، وينال بها رضوان الله، واستحقاق دخول الجنان من باب خاص أعد للصائمين يقال له الريان ويبعد نفسه عن عذاب الله تعالى بسبب ما قد يرتكبه من معاص، فهو كفارة للذنوب من عام لآخر، وبالطاعة يستقيم أمر المؤمن على الحق الذى شرعه الله عز وجل، لأن الصوم يحقق التقوى التى هى امتثال للأوامر الإلهية واجتناب النواهى، قال الله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم، لعلكم تتقون)

والصوم مدرسة خلقية كبرى يتدرب فيها المؤمن على خصال كثيرة، فهو جهاد للنفس، ومقاومة للأهواء ونزعات الشيطان التى قد تلوح له، ويتعود به الإنسان خلق الصبر على ما قد يُحرَم منه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

رمضان کے پورے مہینے مسلسل روزہ رکھنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کے لئے رمضان المبارک کا پورا مہینہ مقرر فرمایا ہے۔

اگرایک ساتھ پورے ایک مہینہ کے روزے فرض نہ ہوتے، بلکہ تھوڑے تھوڑے کرکے رکھوائے جاتے، تو اس سے نفس کی شہوانی قوت کے دبانے اور نفس کو پاکیزہ کرنے کا وہ فائدہ حاصل نہ ہوتا، جو پورے ایک مہینہ کے روزے رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اوراس کا آج کل کے ماہرین نے بھی اعتراف کیا ہے کہ مسلسل ایک مہینہ روزہ رکھنا صحت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعلى الأهواء والشدائد التى قد يتعرض لها، إذ يجد الطعام الشهى يطبخ أمامه، والروائح تهيج عصارات معدته، والماء العذب البارد يترقرق فى ناظريه، فيمتنع منه، منتظراً وقت الإذن الربانى بتناوله .والصوم يعلّم الأمانة ومراقبة الله تعالى فى السر والعلن؛ إذ لا رقيب على الصائم فى امتناعه عن الطيبات إلا الله وحده .والصوم يقوى الإرادة، ويشحذ العزيمة، ويعلّم الصبر، ويساعد على صفاء الذهن، واتقاد الفكر، وإلهام الآراء الثاقبة إذا تخطى الصائم مرحلة الاسترخاء، وتناسى ما قد يطرأ له من عوارض الارتخاء والفتور أحياناً، قال لقمان لابنه :يا بنى، إذا امتلأت المعدة نامت الفكرة، وخرست الحكمة، وقعدت الأعضاء عن العبادة .والصوم يعلّم النظام والانضباط؛ لأنه يجبر الصائم على تناول الطعام والشراب فى وقت محدد وموعد معين .والصوم يشعر بوحدة المسلمين الحسية فى المشارق والمغارب، فهم جميعاً يصومون ويفطرون فى وقت واحد؛ لأن ربهم واحد، وعبادتهم موحدة .وينمى الصوم فى الإنسان عاطفة الرحمة والأخوة، والشعور برابطة التضامن والتعاون التى تربط المسلمين فيما بينهم، فيدفعه إحساسه بالجوع والحاجة مثلاً إلى صلة الآخرين، والمساهمة فى القضاء على غائلة الفقر والجوع والمرض، فتقوى أواصر الروابط الاجتماعية بين الناس، ويتعاون الكل فى معالجة الحالات المرضية فى المجتمع .والصوم فعلاً يجدد حياة الإنسان بتجدد الخلايا وطرح ماشاخ منها، وإراحة المعدة وجهاز الهضم، وحمية الجسد، والتخلص من الفضلات المترسبة والأطعمة غير المهضومة، والعفونات أو الرطوبات التى تتركها الأطعمة والأشربة، قال النبى صلّى الله عليه وسلم :صوموا تصحوا، وقال طبيب العرب : الحارث بن كَلَدة :المعدة بيت الداء، والحِمْية رأس كل دواء .والصيام جهاد للنفس، وتخليصها مما علق بها من شوائب الدنيا وآثامها، وكسر حدة الشهوة والأهواء، وتهذيبها وضبطها فى طعامها وشرابها، بدليل قول النبى صلّى الله عليه وسلم :يا معشر الشباب :من استطاع منكم الباء ة، فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء وقال الكمال بن الهمام :الصوم ثالث أركان الإسلام بعد لا إله إلا الله، محمد رسول الله والصلاة، شرعه سبحانه لفوائد أعظمها كونه موجباً أشياء :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے لئے بھی مفید ہے، بشرطیکہ سحری وافطار وغیرہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔

اوراس کے علاوہ متفرق طور پر روزے رکھنے سے خوشی کا وہ سماں بھی حاصل نہ ہوتا، جوایک مہینہ کے مسلسل روزے رکھنے کے بعد عید کے دن حاصل ہوتا ہے۔

پھر اگر بندوں کو اختیار دے دیا جاتا کہ سال بھر میں جس کا جب دل چاہے، مقررہ تعداد میں روزے رکھ لے، تو اس میں یکجہتی بھی نہ رہتی، کبھی ایک شخص رکھتا، کبھی دوسرا شخص رکھتا اوراسی طرح بہت سے لوگ مقررہ تعداد میں روزے رکھنے سے محروم ہوجاتے، کیونکہ اجتماعی صورت میں جو کام آسانی سے ہوجاتا ہے، وہ انفرادی طور پر نہیں ہو پاتا، جیسا کہ اس کا عام مشاہدہ ہے کہ رمضانُ المبارک کے علاوہ عام طور پر پورے سال اتنے روزے رکھنے کی توفیق نہیں ہوتی، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعیت میں بے شمار برکتیں رکھی ہیں۔

اور رمضانُ المبارک میں اجتماعی برکات کا ہر ایک کو مشاہدہ ہوتا ہے کہ جو سرور اور کیفیت ہر طرف رمضان کے مہینہ میں نظر آتی ہے، وہ پورے سال میں میسر نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ اس بابرکت مہینے کی قدر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

منها :سكون النفس الأمارة، وكسر سورتها فى الفضول المتعلقة بجميع الجوارح من العين واللسان والأذن والفرج، فإن به تضعف حركتها فى محسوساتها، ولذا قيل :إذا جاعت النفس شبعت جميع الأعضاء ، وإذا شبعت جاعت كلها.

ومنها :كونه موجباً للرحمة والعطف على المساكين، فإنه لما ذاق ألم الجوع فى بعض الأوقات، ذكر من هذا حاله فى عموم الأوقات، فتسارع إليه الرقة عليه، فينال بذلك ما عند الله تعالى من حسن الجزاء .

ومنها :موافقة الفقراء بتحمل ما يتحملون أحياناً، وفى ذلك رفع حاله عند الله تعالى.

وقال فى الإيضاح :اعلم أن الصوم من أعظم أركان الدين وأوثق قوانين الشرع المتين، به قهر النفس الأمارة بالسوء ، وإنه مركب من أعمال القلب، ومن المنع عن المآكل والمشارب والمناكح عامة يومه، وهو أجمل الخصال، غير أنه أشق التكاليف على النفوس، وقد مدحه الله بآية (إن المسلمين والمسلمات) ... (والخاشعين والخاشعات والمتصدقين والمتصدقات والصائمين والصائمات) (الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج٣، ص١٦١٧ الىٰ ص١٦٢٠ ،القسم الأول، الباب الثانى، الفصل الاول، المبحث الاول، المطلب الأول)

(باب نمبر3)

روزہ کے فرض اور صحیح ہونے کی شرائط واحکام

امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ [1]

البتہ رمضان کا روزہ فرض اور صحیح ہونے کی کچھ شرائط ہیں، جن لوگوں میں یہ شرائط پائی جائیں، ان پر روزہ فرض، اور ان کا روزہ درست وصحیح ہوتا ہے، ورنہ نہیں۔

یہ شرائط کئی طرح کی ہیں، اور ان سے متعلقہ مسائل بھی بہت ہیں، ان کی تفصیل معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔

ماہِ رمضان کا روزہ فرض ہونے کا سبب ''رمضان کا مہینہ'' ہے، جس طرح نماز فرض ہونے کا سبب ''وقت'' ہے، لہٰذا رمضان کا روزہ جو فرض ہوتا ہے، وہ رمضان کے مہینہ کو پانے کے سبب سے فرض ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] الحكم التكليفي:
أجمعت الأمة على أن صوم شهر رمضان فرض .والدليل على الفرضية الكتاب والسنة والإجماع.
أما الكتاب، فقوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون)وقوله (كتب عليكم) : أى فرض.
وقوله تعالى :(فمن شهد منكم الشهر فليصمه)
وأما السنة، فحديث ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :بنى الإسلام على خمس :شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان .
كما انعقد الإجماع على فرضية صوم شهر رمضان، لا يجحدها إلا كافر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص۷،۸،مادة"صوم"حرف الصاد)

[2] السبب الموجب -وهو شهود الشهر(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۲، ص۱۵۸، مادة "رخصة" حرف الراء)
الشهر، وهو السبب لوجوب الصوم(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۱۶،ص۱۰۳،مادة"جنون" حرف الجيم)

جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٥)

ترجمہ: پس جو حاضر ہو تم میں سے (رمضان کے) مہینہ میں، تو اسے چاہئے کہ وہ روزہ رکھے اس (مہینہ) کا (سورہ بقرہ) [1]

اور روزہ کو عربی زبان میں ''صوم'' کہا جاتا ہے، جس کی جمع ''صیام'' آتی ہے، صوم کے عربی لغت میں معنیٰ ''رکنے'' کے ہیں۔ [2]

---

[1] پھر اس میں اختلاف ہے کہ سببِ وجوبِ صوم ''مطلق شہودِ شہر'' ہے (کہ سبب ہونے میں رمضان کی راتیں اور دن برابر ہیں) یا پھر سببِ وجوبِ صوم خاص ''رمضان کے دن'' ہیں نہ کہ راتیں۔

وسبب وجوبه الشهر لإضافته إليه يقال: صوم رمضان، ولتكرره بتكرار الشهر، وكل يوم سبب وجوب صومه(الاختيار لتعليل المختار، ج ا ص ١٢٥، كتاب الصوم)

وسبب رمضان شهود جزء من الشهر اتفاقا لكن اختلفوا فذهب السرخسي إلى أن السبب مطلق شهود الشهر حتى استوى في السببية الأيام والليالي، وذهب الدبوسي وفخر الإسلام وأبو اليسر إلى أن السبب الأيام دون الليالي أي الجزء الذي لا يتجزأ من كل يوم سبب لصوم ذلك اليوم فيجب صوم جميع الأيام مقارنا إياه، وثمرة الخلاف تظهر فيمن أفاق في أول ليلة من الشهر ثم جن قبل أن يصبح ومضى الشهر، وهو مجنون ثم أفاق فعلى قول السرخسي يلزمه القضاء، ولو لم يتقرر السبب في حقه بما شهد من الشهر حال إفاقته لم يلزمه، وعلى قول غيره لا يلزمه القضاء، وصححه السراج الهندي في شرح المغني؛ لأن الليل ليس بمحل للصوم فكان الجنون والإفاقة فيه سواء، وعلى هذا الخلاف لو أفاق ليلة في وسط الشهر ثم أصبح مجنونا، وكذا لو أفاق في آخر يوم من رمضان بعد الزوال وجمع في الهداية بين القولين بأنه لا منافاة فشهود جزء منه سبب لكله ثم كل يوم سبب وجوب أدائه غاية الأمر أنه تكرر سبب وجوب صوم اليوم باعتبار خصوصه ودخوله في ضمن غيره كذا في فتح القدير، والذي يظهر أن صاحب الهداية يختار غير قول السرخسي؛ لأن السرخسي يقول: كل يوم مع ليلته سبب للوجوب لا اليوم وحده، وتمام تقريره في الأصول (البحر الرائق، ج٢ص ٢٧٦، كتاب الصوم)

[2] الصوم في اللغة :الإمساك مطلقا عن الطعام والشراب والكلام والنكاح والسير .قال تعالى -حكاية عن مريم عليها السلام :-(إني نذرت للرحمن صوما فلن أكلم اليوم إنسيا)

والصوم :مصدر صام يصوم صوما وصياما .

وفي الاصطلاح :هو الإمساك عن المفطر على وجه مخصوص .

الألفاظ ذات الصلة:

أ -الإمساك:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اسی وجہ سے روزہ کا بنیادی رکن ''پورے دن، روزہ فاسد کرنے والی چیزوں سے رکنا، اور بچنا'' ہے۔ [1]

فقہائے کرام نے روزہ فرض اور صحیح ہونے کی جو شرائط بیان فرمائی ہیں، آگے ان کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

فقہائے کرام نے جو روزہ کی شرائط بیان فرمائی ہیں، وہ تین قسم کی ہیں۔

(1)......شرائطِ وجوب: یعنی ایسی شرائط، جن کے پائے جانے پر روزہ کا واجب ہونا، ذمہ میں ثابت ہوتا ہے، اگرچہ خاص اس وقت اداء کرنا واجب نہ ہو، جیسے مسلمان ہونا، عاقل، بالغ ہونا، وجوب کا علم ہونا۔

یہ وہ شرائط کہلاتی ہیں، جن کے بغیر روزہ واجب ہی نہیں ہوتا۔

(2)......شرائطِ وجوبِ اداء: یعنی ایسی شرائط، جن کے پائے جانے پر روزہ کو اداء کرنا، اور رکھنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإمساك لغة :هو حبس الشيء والاعتصام به، وأخذه وقبضه، والإمساك عن الكلام هو: السكوت، والإمساك :البخل .وقوله تعالى :(فأمسكوهن في البيوت)
أمر بحبسهن وهو بذلك أعم من الصوم.

ب -الكف:

الكف عن الشيء لغة :تركه، وإذا ذكر المتعلق من الطعام والشراب كان مساويا للصوم.

ج -الصمت:

الصمت وكذا السكوت لغة :الإمساك عن النطق.

وهما أخص من الصوم لغة، لا شرعا، لأن بينهما وبينه تباينا(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٨، ص٧، مادة''صوم'' حرف الصاد)

[1] ركن الصوم:

ركن الصوم باتفاق الفقهاء هو :الإمساك عن المفطرات ، وذلك من طلوع الفجر الصادق، حتى غروب الشمس.

ودليله قوله تعالى :(كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل)

والمراد من النص :بياض النهار وظلمة الليل، لا حقيقة الخيطين، فقد أباح الله تعالى هذه الجملة من المفطرات ليالي الصيام، ثم أمر بالإمساك عنهن في النهار، فدل على أن حقيقة الصوم وقوامه هو ذلك الإمساك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ١٩ ،مادة''صوم''حرف الصاد)

بھی واجب ہوجاتا ہے، جیسے صحت مند ہونا، مقیم ہونا، حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

یہ وہ شرائط کہلاتی ہیں، جن کے پائے جانے پر روزہ کو رکھنا واجب بھی ہوجاتا ہے۔

(3)......شرائطِ صحت: یعنی ایسی شرائط، جن کے پائے جانے پر روزہ رکھا جائے، تو وہ درست اور صحیح بھی ہوجاتا ہے، جیسے روزہ کی نیت کا ہونا، حیض ونفاس سے پاک ہونا، روزہ کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بچنا۔

یہ وہ شرائط کہلاتی ہیں، جن کے پائے جائے بغیر روزہ رکھنا صحیح نہیں ہوتا۔

ان شرائط اور بعض متعلقہ جزئیات میں فقہائے کرام کا اختلاف بھی ہے، ہم نے آگے ان کو الگ الگ عنوانات کے تحت ذکر کیا ہے، اور ان کے ذیل میں متعلقہ اور بعض اختلافی مسائل کی وضاحت بھی کردی ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] فنقول للصوم شروط بعضها للوجوب وبعضها شرط صحة الأداء.

فمنها الوقت وهو شرط الوجوب فى حق الصوم الواجب وشرط الأداء فى حق الصيامات كلها وهو اليوم من وقت طلوع الفجر إلى وقت غروب الشمس قال الله تعالى :"ثم أتموا الصيام إلى الليل"

(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ۱ ص ۳۴۲، كتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر1)

مسلمان ہونا

(غیر مسلم، نومسلم اور مرتد کے روزہ کے احکام)

روزہ واجب ہونے کی پہلی شرط ''اسلام'' ہے، یعنی جس پر روزہ واجب ہے، اس کا مسلمان ہونا شرط ہے، دنیا میں شرعی احکام کا مکلّف ہونے کے لئے مسلمان ہونا بنیادی شرط ہے۔[1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٣ پ ٢)

ترجمہ: اے ایمان والو فرض کیے گئے تم پر روزے (سورہ بقرہ)

اس آیت میں مؤمنوں کو خطاب فرما کر ان پر روزوں کو فرض قرار دیا گیا ہے۔

روزہ ایک عبادت ہے، اور ہر عبادت کے عملاً فرض، بلکہ صحیح ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔[2]

---

[1] شروط وجوب الصوم:
شروط وجوب الصوم، أی: اشتغال الذمة بالواجب - كما يقول الكاسانی - هی شروط افتراضه والخطاب به. وهی:
أ - الإسلام، وهو شرط عام للخطاب بفروع الشريعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص١٩، ٢٠، مادة "صوم" حرف الصاد)

[2] کافر کے عبادت کا مکلّف ہونے کے سلسلہ میں حنفیہ کے تین موقف ہیں، پہلا یہ کہ کافر عبادت کا ادا اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مکلّف نہیں (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے اعتقاد اور اس کے عملاً ترک کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا) یہ علمائے سمرقند کا موقف ہے؛ دوسرا یہ کہ کافر عبادت کا فقط اعتقاد کے اعتبار سے مکلّف ہے (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے صرف ترکِ اعتقاد کی وجہ سے عذاب ہوگا) یہ علمائے بخاریٰ کا موقف ہے؛ تیسرا یہ کہ کافر عبادت کا اداء اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مکلّف ہے (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے اعتقاد اور اس کے عملاً ترک دونوں کی وجہ سے عذاب ہوگا) یہ علمائے عراق کا موقف ہے۔
بعض محققین نے اس تیسرے وآخری موقف کو معتمد قرار دیا ہے؛ لیکن یہ سب بحث آخرت کے عذاب کے اعتبار سے ہے،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 1......غیر مسلم، یا مرتد کے روزہ رکھنے کی حیثیت

مسئلہ نمبر 1......اگر کوئی کافر روزہ رکھے، تو اس کا روزہ عبادت نہ بننے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوتا، خواہ وہ مشرک ہو، یا یہودی ہو، یا عیسائی وغیرہ ہو۔

اور اس بارے میں جو حکم کافر کا ہے، وہی حکم مرتد کا بھی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2......رمضان میں طلوعِ فجر سے پہلے مسلمان ہونے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 2......اگر کوئی عاقل بالغ (غیر مسلم) شخص رمضان میں طلوعِ فجر سے ذرا سی دیر پہلے مسلمان ہو جائے، تو اس پر اس دن کا روزہ فرض ہو جائے گا، کیونکہ اس نے اس دن کے روزہ کی فرضیت کے وقت کو پالیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کافر کے اسلام لانے کے بعد جب تک اُس میں دیگر شرائط نہ پائی جائیں، اُس وقت تک اُس پر روزہ رکھنا فرض نہیں ہوتا، جس کی تفصیل ہم نے ایک مستقل رسالہ میں بیان کردی ہے۔

وأما الإسلام فهو شرط وجوب الصوم وسائر العبادات عندنا خلافا للشافعي.

وهو شرط صحة الأداء بلا خلاف، ولقب المسألة أن الكفار غير مخاطبين بشرائع هي عبادات عندنا خلافا له(تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ١ ص ٣٥٠، كتاب الصوم)

فلا يجب الصوم على الكافر في حق أحكام الدنيا بلا خلاف(بدائع الصنائع، ج ٢، ص ٨٧، كتاب الصوم، فصل شرائط أنواع الصيام)

[1] وأما الذي يرجع إلى الصائم فمنها: الإسلام فإنه شرط جواز الأداء بلا خلاف، وفي كونه شرط الوجوب خلاف سنذكره في موضعه(بدائع الصنائع، ج ٢، ص ٨٣، كتاب الصوم، فصل شرائط أنواع الصيام)

قال: (صوم رمضان فريضة على كل مسلم عاقل بالغ أداء وقضاء) أما الفرضية فلما ذكرنا. وأما الإسلام فلأن الكافر ليس أهلا للعبادة(الاختيار لتعليل المختار، ج ١ ص ١٢٥، كتاب الصوم)

(على كل مسلم مكلف) فلا يجب على الكافر والصبي والمجنون المستغرق جميع الشهر بالاتفاق(مجمع الانهر، ج ١ ص ٢٣١، كتاب الصوم، صوم شهر رمضان)

[2] ولو أسلم الكافر قبل طلوع الفجر بمقدار ما يمكنه النية فعليه صوم الغد وإلا فلا (بدائع الصنائع، ج ٢ ص ٨٩، فصل شرائط انواع الصيام)

فوجب أن يكون كل يوم سببا على حدة ولهذا لو أسلم الكافر أو بلغ الصبي عن طلوع الفجر يلزمه صومه وإن لم يدرك الليل وهذا اختيار علي البزدوي – رحمه الله –(تبيين الحقائق، ج ١ ص ٣١٣، كتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

البتہ ایسے شخص کے رمضان کے جو روزے اس سے پہلے گذر گئے، ان کی قضاء کی ضرورت نہیں ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر3...... جو ایسی جگہ اسلام لایا، جہاں روزہ کی فرضیت کا علم نہ ہو

مسئلہ نمبر3...... اگر کوئی کافر غیر مسلموں کے ایسے ملک میں اسلام لایا، جہاں اسے روزے کی فرضیت کا علم نہ ہوا، تو جب تک اسے علم نہ ہوگا، اس وقت تک اس پر روزے فرض نہ ہوں گے، جس کی تفصیل آگے ''روزہ کا علم ہونے'' کی بحث میں آرہی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر4...... رمضان میں طلوعِ فجر کے بعد مسلمان ہونے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر4...... جو غیر مسلم رمضان میں طلوعِ فجر کے بعد دن کے کسی حصہ میں مسلمان ہوا، تو اس پر اس دن کا روزہ فرض نہیں، اور نہ ہی بعد میں اس دن کے روزہ کی قضاء واجب ہے، اور اگر وہ اس دن کا روزہ رکھے، تو درست نہیں، کیونکہ روزہ شروع ہونے کے وقت اس میں مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے روزہ کے صحیح ہونے کی شرط اور روزہ کی اہلیت نہیں پائی جاتی، البتہ بعض فقہاء کے نزدیک اس کو دن کے باقی حصہ میں رمضان کے احترام کی وجہ سے کھانے پینے سے بچنا ضروری ہے، اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔

---

[1] فإن أسلم الكافر في شهر رمضان، صام ما يستقبل من بقية شهره، وليس عليه قضاء ما سبق بالاتفاق(الفقه الإسلامي وأدلتهٗ للزحيلي ، ج٣،ص ١٦٦٤،القسم الاول ،الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث الرابع،المطلب الاول)

[2] ولو أسلم الكافر في دار الحرب وعلم بوجوب الصوم بعد رمضان لا قضاء عليه ولو علم في خلاله فالظاهر أنه والمجنون سواء .اهـ .دراية (حاشية الشلبي علىٰ تبيين الحقائق، ج ا ص ٣٤١، كتاب الصوم، فصل في العوارض)

ولو أسلم الكافر في دار الحرب وعلم بوجوب الصوم بعد رمضان لا قضاء عليه، ولو علم في خلاله فالظاهر أنه والمجنون فيه سواء كذا في الزاهدي وإن أسلم في دار الإسلام فعليه قضاء ما مضى علم بذلك أو لم يعلم كذا في فتاوى قاضي خان في فصل رؤية الهلال(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ٢١٤، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف،مسائل في الاعتكاف)

جبکہ بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک بعد میں اس دن کے روزہ کی قضاء واجب، یا مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... روزہ رکھ کر مرتد ہونے پر حکم

مسئلہ نمبر 5...... اگر کوئی مسلمان، روزہ رکھ کر روزہ کو پورا کرنے سے پہلے نعوذ باللہ مرتد ہوجائے، تو اس کا یہ روزہ باطل ہوجاتا ہے۔ [2]

اور اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ تعالیٰ رمضان میں طلوعِ فجر کے بعد دن کے پہلے حصہ میں دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے، اور پھر اسی دن دوبارہ تائب ہوکر مسلمان ہوجائے۔

تو حنفیہ کے نزدیک اگر ضحوۂ کبریٰ (زوال سے کچھ پہلے) سے پہلے وہ روزہ کی نیت کرلے، اور اس نے طلوعِ فجر سے لے کر اب تک کچھ کھایا پیا نہ ہو، تو اس کا روزہ درست ہوجائے گا، کیونکہ فقہ حنفی کے مطابق ضحوۂ کبریٰ سے پہلے رمضان کے روزہ کی نیت کرنا درست ہوجاتا ہے، اور اس وقت اس میں روزہ کی اہلیت موجود ہے، اور روزہ شروع ہونے کے وقت میں

---

[1] (أو أسلم الكافر فى بعض النهار أمسك بقيته) ولا يجب صوم ذلك اليوم على الصبى والكافر، ولو صاموه لم يجزهم لانعدام الأهلية فى أوله، والأداء لا يجزى إلا فى المسافر إذا قدم قبل نصف النهار ونوى جاز صومه لأنه أهل فى أوله .وأما إمساك بقية يومه لئلا يتهمه الناس، والتحرز عن مواضع التهم واجب(الاختيار لتعليل المختار، ج ا ص ١٣٥ ، كتاب الصوم، فصل مايباح به الافطار)

أما إن أسلم الكافر فى أثناء النهار، فيلزمه عند الحنابلة إمساك بقية اليوم، وقضاؤه، لأنه أدرك جزء ا من وقت العبادة، فلزمته، كما لو أدرك جزء ا من وقت الصلاة.

ويستحب الكف عن الأكل عندالحنفية والمالكية والشافعية مراعاة لحرمة أو لحق الوقت بالتشبه بالصائمين، كما يستحب القضاء عند المالكية، ولا يلزم عند الحنفية . ولا قضاء عليه فى الأصح عند الشافعية لعدم التمكن من زمن يسع الأداء ، ولا يلزمه إمساك بقية النهار فى الأصح؛ لأنه أفطر لعذر فأشبه المسافر والمريض .لكن إن أسلم المرتد، وجب عليه عند الشافعية والحنابلة قضاء ما تركه فى حال الكفر؛ لأنه التزم ذلك بالإسلام، فلم يسقط ذلك بالردة كحقوق الآدميين(الفقه الإسلامى وادلتہ للزحيلى، ج٣،ص ١٦٦٤ ،القسم الاول الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث الرابع،المطلب الاول)

[2] وأما الردة بعد نية الصوم فتبطل الصوم بلا خلاف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٢٨، مادة"صوم" حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

بھی مسلمان ہونے کی وجہ سے روزہ صحیح ہونے کی شرط اور اہلیت موجود تھی۔ [1]

اور فقہ حنفی میں یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جبکہ یہ واقعہ رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں پیش آئے، اور وہ شخص نفل روزہ کی نیت کرے۔ [2]

مسئلہ نمبر 6...... مرتد کے اسلام لانے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 6...... اگر کوئی مسلمان، نعوذ باللہ، اسلام سے پھر گیا، اور پھر اس کو اسلام قبول کرنے کی توفیق حاصل ہوگئی، تو حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس پر ارتداد کی حالت میں گزرے ہوئے روزوں کی قضاء واجب نہیں ہوگی۔

البتہ شافعیہ کے نزدیک اس پر ان روزوں کی قضاء واجب ہوگی، اور اس کے اسلام سے پھرنے اور مرتد ہونے کا جرم اس کو روزوں کی فرضیت سے بری نہیں کرے گا۔ [3]

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس نے جو روزے مرتد ہونے سے پہلے اداء کئے تھے،

---

[1] ضحوۂ کبریٰ کا وقت زوال سے کچھ پہلے ہوتا ہے، جس کی تفصیل آگے نیت کی بحث میں آتی ہے۔

إذا ارتـد رجـل عـن الإسـلام والعياذ بالله في أول اليوم من رمضان ثم رجع إلى الإسلام فنوى الصوم قبـل الـزوال فهو صائم، وإن أفطر فعليه القضاء دون الكفارة(فتاویٰ قاضيخان، ج ا ص ١٨٠، كتاب الصوم، الفصل الثاني في النية، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان،الطبعة الأولىٰ : ٢٠٠٩م)

وكـذا إذا ارتـد رجل عن الإسلام أول اليوم من رمضان ثم رجع إلى الإسلام فنوى الصوم قبل الزوال فهو صائم كذا في فتاوى قاضي خان(الفتاوى الهندية،ج ا ،ص ١٩٦ ، كتاب الصوم، الباب الاول)

[2] الـصـائـم المتطوع اذا ارتد عن الإسلام ثم رجع إلى الإسلام قبل الزوال ونوى الصوم ،قال زفر رحـمـه الـلـه تـعـالى لا يكون صائماً ،ولا قضاء عليه إن أفطر، وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى يكون صائماً وعليه القضاء (فتاویٰ قاضيخان، ج ا ص ١٨٠ ، كتاب الصوم، الفصل الثاني في النية، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان،الطبعة الأولىٰ : ٢٠٠٩م)

[3] تدارك المرتد لما فاته:

مـا فـات الـمـرتـد من العبادات أيام الردة لا يجب عليه قضاؤه، إذا تاب ورجع إلى الإسلام؛ لأنه غير مخاطب بفروع الشريعة.

ولقوله تعالى :(قـل لـلـذيـن كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) ، ولـقـول الـنبي صلى الله عليه وسلم :الإسلام يجب ما قبله .

وهـذا عـنـد الـحـنـفية والـمـالـكية والـحـنابلة، وعند الشافعية يجب عليه قضاء ما فاته أيام ردته من عـبـادات؛ لأن الـمـرتـد كان مقرا بإسلامه ولأنه لا يستحق التخفيف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١ ،ص ١١٤، ١١٥ ،مادة" تدارك"حرف التاء)

تو حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کے وہ روزے مرتد ہونے کی وجہ سے ضائع نہیں ہوتے، اور بالغ ہونے کے بعد سے لے کر مرتد ہونے کے زمانہ تک، جو روزے اس نے چھوڑے تھے، تو صرف روزوں کی قضاء واجب ہوگی۔ [1]

لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص مرتد ہونے کے بعد اسلام لایا، تو اس پر اسلام لانے کے بعد روزہ رکھنا ضروری ہوجائے گا۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] وما فاته أيام إسلامه من عبادات قبل ردته وحال إسلامه، يجب عليه قضاؤه بعد توبته من الردة؛ لاستقرار هذه العبادات عليه حال إسلامه، وهذا عند الحنفية و الشافعية و الحنابلة.
وعند المالكية :لا يطالب بما فاته قبل ردته، فالردة تسقط ما كان عليه من صلاة وصيام إلا الحج الذى تقدم منه، فإنه لا يبطل، ويجب عليه إعادته إذا أسلم؛ لبقاء وقته وهو العمر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١، ص ١١٥، مادة" تدارک"حرف التاء)

[2] وإذا رجع المرتد إلى الإسلام وأدرك وقت صلاة، أو أدرک جزءا من رمضان وجب عليه أداؤه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١، ص ١١٥، مادة" تدارک"حرف التاء)

(فصل نمبر 2)

بالغ ہونا

(نابالغ اور قریبُ البلوغ بچہ کے روزہ کے احکام)

روزہ واجب ہونے کی دوسری شرط ''بلوغ'' ہے، یعنی جس پر روزہ واجب ہے، اس کا بالغ ہونا شرط ہے، نابالغ پر، نماز، روزہ واجب نہیں۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنِ الصَّغِيْرِ، وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ، وَعَنِ النَّائِمِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۰۴۲، ابواب الطلاق، باب طلاق المعتوه والصغير والنائم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نابالغ) بچے سے اور مجنون سے اور سونے والے سے قلم کو اٹھالیا گیا ہے (ابنِ ماجہ)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔

اب نابالغ کے روزہ سے متعلق چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... نابالغی کی حالت میں روزہ فرض نہیں ہوتا

مسئلہ نمبر 1...... نابالغ بچہ پر جس طرح نابالغی کی حالت میں روزہ فرض نہیں، اسی طرح بالغ

---

[1] ج -البلوغ، ولا تكليف إلا به، لأن الغرض من التكليف هو الامتثال، وذلك بالإدراك والقدرة على الفعل -كما هو معلوم فى الأصول -والصبا والطفولة عجز (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۲۰، مادة''صوم'' حرف الصاد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، وجهالة القاسم بن يزيد لا تضر، لأنه متابع (حاشية سنن ابنِ ماجه)

Idara Ghufran

ہونے کے بعد نابالغی کے زمانہ کے روزوں کی قضاء بھی ضروری نہیں۔ ؎۱

مسئلہ نمبر 2...... نابالغ بچہ کے روزہ رکھ کر توڑنے پر حکم

مسئلہ نمبر 2...... اگر کوئی نابالغ بچہ روزہ رکھ کر توڑ دے، تو اس پر اس کی قضاء ضروری نہیں ہوتی۔ ؎۲

مسئلہ نمبر 3...... رمضان میں طلوعِ فجر سے پہلے بالغ ہونے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... جو نابالغ بچہ، یا بچی رمضان کے مہینہ میں طلوعِ فجر سے کچھ دیر پہلے بالغ ہوجائے، تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا فرض ہوجاتا ہے، کیونکہ اس نے اس دن کے روزہ کی فرضیت کے وقت کو پالیا ہے۔ ؎۳

مسئلہ نمبر 4...... رمضان میں طلوعِ فجر کے بعد بالغ ہونے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... اگر کوئی نابالغ بچہ، یا بچی طلوعِ فجر کے بعد بالغ ہو، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس پر اس دن کا روزہ رکھنا، یا اس دن کے روزہ کی قضاء کرنا ضروری نہیں، کیونکہ اس نے اس دن کے روزہ کی فرضیت کے وقت کو نہیں پایا۔

البتہ اگر اس نے بالغ ہونے سے پہلے اس دن کا روزہ رکھا ہوا تھا، تو اس کو اس دن کے روزہ کو پورا کرنا، واجب ہوجاتا ہے۔

اور اگر اس دن کا روزہ رکھا ہوا نہیں تھا، تو پھر اس دن کے باقی حصہ میں کھانے پینے وغیرہ سے

؎۱ فإذا لم يجب عليه الصوم فى حال الصبا لا يلزمه القضاء لما بينا أنه لا يلزمه لمكان الحرج لأن مدة الصبا مديدة فكان فى إيجاب القضاء عليه بعد البلوغ حرج(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۲،ص۸۷، كتاب الصوم، فصل شرائط أنواع الصيام)

؎۲ أقول: وقد صرح فى أحكام الصغار بأنه يؤمر بالغسل إذا جامع وبإعادة ما صلاه بلا وضوء لا لو أفسد الصوم لمشقته عليه(رد المحتار على الدر المختار، ج۱،ص۳۵۲،كتاب الصلاة)

؎۳ ولو أسلم الكافر قبل طلوع الفجر بمقدار ما يمكنه النية فعليه صوم الغد وإلا فلا،وكذلک الصبى إذا بلغ، وكذلک المجنون جنونا أصليا على قول محمد لأنه بمنزلة الصبا عنده(بدائع الصنائع، ج۲ص۸۹،وص۹۰،كتاب الصوم، فصل شرائط انواع الصيام)

www.idaraghufran.org

رکے رہنا، بعض حضرات کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر5...... نابالغ بچہ کے روزہ رکھنے کی حیثیت

مسئلہ نمبر5...... اگر کوئی نابالغ مسلمان بچہ روزہ رکھے، تو اس کا روزہ نفل درجہ میں درست

۱؎ الصوم:

إن بيت الصبى الصوم فى رمضان، ثم بلغ أثناء النهار وهو صائم، فإنه يجب عليه إتمام صومه بغير خلاف؛ لأنه -كما قال الرملى الشافعى -صار من أهل الوجوب فى أثناء العبادة، فأشبه ما لو دخل البالغ فى صوم تطوع، ثم نذر إتمامه.

فإن صام فى تلك الحال فلا قضاء عليه إلا فى وجه عند الحنابلة.

أما إن بيت الإفطار، ثم بلغ أثناء النهار، فقد اختلف الفقهاء فى ذلك فى موضعين :فى حكم الإمساك بقية النهار، وفى حكم قضاء ذلك اليوم.

فأما الإمساك فقد اختلفوا فيه :فذهب الحنفية والحنابلة -وهو قول لدى الشافعية -إلى أنه يجب عليه الإمساك بقية اليوم؛ لإدراكه وقت الإمساك، وإن لم يدرك وقت الصوم.

واحتجوا بما ورد فى فرض عاشوراء -قبل أن ينسخ بفرض رمضان -فقد قال النبى صلى الله عليه وسلم :من كان منكم أصبح مفطرا فليمسك بقية يومه، ومن كان أصبح صائما فليتم صومه قالوا: والأمر يقتضى الوجوب، وذلك لحرمة الشهر.

وذهب الشافعية -فى الأصح عندهم -إلى أن الإمساك فى تلك الحال مستحب، وليس واجبا . وإنما استحبوه لحرمة الوقت .ولم يجب الإمساك فى تلك الحال؛ لأنه أفطر بعذر هو الصغر، فأشبه المسافر إذا قدم، والمريض إذا برأ.

وذهب المالكية إلى أن الإمساك حينئذ لا يجب ولا يستحب، ككل صاحب عذر يباح لأجله الفطر.

وأما القضاء فقد اختلفوا فيه كذلك:

فذهب الشافعية -فى قول -إلى أن القضاء واجب، وفصل الحنابلة بين من أصبح مفطرا، ثم بلغ فى أثناء النهار، فالقضاء واجب عليه؛ لأنه أدرك جزء ا من وقت الوجوب، ولا يمكن فعله إلا بصوم كامل .وبين من بيت الصوم من الليل، وأصبح صائما ثم بلغ، فلا قضاء عليه، خلافا لأبى الخطاب منهم.

وقال الحنفية والمالكية، والشافعية فى الأصح عندهم :لا يجب القضاء لعدم تمكنه من زمن يسع الكل .وفرقوا بين ذلك وبين الصلاة؛ إذ يجب فعلها لمن بلغ فى الوقت؛ لأن السبب فيها الجزء المتصل بأدائها، فوجدت الأهلية عنده، وأما الصوم فالسبب فيه الجزء الأول والأهلية منعدمة فيه، وبهذا علله الحنفية.

هذا وقد ورد فى المغنى أن الأوزاعى كان يرى أن الصبى إذا بلغ أثناء شهر رمضان، يلزمه قضاء الأيام التى سبقت بلوغه من الشهر، إن كان قد أفطرها، وهو خلاف ما عليه عامة أهل العلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨، ص ١٩٩ و ٢٠٠، مادة"بلوغ"حرف الباء)

ہوجاتا ہے، اوراُسے اس پر اجر وثواب بھی حاصل ہوتا ہے، کیونکہ بالغ ہونا روزہ فرض ہونے کی شرط ہے، روزہ صحیح ہونے کی شرط نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 6...... بچہ، یا بچی کے بالغ ہونے کی عمر، اور علامت

مسئلہ نمبر 6...... بچے اور بچی کی عمر کتنی ہونے پر بالغ ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے؟ اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

امام محمد، امام ابو یوسف، اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک قمری سالوں، یعنی چاند کی تاریخوں کے حساب سے بچی، یا بچہ کے بالغ ہونے کی حدِ عمر پندرہ سال ہے، جب ان کی عمر چاند کے حساب سے پندرہ سال کی ہوجائے، تو وہ بالغ سمجھے جائیں گے، اور حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بالغ ہونے کی حدِ عمر بچی کے حق میں، سترہ سال، اور بچہ کے حق میں اٹھارہ سال ہے۔

جبکہ مالکیہ کے بچہ کے بالغ ہونے کی حدِ عمر اٹھارہ سال ہے۔ [2]

---

[1] فأما البلوغ: فليس من شرائط صحة الأداء فيصح أداء الصوم من الصبى العاقل ويثاب عليه لكنه من شرائط الوجوب لما نذكره(بدائع الصنائع، ج۲، ص۸۳، كتاب الصوم، فصل شرائط أنواع الصيام)

[2] لقد جعل الشارع البلوغ أمارة على تكامل العقل؛ لأن الاطلاع على تكامل العقل متعذر، فأقيم البلوغ مقامه .وقد اختلف فى سن البلوغ :فيرى الشافعية والحنابلة وأبو يوسف ومحمد من الحنفية، وبرأيهما يفتى فى المذهب، والأوزاعى، أن البلوغ بالسن يكون بتمام خمس عشرة سنة قمرية للذكر والأنثى (تحديدية كما صرح الشافعية) ، لخبر ابن عمر .عرضت على النبى صلى الله عليه وسلم يوم أحد وأنا ابن أربع عشرة سنة، فلم يجزنى ولم يرنى بلغت، وعرضت عليه يوم الخندق وأنا ابن خمس عشرة سنة، فأجازنى، ورآنى بلغت .رواه ابن حبان، وأصله فى الصحيحين قال الشافعى :رد النبى صلى الله عليه وسلم سبعة عشر من الصحابة وهم أبناء أربع عشرة سنة، لأنه لم يرهم بلغوا، ثم عرضوا عليه وهم أبناء خمس عشرة، فأجازهم، منهم زيد بن ثابت، ورافع بن خديج، وابن عمر . وروى عن أنس أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إذا استكمل المولود خمس عشرة سنة كتب ما له وما عليه، وأخذت منه الحدود .

ويرى المالكية أن البلوغ يكون بتمام ثمانى عشرة سنة، وقيل بالدخول فيها، أو الحلم أى الإنزال، لقوله صلى الله عليه وسلم :رفع القلم عن ثلاث :عن الصبى حتى يحتلم . . . ، أو الحيض لقوله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اگر مذکورہ عمر سے پہلے بالغ ہونے کی کوئی دوسری علامت ظاہر ہوجائے، مثلاً لڑکے کو احتلام ہونے لگے، یا لڑکی کو ماہواری ہونے لگے، تو بھی وہ بالغ شمار کئے جائیں گے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7...... نابالغ بچوں کو روزہ رکھوانے کا حکم اور اس کی حیثیت

مسئلہ نمبر 7...... جب بچہ سمجھدار ہوجائے، اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت وقوت پیدا ہوجائے، تو اس سے روزہ رکھوانا چاہئے، تاکہ ابھی سے عادت ہوجائے اور روزہ کا معمول بن جائے۔

پھر بعض حضرات نے عمر کی قید لگائے بغیر بچہ کو روزہ کی قدرت حاصل ہونے پر روزہ کا اہتمام شروع کرنے کا حکم فرمایا، کیونکہ صحت، علاقے اور موسم کے لحاظ سے تحمل کی حیثیت کم وبیش عمر میں ہوتی ہے۔

اور بعض نے سات سال کی عمر ہونے پر اور بعض نے دس سال کی عمر ہونے پر بچے، بچی کو نماز

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلى الله عليه وسلم :لا يقبل الله صلاة حائض إلا بخمار ، أو الحبل للأنثى، أو الإنبات الخشن للعانة . وقد أورد الحطاب خمسة أقوال فى المذهب، ففى رواية ثمانية عشر وقيل سبعة عشر، وزاد بعض شراح الرسالة ستة عشر، وتسعة عشر، وروى ابن وهب خمسة عشر لحديث ابن عمر ويرى أبو حنيفة أن بلوغ الغلام بالسن هو بلوغه ثمانى عشرة سنة، والجارية سبع عشرة سنة. وذلك لقوله تعالى (ولا تقربوا مال اليتيم إلا بالتى هى أحسن حتى يبلغ أشده) قال ابن عباس رضى الله عنه :ثمانى عشرة سنة وهى أقل ما قيل فيه، فأخذ به احتياطا .هذا أشد الصبى، والأنثى أسرع بلوغا من الغلام فنقصناها سنة ، ويرجع فى تفصيل الأحكام إلى مصطلحى (احتلام) (وبلوغ)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲،ص۱۶ و۱۷،مادة" اجل"حرف الألف)

[1] البلوغ :وعلاماته خمس :الاحتلام، وإنبات الشعر، والحيض، والحمل، وبلوغ السن، وهو خمسة عشر عاما، وقيل :سبعة عشر عاما، وقال أبو حنيفة :ثمانية عشر عاما(الفقه الاسلامى وادلتۂ للزحيلى، ج۱،ص۲۴۱،القسم الاول،الباب الاول،الفصل الاول،المبحث الثانى)

(بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال (والجارية بالاحتلام والحيض والحبل) ولم يذكر الإنزال صريحا لأنه قلما يعلم منها (فإن لم يوجد فيهما شىء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى) (الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج۶، ص۱۵۳، كتاب الحجر)

کی طرح روزہ رکھوانے کا بھی خاص اہتمام کرانے کا حکم فرمایا ہے۔ [1]

اور بہت چھوٹے بچوں کو جن میں روزہ کا تحمل نہ ہو، نام ونمود اور رسم کے طور پر روزہ رکھوانا اور ان پر زور زبردستی کر کے بوجھ ڈالنا درست نہیں۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] ويؤمر الصبى بالصوم إذا أطاقه وعن محمد أنه يؤدب حينئذ.
وقال أبو حفص أنه يضرب ابن عشر سنين على الصوم كما على الصلاة وهو الصحيح فلو لم يصم ليس عليه القضاء كما فى الزاهدى(مجمع الانهر، ج ا، ص ۲۵۳، كتاب الصوم،فصل بيان وجوه الأعذار المبيحة للإفطار وما يتعلق بها)
ج -البلوغ، ولا تكليف إلا به، لأن الغرض من التكليف هو الامتثال، وذلك بالإدراك والقدرة على الفعل -كما هو معلوم فى الأصول -والصبا والطفولة عجز.
ونص الفقهاء على أنه يؤمر به الصبى لسبع -كالصلاة -إن أطاقه، ويضرب على تركه لعشر.
والحنابلة قالوا :يجب على وليه أمره بالصوم إذا أطاقه، وضربه حينئذ إذا تركه ليعتاده، كالصلاة، إلا أن الصوم أشق، فاعتبرت له الطاقة، لأنه قد يطيق الصلاة من لا يطيق الصوم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۲۰ ،مادة"صوم"حرف الصاد)
الصغير المميز غير مخاطب بالتكاليف الشرعية، فلا تجب عليه الصلاة أو الصوم أو الحج ونحوها من العبادات ولكن تصح منه، وعلى وليه أمره بالصلاة لسبع، وضربه عليها لعشر ليتعودها؛ لقوله عليه الصلاة والسلام :مروا أولادكم بالصلاة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴،ص ۳۳،مادة" تمييز" حرف التاء)

[2] صوم الصغير:
لا يجب الصوم إلا ببلوغ الصغير والصغيرة؛ لأن الصوم عبادة فيها مشقة عظيمة على الصغار، ولم يكلفوا بأدائها شرعا لعدم صلاحيتهم لذلك؛ فإن صام الصغير صح صومه، وينبغى للولى أن يأمره بالصوم إذا بلغ سبع سنوات، ويضربه إذا بلغ عشر سنوات لكى يعتاد على الصوم؛ بشرط أن يكون الصغير يتحمل أداء الصوم بلا مشقة، فإن كان لا يطيقه فلا يجب على وليه أمره بالصوم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷،ص۲۸،مادة" صغر"حرف الصاد)

(فصل نمبر 3)

عاقل ہونا

(پاگل، بے ہوش اور سونے والے کے روزہ کے احکام)

روزہ واجب ہونے کی تیسری شرط ''عقل'' ہے، یعنی جس پر روزہ واجب ہے، اس کا عاقل ہونا شرط ہے، غیر عاقل، اور مجنون پر، نماز، روزہ واجب نہیں۔

فقہائے کرام نے بے ہوش اور سونے والے جیسے لوگوں کے احکام بھی اسی شرط کے ذیل میں بیان فرمائے ہیں۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَعْقِلَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٤٧٠٣) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلم کو تین افراد سے اٹھالیا گیا ہے، ایک بچہ سے جب تک کہ بالغ نہ ہوجائے، دوسرے سونے والے سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہوجائے، تیسرے پاگل سے جب تک کہ وہ صاحبِ عقل نہ ہوجائے (مسند احمد)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ فرض ہونے کے لئے عاقل وسمجھدار ہونا بھی شرط ہے، مجنون و پاگل پر روزہ رکھنا فرض نہیں۔

---

[1] ب -العقل، إذ لا فائدة من توجه الخطاب بدونه، فلا يجب الصوم على مجنون إلا إذا أثم بزوال عقله، فى شراب أو غيره، ويلزمه قضاؤه بعد الإفاقة.

وعبر الحنفية بالإفاقة بدلا من العقل، أى الإفاقة من الجنون والإغماء أو النوم، وهى اليقظة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٢٠، مادة''صوم''حرف الصاد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اس بارے میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... پورے ماہِ رمضان مجنون و پاگل رہنے والے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 1...... اگر کوئی شخص رمضان کے پورے مہینہ مجنون اور پاگل رہے، اور رمضان کے کسی حصہ میں بھی اس کا جنون و پاگل پن ختم نہ ہو، تو جمہور فقہاء کے نزدیک اس پر رمضان کے اس مہینہ کے روزے نہ فی الحال فرض ہوتے، اور نہ ہی آئندہ ان کی قضاء فرض ہوتی، کیونکہ ایسے شخص میں رمضان کے روزے فرض ہونے کا سبب نہیں پایا جاتا، جو کہ رمضان کے مہینہ کو اہلیت کے ساتھ پالینا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... بے ہوش رہنے والے کے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 2...... جو شخص مجنون و پاگل نہ ہو، بلکہ کسی بیماری، یا کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو، تو بے ہوشی کے زمانہ میں اس پر روزے رکھنا فرض نہیں ہے، لیکن ہوش میں آنے کے بعد اس پر بے ہوشی کے وقت میں فوت شدہ روزوں کی قضاء ضروری ہے، خواہ اس کی بے ہوشی پورے

---

[1] جو جنون پورے مہینہ طاری رہے، اس کو فقہائے کرام نے ممتد اور مطبق، یا مستوعب کا نام دیا ہے، اور جو جنون پورے مہینہ طاری نہ رہے، اس کو غیر مطبق اور غیر ممتد، یا غیر مستوعب کا نام دیا ہے

اور جمہور کے مقابلہ میں مالکیہ کے نزدیک مجنون مطبق کو صحت حاصل ہونے کے بعد روزہ کی قضاء ضروری ہے۔

إذا استوعب الجنون شهر رمضان بأكمله فلا قضاء على المجنون سواء ، أكان الجنون أصليا أم عارضا عند الحنفية والشافعية والحنابلة؛ لحديث :رفع القلم عن ثلاث . . .وإذا استوعب الإغماء الشهر كله وجب القضاء على المغمى عليه إلا عند الحسن البصرى، ودليل وجوب القضاء قوله تعالى :(فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر) والإغماء مرض.

وعند المالكية :يجب القضاء على المجنون بعد إفاقته للآية السابقة، والجنون مرض، وعن الإمام أحمد مثل ذلك بالنسبة للمجنون.

وإن أفاق المجنون فى أى يوم من أيام الشهر كان عليه قضاء ما مضى من الشهر استحسانا عند الحنفية، والقياس أنه لا يلزمه، وهو قول زفر.

وفرق محمد فقال :لا قضاء لما فات فى الجنون الأصلى، ويجب القضاء إذا كان الجنون عارضا.

وعند الشافعية والحنابلة لا قضاء لما فات زمن الجنون للحديث المتقدم -ويجب القضاء عند المالكية.

ويجب القضاء على المغمى عليه لما فات عند الجميع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ١ ،ص ١ ١ ١ ، مادة"تدارك "حرف التاء)

www.idaraghufran.org

رمضان کے مہینے جاری رہی ہو، یا رمضان کے کچھ دِنوں میں رہی ہو، کیونکہ بے ہوشی کی حالت میں انسان کی عقل مجنون و پاگل کی طرح مسلوب نہیں ہوتی، البتہ اس کے اعضاء وقویٰ میں ضعف اور تعطل پیدا ہوجاتا ہے، اس لئے بے ہوش آدمی کا حکم مجنون و پاگل کی طرح نہیں ہے، بلکہ مریض اور بیمار کی طرح ہے، کہ اس کو بعد میں روزے قضاء رکھنے کا حکم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3......رمضان کے کچھ دنوں میں مجنون و پاگل رہنے والے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... اگر کسی شخص کو رمضان کے پورے مہینہ میں شروع سے آخر تک جنون طاری نہیں رہا، بلکہ کچھ دن افاقہ بھی رہا، تو اس پر جنون کی حالت میں تو روزے رکھنا فرض نہیں، مگر افاقہ اور صحت یاب ہونے کے بعد اس پر ان فوت شدہ روزوں کو قضاء کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس شخص کے حق میں رمضان کے روزے فرض ہونے کا سبب پایا جاتا ہے، جو کہ فی الجملہ رمضان کے مہینہ کا اہلیت کے ساتھ پالینا ہے۔ [2]

---

[1] أجمع الفقهاء على أن الإغماء لا يسقط قضاء الصيام، فلو أغمي على شخص جميع الشهر، ثم أفاق بعد مضيه يلزمه القضاء إن تحقق ذلك، وهو نادر والنادر لا حكم له، إلا عند الحسن البصري فإنه يقول :سبب وجوب الأداء لم يتحقق في حقه لزوال عقله بالإغماء ، ووجوب القضاء يبتنى على وجوب الأداء .

واستدل فقهاء المذاهب بأن الإغماء عذر في تأخير الصوم إلى زواله لا في إسقاطه، لأن سقوطه يكون بزوال الأهلية أو بالحرج، ولا تزول الأهلية به ولا يتحقق الحرج به، لأن الحرج إنما يتحقق فيما يكثر وجوده، وامتداده في حق الصوم نادر، لأنه مانع من الأكل والشرب .وحياة الإنسان شهرا بدون الأكل والشرب لا يتحقق إلا نادرا فلا يصلح لبناء الحكم عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥، ص ٢٦٨ ،مادة''اغماء''حرف الألف)

[2] فقہائے کرام نے اُس جنون کو جو بالغ ہوتے وقت موجود ہو، اور اسی جنون کی حالت میں بالغ ہوا ہو، جنونِ اصلی اور اس کے مقابلہ میں اس جنون کو جو بالغ ہونے کے بعد طاری ہوا ہو، اور بالغ ہوتے وقت موجود نہ ہو، جنونِ عارضی کا نام دیا ہے۔

پھر فقہائے احناف کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی بالغ ہوتے وقت مجنون تھا، پھر رمضان کے کسی حصہ میں اس کو افاقہ ہوگیا، تو کیا اس پر بھی جنون کی حالت میں گزرے ہوئے دنوں کی قضاء لازم ہے، یا نہیں؟

امام محمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق یہ شخص نابالغ کے ساتھ ملحق ہے، اور اس پر جنون کی حالت کے دنوں کے روزوں کی قضاء واجب نہیں، جبکہ ظاہر الروایۃ کے مطابق جب تک جنون پورے مہینہ تک ممتد نہ ہو، اس وقت تک عارضی اور اصلی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 4...... روزہ رکھے بغیر بے ہوش ہو کر افاقہ ہو جانے پر حکم

مسئلہ نمبر 4...... اگر کسی شخص پر رات کے وقت میں، یا دن کے اول حصہ میں بے ہوشی، یا غشی طاری ہوگئی، اور پہلے سے روزہ کی نیت نہیں کی تھی، اور پھر اس کو اسی دن ضحوۂ کبریٰ سے پہلے افاقہ ہو گیا، اور اس نے طلوعِ فجر کے بعد سے اب تک کچھ کھایا، پیا بھی نہیں، اور اس نے روزہ کی نیت کر لی، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا روزہ درست ہو جائے گا، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے رمضان کے روزہ کی نیت کرنا معتبر ہو جاتا ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

جنون کا حکم برابر ہے، یعنی دونوں صورتوں میں گزشتہ دنوں کی قضاء واجب ہے۔

وأما العقل فليس بشرط الوجوب ولا بشرط الأداء حتى قلنا إن صوم رمضان يجب على المجنون فإنه إذا جن في بعض الشهر ثم أفاق يلزمه القضاء عندنا خلافا للشافعي (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ١ ص ٣٥٠، كتاب الصوم)

قال محمد رحمه الله :إذا جن (في) رمضان كله، فليس عليه قضاؤه، وإن أفاق شيئاً لزمه قضاء ما مضى، ولم يذكر ما إذا أفاق في الليلة الأولى، ثم أصبح مجنوناً، واستوعب الشهر كله، وذكر في المجرد عن أبي حنيفة أنه يلزمه القضاء ، وكذا ذكر الفقيه أبو جعفر في كشف الغوامض ، وذكر شمس الأئمة الحلواني في شرح كتاب الصوم أنه لا قضاء عليه، وهو الصحيح؛ لأن الليلة لا يصام فيها، وعلى هذا إذا أفاق في ليلة في وسط الشهر، ثم أصبح مجنوناً لا قضاء عليه، وإن أفاق في آخر يوم من رمضان إن أفاق بعد الزوال، فقد اختلفوا فيه.

والصحيح :أن لا يلزمه؛ لأنه لا يصح الصوم فيه، ثم في ظاهر رواية أصحابنا رحمهم الله أنه لا فرق بين الجنون الطارىء ، والأصلي إذا أفاق في شيء من الشهر لزمه قضاء ما مضى.

ومن أصحابنا من فرق بين الجنون الأصلي والطارىء ، فقال :إن المجنون الأصلي إذا أفاق في بعض الشهر بأن بلغ مجنوناً، ثم أفاق في بعض الشهر لا يلزمه قضاء ما مضى، وهكذا روى عن ابن سماعة في نوادره عن محمد ونص في المنتقى عن أبي يوسف أن الجنون الأصلي إذا لم يكن مستغرقاً، فإنه لا يسقط القضاء (المحيط البرهاني، ج٢ ص٣٩٧، ٣٩٨، كتاب الصوم، الفصل العاشر في المجنون والمغمى عليه، والصبي يبلغ، والنصراني يسلم، والحائض تطهر، ومن بمعناهم)

[1] ولو أغمي عليه في ليلة من رمضان أو في يوم منه فإن أفاق قبل الزوال ونوى الصوم أجزأه، وكذا المجنون كذا في محيط السرخسي (الفتاوى الهندية، ج ١، ص ١٩٦ ، كتاب الصوم، الباب الاول)

أما اليوم الذي تحدث فيه الإفاقة من الجنون أو الإغماء ، فعند الحنفية :أن المجنون جنونا عارضا لو أفاق في النهار قبل الزوال، فنوى الصوم أجزأه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١، ص ١١٢، مادة "تدارك" حرف التاء)

www.idaraghufran.org

لیکن حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کا روزہ درست نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے نزدیک رمضان کے روزہ کے لئے طلوعِ فجر سے پہلے، یا کم از کم طلوعِ فجر کے وقت روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے، جو مذکورہ صورت میں موجود نہیں تھی۔ [1]

مسئلہ نمبر 5......روزہ میں بے ہوش ہوکر، غروب کے بعد ہوش میں آنے پر حکم

مسئلہ نمبر 5...... روزہ شروع کرنے کے بعد اگر کوئی بے ہوش ہوگیا، مثلاً دورہ پڑ گیا، یا کسی زہریلی چیز کے ڈسنے سے غنودگی ہوگئی، یا کسی روزہ دار کو روزہ کی حالت میں آپریشن وغیرہ کرنے کے لئے کچھ کھلائے پلائے بغیر (ٹیکہ وغیرہ لگا کر، یا کچھ سونگھا کر) بے ہوش کیا گیا، یا اس کے کسی عضو کو سُن کیا گیا۔

اور پھر وہ سورج غروب ہونے تک ہوش میں نہیں آیا، بلکہ سورج غروب ہونے کے بعد ہوش میں آیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا روزہ درست ہوجائے گا۔

لیکن مالکیہ، شافعیہ، اور حنابلہ کے نزدیک اس کا روزہ درست نہیں ہوگا۔ [2]

---

[1] ذهب جمهور الفقهاء إلى وجوب تبييت النية فى صوم رمضان ما بين غروب الشمس إلى طلوع الفجر الثانى .وذهب أبو حنيفة إلى أنه يستحب التبييت، لكن تجزء النية نهارا إلى الزوال (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١٢٦، مادة"تبييت "حرف التاء)

[2] الإغماء والجنون والسكر بعد النية:

اختلف الفقهاء فيما إذا نوى الصيام من الليل، ثم طرأ عليه إغماء أو جنون أو سكر:

فإن لم يفق إلا بعد غروب الشمس، فذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى عدم صحة صومه، لأن الصوم هو الإمساك مع النية، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :قال الله :كل عمل ابن آدم له إلا الصوم، فإنه لى وأنا أجزى به، يدع شهوته وطعامه من أجلى فأضاف ترك الطعام والشراب إليه، فإذا كان مغمى عليه فلا يضاف الإمساك إليه، فلم يجزئه.

وذهب الحنفية إلى صحة صومه، لأن نيته قد صحت، وزوال الاستشعار بعد ذلك لا يمنع صحة الصوم، كالنوم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٢٧، مادة"صوم"حرف الصاد)

ومن نوى الصوم من الليل فأغمى عليه قبل طلوع الفجر فلم يفق حتى غربت الشمس، فقد قال الشافعية والحنابلة :لا يصح صومه لأن الصوم هو الإمساك مع النية .قال النبى صلى الله عليه وسلم :يقول الله تعالى :كل عمل ابن آدم له إلا الصوم فإنه لى وأنا أجزى به، يدع طعامه وشرابه من أجلى فأضاف ترك الطعام والشراب إليه،فإذا كان مغمى عليه فلا يضاف الإمساك إليه فلم يجزه.

وقال أبو حنيفة :يصح صومه لأن النية قد صحت وزوال الاستشعار بعد ذلك لا يمنع صحة الصوم كالنوم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥، ص٢٦٨، ٢٦٩، مادة"اغماء"حرف الألف)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 6......روزہ میں بے ہوش ہوکر،غروب سے قبل ہوش میں آنے پر حکم

مسئلہ نمبر 6...... روزہ شروع کرنے کے بعد اگر کوئی بے ہوش ہوگیا، مثلاً دورہ پڑ گیا، یا کسی زہریلی چیز کے ڈسنے سے غنودگی ہوگئی، یا کسی روزہ دار کو روزہ کی حالت میں آپریشن وغیرہ کرنے کے لئے کچھ کھلائے پلائے بغیر (ٹیکہ وغیرہ لگا کر، یا کچھ سونگھا کر) بے ہوش کیا گیا، یا اس کے کسی عضو کو سُن کیا گیا۔

اور پھر وہ سورج غروب ہونے، یعنی روزہ کا وقت پورا ہونے سے پہلے ہوش میں آ گیا، اور کوئی روزہ کی خلاف ورزی نہیں کی، اور اس نے روزہ کو پورا کرلیا، تو حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس دن کا روزہ درست ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......نیند کی وجہ سے روزہ اور اس کی نیت کا حکم

مسئلہ نمبر 7...... نیند بھی ایک حیثیت سے بے ہوشی کا حکم رکھتی ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ نیند اختیاری عمل ہے، اور بے ہوشی غیراختیاری عمل ہے، اور نیند کا دورانیہ عام طور سے کم ہوتا ہے، جبکہ بے ہوشی کا دورانیہ کم اور زیادہ دونوں طرح کا ہوسکتا ہے۔

اس لئے سوتے رہنے کی حالت میں تو انسان مرفوع القلم ہے، لیکن بیدار ہونے کے بعد وہ احکام کا مکلّف ہے، جیسا کہ نماز کا حکم ہے۔

---

[1] أما إذا أفاق أثناء النهار، فذهب الحنفية إلى تجديد النية إذا أفاق قبل الزوال، وذهب المالكية إلى عدم صحة صومه، وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه إذا أفاق فى أى جزء من النهار صح صومه، سواء أكان فى أوله أم فى آخره.

وفرق الشافعية بين الجنون والإغماء ، فالمذهب :أنه لو جن فى أثناء النهار بطل صومه، وقيل :هو كالإغماء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٢٨، مادة"صوم" حرف الصاد)

ومن أغمى عليه بعد أن نوى الصيام وأفاق لحظة فى النهار أجزأه الصوم، أى لحظة كانت، اكتفاء بالنية مع الإفاقة فى جزء ، لأن الإغماء فى الاستيلاء على العقل فوق النوم ودون الجنون .فلو قيل: إن المستغرق منه لا يضر لألحق الأقوى بالأضعف .ولو قيل :إن اللحظة منه تضر كالجنون لألحق الأضعف بالأقوى فتوسط بين الأمرين .وقيل :إن الإفاقة فى أى لحظة كافية .وفى قول ثان للشافعية :إن الإغماء يضر مطلقا قل أو كثر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥، ص ٢٦٩، مادة "اغماء" حرف الألف)

اور نیند، روزہ کے خلاف نہیں ہے،اسی وجہ سے اگرکوئی روزہ کی حالت میں سوئے،تواس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا،البتہ نیند میں انسان کونیت کرنے کا اختیار نہیں ہوتا،اور روزہ صحیح ہونے کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے۔

اور رمضان کے روزہ کی نیت کا وقت رات ہونے پرشروع ہوجاتا ہے،اورشرعاً رات کا آغاز سورج غروب ہونے پر ہوتا ہے،اور رات کا اختتام طلوعِ فجر پر ہوجاتا ہے۔

اورحنفیہ کے علاوہ دیگرفقہاء کے نزدیک رات کے کسی بھی حصہ میں اگلے دن کے فرض روزہ کی نیت کرنا،درست ہے،اس کے بعدنیت کرنا،درست نہیں۔ [1]

اورحنفیہ کے نزدیک رمضان کے روزہ کی نیت کرنے کا وقت ضحوۂ کبریٰ (یعنی زوال سے کچھ پہلے) تک جاری رہتا ہے۔

اس لئے اگرکوئی شخص رمضان کی رات میں یہ نیت کرکے سوگیا کہ وہ اگلے دن کا روزہ رکھے گا،اور پھراس کی دن میں کسی بھی وقت آنکھ کھلی، یااگلے دن سورج غروب ہونے کے بعد آنکھ کھلی، تب بھی اس کا روزہ نیت کے معتبر ہونے کی وجہ سے سب فقہاء کے نزدیک درست ہوجائے گا۔

اوراگرکسی نے رات کوسونے سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی اور پھراس کی ضحویٰ کبریٰ سے پہلے آنکھ کھلی،اوراس نے روزہ کی نیت کرلی،اوراس نے طلوعِ فجر سے لےکراب تک روزہ کے خلاف کوئی عمل نہیں کیا،تو صرف حنفیہ کے نزدیک اس کا روزہ درست ہوجائے گا،اور اگرضحوۂ کبریٰ کے بعدآنکھ کھلی، یااس نے ضحوۂ کبریٰ کے بعدنیت کی، یاطلوعِ فجر کے بعد

---

[1] التبييت :وهو شرط فى صوم الفرض عند المالكية والشافعية والحنابلة والتبييت :إيقاع النية فى الليل، ما بين غروب الشمس إلى طلوع الفجر، فلو قارن الغروب أو الفجر أو شك، لم يصح، كما هو قضية التبييت .

وفى قول للمالكية، يصح لو قارنت الفجر، كما فى تكبيرة الإحرام، لأن الأصل فى النية المقارنة للمنوى .

ويجوز أن تقدم من أول الليل، ولا تجوز قبل الليل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٢٣، مادة "صوم"حرف الصاد)

روزے کے خلاف کوئی عمل پایا گیا (مثلاً اس نے جان بوجھ کر کچھ کھا پی لیا) تو حنفیہ کے نزدیک بھی اس کا روزہ درست نہیں ہوگا۔ [1]

اور نیت کی مزید تفصیل آگے نیت کی بحث میں، اور نیند کی حالت میں روزہ توڑ دینے والے عمل کے پائے جانے سے روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کی تفصیل روزہ کے مفسدات کے ذیل میں، بھول کر جبر واکراہ، بے ہوشی، یا غلط فہمی میں روزہ ٹوٹنے کے حکم میں آتی ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ''ضحوۂ کبریٰ'' وہ وقت کہلاتا ہے، جب طلوعِ فجر، یا انتہائے سحر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا ٹھیک درمیانی وقت ہوجائے، اور زوال کا وقت اس کے بعد اس وقت ہوتا ہے، جب سورج طلوع ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا ٹھیک درمیانی وقت ہوجائے، اس اعتبار سے ''ضحوۂ کبریٰ'' زوال سے کچھ وقت پہلے ہوتا ہے، چنانچہ مثلاً اگر طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک ساڑھے گیارہ گھنٹے کا وقت ہے، اور سورج طلوع ہونے سے لے کر، سورج غروب ہونے تک دس گھنٹے کا وقت ہے، تو ''ضحوۂ کبریٰ'' زوال سے پونا گھنٹے پہلے ہوگا۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] من نوى من الليل الصوم ثم نام ولم ينتبه إلا بعد غروب الشمس أو أغمى عليه أو جن ولم يفق إلى ذلك الوقت حكم بجواز الصوم مع أنه عبادة خالصة والإمساك ركن وهو فعل مقصود ولا بد فى مثله من التحصيل بالاختيار وما به من العذر قد سلب اختياره لكن عند زوال العذر جعل هذا الفعل بمنزلة الفعل الاختيارى بطريق إلحاق العذر الزائل بالعدم وإذا كان فى حق الأداء الذى هو المقصود ففى حق الوجوب الذى هو وسيلة أولى أن يكون كذلك (كشف الاسرار شرح اصول البزدوى، ج۴ص ۲۶۴، وص ۲۶۵، باب الأمور المعترضة على الأهلية)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر4)

روزہ کا علم ہونا

(روزہ کی فرضیت اوراس کے مسائل کے علم سے متعلق احکام)

روزہ واجب ہونے کی چوتھی شرط ''علم'' ہے، یعنی جس پر روزہ واجب ہے، اسے روزہ کا علم ہو۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاسْأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ، إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورة النحل ، رقم الآية ۴۳،سورة الانبياء، رقم الآية ۷)

ترجمہ: پس سوال کروتم اہلِ ذکر (واہلِ علم) سے اگرنہیں جانتے ہوتم (سورہ نحل،سورہ انبیاء)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو شریعت کے کسی حکم کا علم نہ ہو، تو اللہ کی طرف سے اس کو حکم یہ ہے کہ وہ اہلِ علم سے سوال کرے۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ۲۲۴ ، ابواب السنة،باب فضل العلماء والحث على طلب العلم) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (ابنِ ماجہ)

---

[1] د -العلم بالوجوب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۲۰،مادة"صوم"حرف الصاد)

[2] وفى الاية دليل على وجوب المراجعة الى العلماء للجهال فيما لا يعلمون (التفسير المظهرى، ج۵ص ۳۴۲،سورة النحل، تحت رقم الآية ۴۳)

[3] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن بطرقه وشواهده -فيما ذهب إليه المزى والسيوطى وغيرهما من أهل العلم(حاشية سنن ابنِ ماجه)

اس قسم کی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزیں انسان پر فرض ہیں، ان کا علم حاصل کرنا بھی انسان پر فرض ہے۔ [1]

اس طرح کے دلائل کی روشنی میں فقہائے کرام نے جو مسائل بیان کئے ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... مسلمانوں کے علاقہ میں رہنے والے پر روزہ کی فرضیت کا حکم

مسئلہ نمبر 1...... جو شخص مسلمانوں کے ملک وعلاقہ میں رہتا سہتا ہو، اُس پر روزہ کے فرض ہونے کی دیگر شرائط پائی جانے پر روزہ فرض ہو جاتا ہے، اور اس کا مسلمانوں کے ملک میں ہونا روزہ کے فریضہ کا علم ہونے کے لئے کافی ہے اور اس کے لئے مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہوئے روزہ کی فرضیت سے ناواقف ہونا عذر نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کے ملک میں روزہ کی فرضیت کا حکم پہنچ چکا ہوتا ہے، اور معلوم کرنے کے ذرائع بھی موجود ہوتے ہیں۔ [2]

---

[1] وأما علم الفروع: فهو علم الفقه، ومعرفة أحكام الدين، فينقسم إلى فرض عين، وفرض كفاية، أما فرض العين، فمثل علم الطهارة والصلاة والصوم، فعلى كل مكلف معرفته، قال النبى صلى الله عليه وسلم: طلب العلم فريضة على كل مسلم.

وكذلك كل عبادة أوجبها الشرع على كل واحد، فعليه معرفة علمها، مثل علم الزكاة إن كان له مال، وعلم الحج إن وجب عليه.

وأما فرض الكفاية، فهو أن يتعلم ما يبلغ به رتبة الاجتهاد، ودرجة الفتيا، فإذا قعد أهل بلد عن تعلمه، عصوا جميعا، وإذا قام واحد منهم بتعلمه، فتعلمه، سقط الفرض عن الآخرين، وعليهم تقليده فيما يعن لهم من الحوادث، قال الله تعالى: "فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون"

قال سفيان الثورى: أما العلم عندنا الرخص عن الثقات، أما التشديد، فكل إنسان يحسنه (شرح السنة للبغوى، ج ١ ص ٢٩٠، كتاب العلم، باب التفقه فى الدين)

[2] (قوله: أو عالم بالوجوب) أى أو كائن فى غير دارنا عالم بالوجوب فالكون بدار الإسلام موجب للصوم، وإن لم يعلم بوجوبه إذ لا يعذر بالجهل فى دار الإسلام (رد المحتار ج٢ ص ٣٧١، كتاب الصوم)

(قوله أو دليله) أى دليل العلم وهو الكون فى دار الإسلام لاشتهار الفرائض فيها، فمن أسلم فيها لزمه قضاء ما ترك (رد المحتار على الدر المختار، ج٢، ص٧٥، كتاب الصوم)

ومن كان مقيما فى دار الإسلام، يحصل له العلم بنشأته فى دار الإسلام، ولا عذر له بالجهل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٢٠، مادة "صوم" حرف الصاد)

مسئلہ نمبر 2...... غیر مسلموں کے علاقہ میں رہنے والے پر روزہ کی فرضیت کا حکم

مسئلہ نمبر 2...... جو شخص دارُالحرب، یا دارُالکفر میں مسلمان ہوا، اُس پر اُس وقت تک روزہ فرض نہیں ہوتا، جب تک اُسے روزہ کی فرضیت کا علم نہ ہو۔

اور دارُالحرب، یا دارُالکفر وہ ملک کہلاتا ہے، جو کافروں کے زیرِ تسلط ہو۔ [1]

دارُالحرب میں چونکہ اسلامی ماحول نہیں ہوتا، اس لئے اگر کوئی دارُالحرب میں مسلمان ہوا، اس کو جب تک روزہ کے حکم کا علم نہ ہو، اس وقت تک اس پر روزہ فرض نہیں ہوا کرتا۔

اس لئے ایسے شخص کو جب تک کسی ذریعہ سے روزہ کے حکم کا علم نہ ہو، اس وقت تک اس پر روزہ رکھنا فرض نہ ہوگا، اور جو زمانہ اس حالت میں گزرا، تو علم حاصل ہونے کے بعد، اس زمانہ کے روزوں کی قضاء بھی ضروری نہیں ہوگی۔ [2]

---

[1] دار الحرب هی :كل بقعة تكون فيها أحكام الكفر ظاهرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٠ ص ٢٠١، مادة "دار" حرف الدال)

دار الحرب :عند الشافعية :بلاد الكفار الذين لا صلح لهم مع المسلمين.

الحربى :عند المالكية :من دخل بلادنا محاربا (القاموس الفقهى لغة واصطلاحا لسعدى ابوحبيب، ص٨٤، مادة "الحرب" حرف الحاء)

[2] فالعلم بوجوبها حال الفوات شرط لوجوب قضائها، حتى أن الحربى إذا أسلم فى دار الحرب ومكث فيها سنة ولم يعلم أن عليه الصلاة فلم يصل ثم علم – لا يجب عليه قضاؤها فى قول أصحابنا الثلاثة وقال زفر: عليه قضاؤها.

ولو كان هذا ذميا أسلم فى دار الإسلام فعليه قضاؤها استحسانا، والقياس أن لا قضاء عليه، وهو قول الحسن

(وجه) قول زفر: أنه بالإسلام التزم أحكامه، ووجوب الصلاة من أحكام الإسلام فيلزمه، ولا يسقط بالجهل، كما لو كان هذا فى دار الإسلام.

(ولنا) أن الذى أسلم فى دار الحرب منع عنه العلم لانعدام سبب العلم فى حقه، ولا وجوب على من منع عنه العلم كما لا وجوب على من منع عنه القدرة بمنع سببها، بخلاف الذى أسلم فى دار الإسلام؛ لأنه ضيع العلم حيث لم يسأل المسلمين عن شرائع الدين مع تمكنه من السؤال، والوجوب متحقق فى حق من ضيع العلم كما يتحقق فى حق من ضيع القدرة، ولم يوجد التضييع ههنا إذ لا يوجد فى الحرب من يسأله عن شرائع الإسلام، حتى لو وجد ولم يسأله يجب عليه، ويؤاخذ بالقضاء إذا علم بعد ذلك؛ لأنه ضيع العلم وما منع منه كالذى أسلم فى دار الإسلام.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 3...... غیر مسلموں کے علاقہ میں اسلام لانے والے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... اگر کوئی ایسی جگہ اسلام لایا، جہاں روزہ کی فرضیت کا حکم پہنچا ہی نہیں، جس کی وجہ سے اسے روزہ کی فرضیت کا علم نہ ہوا، اور نہ ہی کوئی بتانے والا موجود ہے، تو وہاں وہ علم حاصل ہونے تک معذور شمار ہوگا۔ [1]

اسی وجہ سے جو شخص دارُ الحرب، یا دارُ الکفر میں اسلام لایا، اور اسے روزہ کی فرضیت کا علم نہیں تھا، پھر اس کو دو معتبر، یا عام مَردوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں نے روزہ کی فرضیت کی خبر دے دی، یا ایک عادل اور ثقہ آدمی نے خبر دے دی، تب بھی وہ روزہ رکھنے کا مکلّف ہو جائے گا۔ [2]

جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اگر ایک عام فرد بھی خبر دے دے، چاہے اس کا حال معلوم نہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد خرج الجواب عما قاله زفر أنه التزم أحكام الإسلام؛ لأنا نقول: نعم لكن حكما له سبيل الوصول إليه ولم يوجد(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ١ ،ص ١٣٥ ، كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة)

وزاد فى فتح القدير العلم بالوجوب أو الكون فى دار الإسلام؛ لأن الحربى إذا أسلم فى دار الحرب، ولم يعلم بفرضية رمضان ثم علم ليس عليه قضاء ما مضى(البحر الرائق، ج٢، ص٢٧٧، كتاب الصوم)

(ويعذر بالجهل حربى أسلم ثمة ومكث مدة فلا قضاء عليه) لأن الخطاب إنما يلزم بالعلم أو دليله ولم يوجدا (كما لا يقضى مرتد ما فاته زمنها) ولا ما قبلها إلا الحج، لأنه بالردة يصير كالكافر الأصلى(الدر المختار مع رد المحتار، ج٢ ص٧٥، كتاب الصلاة باب قضاء الفوائت)

بخلاف من أسلم فى دار الحرب ولم يعلم به فإنه لا يجب عليه ما لم يعلم فإذا علم ليس عليه قضاء ما مضى إذ لا تكليف بدون العلم ثمة للعذر بالجهل(رد المحتار ج٢ ص ٣٧١، كتاب الصوم)

[1] ومن الجهل الذى يصلح عذرا، الجهل بالشرائع فى دار الحرب يكون عذرا من مسلم أسلم فيها ولم يهاجر، حتى لو مكث فيها ولم يعلم أن عليه الصلاة والزكاة وغيرهما ولم يؤدها لا يلزمه قضاؤها خلافا لزفر لخفاء الدليل فى حقه، وهو الخطاب لعدم بلوغه إليه حقيقة بالسماع وتقديرا بالشهرة، فيصير جهله بالخطاب عذرا .بخلاف الذمى إذا أسلم فى دار الإسلام لشيوع الأحكام والتمكن من السؤال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦ ،ص ١٩٩ ،مادة"جهل "حرف الجيم)

[2] د -العلم بالوجوب، فمن أسلم فى دار الحرب، يحصل له العلم الموجب، بإخبار رجلين عدلين، أو رجل مستور وامرأتين مستورتين، أو واحد عدل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٢٠، مادة"صوم"حرف الصاد)

ہو کہ وہ ثقہ اور عادل بھی ہے یا نہیں، اور خواہ وہ بالغ اور آزاد بھی نہ ہو، تب بھی وہ روزہ کا مکلّف ہوجاتا ہے۔ ۱

اسی طرح ایسے علاقہ میں اسلام لانے والے شخص کو اگر کسی طرح روزہ کی فرضیت کا تو علم ہوگیا، لیکن روزہ فاسد کرنے والے تمام احکام کا علم نہ ہوا، اس لئے وہ لاعلمی میں ایسے فعل کا ارتکاب کر بیٹھا، جس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، تو بہت سے فقہاء کے نزدیک اس سے اس کا روزہ بھی فاسد نہیں ہوگا، تا آنکہ اس کو ان چیزوں کا علم حاصل کرنے کے ذرائع میسر نہ ہوں۔ ۲

ملحوظ رہے کہ آج کل اکثر غیر اسلامی ملکوں میں ذرائع ابلاغ کے واسطے سے روزہ کا حکم پہنچ چکا ہے، بلکہ وہاں مختلف شکلوں میں تبلیغ وتدریس کے سلسلے وحلقے بھی قائم ہیں، جبکہ فقہائے کرام

---

۱ لأن الحربی إذا أسلم فی دار الحرب ولم یعلم أن علیه صوم رمضان ثم علم لیس علیه قضاء ما مضی وإنما یحصل العلم الموجب بإخبار رجلین أو رجل وامرأتین أو واحد عدل وعندهما لا تشترط العدالة والبلوغ والحریة(حاشیة الشلبی علٰی تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۳۱۳، کتاب الصوم)
وإنما یحصل له العلم الموجب بإخبار رجلین أو رجل وامرأتین مستورین أو واحد عدل وعندهما لا یشترط العدالة ولا البلوغ والحریة کما فی إمداد الفتاح(رد المحتار ،ج۲ص ۳۷۱،کتاب الصوم)

۲ الجهل :عدم العلم بما من شأنه أن یعلم.
فالجمهور من الحنفیة والشافعیة، وهو مشهور مذهب المالکیة، علی إعذار حدیث العهد بالإسلام، إذا جهل الصوم فی رمضان.
قال الحنفیة :یعذر من أسلم بدار الحرب فلم یصم، ولم یصل، ولم یزک بجهله بالشرائع مدة جهله؛ لأن الخطاب إنما یلزم بالعلم به أو بدلیله، ولم یوجد، إذ لا دلیل عنده علی فرض الصلاة والصوم .
وقال الشافعیة :لو جهل تحریم الطعام أو الوطء ، بأن کان قریب عهد بالإسلام، أو نشأ بعیدا عن العلماء ، لم یفطر، کما لو غلب علیه القیء .
والمعتمد عند المالکیة :أن الجاهل بأحکام الصیام لا کفارة علیه، ولیس هو کالعامد.
وقسم الدسوقی الجاهل إلی ثلاثة :فجاهل حرمة الوطء ، وجاهل رمضان، لا کفارة علیهما، وجاهل وجوب الکفارة -مع علمه بحرمة الفعل -تلزمه الکفارة.
وأطلق الحنابلة وجوب الکفارة، کما قرر بعض من المالکیة، وصرحوا بالتسویة بین العامد والجاهل والمکره والساهی والمخطء (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۸، ص ۴۴،مادة"صوم" حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

کے نزدیک ایک دو ثقہ وعادل اور بعض کے نزدیک عام افراد کی طرف سے بھی روزہ کی فرضیت کی خبر پہنچنا مکلّف ہونے کے لئے کافی ہے۔

اس لئے آج کے دور میں اس طرح کے ممالک میں کوئی شخص اسلام لے آئے، تو وہ روزہ کا مکلّف ہوجائے گا۔

مسئلہ نمبر 4......مسلمانوں کے علاقہ میں اسلام لانے والے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... جو شخص مسلمانوں کے ملک میں اسلام لایا، تو وہ اسلام لاتے ہی رمضان کے روزوں کا مکلّف ہوجائے گا، اور اس کا روزہ کی فرضیت سے ناواقف ہونا عذر شمار نہیں کیا جائے گا۔[1]

مسئلہ نمبر 5......لاعلمی کی وجہ سے روزہ فاسد کرنے والی چیز کے ارتکاب کا حکم

مسئلہ نمبر 5...... جو شخص ایسے علاقہ میں رہتا ہے، جہاں اس کو دین کے احکام کا علم حاصل کرنا ممکن ہے، لیکن وہ علم حاصل کرنے میں کوتاہی اختیار کرے، تو اس کو دینی احکام سے ناواقف ہونا، عذر نہیں ہے، اس لئے اگر روزہ یاد ہو، اور پھر وہ روزہ فاسد کردینے والی کسی چیز کا یہ سمجھ کر ارتکاب کرے کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، تو تب بھی اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

البتہ بعض صورتوں میں روزہ کے کفارہ کے بجائے صرف قضاء کا حکم ہوتا ہے۔

چنانچہ اگر کسی کو مثلاً یہ مسئلہ معلوم نہ ہو کہ احتلام ہوجانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور وہ احتلام ہونے کے بعد میں یہ سمجھ کر کھاپی لے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے، تو تب بھی اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ خود بخود قئے آنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، پھر اس کو قئے آئی، اور اس نے یہ سمجھا کہ روزہ فاسد ہوگیا، اور پھر اس نے کھاپی لیا، تو بھی اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

---

[1] ولو أسلم في دار الإسلام وجب عليه قضاء ما مضى بعد الإسلام علم بالوجوب أو لا اهـ (حاشية الشلبي علىٰ تبيين الحقائق، ج ا ص ٣١٣، كتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

یا کسی نے سرمہ لگانے، یا آنکھ میں دوا ڈالنے، یا خون نکلنے، یا مذی نکلنے پر یہ سمجھا کہ روزہ فاسد ہو گیا، اور پھر اس نے کچھ کھا، پی لیا، تو بھی اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

البتہ بعض حضرات کے نزدیک ان میں سے بعض صورتوں میں قضاء اور بعض کے نزدیک کفارہ واجب ہوگا، البتہ جن چیزوں سے روزہ فاسد ہونے، نہ ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، وہ اجتہادی مسائل کہلاتے ہیں، جن میں سے کسی قول پر عمل کرنے والے پر ملامت نہیں کی جاسکتی، جس کی کچھ تفصیل آگے اپنے مقام پر آتی ہے۔ [1]

---

[1] ومن ظن أو اشتبه فى الفطر، كمن أكل ناسيا فظن أنه أفطر، فأكل عامدا، فإنه لا تجب عليه الكفارة، لقيام الشبهة الشرعية .

والقضاء هو ظاهر الرواية عند الحنفية وهو الأصح .

أما لو فعل ما لا يظن به الفطر، كالفصد والحجامة والاكتحال واللمس والتقبيل بشهوة ونحو ذلك، فظن أنه أفطر بذلك، فأكل عمدا، فإنه يقضى فى تلك الصور ويكفر لأنه ظن فى غير محله.

فلو كان ظنه فى محله فلا كفارة، كما لو أفتاه مفت -يعتمد على قوله ويؤخذ بفتواه فى البلد - بالإفطار فى الحجامة فأكل عامدا، بعدما احتجم لا يكفر .

والمالكية قسموا الظن فى الفطر إلى قسمين:

أ -تأويل قريب :وهو الذى يستند فيه المفطر إلى أمر موجود، يعذر به شرعا، فلا كفارة عليه، كما فى هذه الصور:

-لو أفطر ناسيا، فظن لفساد صومه إباحة الفطر، فأفطر ثانيا عامدا، فلا كفارة عليه.

أو لزمه الغسل ليلا لجنابة أو حيض، ولم يغتسل إلا بعد الفجر، فظن الإباحة، فأفطر عمدا.

أو تسحر قرب الفجر، فظن بطلان صومه، فأفطر.

أو قدم المسافر ليلا، فظن أنه لا يلزمه صوم صبيحة قدومه، فأفطر مستندا إلى هذا التأويل، لا تلزمه الكفارة.

أو سافر دون مسافة القصر، فظن إباحة الفطر فبيت الفطر، فلا كفارة عليه.

أو رأى هلال شوال نهارا، يوم ثلاثين من رمضان، فاعتقد أنه يوم عيد، فأفطر.

فهؤلاء إذا ظنوا إباحة الفطر فأفطروا، فعليهم القضاء ولا كفارة عليهم، وإن علموا الحرمة، أو شكوا فيها فعليهم الكفارة.

ب -تأويل بعيد :وهو المستند فيه إلى أمر معدوم أو موجود، لكنه لم يعذر به شرعا، فلا ينفعه، وعرفه الأبى بأنه :ما لم يستند لموجود غالبا ، مثال ذلك:

من رأى هلال رمضان، فشهد عند حاكم، فرد ولم يقبل لمانع، فظن إباحة الفطر، فأفطر، فعليه الكفارة لبعد تأويله.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر6......جس کو محبوس ہونے کی بناء پر رمضان اور روزہ کے وقت کا پتہ نہ چلے

مسئلہ نمبر6...... جو شخص کسی ایسی جگہ دشمنوں کے ہاتھوں یرغمال اور قید ہو، جہاں اس کو رمضان، یا روزہ کے اوقات کا پتہ نہ چلے، تو اس کو علامات سے پتہ لگا کر، یا خود تحری اور غور وفکر کر کے، اور اپنے دل کے میلان ورجحان کو بنیاد بنا کر روزہ رکھنا چاہیے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال أشهب :لا كفارة عليه لقرب تأويله لاستناده لموجود، وهو رد الحاكم شهادته.
والتحقيق :أنه استند لمعدوم، وهو أن اليوم ليس من رمضان، مع أنه منه برؤية عينه.
أو بيت الفطر وأصبح مفطرا، في يوم لحمى تأتيه فيه عادة، ثم حم في ذلك اليوم، وأولى إن لم يحم.
أو بيتت الفطر امرأة لحيض اعتادته في يومها، ثم حصل الحيض بعد فطرها، وأولى إن لم يحصل.
أو أفطر لحجامة فعلها بغيره، أو فعلت به، فظن الإباحة، فإنه يكفر .لكن قال الدردير :المعتمد في هذا عدم الكفارة، لأنه من القريب، لاستناده لموجود، وهو قوله عليه الصلاة والسلام :أفطر الحاجم والمحجوم .
أو اغتاب شخصا في نهار رمضان، فظن إباحة الفطر فأفطر، فعليه الكفارة .
ونص الشافعية على أن من جامع عامدا، بعد الأكل ناسيا، وظن أنه أفطر به، لا كفارة عليه، وإن كان الأصح بطلان صومه بالجماع، لأنه جامع وهو يعتقد أنه غير صائم، فلم يأثم به، لذلك قيل :لا يبطل صومه، وبطلانه مقيس على من ظن الليل وقت الجماع، فبان خلافه.
وعند القاضي أبي الطيب، أنه يحتمل أن تجب به الكفارة، لأن هذا الظن لا يبيح الوطء .
وأما لو قال :علمت تحريمه، وجهلت وجوب الكفارة، لزمته الكفارة بلا خلاف .
ونص الحنابلة على أنه لو جامع في يوم رأى الهلال في ليلته، وردت شهادته لفسقه أو غيره، فعليه القضاء والكفارة، لأنه أفطر يوما من رمضان بجماع، فلزمته كما لو قبلت شهادته.
وإذا لم يعلم برؤية الهلال إلا بعد طلوع الفجر، أو نسي النية، أو أكل عامدا، ثم جامع تجب عليه الكفارة، لهتكه حرمة الزمن به، ولأنها تجب على المستديم للوطء ، ولا صوم هناك، فكذا هنا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٤٢ ،الیٰ ٤٤،مادة" صوم"حرف الصاد)

[1] الجهل بوقت الصوم:
لو اشتبه رمضان على أسير ومحبوس ونحوهما، صام وجوبا شهرا بالاجتهاد، كما في اجتهاده للصلاة في القبلة ونحوها، وذلك بأمارة كخريف، أو حر، أو برد، فلو صام بغير اجتهاد فوافق رمضان لم يجزئه لتردده في النية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦ ،ص٢٠٥ ،مادة"جهل" حرف الجيم)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 5)

صحت مند ہونا

(مریض، حاملہ اور بچہ کو دودھ پلانے والی کے روزہ کے احکام)

روزہ کی ذمہ میں ادائیگی واجب ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ صحت مند، اور روزہ رکھنے پر قادر ہو، جو شخص مریض و بیمار، یا کمزور ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو، اس پر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، البتہ صحت یاب ہونے کے بعد بیماری میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کا حکم ہے۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا ،أَوْ عَلٰى سَفَرٍ ،فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (سورة البقرة رقم الآية ١٨٤)

ترجمہ: پس جو ہو تم میں سے مریض، یا ہو سفر پر، تو شمار کر لینا ہے، دوسرے دنوں میں (سورہ بقرہ)

احادیث میں حاملہ اور بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کو بھی مریض کی طرح روزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی ہے۔

حضرت ابو قلابہ کی سند سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ نِصفَ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمَ، وَرَخَّصَ لِلْحُبْلٰى

---

[1] شروط وجوب أدائه:

شروط وجوب الأداء الذى هو تفريغ ذمة المكلف عن الواجب فى وقته المعين له هى:

أ -الصحة والسلامة من المرض، لقوله تعالى :(ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٢٠ ،مادة"صوم"حرف الصاد)

وَالْمُرْضِعِ (سنن النسائی،رقم الحدیث ۲۲۷۷، کتاب الصیام، ذکر وضع الصیام عن المسافر)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز کواور روزہ کو معاف کردیا ہے، اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو (روزہ نہ رکھنے کی) رخصت دے دی ہے (نسائی)

حضرت انس بن مالک کعبی قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ، وَشَطْرَ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الْحَامِلِ أَوِ الْمُرْضِعِ الصَّوْمَ ،أَوِ الصِّيَامَ (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۷۱۵،ابواب الصوم،باب ما جاء فی الرخصة فی الإفطار للحبلی والمرضع، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۰۴۷) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ نے مسافر سے روزے کواور آدھی نماز کو معاف کردیا ہے، اور حاملہ، یا (بچہ کو) دودھ پلانے والی عورت سے روزہ، یا روزوں (کے رکھنے) کو معاف کردیا ہے (ترمذی)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ شَطْرَ ،أَوْ نِصْفَ ،الصَّلَاةِ عَنِ الْمُسَافِرِ، وَوَضَعَ الصَّوْمَ، أَوِ الصِّيَامَ ،عَنِ الْمُسَافِرِ، وَالْمَرِيْضِ، وَالْحَامِلِ (المعجم الکبیر للطبرانی ، ج ۱ ص ۲۶۳ ،رقم الحدیث ۷۶۵ ،باب الألف)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مسافر سے آدھی نماز کو معاف کردیا ہے، اور روزہ کو، یا

---

[1] قال الترمذی:وفی الباب عن أبی أمية :.حديث أنس بن مالک الكعبی حديث حسن ولا نعرف لأنس بن مالک هذا عن النبی صلى الله عليه وسلم غير هذا الحديث الواحد.
وقال شعیب الارنؤوط:حدیث حسن(حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

روزوں کے رکھنے کو مسافر، اور مریض سے اور حاملہ عورت سے معاف کر دیا ہے
(جن کو بعد میں رکھ لینے کی اجازت ہے) (طبرانی)

اس قسم کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مریض اور حاملہ اور بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی وہ عورت کو روزہ رکھنے سے اپنے آپ کو، یا بچے کو ضرر پہنچ سکتا ہے، اس لئے ان کو مسافر اور مریض کے درجہ میں رکھ کر بیان کیا گیا ہے۔

آگے اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1......کس طرح کی بیماری، ومرض میں روزہ چھوڑنا جائز ہے؟

مسئلہ نمبر 1......مرض اور بیماری کو سب لوگ جانتے ہیں کہ کیا ہوتی ہے؟ البتہ بعض صورتوں کو عوام کے لئے سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔

فقہائے کرام نے روزہ کے مسئلہ میں مرض وبیماری کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص کو روزہ رکھنے سے بیماری پیدا ہونے، یا موجودہ بیماری بڑھ جانے یا دیر سے اچھا ہونے، یا کسی عضو کے بے کار ہو جانے، یا بگڑ جانے، یا جان چلی جانے کا یقین، یا غالب گمان ہو، تو وہ رمضان کا فرض روزہ چھوڑ سکتا ہے اور پہلے سے روزہ ہو، تو اس حال میں اس کو توڑ بھی سکتا ہے، لیکن صحت یاب ہونے پر قضاء کرنے کا حکم ہوگا۔

تاہم بیماری کے صرف وہم، یا روزہ کی معمولی بھوک پیاس کی مشقت کی وجہ سے روزہ چھوڑنا اور توڑنا، بلکہ اس سے بڑھ کر فدیہ دینا درست نہیں، جیسا کہ آج کل بعض کم ہمت لوگ ایسا کرتے ہیں۔ [1]

---

[1] المرض هو كل ما خرج به الإنسان عن حد الصحة من علة .
قال ابن قدامة :أجمع أهل العلم على إباحة الفطر للمريض فى الجملة ، والأصل فيه قول الله تعالى :(ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر)
وعن سلمة بن الأكوع رضى الله تعالى عنه قال " :لما نزلت هذه الآية :(وعلى الذين يطيقونه فدية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن جب کوئی واقعی درجہ میں بیمار ومریض ہو، اور اس کو روزہ رکھنے غیر معمولی تکلیف وایذاء ہوتی ہو، تو پھر اس کو روزہ چھوڑنے کی گنجائش ہے، اور ایسے شخص کو روزہ رکھ کر بلاوجہ اپنے آپ، یا دوسروں کو بے جا تکلیف میں مبتلاء کرنا بھی شریعت کی نظر میں پسندیدہ عمل نہیں۔

شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے اعتدال کو اختیار کرنا چاہیے، اور بے اعتدالیوں سے بچنا چاہیے۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طعام مسكين) كان من أراد أن يفطر، يفطر ويفتدى، حتى أنزلت الآية التى بعدها يعنى قوله تعالى: (شهر رمضان الذى أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر) فنسختها.

فالمريض الذى يخاف زيادة مرضه بالصوم أو إبطاء البرء أو فساد عضو، له أن يفطر، بل يسن فطره، ويكره إتمامه، لأنه قد يفضى إلى الهلاك، فيجب الاحتراز عنه.

ثم إن شدة المرض تجيز الفطر للمريض.

أما الصحيح إذا خاف الشدة أو التعب، فإنه لا يجوز له الفطر، إذا حصل له بالصوم مجرد شدة تعب، هذا هو المشهور عند المالكية، وإن قيل بجواز فطره.

وقال الحنفية :إذا خاف الصحيح المرض بغلبة الظن فله الفطر، فإن خافه بمجرد الوهم، فليس له الفطر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۴۵، مادة"صوم"حرف الصاد)

لے وقال المالكية :إذا خاف حصول أصل المرض بصومه، فإنه لا يجوز له الفطر -على المشهور -إذ لعله لا ينزل به المرض إذا صام .وقيل :يجوز له الفطر.

فإن خاف كل من المريض والصحيح الهلاك على نفسه بصومه، وجب الفطر.

وكذا لو خاف أذى شديدا، كتعطيل منفعة، من سمع أو بصر أو غيرهما، لأن حفظ النفس والمنافع واجب، وهذا بخلاف الجهد الشديد، فإنه يبيح الفطر للمريض، قيل :والصحيح أيضا.

وقال الشافعية :إن المريض -وإن تعدى بفعل ما أمرضه -يباح له ترك الصوم، إذا وجد به ضررا شديدا، لكنهم شرطوا لجواز فطره نية الترخص -كما قال الرملى واعتمده -وفرقوا بين المرض المطبق، وبين المرض المتقطع، فإن كان المرض مطبقا، فله ترك النية فى الليل.

وإن كان يحم وينقطع؛ نظر .فإن كان محموما وقت الشروع فى الصوم، فله ترك النية، وإلا فعليه أن ينوى من الليل، فإن احتاج إلى الإفطار أفطر.

ومثل ذلك الحصاد والبناء والحارس -ولو متبرعا -فتجب عليهم النية ليلا، ثم إن لحقتهم مشقة أفطروا.

قال النووى :ولا يشترط أن ينتهى إلى حالة لا يمكنه فيها الصوم، بل قال أصحابنا :شرط إباحة الفطر أن يلحقه بالصوم مشقة يشق احتمالها، وأما المرض اليسير الذى لا يلحق به مشقة ظاهره فلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2...... بھوک، یا پیاس کی وجہ سے حالت بگڑ جانے والے کو روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 2...... اگر کسی کو روزہ رکھنے کے بعد، بھوک، یا پیاس کی وجہ سے حالت زیادہ بگڑ جاتی ہے، اور کھانے، یا پینے کی ضرورت پیش آتی ہے، جیسا کہ بعض شوگر، یا دوسری بیماریوں کے مریضوں کی حالت ہوتی ہے، تو اس کو روزہ نہ رکھنا، اور بعد میں حسبِ قدرت قضاء کر لینا، یا فدیہ دے دینا جائز ہو جاتا ہے۔

اور اگر کسی کی روزہ رکھنے کے بعد، بھوک، یا پیاس کی وجہ سے حالت زیادہ بگڑ جائے، اور کھانے، یا پینے کی ضرورت لاحق ہو جائے، جیسا کہ بعض شوگر، یا دوسری بیماریوں کے مریضوں کی حالت ہوتی ہے، یا کسی دوسرے صحت مند شخص کو کسی محنت و جفاکشی کے کام کی وجہ سے، یا کسی بھی دوسری وجہ سے اس طرح کی حالت پیش آ جائے، تو اس کو روزہ توڑ دینا، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يجز له الفطر، بلا خلاف عندنا، خلافا لأهل الظاهر.

وخوف الضرر هو المعتبر عند الحنابلة، أما خوف التلف بسبب الصوم فإنه يجعل الصوم مكروها، وجزم جماعة بحرمته، ولا خلاف في الإجزاء ، لصدوره من أهله في محله، كما لو أتم المسافر قالوا :ولو تحمل المريض الضرر، وصام معه، فقد فعل مكروها، لما يتضمنه من الإضرار بنفسه، وتركه تخفيفا من الله وقبول رخصته، لكن يصح صومه ويجزئه، لأنه عزيمة أبيح تركها رخصة، فإذا تحمله أجزأه، لصدوره من أهله في محله، كما أتم المسافر، وكالمريض الذي يباح له ترك الجمعة، إذا حضرها.

قال في المبدع :فلو خاف تلفا بصومه، كره، وجزم جماعة بأنه يحرم .ولم يذكروا خلافا في الإجزاء .

ولخص ابن جزي من المالكية أحوال المريض بالنسبة إلى الصوم، وقال :للمريض أحوال:

الأولى :أن لا يقدر على الصوم أو يخاف الهلاك من المرض أو الضعف إن صام، فالفطر عليه واجب.

الثانية :أن يقدر على الصوم بمشقة، فالفطر له جائز، وقال ابن العربي :مستحب.

الثالثة :أن يقدر بمشقة، ويخاف زيادة المرض، ففي وجوب فطره قولان.

الرابعة :أن لا يشق عليه، ولا يخاف زيادة المرض، فلا يفطر عند الجمهور، خلافا لابن سيرين ونص الشافعية على أنه إذا أصبح الصحيح صائما، ثم مرض، جاز له الفطر بلا خلاف، لأنه أبيح له الفطر للضرورة، والضرورة موجودة، فجاز له الفطر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۴۵ الی ۴۷، مادة"صوم"حرف الصاد)

بعد میں حسبِ قدرت قضاء کر لینا، یا فدیہ دے دینا بھی جائز ہو جاتا ہے۔ [1]

اسی طرح جو شخص بیماری وغیرہ کی وجہ سے اتنا کمزور ہو گیا ہو، یا عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اتنا بوڑھا ہو گیا ہو کہ اسے روزہ رکھ کر بھوک اور پیاس برداشت نہ ہوتی ہو، تو اسے روزہ چھوڑنا جائز ہے، پھر اگر بعد میں قدرت حاصل ہو، تو روزہ کی قضاء کرنی چاہئے، اور اگر آئندہ قدرت حاصل نہ ہو، تو فدیہ دینا چاہئے، اور فدیہ کے احکام آگے مستقل باب کے تحت میں آتے ہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر 3...... بیماری سے اچھا ہونے کے بعد، مگر کمزور ہونے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... اگر بیماری سے اچھا ہو گیا، لیکن ابھی غیر معمولی کمزوری کا سامنا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھا، تو پھر بیمار ہو جائے گا، تب بھی اس طرح کی کمزوری ختم ہونے تک روزہ

---

[1] من أرهقه جوع مفرط، أو عطش شديد، فإنه يفطر ويقضى . وقيده الحنفية بأمرين:
الأول :أن يخاف على نفسه الهلاك، بغلبة الظن، لا بمجرد الوهم، أو يخاف نقصان العقل، أو ذهاب بعض الحواس، كالحامل والمرضع إذا خافتا على أنفسهما الهلاك أو على أولادهما.
قال المالكية :فإن خاف على نفسه حرم عليه الصيام، وذلك لأن حفظ النفس والمنافع واجب .
الثانى :أن لا يكون ذلك بإتعاب نفسه، إذ لو كان به تلزمه الكفارة، وقيل :لا .
وألحقه بعض الفقهاء بالمريض، وقالوا :إن الخوف على النفس فى معنى المرض . وقال القليوبى: ومثل المرض غلبة جوع وعطش، لا نحو صداع، ووجع أذن وسن خفيفة.
ومثلوا له بأرباب المهن الشاقة، لكن قالوا :عليه أن ينوى الصيام ليلا، ثم إن احتاج إلى الإفطار، ولحقته مشقة، أفطر .
قال الحنفية :المحترف المحتاج إلى نفقته كالخباز والحصاد، إذا علم أنه لو اشتغل بحرفته يلحقه ضرر مبيح للفطر، يحرم عليه الفطر قبل أن تلحقه مشقة.
وقال أبو بكر الآجرى من الحنابلة :من صنعته شاقة، فإن خاف بالصوم تلفا، أفطر وقضى، إن ضره ترك الصنعة، فإن لم يضره تركها أثم بالفطر وبتركها، وإن لم ينتف الضرر بتركها، فلا إثم عليه بالفطر للعذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۵۶، ۵۷،مادة"صوم"حرف الصاد)

[2] والجوع والعطش وكبر السن كذا فى البدائع (قوله: لمن خاف زيادة المرض الفطر) لقوله تعالى"من كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر "فإنه أباح الفطر لكل مريض لكن القطع بأن شرعية الفطر فيه إنما هو لدفع الحرج وتحقق الحرج منوط بزيادة المرض أو إبطاء البرء أو إفساد عضو(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲،ص ۳۰۳، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

نہ رکھنا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 4...... عمر رسیدہ مرد، یا عورت کے لئے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... اگر کوئی مرد، یا عورت اتنی عمر رسیدہ، اور معمر وکمزور ہوگئی، جس کو روزہ رکھنے سے سخت تنگی اور حرج لاحق ہوتا ہے، تو اس کو روزہ رکھنا ضروری نہیں ہوتا۔

اور اس کو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک روزہ کا فدیہ دینا جائز ہے۔

البتہ مالکیہ کے نزدیک عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے جس طرح روزہ رکھنا ضروری نہیں رہتا، اسی طرح اس پر فدیہ دینا بھی ضروری نہیں رہتا، البتہ اگر فدیہ دے دے، تو اچھا ہے۔ [2]

---

[1] وقد يكون(ترک الصوم) مباحا:
كالمريض الذى لا يخشى الهلاک، ولكنه يخشى زيادة المرض، وكالحامل التى تخاف ضررا يسيرا على حملها أو نفسها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵،ص ۲۹۸ ،مادة"افطار"حرف الألف)
والصحيح الذى يخشى أن يمرض بالصوم فهو كالمريض(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲، ص ۳۰۴، كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

[2] قد خفف الشارع عن الشيخ الهرم، فخصه بجواز إخراج الفدية بدلا عن الصيام الذى عجز عن أدائه لما يلحقه من المشقة، ولا خلاف بين الفقهاء أنه لا يلزمه الصوم، ونقل ابن المنذر الإجماع عليه وأن له أن يفطر إذا كان الصوم يجهده ويشق عليه مشقة شديدة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷،ص ۳۳۰ ،مادة"مشقة"حرف الميم)
اتفق الفقهاء على أن الشيخ الكبير إذا تكلف الصوم، فصام فى رمضان، فلا فدية عليه.
واتفق الفقهاء على أن للشيخ الكبير الذى يجهده الصوم ويشق عليه مشقة شديدة أن يفطر فى رمضان، فإذا أفطر فعليه فدية وجوبا عند الحنفية والحنابلة والأصح عند الشافعية ، لقول الله تعالى :(وما جعل عليكم فى الدين من حرج) . وقوله تعالى :(وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيرا فهو خير له) ، قال ابن عباس رضى الله عنهما فى تفسيرها:
نزلت رخصة للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة وهما يطيقان الصيام أن يفطرا ويطعما مكان كل يوم مسكينا، والحبلى والمرضع إذا خافتا على أولادهما أفطرتا وأطعمتا، ولقول أبى هريرة :من أدركه الكبر فلم يستطع صيام رمضان فعليه لكل يوم مد من قمح.
وذهب المالكية ومكحول وأبو ثور وربيعة وابن المنذر وهو مقابل الأصح عند الشافعية إلى أنه لا تجب عليه الفدية، لأنه سقط عنه فرض الصوم لعجزه، فلم تجب عليه الفدية كالصبى والمجنون، وكالمريض الذى ترک الصيام لمرض اتصل به الموت، إلا أن المالكية يرون أنه يندب له إعطاء الفدية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲،ص ۶۶و۶۷ ،مادة"فدية"حرف الفاء)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 5......روزہ چھوڑنے کے جواز کی بیماری، یا عذر کے ثبوت کا طریقہ

مسئلہ نمبر 5......جس بیماری، یا عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز ہے، اس کی پہچان کا طریقہ بعض حضرات نے یہ بیان فرمایا ہے کہ یا تو کسی علامت سے معلوم ہو، یا خود روزہ رکھنے سے بیماری پیدا ہونے کا تجربہ ہو چکا ہو، یا مسلمان ماہر طبیب وڈاکٹر کی رائے سے معلوم ہوا ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر 6......دائمی مریض کے لئے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 6......اگر کوئی مرد، یا عورت، عمر رسیدہ اور معمر تو نہیں، لیکن اس کو ایسی بیماری لاحق ہے، جو ٹھیک ہونے کا نام نہیں لیتی، اور آئندہ بھی بظاہر ٹھیک ہونے کے امکانات نظر نہیں آتے، اور وہ مسلسل جاری رہتی ہے، تو ایسے مرد، یا عورت کو بھی عمر رسیدہ اور معمر کا حکم حاصل ہے، اور جو احکام اس کے لئے ہیں، وہی اس کے لئے بھی ہیں۔

البتہ اگر اللہ اپنی قدرت سے اس کو صحت یاب فرمادے، اور یہ دوبارہ روزہ رکھنے پر قادر

---

[1] اور ایک قول کے مطابق طبیب وڈاکٹر کا ماہرِ فن اور مسلمان ہونے کے ساتھ عادل وثقہ ہونا بھی ضروری ہے، جبکہ بعض نے دوسرے ایسے مسلمان شخص کی رائے کو بھی معتبر قرار دیا ہے، جو طبیب تو نہ ہو، لیکن اسی طرح کے مرض میں مبتلیٰ ہو کر تجربہ کر چکا ہو۔

آج کل ثقہ وعادل ڈاکٹروں کا میسر آنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے ایسی صورت میں طبیب کا مسلمان ہونا کافی ہے، اور اگر کسی کو مسلمان ماہر طبیب میسر نہ ہو، اور غیر مسلم ماہر طبیب کی رائے روزہ نہ رکھنے کی ہو، تو ایسی صورت میں دوسرے قرائن اور مسلمان تجربہ کاروں کی رائے کو شامل کر کے غلبۂ ظن حاصل کرنا چاہئے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے، تو پھر روزہ رکھنا چاہئے، پھر اگر روزہ رکھنے کے بعد غیر معمولی تکلیف ظاہر ہو، تو اسے روزہ توڑ دینا جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

اتفق الفقهاء على جواز التيمم للمريض إذا تيقن التلف، وكذلك عند الأكثرين إذا خاف من استعمال الماء للوضوء أو الغسل على نفسه، أو عضوه هلاكه، أو زيادة مرضه، أو تأخر برئه، ويعرف ذلك بالعادة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم عدل، واكتفى بعض الحنفية بأن يكون مستورا أي غير ظاهر الفسق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۴، ص ۲۵۸، مادة "تيمم" حرف التاء)

ثم معرفة ذلك باجتهاد المريض والاجتهاد غير مجرد الوهم بل هو غلبة الظن عن أمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق وقيل عدالته شرط(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۳۰۳، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

www.idaraghufran.org

ہو جائے، تو پھر حسبِ قدرت اداء اور قضاء روزوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7...... اگر بیماری، یا بڑھاپے کی وجہ سے گرمیوں میں روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو؟

مسئلہ نمبر 7...... اگر کوئی مریض، یا بوڑھا شخص رمضان میں گرمی کی شدت کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہیں، لیکن رمضان گزرنے کے بعد سردیوں کے موسم میں روزہ رکھنے پر قادر ہے، تو بعض فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق اس کو فی الحال روزہ نہ رکھنا، اور سردیوں کے موسم میں روزہ کی قضاء کرنا جائز ہے۔

اور اگر مرض، یا بڑھاپا، اس نوعیت کا ہو کہ دوسرے دنوں میں بھی روزہ رکھنے پر قادر نہیں، یا سخت

---

[1] وتشمل الشيخوخة والهرم ما يلي- :
الشيخ الفانى، وهو الذى فنيت قوته، أو أشرف على الفناء ، وأصبح كل يوم فى نقص إلى أن يموت.
المريض الذى لا يرجى برؤه، وتحقق اليأس من صحته.
العجوز، وهى المرأة المسنة.
قال البهوتى :المريض الذى لا يرجى برؤه فى حكم الكبير .
وقيد الحنفية عجز الشيخوخة والهرم، بأن يكون مستمرا، فلو لم يقدرا على الصوم لشدة الحر مثلا، كان لهما أن يفطرا، ويقضياه فى الشتاء .
ولا خلاف بين الفقهاء فى أنه لا يلزمهما الصوم، ونقل ابن المنذر الإجماع عليه، وأن لهما أن يفطرا، إذا كان الصوم يجهدهما ويشق عليهما مشقة شديدة.
قال ابن جزى :إن الشيخ والعجوز العاجزين عن الصوم، يجوز لهما الفطر إجماعا، ولا قضاء عليهما.
والأصل فى شرعية إفطار من ذكر:
أ -قوله تعالى :(وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين)فقد قيل فى بعض وجوه التأويل :إن (لا) مضمرة فى الآية، والمعنى :وعلى الذين لا يطيقونه.
وقال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما :الآية ليست بمنسوخة، وهى للشيخ الكبير، والمرأة الكبيرة، لا يستطيعان أن يصوما، فيطعمان مكان كل يوم مسكينا .
والآية فى محل الاستدلال، حتى على القول بنسخها، لأنها إن وردت فى الشيخ الفانى -كما ذهب إليه بعض السلف -فظاهر، وإن وردت للتخيير فكذلك؛ لأن النسخ إنما يثبت فى حق القادر على الصوم، فبقى الشيخ الفانى على حاله كما كان .
ب -والعمومات القاضية برفع الحرج، كقوله تعالى :(وما جعل عليكم فى الدين من حرج
وموجب الإفطار بسبب الشيخوخة عند الحنفية والحنابلة، وهو الأظهر عند الشافعية، وهو قول عند المالكية :وجوب الفدية، ويأتى تفصيله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٥٥ و ٥٦، مادة "صوم" حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

مشقت لاحق ہوتی ہے، تو پھر بہرحال فدیہ دینا جائز ہے، جیسا کہ گذرا۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... حاملہ اور بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کے لئے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 8...... حمل والی عورت اور اسی طرح بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کو احادیث میں مریض وبیمار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اس لئے جو عورت حمل سے ہو، یا بچہ کو دودھ پلا رہی ہو، اس کو روزہ چھوڑنے اور بعد میں قضاء کرلینے کی اجازت ہے۔

پھر بعض حضرات نے تو بہرحال احادیث کی اتباع میں عورت کے حاملہ، یا بچہ کو دودھ پلانے والی ہونے کی وجہ سے ہی، مریض وبیمار کے حکم میں داخل کردیا ہے، اور کسی شرط وقید کے بغیر ہر حمل اور بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کو روزہ چھوڑنے اور بعد میں قضاء رکھ لینے کی اجازت دے دی ہے، کیونکہ اس کو روزہ رکھنے کا نقصان، بعض اوقات ایسے مخفی طریقہ پر ہوتا ہے، جو بظاہر نظر نہیں آتا، مثلاً پوری غذائیت نہ ملنے سے اندر ہی اندر سے بچہ کمزور پڑجاتا ہے، یا عورت کو بعد میں غیر معمولی کمزوری لاحق ہوجاتی ہے، جو فی الحال نظر نہیں آتی۔

ہمارا اپنا رجحان بھی احادیث کی وجہ سے، اسی موقف کی طرف ہوا۔

جبکہ بعض دوسرے فقہائے کرام نے فرمایا کہ جس حاملہ، یا دودھ پلانے والی عورت کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنی، یا بچہ کی ہلاکت، یا کمزوری کا ڈر ہو، یا کمزوری کے باعث بچہ کے لئے دودھ نہ اترتا ہو، تو اس کو روزہ چھوڑ دینا جائز ہے، جس کی بعد میں قضاء کرنے کا حکم ہے۔ [2]

---

[1] وقيد الحنفية عجز الشيخوخة والهرم، بأن يكون مستمرا، فلو لم يقدرا على الصوم لشدة الحر مثلا، كان لهما أن يفطرا، ويقضياه فى الشتاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۵۵، مادة "صوم" حرف الصاد)

أما لو لم يقدر عليه لشدة الحر كان له أن يفطر ويقضيه فى الشتاء فتح(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۴۲۷، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

[2] اتفق الفقهاء على أن الحامل والمرضع لهما أن تفطرا فى رمضان بشرط أن تخافا على أنفسهما أو على ولدهما المرض أو زيادته أو الضرر أو الهلاک والمشقة.

ونص الحنابلة على كراهة صومهما كالمريض.

وصرح المالكية بأن الحمل مرض حقيقة، والرضاع فى حكم المرض وليس مرضا حقيقة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷، ص ۳۳۰، مادة "مشقة" حرف الميم)

مسئلہ نمبر 9...... اگر روزہ رکھنے سے نماز پڑھنے میں کمزوری واقع ہو، تو اس کا حکم

مسئلہ نمبر 9...... اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ وہ اگر رمضان میں روزہ رکھتا ہے، تو کمزوری ہو جانے کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہوتا، اور اگر روزہ نہیں رکھتا، تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہوتا ہے، تو بعض حضرات نے فرمایا کہ اسے روزہ رکھنا چاہئے، اور نماز بیٹھ کر پڑھنی چاہئے، تاکہ دونوں عبادتیں اپنی اپنی جگہ اداء ہو جائیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 10...... رمضان میں جہاد وقتال کرنے والے کے لئے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 10...... اگر کسی غازی ومجاہد کو یقین، یا غالب گمان سے معلوم ہو جائے کہ رمضان، یا اس کے مخصوص دنوں میں اس کو شرعی طریقہ سے کافروں سے لڑنا اور قتال کرنا پڑے گا اور روزہ رکھنے کی صورت میں اس کو کمزوری اور قتال کرنے میں کمی آنے کا خوف ہو، تو اس کو بیمار ومریض کی طرح قتال شروع ہونے سے پہلے روزہ نہ رکھنا یا روزہ رکھنے کے بعد قتال کے لئے توڑ دینا جائز ہے، خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم ہو، پھر اگر روزہ توڑ دینے کے بعد اس روز قتال کا اتفاق نہ ہوا، تب بھی اس پر اس روزے کی صرف قضاء واجب ہوگی۔ [2]

---

[1] وفی الظهيرية رجل لو صام فی شهر رمضان لا يمكنه أن يصلی قائما وإذا أفطر يمكنه أن يصلی قائما فإنه يصوم ويصلی قاعدا جمعا بين العبادتين (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲، ص ۳۰۴، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

[2] وألحقوا بإرهاق الجوع والعطش خوف الضعف عن لقاء العدو المتوقع أو المتيقن كأن كان محيطا :فالغازی إذا كان يعلم يقينا أو بغلبة الظن القتال بسبب وجوده بمقابلة العدو، ويخاف الضعف عن القتال بالصوم، وليس مسافرا، له الفطر قبل الحرب.

قال فی الهندية :فإن لم يتفق القتال فلا كفارة عليه، لأن فی القتال يحتاج إلى تقديم الإفطار، ليتقوى ولا كذلك المرض .وقال البهوتی :ومن قاتل عدوا، أو أحاط العدو ببلده، والصوم يضعفه عن القتال، ساغ له الفطر بدون سفر نصا، لدعاء الحاجة إليه .

ولا خلاف بين الفقهاء ، فی أن المرهق ومن فی حكمه، يفطر، ويقضی -كما ذكرنا -وإنما الخلاف بينهم فيما إذا أفطر المرهق، فهل يمسك بقية يومه، أم يجوز له الأكل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۵۷، مادة "صوم" حرف الصاد) غ

وقالوا الغازی إذا كان يعلم يقينا أنه يقاتل العدو فی شهر رمضان ويخاف الضعف إن لم يفطر يفطر قبل الحرب مسافرا كان أو مقيما (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲، ص ۳۰۳، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 11...... مجبور ومحنت کش مزدور کے لئے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 11...... جس شخص کو دن میں کام کاج کرنے کی شدید ضرورت لاحق ہے، یا اگر وہ دن میں وہ کام نہیں کرے گا، تو اس کا مال تلف وضائع، یا چوری ہونے کا خطرہ لاحق ہے، تو اصولی طور پر اس کو روزہ چھوڑنا اور بعد میں قضاء کر لینا جائز ہے۔

چنانچہ اگر محنت کش مزدور، یا پیشہ ور شخص (مثلاً بھٹی جھوکنے، روٹی پکانے والے) کو روزہ رکھ کر کام کاج کرنے میں غیر معمولی بھوک، پیاس کی تکلیف اور کمزوری ہوتی ہو، جس کی وجہ سے کام کاج نہ ہوتا ہو، تو اگر یہ کام چھوڑ کر، یا ہلکا پھلکا کام کر کے، یا دوسرے اوقات میں کام کر کے گزارہ ہوسکتا ہو، تو روزہ چھوڑنے کی گنجائش نہیں، اور ایسا ممکن نہ ہو، اور یہ غریب آدمی ہے کہ گزر بسر کا کوئی دوسرا انتظام نہیں، تو اس کو روزہ چھوڑنا اور بعد میں قدرت ہونے پر روزہ کی قضاء کر لینا جائز ہے۔

اسی طرح مثلاً کھیتی اور فصل تیار ہے، جس کو کاٹنا، یا ٹھکانے لگانا، ضروری ہے، ورنہ اس کے ضائع، یا چوری ہوجانے کا خطرہ ہے، اور دن میں روزہ رکھ کر یہ کام کرنا شدید تکلیف کا باعث ہے، اور متبادل صورت میسر نہیں، تو اس کو بھی مذکورہ ضرورت کے لئے روزہ چھوڑنا اور بعد میں قضاء کر لینا، جائز ہے۔ [1]

---

[1] صيام رمضان فرض على كل مسلم مكلف، ولا يعفى من أداء الصيام فى وقته إلا أصحاب الأعذار المرخص لهم فى الفطر كالمريض والمسافر.

أما بالنسبة لأصحاب الحرف فمفاد نصوص الفقهاء أنه إن كان هناك حاجة شديدة لعمله فى نهار رمضان، أو خشى تلف المال إن لم يعالجه، أو سرقة الزرع إن لم يبادر لحصاده، فله أن يعمل مع الصوم ولو أداه العمل إلى الفطر حين يخاف الجهد.

وليس عليه ترك العمل ليقدر على إتمام الصوم، وإذا أفطر فعليه القضاء فقط.

وفيما يلى بعض النصوص فى ذلك:

فقد نقل ابن عابدين عن الفتاوى :سئل على بن أحمد عن المحترف إذا كان يعلم أنه لو اشتغل بحرفته يلحقه مرض يبيح الفطر وهو محتاج للنفقة هل يباح له الأكل قبل أن يمرض فمنع من ذلك أشد المنع، وهكذا حكاه عن أستاذه الوبرى .وسئل أبو حامد عن خباز يضعف فى آخر النهار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 12......اگر روزہ کی حالت میں دواء کا استعمال ضروری ہو جائے؟

مسئلہ نمبر 12...... اگر کسی کو سانپ وغیرہ کاٹ لے، یا اسی طرح کا کوئی حادثہ پیش آ جائے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هل له أن يعمل هذا العمل قال :لا، ولكن يخبز نصف النهار ويستريح الباقي، فإن قال لا يكفيه كذب بأيام الشتاء فإنها أقصر فما يفعله فيها يفعله اليوم.

وقال الرملى فى جامع الفتاوى :لو ضعف عن الصوم لاشتغاله بالمعيشة، فله أن يفطر ويطعم لكل يوم نصف صاع إذا لم يدرك عدة من أيام أخر يمكنه الصوم فيها وإلا وجب عليه القضاء .وعلى هذا الحصاد إذا لم يقدر عليه مع الصوم ويهلك الزرع بالتأخير، لا شك فى جواز الفطر والقضاء ، وكذا الخباز وفى تكذيبه نظر، فإن طول النهار وقصره لا دخل له فى الكفاية.

قال ابن عابدين :والذى ينبغى فى مسألة المحترف -حيث كان الظاهر أن ما مر من تفقهات المشايخ لا من منقول المذهب -أن يقال :إذا كان عنده ما يكفيه وعياله لا يحل له الفطر، لأنه يحرم عليه السؤال من الناس فالفطر أولى، وإلا فله العمل بقدر ما يكفيه، كأن يعلم أن صيامه مع العمل سيؤديه إلى الفطر يحل له إذا لم يمكنه العمل فى غير ذلك مما لا يؤديه إلى الفطر، وكذا لو خاف هلاك زرعه أو سرقته ولم يجد من يعمل له بأجرة المثل وهو يقدر عليها .ولو آجر نفسه فى العمل مدة معلومة فجاء رمضان فالظاهر أن له الفطر، وإن كان عنده ما يكفيه إذا لم يرض المستأجر بفسخ الإجارة، كما فى الظئر فإنه يجب عليها الإرضاع بالعقد، ويحل لها الإفطار إذا خافت على الولد فيكون خوفه على نفسه أولى .

وفى التاج والإكليل من كتب المالكية :نقل ابن محرز عن مالك فى الذى يعالج من صنعته فيعطش فيفطر، فقال :لا ينبغى للناس أن يتكلفوا من علاج الصنعة ما يمنعهم من الفرائض وشدد فى ذلك .فقال ابن محرز :يحتمل أن يكون إنما شدد فى ذلك لمن كان فى كفاية من عيشه أو كان يمكنه من التسبب ما لا يحتاج معه إلى الفطر، وإلا كره له .بخلاف رب الزرع فلا حرج عليه.

وفى نوازل البرزلى :الفتوى عندنا أن الحصاد المحتاج له الحصاد، أى ولو أدى به إلى الفطر وإلا كره له، بخلاف رب الزرع فلا حرج عليه مطلقا لحراسة ماله، وقد نهى عن إضاعة المال .

وفى حاشية الجمل من كتب الشافعية :يباح ترك الصوم لنحو حصاد، أو بناء لنفسه أو لغيره تبرعا أو بأجرة، وإن لم ينحصر الأمر فيه وقد خاف على المال إن صام وتعذر العمل ليلا، أو لم يكفه فيؤدى لتلفه أو نقصه نقصا لا يتغابن بمثله .هذا هو الظاهر من كلامهم، ويؤيده إباحة الفطر لإنقاذ محترم، خلافا لمن أطلق فى نحو الحصاد المنع، ولمن أطلق الجواز.

ولو توقف كسبه لنحو قوته المضطر إليه هو أو ممونه على فطره، فظاهر أن له الفطر لكن بقدر الضرورة .

وفى كشاف القناع :قال أبو بكر الآجرى :من صنعته شاقة فإن خاف بالصوم تلفا أفطر وقضى إن ضره ترك الصنعة، فإن لم يضره تركها أثم بالفطر ويتركها، وإن لم ينتف التضرر بتركها فلا إثم عليه بالفطر للعذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٧، ص ١٧٦ ،الىٰ ١٧٨ ،مادة "حرفة" حرف الحاء)

جس کے لئے دوا وغیرہ کھانا پینا ضروری ہوجائے، تو ایسا شخص بھی مریض میں داخل ہے، اور اس کو روزہ نہ رکھنا اور روزہ کی حالت میں ہو، تو روزہ توڑ دینا اور پھر بعد میں قضاء رکھ لینا جائز ہے، جو نہ تو گناہ گار ہے، اور نہ اس پر کفارہ واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 13......عذر زائل ہونے کے بعد روزہ کی قضاء کا حکم

مسئلہ نمبر 13...... جو مریض ومعذور رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتا، تو اسے عذر زائل ہونے کے بعد روزوں کی قضاء کرنی چاہیئے، البتہ اگر عذر زائل ہونے کے بعد کوئی فوت ہوگیا، اور اس کو روزوں کی قضاء کا موقع نہیں مل سکا، تو وہ عند اللہ معذور اور نا قابلِ مؤاخذہ ہے۔

اور اگر عذر زائل ہونے کے بعد کچھ روزے رکھنے کا موقع ملا، اور کچھ روزے رکھنے کا موقع نہیں ملا، تو جتنے روزے رکھنے کا موقع ملا، اتنے روزے رکھنا ضروری ہے، ورنہ وہ گناہ گار ہوکر فوت ہوگا، اور فدیہ واجب ہونے، نہ ہونے کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 14......کم ہمتی کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی برائی

مسئلہ نمبر 14......بعض لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، مگر وہ اپنی ذرا سی کم ہمتی کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیتے ہیں، اور وہ اس خیال اور وہم میں مبتلا رہتے ہیں کہ اگر ہم نے روزہ رکھ لیا، تو برداشت نہیں ہوگا، حالانکہ یہ لوگ صحت مند ہوتے ہیں، اگر تھوڑی سی ہمت کریں، تو وہ با آسانی روزہ رکھ سکتے ہیں۔

---

[1] وكذلك الرجل إذا لدغته حية فأفطر بشرب الدواء قالوا إن كان ذلك ينفعه فلا بأس به (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢، ص ٣٠٣، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

[2] إن أخر قضاء رمضان -وكذا النذر والكفارة -لعذر، بأن استمر مرضه أو سفره المباح إلى موته، ولم يتمكن من القضاء ، فلا شيء عليه، ولا تدارك للغائب بالفدية ولا بالقضاء ، لعدم تقصيره، ولا إثم به، لأنه فرض لم يتمكن منه إلى الموت، فسقط حكمه، كالحج، ولأنه يجوز تأخير رمضان بهذا العذر أداء ، فتأخير القضاء أولى -كما يقول النووى.

وسواء استمر العذر إلى الموت، أم حصل الموت فى رمضان، ولو بعد زوال العذر كما قال الشربينى الخطيب.

وقال أبو الخطاب :يحتمل أن يجب الصوم عنه أو التكفير(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٧٦،٧٧، مادة"صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

اس طرزِ عمل کی اصلاح کرنی چاہئے۔

مسئلہ نمبر 15...... گرمی، یا معمولی عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی برائی

مسئلہ نمبر 15...... بعض لوگ صرف اس وجہ سے کہ رمضان کا مہینہ گرمی کے موسم میں واقع ہو رہا ہوتا ہے، بلا شرعی عذر کے روزہ چھوڑ دیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ گذرنے کے بعد سردی کے موسم میں اداء کرلیں گے، حالانکہ روزہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ مقرر کر دیا ہے، خواہ وہ گرمی میں آئے، یا سردی میں، اس لئے روزہ وقت پر ہی رکھنا چاہئے۔

بعض طلباء امتحانات کی تیاری کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیتے ہیں، یا توڑ دیتے ہیں، حالانکہ وہ معمولی سی مشقت کے ساتھ روزہ رکھنے پر قادر ہوتے ہیں، اسی طرح بعض نوجوان مختلف کھیلوں میں مصروف ہونے کی وجہ سے بھی روزہ نہیں رکھتے، اس قسم کے اعذار وخیالات شریعت کی نظر میں معتبر نہیں ہیں۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] وإن أجهد الإنسان بالشغل نفسه ... .فأفطر فى التكفير قولين سطروا.

قال المؤلف فى شرحها صورتها صائم أتعب نفسه فى عمل حتى أجهده العطش فأفطر لزمته الكفارة وقيل لا تلزمه وبه أفتى البقالى وهذا بخلاف الأمة إذا أجهدت نفسها لأنها معذورة تحت قهر المولى ولها أن تمتنع من ذلك وكذا العبد كذا فى تحفة الأخيار (حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ٦٦٩، كتاب الصوم، فصل فى الكفارة ومايسقطها من الذمة)

(فصل نمبر 6)

مقیم ہونا

(مقیم اور مسافر کے روزہ کے احکام)

رمضان کے روزہ کی ذمہ میں ادائیگی واجب ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ وہ مقیم ہو، مسافر نہ ہو۔ [1]

اگر کوئی شخص مسافر ہو، تو اس پر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، بلکہ اسے بعد میں روزہ کی قضاء کر لینے کی اجازت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا ،أَوْ عَلٰى سَفَرٍ ،فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (سورة البقرة ، رقم الآية ۱۸۴)

ترجمہ: پس جو ہو تم میں سے مریض ، یا سفر پر ہو، تو شمار کر لینا ہے دوسرے دنوں میں (روزہ کو) (سورہ بقرہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَأَصُومُ فِي السَّفَرِ؟وَكَانَ كَثِيْرَ الصِّيَامِ،فَقَالَ:إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ (صحيح البخارى،رقم الحديث ۱۹۴۳ ،كتاب الصوم، باب الصوم فى السفر والإفطار)

---

[1] ب -الإقامة، للآية نفسها .قال ابن جزى :وأما الصحة والإقامة، فشرطان فى وجوب الصيام، لا فى صحته، ولا فى وجوب القضاء ، فإن وجوب الصوم يسقط عن المريض والمسافر، ويجب عليهما القضاء ، إن أفطرا إجماعا، ويصح صومهما إن صاما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۲۰، ۲۱ ،مادة"صوم"حرف الصاد)

ترجمہ: حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھ لوں؟ اور وہ کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں، تو روزہ رکھ لیں، اور اگر آپ چاہیں، تو روزہ نہ رکھیں (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ (صحيح البخارى،رقم الحديث ۱۹۴۷ ،كتاب الصوم،باب :لم يعب أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم بعضهم بعضا فى الصوم والإفطار)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، تو روزہ رکھنے والا شخص روزہ نہ رکھنے والے شخص پر کوئی عیب نہیں لگاتا تھا، اور نہ ہی روزہ نہ رکھنے والا شخص روزہ رکھنے والے پر کوئی عیب لگایا کرتا تھا (بخاری)

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ قَالَ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،أَجِدُ بِيْ قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:هِيَ رُخْصَةٌ مِّنَ اللّٰهِ، فَمَنْ أَخَذَ بِهَا، فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ

(صحيح مسلم،رقم الحديث ۱۱۲۱ ”۱۰۷“كتاب الصيام،باب التخيير فى الصوم والفطر فى السفر)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں، تو کیا مجھ پر (سفر میں روزہ رکھنے کی وجہ سے) کوئی گناہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (یعنی سفر میں

روزہ نہ رکھنا) اللہ کی طرف سے رخصت ہے، جو اس کو اختیار کرے، تو اچھی بات ہے، اور جو روزہ رکھنا چاہے، تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَرَأٰى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالُوْا: صَائِمٌ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ١٩٤٦، كتاب الصوم، باب قول النبی صلی الله عليه وسلم لمن ظلل عليه واشتد الحر ليس من البر الصوم فی السفر، مسلم، رقم الحديث ١١١٥ "٩٢")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، تو آپ نے (ایک جگہ لوگوں کا) ہجوم دیکھا، اور ایک آدمی کو دیکھا کہ اس پر سایہ کیا جارہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کیا ہوگیا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یہ روزہ دار ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی بھلائی کا کام نہیں ہے (بخاری، مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ، فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ، وَصَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ، وَإِنَّ النَّاسَ يَنْظُرُوْنَ فِيْمَا فَعَلْتَ، فَدَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَشَرِبَ، وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ، فَأَفْطَرَ بَعْضُهُمْ، وَصَامَ بَعْضُهُمْ، فَبَلَغَهُ أَنَّ نَاسًا صَامُوْا، فَقَالَ: أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٧١٠، ابواب الصوم، باب ما جاء فی كراهية الصوم فی السفر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ کے سال (مدینہ سے) مکہ کی طرف

نکلے، اور آپ نے روزہ رکھا، یہاں تک کہ آپ ''کراعِ غمیم'' (مقام) تک پہنچ گئے، اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ روزہ رکھا ہوا تھا، آپ سے عرض کیا گیا کہ لوگوں پر روزہ شاق گزر رہا ہے، اور لوگوں کی آپ کے عمل پر نظر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگایا، پھر آپ نے پانی پیا، اور لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے، بعض لوگوں نے تو روزہ توڑ دیا، اور بعضوں نے روزہ نہیں توڑا، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے (ابھی تک) روزہ رکھا ہوا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گناہ گار لوگ ہیں (ترمذی)

اسی قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

قرآن مجید کی مذکورہ آیتِ مبارکہ اور احادیثِ مختلفہ کی روشنی میں فقہائے کرام نے جو مسائل بیان فرمائے ہیں، اب ان کو ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1......کون سے مسافر کو روزہ چھوڑنا اور بعد میں قضاء کرنا جائز ہے؟

مسئلہ نمبر 1......اگر کوئی شرعی اعتبار سے مسافر ہو، یعنی ایسے سفر میں ہو، جس میں اس کو نماز میں قصر کا حکم ہوتا ہے، تو اس پر روزہ رکھنا فرض نہیں۔

بالفاظِ دیگر جس مسافر پر نماز میں قصر کرنے کا حکم لاگو ہوتا ہے، اسی کو روزہ چھوڑنا جائز ہوتا ہے، یعنی نماز اور روزہ کے اعتبار سے شرعی سفر میں کوئی فرق نہیں، مگر بعد میں چھوٹے ہوئے روزہ کی قضاء رکھنا ضروری ہے، اور حنفیہ کے نزدیک سفر خواہ جائز کام کے لئے ہو، یا ناجائز کام کے لئے، دونوں کا حکم برابر ہے۔

جبکہ بعض دیگر فقہاء، سفرِ گناہ و معصیت میں روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتے۔

---

[1] عن ابن عباس، قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من المدينة صائما فى شهر رمضان، فلما أتى قديدا أفطر، فلم يزل مفطرا حتى دخل مكة (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٣٢٠٩)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

البتہ اگر سفر تو جائز تھا، لیکن سفر میں کسی دوسرے گناہ کا ارتکاب کیا، تو اس میں مذکورہ حضرات کے نزدیک روزہ ترک کرنے کی اجازت ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2......شرعی سفر کی مقدار

مسئلہ نمبر 2......شرعی اعتبار سے مسافر بننے کے لئے ایک مخصوص مقدار مقرر ہے، جو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک چار برید، یعنی چار فرسخ ہے، جو اڑتالیس میل کا فاصلہ ہے۔

---

[1] اشترط جمهور الفقهاء -المالكية على الراجح والشافعية والحنابلة -فى السفر الذى تتغير به الأحكام ألا يكون المسافر عاصيا بسفره كقاطع طريق وناشزة وعاق ومسافر عليه دين حال قادر على وفائه من غير إذن غريمه.

إذ مشروعية الترخص فى السفر للإعانة.

والعاصى لا يعان؛ لأن الرخص لا تناط بالمعاصى، ومثله ما إذا انتقل من سفره المباح إلى سفر المعصية بأن أنشأ سفرا مباحا ثم قصد سفرا محرما.

والمراد بالمسافر العاصى بسفره أو سفر المعصية أن يكون الحامل على السفر نفس المعصية كما فى الأمثلة السابقة .وقد ألحق الحنابلة بسفر المعصية السفر المكروه فلا يترخص المسافر عندهم إذا كان مسافرا لفعل مكروه، وفى مذهب المالكية خلاف فى الترخص فى السفر المكروه فقيل بالمنع وقيل بالجواز .قال ابن شعبان :إن قصر لم يعد للاختلاف فيه.

ثم إنه متى تاب العاصى بسفره فى أثنائه فإنه يترخص بسفره كما لو لم يتقدمه معصية .ويكون أول سفره من حين التوبة.

وعلى هذا فإن كان بين محل التوبة ومقصده مرحلتان قصر، وإن كان الباقى دونها فلا قصر .وقد صرح بهذا الشافعية والحنابلة، ولم يتعرض المالكية لذكر المسافة فى حال التوبة.

وعند بعض المالكية يجوز الترخص فى سفر المعصية مع الكراهة.

ولم يشترط الحنفية هذا الشرط، فللمسافر العاصى بسفره أن يترخص برخص السفر كلها لإطلاق نصوص الرخص كقوله تعالى :(فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر) وحديث ابن عباس رضى الله عنهما قال :فرض الله الصلاة على لسان نبيكم فى الحضر أربع ركعات وفى السفر ركعتين قالوا :ولأن القبيح المجاور -أى المعصية -لا يعدم المشروعية، بخلاف القبيح لعينه وضعا كالكفر، أو شرعا كبيع الحر، فإنه يعدم المشروعية.

كما أن المعصية ليست سببا للرخصة والسبب هو السفر، والمعصية ليست عين السفر، وقد وجد السفر الذى هو سبب الرخصة.

وأما العاصى فى سفره وهو من يقصد سفرا مباحا ثم تطرأ عليه معصية يرتكبها فقد اتفق الفقهاء على أنه يترخص فى سفره؛ لأنه لم يقصد السفر للمعصية ولأن سبب ترخصه -وهو السفر -مباح قبلها وبعدها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص۳۳و۳۴،مادة"سفر "حرف السين)

اور حنفیہ کے اصل مذہب میں ایسا سفر ہے، جس میں تین دن کی مدت، خرچ ہوتی ہو، لیکن بعد کے بعض حنفیہ نے مشکلات کے باعث دیگر حضرات کے مذکورہ قول پر فتویٰ دیا ہے۔

اور موجودہ دور کے رائج فاصلوں کے ناپنے کے پیمانوں کے اعتبار سے، مذکورہ فاصلہ 77.25 کلومیٹر، یا اس سے زیادہ کا سفر ہے، لہٰذا اتنے، یا اس سے زیادہ فاصلہ کا سفر کرنے والے کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

اور جو شخص اس مذکورہ مقدار سے کم کے سفر پر جائے، وہ جمہور فقہاء کے نزدیک مسافر نہیں، لہٰذا اس کو روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ [1]

---

[1] اختلف الفقهاء فى مسافة السفر الذى تتغير به الأحكام، فذهب جمهور الفقهاء -المالكية والشافعية والحنابلة -إلى أن مسافة السفر التى تتغير بها الأحكام أربعة برد؛ لما روى ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :يا أهل مكة لا تقصروا فى أقل من أربعة برد، من مكة إلى عسفان وكان ابن عمر وابن عباس -رضى الله عنهم -يقصران ويفطران فى أربعة برد .وذلك إنما يفعل عن توقيف .وكل بريد أربعة فراسخ، والفرسخ ثلاثة أميال هاشمية.
فهى ثمانية وأربعون ميلا، والفرسخ بأميال بنى أمية ميلان ونصف، فالمسافة على هذا أربعون ميلا.
والتقدير بثمانية وأربعين ميلا هو المشهور عند المالكية والشافعية ....
وذهب الحنفية إلى أن مسافة السفر الذى تتغير به الأحكام هو مسيرة ثلاثة أيام،وقدرها بعض مشايخ الحنفية بأقصر أيام السنة.
قال ابن عابدين نقلا عن الحلية :الظاهر إبقاؤها على إطلاقها بحسب ما يصادفه من الوقوع فيها طولا وقصرا واعتدالا إن لم تقدر بالمعتدلة التى هى الوسط .ولا اعتبار عندهم بالفراسخ على المذهب .
قال فى الهداية :هو الصحيح، احترازا عن قول عامة المشايخ فى تقديرها بالفراسخ .ثم اختلفوا، فقيل :واحد وعشرون، وقيل :ثمانية عشر، وقيل :خمسة عشر، والفتوى على الثانى؛ لأنه الأوسط، وفى المجتبى :فتوى أئمة خوارزم على الثالث (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۲۸ الٰى ۳۰، مادة"سفر " حرف السين)
أقل هذه المسافة مقدر عند عامة العلماء ، ولكنهم اختلفوا فى التقدير .
فذهب المالكية والشافعية والحنابلة والليث والأوزاعى :إلى أن أقل مدة السفر مسيرة يومين معتدلين بلا ليلة، أو مسيرة ليلتين معتدلتين بلا يوم، أو مسيرة يوم وليلة.
وذلك؛ لأنهم قدروا السفر بالأميال، واعتبروا ذلك ثمانية وأربعين ميلا، وذلك أربعة برد، وتقدر بسير يومين معتدلين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص۲۷۰ ،مادة"صلاة المسافر" حرف الصاد)

مسئلہ نمبر 3......شرعی سفر کی مقدار کے فاصلہ کا معیار

مسئلہ نمبر 3...... دلائل کی رو سے راجح یہ ہے کہ شرعی سفر، یا اس کے فاصلہ کا اعتبار اس جگہ کی حدود سے باہر سے شمار کیا جائے گا، جہاں کہ کوئی شخص مقیم ہے، لہٰذا اگر کسی شہر میں مقیم ہے، تو اس شہر کی حدود سے، اور اگر کسی قصبہ میں مقیم ہے، تو اس قصبہ کی حدود سے، اور اگر کسی گاؤں میں مقیم ہے، تو اس گاؤں کی حدود سے باہر نکل کر سفر کا حکم شروع ہوگا، اور وہیں سے شرعی سفر کے فاصلہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور موجودہ دور کے جو بعض اصحابِ علم اپنے گھر سے نکلنے پر ہی سفر کے فاصلہ کو شمار کرنے کے قائل ہیں، ان کا قول دلائل کی رو سے کمزور معلوم ہوا۔ [1]

مسئلہ نمبر 4......رمضان سے پہلے سفر شروع کرنے والے کے لئے حکم

مسئلہ نمبر 4...... جس شخص نے رمضان شروع ہونے سے پہلے سفر شروع کیا، اور رمضان کا آغاز سفر کی حالت میں ہوا، اس کو بھی سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے، اور اسی طرح اگر رمضان میں سفر شروع کیا، تب بھی یہی حکم ہے، جب تک کہ اس پر سفر کے احکام جاری رہیں گے، اس وقت تک یہی حکم ہوگا۔ [2]

مسئلہ نمبر 5......جس مسافر کو روزہ رکھنے سے تکلیف نہ ہو، اس کا حکم

مسئلہ نمبر 5...... جس مسافر کو سفر میں روزہ رکھنے سے تکلیف نہ ہوتی ہو، اس کو بھی روزہ چھوڑ

---

[1] وفی الشرع :الخروج بقصد المسير من محل الإقامة إلى موضع بينه وبين ذلك الموضع مسيرة ثلاثة أيام فما فوقها بسير الإبل ومشى الأقدام على خلاف بين الفقهاء فى ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷، ص ۱۶۶ ،مادة"اهلية "حرف الألف)

مفارقة محل الإقامة:يشترط فى السفر الذى تتغير به الأحكام مفارقة بيوت المصر فلا يصير مسافرا قبل المفارقة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵ ،ص ۳۱،مادة"سفر "حرف السين)

قال الفقهاء :يبدأ المسافر القصر إذا فارق بيوت المصر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۷۹، مادة"صلاة المسافر "حرف الصاد)

د -أن يجاوز المدينة وما يتصل بها، والبناء ات والأفنية والأخبية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸ ص۴۷، مادة" صوم"حرف الصاد)

[2] ويستوى الجواب بين أن يسافر قبل رمضان وبين أن يسافر بعد دخول رمضان،سافر بعدما أهل فى الحضر هلال رمضان(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ۱ ص ۳۵۸، كتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

دینے کی اجازت ہے۔

لیکن اگر روزے سے کوئی تکلیف نہ ہو، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے، اور اگر سفر میں روزہ رکھنے سے تکلیف اور پریشانی ہو، تو پھر روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر6......روزہ کا وقت شروع ہونے کے بعد سفر شروع کرنے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر6...... جو شخص سحری کا وقت ختم ہونے، یا دوسرے الفاظ میں طلوعِ فجر ہونے تک مقیم ہو (یعنی اپنی اقامت گاہ کی حدود میں ہو) خواہ گھر سے نکل چکا تھا، یا سفر شروع کرنے کا ارادہ تھا، تو بیشتر فقہائے کرام کے نزدیک اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔

البتہ آئندہ جو روزے سفر میں آئیں گے، ان کو چھوڑنے کی اجازت ہوتی ہے اور اِن روزوں کی بعد میں قضاء کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] ذهب الأئمة الأربعة، وجماهير الصحابة والتابعين إلى أن الصوم فى السفر جائز صحيح منعقد، وإذا صام وقع صيامه وأجزأه.

وروى عن ابن عباس وابن عمر وأبى هريرة رضى الله عنهم أنه غير صحيح، ويجب القضاء على المسافر إن صام فى سفر .وروى القول بكراهته.

والجمهور من الصحابة والسلف، والأئمة الأربعة، الذين ذهبوا إلى صحة الصوم فى السفر - اختلفوا بعد ذلک فى أيهما أفضل، الصوم أم الفطر، أو هما متساويان؟

فمذهب الحنفية والمالكية والشافعية، وهو وجه عند الحنابلة، أن الصوم أفضل، إذا لم يجهده الصوم ولم يضعفه، وصرح الحنفية والشافعية بأنه مندوب . قال الغزالى :والصوم أحب من الفطر فى السفر، لتبرئة الذمة، إلا إذا كان يتضرر به . وقيد القليوبى الضرر بضرر لا يوجب الفطر.......

ومذهب الحنابلة أن الفطر فى السفر أفضل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ص ٥١ و٥٢، مادة" صوم"حرف الصاد)

[2] أن يبدأ السفر بعد الفجر، بأن يطلع الفجر وهو مقيم ببلده، ثم يسافر بعد طلوع الفجر، أو خلال النهار، فإنه لا يحل له الفطر بإنشاء السفر بعدما أصبح صائما، ويجب عليه إتمام ذلک اليوم، وهذا مذهب الحنفية والمالكية، وهو الصحيح من مذهب الشافعية، ورواية عن أحمد .وذلک تغليبا لحكم الحضر.

ومع ذلک لا كفارة عليه فى إفطاره عند الحنفية، وفى المشهور من مذهب المالكية، خلافا لابن كنانة، وذلک للشبهة فى آخر الوقت ولأنه لما سافر بعد الفجر صار من أهل الفطر، فسقطت عنه الكفارة.

والصحيح عند الشافعية أنه يحرم عليه الفطر حتى لو أفطر بالجماع لزمته الكفارة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ ،ص٤٨ ،مادة" صوم"حرف الصاد)

تاہم اگر کوئی شخص سفر شروع کرنے سے پہلے روزہ رکھ چکا تھا، اور پھر سفر شروع ہونے کے بعد اس کو روزہ کی وجہ سے غیر معمولی مشقت وتکلیف کا سامنا کرنا پڑا، تو اس کو روزہ توڑ دینا جائز ہے، جس کی بعد میں صرف قضاء کرنی ہوگی، کفارہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

مذکورہ حکم تو بیشتر فقہائے کرام کے نزدیک تھا، لیکن امام احمد کے ایک قول کے مطابق جس شخص کا طلوعِ فجر کے بعد سفر شروع کرنے کا ارادہ ہے، اگرچہ ابھی سفر شروع نہیں کیا، اس کو بھی اس دن کا روزہ چھوڑنے کی گنجائش ہے، اور بعض حضرات نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے، جس کی بعض احادیث سے بھی تائید ہوتی ہے۔

پھر بھی کوئی اختلاف سے بچنے کے لئے روزہ رکھے، تو بہتر ہے۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

وإذا سافر فی أثناء یوم فهل یجوز له الفطر؟ علی قولین مشهورین للعلماء هما روایتان عن أحمد. أظهرهما: أنه یجوز ذلک. کما ثبت فی السنن أن

---

[1] والمذهب عند الحنابلة وهو أصح الروایتین عن أحمد، وهو ما ذهب إلیه المزنی وغیره من الشافعیة: أن من نوی الصوم فی الحضر، ثم سافر فی أثناء الیوم، طوعا أو کرها، فله الفطر بعد خروجه ومفارقته بیوت قریته العامرة، وخروجه من بین بنیانها، واستدلوا بما یلی:
-ظاهر قوله تعالی: (ومن کان مریضا أو علی سفر فعدة من أیام أخر)
-وحدیث جابر -رضی الله تعالی عنه -أن رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج إلی مکة عام الفتح فصام حتی بلغ کراع الغمیم، وصام الناس معه، فقیل له: إن الناس قد شق علیهم الصیام، وإن الناس ینظرون فیما فعلت، فدعا بقدح من ماء بعد العصر، فشرب -والناس ینظرون إلیه -فأفطر بعضهم، وصام بعضهم، فبلغه أن ناسا صاموا، فقال: أولئک العصاة.
وحدیث ابن عباس رضی الله تعالی عنهما قال: خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم عام الفتح إلی مکة، فی شهر رمضان، فصام حتی مر بغدیر فی الطریق، وذلک فی نحر الظهیرة. قال: فعطش الناس، جعلوا یمدون أعناقهم، وتتوق أنفسهم إلیه. قال: فدعا رسول الله صلی الله علیه وسلم بقدح فیه ماء، فأمسکه علی یده، حتی رآه الناس، ثم شرب، فشرب الناس.
وقالوا: إن السفر مبیح للفطر، فإباحته فی أثناء النهار کالمرض الطارء ولو کان بفعله.
وقال الذین أباحوه من الشافعیة: إنه تغلیب لحکم السفر
وقد نص الحنابلة المؤیدون لهذا الرأی علی أن الأفضل لمن سافر فی أثناء یوم نوی صومه -إتمام صوم ذلک الیوم، خروجا من خلاف من لم یبح له الفطر، وهو قول أکثر العلماء، تغلیبا لحکم الحضر، کالصلاة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۸، ص۴۹، مادة" صوم" حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

من الصحابة من كان يفطر إذا خرج من يومه ويذكر أن ذلك سنة النبى صلى الله عليه وسلم (مجموع الفتاوى، ج۲۵، ص۲۱۲، کتاب الفقه، کتاب الصيام، رسالة فى الهلال)

ترجمہ: اور جب دن کے درمیان میں سفر کرے، تو کیا اس دن روزہ چھوڑ دینا (یا توڑ دینا) جائز ہے؟ اس میں علماء کے دونوں مشہور قول ہیں، اور امام احمد کی بھی دو روایتیں ہیں، جن میں سے زیادہ راجح یہ ہے کہ جائز ہے، جیسا کہ سنن میں یہ ثابت ہے کہ بعض صحابہ جب دن میں سفر شروع کرتے تھے، تو وہ روزہ نہیں رکھتے تھے، اور یہ بات ذکر فرماتے تھے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے (مجموع الفتاویٰ)

پس اگر کوئی ضرورت مند ہے، مثلاً اس کے سفر کی روانگی کا وقت طلوعِ فجر کے بعد دن میں طے ہے، اور اس کو سفر کے دوران روزہ کو جاری رکھنے میں مشقت کا سامنا ہے، یا مثلاً دن کے وقت جہاز میں سوار ہو کر ایسی جگہ جانے کا ارادہ ہے، جہاں پہنچ کر سورج تاخیر سے غروب ہونے کی بناء پر روزہ بہت طویل ہوجائے گا، جس کو پورا کرنا مشکل ہوجائے گا، تو دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو مذکورہ قول پر عمل کر لینے میں گناہ نہیں۔

مسئلہ نمبر 7......سورج غروب ہونے سے پہلے سفر ختم ہونے پر کھانے پینے کا حکم

مسئلہ نمبر 7...... اگر کوئی شخص سفر میں تھا، اس لئے روزہ نہیں رکھا تھا، لیکن سورج غروب ہونے سے پہلے مقیم ہوگیا، تو اس کو حنفیہ کے نزدیک دن کے باقی حصہ میں کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہیے، جو بعض فقہاء کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔ [1]

---

[1] أما من يباح له الفطر وزال عذره فى نهار رمضان كما لو بلغ الصبى، أو أفاق المجنون، أو أسلم الكافر، أو صح المريض أو أقام المسافر، أو طهرت الحائض والنفساء، فالمالكية وكذا الشافعية فى الأصح والحنابلة فى رواية على عدم وجوب الإمساك عليهم بقية يومهم.

وصرح بعضهم باستحباب إمساكهم لحرمة الشهر .

أما الحنفية والشافعية فى قولهم الثانى والحنابلة فى رواية فقد صرحوا بوجوب الإمساك عليهم بقية يومهم، كما إذا قامت البينة على رؤية هلال رمضان فى أثناء النهار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص٢٥٥، مادة" امساك"حرف الألف)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 8......دن میں مسافر کے مقیم ہوجانے پر اس دن کے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 8...... اگر کسی مسافر نے دن کے شروع حصہ میں رمضان کے روزہ کی نیت نہیں کی تھی، لیکن ابھی تک صبح سے کچھ کھایا، پیا نہیں، پھر وہ مقیم ہوگیا، اور اس نے روزہ کی نیت کرلی، تو اگر اس نے ضحوۂ کبریٰ سے (یعنی زوال سے کچھ وقت) پہلے روزہ کی نیت کرلی، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا روزہ درست ہوجائے گا، اور اس کے بعد نیت کرنے سے روزہ درست نہیں ہوگا۔

لیکن حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک رمضان کے روزہ کی طلوعِ فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، اس لئے ان کے نزدیک اس دن کا روزہ درست نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر 9......مسافر کے کسی جگہ مقیم ہوجانے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 9...... اگر کوئی شخص مسافر تھا، لیکن پھر وہاں مقیم ہوگیا، تو چونکہ اب وہ مسافر نہیں رہا بلکہ مقیم ہوگیا، اس لئے اس حالت میں اس کو روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

اور حنفیہ کے نزدیک اقامت کی مدت کم از کم پندرہ دن ہے۔

جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک اقامت کی مدت کم از کم چار دن ہے۔

یعنی حنفیہ کے نزدیک مسافر کے کسی جگہ کم از کم پندرہ دن قیام کی نیت کرنے سے مسافر ہوتا ہے، اس سے کم کی نیت کرنے سے مسافر ہی رہتا ہے۔

---

[1] التبييت :وهو شرط فی صوم الفرض عند المالكية والشافعية والحنابلة والتبييت : إيقاع النية فی الليل، ما بين غروب الشمس إلى طلوع الفجر.......

والحنفية لم يشترطوا التبييت فی رمضان . ولما لم يشترطوا تبييت النية فی ليل رمضان، أجازوا النية بعد الفجر دفعا للحرج أيضا، حتى الضحوة الكبرى، فينوی قبلها ليكون الأكثر منويا، فيكون له حكم الكل، حتى لو نوی بعد ذلک لا يجوز، لخلو الأكثر عن النية، تغليبا للأكثر.

والضحوة الكبرى :نصف النهار الشرعی، وهو من وقت طلوع الفجر إلى غروب الشمس (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٢٣و ٢٤، مادة" صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

اور دیگر فقہاء کے نزدیک مسافر کے کسی جگہ چار دن قیام کی نیت کرنے سے ہی مقیم شمار ہو جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 10......اگر کسی جگہ لمبے، یا مختصر قیام میں تذبذب ہو، تو اس کا حکم

مسئلہ نمبر 10...... اگر کوئی شخص سفر کر کے کسی مقام پر گیا، اور وہاں مدتِ اقامت تک قیام کا ارادہ نہیں ہے، لیکن قیام اس نوعیت کا ہے کہ اس میں مدتِ اقامت سے کم دن بھی خرچ ہو سکتے ہیں، اور زیادہ بھی، تو جب تک مذکورہ تفصیل کے مطابق مدتِ اقامت کا پختہ ارادہ نہیں ہوگا، اس وقت تک یہ شخص مسافر سمجھا جائے گا، خواہ ایک ایک دن کرتے کرتے کتنے ہی زیادہ دن کیوں نہ گزر جائیں۔ [2]

مسئلہ نمبر 11......سفر مکمل ہونے کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کا حکم

مسئلہ نمبر 11...... مسافر کو سفر ختم کرنے کے بعد جلد از جلد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کر لینی چاہئے، بلاوجہ تاخیر کرنے میں ڈر ہے کہ کہیں موت نہ آجائے اور روزے ذمہ میں باقی رہ جائیں، لیکن اگر تاخیر سے اداء کرے، تب بھی اداء ہو جائیں گے۔ [3]

---

[1] کم از کم مدتِ اقامت مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک چار دن، اور حنابلہ کے نزدیک چار سے کچھ اوپر ہے۔

مما ينقضى به حكم قصر الصلاة للمسافر انقضاء مدة الإقامة المبيحة للقصر، على خلاف بين الفقهاء فى كونها أربعة أيام أو خمسة عشر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷، ص۴۸، مادة "انقضاء" حرف الألف)

أن لا يعزم المسافر الإقامة خلال سفره مدة أربعة أيام بلياليها عند المالكية والشافعية، وأكثر من أربعة أيام عند الحنابلة، وهى نصف شهر أو خمسة عشر يوما عند الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۴۷، مادة" صوم "حرف الصاد)

[2] وإذا لم ينو الإقامة لكنه أقام لقضاء حاجة له، بلا نية إقامة، ولا يدرى متى تنقضى، أو كان يتوقع انقضاء ها فى كل وقت، فإنه يجوز له أن يفطر، كما يقصر الصلاة .قال الحنفية :ولو بقى على ذلك سنين.

فإن ظن أنها لا تنقضى إلا فوق أربعة أيام عند الجمهور، أو خمسة عشر يوما عند الحنفية، فإنه يعتبر مقيما، فلا يفطر ولا يقصر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۵۳، مادة" صوم" حرف الصاد)

[3] من أفطر أياما من رمضان -كالمريض والمسافر -قضى بعدة ما فاته، لأن القضاء يجب أن يكون بعدة ما فاته، لقوله تعالى :ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۷۵، مادة" صوم" حرف الصاد)

مسئلہ نمبر 12......اگر سفر کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کی مہلت نہ ملی

مسئلہ نمبر 12......مسافر کو سفر ختم کرنے کے بعد چھوٹے ہوئے روزے رکھنے کی مہلت نہیں ملی اور وہ فوت ہوگیا، تو جتنے روزے سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں، آخرت میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ ان کی قضاء رکھنے کی اس کو مہلت نہیں ملی۔

البتہ اگر مہلت ملی، اور پھر کوتاہی کی، تو اس کا فدیہ دینے کا حکم ہے، جس کی تفصیل آگے فدیہ کے بیان میں آتی ہے۔ [1]

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] لو أفطر بعذر واتصل العذر بالموت فقد اتفق الفقهاء على أنه لا يصام عنه ولا كفارة فيه، لأنه فرض لم يتمكن من فعله إلى الموت فسقط حكمه، كالحج.

أما إذا زال العذر وتمكن من القضاء ، ولم يقض حتى مات ففيه تفصيل:

فذهب جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والحنابلة فى المذهب، وهو الأصح والجديد عند الشافعية) إلى أنه لا يصام عنه؛ لأن الصوم واجب بأصل الشرع لا يقضى عنه، لأنه لا تدخله النيابة فى الحياة فكذلك بعد الممات كالصلاة.

وذهب الشافعية فى القديم، وهو المختار عند النووى، وهو قول أبى الخطاب من الحنابلة إلى أنه يجوز لوليه أن يصوم عنه، زاد الشافعية :ويصح ذلك، ويجزئه عن الإطعام، وتبرأ به ذمة الميت ولا يلزم الولى الصوم بل هو إلى خيرته، لحديث عائشة رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم: من مات وعليه صيام صام عنه وليه .

أما فى وجوب الفدية فقد اختلفوا فيه على النحو التالى:

قال الحنفية :لو أخر قضاء رمضان بغير عذر، ثم مات قبل رمضان آخر أو بعده، ولم يقض لزمه الإيصاء بكفارة ما أفطره بقدر الإقامة من السفر والصحة من المرض وزوال العذر، ولا يجب الإيصاء بكفارة ما أفطره على من مات قبل زوال العذر.

وذهب الشافعية -فى الجديد -إلى أنه يجب فى تركته لكل يوم مد من طعام .وذهب الحنابلة فى المذهب إلى الإطعام عنه لكل يوم مسكينا.

والظاهر من مذهب المالكية :وجوب مد عن كل يوم أفطره إذا فرط، بأن كان صحيحا مقيما خاليا من الأعذار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٧٧و٧٨، مادة"صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر7)

حیض ونفاس سے پاک ہونا

(حیض، نفاس اور جنابت میں روزہ کے احکام)

روزہ کی ذمہ میں ادائیگی واجب ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ اگر عورت ہو، تو وہ حیض (یعنی ماہواری) ونفاس (یعنی بچہ کی ولادت کے بعد آنے والے خون) سے پاک ہو۔ [1]

اور عورت کے لئے حیض ونفاس سے پاک ہونا، روزہ کے صحیح ہونے کی بھی شرط ہے۔ [2]

البتہ اگر کوئی مرد، یا عورت جنابت کی حالت ہو، تو اس حالت میں روزہ رکھنا درست ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ، وَلَمْ تَصُمْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ١٩٥١، كتاب الصوم، باب :الحائض تترك الصوم والصلاة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت کو حیض آتا ہے، تو وہ نہ نماز

---

[1] ج -خلو المرأة من الحيض والنفاس، لأن الحائض والنفساء ليستا أهلا للصوم، ولحديث عائشة رضى الله تعالى عنها لما سألتها معاذة :ما بال الحائض، تقضى الصوم ولا تقضى الصلاة؟ فقالت :أحرورية أنت؟ قلت :لست بحرورية، ولكنى أسأل، قالت : كان يصيبنا ذلك، فنؤمر بقضاء الصوم، ولا نؤمر بقضاء الصلاة .
فالأمر بالقضاء فرع وجوب الأداء .
والإجماع منعقد على منعهما من الصوم، وعلى وجوب القضاء عليهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٢١، مادة"صوم"حرف الصاد)

[2] شروط صحة الصوم:
شرط صحة الصوم هى:
أ -الطهارة من الحيض والنفاس، وقد عدها بعض الفقهاء من شروط الصحة، كالكمال من الحنفية، وابن جزى من المالكية . وعدها بعضهم من شروط وجوب الأداء ، وشروط الصحة معا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٢١، مادة"صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

پڑھتی ہے، اور نہ روزہ رکھتی ہے (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّوْمِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٦٧٠، ابواب الصيام، باب ما جاء فى قضاء رمضان) [1]

ترجمہ: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حیض آتا تھا، تو آپ ہمیں روزہ کی قضاء کا حکم فرماتے تھے (سنن ابنِ ماجہ)

حضرت معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ: أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ إِذَا طَهُرَتْ؟ قَالَتْ: أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ، كُنَّا نَحِيضُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَطْهُرُ فَيَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا يَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ (سنن النسائى، رقم الحديث ٢٣١٨، كتاب الصيام، باب وضع الصيام عن الحائض)

ترجمہ: ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا حائضہ عورت پاک ہونے کے بعد نماز کی قضاء کرے گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا آپ حروری (یعنی خوارج کے فرقہ میں) سے ہیں؟ (جو حیض والی عورت پر نماز کی قضاء کا حکم لگاتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حیض کے بعد پاک ہونے پر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی قضاء کا حکم فرماتے تھے، اور ہمیں نماز کی قضاء کا حکم نہیں فرماتے تھے (نسائی)

جو حکم حیض (یعنی ماہواری) کا ہے، وہی نفاس (یعنی بچہ کی ولادت کے بعد مخصوص مدت تک آنے والے خون کے زمانہ) کا بھی ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

البتہ اگر کسی مرد، یا عورت کو جنابت لاحق ہو، یعنی غسل واجب ہو، تو اس حالت میں روزہ درست ہوجاتا ہے، جس کی تفصیل دوسرے مقام پر ذکر کی جاچکی ہے۔

مذکورہ احادیث وروایات کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر1...... روزہ کے لئے حیض ونفاس سے پاک ہونے کی شرط کی حیثیت

مسئلہ نمبر1...... اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ حیض ونفاس سے پاک ہونا روزہ کی ادائیگی فرض ہونے کی شرط ہے، یا روزہ صحیح ہونے کی شرط ہے۔

بعض حضرات نے حیض ونفاس سے پاک ہونے کو روزہ کی ادائیگی فرض ہونے کی بھی شرط قرار دیا ہے، اور روزہ کے صحیح ہونے کی بھی شرط قرار دیا ہے، اور بظاہر یہی راجح بھی ہے۔

بہر حال حیض ونفاس کی حالت میں روزہ کا حکم نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس حالت میں روزہ صحیح ہوتا، اور پاک ہونے کے بعد رمضان کے روزہ کی قضاء ضروری ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر2...... جنابت کی حالت میں روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر2...... جنابت کی حالت میں، یعنی جب مرد، یا عورت پر احتلام وغیرہ کی وجہ سے غسل واجب ہوچکا ہو، اس حالت میں روزہ رکھنا درست ہے۔

چنانچہ اگر کسی کو رات کے وقت میں غسل کی حاجت ہوئی، تو صبح کو غسل کرنے سے پہلے روزہ شروع کرنا درست ہے، اور اگر کوئی بسہولت پہلے غسل کرلے، تو اچھا ہے، اور اسی طرح اگر کسی مرد، یا عورت کو روزہ کی حالت میں سوتے ہوئے احتلام ہوگیا، تو اس سے

---

[1] الطهارة من دم الحيض والنفاس :فلا يجب عليهما، ولا يصح منهما، وعليهما القضاء بعد زوال المانع .ويجب عليهما المباشرة فى الأداء بمجرد الطهارة(الفقه الاسلامى وادلتہ للزحيلى، ج۳،ص ۱۶۸۰ ،الوسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث الرابع،المطلب الثانى)

قوله" :من حيض ونفاس "فالخلو عنهما من شروط الوجوب أى وجوب الأداء وشروط الصحة (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص ۶۳۵، كتاب الصوم)

روزہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر 3......حیض کی حقیقت اور اس حالت میں روزہ کا شرعی حکم

مسئلہ نمبر 3......معتدل مزاج عورت کو عادتاً ہر ماہ رحم سے جاری ہو کر شرم گاہ کے راستے سے جو خون آتا ہے، وہ شرعی زبان میں حیض، طبی زبان میں ''طمث'' اور انگریزی زبان میں Menses یا Menstruation کہلاتا ہے۔

اور حیض کے جاری رہنے کے دورانیہ (''دورِ طمث'' یا ''دورِ شہریہ'' Menstrual cycle) میں خواتین کی عادتیں مختلف ہوتی ہیں، ہر عورت اپنی عادت کے مطابق حیض آنے والے زمانہ میں حائضہ کہلاتی ہے۔

اس زمانہ کی نماز عورت پر معاف ہوتی ہے، اور روزہ اس حالت میں رکھنے کا حکم نہیں ہوتا، بعد میں قضاء کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ [2]

بعض خواتین کو تین دن، بعض کو چار دن، بعض کو چھ دن، اور بعض کو سات دن، یا اس سے کم وبیش تک حیض کا خون جاری رہتا ہے۔

بعض اوقات عورت کے حیض نہ آنے، یا بالفاظِ دیگر پاکی کی حالت کا دورانیہ طویل اور لمبا بھی ہو جاتا ہے، اور بعض عورتوں کو کسی بیماری، یا عمر کی زیادتی کی وجہ سے بالکل حیض نہیں آتا۔

جب خون نہ آئے، وہ عورت پاک کہلاتی ہے، اور اس زمانہ میں اس کے لئے نماز، روزہ

---

[1] يصح من الجنب أداء الصوم بأن يصبح صائما قبل أن يغتسل فإن عائشة وأم سلمة قالتا :نشهد على رسول الله صلى الله عليه وسلم أن كان ليصبح جنبا من غير احتلام ثم يغتسل ثم يصوم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦ ،ص٥٥ ،مادة"جنابة "حرف الجيم)

أما إذا كانت الجنابة بالإنزال بغير جماع فى نهار رمضان .فإن كان عن احتلام فلا يفسد الصوم بالإجماع لقول النبى صلى الله عليه وسلم :ثلاث لا يفطرن الصائم :الحجامة، والقيء والاحتلام . ولأنه لا صنع له فيه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦ ،ص٥٧ ،مادة"جنابة "حرف الجيم)

[2] اتفق الفقهاء على وجوب قضاء رمضان عليها، لقول عائشة رضى الله عنها فى الحيض :كان يصيبنا ذلك، فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة ونقل الترمذى وابن المنذر وابن جرير وغيرهم الإجماع على ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨ ،ص٣١٨ ،مادة"حيض "حرف الحاء)

سب جائز ودرست ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 4......حیض کا زمانہ اور دورانیہ

مسئلہ نمبر 4......مرفوع اور مستند احادیث میں واضح طور پر سب عورتوں کے لئے حیض اور پاکی کا کوئی زمانہ مختص نہیں کیا گیا، بلکہ زیادہ تر عورتوں کی عادتوں پر دارومدار رکھا گیا ہے۔

اور آثار اس سلسلہ میں مختلف ہیں، اسی لئے اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ حیض کا کم از کم کتنا اور زیادہ سے زیادہ کتنا زمانہ ہوسکتا ہے؟

فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہادات وتجربات اور آثار کی روشنی میں حکم بیان فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ:

یہ خون صحت کی حالت میں بارہ سے سولہ برس کے درمیان عورتوں کو سنِ بلوغ میں آنا شروع ہوتا ہے، جو ماہ بماہ بعض کو اٹھائیس دن کے وقفہ سے، بعض کو بائیس دن کے وقفہ سے آیا کرتا ہے، اور عموماً تین، چار، پانچ یا سات دن آکر خود بخود بند ہوجاتا ہے، اور پینتالیس سے پچپن سال کی عمر میں قدرتاً بند ہوجایا کرتا ہے۔

حالتِ حمل میں اور ایامِ رضاعت میں بچہ کو دودھ پلانے کا زمانہ یہ خون جنین کی پرورش میں صرف ہوتا ہے، چنانچہ حمل قرار پانے کے بعد ایامِ ماہواری بند ہوجاتے ہیں، اور اس سے جنین کو غذا پہنچ کر رحم میں نو ماہ تک جنین کی تکمیل ہوتی ہے، جس قدر حصہ جنین کی غذا سے فاضل بچتا ہے، وہ وضع حمل کے وقت بطور نفاس کے خارج ہوتا ہے، دودھ پلانے کے زمانہ میں یہ خون عورت کے پستان میں پہنچ کر دودھ کی صورت اختیار کرتا ہے، جس کے ذریعہ بچہ غذا حاصل کرکے پرورش پاتا ہے۔ ان ایام کے علاوہ خون کا رُک جانا، یا بے قاعدگی کے ساتھ آنا مرض میں داخل ہے، جس کا اگر مناسب علاج نہ کیا جائے، تو شدید امراض مثلاً سومہ القینہ، استسقاء، دردِ سر، مالیخولیا، مرگی، سکتہ، فالج، اختناق الرحم، تشنگی مفرط، ضعفِ ہضم، سقوط اشتہاء وغیرہ شکایات پیدا ہوجاتی ہیں، اس لئے بہت جلد اس کا علاج کرنا چاہئے (حاذق، ص۴۶۷، ۴۶۸، امراضِ مخصوصہ بہ نسواں، رحم اور اس کے ملحقات کی تشریح ومنافع، ناشر: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی)

اکثر شروع جوانی میں لڑکیوں کو حیض بے قاعدہ آیا کرتا ہے، مثلاً دودو، یا تین تین، بلکہ چار چار مہینے بعد حیض آیا کرتا ہے، لیکن جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے، یہ نقص خود بخود رفع ہوجاتا ہے، اور شادی ہوجانے کے بعد تو یہ بے قاعدگی اکثر رفع بھی ہوجاتی ہے (ایضاً، ص۴۶۹)

[2] وهذه الاقاويل كلها المختلف فيها عند الفقهاء فى أقل الحيض، وأكثره، وأقل الطهر لا مستند لها إلا التجربة والعادة، وكل إنما قال من ذلك ما ظن أن التجربة أوقفته على ذلك، ولاختلاف ذلك فى النساء عسر أن يعرف بالتجربة حدود هذه الاشياء فى أكثر النساء ووقع فى ذلك هذا الخلاف الذى ذكرنا(بداية المجتهد، ج ١ ص٥٧، كتاب الغسل،أحكام الدماء الخارجة من الرحم، الباب الأول أنواع الدماء الخارجة من الرحم)

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت ایک دن، اور ایک رات ”یعنی چوبیس گھنٹے“ ہے۔

اور ان کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن اور پندرہ راتیں ہیں۔

اور حنفیہ کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت تین دن، تین رات ہے، اور ان کے نزدیک اس سے کم مدت تک آنے والا خون حیض شمار نہیں ہوتا۔

البتہ امام ابو یوسف کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت دو دن مکمل، اور تیسرے دن کا اکثر حصہ ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن، دس راتیں ہے، اور اس سے زیادہ مدت تک آنے والا خون استحاضہ، یعنی بیماری والے خون میں داخل ہے۔

اور جہاں تک مالکیہ کا تعلق ہے، تو ان کے نزدیک روزہ کے احکام میں حیض کی کم از کم مدت کی کوئی حد مقرر نہیں، بلکہ تھوڑی دیر آ کر ختم ہو جائے، وہ بھی حیض ہی ہوتا ہے۔ [1]

(اس کی تفصیل ہم نے اپنے ایک رسالہ ”اہم احکامِ حیض کی تحقیق“ میں تحریر کردی ہے)

مسئلہ نمبر 5...... مختلف رنگوں کے حیض کا حکم

مسئلہ نمبر 5...... حیض کے خون کی رنگت عام طور پر عورتوں کو معلوم ہوتی ہے۔

---

[1] مدة الحيض :أقل مدة الحيض يوم وليلة عند الشافعية والحنابلة، وأكثرها خمسة عشر يوما بلياليها، وذلك لأنه ورد في الشرع مطلقا دون تحديد، ولا حد له في اللغة ولا في الشريعة، فيجب الرجوع فيه إلى العرف والعادة، كما في القبض والإحراز والتفرق وأشباهها .وقد وجد حيض معتاد يوما .قال عطاء :رأيت من النساء من تحيض يوما وتحيض خمسة عشر.

ويرى الحنفية أن أقل الحيض ثلاثة أيام ولياليها، وما نقص عن ذلك فهو استحاضة، وذلك لقوله عليه الصلاة والسلام :أقل حيض الجارية البكر والثيب ثلاثة أيام، وأكثر ما يكون عشرة أيام، فإذا زاد فهي مستحاضة، وعن أبي يوسف أنه يومان والأكثر من الثالث، إقامة للأكثر مقام الكل، وأكثر الحيض عشرة أيام ولياليها، والزائد استحاضة .

ويرى المالكية أنه لا حد لأقل الحيض بالزمان، وأكثره لمبتدأة غير حامل تمادى بها نصف شهر، وأكثره لمعتادة غير حامل سبق لها حيض ولو مرة ثلاثة أيام زيادة على أكثر عادتها أياما لا وقوعا

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢، ص ١٤ ، مادة ”مدة الحيض“ حرف الألف)

البتہ عورت کے حیض کا خون، عام رگوں سے نکلنے والے تازہ خون کے مقابلہ میں گاڑھا، اور سیاہی مائل ہوتا ہے، کیونکہ وہ چند دنوں تک جمع ہونے والا افضلہ ہوتا ہے، اور عورتوں کی صحت اور آب وہوا، وغذاء کی وجہ سے بعض اوقات حیض کے خون کی رنگت میں معمولی تغیر پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

بعض اوقات عورت کے رحم سے ''زرد، یا مٹیالے'' رنگ کا سیال مواد برآمد ہوتا ہے۔

اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس رنگ کا سیال مادہ حیض کے دنوں میں برآمد ہو، تو وہ حیض شمار ہوتا ہے۔

اور اگر حیض کے دنوں کے علاوہ دیگر اوقات میں برآمد ہو، تو حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک وہ حیض شمار نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] ألوان دم الحيض:

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الصفرة والكدرة فى أيام الحيض حيض، لأنه الأصل فيما تراه المرأة فى زمن الإمكان، ولأن عائشة رضى الله عنها كان النساء يبعثن إليها بالدرجة فيها الكرسف فيه الصفرة والكدرة :فتقول لهن :لا تعجلن حتى ترين القصة البيضاء . تريد بذلك الطهر من الحيض.

والصفرة والكدرة :هما شىء كالصديد .قال الرملى :وهما ليس من ألوان الدم، وإنما هما كالصديد .وقد صرح ابن حجر الهيتمى بأنهما ماء ان لا دمان.

وعند الشافعية وجه أن الصفرة والكدرة ليستا بحيض، لأنهما ليستا على لون، ولقول أم عطية كنا لا نعد الصفرة والكدرة شيئا وهذا قول ابن الماجشون أيضا .قال الدسوقى :وجعله المازرى والباجى هو المذهب.

واختلف الفقهاء فى الصفرة والكدرة فى غير أيام الحيض .فذهب الحنفية والحنابلة إلى أنهما ليسا بحيض فى غير أيام الحيض، لقول أم عطية كنا لا نعد الصفرة والكدرة بعد الطهر شيئا.

وذهب المالكية والشافعية إلى أنهما حيض .إذا رأتهما المعتادة بعد عادتها، فإنها تجلس أيامهما عند الشافعية.

وتستظهر بثلاثة أيام عند المالكية .وقد صرح الحنفية بأن ألوان دم الحيضة ستة، وهى السواد والحمرة، والصفرة، والخضرة، والكدرة، والتربية قالوا :والكدرة ما هو كالماء الكدر، التربية نوع من الكدرة على لون التراب، والصفرة كصفره القز، والتبن، والسدر على الاختلاف، ثم إن المعتبر حال الرؤية لا حالة التغير، كما لو رأت بياضا فاصفر باليبس، أو رأت حمرة أو صفرة فابيضت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 6......ولادت کے بعد نفاس کی حالت میں روزہ کا شرعی حکم

مسئلہ نمبر 6...... بچہ کی پیدائش کے بعد عورت کے رحم سے جاری ہوکر آگے کی راہ سے آنے والا خون نفاس کہلاتا ہے، نفاس کی حالت میں بھی روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔

اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت، چالیس دن ہے۔

اور مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت ساٹھ دن ہے، امام احمد کی بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔

اور عام حالات میں نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......روزہ رکھ کر حیض، یا نفاس جاری ہونے کا حکم

مسئلہ نمبر 7...... اگر کسی عورت نے رمضان کے کسی دن کا روزہ پاکی کی حالت میں شروع کیا، پھر طلوعِ فجر سے لے کر، سورج غروب ہونے سے پہلے دن کے کسی بھی وقت میں حیض، یا نفاس جاری ہوگیا، تو اس کے اس دن کا روزہ معتبر نہیں ہوگا، اور اس روزہ کی بعد میں قضاء کرنا ضروری ہوگا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالييس، وأنكر أبو يوسف الكدرة فى أول الحيض دون آخره، ومنهم من أنكر الخضرة.

قال ابن عابدين :والصحيح أنها حيض من ذوات الأقراء دون الآيسة .وزاد المالكية على الصفرة والكدرة التربية -وهو الماء المتغير دون الصفرة -والتربية عند المالكية تساوى التربية عند الحنفية، حيث إنهم وصفوا التربية بأنها دم فيه غبرة تشبه لون التراب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص٢٩٥ و٢٩٦، مادة"حيض "حرف الحاء)

والصفرة والكدرة بعد الطهر لا يلتفت إليها .قال أحمد وغيره :لقول أم عطية :كنا لا نعد الصفرة والكدرة بعد الطهر شيئا(الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ٥، ص٣١٥، كتاب الطهارة، باب الحيض)

[1] ذهب الفقهاء إلى أنه لا حد لأقل النفاس.

أما أكثره فقد ذهب الحنفية والحنابلة إلى أن أكثر مدة النفاس أربعون يوما

وذهب المالكية والشافعية :إلى أن أكثر مدة النفاس ستون يوما، وغالبه أربعون يوما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص٢٨٨، مادة"مدة النفاس "حرف الميم)

[2] والاستحاضة لا تسقط الصلاة، ولا تحرم الصوم اتفاقا، ولا الجماع عند جمهور الفقهاء، بخلاف النفاس الذى يسقط الصلاة ويحرم الصوم والوطء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦، ص٢٧٠، مادة"حامل "حرف الحاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر8......سورج غروب ہونے سے پہلے حیض، یا نفاس ختم ہوجانے پر حکم

مسئلہ نمبر8......اگر کسی عورت کو طلوعِ فجر کے وقت حیض، یا نفاس کا خون جاری تھا، پھر وہ بعد میں دن کے کسی حصہ میں سورج غروب ہونے سے پہلے ختم ہوگیا، تب بھی اس دن کا روزہ معتبر نہیں ہوگا، خواہ وہ دن کے کسی حصہ میں بھی ختم ہوا ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر9......طلوعِ فجر سے پہلے حیض، یا نفاس ختم ہوجانے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر9......جس عورت کے حیض، یا نفاس کا خون کسی دن طلوعِ فجر سے کچھ وقت پہلے ختم ہوگیا، تو اس کو اس دن کا روزہ رکھنا درست ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اتفق الفقهاء على تحريم الصوم على الحائض مطلقا فرضا أو نفلا، وعدم صحته منها لقول النبى صلى الله عليه وسلم فى حديث أبى سعيد :أليس إذا حاضت لم تصل، ولم تصم؟ قلن :بلى، قال: فذلك من نقصان دينها فإذا رأت المرأة الدم ساعة من نهار، فسد صومها، وقد نقل ابن جرير والنووى وغيرهما الإجماع على ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۸، ص۳۱۸،مادة ”حيض“حرف الحاء)

[1] لا خلاف بين الفقهاء فى أنه إذا انقطع دم الحيض بعد الفجر، فإنه لا يجزيها صوم ذلك اليوم ويجب عليها قضاؤه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۸، ص۳۱۸،مادة”حيض “حرف الحاء)

[2] پھر شافعیہ، اور حنابلہ وغیرہ کے نزدیک طلوعِ فجر سے ایک لحہ پہلے بھی پاک ہونے کی صورت میں اس کو روزہ رکھنے کا حکم ہے، خواہ غسل کا وقت بھی نہ ملا ہو، کیونکہ حیض ونفاس کے ختم ہونے کے بعد یہ حالتِ جنابت کے مشابہ ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر حیض دس دن پورے ہونے پر بند ہوا، تو بہر حال روزہ رکھنے کا حکم ہے، اور دس دن سے کم پر بند ہوا، تو روزہ درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ طلوعِ فجر سے اتنی دیر پہلے بند ہوا ہو کہ جس میں غسل کیا جاسکے، کیونکہ ان کے نزدیک دس دن سے کم کی صورت میں مدتِ اغتسال حیض میں داخل ہے۔

اتفق الفقهاء على أنه إذا طهرت المرأة قبل الفجر، فإنه يجب عليها صوم ذلك اليوم.

لكن اختلفوا فى الفترة التى إذا انقطع فيها الدم فإنه يجزيها صوم ذلك اليوم .فذهب الحنفية إلى أنه لا يجزيها صوم ذلك إذا لم يبق من الوقت قدر الاغتسال والتحريمة، لأنه لا يحكم بطهارتها إلا بهذا، وإن بقى قدرهما يجزيها، لأن العشاء صارت دينا عليها، وأنه من حكم الطاهرات فحكم بطهارتها ضرورة .والمراد بالغسل هنا ما يشمل مقدماته كما فى غسل الحائض للصلاة .وذهب المالكية إلى أنها إن رأت الطهر قبل الفجر بلحظة وجب الصوم، بأن رأت علامة الطهر مقارنة للفجر ونوت الصوم حينئذ .وقد صرحوا بأن معتادة القصة لا تنتظرها هنا، بل متى رأت أى علامة جفوفا كانت أو قصة، وجب عليها الصوم، ويصح صومها حينئذ، وإن لم تغتسل إلا بعد الفجر، بل إن لم تغتسل أصلا، لأن الطهارة ليست شرطا فى الصوم. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 10...... نیند میں حیض، یا نفاس بند ہونے اور طلوعِ فجر کے بعد آنکھ کھلنے پر حکم

مسئلہ نمبر 10...... اگر کوئی عورت رات کو سورج غروب ہونے کے بعد حیض ونفاس کی حالت میں تھی، اور اسے اندازہ تھا کہ طلوعِ فجر سے پہلے وہ پاک ہوجائے گی، اس لئے اس نے رات کو ہی اگلے دن کے روزہ کی نیت کرلی، اور پھر طلوعِ فجر سے پہلے پاک ہوگئی، تو اس کا روزہ رات کی نیت سے ہی درست ہوجائے گا؛ اور اس کو دوبارہ نیت کرنے کی ضرورت نہ ہوگی، اگرچہ وہ روزہ کی نیت کرکے سوگئی ہو، اور سوتے ہوئے ہی رات کے وقت اس کا حیض، یا نفاس بند ہوگیا ہو، اور پھر اس کی طلوعِ فجر کے بعد آنکھ کیوں نہ کھلی ہو، کیونکہ روزہ کی نیت اپنے وقت پر کرنا پایا گیا، اور روزہ کے مکمل وقت میں پاک ہونا بھی پایا گیا، اور حیض، یا نفاس بند ہونے کے بعد غسل کرنے سے پہلے کی حالت، جنابت میں داخل ہے، اور جنبی ہونا، اور سونا، روزہ کے خلاف نہیں۔ [1]

اور اگر اس کو معلوم تھا کہ میرا حیض، یا نفاس رات کے وقت طلوعِ فجر سے پہلے ختم ہوجائے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه متى انقطع دم الحيض وجب عليها الصوم، ولم يذكروا فترة معينة كالحنفية والمالكية .قال النووى :وإذا انقطع الحيض ارتفع تحريم الصوم وإن لم تغتسل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨،ص ٣١٩،مادة"حيض "حرف الحاء)

[1] ولو نوت المرأة فى الحيض ثم طهرت قبل الفجر صح صومها كذا فى السراج الوهاج (الفتاویٰ الهندية، ج ١، ص١٩٧، كتاب الصوم، الباب الاول)

وقد صرح الشافعية بأنه إذا نوت الحائض صوم غد قبل انقطاع دمها، ثم انقطع ليلا صح إن تم لها فى الليل أكثر الحيض، وكذا قدر العادة فى الأصح .كما صرح الحنابلة بمثل هذا، فنصوا على أنه لو نوت الحائض صوم غد وقد عرفت أنها تطهر ليلا صح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨،ص ٣١٩، مادة"حيض "حرف الحاء)

ولو طهرت الحائض أو النفساء ليلا، ونوت الصوم وصامت، أو صام الجنب بلا غسل، صح الصوم، لقوله تعالى :(فالآن باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم) (البقرة) ولخبر الصحيحين المتقدم :كان النبى صلى الله عليه وسلم يصبح جنبا من جماع، غير احتلام، ثم يغتسل، ويصوم وأما خبر البخارى :من أصبح جنبا فلا صوم له فحملوه على من أصبح مجامعا واستدام الجماع(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى ،ج٣،ص ١٦٨٦،١٦٨٧ ،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول، المبحث الخامس،المطلب الاول)

گا، لیکن اس نے رات کو روزہ کی نیت نہیں کی، اور اسی طرح سوتی رہ گئی، پھر طلوعِ فجر کے بعد آنکھ کھلی، اور اب وہ روزہ کی نیت کرنا چاہتی ہے، اور اس نے طلوعِ فجر کے بعد سے اب تک کچھ کھایا، پیا نہیں، تو حنفیہ کے نزدیک ضحوۂ کبریٰ (یعنی طلوعِ فجر سے لے کر غروب تک کے آدھے وقت کے گذرنے سے پہلے) تک اس کو روزہ کی نیت کرکے روزہ رکھنا، درست ہوجائے گا، کیونکہ حرج وتنگی دور کرنے کے لئے روزہ کے اکثر وقت میں نیت پایا جانا معتبر ہے۔

لیکن دوسرے فقہاء کے نزدیک روزہ درست نہیں ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک رمضان کے روزہ کی دن کے کسی حصہ میں نیت کرنا درست نہیں، بلکہ طلوعِ فجر سے پہلے پہلے نیت کرنا، ضروری ہے، یعنی ان کے نزدیک روزہ کے مکمل وقت میں نیت کا پایا جانا ضروری ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 11...... رمضان کے دن میں بحالتِ حیض، یا نفاس کھانے پینے کا حکم

مسئلہ نمبر 11...... رمضان کے جس دن عورت کو حیض، یا نفاس شروع ہوجائے، اس دن کے باقی حصہ میں اس کو کھانا پینا جائز ہوتا ہے، لیکن کھلے عام کھانا پینا مناسب نہیں ہوتا۔

اور اس کے برعکس اگر عورت دن کے پہلے حصہ میں حیض ونفاس کی حالت میں تھی، اور سورج غروب ہونے سے پہلے وہ پاک ہوگئی، تو پاک ہونے کے بعد سورج غروب ہونے تک کے حصہ میں اُس کو حنفیہ کے نزدیک کھانے پینے سے رُکنا واجب ہوتا ہے، لیکن اگر وہ اس پر عمل

---

[1] التبييت :وهو شرط فى صوم الفرض عند المالكية والشافعية والحنابلة والتبييت :إيقاع النية فى الليل، ما بين غروب الشمس إلى طلوع الفجر، فلو قارن الغروب أو الفجر أو شك، لم يصح، كما هو قضية التبييت .

وفى قول للمالكية، يصح لو قارنت الفجر، كما فى تكبيرة الإحرام، لأن الأصل فى النية المقارنة للمنوى .

ويجوز أن تقدم من أول الليل، ولا تجوز قبل الليل......

والحنفية لم يشترطوا التبييت فى رمضان ولما لم يشترطوا تبييت النية فى ليل رمضان، أجازوا النية بعد الفجر دفعا للحرج أيضا، حتى الضحوة الكبرى، فينوى قبلها ليكون الأكثر منويا، فيكون له حكم الكل، حتى لو نوى بعد ذلك لا يجوز، لخلو الأكثر عن النية، تغليبا للأكثر.

والضحوة الكبرى :نصف النهار الشرعى، وهو من وقت طلوع الفجر إلى غروب الشمس (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٢٣،مادة ''صوم'' حرف الصاد)

نہ کرے، اور کھا، پی لے، تو اُس پر توبہ کے علاوہ کفارہ وغیرہ کچھ واجب نہیں ہوتا۔ [1]

لیکن حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک اس عورت کو دن کے باقی حصہ میں کھانا، پینا جائز ہے، گناہ نہیں ہوتا۔ [2]

مسئلہ نمبر 12......روزہ رکھنے کے لئے مانعِ حیض دواء کے استعمال کی حیثیت

مسئلہ نمبر 12......اگر کوئی عورت رمضان کا روزہ قضاء ہونے سے بچنے کی یہ تدبیر کرے کہ حیض

---

[1] وأجمع الحنفية على أنه لا يجب على الحائض والنفساء والمريض والمسافر هذا الإمساک. وأجمعوا على وجوبه على من أفطر عمدا، أو خطأ، أو أفطر يوم الشک ثم تبين أنه من رمضان، وكذا على مسافر أقام، وحائض ونفساء طهرتا، ومجنون أفاق، ومريض صح، ومفطر ولو مكرها أو خطأ، وصبى بلغ، وكافر أسلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٨٠، مادة" صوم " حرف الصاد)

[2] وعند المالكية يجوز لها التمادى على تعاطى المفطر ولا يستحب لها الإمساک، وعند الشافعية لا يلزمها الإمساک (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص ٣١٨، مادة" حيض " حرف الحاء)

وقال ابن جزى من المالكية :وأما إمساک بقية اليوم، فيؤمر به من أفطر فى رمضان خاصة، عمدا أو نسيانا، لا من أفطر لعذرمبيح ثم زال العذر مع العلم برمضان، فإنه لا يندب له الإمساک، كمن اضطر للفطر فى رمضان، من شدة جوع أو عطش فأفطر، وكحائض ونفساء طهرتا نهارا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٨٠، مادة" صوم " حرف الصاد)

قال المحلى :لو بلغ الصبى بالنهار صائما، بأن نوى ليلا، وجب عليه إتمامه بلا قضاء ، وقيل: يستحب إتمامه، ويلزمه القضاء ، لأنه لم ينو الفرض

والحائض والنفساء إذا طهرتا فى أثناء النهار، فالمذهب أنه لا يلزمهما الإمساک، ونقل الإمام الاتفاق عليه ....

فأما (عند الحنابلة) من يباح له الفطر فى أول النهار ظاهرا وباطنا كالحائض والنفساء والمسافر والصبى والمجنون والكافر والمريض إذا زالت أعذارهم فى أثناء النهار، فطهرت الحائض والنفساء ، وأقام المسافر، وبلغ الصبى، وأفاق المجنون، وأسلم الكافر، وصح المريض، ففيهم روايتان:

إحداهما :يلزمهم الإمساک بقية اليوم، لأنه معنى لو وجد قبل الفجر أوجب الصيام، فإذا طرأ بعد الفجر أوجب الإمساک، كقيام البينة بالرؤية.

واقتصر على موجب هذه الرواية البهوتى، فى كشافه وروضه.

والأخرى :لا يلزمهم الإمساک، لأنه روى عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه أنه قال :(من أكل أول النهار، فليأكل آخره) ، ولأنه أبيح له الفطر أول النهار ظاهرا وباطنا، فإذا أفطر كان له أن يستديمه إلى آخر النهار، كما لو دام العذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٨٢، مادة "صوم" حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

روکنے والی دواء استعمال کرلے، جس کی وجہ سے حیض کا خون نہ آئے، تو جب تک حیض نہ آئے روزہ رکھنا صحیح ہے، پھر بعد میں ایسے روزوں کی قضاء کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس طرح کی کئی دوائیاں آئندہ کے لئے صحت پر مستقل مضر اثرات بھی پیدا کردیتی ہیں، اس لیے بلاوجہ اس طرح کے تکلفات سے بچنا چاہیے، اور شریعت کے دیئے ہوئے احکام کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] صرح الحنابلة بأنه يجوز للمرأة شرب دواء مباح لقطع الحيض إن أمن الضرر، وذلك مقيد بإذن الزوج .لأن له حقا فى الولد، وكرهه مالك مخافة أن تدخل على نفسها ضررا بذلك فى جسمها .كما صرحوا بأنه يجوز للمرأة أن تشرب دواء مباحا لحصول الحيض، إلا أن يكون لها غرض محرم شرعا كفطر رمضان فلا يجوز.

ثم إن المرأة متى شربت دواء وارتفع حيضها فإنه يحكم لها بالطهارة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص ٣٢٧، مادة" حيض "حرف الحاء)

لو شربت دواء قطع الحيض أو باعد بينه :كان ذلك طهرا(مجموع الفتاوىٰ، لابن تيمية، ج٣٤، ص٢٤، كتاب الفقه، كتاب الظهار، باب العيد، سئل عن امرأة شابة شربت دواء فانقطع عنها الدم الخ)

(فصل نمبر 8)

روزہ کی نیت سے جماع، اکل وشرب سے رُکنا

(روزہ کا رُکن، وقت اور نیت وغیرہ سے متعلق احکام)

روزہ صحیح ہونے کی ایک شرط ''دل میں روزہ کی نیت'' کا ہونا بھی ہے، یعنی روزہ کی نیت سے کھانے، پینے اور جماع کرنے، یعنی روزہ کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بچے، ورنہ اگر نیت کے بغیر کوئی سارے دن بھوکا، پیاسا رہے، اس کو روزہ نہیں کہا جاتا۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ (سورة البقرة ،رقم الآية ۱۸۷)

ترجمہ: حلال کردیا گیا تمہارے لئے روزوں کی رات میں ''رفث'' اپنی عورتوں کی طرف (سورہ بقرہ)

حضرت ابنِ عمر وابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں ''رفث'' سے مراد عورت سے جماع کرنا ہے۔ [2]

---

[1] شرط صحة الصوم هى:
أ -الطهارة من الحيض والنفاس، وقد عدها بعض الفقهاء من شروط الصحة، كالكمال من الحنفية، وابن جزى من المالكية . وعدها بعضهم من شروط وجوب الأداء، وشروط الصحة معا .
ب -خلوه عما يفسد الصوم بطروه عليه كالجماع.
ج -النية .وذلك لأن صوم رمضان عبادة، فلا يجوز إلا بالنية، كسائر العبادات ولحديث :إنما الأعمال بالنيات .
والإمساك قد يكون للعادة، أو لعدم الاشتهاء ، أو للمرض، أو للرياضة، فلا يتعين إلا بالنية، كالقيام إلى الصلاة والحج.
قال النووى :لا يصح الصوم إلا بنية، ومحلها القلب، ولا يشترط النطق بها، بلا خلاف وقال الحنفية :التلفظ بها سنة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸ ،ص ۲۱ ،مادة"صوم"حرف الصاد)

[2] عن نافع، عن ابن عمر، قال: " الرفث: الجماع، والفسوق: ما أصيب من معاصى الله من صيد وغيره، والجدال: السباب والمنازعة(المستدرک للحاكم ،رقم الحديث ۳۰۹۴، كتاب التفسير)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں آگے ارشاد ہے کہ:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا ، حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ ، مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ، ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ.

ترجمہ: اور کھاؤ، اور پیو، یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے، تمہارے لئے سفید دھاگا، فجر کے سیاہ دھاگہ سے، پھر پورا کرو تم روزوں کو رات تک (سورہ بقرہ)

سفید دھاگے سے مراد، صبح کی روشنی اور سیاہ دھاگے سے مراد، رات کا اندھیرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کو رات میں تو کھانا پینا جائز ہے، مگر طلوعِ فجر سے لے کر رات کے شروع ہونے، یعنی سورج غروب ہونے تک کھانا پینا جائز نہیں۔

بعض احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں رمضان کی راتوں میں سونے کے بعد کھانے پینے اور بیوی سے جماع کرنے کی اجازت نہیں تھی، خواہ ابھی تک رات ختم نہ ہوئی ہو، یعنی طلوعِ فجر، یا صبح صادق نہ ہوئی ہو۔

پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس میں رخصت وسہولت اور اجازت عطاء فرما دی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم.

حدثنا محمد بن عباد، حدثنا سفيان، قال: سمعت خصيفا، عن مقسم، عن ابن عباس، قال: "فلا رفث" قال: " الرفث: الجماع " "ولا فسوق" قال: " الفسوق: المعاصي " "ولا جدال في الحج" "قال: المراء (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ٢٧٠٩، اول مسند ابن عباس)

قال حسين سليم أسد : إسناده ضعيف (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

وقال الهيثمي: رواه أبو يعلى، وفيه خصيف وثقه العجلي وابن معين، وضعفه جماعة، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، رقم الحديث ١٠٨٥٣، باب سورة البقرة)

[1] عن البراء رضى الله عنه قال: كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم إذا كان الرجل صائما، فحضر الإفطار، فنام قبل أن يفطر، لم يأكل ليلته ولا يومه حتى يمسى، وإن قيس بن صرمة الأنصارى كان صائما، فلما حضر الإفطار أتى امرأته فقال لها:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لہٰذا اب رمضان میں رات کے وقت صبح صادق سے پہلے پہلے بیوی سے جماع کرنا اور کھانا پینا جائز ہے، اور طلوعِ فجر سے لے کر رات شروع ہونے، یعنی سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کا حکم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ (صحيح البخاري، رقم الحديث ۱۹۰۴، كتاب الصوم، باب :هل يقول إني صائم إذا شتم)

ترجمہ: اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو، تو وہ جماع نہ کرے (بخاری)

پھر سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کے آخر میں ہی جماع اور کھانے پینے سے بچنے کا حکم دے کر آگے ارشاد ہے کہ:

”تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا“۔

ترجمہ: یہ اللہ کی حدود ہیں، پس مت قریب جاؤ تم ان (حدود) کے (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ یہ اللہ کی حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی مت جاؤ، اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں حقیقی جماع، یا حقیقی کھانے پینے میں داخل نہیں، لیکن ان کے قریب ہیں، ان سے بھی بچنے کا حکم ہے، جن کی بعض احادیث وروایات میں صراحتاً، یا اشارتاً تفصیل آئی ہے۔

ان کا ذکر آگے روزہ کو فاسد کرنے اور نہ کرنے والی چیزوں کے بیان میں آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أعندك طعام؟ قالت: لا، ولكن أنطلق فأطلب لك، وكان يومه يعمل، فغلبته عيناه، فجائته امرأته، فلما رأته قالت: خيبة لك، فلما انتصف النهار غشي عليه، فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فنزلت هذه الآية: ”أحل لكم ليلة الصيام الرفث إلى نسائكم“ ففرحوا بها فرحا شديدا، ونزلت: ”وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود“ (صحيح البخاري، رقم الحديث ۱۹۱۵، كتاب الصوم)

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :اَلصَّوْمُ لِىْ ،وَأَنَا أَجْزِىْ بِهٖ ، يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَأَكْلَهٗ وَشُرْبَهٗ مِنْ أَجْلِىْ(صحيح البخارى،رقم الحديث ٧٤٩٢،كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى يريدون أن يبدلوا كلام الله، مسلم، رقم الحديث ١١٥١"١٦٥"باب فضل الصيام)

ترجمہ: اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، بندہ اپنی شہوت (جماع اور اس کے متعلقات) اور کھانے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے (بخاری)

بعض اور روایات میں بھی یہ مضمون آیا ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں جماع کرنے ،یا کھانے ، پینے اور ان کے قریب تر چیزوں (مثلاً جان بوجھ کر منی خارج کرنے) سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

پھر روزہ کیونکہ عبادت ہے، نہ کہ صرف فاقہ کشی ،اس لئے روزہ کو فاقہ کشی سے ممتاز کرنے کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے۔

چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِءٍ مَّا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلٰى دُنْيَا

---

[1] عن أبى هريرة، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " كل عمل ابن آدم له، الحسنة بعشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف قال الله: إلا الصيام، فهو لى، وأنا أجزى به، يدع الطعام من أجلى، ويدع الشراب من أجلى، ويدع لذته من أجلى، ويدع زوجته من أجلى، ولخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك، وللصائم فرحتان: فرحة حين يفطر، وفرحة عند لقاء ربه "(صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ١٨٩٧، كتاب الصيام،باب ذكر إعطاء الرب عز وجل الصائم أجره بغير حساب إذ الصيام من الصبر)

قال الأعظمى :إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

www.idaraghufran.org

يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٦٨٩، كتاب الأيمان والنذور، باب النية فى الأيمان، صحيح مسلم، رقم الحديث ١٩٠٧ "١٥٥")

ترجمہ: اعمال (کے عبادت بننے کا اعتبار) نیت کے ساتھ ہے، اور بس آدمی کو وہی حاصل ہوگا، جس کی وہ نیت کرے گا، پس جس کی ہجرت (کی نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو، تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی کہلائے گی، اور جس کی ہجرت (کی نیت) دنیا کو پانے، یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی طرف ہو، تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہونا کہلائے گی، جس کی طرف اس نے ہجرت (کی نیت) کی ہو (بخاری)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١١٥٥ "١٧١" كتاب الصيام، باب أكل الناسى وشربه وجماعه لا يفطر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یہ بات بھول جائے کہ وہ روزے سے ہے، پھر وہ کچھ کھا، یا پی لے، تو وہ اپنے روزے کو پورا کرلے، پس اس کو اللہ کھلاتا، پلاتا ہے (اس وجہ سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا) (مسلم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَفْطَرَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَاسِيًا، فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣٥٢١، كتاب الصوم، باب قضاء الصوم) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے مہینے میں بھول کر کھا پی لیا، تو اس پر نہ تو قضاء ہے، اور نہ کفارہ ہے (ابنِ حبان)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَلَا صِيَامَ لَهٗ (سنن أبی داؤد، رقم الحدیث ۲۴۵۴، کتاب الصوم، باب النیة فی الصیام) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے روزہ کی فجر سے پہلے نیت نہیں کی، تو اس کا روزہ نہیں ہوگا (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے، اور حنفیہ کے علاوہ، دوسرے فقہاء نے اس حدیث کی روشنی میں رمضان کے روزہ کی فجر کے وقت سے پہلے نیت ہونے کو ضروری قرار دیا ہے، اور حنفیہ کا کہنا یہ ہے کہ ایسا کرنا افضل ہے، اور انہوں نے آگے آنے والی احادیث سے دلیل پکڑی ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَسْلَمَ: أَذِّنْ فِيْ قَوْمِكَ، أَوْ فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، أَنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهٖ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۲۶۵، کتاب اخبار الآحاد، باب ما کان یبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الأمراء والرسل واحدا بعد واحد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلم نامی قبیلہ کے ایک شخص سے فرمایا کہ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: صحیح .ورواية ابن وهب عن ابن لهيعة -وهو عبد الله الحضرمي- قوية، ثم هو متابع، وباقي رجاله ثقات، إلا أنه قد اختلف في رفعه ووقفه، ورجَّح وقفه الأئمة أبو حاتم والبخاري والترمذي والنسائي وغيرهم (حاشية سنن ابی داؤد)

آپ اپنی قوم میں، یا لوگوں میں عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن یہ اعلان فرمادیں کہ جس نے (آج کے دن) کھالیا، تو اسے چاہئے کہ دن کے باقی حصہ کو پورا کرے (یعنی کھائے پئے نہیں) اور جس نے نہیں کھایا، وہ روزہ رکھے (بخاری)

اس قسم کی احادیث کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سندوں سے مروی ہیں۔ [1]

حنفیہ کا کہنا ہے کہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم آنے سے پہلے فرض تھا، اور اس زمانہ میں دن کے وقت روزہ کی نیت کرنے کی اجازت دی گئی۔ [2]

جس پر قیاس کرتے ہوئے فقہائے احناف نے فرمایا کہ رمضان کے روزے کی نیت، اگرچہ طلوعِ فجر سے کرنا بہتر ہے، لیکن اس کے بعد کرنا بھی درست ہے، بشرطیکہ اس سے پہلے کچھ

---

[1] عن الربيع بنت معوذ قالت: أرسل النبى صلى الله عليه وسلم غداة عاشوراء إلى قرى الأنصار: من أصبح مفطرا فليتم بقية يومه، ومن أصبح صائما فليصم .قالت: فكنا نصومه بعد، ونصوم صبياننا، ونجعل لهم اللعبة من العهن، فإذا بكى أحدهم على الطعام أعطيناه ذاك حتى يكون عند الإفطار(صحيح البخارى،رقم الحديث ١٩٦٠،كتاب الصوم)

عن عبد الرحمن بن سلمة الخزاعى، عن عمه قال: غدونا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صبيحة عاشوراء وقد تغدينا فقال: " أصمتم هذا اليوم؟ "قال: قلنا: قد تغدينا . قال: " فأتموا بقية يومكم"(مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٤٧٥)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

عن هند بن أسماء، قال: بعثنى رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى قومى من أسلم، فقال: " مر قومك، فليصوموا هذا اليوم يوم عاشوراء، فمن وجدته منهم قد أكل فى أول يومه، فليصم آخره "(مسند أحمد،رقم الحديث ١٥٩٦٢)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

عن أبى هريرة، قال: كان النبى صلى الله عليه وسلم صائما يوم عاشوراء، فقال لأصحابه: " من كان أصبح منكم صائما، فليتم صومه، ومن كان أصاب من غداء أهله، فليتم بقية يومه(مسند أحمد، رقم الحديث ٨٧١٦)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

[2] عن جابر بن سمرة رضى الله عنه .قال:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرنا بصيام يوم عاشوراء .ويحثنا عليه .ويتعاهدنا عنده .فلما فرض رمضان، لم يأمرنا، ولم ينهنا، ولم يتعاهدنا عنده(صحيح مسلم، رقم الحديث ١١٢٨"١٢٥"باب صوم يوم عاشوراء)

www.idaraghufran.org

کھایا پیا نہ ہو، اور روزہ کی نیت دن کے اکثر حصہ میں پائی گئی ہو، جو کہ ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے کا وقت ہے، لیکن حنفیہ کے علاوہ دیگر حضرات عاشوراء کے روزے کو نفل قرار دیتے ہوئے نفلی روزے میں تو اس قسم کی رعایت کے قائل ہیں، لیکن فرض روزوں میں اس رعایت کے قائل نہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اب اس سلسلہ میں متعلقہ مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر1......روزہ کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہے

مسئلہ نمبر1...... روزہ معتبر اور درست ہونے کے لئے طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا وقت مقرر ہے، لہٰذا اگر کوئی دن کے بجائے رات کو روزہ رکھے، تو اس کا اعتبار نہیں، اسی طرح اگر کوئی صبح صادق، یعنی طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے وقت سے کم وقت کا روزہ رکھے، مثلاً طلوعِ فجر ہونے کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے کھا پی کر روزہ شروع کرے، یا سورج غروب ہونے سے پہلے جان بوجھ کر کھا پی لے، تو اس کا روزہ درست نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر2......طلوعِ فجر کی حقیقت

مسئلہ نمبر2......طلوعِ فجر سے مراد وہ وقت ہے، جس پر رات کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اور فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، طلوعِ فجر ہونے سے پہلے پہلے سحری کھانا جائز ہوتا ہے، اور طلوعِ فجر سے پہلے عشاء کا اداء وقت ہوتا ہے، اور طلوعِ فجر ہونے پر روزہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے، لہٰذا سحری کھانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ طلوعِ فجر ہونے سے پہلے

رکن الصوم باتفاق الفقهاء هو :الإمساک عن المفطرات ، وذلک من طلوع الفجر الصادق، حتى غروب الشمس.

ودليله قوله تعالى :(كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل)

والمراد من النص :بياض النهار وظلمة الليل، لا حقيقة الخيطين، فقد أباح الله تعالى هذه الجملة من المفطرات ليالى الصيام، ثم أمر بالإمساک عنهن فى النهار، فدل على أن حقيقة الصوم وقوامه هو ذلک الإمساک(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ١٩ ،مادة” صوم“حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

پہلے سحری کھالے۔ ۱

مسئلہ نمبر 3......طلوعِ فجر کتنے درجہ، یا کتنی ڈگری پر ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر 3...... اکثر متقدمین ومتاخرین علماء کے نزدیک طلوعِ فجر، یا صبح صادق سورج کے اٹھارہ درجہ زیرِ افق پہنچنے پر ہوتی ہے، اور اسی اٹھارہ درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کو جدید ماہرین نے اسٹرانومیکل ڈان ''Astronomical Dawn'' کا نام دیا ہے، اس کے مطابق جو نقشے بنے ہوئے ہیں، ان پر ہی عمل کرنا چاہئے۔ ۲

اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری تالیف ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' اور ہماری تالیف ''طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق''

مسئلہ نمبر 4......روزہ صحیح ہونے کے لئے دل میں نیت، اور اس کی کیفیت

مسئلہ نمبر 4...... روزہ صحیح ہونے کے لئے روزہ کی دل میں نیت کرنا ضروری ہے، اور روزہ کی نیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ دل میں یہ پختہ ارادہ ہو کہ میں مثلاً صبح کو، یا آج رمضان کا روزہ رکھتا ہوں۔ ۳

نیت کے لئے دل میں جزم، یعنی ارادہ میں پختگی ضروری ہے، اگر تردد اور شک ہو، تو اس

---

۱ لا خلاف بين الفقهاء فى أن أول وقت صلاة الفجر هو طلوع الفجر الثانى أى الفجر الصادق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۳۲۰، مادة" الصلوات الخمس المفروضة" حرف الصاد)

۲ ثم الظاهر أن تنفس الصبح وضيائه بواسطة قرب الشمس إلى الأفق الشرقى بمقدار معين وهو فى المشهور ثمانية عشر جزئا (روح المعانى للآلوسى، ج۱۵ ص ۲۶۳، سورة التكوير)

۳ النية لغة :القصد وعزم القلب، وفى الاصطلاح عرفها الجمهور بأنها عقد القلب على إيجاد الفعل جزما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۲۲، ص ۲۲۸، مادة "رضا" حرف الراء)

اختلف الفقهاء فى كون النية شرطا فى صحة الصوم .فذهب جمهور الفقهاء :الحنفية عدا زفر والمالكية والشافعية والحنابلة إلى أن من شروط صحة أداء الصوم النية، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :لا عمل لمن لا نية له ، ولقوله :إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرء ما نوى ، ولأن الصوم عبادة فلا يجوز إلا بالنية كسائر العبادات، ولأن الإمساك قد يكون للعادة أو لعدم الاشتهاء أو للمرض أو للرياضة، ويكون للعبادة، فلا يتعين لها إلا بالنية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص ۱۰۱، مادة "نية" حرف النون)

کو نیت نہیں کہا جاتا۔ ؎۱

مسئلہ نمبر 5......نیت میں رمضان کے روزہ کی تعیین

مسئلہ نمبر 5......حنفیہ اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک رمضان کے روزہ کے لئے دل میں اتنی نیت کرنا کافی ہے کہ وہ فرض روزہ رکھتا ہے، خاص رمضان کے فرض روزہ کی تعیین ضروری نہیں۔

اور اگر صرف اتنی نیت کی کہ وہ روزہ رکھتا ہے، اور رمضان کے روزہ کی فرضیت کا استحضار نہیں ہوا، تب بھی اس نیت کے ساتھ رمضان کا فرض روزہ اداء ہو جائے گا۔ ؎۲

اور بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک رمضان کے، یا فرض روزہ کی تعیین ضروری ہے۔ ؎۳

؎۱ صفة النية:صفة النية أن تكون جازمة، معينة، مبيتة، مجددة، على ما يلى:
أولا :الجزم، فقد اشترط فى نية الصوم؛ قطعا للتردد، حتى لو نوى ليلة الشك صيام غد إن كان من رمضان -لم يجزه، ولا يصير صائما لعدم الجزم، فصار كما إذا نوى أنه إن وجد غداء غدا يفطر، وإن لم يجد يصوم .
ونص الشافعية والحنابلة على أنه إن قال :إن كان غدا من رمضان فهو فرضى، وإلا فهو نفل، أو فأنا مفطر، لم يصح صومه، إن ظهر أنه من رمضان، لعدم جزمه بالنية.
وإن قال ذلك ليلة الثلاثين من رمضان، صح صومه إن بان منه، لأنه مبنى على أصل لم يثبت زواله، ولا يقدح تردده، لأنه حكم صومه مع الجزم .بخلاف ما إذا قاله ليلة الثلاثين من شعبان، لأنه لا أصل معه يبنى عليه، بل الأصل بقاء شعبان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۲۱، ۲۲،مادة"صوم" حرف الصاد)

؎۲ (قوله: وبمطلق النية) أى من غير تقييد بوصف الفرض أو الواجب أو السنة ؛ لأن رمضان معيار لم يشرع فيه صوم آخر فكان متعينا للفرض والمتعين لا يحتاج إلى التعيين والنذر المعين معتبر بإيجاب الله تعالى فيصام كل بمطلق النية إمداد (ردالمحتار، ج۲ص۳۷۷،۳۷۸، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

؎۳ ذهب جمهور العلماء إلى وجوب تعيين النية فى كل صوم واجب، من رمضان أو قضاء أو كفارة أو نذر .وذلك بأن ينوى أنه صائم غدا عن رمضان مثلا؛ لأنه عبادة مضافة إلى وقت، فوجب التعيين فى نيتها.
وذهب الحنفية، وهو رواية عن أحمد إلى أنه يكفى مطلق النية فى رمضان كالنفل؛ لأن الحاجة إلى التعيين عند المزاحمة، ولا مزاحمة؛ لأن الوقت لا يحتمل إلا صوما واحدا، فلا حاجة إلى التميز بتعيين النية .أما صيام القضاء والنذر والكفارة فقول الحنفية فى تعيين النية فيه كقول الجمهور فى وجوب التعيين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳،ص ۴۲،مادة"تعيين"حرف التاء)

مسئلہ نمبر 6......اگلے دن کے روزہ کی نیت کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر 6......اگلے دن کے روزہ کی نیت کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے، اس سے پہلے اگلے دن کے روزہ کی نیت کا اعتبار نہیں، کیونکہ رات سورج غروب ہونے پر شروع ہوتی ہے، اور رات اگلے دن کے تابع ہوا کرتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......کیا مسلمان کے دل میں روزہ کا عزم، نیت کے قائم مقام ہے؟

مسئلہ نمبر 7...... عام طور پر رمضان کی ہر رات میں مسلمان کے دل میں جو یہ عزم ہوتا ہے کہ وہ صبح کا روزہ رکھے گا، تو یہ عزم ہی نیت کہلاتا ہے، جب تک اس کے خلاف، یعنی اگلے دن روزہ نہ رکھنے کی نیت نہ ہو، یہ عزم بھی نیت ہی کہلائے گا۔ [2]

مسئلہ نمبر 8......سحری کھانے کے نیت کے قائم مقام ہونے کی حیثیت

مسئلہ نمبر 8......طلوعِ فجر سے پہلے، یا رات کو روزہ کے لئے کسی وقت سحری کھانا بھی اکثر فقہائے کرام کے نزدیک روزہ کی نیت کے قائم مقام ہے، البتہ اگر سحری کھاتے ہوئے نیت ہے کہ صبح روزہ نہ رکھوں گا، تو پھر یہ سحری روزہ کی نیت کے قائم مقام نہیں ہوگی۔ [3]

---

[1] وهو شرط فى صوم الفرض عند المالكية والشافعية والحنابلة والتبييت :إيقاع النية فى الليل، ما بين غروب الشمس إلى طلوع الفجر، فلو قارن الغروب أو الفجر أو شك، لم يصح، كما هو قضية التبييت(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص۲۳،مادة"صوم"حرف الصاد)

[2] النية لغة :القصد وعزم القلب، وفى الاصطلاح عرفها الجمهور بأنها عقد القلب على إيجاد الفعل جزما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ۲۲،ص۲۲۸،مادة"رضا"حرف الراء)

النية وهى العزم على فعل العبادة تقربا إلى الله تعالى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ۲۷، ص ۶۲، مادة"صلاة"حرف الصاد)

[3] اتفق الجمهور غير الشافعية على أن الأكل والشرب بنية الصوم أو التسحر نية، إلا أن ينوى معه عدم الصيام .ولا يقوم مقام النية لدى الشافعية التسحر فى جميع أنواع الصيام، إلا إذا خطر له الصوم عند التسحر ونواه، كأن يتسحر بنية الصوم، أو امتنع من الأكل عند الفجر خوف الإفطار(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى،ج۱،ص۱۸۱، وص۱۸۲،مقدمات ضرورية عن الفقه،المطلب الثانى عشر)

والتسحر نية كذا فى الظهيرية(البحرالرائق، ج۲، ص ۲۷۹، كتاب الصوم، اقسام الصوم)

مسئلہ نمبر 9...... طلوعِ فجر کے بعد روزہ کی نیت کرنے کا حکم

مسئلہ نمبر 9...... اگر کسی نے رمضان کی رات کو اگلے دن کے روزہ کی نیت نہیں کی، یہاں تک کہ طلوعِ فجر ہوگئی، تو حنفیہ کے نزدیک رمضان کے روزہ کی نیت ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے کرنا جائز ہے، بشرطیکہ طلوعِ فجر سے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو، اور روزہ کے خلاف کوئی فعل نہ کیا ہو، اور اس کے بعد نیت کرنا معتبر نہیں۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کا وقت صبح صادق، یعنی طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہے، جس کا آدھا وقت ضحوۂ کبریٰ پر ہوتا ہے۔

اور ضحوۂ کبریٰ صبح صادق، یعنی طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے بالکل درمیانی وقت کا نام ہے، جو زوال سے کچھ پہلے ہوتا ہے، اگر اس سے پہلے پہلے رمضان کے روزہ کی نیت کر لی جائے، تو اکثر کو کُل کا حکم دیتے ہوئے حنفی فقہائے کرام نے رمضان کے روزہ کو ضرورت کی وجہ سے درست قرار دیا ہے۔ [1]

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد رمضان کے روزہ کی نیت کرنا صحیح نہیں۔ [2]

---

[1] ضحوۂ کبریٰ کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ طلوعِ فجر، یا اختتامِ سحر اور سورج غروب ہونے، یا بالفاظِ دیگر افطار کا وقت معلوم کر کے اس درمیان کے پورے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں، پہلے نصف حصے کا آخری وقت ضحوۂ کبریٰ ہوگا، اس سے پہلے پہلے حنفیہ کے نزدیک رمضان کی نیت کرنا درست ہے۔

[2] ذهب جمهور الفقهاء إلى وجوب تبييت النية فى صوم رمضان ما بين غروب الشمس إلى طلوع الفجر الثانى .وذهب أبو حنيفة إلى أنه يستحب التبييت، لكن تجزء النية نهارا إلى الزوال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص ١٢٦، مادة" تبييت "حرف التاء)

ذهب الحنفية إلى جواز تأخير نية الصوم فى صوم رمضان والنذر المعين والنفل إلى الضحوة الكبرى، أما فى غير هذه الثلاثة فمنعوا تأخير النية فيها .وقالوا بوجوب تبييتها أو قرانها مع الفجر، كقضاء رمضان، والنذر المطلق، وقضاء النذر المعين، والنفل بعد إفساده، والكفارات وغيرها.

وذهب المالكية إلى أن الصوم لا يجزء إلا إذا تقدمت النية على سائر أجزائه، فإن طلع الفجر ولم ينوه لم يجزه فى سائر أنواع الصيام، إلا يوم عاشوراء ففيه قولان :المشهور من المذهب أنه كغيره.

وفرق الشافعية والحنابلة بين الفرض والنفل، فاشترطوا للفرض التبييت، لقوله صلى الله عليه وسلم :من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له وأما النفل فاتفقوا على صحة صومه بنية قبل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 10......سحری کے وقت سوتے رہ جانے کا حکم

مسئلہ نمبر 10......رمضان کے روزہ کی نیت کا وقت رات ہونے پر شروع ہوجاتا ہے،اور شرعاً رات کا آغاز سورج غروب ہونے پر ہوتا ہے،اور رات کا اختتام طلوعِ فجر پر ہوجاتا ہے۔

اس لئے اگر کوئی شخص رات میں صبح روزہ رکھنے کی نیت کرکے سوگیا،اور سحری بھی کھانے کی نیت تھی،اور پھر اس کی صبح ہونے کے بعد آنکھ کھلی،تو تب بھی اس کا روزہ رات کی نیت ہی سے صحیح ہوجائے گا،اور دوبارہ روزہ کی نیت کرنا ضروری نہیں ہوگا۔

اور اگر رات کو روزہ کی نیت نہیں کی تھی،اور اسی طرح نیت کئے بغیر سوگیا،پھر طلوعِ فجر کے بعد آنکھ کھلی،تو دوسرے حضرات کے نزدیک اب اس کے روزہ کی نیت کرنا صحیح نہیں،لیکن حنفیہ کے نزدیک،اس کو ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے روزہ کی نیت کرنا صحیح ہے،بشرطیکہ طلوعِ فجر سے لے کر اب تک کوئی روزہ کے خلاف عمل نہ کیا ہو،جیسا کہ گذشتہ مسئلہ میں گذرا۔ [1]

مسئلہ نمبر 11......طلوعِ فجر کے بعد بے ہوشی زائل ہونے پر روزہ کی نیت کا حکم

مسئلہ نمبر 11......اگر کسی شخص پر رات کے وقت میں،یعنی طلوعِ فجر سے پہلے بے ہوشی،یا غشی طاری ہوگئی،اور بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے روزہ کی نیت نہیں کی تھی،اور پھر اس کو اسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزوال، لحديث عائشة أنه صلى الله عليه وسلم قال لعائشة يوما :هل عندكم شيء ؟ قالت :لا. قال :فإني إذن أصوم وزاد الحنابلة، وهو قول عند الشافعية :أن النفل يصح بنية بعد الزوال أيضا للحديث السابق، ولأن النية وجدت في جزء النهار فأشبه وجودها قبل الزوال بلحظة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١٤، ١٥ ،مادة"تاخير "حرف التاء)

[1] التبييت :وهو شرط في صوم الفرض عند المالكية والشافعية والحنابلة والتبييت :إيقاع النية في الليل، ما بين غروب الشمس إلى طلوع الفجر، فلو قارن الغروب أو الفجر أو شك، لم يصح، كما هو قضية التبييت .

وفي قول للمالكية، يصح لو قارنت الفجر، كما في تكبيرة الإحرام، لأن الأصل في النية المقارنة للمنوى .

ويجوز أن تقدم من أول الليل، ولا تجوز قبل الليل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٢٣، مادة"صوم"حرف الصاد)

دن ضحوۂ کبریٰ سے پہلے افاقہ ہوگیا، اوراس نے طلوعِ فجر کے بعد سے اب تک کچھ کھایا، پیا بھی نہیں، اوراس نے روزہ کی نیت کرلی، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا روزہ درست ہوجائے گا، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے رمضان کے روزہ کی نیت کرنا معتبر ہوجاتا ہے۔ [1]

لیکن حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کا روزہ درست نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے نزدیک رمضان کے روزہ کے لئے طلوعِ فجر سے پہلے، یا کم ازکم طلوعِ فجر کے وقت روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے، جو مذکورہ صورت میں موجود نہیں تھی۔ [2]

اور روزہ میں بے ہوش ہوجانے کے دوسرے مسائل پہلے ''عاقل ہونے کی شرط'' کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

مسئلہ نمبر 12......زبان سے نیت کے الفاظ کہنے کی حیثیت

مسئلہ نمبر 12......عوام میں روزہ کی نیت کے جو یہ الفاظ مشہور ہیں کہ:

بِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

''یعنی میں صبح رمضان کے مہینہ کے روزہ کی نیت کرتا ہوں''

یہ سنت سے ثابت نہیں ہیں، اور نیت درحقیقت زبان سے الفاظ اداء کرنے کا نام نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا، بلکہ دل میں ارادہ کرلینے کا نام ہے۔

---

[1] ولو أغمي عليه في ليلة من رمضان أو في يوم منه فإن أفاق قبل الزوال ونوى الصوم أجزأه، وكذا المجنون كذا في محيط السرخسي(الفتاوى الهندية، ج ١، ص ١٩٦، كتاب الصوم، الباب الاول)

أما اليوم الذي تحدث فيه الإفاقة من الجنون أو الإغماء ، فعند الحنفية :أن المجنون جنونا عارضا لو أفاق في النهار قبل الزوال، فنوى الصوم أجزأه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١، ص ١٢١، مادة''تدارك ''حرف التاء)

[2] ذهب جمهور الفقهاء إلى وجوب تبييت النية في صوم رمضان ما بين غروب الشمس إلى طلوع الفجر الثاني .وذهب أبو حنيفة إلى أنه يستحب التبييت، لكن تجزء النية نهارا إلى الزوال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٠، ص ١٢٦، مادة''تبييت ''حرف التاء)

www.idaraghufran.org

لٰہذا ان الفاظ کو ضروری، یا سنت نہیں سمجھنا چاہیے۔

البتہ فقہائے کرام کے نزدیک اگر دل میں نیت کے ساتھ ساتھ کوئی دل کی نیت کی پختگی اور استحضار کے لئے زبان سے بھی نیت کے الفاظ اداء کرلے، تو حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ، اور مالکیہ کے نزدیک اس میں بھی حرج نہیں ہے، بلکہ بعض کے نزدیک مستحب ہے، لیکن الفاظ کو ہی اصل نیت، یا ضروری سمجھنا غلط ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 13...... دل میں نیت کے ساتھ زبان سے ان شاء اللہ کہنے حیثیت

مسئلہ نمبر 13...... اگر کسی نے دل میں روزہ کی نیت کی، اور ساتھ ہی زبان سے ان شاء اللہ کہہ دیا، اور اس ان شاء اللہ سے مقصد روزہ پر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور استعانت ومدد کا حاصل کرنا ہے، تو بھی روزہ کی نیت درست ہوجائے گی۔ [2]

---

[1] محل النية :محل النية باتفاق الفقهاء وفى كل موضع :القلب وجوبا، ولا تكفى باللسان قطعا، ولا يشترط التلفظ بها قطعا، لكن يسن عند الجمهور غير المالكية التلفظ بها لمساعدة القلب على استحضارها، ليكون النطق عونا على التذكر، والأولى عند المالكية :ترك التلفظ بها لأنه لم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه التلفظ بالنية، وكذا لم ينقل عن الأئمة الأربعة (الفقه الاسلامى وادلتہ للزحیلی، ج ١، ص ١٦٣، مقدمات ضرورية عن الفقه، المطلب الثانی عشر)

يترتب على رأى الجمهور بأن محل النية القلب، أمران:

الأول :لا يكفى اللفظ باللسان دون القلب، فلو اختلف اللسان والقلب فالعبرة بما فى القلب، فلو نوى بقلبه الظهر وبلسانه العصر، أو بقلبه الحج وبلسانه العمرة أو عكسه، صح له ما فى القلب.

قال الدردير :إن خالف لفظه نيته فالعبرة النية بالقلب لا اللفظ، إن وقع سهوا، وأما عمدا فمتلاعب تبطل صلاته .

الثانى :أنه لا يشترط مع نية القلب التلفظ فى جميع العبادات.

ثم إن الفقهاء اختلفوا فى الحكم التكليفى للتلفظ بالنية:

فذهب الحنفية فى المختار والشافعية والحنابلة فى المذهب إلى أن التلفظ بالنية فى العبادات سنة ليوافق اللسان القلب .وذهب بعض الحنفية وبعض الحنابلة إلى أن التلفظ بالنية مكروه .

وقال المالكية بجواز التلفظ بالنية فى العبادات، والأولى تركه، إلا الموسوس فيستحب له التلفظ ليذهب عنه اللبس (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٢، ص ٦٧، مادة "نية" حرف النون)

[2] ولا تبطل النية بقوله :أصوم غدا إن شاء الله، لأنه بمعنى الاستعانة، وطلب التوفيق والتيسير. والمشيئة إنما تبطل اللفظ، والنية فعل القلب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 14......رات میں روزہ کی نیت کے بعد، رات ہی میں نیت بدلنے پر حکم

مسئلہ نمبر 14......رات کو روزہ کی نیت کی، پھر رات ہی کو نیت بدل گئی اور پختہ ارادہ کرلیا کہ صبح کو روزہ نہیں رکھوں گا، تو روزہ کی نیت ختم ہوگئی، اب اگر اس نے دوبارہ روزہ کی نیت کے بغیر یوں ہی کھائے پیئے بغیر، سارا دن گزار دیا، تو روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر 15......روزہ کی نیت کر کے سونے والا اگر رات کو اٹھ کر کچھ کھا پی لے تو؟

مسئلہ نمبر 15......اگر رات کو روزہ کی نیت کر کے سوگیا (کہ صبح کو روزہ رکھوں گا) پھر طلوعِ فجر ہونے سے پہلے اُٹھ کر کچھ کھا پی لیا، مگر وہ نیت نہیں بدلی، تب بھی نیت میں کوئی خرابی نہیں آئے گی اور روزہ صحیح ہوجائے گا، کیونکہ رات کے وقت کھانا، پینا جائز ہے، اور یہ روزہ کے خلاف نہیں۔ [3]

مسئلہ نمبر 16......روزہ کو توڑے بغیر دل میں روزہ توڑنے کا ارادہ کرنے پر حکم

مسئلہ نمبر 16......اگر روزہ رکھنے کے بعد دل میں روزہ توڑنے اور ختم کرنے کا ارادہ کرلیا، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال البهوتى :وكذا سائر العبادات لا تبطل بذكر المشيئة فى نيتها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٢٧،مادة" صوم"حرف الصاد)

ولو قال نويت صوم غد إن شاء الله تعالى فعن الحلوانى يجوز استحسانا؛ لأن المشيئة تبطل اللفظ والنية فعل القلب وصححه فى الظهيرية(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج١،ص ٢٣٤، كتاب الصوم)

[1] اشترط الفقهاء الدوام على النية، فلو نوى الصيام من الليل ثم رجع عن نيته قبل طلوع الفجر لا يصير صائما.

قال الطحطاوى :ويشترط الدوام عليها .فلو نوى من الليل، ثم رجع عن نيته قبل طلوع الفجر -صح رجوعه ولا يصير صائما، ولو أفطر لا شىء عليه إلا القضاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٢٦، ٢٧ مادة"صوم"حرف الصاد)

[3] ويلاحظ أن المراد بالنية فى الصيام هو العزم أو الإرادة الكلية وهو المعنى العام للنية، أى أن الصيام يصح بتبييت النية من الليل، دون اشتراط مقارنتها لبدء الصوم وهوطلوع الفجر، فلو نوى ثم أكل، وصام، صح صومه (الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى ،ج١،ص ١٥٢ ،مقدمات ضرورية عن الفقه،المطلب الثانى عشر)

ولو أكل أو شرب أو جامع أو نام بعد النية لا تبطل نيته(حاشية الشلبى علىٰ تبيين الحقائق، ج١، ص٣١٦، كتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

ابھی تک روزہ کے خلاف کوئی فعل نہیں کیا، تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک صرف ارادہ کر لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب تک کہ روزہ توڑنے والا کوئی فعل نہ پایا جائے۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک صرف ارادہ تبدیل کر دینے سے روزہ ختم ہو جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 17...... جہاز میں بلند مقام پر، روزہ کا وقت

مسئلہ نمبر 17...... اگر کوئی شخص جہاز میں سفر کر رہا ہو، اور جس علاقے کی فضاء سے وہ گزر رہا ہے، اُس کے بالمقابل زمین کے حصہ میں سورج غروب ہو چکا ہے، لیکن فضاء کے جس حصہ میں جہاز موجود ہے، وہاں کے اعتبار سے سورج غروب نہیں ہوا، اور وہاں سے مثلاً سورج نظر آ رہا ہے، تو ایسی صورت میں جہاز میں موجود شخص کو اپنے بالمقابل زمین کے حصہ کا اعتبار کر کے روزہ افطار کرنا درست نہیں، بلکہ وہ جس بلند سطح پر موجود ہے، اُس مقام پر سورج کا غروب ہونا ضروری ہے۔

اگر کوئی شخص کسی مقام سے روزہ رکھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہوا، اور سفر کی سمت مشرق کی طرف ہونے کی وجہ سے آگے پہنچ کر سورج جلدی غروب ہو گیا، اور اس کے حق میں دن چھوٹا ہو گیا، یا سفر کی سمت مغرب کی طرف ہونے کی وجہ سے آگے پہنچ کر سورج دیر سے غروب ہوا، اور اس کے حق میں دن بڑا ہو گیا، تو اس شخص کے جس مقام پر ہونے کے وقت سورج غروب ہو گا، اسی وقت اس کے روزہ مکمل ہونے کا وقت شمار کیا جائے گا، اور اس نے جس مقام سے سفر شروع کیا تھا، اس مقام کے لحاظ سے سورج غروب ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، خواہ اس سفر کے نتیجہ میں اس کے روزہ کا وقت مختصر ہو جائے، یا طویل، کیونکہ روزہ کا وقت مکمل ہونے کا تعلق روزہ دار کے اعتبار سے سورج غروب ہونے کے ساتھ قائم ہے۔

---

[1] رفض نية الصوم:

ذهب المالكية والحنابلة في المذهب والشافعية في قول :إلى أن رفض نية الصوم يبطل الصوم ولو لم يفعل ما يفسد الصيام.

وذهب الحنفية وهو الأصح عند الشافعية وقول عند الحنابلة :إلى أن رفض نية الصوم لا يبطل الصوم إلا بمباشرة ما يفطر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٢، ص ٢٧٩، مادة "رفض" حرف الراء)

www.idaraghufran.org

البتہ اگر دن کے غیر معمولی طویل ہوجانے کی وجہ سے روزہ پورا کرنے میں غیر معمولی تکلیف مثلاً ہلاکت، یا بیماری کا غالب گمان ہے، تو اس کو روزہ توڑ دینے اور بعد میں قضاء کر لینے کی اجازت ہے، خاص کر جب کہ وہ شرعی مسافر بھی ہو۔ [1]

اور اگر پہلے سے اس طرح کے سفر کا علم ہو، تو روزہ ترک کرنے کی بھی گنجائش ہے، اگرچہ سفر طلوعِ فجر کے بعد شروع ہوا ہو، جیسا کہ پیچھے فصل نمبر چھ میں گذرا۔

مسئلہ نمبر 18...... طویل الاوقات ایام اور غیر معتدل علاقوں میں روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 18...... اگر کوئی کسی ایسے مقام وعلاقہ میں موجود ہے کہ جہاں چوبیس گھنٹوں کے اندر دن اور رات تو آتے ہیں، مگر بعض موسموں میں دن، یا رات غیر معمولی مختصر، یا طویل ہوجاتے ہیں، تو ایسے مقام پر موجود شخص کے لئے روزہ شروع ہونے کا اعتبار وہاں کی فجر کے طلوع ہونے کے وقت پر کیا جائے گا اور روزہ مکمل ہونے کا اعتبار وہاں کے سورج غروب ہونے کے وقت پر کیا جائے گا۔

لیکن ایسے علاقہ میں اگر دن کے غیر معمولی طویل ہونے کی وجہ سے روزہ دار کو غیر معمولی تکلیف کا سامنا ہوتا ہو، مثلاً ہلاکت، یا بیمار ہونے کا غالب گمان ہو، تو ایسی صورت میں بعض فقہاء نے طویل دن والے موسموں میں روزہ ترک کرکے دوسرے قابلِ برداشت موسموں میں روزہ کی قضاء کرنے کی اجازت دی ہے۔ [2]

اور اگر کوئی شخص کسی ایسے مقام وعلاقہ میں موجود ہے کہ جہاں چوبیس گھنٹوں کے اندر دن اور رات، سرے سے نہیں آتے، جس کی وجہ سے دن، یا رات چوبیس گھنٹوں سے بھی طویل اور لمبے ہوجاتے ہیں، تو ایسے مقام پر روزہ کا وقت شروع اور مکمل ہونے کا معیار کیا ہوگا؟ اس

---

[1] (تنبیه) قال فی الفیض :ومن کان علی مکان مرتفع کمنارة إسکندریة لا یفطر ما لم تغرب الشمس عنده ولأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله وکذا العبرة فی الطلوع فی حق صلاة الفجر أو السحور (ردالمحتار، ج۲، ص ۴۲۰، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

[2] أما لو لم یقدر علیه لشدة الحر کان له أن یفطر ویقضیه فی الشتاء فتح (رد المحتار علی الدر المختار، ج۲، ص۴۲۷، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

سلسلہ میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں، ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے راجح یہ ہے کہ وہ اپنے سے قریب ترین ایسے معتدل علاقے کے فجر کے طلوع اور سورج کے غروب ہونے کے وقت کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھے گا کہ جہاں چوبیس گھنٹوں میں دن رات کا دورانیہ پورا ہوجاتا ہے، چنانچہ اس کے قریب ترین معتدل علاقہ میں، جس وقت طلوعِ فجر ہوگا، اس وقت اس کے روزہ کا وقت شروع ہوگا، اور جس وقت سورج غروب ہوگا، اس وقت اس کے روزہ کا وقت مکمل ہوگا۔ [1]

اس مسئلہ سے متعلق تفصیل ہم نے اپنے ایک دوسرے مستقل رسالہ میں بیان کردی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] (تتمة) لم أر من تعرض عندنا لحكم صومهم فيما إذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أو بعده بزمان لا يقدر فيه الصائم على أكل ما يقيم بنيته، ولا يمكن أن يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم؛ لأنه يؤدى إلى الهلاک .فإن قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير، وهل يقدر ليلهم بأقرب البلاد إليهم كما قاله الشافعية هنا أيضا، أم يقدر لهم بما يسع الأكل والشرب، أم يجب عليهم القضاء فقط دون الأداء ؟ كل محتمل، فليتأمل .ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب أصلا كالعشاء عند القائل به فيها؛ لأن علة عدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب، وفى الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم، هذا ما ظهر لى، والله تعالى أعلم (ردالمحتار، ج ا ص ٣٦٦، كتاب الصلاة)

ولكن حال الصلاة وحال رمضان عليهم كيف يكون حكمه ولم يتوجه إلى هذا أحد إلا الشوافع توجهوا إلى الصلاة ، ويقولون :إن أهل بلغار يمرون على حساب من قريب منهم ويجدون وقت العشاء(العرف الشذى للكشميرى، ج٣ ص ٤٢٤، كتاب الفتن، باب ما جاء فى فتنة الدجال)

(باب نمبر 4)

روزہ کے مفسدات وغیر مفسدات

روزہ کی حقیقت اپنے ارادہ کے ساتھ دن بھر کھانے پینے اور جماع وغیرہ سے رکنا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور بعض چیزیں تو روزہ کی اس حقیقت کو فوت کر دیتی ہیں، اور بعض اس کی حقیقت کو کمزور کر دیتی ہیں، جبکہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے نہ روزہ کی حقیقت فوت ہوتی، اور نہ کمزور ہوتی، پھر جو چیزیں روزہ کی حقیقت کو فوت کر دیتی ہیں، ان میں بعض اوقات روزے دار کی طرف سے کامل جرم پایا جاتا ہے اور بعض اوقات ناقص جرم پایا جاتا ہے۔

فقہائے کرام نے اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے روزہ کے مفسدات ومکروہات اور مباحات کے اعتبار سے تقسیم ودرجہ بندی فرمائی ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض چیزوں سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، یعنی ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ان میں روزہ کی حقیقت فوت ہوجاتی ہے، اور بعض چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ ان میں روزہ کی حقیقت فوت نہیں ہوتی، پھر جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ان میں بعض چیزیں تو ایسی ہیں کہ جن میں رمضان کے روزہ کی قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے، کیونکہ ان میں کامل جرم پایا جاتا ہے، اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں صرف قضاء واجب ہوتی ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا، کیونکہ ان میں ناقص جرم پایا جاتا ہے۔

اور جن چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، ان میں بعض چیزیں تو ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے روزہ مکروہ ہوتا ہے، کیونکہ ان میں روزہ کی حقیقت تو فوت نہیں ہوتی، البتہ متاثر وکمزور ہوجاتی ہے، اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں روزہ مکروہ بھی نہیں ہوتا، اور وہ چیزیں مباح اور جائز

درجہ میں آتی ہیں کیونکہ ان میں نہ تو روزہ کی حقیقت فوت ہوتی ہے اور نہ ہی کمزور ومتاثر ہوتی ہے۔

اس طرح کی چیزیں کیونکہ بہت ساری ہیں، جن میں سے کئی چیزوں میں فقہائے کرام کی آراء میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے، اوران کو مفسدات، مکروہات ومباحات کی شکل میں الگ الگ عنوان کے تحت ذکر کرنے میں مبتلیٰ بہ لوگوں کو اپنے مسائل کا حل معلوم کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں، اور اہلِ علم حضرات کو اصولی انداز میں احکام کو منضبط کرنے میں بھی دشواری کا سامنا ہوتا ہے، اس لئے مختلف افعال اور اعضاء کے اعتبار سے عنوانات قائم کر کے احکام کو ذکر کیا جارہا ہے، تاکہ مسائل کا منضبط کرنا آسان ہو اور مبتلیٰ بہ لوگوں کو اپنے متعلقہ مسائل کا حل معلوم کرنے میں دشواری کا سامنا نہ ہو۔

Idara Ghufran

(فصل نمبر1)

روزہ میں جماع، احتلام، وانزال، وغیرہ کے احکام

روزہ میں ایک حکم جماع وغیرہ سے بچنے کا ہے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ متعلّقہ مسائل ذکر کیے جائیں گے۔

آیتِ قرآنی واحادیثِ مبارکہ

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اُحِلَّ لَکُمۡ لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمۡ (سورة البقره ، رقم الآیة ۱۸۷)

ترجمہ: حلال کردیا گیا ہے تمہارے لیے روزوں کی رات میں، اپنی عورتوں سے جماع کرنا (سورہ بقرہ)

جب روزوں، یعنی رمضان کی رات میں جماع کرنا حلال ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں دن کے وقت، جبکہ روزہ کی حالت میں ہو، جماع کرنا حرام ہے۔

اوراسی آیت کے آخر میں ان چیزوں کو اللہ کی حدود بتلا کر ان کے قریب جانے سے بھی منع کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں جماع کے قریب، یا اس کے مثل ہیں، ان سے بھی بچنے کا حکم ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ فِيْ رَمَضَانَ، فَاسْتَفْتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

---

[1] تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ فَلَا تَقۡرَبُوۡهَا (سورة البقرة، رقم الآیة ۱۸۷)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً قَالَ: لَا، قَالَ: هَلْ تَسْتَطِيعُ صِيَامَ شَهْرَيْنِ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا (صحيح البخارى، رقم الحديث ۶۸۲۱، كتاب الحدود، باب: من أصاب ذنبا دون الحد، فأخبر الإمام، فلا عقوبة عليه بعد التوبة، إذا جاء مستفتيا، صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۱۱۱"۸۲")

ترجمہ: ایک آدمی نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کو غلام میسر ہے؟ (جس کو آپ آزاد کردیں) اس نے عرض کیا کہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کو دو مہینے کے روزے رکھنے کی استطاعت ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آپ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں (بخاری، مسلم)

بعض روایات میں اس واقعہ کی مزید تفصیل آئی ہے، جس کا ذکر آگے کفارہ کی بحث میں آتا ہے۔

جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری اور حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ:

إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ (صحيح البخارى، ج۳ص ۳۱، كتاب الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا)

ترجمہ: اگر کسی نے بھول کر جماع کرلیا، تو اس پر کچھ واجب نہیں (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ، وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۱۹۲۷، كتاب الصوم، باب المباشرة للصائم، صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۱۰۶"۶۶")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں (اپنی ازواجِ مطہرات کا) بوسہ

www.idaraghufran.org

لے لیا کرتے تھے، اور (ہاتھ وغیرہ سے جسم کو) چھو لیا کرتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقابلہ میں اپنے اوپر قابو رکھ کر ضرورت پوری کرنے پر زیادہ قادر تھے (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يَنْهَوْنِيْ عَنِ الْقُبْلَةِ تَخَوُّفًا أَنْ أَتَقَرَّبَ لِأَكْثَرَ مِنْهَا، ثُمَّ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَوْمَ يَنْهَوْنَ عَنْهَا وَيَقُوْلُ قَائِلُهُمْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ مِنْ حِفْظِ اللّٰهِ مَا لَيْسَ لِأَحَدٍ (مسنداحمد، رقم الحديث ٢٣٦٦٩) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام مجھے (روزہ کی حالت میں، بیوی کا) بوسہ لینے سے اس خوف کی وجہ سے منع فرماتے تھے، کہ کہیں میں اس سے زیادہ (جماع، یا انزال تک) آگے نہ بڑھ جاؤں، پھر آج مسلمان بھی اس سے منع کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے ایسی حفاظت میسر تھی کہ جو دوسرے کے لیے مشکل ہے (مسنداحمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ اَلْحِجَامَةُ، وَالْقَيْءُ، وَالْاِحْتِلَامُ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٧١٩، ابواب الصوم، باب ما جاء فی الصائم يذرعه القیء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں روزہ کو نہیں توڑتیں، ایک تو پچھنے لگوانا (یعنی مخصوص طریقہ پر جسم سے خون نکلوانا) دوسرے قئے ہونا، تیسرے احتلام ہونا (ترمذی)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاری (حاشية مسند احمد)

بعض حضرات نے سند کے اعتبار سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

لیکن یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ صنابحی سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا، فَاحْتَلَمَ، أَوِ احْتَجَمَ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ، فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ، وَمَنِ اسْتَقَاءَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ

(المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۱۵۶۸، ج ۲ ص ۱۵۸، باب الالف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے روزہ کی حالت میں صبح کی، پھر اسے احتلام ہوگیا، یا اس نے حجامہ کرایا، یا اس کو قئے آئی، تو اس پر (روزہ کی) قضاء نہیں، اور جس نے جان بوجھ کر قئے کی، تو اس پر قضاء ہے

(طبرانی)

اس کے علاوہ بھی اور سندوں سے یہ حدیث مروی ہے۔

قئے ہونے اور حجامہ کرانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کا ذکر اور بھی کئی صحیح احادیث وروایات اور آثار میں آیا ہے، جس کی تفصیل آگے اپنے مقام پر آتی ہے، جس وجہ سے مذکورہ حدیث مجموعی طور پر درست ہے۔

احتلام کیونکہ سوتے ہوئے غیر اختیاری طور پر ہوتا ہے، اور احتلام ہونے میں آدمی کے فعل کو دخل نہیں ہوتا، اس لئے احتلام کا حکم جنابت کی طرح ہوگیا، اور جنابت (یعنی غسل واجب ہونے کی حالت) روزے کے خلاف نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنابت کی حالت میں

---

[1] قال الترمذی: حدیث أبی سعید الخدری حدیث غیر محفوظ، وقد روی عبد الله بن زید بن أسلم، وعبد العزیز بن محمد، وغیر واحد هذا الحدیث، عن زید بن أسلم مرسلا، ولم یذکروا فیه عن أبی سعید، وعبد الرحمن بن زید بن أسلم یضعف فی الحدیث سمعت أبا داود السجزی یقول: سألت أحمد بن حنبل، عن عبد الرحمن بن زید بن أسلم، فقال: أخوه عبد الله بن زید لا بأس به وسمعت محمدا یذکر، عن علی بن عبد الله المدینی قال: عبد الله بن زید بن أسلم ثقة، وعبد الرحمن بن زید بن أسلم ضعیف .قال محمد: ولا أروی عنه شیئا(سنن الترمذی، تحت رقم الحدیث ۷۱۹)

www.idaraghufran.org

روزہ شروع کرنا اور طلوعِ فجر کے بعد غسل کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ امُّ المومنین حضرت عائشہ اور حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ، وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ، وَيَصُومُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ١٩٢٦، كتاب الصوم، باب الصائم يصبح جنبا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں فجر ہو جاتی تھی کہ آپ اپنی زوجۂ مطہرہ کی وجہ سے (رات کو) جنبی ہو جاتے تھے، پھر (طلوعِ فجر کے بعد) آپ غسل کرتے تھے، اور آپ روزہ سے ہوتے تھے (بخاری)

جلیل القدر تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا أَمْنَى الصَّائِمُ فَقَدْ أَفْطَرَ (مصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ٩٥٧٠، ورقم الحديث ٩٥٧١، ورقم الحديث ٩٥٧٥، كتاب الصيام، باب ما قالوا فی الصائم يفطر حين يمنی)

ترجمہ: جب روزہ دار نے اپنی منی (اپنے ارادہ سے) خارج کر دی، تو اس نے روزہ توڑ دیا (ابنِ ابی شیبہ)

اور ایک دوسرے جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا قَبَّلَ، أَوْ لَمَسَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَمْنٰى، فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَامِعِ (مصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ٩٥٧٢، كتاب الصيام، باب ما قالوا فی الصائم يفطر حين يمنی)

ترجمہ: جب کسی روزہ دار نے بوسہ لیا، یا (شہوت سے) لمس کیا (یعنی کسی کو، یا اپنی شرم گاہ کو چھیڑا) پھر منی خارج ہوگئی، تو وہ جماع کرنے والے کے درجہ میں ہے (یعنی اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے) (ابنِ ابی شیبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر روزہ دار اپنے کسی فعل، یا بوس وکنار وغیرہ کی وجہ سے منی خارج

کردے،تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن ہرم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ رَجُلٍ نَظَرَ إِلٰى امْرَأَتِهٖ فِيْ رَمَضَانَ ، فَأَمْنٰى مِنْ شَهْوَتِهَا ، هَلْ يُفْطِرُ ؟ قَالَ:لَا ، وَيُتِمُّ صَوْمَهٗ (مُصنف ابن أبی شیبة،رقم الحدیث ۹۵۷۳،کتاب الصیام،باب ما قالوا فی الصائم یفطر حین یمنی)

ترجمہ: حضرت جابر بن زید سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جو رمضان میں اپنی بیوی کو (شہوت) کی نظر سے دیکھے(ہاتھ وغیرہ نہ لگائے) اور اس کی شہوت سے منی خارج ہوجائے،تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں! وہ اپنے روزہ کو پورا کرے گا(ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فِي الصَّائِمِ يُلَاعِبُ امْرَأَتَهٗ حَتّٰى يُمْذِيَ ، أَوْ يُوْدِيَ ، قَالَ:لَا يُوْجِبُ عَلَيْهِ الْقَضَاءَ، إِلَّا مَا أَوْجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلَ (مُصنف ابن أبی شیبة،رقم الحدیث ۹۵۷۴،کتاب الصیام،باب ما قالوا فی الصائم یفطر حین یمنی)

ترجمہ: روزہ دار کی اگر اپنی بیوی سے ملاعبت (یعنی چھیڑ چھاڑ) کرتے ہوئے مذی،یا ودی خارج ہوجائے،تو اس پر قضاء نہیں ہے،مگر یہ کہ وہ چیز جو غسل واجب کرتی ہے(یعنی منی خارج ہوجائے،تو اس پر قضاء ہے)(ابنِ ابی شیبہ)

مذکورہ اور اس جیسی احادیث وروایات کی روشنی میں فقہائے کرام نے جو مسائل بیان فرمائے ہیں،اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 1...... جماع،یا احتلام کے بعد غسل کئے بغیر روزہ رکھنے کا حکم

مسئلہ نمبر 1...... اگر کسی نے رات کے وقت بیوی سے جماع کیا،یا احتلام ہوگیا،اور پھر غسل کئے بغیر اسی حال میں سحری ہوگئی،تو اسے غسل کئے بغیر سحری کھانا اور روزہ رکھنا جائز ہے،غسل

www.idaraghufran.org

بعد میں کرلے، تاہم سحری کھانے سے پہلے کلی کرلینا، یا وضو کرلینا مناسب ہے۔ ۱؎

اور اگر کسی کو رات کے وقت احتلام ہوا، یا جماع کیا، اور غسل کئے بغیر روزہ شروع کردیا، اور غسل کئے بغیر روزہ کو پورا کرلیا، تب بھی روزہ اداء ہوجائے گا، لیکن بلاعذر دن بھر ناپاک رہنے اور نمازوں کو ترک کردینے پر الگ سے گناہ گار ہوگا۔ ۲؎

مسئلہ نمبر 2...... بحالتِ روزہ سوتے ہوئے احتلام ہوجانے پر حکم

مسئلہ نمبر 2...... روزہ کی حالت میں سوتے ہوئے اگر احتلام ہوجائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۳؎

مسئلہ نمبر 3...... روزہ میں جان بوجھ کر جماع کرنے کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... اگر روزہ یاد ہو، اور کوئی شخص روزہ کی حالت میں بیوی سے جبر واکراہ کے بغیر جماع کرلے، تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

۱؎ لا أثر للاحتلام فی الصوم، ولا يبطل به باتفاق، لقوله عليه الصلاة والسلام :ثلاث لا يفطرن الصائم :الحجامة، والقيء ، والاحتلام ولأن فيه حرجا، لعدم إمكان التحرز عنه إلا بترک النوم، والنوم مباح، وترکه غير مستطاع .ولأنه لم توجد صورة الجماع، ولا معناه وهو الإنزال عن شهوة بمباشرة ولا أثر له کذلک فی الحج باتفاق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۹۸، مادة" احتلام" حرف الألف)

۲؎ ومن أجنب ليلا، ثم أصبح صائما، فصومه صحيح، ولا قضاء عليه عند الجمهور، وقال الحنفية :وإن بقی جنبا کل اليوم، وذلک :لحديث عائشة وأم سلمة -رضی الله تعالی عنهما - قالتا :نشهد علی رسول الله صلی الله عليه وسلم إن کان ليصبح جنبا، من غير احتلام ثم يغتسل، ثم يصوم .قال الشوکانی :وإليه ذهب الجمهور، وجزم النووی بأنه استقر الإجماع علی ذلک، وقال ابن دقيق العيد :إنه صار إجماعا أو کالإجماع.

وقد أخرج الشيخان عن أبی هريرة -رضی الله تعالی عنه -أنه صلی الله عليه وسلم قال :من أصبح جنبا فلا صوم له وحمل علی النسخ أو الإرشاد إلی الأفضل، وهو :أنه يستحب أن يغتسل قبل الفجر، ليکون علی طهارة من أول الصوم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۶۳، مادة "صوم"حرف الصاد)

۳؎ إذا نام الصائم فاحتلم لا يفسد صومه، بل يتمه إجماعا، إذا لم يفعل شيئا يحرم عليه ويجب عليه الاغتسال. وفی الحديث عن أبی سعيد -رضی الله تعالی عنه -قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم :ثلاث لا يفطرن الصائم :الحجامة والقیء والاحتلام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۶۲، ۶۳، مادة"صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

یہ بات یادرکھنا ضروری ہے کہ رمضان کے روزہ میں جان بوجھ کر جماع کر کے روزہ فاسد کرنے سے تو کفارہ واجب ہونے پر تمام فقہائے کرام متفق ہیں۔

لیکن اگر جماع کے بجائے کھا، پی کر روزہ کو فاسد کیا جائے، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک صرف قضاء کا حکم ہوتا ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 4......روزہ میں بھول کر جماع وصحبت کرنے کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... اگر روزہ یاد نہ ہو، اور بھول کر کوئی بیوی سے جماع وصحبت کرلے، تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

البتہ حنابلہ ومالکیہ کے نزدیک بھول کر جماع کرنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 5......روزہ میں بوس وکنار کا حکم

مسئلہ نمبر 5...... روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ صرف بوس وکنار کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، تا آنکہ جماع نہ کرے، اور انزال ومنی کا اخراج بھی نہ ہو۔

البتہ اگر انزال ہوجائے، یا بیوی سے صحبت کی نوبت آجائے، تو پھر روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اس لیے جس کو اپنے نفس پر قابو ہو اور انزال، یا جماع کا ڈر نہ ہو، اس کے لیے تو روزہ کی

---

[1] ومذهب الشافعية والحنابلة عدم وجوب الكفارة على من أكل أو شرب عمدا فى نهار رمضان أداء ، وذلك لأن النص -وهو حديث الأعرابى الذى وقع على امرأته فى رمضان -ورد فى الجماع، وما عداه ليس فى معناه .ولأنه لا نص فى إيجاب الكفارة بهذا، ولا إجماع.
ولا يصح قياسه على الجماع؛ لأن الحاجة إلى الزجر عنه أمس، والحكمة فى التعدى به آكد، ولهذا يجب به الحد إذا كان محرما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٦١ ،مادة"صوم"حرف الصاد)

[2] اور مالکیہ کے نزدیک صرف قضاء اور حنابلہ کے نزدیک قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔
ذهب الحنفية والشافعية والحنابلة إلى أن الأكل والشرب فى حال النسيان لا يفسد الصوم فرضا أو نفلا، خلافا للمالكية، كما تقدم.
ثانيا :الجماع فى حال النسيان :ذهب الحنفية والشافعية فى المذهب، والحسن البصرى ومجاهد وإسحاق وأبو ثور وابن المنذر إلى أن الجماع فى حال النسيان لا يفطر قياسا على الأكل والشرب ناسيا .وذهب المالكية فى المشهور -وهو ظاهر مذهب الحنابلة -إلى أن من جامع ناسيا فسد صومه، وعليه القضاء فقط عند المالكية، والقضاء والكفارة عند الحنابلة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٦٢ ،مادة" صوم"حرف الصاد)

حالت میں بیوی سے بوس وکنار کرنا جائز ہے، اور جس کو اپنے نفس پر قابو نہ ہو، اور انزال و جماع وغیرہ کا ڈر ہو، اس کے لیے بوس وکنار کرنا مکروہ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 6...... بوس وکنار وغیرہ کی وجہ سے منی خارج ہونے پر حکم

مسئلہ نمبر 6...... اگر کسی کو روزہ یاد ہو، اور وہ بوس وکنار کرے، یا بیوی کے جسم کے ساتھ لَمس (اور چھیڑ چھاڑ) کرے، اور اس کی منی خارج ہو جائے، مگر وہ جماع نہ کرے، تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 7...... ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ سے اخراجِ منی پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 7...... جس طرح بیوی کے ساتھ بوس وکنار اور چھیڑ چھاڑ کرنے سے منی خارج ہونے کے نتیجہ میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ وغیرہ سے حرکت اور چھیڑ چھاڑ کر کے منی خارج کرے، تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ [3]

---

[1] يكره للصائم تقبيل الزوجة إن لم يأمن على نفسه وقوع مفسد من الإنزال والجماع......

وهذا عند الحنفية والشافعية والحنابلة.ومحل الكراهة إذا كانت القبلة بقصد اللذة لا إن كان بدون قصدها، كأن تكون بقصد وداع أو رحمة فلا كراهة .

وإذا أمن على نفسه وقوع مفسد فلا بأس بالتقبيل عند جمهور الفقهاء ، لما روى عن عائشة رضى الله عنها أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يقبل ويباشر وهو صائم

وقال المالكية :تكره القبلة بقصد اللذة للصائم لو علمت السلامة من خروج منى أو مذى، وإن لم يعلم السلامة حرمت .واتفق الفقهاء على أن التقبيل ولو كان بقصد اللذة لا يفطر الصائم ما لم يسبب الإنزال، أما إذا قبل وأنزل بطل صومه اتفاقا بين المذاهب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص١٣٥، ١٣٦، مادة "تقبيل" حرف التاء)

[2] لا خلاف بين الفقهاء فى أن إنزال المنى باللمس أو المعانقة أو القبلة يفسد الصوم؛ لأنه إنزال بمباشرة فأشبه الإنزال بالجماع دون الفرج .أما إذا حصل من القبلة والمعانقة واللمس إنزال مذى فلا يفسد الصوم عند الحنفية والشافعية، ويفسده عند المالكية والحنابلة، لأنه خارج تخلله الشهوة خرج بالمباشرة فأفسد الصوم كالمنى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص٢٦٨، مادة "شهوة" حرف الشين)

[3] اور اس صورت میں حنفیہ، شافعیہ کے نزدیک، اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق کفارہ واجب نہیں ہوتا، صرف قضاء کا حکم ہوتا ہے، جبکہ مالکیہ کے معتمد، اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

أجمع العلماء على أن من جامع أو استمنى أو طعم أو شرب عن قصد، مع ذكر الصوم فى نهاره فقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 8...... بحالتِ روزہ بیماری، یا خیال کی وجہ سے منی خارج ہونے کا حکم

مسئلہ نمبر 8...... اگر کسی نے بوس وکنار نہیں کیا، اور نہ ہی شرم گاہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی، بلکہ ویسے ہی خود بخود کسی بیماری، یا کمزوری، یا کسی کو دیکھنے، یا خیال آنے کی وجہ سے منی خارج ہوگئی، تو حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا، مگر اپنے اختیار وقصد سے بدنظری میں مبتلا ہونا، یا برا خیال لانا منع ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أفسد صومه، لقوله تعالى :(فالآن باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۸۹، مادة "افساد" حرف الألف)

الاستمناء باليد يبطل الصوم عند المالكية، والشافعية، والحنابلة، وعامة الحنفية على ذلك، لأن الإيلاج من غير إنزال مفطر، فالإنزال بشهوة أولى .وقال أبو بكر بن الإسكاف، وأبو القاسم من الحنفية :لا يبطل به الصوم، لعدم الجماع صورة ومعنى.

ولا كفارة فيه مع الإبطال عند الحنفية والشافعية، وهو مقابل المعتمد عند المالكية، وأحد قولي الحنابلة، لأنه إفطار من غير جماع، ولأنه لا نص في وجوب الكفارة فيه ولا إجماع.

ومعتمد المالكية على وجوب الكفارة مع القضاء ، وهو رواية عن أحمد، وعموم رواية الرافعي من الشافعية، والتي حكاها عن أبي خلف الطبري يفيد ذلك، فمقتضاها وجوب الكفارة بكل ما يأثم بالإفطار به، والدليل على وجوب الكفارة :أنه تسبب في إنزال فأشبه الإنزال بالجماع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۱۰۰، مادة "استمناء" حرف الألف)

[1] اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک نظر ڈالنے پر شہوت پیدا ہونے کی صورت میں منی خارج ہونے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، اور نظر ڈالے بغیر شہوت کے فکر وخیال سے منی خارج ہونے پر حنابلہ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا، مالکیہ کے نزدیک فاسد ہوجاتا ہے۔

وكذلك لو نظر إلى فرج امرأة شهوة فأمنى أو تفكر فأمنى لا يفسد صومه لأنه حصل الإنزال لا بصنعه فلا يكون شبيه الجماع لا صورة ولا معنى(تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۳۵۳، كتاب الصوم)

ولو نظر إلى امرأة وتفكر فأنزل لم يفطره، وقال مالك: إن تتابع نظره فطره لأن التتابع في النظر كالمباشرة .ولنا أنه لم يوجد الجماع لا صورة ولا معنى لعدم الاستمتاع بالنساء فأشبه الاحتلام بخلاف المباشرة(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج۲، ص ۹۱، كتاب الصوم، فصل اركان الصيام)

ذهب الحنفية والشافعية إلى :أن إنزال المني أو المذي عن نظر وفكر لا يبطل الصيام، ومقابل الأصح عند الشافعية أنه :إذا اعتاد الإنزال بالنظر، أو كرر النظر فأنزل يفسد الصيام.

وذهب المالكية والحنابلة إلى :أن إنزال المني بالنظر المستديم يفسد الصوم؛ لأنه إنزال بفعل يتلذذ به، ويمكن التحرز منه .وأما الإنزال عن فكر فيفسد الصوم عند المالكية، وعند الحنابلة لا يفسده لأنه لا يمكنه التحرز عنه.

وأما الإنزال عن فكر فيفسد الصوم عند المالكية، وعند الحنابلة لا يفسده لأنه لا يمكنه التحرز عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۶، ص۲۶۷، مادة "شهوة" حرف الشين)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 9...... بحالتِ روزہ، مذی خارج ہونے پر حکم

مسئلہ نمبر 9...... اگر روزہ کی حالت میں منی خارج نہیں ہوئی، بلکہ مذی خارج ہوئی، جو کہ شہوت کے وقت لیس دار پانی کی شکل میں خارج ہوتی ہے، مگر اس سے نہ تو شہوت ٹھنڈی ہوتی، اور نہ ہی اس کی تکمیل ہوتی، اور نہ ہی غسل واجب ہوتا، تو حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ کسی وجہ سے بھی خارج ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر 10...... بحالتِ روزہ، ودی خارج ہونے پر حکم

مسئلہ نمبر 10...... اگر نہ تو منی خارج ہوئی اور نہ ہی مذی خارج ہوئی، اور شہوت کے بغیر بیماری، یا کمزوری وغیرہ کی وجہ سے کچھ لیس دار پانی خارج ہوا، جس کو ودی کہا جاتا ہے، اور اکثر اوقات یہ پیشاب کے ساتھ اور کبھی ویسے ہی خارج ہو جاتا ہے، تو اس کے خارج ہونے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] البتہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر روزہ کی حالت میں چھیڑ چھاڑ کرنے سے شہوت کے ساتھ مذی خارج ہوجائے، تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

وإن نزل لغير شهوة كالذى يخرج منه المنى أو المذى لمرض فلا شىء عليه لأنه خارج لغير شهوة أشبه البول ولأنه عن غير اختيار منه ولا تسبب إليه فأشبه الاحتلام، ولو احتلم لم يفسد صومه لأنه عن غير اختيار منه فأشبه ما لو دخل حلقه شىء وهو نائم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٩، ص ١٣٣، مادة"منى"حرف الميم)

أما إذا حصل بالسحاق خروج المذى فقط فمذهب المالكية والحنابلة أن خروج المذى بلمس أو قبلة أو مباشرة مفسد للصوم كذلك، خلافا للحنفية والشافعية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣،ص ٢٥٢،مادة"سحاق"حرف السين)

[2] والصلة أن المذى يخرج عند الشهوة ويكون ماء رقيقا، أما الودى فلا يخرج عند الشهوة وإنما عقب البول ويكون ثخينا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ٣١٥،مادة"مذى" حرف الميم)

(فصل نمبر 2)

روزہ میں کھانے، پینے کے احکام

روزہ میں کھانے، پینے سے بھی رکنے کا حکم ہے، جس کی ذیل میں تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

سورہ بقرہ کا حوالہ

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ، ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٧)

ترجمہ: اور کھاؤ تم اور پیو تم، یہاں تک کہ ظاہر ہوجائے تمہارے لئے سفیدی فجر کی، سیاہ دھاگہ سے، پھر پورا کرو تم روزوں کو رات تک (سورہ بقرہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رمضان کی رات میں تو کھانا پینا جائز ہے، مگر دن میں روزہ کی حالت میں رات، یعنی سورج غروب ہونے تک کھانا، پینا جائز نہیں، اور کھانے اور پینے کو ایک ساتھ ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں جس طرح کسی چیز کا کھانا منع ہے، اسی طرح کسی چیز کو پینا بھی منع ہے۔

پس جس طرح روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر جماع اور منی کا انزال کرنا جائز نہیں، اسی طرح کھانا پینا بھی جائز نہیں۔

اور مذکورہ آیت میں جس کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے، اس کا مفہوم عام ہے، جس کو ہر مسلمان سمجھتا ہے۔

قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی کھانے، اور پینے کے عمل کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے۔

سورہ بقرہ کا دوسرا حوالہ

چنانچہ سورہ بقرہ میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ، كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ (سورة البقرة، رقم الآية ٦٠)

ترجمہ: جان لیا سب انسانوں نے اپنے پینے کی جگہ کو، کھاؤ تم اور پیو تم، اللہ کے رزق سے (سورہ بقرہ)

سورہ اعراف کا حوالہ

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَابَنِیْ آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا (سورة الاعراف، رقم الآية ٣١)

ترجمہ: اے بنی آدم! لے لو تم اپنی زینت کو ہر مسجد کے وقت، اور کھاؤ تم، اور پیو تم (سورہ اعراف)

اس قسم کی آیات میں کھانے اور پینے کے عمل کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس طرح روزہ کی پابندی میں بھی کھانے پینے کے عمل کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اَلصَّوْمُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَأَكْلَهٗ وَشُرْبَهٗ مِنْ أَجْلِيْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٧٤٩٢، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى يريدون أن يبدلوا كلام الله، صحيح مسلم، رقم الحديث ١١٥١ "١٦٥" باب فضل الصيام)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، بندہ اپنی (شرمگاہ کی) شہوت کو اور اپنے کھانے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے (بخاری، مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اَلصَّوْمُ لِيْ، وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ، يَدَعُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ أَجْلِيْ (مسند احمد، رقم الحديث ۹۱۱۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، بندہ اپنے کھانے پینے کو، اور اپنی (شرمگاہ کی) شہوت کو صرف میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث میں روزہ کی حالت میں کھانے، اور پینے کو چھوڑنے کا ذکر ہے، اور کھانے پینے کے عمل سے سب واقف ہیں کہ کس کو کہا جاتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۱۵۵ "۱۷۱" كتاب الصيام، باب أكل الناسى وشربه وجماعه لا يفطر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یہ بات بھول جائے کہ وہ روزے سے ہے، پھر وہ کچھ کھا لے، یا پی لے، تو وہ اپنے روزے کو پورا

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

کرلے، پس اس کو اللہ کھلاتا پلاتا ہے(اور اس وجہ سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا)

(مسلم)

اس حدیث میں بھی کھانے اور پینے کا ایک ساتھ ذکر ہے۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

عبداللہ بن مرداس سے روایت ہے کہ:

أَنَّهٗ جَاءَ إِلٰى مَسْجِدِ الْحَيِّ بَعْدَمَا صَلَّوُا الْفَجْرَ، فَقَالَ لَهُمْ، وَذَاكَ فِيْ رَمَضَانَ: إِنِّيْ أَصَبْتُ مِنْ أَهْلِيْ، ثُمَّ غَلَبَتْنِيْ عَيْنِيْ، فَأَصْبَحْتُ وَلَمْ أَغْتَسِلْ فَمَا تَرَوْنَ؟ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا نَرَاكَ إِلَّا قَدْ أَفْطَرْتَ، فَانْطَلَقَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ لَهُمْ: أَتَيْتُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ أَوْ أَفْقَهُ فَقَالَ: اَلْإِفْطَارُ مِنَ الطَّعَامِ، وَالشَّرَابِ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۹ ص ۳۱۲، رقم الحدیث ۹۵۶۶، باب العین)

ترجمہ: وہ محلّہ کی مسجد میں لوگوں کے فجر کی نماز پڑھ چکنے کے بعد آئے اور یہ رمضان کی بات ہے، اورلوگوں سے کہا کہ میں نے اپنی اہلیہ سے صحبت کی تھی، پھر مجھ پر نیند کا غلبہ ہوگیا، اور صبح ہوگئی، اور میں نے غسل نہیں کیا، تو اس بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟

ان کو لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تمہارا روزہ نہیں ہوا، پھر وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے (اور ان سے جواب حاصل کیا) پھر انہوں نے لوگوں سے کہا کہ میں اس شخص کے پاس حاضر ہوا، جو تم سے بہتر، یا زیادہ فقیہ ہے (یعنی عبداللہ بن مسعود) جنہوں نے فرمایا کہ (تمہارا روزہ نہیں ٹوٹا، کیونکہ) روزہ کھانے اور پینے سے ٹوٹتا ہے (طبرانی)

علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس روایت کے راوی ''عبداللہ بن مرداس'' کا میں نے کسی سے ذکر نہیں پایا، اور باقی راوی صحیح ہیں۔ ۱؎

لیکن عبداللہ بن مرداس کو ابنِ حبان نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ ۲؎

اس حدیث میں بھی روزہ کے کھانے، اور پینے سے فاسد ہونے کا ذکر ہے، اور کھانا، پینا عام فہم عمل ہے، جس کو سب جانتے ہیں۔

اور بعض روایات میں جو روزہ کے داخل ہونے والی چیز سے فاسد ہونے، اور خارج ہونے والی چیز سے فاسد نہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۳؎

تو ان روایات میں بھی منہ سے داخل ہونے کے عام سبب کو بیان کرنا مقصود ہے، ورنہ شرم گاہ

۱؎ قال الهيثمي: وعبد الله بن مرداس لم أجد من ذكره، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۸۳۶، باب فيمن أصبح جنبا وهو يريد الصوم)

۲؎ عبد الله بن مرداس المحاربى يروى عن بن مسعود روى عنه أهل الكوفة (كتاب الثقات لابنِ حبان، ج۵، ص ۲۴، باب العين)

۳؎ حدثنا أحمد بن منيع، حدثنا مروان، عن رزين البكرى، حدثتنا مولاة لنا يقال لها سلمى من بكر بن وائل، أنها سمعت عائشة تقول: دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا عائشة هل من كسرة؟ فأتيته بقرص فوضع على فيه وقال: يا عائشة هل دخل بطنى منه شىء؟ كذلك قبلة الصائم، إنما الإفطار مما دخل وليس مما خرج (مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ۴۹۵۴، مسند عائشة)

قال حسين سليم أسد: إسناده ضعيف (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

عن إبراهيم، عن عبد الله بن مسعود قال: إنما الوضوء مما خرج، وليس مما دخل، والصوم مما دخل، وليس مما خرج (المعجم الكبير للطبرانى، ج۹ ص ۲۵۱، رقم الحديث ۹۲۳۷)

قال الهيثمي: رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۵۳، باب فيمن كان على طهارة وشك فى الحدث)

وقال ابن عباس وعكرمة: الصوم مما دخل وليس مما خرج (صحيح البخارى، ج۳ ص۳۳، باب الحجامة والقىء للصائم)

عن أبى ظبيان، عن ابن عباس: أنه ذكر عنده الوضوء من الطعام، قال الأعمش: مرة والحجامة للصائم، فقال: إنما الوضوء مما خرج وليس دخل، وإنما الفطر مما دخل وليس مما خرج (السنن الصغير للبيهقى، رقم الحديث ۱۳۴۸، باب الحجامة للصائم)

Idara Ghufran

سے جان بوجھ کر جماع کرنے،اور جان بوجھ کر منی خارج کرنے وغیرہ سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے، اور دخول کے بغیر منی خارج کرنے میں کسی چیز کا جسم کے اندر داخل ہونا نہیں پایا جاتا،اوراس کے برعکس مالش وغیرہ کے ذریعہ تیل، اورنہانے کے ذریعہ پانی، مسامات وغیرہ سے جسم وبدن کے اندرداخل ہونے سے کسی کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

کھانے پینے کا اصل عمل تو منہ کے ذریعہ سے انجام دیا جاتا ہے، اور منہ ہی پیٹ میں غذا پہنچانے کا فطری اور عادی راستہ ہے،اور ناک کا اندرونی راستہ بھی منہ میں کھلتا ہے،اور ناک بھی منہ میں کسی غذاء، یادوا کے جانے کا مستقل راستہ ہے،لیکن ناک کا اندرونی سوراخ براہِ راست پیٹ میں جانے کا منفذ نہیں، بلکہ اصل منفذ منہ ہی ہے،اور ناک کا اندرونی سوراخ بھی منہ میں کھلتا ہے،تو ناک دراصل منہ میں جانے کا راستہ ہوا۔

بعض مریضوں کو بھی ناک کے ذریعہ حلق اور پیٹ کی طرف نلکی وغیرہ ڈال کرنرم غذاء پہنچائی جاتی ہے، یہ بھی اسی حکم میں داخل ہے، جس کا ذکر گذرا۔

اور قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ جو چیز بھی خوراک کی نالی (Esophagus) کے بجائے، سانس کی نالی،اور حنجرہ (Larynx) کے ذریعہ سے اندر جائے،اس سے بھی روزہ فاسد نہ ہو، جیسا کہ ہوا،اور آکسیجن کے جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ طبی ومیڈیکلی اعتبار سے،اس راستہ سے باقاعدہ خوراک وغذاء نہیں پہنچتی،لیکن جو چیزیں اختیاری ہوں،اوران کو صورتاً خوراک وغذاء سے مشابہت حاصل ہو،اوران کو کھانا، یاپینا،تصور کیا جاتا ہو،جیسا کہ سگریٹ نوشی،تواس سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

اس کے علاوہ جسم کے جس حصہ سے بھی بدن وجسم کے اندر کوئی چیز پہنچائی جائے،جیسا کہ آنکھ، کان، کسی زخم کی پھٹن، یا پیشاب وپاخانہ کے مقام سے،تو یہ درحقیقت کھانا پینا نہیں کہلاتا، نہ ہی اللہ نے ان اعضاء کو کھانے پینے کے لئے بنایا، اسی لئے ان مقامات سے کسی چیز کو جسم کے اندر پہنچانے کا عمل علاج ومعالجہ کے قبیل سے تعلق رکھتا ہے،اوراسی لئے قرآن

وسنت میں ان مقامات سے کسی چیز کے داخل ہونے پر روزہ فاسد ہونے کا ذکر نہیں ملتا،اور ان سے روزہ کے معاملہ میں شریعت کی طرف سے سکوت اختیار کیا گیا ہے، ایسی چیزوں کو علماء کی مخصوص زبان میں ''مسکوت عنہ'' کہا جاتا ہے۔

بعد میں فقہائے کرام نے انسانی جسم وبدن سے متعلق اپنی اپنی ممکنہ طبی معلومات کی بنیاد پر اور ان کی روشنی میں اجتہادات کر کے ان کا حکم بیان کیا،اور ان چیزوں میں ان کے درمیان شدید اختلاف رونما ہوا۔

جس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ منہ کے علاوہ دیگر راستوں سے بدن کے اندر جانے والی چیزوں سے روزہ فاسد ہونے ،نہ ہونے کا مسئلہ اجتہادی نوعیت کا حامل ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قئے ،اور حجامہ کے ذریعہ روزہ فاسد ہونے کا مسئلہ بھی نصوص کے متعارض ہونے کی وجہ سے اجتہادی ہے۔

اور اس قسم کے مسائل کو قطعی واجماعی سمجھنا،اور ان کی خلاف ورزی پر روزہ کے فاسد ہونے کا قطعی حکم لگانا، درست نہیں۔

اور موجودہ زمانہ میں جب طب ومیڈیکل کے شعبہ میں غیر معمولی تحقیقات وتجربات ہو چکے ہیں،اور انسانی جسم وبدن کے اندرونی اعضاء اور ان کے باہم روابط کو نہ صرف یہ کہ معلوم کیا جا چکا ہے، بلکہ اندرونی اعضاء کی تشخیص وتحقیق اور ان کے مشاہدہ کے لئے مختلف وسائل وذرائع میسر آ چکے ہیں،اور اسی حیثیت سے علاج ومعالجہ کے شعبہ میں بھی غیر معمولی توسع اور تنوع پیدا ہو گیا ہے،اور ایسے ایسے طریقے دریافت وایجاد ہو چکے ہیں، جن کا پہلے زمانوں میں تصور نہیں تھا،اور ان کے متعلق گذشتہ زمانہ کے علماء وفقہاء کے مخصوص اقوال پر جمود اختیار کرنے کی وجہ سے حرجِ عظیم لازم آتا ہے، جبکہ ان سابق علماء وفقہاء کے اپنے اپنے اقوال کی بنیاد بھی اکثر وبیشتر مسائل میں اس زمانہ میں ان کو پہنچنے والی طبی تحقیق ہی تھی،اور موجودہ زمانہ کی بھرپور تحقیقات وتجربیات سے اس قسم کی کئی چیزوں کا اجتہادی نوعیت کی، یا بعض کا خلافِ

واقعہ، یا مرجوح ہونا ثابت ہو چکا ہے، جن پر سابق زمانوں کے علماء وفقہاء کے بیان کردہ ان احکام کا مدار تھا، اور احکام کا مدار اور بنیاد اپنی علتوں کے ساتھ ساتھ دائر رہا کرتی ہے، لیکن اس کے باوجود بعض حضرات کا سابق فقہاء کے اقوال پر اس طرح جمود اختیار کرنا، جس طرح قرآن وسنت کے منصوص اور اس سے بڑھ کر، قطعی احکام پر اختیار کیا جاتا ہے۔

یہ ہمیں درست طرزِ عمل معلوم نہ ہوسکا۔

اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس پر کسی قدر کلام کر دیا جائے۔

ابنِ رشد حفید کا حوالہ

ابنِ رشد حفید (المتوفی:595 ہجری) فرماتے ہیں:

وأجمعوا على أنه يجب على الصائم الإمساك زمان الصوم عن المطعوم والمشروب والجماع لقوله – تعالى –:"فالآن باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر"

واختلفوا من ذلك فى مسائل: منها مسكوت عنها، ومنها منطوق بها .

أما المسكوت عنها: إحداها: فيما يرد الجوف مما ليس بمغذ، وفيما يرد الجوف من غير منفذ الطعام والشراب مثل الحقنة، وفيما يرد باطن سائر الأعضاء ولا يرد الجوف مثل أن يرد الدماغ ولا يرد المعدة.

وسبب اختلافهم فى هذه هو: قياس المغذى على غير المغذى، وذلك أن المنطوق به إنما هو المغذى .فمن رأى أن المقصود بالصوم معنى معقول لم يلحق المغذى بغير المغذى، ومن رأى أنها عبادة غير معقولة، وأن المقصود منها إنما هو الإمساك فقط عما يرد الجوف سوى بين المغذى وغير المغذى (بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ج۲، ص ۵۲، كتاب الصيام، القسم الاول، الجملة الثانية فى أركان الصيام، الركن الثانى فى الصيام وهو الإمساك)

ترجمہ: اور اس بات پر اجماع ہے کہ روزہ دار پر روزہ کے زمانہ میں کھانے، اور

پینے کی چیزوں اور جماع سے رکنا واجب ہے، سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ:

”فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ، وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ“

اور فقہاء کا مذکورہ چیزوں کے علاوہ چند مسائل میں اختلاف ہے، جن میں بعض مسائل سے شریعت میں سکوت اختیار کیا گیا ہے، اور بعض پر کلام کیا گیا ہے۔

جہاں تک شریعت کی طرف سے خاموشی اختیار کیے جانے والے مسائل کا تعلق ہے، تو ان میں سے ایک وہ چیزیں ہیں، جو پیٹ میں جائیں، لیکن وہ غذاء سے تعلق نہ رکھتی ہوں، اور دوسری وہ چیزیں ہیں، جو پیٹ میں کھانے پینے کے منفذ (یعنی کھانے، پینے کے راستہ) کے علاوہ سے جائیں، جیسا کہ حقنہ، اور ایک وہ چیزیں ہیں، جو تمام اعضاء کے باطن میں جائیں، لیکن پیٹ میں نہ جائیں، جیسا کہ دماغ میں جائیں، لیکن معدہ میں نہ جائیں۔

اور فقہاء کے ان چیزوں میں اختلاف کا سبب، دراصل غیر غذاء والی چیز پر غذاء والی چیز کو قیاس کرنا ہے، کیونکہ جس چیز پر شریعت نے کلام کیا ہے، وہ تو غذاء والی چیز ہے، پس جس نے یہ سمجھا کہ روزہ سے اصل مقصود، عقلی معنیٰ ہیں، اس نے غذاء والی چیز کو غیر غذاء والی چیز کے ساتھ لاحق نہیں کیا، اور جس نے یہ دیکھا کہ یہ غیر معقول عبادت ہے، جس سے مقصود صرف ان چیزوں سے رکنا ہے، جو پیٹ میں جاتی ہیں، تو اس نے غذاء اور غیر غذاء والی دونوں قسم کی چیزوں کو ایک ہی حکم دے دیا (بدایۃ المجتہد)

پھر اس کے بعد ابنِ رشد نے شریعت کی طرف سے کلام کردہ اختلافی مسائل میں حجامہ اور قئے کا ذکر کیا ہے، اور ان میں اختلاف کا سبب، احادیث و روایات کے اختلاف کو

قرار دیا ہے۔ [1]

’’الموسوعةُ الفقهية الكويتية‘‘ کا حوالہ

’’الموسوعةُ الفقهية الكويتية‘‘ میں ہے:

أجمع العلماء على أن من جامع أو استمنى أو طعم أو شرب عن قصد، مع ذكر الصوم فى نهاره فقد أفسد صومه، لقوله تعالى: ”فالآن باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر“

وقد اختلفوا فى مفسدات أخرى للصوم، منها ما يرد إلى الجوف من غير منفذ الطعام والشراب مثل الحقنة، ومنها ما يرد إلى باطن الأعضاء ولا يرد الجوف، مثل أن يرد الدماغ ولا يرد المعدة .

وسبب اختلافهم فى هذه هو قياس المغذى على غير المغذى .فمن رأى أن المقصود بالصوم معنى معقول لم يلحق المغذى بغير المغذى، ومن رأى أنها عبادة غير معقولة، وأن المقصود منها إنما هو الإمساك فقط عما يرد الجوف، سوى بين المغذى وغيره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥، ص ٢٨٩،مادة” افساد“حرف الألف)

ترجمہ: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے قصدوارادہ سے روزہ یاد ہوتے ہوئے دن (یعنی روزہ) کے وقت جماع کیا، یا اپنے اختیار سے منی خارج کی، یا کھایا، یا پیا، تو اس نے اپنے روزہ کو فاسد کردیا، سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کے اس

---

[1] وأما ما اختلفوا فيه مما هو منطوق به: فالحجامة والقىء .أما الحجامة فإن فيها ثلاثة مذاهب:
قوم قالوا: إنها تفطر وأن الإمساك عنها واجب، وبه قال أحمد والأوزاعى وإسحاق بن راهويه.
وقوم قالوا: إنها مكروهة للصائم وليست تفطر، وبه قال مالك والشافعى والثورى.
وقوم قالوا: إنها غير مكروهة ولا مفطرة، وبه قال أبو حنيفة وأصحابه.
وسبب اختلافهم: تعارض الآثار الواردة فى ذلك(بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ج٢، ص٥٣، كتاب الصيام، القسم الاول، الجملة الثانية فى أركان الصيام، الركن الثانى فى الصيام وهو الإمساك)

www.idaraghufran.org

ارشاد کی وجہ سے کہ:

’’فَالْآنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ،وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ‘‘

اور علماء کا دوسری روزہ کو فاسد کرنے والی چیزوں کے بارے میں اختلاف ہے، جن میں بعض چیزیں وہ ہیں، جو جوف (پیٹ) میں کھانے پینے کے منفذ کے علاوہ سے جاتی ہیں، جیسا کہ حقنہ، اور بعض چیزیں وہ ہیں جو باطنِ اعضاء کی طرف جاتی ہیں، لیکن جوف (پیٹ) میں نہیں جاتیں، جیسا کہ وہ چیز جو دماغ تک جائے، لیکن معدہ تک نہ جائے۔

اور ان چیزوں میں اختلاف کا سبب، دراصل غذاء کو غیر غذاء پر قیاس کرنا ہے، پس جس نے یہ سمجھا کہ روزہ سے مقصود معقول معنیٰ ہیں، تو اس نے غذاء والی چیز کو غیر غذاء والی چیز کے ساتھ لاحق نہیں کیا، اور جس نے اس کو غیر معقولی عبادت سمجھا، اور اس سے مقصود، صرف اس چیز سے رکنا سمجھا، جو جوف (یعنی پیٹ) میں پہنچے، تو اس نے غذاء والی اور غیر غذاء والی چیز کو ایک ہی حکم دیا (موسوعہ)

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ نے بھی اپنے ایک مفصل مضمون میں مدلل انداز میں مسکوت عنہ چیزوں کے ذریعہ روزہ فاسد نہ ہونے کے موقف کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا ہے، جو موجودہ زمانہ کے اصحابِ علم کے لئے قابلِ ملاحظہ ہے۔

اپنے اس مفصل مضمون میں علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

فصل: وأما الكحل والحقنة وما يقطر فى إحليله ومداواة المأمومة والجائفة فهذا مما تنازع فيه أهل العلم فمنهم من لم يفطر بشىء من ذلک ومنهم من فطر بالجميع لا بالكحل ومنهم من فطر بالجميع لا بالتقطير ومنهم من لم

يفطر بالكحل ولا بالتقطير ويفطر بما سوى ذلك .

والأظهر أنه لا يفطر بشيء من ذلك .فإن الصيام من دين المسلمين الذى يحتاج إلى معرفته الخاص والعام فلو كانت هذه الأمور مما حرمها الله ورسوله فى الصيام ويفسد الصوم بها لكان هذا مما يجب على الرسول بيانه ولو ذكر ذلك لعلمه الصحابة وبلغوه الأمة كما بلغوا سائر شرعه.

فلما لم ينقل أحد من أهل العلم عن النبى صلى الله عليه وسلم فى ذلك لا حديثا صحيحا ولا ضعيفا ولا مسندا ولا مرسلا – علم أنه لم يذكر شيئا من ذلك (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۵،ص ۲۳۳، ۲۳۴، كتاب الفقه، كتاب الصيام،فصل: الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ:فصل: اور جہاں تک سرمہ اور حقنہ، اور مرد کی پیشاب گاہ میں ٹپکائے جانے والے قطرہ اور سر اور پیٹ کے زخم میں دواء لگانے کا تعلق ہے، تو یہ امور ان مسائل میں سے ہیں، جن میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، پس بعض اہلِ علم تو ان میں سے کسی چیز کے ذریعہ بھی روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور ان میں سے بعض اہلِ علم تمام چیزوں کے ذریعہ روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، سرمہ کے ذریعہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور بعض حضرات ان تمام چیزوں کے ذریعہ روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، مرد کی پیشاب گاہ میں قطرہ ٹپکانے سے روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور بعض سرمہ، اور قطرہ ٹپکانے کے ذریعہ روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور باقی چیزوں سے روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں۔

لیکن زیادہ راجح یہ بات ہے کہ ان (یعنی سرمہ لگانے، مقعد میں حقنہ کرنے، عورت، و مرد کی پیشاب گاہ سے کوئی چیز داخل کرنے، اور سر اور پیٹ کے زخم میں دواء لگانے) میں سے کسی چیز سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

کیونکہ روزہ مسلمانوں کے ان دینی کاموں میں سے ہے، جس کی معرفت کی ہر خاص وعام کو ضرورت تھی، پس اگر یہ امور ان چیزوں میں سے ہوتے، جن کو اللہ

www.idaraghufran.org

اور اس کے رسول نے روزوں میں حرام قرار دیا ہے، اور وہ روزہ کو فاسد کرتی ہیں، تو رسول پر ان کا بیان واجب تھا، اور اگر آپ اس کا ذکر فرماتے، تو اس کو صحابہ جان لیتے، اور اس کی امت کو تبلیغ کرتے، جس طرح دوسرے شریعت کے احکام کی تبلیغ کی، پس جب اہلِ علم میں سے کسی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں نہ تو صحیح حدیث کو نقل کیا، نہ ضعیف حدیث کو نقل کیا، اور نہ مسند ومرسل حدیث کو نقل کیا، تو اس سے معلوم ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی بات کا بھی (روزہ فاسد ہونے کی حیثیت سے) ذکر نہیں فرمایا (مجموع الفتاویٰ)

پھر کچھ تفصیل ذکر کرنے کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

والذين قالوا: إن هـذه الأمور تفطر كالحقنة ومداواة المأمومة والجائفة لم يكن معهم حجة عن النبى صلى الله عليه وسلم وإنما ذكروا ذلك بما رأوه من القياس وأقوى ما احتجوا به قوله ""وبالغ فى الاستنشاق إلا أن تكون صائما"قالوا: فدل ذلك على أن ما وصل إلى الدماغ يفطر الصائم إذا كان بفعله وعلى القياس كل ما وصل إلى جوفه بفعله من حقنة وغيرها سواء كان ذلك فى موضع الطعام والغذاء أو غيره من حشو جوفه .

والذين استثنوا التقطير قالوا: التقطير لا ينزل إلى جوفه وإنما يرشح رشحا فالداخل إلى إحليله كالداخل إلى فمه وأنفه .

والذين استثنوا الكحل قالوا: العين ليست كالقبل والدبر ولكن هى تشرب الكحل كما يشرب الجسم الدهن والماء .

والذين قالوا الكحل يفطر قالوا: إنه ينفذ إلى داخله حتى يتنخمه الصائم لأن فى داخل العين منفذا إلى داخل الحلق .

وإذا كان عمدتهم هذه الأقيسة ونحوها لم يجز إفساد الصوم بمثل هذه الأقيسة لوجوه:

أحدها :أن القياس وإن كان حجة إذا اعتبرت شروط صحته فقد قلنا فى الأصول: إن الأحكام الشرعية كلها بينتها النصوص أيضا وإن دل القياس الصحيح على مثل ما دل عليه النص دلالة خفية فإذا علمنا بإن الرسول لم

يحرم الشيء ولم يوجبه علمنا أنه ليس بحرام ولا واجب .وأن القياس المثبت لوجوبه وتحريمه فاسد ونحن نعلم أنه ليس فى الكتاب والسنة ما يدل على الإفطار بهذه الأشياء التى ذكرها بعض أهل الفقه فعلمنا أنها ليست مفطرة.

الثانى :أن الأحكام التى تحتاج الأمة إلى معرفتها لا بد أن يبينها الرسول صلى الله عليه وسلم بيانا عاما ولا بد أن تنقلها الأمة فإذا انتفى هذا علم أن هذا ليس من دينه وهذا كما يعلم أنه لم يفرض صيام شهر غير رمضان ولا حج بيت غير البيت الحرام ولا صلاة مكتوبة غير الخمس (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۵،ص۲۳۵و۲۳۶، كتاب الفقه، كتاب الصيام،فصل: الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ: اور جو حضرات کہتے ہیں کہ یہ امور، جیسا کہ حقنہ اور سر اور پیٹ کے زخموں میں دوا ڈالنا روزہ کو فاسد کردیتے ہیں، تو ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث حجت نہیں ہے، البتہ انہوں نے اس سلسلہ میں جو قیاس دیکھا، اس کا ذکر کیا ہے، اور انہوں نے جس چیز سے دلیل پکڑی ہے، ان میں سب سے قوی دلیل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہے کہ ’’تم ناک میں پانی ڈالنے میں خوب مبالغہ کرو، مگر یہ کہ تم روزہ سے ہو‘‘ ان حضرات نے فرمایا کہ اس حدیث نے اس بات پر دلالت کی کہ جو چیز دماغ تک پہنچ جائے، اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا، جبکہ وہ خود سے ایسا کرے، اور اس پر ہر اس چیز کو قیاس کیا جائے گا کہ جو اپنے فعل سے وہ اپنے اندر حقنہ، یا کسی دوسرے طریقہ سے پہنچائے، خواہ وہ کھانے اور غذاء کی جگہ میں ہو، یا دوسری جگہ میں ہو، اپنے جوف اور پیٹ کے کسی بھی حصہ میں۔

اور جن حضرات نے پیشاب گاہ میں قطرہ ٹپکانے کو مستثنیٰ کیا، تو انہوں نے کہا کہ قطرہ اس کے پیٹ میں نہیں پہنچتا، بلکہ وہاں سے ٹپک کر (مثانہ میں) آتا ہے،

پس مرد کی پیشاب گاہ میں داخل ہونا، منہ اور ناک میں داخل ہونے کی طرح ہے۔

اور جن حضرات نے سرمہ کو مستثنیٰ کیا، تو انہوں نے کہا کہ آنکھ، مرد وعورت کی پیچھے کی شرم گاہ، اور عورت کی اگلی پیشاب گاہ کی طرح نہیں، بلکہ آنکھ، سرمہ کو اس طرح جذب کرلیتی ہے، جس طرح سے جسم، تیل اور پانی کو جذب کرلیتا ہے۔

اور جن حضرات نے کہا کہ سرمہ سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ سرمہ اندر داخل ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ روزہ دار اس کو بلغم کی طرح نگل جاتا ہے، کیونکہ آنکھ کے اندر سے حلق کے اندر کی طرف منفذ وراستہ موجود ہے۔

اور جب ان کے سب سے عمدہ قیاس یہی، یا اس جیسے ہیں، تو ان جیسے قیاسات کے ذریعہ سے روزہ کو فاسد قرار دینا چند وجوہات کی بناء پر درست نہیں۔

مذکورہ چیزوں کو روزہ فاسد قرار دینے کے درست نہ ہونے کی وجوہات میں سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ قیاس اگرچہ حجت ہے، جبکہ اس کے صحیح ہونے کی شرائط معتبر ہوں۔

لیکن ہم اصول میں کہہ چکے ہیں کہ تمام شرعی احکام کو نصوص نے بھی بیان کردیا ہے، اگرچہ صحیح قیاس بھی اسی طرح کے حکم پر دلالت کرتا ہے، جس پر نص دلالت کرتی ہے، لیکن قیاس کی دلالت خفی ہوتی ہے، پس جب ہم نے یہ بات جان لی کہ رسول نے کسی چیز کو نہ تو حرام کیا، اور نہ واجب کیا، تو ہم اس بات کو بھی جان لیں گے کہ وہ چیز نہ تو حرام ہے، اور نہ ہی واجب ہے، اور جو قیاس اس کے واجب، یا حرام ہونے کو ثابت کرتا ہے، وہ قیاسِ فاسد ہے، اور ہم یہ بات جانتے ہیں کہ کتاب وسنت میں ان چیزوں کے ذریعہ سے روزہ فاسد ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، جن چیزوں کو بعض اہلِ فقہ نے ذکر کیا ہے، تو ہم یہ بات بھی جان لیں گے کہ یہ چیزیں روزہ کو فاسد کرنے والی نہیں ہیں۔

www.idaraghufran.org

مذکورہ چیزوں کو روزہ فاسد قرار دینے کے درست نہ ہونے کی وجوہات میں سے دوسری وجہ یہ ہے کہ جن احکام کی معرفت کی امت محتاج ہوتی ہے، تو ضروری ہے کہ رسول ان کو عام انداز میں بیان کرے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ امت ان کو نقل کرے، لیکن جب یہ بات نہیں پائی گئی، تو معلوم ہو گیا کہ یہ دین کا حکم نہیں، اور یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ یہ بات معلوم ہے کہ ماہِ رمضان کے علاوہ کے روزے فرض نہیں، اور بیت اللہ کے علاوہ کسی اور بیت کا حج فرض نہیں، پانچ نمازوں کے علاوہ نمازیں فرض نہیں (اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں) (مجموع الفتاویٰ)

پھر آگے دین کے عام اور ضروری احکام کی مختلف مثالیں بیان کرنے کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وإذا كانت الأحكام التى تعم بها البلوى لا بد أن يبينها الرسول صلى الله عليه وسلم بيانا عاما ولا بد أن تنقل الأمة ذلك: فمعلوم أن الكحل ونحوه مما تعم به البلوى كما تعم بالدهن والاغتسال والبخور والطيب .فلو كان هذا مما يفطر لبينه النبى صلى الله عليه وسلم كما بين الإفطار بغيره .

فلما لم يبين ذلك علم أنه من جنس الطيب والبخور والدهن والبخور قد يتصاعد إلى الأنف ويدخل فى الدماغ وينعقد أجساما والدهن يشربه البدن ويدخل إلى داخله ويتقوى به الإنسان وكذلك يتقوى بالطيب قوة جيدة فلما لم ينه الصائم عن ذلك دل على جواز تطييبه وتبخيره وادهانه وكذلك اكتحاله .وقد كان المسلمون فى عهده صلى الله عليه وسلم يجرح أحدهم إما فى الجهاد وإما فى غيره مأمومة وجائفة فلو كان هذا يفطر لبين لهم ذلك فلما لم ينه الصائم عن ذلك علم أنه لم يجعله مفطرا .

الوجه الثالث :إثبات التفطير بالقياس يحتاج إلى أن يكون القياس صحيحا وذلك إما قياس علة بإثبات الجامع وإما بإلغاء الفارق فإما أن يدل دليل على العلة فى الأصل فيعدى بها إلى الفرع وإما أن يعلم أن لا فارق بينهما من الأوصاف المعتبرة فى الشرع.

وهذا القياس هنا منتف .وذلك أنه ليس فى الأدلة ما يقتضى أن المفطر

www.idaraghufran.org

الذى جعله الله ورسوله مفطرا هو ما كان واصلا إلى دماغ أو بدن أو ما كان داخلا من منفذ أو واصلا إلى الجوف .ونحو ذلک من المعانى التى يجعلها أصحاب هذه الأقاويل هى مناط الحكم عند الله ورسوله ويقولون إن الله ورسوله إنما جعلا الطعام والشراب مفطرا لهذا المعنى المشترک من الطعام والشراب ومما يصل إلى الدماغ والجوف من دواء المأمومة والجائفة وما يصل إلى الجوف من الكحل ومن الحقنة والتقطير فى الإحليل ونحو ذلک .

وإذا لم يكن على تعليق الله ورسوله للحكم بهذا الوصف دليل كان قول القائل: إن الله ورسوله إنما جعلا هذا مفطرا لهذا قولا بلا علم وكان قوله: "إن الله حرم على الصائم أن يفعل هذا "قولا بأن هذا حلال وهذا حرام بلا علم وذلک يتضمن القول على الله بما لا يعلم وهذا لا يجوز .ومن اعتقد من العلماء أن هذا المشترک مناط الحكم فهو بمنزلة من اعتقد صحة مذهب لم يكن صحيحا أو دلالة لفظ على معنى لم يرده الرسول وهذا اجتهاد يثابون عليه ولا يلزم أن يكون قولا بحجة شرعية يجب على المسلم اتباعها .

الوجه الرابع :أن القياس إنما يصح إذا لم يدل كلام الشارع على علة الحكم إذا سبرنا أوصاف الأصل فلم يكن فيها ما يصلح للعلة إلا الوصف المعين وحيث أثبتنا علة الأصل بالمناسبة أو الدوران أو الشبه المطرد عند من يقول به فلا بد من السبر فإذا كان فى الأصل وصفان مناسبان لم يجز أن يقول الحكم بهذا دون هذا .

ومعلوم أن النص والإجماع أثبتا الفطر بالأكل والشرب والجماع والحيض والنبى صلى الله عليه وسلم قد نهى المتوضء عن المبالغة فى الاستنشاق إذا كان صائما وقياسهم على الاستنشاق أقوى حججهم كما تقدم وهو قياس ضعيف وذلک لأن من نشق الماء بمنخريه ينزل الماء إلى حلقه وإلى جوفه فحصل له بذلک ما يحصل للشارب بفمه ويغذى بدنه من ذلک الماء ويزول العطش ويطبخ الطعام فى معدته كما يحصل بشرب الماء.

فلو لم يرد النص بذلك لعلم بالعقل أن هذا من جنس الشرب فإنهما لا يفترقان إلا فى دخول الماء من الفم وذلك غير معتبر بل دخول الماء إلى الفم وحده لا يفطر فليس هو مفطرا ولا جزئا من المفطر لعدم تأثيره بل هو طريق إلى الفطر.

وليس كذلك الكحل والحقنة ومداواة الجائفة والمأمومة .فإن الكحل لا يغذى ألبتة ولا يدخل أحد كحلا إلى جوفه لا من أنفه ولا فمه .

وكذلك الحقنة لا تغذى بل تستفرغ ما فى البدن كما لو شم شيئا من المسهلات أو فزع فزعا أوجب استطلاق جوفه .

وهى لا تصل إلى المعدة والدواء الذى يصل إلى المعدة فى مداواة الجائفة والمأمومة لا يشبه ما يصل إليها من غذائه(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۵،ص ۲۴۱،الیٰ ۲۴۵، كتاب الفقه، كتاب الصيام،فصل: الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ:اور جب وہ احکام کہ جن میں عمومِ بلویٰ پایا جاتا ہے،ان کے احکام کو عام اور کھلے انداز میں بیان کرنا،رسول کے لئے ضروری ہے،اور یہ بھی ضروری ہے کہ امت ان احکام کو نقل کرے،اور یہ بات معلوم ہے کہ سرمہ اوراس جیسی چیزیں عمومِ بلویٰ کے قبیل سے ہیں،جیسا کہ تیل لگانا،اور غسل کرنا،اور دھونی اور خوشبو کا معاملہ،تو اگر یہ چیزیں روزہ کو فاسد کرنے والی چیزوں میں سے ہوتیں،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ضرور بیان فرماتے،جس طرح ان چیزوں کے علاوہ روزہ کو فاسد کرنے والی چیزوں کو بیان فرمایا۔

لیکن جب رسول نے ان کو بیان نہیں فرمایا،تو معلوم ہوا کہ یہ چیزیں خوشبو اور دھونی وغیرہ کی جنس سے ہیں،جو کبھی ناک میں چڑھ جاتی ہیں اور دماغ میں داخل ہوجاتی ہیں،اوراجسام کی شکل اختیار کرلیتی ہیں،اور تیل کو بدن پی لیتا ہے،اور بدن کے اندرداخل ہوجاتا ہے،اوراس سے انسان کوقوت حاصل ہوجاتی ہے،اور اسی طرح خوشبو سے بھی عمدہ نوعیت کی قوت حاصل ہوجاتی ہے،لیکن جب نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو ان چیزوں سے منع نہیں کیا، تو یہ اس بات کی دلیل ہوئی کہ خوشبو لگانا اور دھونی دینا، اور تیل لگانا جائز ہے، اور اسی طرح سرمہ لگانا بھی جائز ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں میں سے کوئی جہاد، یا غیر جہاد میں زخمی بھی ہو جاتا تھا، جس کے سر اور پیٹ میں زخم ہو جاتا تھا، پس اگر اس سے (یا اس میں دواء وغیرہ جانے سے) روزہ فاسد ہو جاتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کے لئے اس کو ضرور بیان فرماتے، لیکن جب نبی نے اس سے منع نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ نبی نے اس کو روزہ فاسد ہونے کا باعث قرار نہیں دیا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ قیاس سے روزہ فاسد کرنے کو ثابت کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ وہ قیاس صحیح ہو، اور وہ یا تو قیاسِ علت ہے، جامع کو ثابت کرکے، اور یا فرق کرنے والی چیز کو لغو کرکے، پس یا تو کوئی دلیل اصل میں علت پر دلالت کرنے والی ہونی چاہیے، جو اس فرع کی طرف متعدی کی جائے، اور یا یہ معلوم ہو کہ شریعت میں جو اوصاف معتبر ہیں، ان دونوں کے درمیان کوئی فرق کرنے والی چیز موجود نہیں۔

لیکن یہ قیاس یہاں پایا نہیں جاتا، کیونکہ دلائل میں کوئی اس کا تقاضا کرنے والی چیز نہیں کہ روزہ کو فاسد کرنے والی چیز، جس کو اللہ، اور اس کے رسول نے روزہ کو فاسد کرنے کا سبب قرار دیا، ایسی چیز ہو جو دماغ، یا بدن تک پہنچنے والی ہو، یا کسی بھی منفذ سے داخل ہونے والی ہو، یا پیٹ تک پہنچنے والی ہو، یا اسی طرح کی ہو، جن کو ان اقوال والے حضرات نے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک حکم (یعنی روزہ کے فاسد ہونے) کا مناط (اور معیار) بنایا ہے، اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے کھانے اور پینے کو اس معنیٰ کی وجہ سے روزہ کے فاسد ہونے کا سبب بنایا ہے، جو کھانے، پینے اور دماغ، اور پیٹ تک پہنچنے میں مشترک

ہو، خواہ وہ سر اور پیٹ کے زخم کی دواء ہو، اور خواہ پیٹ تک پہنچنے والا سرمہ، اور حقنہ، اور مرد کی پیشاب گاہ میں ٹپکائے جانے والے قطرے ہوں، یا اسی طرح کی دوسری چیزیں ہوں۔

اور جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حکم کو اس وصف کے ساتھ متعلق ہونے کی کوئی دلیل نہیں، تو کہنے والے کا یہ کہنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اس چیز کو روزہ فاسد ہونے کا سبب قرار دیا، تو یہ قول بغیر علم کے ہوگا، اور اس کا یہ کہنا کہ اللہ نے روزہ دار پر اس فعل کو حرام کر دیا، یہ ایسا ہو جائے گا کہ یہ حلال ہے، اور یہ حرام ہے بغیر علم کے، اور یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ایسی بات منسوب کرنے کو متضمن ہو جائے گا، جس کا اسے علم نہیں، اور یہ جائز نہیں۔

اور علماء میں سے جس نے یہ گمان کیا کہ یہ مشترک حکم کا مناط (اور معیار) ہے، تو وہ ایسے شخص کے درجہ میں ہو جائے گا، جو غیر صحیح مذہب کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھے، یا لفظ کی دلالت ایسے معنیٰ پر ہونے کا اعتقاد رکھے، جو رسول کی مراد نہیں۔

البتہ یہ ایسا اجتہاد ہے، جس پر ان علماء کو ثواب حاصل ہوگا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ قول ایسی شرعی حجت ہو کہ مسلمان پر اس کی اتباع واجب ہو۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ قیاس بس اس وقت صحیح ہوتا ہے، جب شارع کا کلام، اس حکم کی علت پر دلالت نہ کرے، جب ہم اصل کے اوصاف کا تجربہ کریں، تو اس میں علت کی صلاحیت، صرف وصفِ معین ہی رکھتا ہے، اور جہاں ہم اصل کی علت کو مناسبت، یا دوران، یا ایسی مشابہت کے ذریعہ ثابت کریں، جو اس کے نزدیک مردود ہو، جو اس کا قائل ہو، تو تجربہ ضروری ہے، پس جب اصل میں دو مناسب وصف ہوں، تو یہ کہنا جائز نہیں کہ حکم اس کے ساتھ وابستہ ہے، دوسرے کے ساتھ وابستہ نہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ نص اور اجماع نے روزہ کے فساد کو کھانے

پینے اور جماع کے ذریعہ ثابت کیا ہے،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے والے کو جب روزہ دار ہو، ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ سے منع کیا ہے،اور ان حضرات کا ناک میں پانی ڈالنے کا قیاس ہی سب سے قوی دلیل ہے،جیسا کہ پہلے گذرا،لیکن یہ قیاس بھی ضعیف ہے، کیونکہ جو شخص پانی کو اپنی ناک کے نتھنے میں چڑھاتا ہے،تو وہ پانی اس کے حلق اور پیٹ کی طرف جاتا ہے،جس کا حاصل وہی ہوتا ہے، جو اس پانی کے ذریعہ اپنے منہ سے پانی پینے ،اور اپنے جسم کو غذاء پہنچانے والے کا ہوتا ہے،اور پیاس دور ہوتی ہے،اور کھانا اس کے معدہ میں پکتا ہے،جیسا کہ پانی پینے کے ذریعہ یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں،پس یہ نص بھی نہ آتی،تو بھی عقل سے یہ بات معلوم ہوجاتی کہ یہ پینے کی جنس سے تعلق رکھتا ہے، پس یہ دونوں صرف منہ سے پانی داخل ہونے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، لیکن اس کا اعتبار نہیں، بلکہ پانی کا صرف منہ کی طرف داخل ہونا تنہاء روزہ کے فاسد ہونے کا سبب نہیں، پس یہ روزہ کو فاسد کرنے والا نہیں،اور نہ ہی روزہ فاسد کرنے کا جز ہے، کیونکہ اس کی روزہ فاسد کرنے میں کوئی تاثیر نہیں، بلکہ یہ روزہ فاسد ہونے کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔

اور اس (کھانے پینے) کی طرح سرمہ،اور حقنہ،اور پیٹ اور سر کے سوراخ کا معاملہ نہیں ہے، کیونکہ نہ تو کسی طرح سرمہ سے غذاء حاصل کی جاتی،اور نہ ہی کوئی سرمہ کو اپنے پیٹ میں ناک، یا منہ سے داخل کرتا۔

اور اسی طرح سے حقنہ کا بھی معاملہ ہے کہ اس سے غذاء حاصل نہیں کی جاتی، بلکہ بدن میں موجود چیز سے فراغت حاصل کی جاتی ہے،جیسا کہ اگر کوئی چھینک آور چیزوں کو سونگھے، یا بہت پریشان ہوکر اپنے پیٹ کو چلانے کی تدبیر کرے۔

نیز وہ حقنہ معدہ تک نہیں پہنچتا۔

اور وہ دواء، جو سر، اور پیٹ کے زخم سے معدہ تک پہنچتی ہے، تو وہ معدہ تک پہنچنے والی غذاء کی طرح نہیں ہوتی (پس نہ تو سرمہ سے روزہ فاسد ہوتا، اور نہ ہی مرد، یا عورت کسی کی چھوٹی وبڑی پیشاب گاہ سے جانے والی چیز سے روزہ فاسد ہوتا، اور نہ ہی سر، یا پیٹ کے زخم والے سوراخ سے دوا کی وجہ سے فاسد ہوتا) (مجموع)

پھر آگے علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

فإذا كانت هذه .المعانى وغيرها موجودة فى الأصل الثابت بالنص والإجماع فدعواهم أن الشارع علق الحكم بما ذكروه من الأوصاف معارض بهذه الأوصاف والمعارضة تبطل كل نوع من الأقيسة إن لم يتبين أن الوصف الذى ادعوه هو العلة دون هذا .

الوجه الخامس :أنه ثبت بالنص والإجماع منع الصائم من الأكل والشرب والجماع.......

فمن كان صومه كاملا دفع الشيطان دفعا لا يدفعه دفع الصوم الناقص فهذه المناسبة ظاهرة فى منع الصائم من الأكل والشرب والحكم ثابت على وفقه وكلام الشارع قد دل على اعتبار هذا الوصف وتأثيره وهذا المنع منتف فى الحقنة والكحل وغير ذلك .فإن قيل: بل الكحل قد ينزل إلى الجوف ويستحيل دما .

قيل: هذا كما قد يقال فى البخار الذى يصعد من الأنف إلى الدماغ فيستحيل دما وكالدهن الذى يشربه الجسم .والممنوع منه إنما هو ما يصل إلى المعدة فيستحيل دما ويتوزع على البدن .

ونجعل هذا وجها سادسا فنقيس الكحل والحقنة ونحو ذلك على البخور والدهن ونحو ذلك لجامع ما يشتركان فيه من أن ذلك ليس مما يتغذى به البدن ويستحيل فى المعدة دما وهذا الوصف هو الذى أوجب أن لا تكون هذه الأمور مفطرة (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۵، ص۲۴۵، الیٰ۲۴۷، كتاب الفقه، كتاب الصيام، فصل: الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ: پس جب یہ معانی وغیرہ اس اصل میں موجود ہیں، جو نص اور اجماع سے

ثابت ہے (یعنی کھانے پینے اور جماع سے رکنا) تو ان حضرات کا یہ دعویٰ کہ شارع نے حکم کو ان اوصاف کے ساتھ متعلق کیا ہے، جو اوصاف ان حضرات نے ذکر کیے، یہ دعویٰ ان اوصاف کے معارض کہلائے گا، اور معارضہ ہر طرح کے قیاسوں کو باطل کردے گا، اگر یہ بات ظاہر نہ ہو کہ جس وصف کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے، وہ علت ہے، نہ کہ یہ (جس کو نص اور اجماع نے بیان کیا ہے)

پانچویں وجہ یہ ہے کہ نص اور اجماع سے روزہ دار کو کھانے، اور پینے اور جماع سے رکنا ثابت ہے......پس جس کا روزہ کامل ہوگا، وہ شیطان کو اس طرح دور کرے گا کہ ناقص روزہ، جس طرح دور نہیں کرے گا، پس یہ مناسبت روزہ دار کو کھانے، اور پینے سے رکنے میں ظاہر ہوتی ہے، اور حکم اس کے موافق ثابت ہوگا، اور شارع کا کلام اس وصف کا اعتبار کرنے، اور اس کی تاثیر پر دلالت کرتا ہے، اور یہ رکنا حقنہ اور سرمہ وغیرہ میں نہیں پایا جاتا۔

اور اگر شبہ کیا جائے کہ سرمہ بھی تو پیٹ میں اترتا ہے، اور خون میں تحلیل کرتا ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ یہ تو ایسا ہی ہے، جیسا کہ بعض اوقات ان بخارات کے بارے میں کہا جاتا ہے، جو ناک سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، پھر خون میں تحلیل کر جاتے ہیں، اور جیسا کہ تیل کو جسم پیتا ہے، اور ممنوع تو صرف وہ چیز ہے، جو معدہ کی طرف پہنچے، پھر خون میں تحلیل کرے، اور بدن میں منتشر ہو جائے۔

اور ہم اس کو چھٹی وجہ قرار دیتے ہیں، پس ہم سرمہ اور حقنہ، اور اس طرح کی دوسری چیزوں کو خوشبو، اور تیل وغیرہ پر قیاس کریں گے، کیونکہ دونوں کو جمع کرنے والی چیز یہ ہے کہ یہ اس میں مشترک ہیں کہ ان سے بدن غذاء کو حاصل نہیں کرتا، اور یہ معدہ میں خون نہیں بنتیں، اور یہی وصف وہ ہے، جس نے یہ ثابت کیا کہ یہ چیزیں

روزہ کو فاسد نہیں کرتیں (مجموع)

علامہ ابنِ حزم کا حوالہ

اور علامہ ابنِ حزم فرماتے ہیں:

إنما نهانا الله تعالى فى الصوم عن الأكل والشرب والجماع، وتعمد القيء، والمعاصى، وما علمنا أكلا، ولا شربا، يكون على دبر، أو إحليل، أو أذن، أو عين، أو أنف، أو من جرح فى البطن، أو الرأس وما نهينا قط عن أن نوصل إلى الجوف – بغير الأكل، والشرب – ما لم يحرم علينا إيصاله والعجب أن من رأى منهم الفطر بكل ذلك لا يرى على من احتقن بالخمر، أو صبها فى أذنه حدا فصح أنه ليس شربا، ولا أكلا؟

ثم تناقضهم فى الكحل عجب جدا وهو أشد وصولا إلى الحلق، ومجرى الطعام من القطور فى الأذن؟

واحتج بعضهم بأنه كغبار الطريق، والطحين؟ فقيل له: ليس مثله؛ لأن غبار الطريق، والطحين: لم يتعمد إيصاله إلى الحلق، والكحل تعمد إيصاله؟ وأيضا: فإن قياس السعوط على غبار الطريق، والطحين أولى؛ لأن كل ذلك مسلكه الأنف (المحلى بالآثار، ج۴،ص۳۴۸، وص ۳۴۹، كتاب الصيام،مسألة لا ينقض الصوم حجامة ولا احتلام ولا استمناء)

ترجمہ: بس اللہ تعالیٰ نے ہمیں روزہ میں کھانے، اور پینے اور جماع سے، اور جان بوجھ کر قئے کرنے، اور گناہوں سے منع کیا ہے، اور ہم کھانا، اور پینا، نہ تو دبر ومقعد (یعنی پاخانہ کی جگہ) سے جانتے، اور نہ ہی پیشاب گاہ سے جانتے، نہ ہی کانوں سے، یا آنکھ سے، یا پیٹ کے کے زخم سے، یا سر کے زخم سے جانتے، اور نہ ہی ہمیں کبھی منع کیا گیا کہ ہم کھائے، اور پیے بغیر جوف تک کوئی ایسی چیز نہ پہنچائیں، جس کا پہنچانا ہم پر حرام نہیں، اور تعجب ہے، ان حضرات پر جو اِن (مذکورہ چیزوں) میں سے ہر چیز سے روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، لیکن جو

شخص شراب سے حقنہ کرے، یا شراب کو اپنے کان میں ڈالے، وہ حضرات، اس پر (شراب پینے کی) حد کے قائل نہیں، پھر ان کے کلام میں سرمہ کے متعلق بہت عجیب تناقض ہے، کیونکہ سرمہ، حلق، اور کھانے کی نالی کی طرف شدت کے ساتھ پہنچ جاتا ہے، کان کے قطروں کے مقابلہ میں؟

اور ان حضرات میں سے بعض نے راستہ، اور چکی کے گردوغبار سے دلیل پکڑی ہے (یعنی سرمہ کو مذکورہ چیزوں کے گروغبار پر قیاس کر کے روزہ کے فاسد ہونے سے منع کیا) لیکن ان کو کہا جائے گا کہ سرمہ اس گردوغبار کی طرح نہیں ہے، کیونکہ کیونکہ راستہ اور چکی کا گروغبار کو حلق کی طرف جان بوجھ کر نہیں لے جایا جاتا، جبکہ سرمہ کو جان بوجھ کر لے جایا جاتا ہے، نیز سعوط (ناک میں چڑھائی جانے والی دواء) کو راستہ اور چکی کے گروغبار پر قیاس کرنا زیادہ قریبی معاملہ تھا، کیونکہ ان سب کے جانے کی جگہ، ناک ہے (اور ناک میں چڑھائی جانے والی دواء سے، یہ حضرات روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، اس لئے مذکورہ قیاس درست نہ ہوا) (محلیٰ)

پس مذکورہ تفصیل کی روشنی میں راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ روزہ میں کھانے پینے سے رکنے میں بنیادی چیز اپنے ارادہ وقصد سے، منفذِ اصلی سے غذاء ''یعنی کھانے پینے'' سے رکنا ہے۔

اور غذاء کا منفذِ اصلی صرف منہ ہے، ناک کا سوراخ بھی منہ میں کھلتا ہے، تو اس راستہ سے جانے والی چیز بھی دراصل منہ کے منفذ سے ہی جاتی ہے۔

اس لئے ناک سے نلکی ڈال کر جو غذاء حلق کے واسطہ سے معدہ میں پہنچائی جاتی ہے، اس سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ [1]

اور قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ جو چیز بھی خوراک کی نالی (Esophagus) کے بجائے،

---

[1] اس کو ''ناسوگیسٹرک ٹیوب'' (NG ٹیوب) کہا جاتا ہے، جس کو ناک کے ذریعے پیٹ میں داخل کیا جاتا ہے، یہ ٹیوب گلے کے نیچے سے غذائی نالی کے ذریعے معدہ میں جاتی ہے۔

سانس کی نالی، اور حنجرہ (Larynx) کے ذریعہ سے اندر جائے، اس سے بھی روزہ فاسد نہ ہو، جیسا کہ ہوا، اور آکسیجن کے جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ طبی ومیڈیکلی اعتبار سے، اس راستہ سے باقاعدہ خوراک وغذاء نہیں پہنچتی، لیکن جو چیزیں اختیاری ہوں، اور ان کو صورتاً خوراک وغذاء سے مشابہت حاصل ہو، یا اس کو عرف وعادت میں کھانا، یا پینا تصور کیا جاتا ہو، جیسا کہ سگریٹ نوشی، تو اس سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے، گویا کہ خوراک کی نالی سے جس طرح معدہ کو جوف کا حکم حاصل ہے، اسی طرح منہ، یا ناک کے راستہ سے اس قسم کی پھیپڑوں کی طرف جانے والی چیزوں کو بھی جوف کا حکم حاصل ہے، بالخصوص جو چیزیں ایسی ہوں کہ جن کا کچھ حصہ منہ اور حلق کی طرف پہنچ کر پیٹ میں بھی تجاوز کرتا ہو، جیسا کہ بیڑی، سگریٹ اور حقہ کے اثرات دیر تک منہ اور حلق میں رہ کر تھوک اور لعاب کے ساتھ پیٹ میں سرایت کرتے ہیں، اور جو دھواں اور گرد وغبار غیر اختیاری طور پر سانس کے ذریعہ داخل ہوتا ہے، وہ دفعِ حرج کی وجہ سے معاف ہے۔ [1]

اس کے علاوہ دیگر اعضاء، جیسا کہ آنکھ، کان، سر اور پیٹ کا عام زخم، یا پیشاب وپاخانہ کا مقام، غذاء کے لئے منافذِ اصلی وفطری نہیں، اور ان سے روزہ فاسد ہونے نہ ہونے کا مسئلہ

---

[1] اتفق الفقهاء على أن شرب الدخان المعروف أثناء الصوم يفسد الصيام لأنه من المفطرات، كذلك يفسد الصوم لو أدخل الدخان حلقه من غير شرب، بل باستنشاق له عمدا، أما إذا وصل إلى حلقه بدون قصد، كأن كان يخالط من يشربه فدخل الدخان حلقه دون قصد، فلا يفسد به الصوم، إذ لا يمكن الاحتزاز من ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١١١، مادة"تبغ"حرف التاء)

ذهب الفقهاء إلى أن الصائم لو أدخل فى حلقه الدخان أفطر، سواء كان دخان تبغ، أو عود، أو عنبر، أو غير ذلك إذا كان ذاكرا للصوم .إذ يمكن التحرز عنه .وأما إذا وصل إلى حلقه دون قصد، فلا يفسد به الصوم، لعدم إمكان التحرز عنه، لأنه إذا أطبق الفم، دخل من الأنف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٠، ص٢٤٠، ٢٤١، مادة"دخان"حرف الدال)

اتفق الفقهاء على أن شرب الدخان المعروف أثناء الصوم يفسد الصيام، لأنه من المفطرات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٣٦، مادة"صوم"حرف الصاد)

اجتہادی ہے، اور ایسی علتوں پر مبنی ہے، جن کا متحقق ہونا بھی اجتہادی ہے۔

اور ہمیں یہ راجح معلوم ہوا کہ منہ، اور حلق کے علاوہ جتنے بھی دوسرے مقامات کو منافذ سمجھا جاتا ہے، وہ باقاعدہ خوراک کے منافذِ اصلی کے بجائے، حقیقتاً، یا حکماً مسامات ہیں، اس لئے ان کے ذریعہ کسی چیز کا اندر داخل ہونا، روزہ کے لئے مفسد نہیں، مکروہ وغیرہ ہونا الگ معاملہ ہے۔

اور اس کی ایک قریبی نظیر آنکھ میں سرمہ، یا دوا ڈالنا ہے، جس کا ذائقہ اور رنگ سب کچھ پہلے ناک، اور پھر منہ کے واسطہ سے پیٹ میں جاتا ہے، لیکن آنکھ، چونکہ منفذِ اصلی نہیں۔

اور اس کی دوسری نظیر ناف ہے، جس کو عربی زبان میں ’’السرۃ‘‘ یا ’’سرۃ البطن‘‘ اور انگریزی زبان میں ’’Navel‘‘ کہا جاتا ہے، جس کا سوراخ پیٹ کی طرف نظر آتا ہے، اور یہ انسان کے پیٹ میں غذاء، بلکہ ہوا پہنچنے کا سب سے پہلا فطری راستہ ہے، اگرچہ بچہ کی پیدائش کے بعد یہ سوراخ بند کیوں نہ ہوجاتا ہو، لیکن شریعت کی طرف سے اس کے متعلق روزہ میں کوئی پابندی نہیں لگائی گئی کہ روزہ کی حالت میں اس سوراخ میں پانی، یا تیل وغیرہ کے داخل ہونے سے بچا جائے، جبکہ ظاہر میں یہ خاص پیٹ کے حصہ میں نظر آنے والا راستہ اور سوراخ ہے، لیکن اس کے باوجود شریعت نے اس کو منفذ قرار نہیں دیا۔

فقہائے کرام نے بھی غسل کے اندر ناف میں پانی پہنچانے کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن روزے کی حالت کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ [1]

اسی طرح جسم پر تیل کی مالش سے تیل، غذاء کے طور پر، پیٹ، سر اور دوسرے اعضاء میں

---

[1] ویجب إیصال الماء إلی داخل السرۃ لإمکان الإیصال إلیھا بلا حرج، وینبغی أن یدخل أصبعہ فیھا للمبالغۃ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۱، ص ۳۴، کتاب الطھارۃ، فصل فی الغسل)

(وإیصال الماء علی داخل السرۃ فرض) فی الغسل لکونہ من ظاھر البدن (منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی، ج ۱ ص ۲۶، کتاب اللطھارۃ)

www.idaraghufran.org

سرایت کرتا ہے،لیکن مذکورہ چیزوں سے روزہ فاسد نہ ہونا راجح ہے،تو اس سے معلوم ہوا کہ منفذِ اصلی کے علاوہ سے جانے والی دواء، یا غذاء روزہ کو فاسد نہیں کرتی۔

پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ آنکھ، کان اور پیشاب گاہ کا بھی یہی حکم ہو۔

رہا روزہ کے مکروہ ہونے کا معاملہ،تو اس کے حکم میں مقاصد کی وجہ سے فرق واقع ہوسکتا ہے، مثلاً ایک شخص ٹیکہ، یا ڈرپ کسی ضرورت وحاجت، بیماری کے ازالہ، یا تکلیف سے آرام وراحت کے لئے، یا غیر معمولی کمزوری دور کرنے کے لئے لگواتا ہے، جس میں بطور دواء وغذاء کے اثرات پیٹ اور معدہ تک پہنچتے ہیں، تو یہ مکروہ نہیں، اور اگر کوئی شخص اسی طرح کا عمل روزہ کے عام بھوک پیاس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے کرتا ہے، تو مکروہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں فقہائے کرام نے جو تفصیلات ذکر فرمائی ہیں، اور ان میں جو اختلاف واقع ہوا ہے، آگے ان کو الگ الگ اعضاء اور عنوانات کے تحت ذکر کیا جاتا ہے، جن کے ضمن میں ہم نے حسبِ ضرورت اپنے رجحانات کا بھی ذکر کیا ہے۔

اگر کسی کو ہمارے رجحانات سے اتفاق نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اجتہادی واختلافی مسائل کو قطعی واجماعی سمجھنا، اور ان سے اختلاف کو منکر جاننا درست نہیں۔

اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر آگے آنے والے مسائل کو ملاحظہ کرنا چاہیے، اور افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کو اختیار کرنا چاہیے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، ہم نے ان امور کی اصولی تفصیل اپنے دوسرے مضامین ورسائل میں بیان کردی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(فصل نمبر 3)

منہ (Mouth) میں کچھ لے جانا، یا چکھنا، کلی، مسواک کرنا

منہ کا تعلق نظامِ انہضام (Digestive System) سے ہے، غذا کے لئے سب سے پہلا فطری آلۂ ہضم ''منہ'' (Mouth) ہے، منہ کے اندر زبان، دانت، جبڑے، مسوڑھے، تالو کا حصہ، رخساروں کی اندرونی سطح، ہونٹ اور حلق کا راستہ واقع ہے۔

منہ کے منفذ کی طبی تحقیق

طبی اعتبار سے ہضم کا نظام، منہ Mouth سے شروع ہوجاتا ہے، نظامِ ہضم کو سائنسی زبان میں Digestive System کہا جاتا ہے۔ [1]

اور طبی اعتبار سے اس ہضم کے نظام میں غذائی نالی بھی شامل ہے، جس کو سائنسی زبان میں Alimentary Canal کہا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] چنانچہ حکیم محمد سعید صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

نظامِ ہضم (Digestive System) میں وہ اعضاء شامل ہیں، جو کھائی ہوئی غذاء پر اپنا فعل، میکانکی اور کیمیاوی دونوں طرح کرتے ہیں، تاکہ غذاء جذب ہوسکے، اور جسم کے کام آسکے۔

ہضم کا فعل، منہ میں غذاء کو چبانے کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے، لعاب میں، جو مخصوص غدودوں کا افراز (Secretion) ہے، ایسے خامرے (انزائم) موجود ہوتے ہیں، جو غذاء کے نشائی جزو پر ہاضم اثر کرتے ہیں (کتاب الابدان، حصہ اول، ص ۱۶۹، نظامِ ہضم، مطبوعہ: ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)

[2] چنانچہ حکیم محمد سعید صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

نظامِ ہضم میں غذائی نالی، اور مددگار غدود شامل ہیں۔

غذائی نالی (Alimentary Canal) یہ نالی منہ، حلق، مری، معدہ، چھوٹی آنت (اثنا عشری صائم، اور لفائفی) قولون، اور معائے مستقیم پر مشتمل ہے (کتاب الابدان، حصہ اول ص ۱۶۹، نظامِ ہضم، مطبوعہ: ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)

www.idaraghufran.org

اور طبی اعتبار سے منہ کو دو حصوں میں شامل کیا گیا ہے، منہ کے ایک حصہ کو دہلیز Vestibule، اور دوسرے کو جوف Oral Cavity کہا جاتا ہے، جو حلق تک پہنچتا ہے۔ [1]

اور حلق اور غذاء کی نالی کے درمیان والے حصہ کو طبی اعتبار سے بلعوم کہا جاتا ہے، جس کو سائنسی زبان میں Pharynx کہا جاتا ہے، جس سے غذاء گذرتے ہوئے معدہ میں پہنچتی ہے۔ [2]

پھر طبی اعتبار سے بلعوم (Pharynx) کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، جس میں غذائی نالی، اور سانس کی نالی، اور ناک والے سوراخ واقع ہیں۔

اور اس بلعوم میں مجموعی طور پر سات سوراخ واقع ہیں، دو ناک کے پچھلے سوارخ، جو ناک والے حصے میں کھلتے ہیں، اور دو کان اور حلق کی درمیانی نالیوں کے سوراخ، ایک سوراخ، جس کا تعلق منہ سے ہوتا ہے، ایک سوراخ نرخرے کا ہے، جو آگے کی طرف ہے، اس کی راہ، ہوا پھیپڑوں میں داخل ہوتی ہے، ایک سوراخ مری کا ہے، جو نرخرے کے سوراخ کے نیچے اور

---

[1] چنانچہ حکیم محمد سعید صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

منہ (Mouth) کے دو جوف ہیں:

(1) دہلیز (Vestibule) یہ وہ تنگ جوف ہے، جو باہر ہونٹوں، گالوں اور اندر کی طرف، مسوڑھوں اور دانتوں کے درمیان ہوتا ہے۔

(2) منہ کا جوف (Oral Cavity) یہ جوف دانتوں اور مسوڑھوں کے درمیان سے اندر حلق تک ہوتا ہے، اس میں اوپر کی طرف سخت اور نرم تالو (Palate) نیچے زبان اور جبڑے شامل ہیں (کتاب الابدان، حصہ اول، ص ۱۷۵، نظامِ ہضم، مطبوعہ: ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)

[2] چنانچہ حکیم صاحب موصوف مرحوم ایک مقام پر لکھتے ہیں:

بلعوم (Pharynx) حلق اور غذاء کی نالی کے درمیان واقع ہے۔

غذاء، حلق، بلعوم اور غذاء کی نالی سے گذرتی ہوئی معدے میں پہنچتی ہے (کتاب الابدان، حصہ اول ص ۱۳۲، عضلات، مطبوعہ: ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)

www.idaraghufran.org

پیچھے ہے، اس راستہ سے، غذا، معدے میں داخل ہوتی ہے۔ [1]

اور یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ کان اور حلق کی درمیانی نالیوں کے سوراخوں سے مراد وہ سوراخ نہیں ہیں، جن کا تعلق کانوں کے بیرونی سوراخوں سے ہے، کیونکہ کانوں کے بیرونی سوراخوں کی نالیوں کے بعد کان کا پردہ حائل ہے، اور کانوں کے پردہ کے بعد کانوں کی درمیانی نالیاں واقع ہیں، جن کو ہوا اور آکسیجن پہنچانے کے لئے یہ سوراخ حلق کی طرف کھلتے ہیں۔

---

[1] چنانچہ حکیم صاحب موصوف مرحوم لکھتے ہیں:

بلعوم (Pharynx) تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

(1) بلعومِ انفی (Nasopharynx)

(2) بلعومِ فمی (Oropharynx)

(3) بلعومِ حنجری (Laryngeal Pharynx)

(1) ناک والا حصہ، یا بلعومِ انفی (Nasopharynx): ناک کے پیچھے نرم تالو کے اوپر واقع ہے، ناک کے پچھلے سوراخوں کے ذریعے سے اس کا تعلق ناک کی تجویف سے ہوتا ہے، اس کی جانبی دیواروں پر کان اور حلق کی درمیانی نالیوں (نغانغ) کے سوراخ (Openings of Eustachian Tubes) ہیں، پچھلی دیوار پر ایک لمفاوی بافت ہے، جس کو لوزۂ بلعومیہ (Pharyngeal Tonsil) کہتے ہیں۔

بچپن میں اکثر یہ گلٹی بڑھ جاتی ہے، تب اس کو غدہ نما (Adenoid) کہا جاتا ہے۔

(2) منہ والا حصہ، یا بلعومِ فمی (Oropharynx): یہ حصہ تالو کے نیچے اور غضروف بکی سے اوپر ہوتا ہے، اس کا تعلق اگلی طرف بذریعہ "برزخ الحلق" (Isthmus of The Fauces) منہ سے ہوتا ہے۔

(3) نرخرے والا حصہ، یا بلعومِ حنجری (Laryngeal Pharynx) سب سے نیچے کا حصہ ہے، اس کا نرخرے (سانس کی نالی) اور مری (غذائی نالی) سے براہِ راست تعلق ہوتا ہے۔

بلعوم میں سات سوراخ ہیں، دو ناک کے پچھلے سوارخ، جو ناک والے حصے میں کھلتے ہیں۔

دو کان اور حلق کی درمیانی نالیوں کے سوراخ، ایک سوراخ، جس کا تعلق منہ سے ہوتا ہے، ایک سوراخ نرخرے کا ہے، جو آگے کی طرف ہے، اس کی راہ، ہوا پھیپڑوں میں داخل ہوتی ہے، ایک سوراخ مری کا ہے، جو نرخرے کے سوراخ کے نیچے اور پیچھے ہے، اس کی راہ، غذا، معدے میں داخل ہوتی ہے (کتاب الابدان، حصہ اول، ص ۱۸۱ و ۱۸۲، نظامِ ہضم، مطبوعہ: ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)

بلعومِ حنجری کو، بلعوم سفلی بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ سب سے نیچے اور آخر میں واقع ہے،، اور اس کے اوپر مری، یعنی خوراک کی نالی (Esophagus) اور حنجرہ یعنی سانس کی نالی (Larynx) واقع ہے۔

پس حلق کی طرف کان کی نالیوں کے جن دوسوراخوں کا ذکر کیا جاتا ہے، وہ کان کے پردہ کے پیچھے والی نالیوں کے سوراخ ہوتے ہیں، جن تک کان کے بیرونی حصہ سے کسی چیز کا پہنچنا ممکن نہیں، الّا یہ کہ کان کے سوراخوں پر موجود پردے پھٹ جائیں۔

چنداحادیث وروایات

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں نے آج بڑا کام کرلیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو آپ نے عرض کیا کہ میں نے روزہ کی حالت میں (زوجہ کا) بوسہ لے لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَرَأَيْتَ لَوْ تَمَضْمَضْتَ بِمَاءٍ وَأَنْتَ صَائِمٌ ؟قُلْتُ: لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَفِيْمَ ؟ (مسنداحمد، رقم الحدیث ۱۳۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۵۴۴) [1]

ترجمہ: اگر آپ پانی کی کلی کر لیتے، تو کیا ہوتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس وقت تو کوئی حرج نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں (ابنِ حبان)

امام بخاری صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ ،وَهُوَ صَائِمٌ ،مَا لاَ أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ (صحیح البخاری، ج۳ص ۳۱، کتاب الصوم، باب سواک الرطب والیابس للصائم)

ترجمہ: اور عامر بن ربیعہ کی سند سے ذکر کیا جاتا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط مسلم (حاشیة مسند احمد)
وقال ایضاً: إسناده صحیح علی شرط مسلم (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

وسلم کو روزہ کی حالت میں اتنی مرتبہ مسواک کرتے ہوئے دیکھا کہ جس کو میں شمار وحساب میں نہیں لاسکتا (صحیح بخاری)

اور مسند احمد میں حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ مَا لَا أَعُدُّ، وَلَا أُحْصِيْ ، وَهُوَ صَائِمٌ (مسند احمد،رقم الحديث ١٥٦٨٨) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں اتنی مرتبہ مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جس کا میں شمار نہیں کرسکتا (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مِنْ خَيْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ اَلسِّوَاكُ (سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ١٦٧٧، ابواب الصيام،باب ما جاء فى السواک والكحل للصائم)

ترجمہ: روزہ دار کا بہترین عمل مسواک ہے (ابنِ ماجہ)

اس حدیث کو اگرچہ فی نفسہٖ سند کے لحاظ سے بعض حضرات نے کمزور قرار دیا ہے، مگر دوسری احادیث وروایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

اس کے علاوہ احادیث سے ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے، جس میں روزہ کا استثناء، یا نفی مذکور نہیں، اور کسی بھی مستند مرفوع حدیث میں روزہ دار کو مسواک کی ممانعت کا ذکر نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ ،أَوْ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لضعف مجالد :وهو ابن سعيد (حاشية سنن ابنِ ماجه)

وقال ابن التركمانى: ومجالد وان تكلموا فيه فقد وثقه بعضهم واخرج له مسلم فى صحيحه (الجوهر النقى ج ۴ ص ٢٧٢ ،باب السواک للصائم)

عَلَى النَّاسِ ،لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٨٨٧، كتاب الجمعة ، باب السواك يوم الجمعة، صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٥٢ "٤٢")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر، یا لوگوں پر مشقت محسوس نہ کرتا، تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا (تاکیدی) حکم کر دیتا (بخاری، مسلم)

کئی صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام وغیرہ سے بھی روزہ کی حالت میں مسواک کا جائز ہونا مروی اور منقول ہے۔ [۱]

---

[۱] عن نافع ، عن ابن عمر ؛ أنه لم يكن يرى بأسا بالسواك للصائم (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٤١، كتاب الصيام، باب من رخص فى السواك للصائم)

عن زياد بن حدير ، قال : ما رأيت أحدا أدوم سواكا وهو صائم من عمر بن الخطا (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٤٢)

عن شداد أبى طلحة ، عن امرأة منهم يقال لها : كبشة قالت : جئت إلى عائشة فسألت عن السواك للصائم ؟ قالت : هذا سواكى فى يدى وأنا صائمة (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٤٤)

عن عبد الجليل ، قال : حدثنى شهر بن حوشب ، قال : سئل ابن عباس عن السواك للصائم ؟ فقال : نعم الطهور ، استك على كل حال (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٤٥)

عن مغيرة ، عن إبراهيم ، قال : لا بأس بالسواك للصائم (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٥٠)

عن على بن زيد ، قال : سئل سعيد بن المسيب عن السواك للصائم ؟ فقال : لا بأس به (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٥٦)

عن هشام بن عروة ، عن أبيه ؛ أنه كان يستاك بالسواك الرطب وهو صائم (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٥٧، كتاب الصيام، ما ذكر فى السواك الرطب للصائم)

عن مجاهد ، قال : لا بأس بالسواك الرطب للصائم (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٥٩)

عن هشام ، عن الحسن ؛ أنه كان لا يرى بأسا بالسواك الرطب وهو صائم (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٦٠)

عن ابن جريج ، عن عطاء ، قال : لا بأس بالسواك الرطب للصائم (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٢٦١)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے روزہ دار کے لئے تَر اور خشک مسواک کا باب قائم کیا ہے، اور اس کے جائز ہونے پر دلائل قائم فرمائے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

بَابُ سِوَاکِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ: وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاکُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ ،وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ وَيُرْوٰى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ ،وَقَالَتْ عَائِشَةُ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ، وَقَالَ عَطَاءٌ، وَقَتَادَةُ: يَبْتَلِعُ رِيقَهُ (بخاری، ج۳ص ۳۱، کتاب الصوم)

ترجمہ: یہ باب ہے روزہ دار کے لئے تَر اور خشک مسواک کرنے کا، اور حضرت عامر بن ربیعہ کی سند سے مذکور ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں اتنی مرتبہ مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ میں اس کو شمار نہیں کرسکتا، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت محسوس نہ کرتا، تو ہر وضو کے ساتھ مسواک کا (تاکیدی)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عن عقبة بن أبى جسرة المازنى ، قال : أتى ابن سيرين رجل ، فقال : ما ترى فى السواک للصائم ؟ قال : لا بأس به ، قال : إنه جريدة وله طعم ، قال : والماء له طعم وأنت تمضمض(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۹۲۶۲)

عن حماد بن سلمة ، عن حماد ، عن إبراهيم ؟ قال : لا بأس أن يستاک بالعود الرطب وهو صائم(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۹۲۶۳)

عن نافع ، عن ابن عمر ، قال : لا بأس أن يستاک الصائم بالسواک الرطب واليابس(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۹۲۶۴)

حکم کردیتا، اوراسی طرح حضرت جابراور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے، جن میں روزہ دار کو غیر روزہ دار سے خاص (اورالگ) کرکے بیان نہیں کیا گیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان فرمایا کہ مسواک منہ کو پاک کرنے اور رب کی رضامندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، اور حضرت عطاء اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ (روزہ دار) اپنے تھوک کو نگل سکتا ہے (بخاری)

محدثِ کبیر امام ابوبکر ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِخْبَارُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، وَلَمْ يَسْتَثْنِ مُفْطِرًا دُوْنَ صَائِمٍ، فَفِيْهَا دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ السِّوَاكَ لِلصَّائِمِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ فَضِيْلَةٌ كَهُوَ لِلْمُفْطِرِ (صحیح ابنِ خزیمۃ، ج۳ص۲۴۷، کتاب الصیام، باب الرخصۃ فی السواک للصائم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت وتنگی کا خوف نہ ہوتا، تو میں لوگوں کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دے دیتا، ان میں غیر روزہ دار کو روزہ دار سے الگ کرکے بیان نہیں فرمایا گیا، پس ان احادیث میں اس بات کی دلالت موجود ہے کہ مسواک روزہ دار کے لئے ہر نماز کے وقت فضیلت والا عمل ہے، جیسا کہ غیر روزہ دار کے لئے فضیلت والا عمل ہے (ابنِ خزیمہ)

اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ أَهْلَ الْعِلْمِ لَا يَكْرَهُوْنَ السِّوَاكَ لِلصَّائِمِ فِيْ رَمَضَانَ فِيْ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ النَّهَارِ، لَا فِيْ أَوَّلِهٖ، وَلَا فِيْ آخِرِهٖ، وَلَمْ أَسْمَعْ

أَحَـدًا مِّـنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُ ذٰلِکَ، وَلَا يَنْهٰى عَنْهُ (مؤطا امام مالک، رقم الحدیث ۱۱۰۲، ج۳ص ۴۴۶، کتاب الصیام، باب جامع الصیام)

ترجمہ: انہوں نے اہلِ علم سے یہ بات سنی کہ وہ روزہ دار کے لئے رمضان میں دن کے کسی بھی وقت خواہ شروع کا ہو یا آخر کا، مسواک کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے، اور میں نے اہلِ علم میں سے کسی سے یہ بات نہیں سنی کہ وہ اس کو مکروہ سمجھتا ہو، اور نہ یہ بات سنی کہ وہ روزہ میں مسواک سے منع کرتا ہو (مؤطا امام مالک)

معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں کلی کی طرح مسواک کرنا بھی جائز اور سنت سے ثابت ہے، خواہ مسواک تر ہو، یا خشک، اور خواہ دن کے کسی بھی حصہ میں کی جائے۔

اور مسواک اور کلی کرنے میں منہ کے اندر پانی پہنچتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی چیز منہ میں لے جائی جائے، اور اس کو پیٹ میں نگلا نہ جائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، وہ الگ بات ہے کہ بلاضرورت ایسا کرنا مناسب نہیں۔

چنانچہ حضرت عطاء سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يَّذُوْقَ الْخَلَّ ،أَوِ الشَّيْءَ مَا لَمْ يَدْخُلْ حَلْقَهُ وَهُوَ صَائِمٌ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۹۳۶۹، کتاب الصیام، باب فی الصائم یتطعم بالشیء)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی روزہ دار (ضرورت کے وقت) سرکہ، یا کسی چیز کو چکھے، بشرطیکہ اپنے حلق میں نہ داخل ہونے دے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَـنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يَّتَطَاعَمَ الصَّائِمُ مِنَ الْقِدْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۹۳۷۰، کتاب الصیام، باب فی الصائم یتطعم بالشیء)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ روزہ دار کے (ضرورت کے وقت) ہانڈی کو چکھنے میں کوئی حرج نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

اورحضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت عکرمہ سے ہی مروی ہے کہ:

لَا بَأْسَ أَنْ تَمْضُغَ الْمَرْأَةُ لِصَبِيِّهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ (مُصنف ابن أبی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۸۶، کتاب الصیام، باب فی الصائمة تمضغ لصبیها)

ترجمہ: اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت روزہ کی حالت میں اپنے بچہ کو کوئی چیز چبا کردے (ابنِ ابی شیبہ)

اورحضرت ابنِ عباس ودیگر صحابہ کے شاگرد حضرت مجاہد، یا عطاء سے روایت ہے کہ:

لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الصَّائِمُ مِنَ الْقِدْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۶۸، کتاب الصیام، باب فی الصائم یتطعم بالشیء)

ترجمہ: روزہ دار کے ہانڈی کو چکھنے میں کوئی حرج نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

اورحضرت ہشام سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ ؛ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَّتَطَاعَمَ الصَّائِمُ الْعَسَلَ وَالسَّمْنَ وَنَحْوَهُ ، ثُمَّ يَمُجَّهُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۷۱، کتاب الصیام، باب فی الصائم یتطعم بالشیء)

ترجمہ: حسن بصری روزہ دار کے شہد، اور گھی وغیرہ کو چکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، پھر بعد میں اس کی کلی کردے (ابنِ ابی شیبہ)

ضحاک بن عثمان سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَائِمًا أَيَّامَ مِنًى ، وَهُوَ يَذُوقُ عَسَلاً (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۷۲، کتاب الصیام، باب فی الصائم یتطعم بالشیء)

ترجمہ: میں نے عروہ بن زبیر کو منیٰ کے دنوں میں روزہ دار ہونے کی حالت میں

دیکھا کہ آپ نے شہد کو چکھا (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت شعبہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ الْحَكَمَ عَنِ الصَّائِمِ يَلْحَسُ الْأَنْقَاسَ ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۷۳، کتاب الصیام، باب فی الصائم یتطعم بالشیء)

ترجمہ: میں نے حضرت حکم سے روزہ دار کے مخصوص نباتات کو چاٹنے (منہ میں چوسنے) کے بارے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں حرج نہیں (جیسا کہ مسواک کو منہ میں چوسنے میں حرج نہیں، جبکہ اس کی رطوبت کو باہر نکال دیا جائے) (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَا بَأْسَ أَنْ تَمْضَغَ الْمَرْأَةُ لِصَبِيِّهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ ، مَا لَمْ يَدْخُلْ حَلْقَهَا (مُصنف ابن أبی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۸۵، کتاب الصیام، باب فی الصائمة تمضغ لصبیها)

ترجمہ: اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت، روزہ کی حالت میں اپنے بچہ کو کوئی چیز چبا کر دے، جب تک کہ وہ اس کے حلق میں داخل نہ ہو (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، قَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يُدَاوِيَ الصَّائِمُ لِثَتَهُ (مُصنف ابن أبی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۷۵، کتاب الصیام، فی الصائم یداوی حلقه بالحضض)

ترجمہ: امام اوزاعی نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ روزہ دار اپنے مسوڑے (دانت کے جبڑے) میں کوئی دوا لگائے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ہشام سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ، فِي الرَّجُلِ يَكُونُ بِفِيهِ الْجُرْحُ وَالْعِلَّةُ ، قَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ

يَّضَعَ عَلَيْهِ الْحُضُضَ وَأَشْبَاهَهُ مِنَ الدَّوَاءِ(مصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ٩٣٧٦ ، كتاب الصيام،فی الصائم يداوی حلقه بالحضض)

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے اس روزہ دار شخص کے بارے میں فرمایا، جس کے منہ میں زخم، یا بیماری ہو کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اس پر حضحض (نام کی دواء) یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز رکھے (ابنِ ابی شیبہ)

یحییٰ بن عتیق سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ ،فِيْ رَجُلٍ أَصَابَهُ سُلَاقٌ فِيْ شَفَتَيْهِ ، قَالَ:لَا بَأْسَ بِالْحُضُضِ (مصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩٣٧٧، كتاب الصيام ،فی الصائم يداوی حلقه بالحضض)

ترجمہ: ابنِ سیرین نے اس آدمی کے بارے میں فرمایا، جس کے ہونٹوں میں پھٹن وغیرہ ہوجائے کہ اس کو حضحض نام کی دوا لگانے میں حرج نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَنَا وَرَجُلٌ مَعِيَ ، وَذٰلِكَ يَوْمُ عَرَفَةَ فَدَعَتْ لَنَا بِشَرَابٍ، ثُمَّ قَالَتْ:لَوْلَا أَنِّيْ صَائِمَةٌ لَذُقْتُهُ(مصنف ابنِ ابی شيبة،رقم الحديث ٩٣٧٤، كتاب الصيام،باب فی الصائم يتطعم بالشیء)

ترجمہ: میں اور میرے ساتھ ایک آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، اور یہ عرفہ کا دن تھا، انہوں نے ہمارے لئے مشروب منگایا، پھر فرمایا کہ اگر میں رزہ دار نہ ہوتی، تو میں اس کو چکھ لیتی (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ہشام سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ:إِذَا مَضْمَضَ وَهُوَ صَائِمٌ ، فَدَخَلَ حَلْقَهُ شَيْءٌ لَمْ يَتَعَمَّدْهُ ،فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ ، يُتِمُّ صَوْمَهُ (مصنف ابنِ ابی شيبة،رقم الحديث ٩٥٧٧ ، كتاب الصيام،ما قالوا فی الصائم، يتوضأ، فيدخل الماء حلقه)

ترجمہ: حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ جب روزہ دار کلی کرے، پھر اس کے حلق میں غیر ارادی طور پر کچھ (کلی والا پانی) داخل ہوجائے، تو اس پر کچھ واجب نہیں، اسے اپنے روزہ کو پورا کرلینا چاہیے (ابنِ ابی شیبہ)

اور عمرو بن ہرم سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ رَجُلٍ كَانَ صَائِمًا فَتَوَضَّأَ ، فَسَبَقَهُ الْمَاءُ إِلٰى حَلْقِهِ ، يُفْطِرُ ؟ قَالَ: لَا ، وَلْيُتِمَّ صِيَامَهُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۹۵۸۱، كتاب الصيام، ما قالوا فی الصائم، يتوضأ، فيدخل الماء حلقه)

ترجمہ: جابر بن زید سے ایک روزہ دار آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا، جس نے وضو کیا، تو پانی اس کے حلق کی طرف چلا گیا کہ کیا اس کا روزہ فاسد ہوگیا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، اور اس کو چاہیے کہ اپنے روزہ کو پورا کرے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِجْعَلُوْا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْحَرَامِ سُتْرَةً مِّنَ الْحَلَالِ، مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اِسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهٖ وَدِيْنِهٖ، وَمَنْ أَرْتَعَ فِيْهِ كَانَ كَالْمُرْتِعِ إِلٰى جَنْبِ الْحِمٰى يُوْشِكُ أَنْ يَّقَعَ فِيْهِ، وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، وَإِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَحَارِمُهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۵۵۶۹، كتاب الحظر والاباحة، ج ۱۲ ص ۳۸۰) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ تم اپنے اور حرام کے درمیان حلال کی آڑ بناؤ، جس نے یہ عمل کیا، تو وہ اپنی آبرو اور اپنے دین کو محفوظ کرلے گا، اور جو اس میں (یعنی حرام کے قریب حلال چیز سے) چرے گا

[1] قال شعيب الانؤوط: إسناده حسن (حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

(یعنی اس کو اختیار کرے گا) تو وہ ایسا ہوگا جیسا کہ سرحد کے ساتھ چَر رہا ہو، قریب ہے کہ وہ اس سرحد میں چلا جائے، اور ہر ملک کی سرحد ہوتی ہے، اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی سرحد اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں اگرچہ فی نفسہٖ حلال ہیں، مگر وہ حرام کے قریب ہیں، ان سے بچنے میں ہی حرام سے احتیاط اور حفاظت ملحوظ ہوتی ہے۔

اس قسم کی احادیث اور آثار کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ روزہ کی حالت میں بلاضرورت کوئی چیز چکھنا مناسب نہیں، البتہ ضرورت کی وجہ سے ہانڈی وغیرہ چکھنے، یا ضرورت کی وجہ سے، مثلاً بچہ کو غذا چبا کر دینے میں حرج نہیں، بشرطیکہ اس کا کوئی حصہ پیٹ میں نہ لے جایا جائے۔ [1]

اور مذکورہ اور اس جیسی احادیث وروایات کی روشنی میں فقہائے کرام نے جو مسائل ذکر فرمائے ہیں، اب ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 1......روزہ میں کلی کرنے کا حکم

مسئلہ نمبر 1......روزہ کی حالت میں کلی کرنا اور منہ میں پانی لے جانا منع نہیں، جبکہ اس پانی کو نگلا نہ جائے، اور کلی کے لئے وضو کے وقت کی کوئی قید نہیں، اس لئے وضو کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی کلی کرنے کا جائز ہونا راجح ہے، مگر بے احتیاطی اور مبالغہ سے بچنا چاہیے کہ

---

[1] الأكل والشرب لا يتحقق إلا بالإيصال إلى الجوف، والذوق يتحقق بدون الإيصال إلى الجوف (المحيط البرهانی، ج۴، ص ۳۰۲، كتاب الأيمان والنذور، الفصل الثانی عشر فی الحلف على الأفعال)

(ودخل حلقه) يعنى ولم يصل إلى جوفه (الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص ۳۹۶، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

(قال) : ولا بأس بأن تمضغ المرأة لصبيها طعاما إذا لم تجد منه بدا؛ لأن الحال حال الضرورة، ويجوز لها الفطر لحاجة الولد فلأن يجوز مضغ الطعام كان أولى فأما إذا كانت تجد من ذلك بدا يكره لها ذلك؛ لأنها لا تأمن أن يدخل شيء منه حلقها فكانت معرضة صومها للفساد، وذلك مكروه عند عدم الحاجة قال - :صلى الله عليه وسلم -من حام حول الحمى يوشك أن يقع فيه والله تعالى أعلم بالصواب (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسی، ج۳، ص ۱۰۱، كتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

کہیں پانی پیٹ میں داخل نہ ہوجائے۔ ؎1

علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ روزہ دار کے لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بالاتفاق مشروع ہے، البتہ حدیث میں روزہ دار کو ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کرنے کی

؎1 البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک روایت کے مطابق غیرِ وضو میں کلی کرنا مکروہ ہے۔
مگر اس روایت کی حدیث سے تائید نہیں ہوتی، اس لئے ہمیں راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کلی احتیاط کے ساتھ کی جائے، اور مبالغہ نہ کیا جائے، تو بلاکراہت جائز ہے۔

المضمضة والاستنشاق فی غير الوضوء والغسل لا يكره ذلك ولا يفطر.
وقيده المالكية بما إذا كان لعطش ونحوه، وكرهوه لغير موجب، لأن فيه تغريرا ومخاطرة، وذلك لاحتمال سبق شيء من الماء إلى الحلق، فيفسد الصوم حينئذ .
وفی الحديث عن عمر رضی الله تعالى عنه أنه سأل النبی صلى الله عليه وسلم عن القبلة للصائم؟ فقال: أرأيت لو مضمضت من الماء وأنت صائم؟ قلت: لا بأس، قال: فمه .
ولأن الفم فی حكم الظاهر، لا يبطل الصوم بالواصل إليه كالأنف والعين.
ومع ذلك فقد قال ابن قدامة: إن المضمضة، إن كانت لحاجة كغسل فمه عند الحاجة إليه ونحوه، فحكمه حكم المضمضة للطهارة، وإن كان عابثا، أو مضمض من أجل العطش كره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸ ص ۷۴، مادة"صوم"حرف الصاد)
و "لا يكره له "المضمضة و "لا "الاستنشاق "وقد فعلهما "لغير وضوء و "لا "الاغتسال (مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، ص۲۵۷، كتاب الصوم، فصل فيما يكره للصائم وما لا يكره وما يستحب)

وكذا لا تكره حجامة وتلفف بثوب مبتل ومضمضة أو استنشاق أو اغتسال للتبرد عند الثانی وبه يفتی شرنبلالية عن البرهان (الدرالمختار)

(قوله: ومضمضة أو استنشاق) أی لغير وضوء أو اغتسال نور الإيضاح (ردالمحتار، ج۲ص۴۱۹، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)
وفی المحيط عن أبی حنيفة أنه يكره للصائم المضمضة والاستنشاق لغير الوضوء، ولا بأس به للوضوء (البحرالرائق، ج۲ص ۳۰۱، كتاب الصوم، باب مايفسد الصائم ومالايفسده)
أن الماء لا يسبق الحلق فی المضمضة، والاستنشاق عادة إلا عند المبالغة فيهما، والمبالغة مكروهة فی حق الصائم، قال النبی – صلى الله عليه وسلم – للقيط بن صبرة: بالغ فی المضمضة، والاستنشاق إلا أن تكون صائما فكان فی المبالغة متعديا فلم يعذر بخلاف الناسی (بدائع الصنائع، ج۲ص۹۱، كتاب الصوم، فصل اركان الصيام)
وكذا (أی تكره)المبالغة فی المضمضة والاستنشاق قال شمس الأئمة الحلوانی: وتفسير ذلك أن يكثر إمساك الماء فی فمه ويملأ لا أن يغرغر كذا فی المحيط (الفتاوىٰ الهندية، ج۱ص۱۹۹، كتاب الصوم، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لايكره)

حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ ؎1

یہ بھی یادرہے کہ فرض غسل میں کلی کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک فرض ہے۔

اور مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک کلی کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا، وضو کی طرح غسل میں بھی سنت ہے،، اگر کوئی سرے سے کلی نہ کرے، یاناک میں پانی نہ ڈالے، تب بھی ان کے نزدیک غسل درست ہوجاتا ہے۔ ؎2

مسئلہ نمبر 2......روزہ میں منہ کے کون سے حصہ کو ظاہری عضو کا حکم حاصل ہے؟

مسئلہ نمبر 2......روزہ کے سلسلہ میں ایک اعتبار سے منہ کو جسم کے ظاہری عضو کا حکم حاصل ہے، اس لئے منہ تک کوئی چیز لے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جبکہ وہ پیٹ میں نہ پہنچ جائے، اور منہ کو ایک حیثیت سے جسم کے اندرونی عضو کا حکم حاصل ہے، اس لئے منہ میں جو تھوک پیدا ہوتا

؎1 أما المضمضة والاستنشاق فمشروعان للصائم باتفاق العلماء .وكان النبی صلى الله عليه وسلم والصحابة يتمضمضون ويستنشقون مع الصوم .لكن قال للقيط بن صبرة " :(وبالغ فی الاستنشاق إلا أن تكون صائما) فنهاه عن المبالغة؛ لا عن الاستنشاق .(مجموع الفتاوی، ج۲۵،ص ۲۶۶ ، كتاب الفقه، كتاب الصيام،سئل عن المضمضة والاستنشاق والسواک الخ)

؎2 واختلفوا فی داخل الفم والأنف، فقال الحنفية والحنابلة :إنه من البدن، فالمضمضة والاستنشاق فرض عندهما فی الغسل، وقال المالكية والشافعية :إن الفرض هو غسل الظاهر فقط، فلا تجب المضمضة والاستنشاق فی الغسل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳،ص ۱۹ ،مادة" تعميم"حرف التاء)

وذهب المالكية والشافعية إلى عدم وجوب المضمضة والاستنشاق فی الغسل، لأن الفم والأنف ليسا من ظاهر الجسد فلا يجب غسلهما، واعتبروا غسلهما من سنن الغسل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۱،ص ۲۰۹ ،مادة" غسل"حرف الغين)

فذهب جمهور الفقهاء -الحنفية والمالكية والشافعية -إلى أنه لا يجب غسل باطن الفم فی الوضوء ، بل يسن وذلک فی المضمضة وكذا الحكم فی الغسل عند المالكية والشافعية.

وقال الحنفية بفرضية غسل الفم -المضمضة -فی الغسل.

وذهب الحنابلة إلى أن الفم من الوجه، فتجب المضمضة فی الوضوء والغسل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲،ص ۲۱۰ ،مادة" فم"حرف الفاء)

Idara Ghufran

ہے، اس کے پیٹ میں لے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [1]

اور منہ، یا صرف حلق، یا حلق کی جڑ (Oropharynx یا بلعوم فموی) تک کسی چیز کے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، تا آنکہ وہ چیز بلعوم حنجری، یا بلعوم سفلی (Hypopharynx) سے نیچے پیٹ میں نہ پہنچ جائے، اور جن حضرات نے حلق میں جانے کا ذکر فرمایا، اس سے مراد بھی پیٹ میں جانے کا مراد ہونا راجح ہے۔ [2]

البتہ روزہ کی حالت میں بلا عذر کے حلق کی جڑ تک کسی چیز کا پہنچانا مکروہ ہے۔ [3]

مسئلہ نمبر 3...... بحالتِ روزہ خشک، یا تر مسواک کرنے کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... راجح یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں دن کے کسی وقت خشک، یا تر مسواک کرنا جائز ہے، اس سے روزہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا (جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی) [4]

علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ روزہ دار کے لئے مسواک کرنا، بلا اختلاف جائز ہے، البتہ زوال

---

[1] لأن للفم حكم الخارج حتى لا يفطر الصائم بالمضمضة، وله حكم الداخل حتى لا يفطر بابتلاع شيء من بين أسنانه مثل الريق(تبيين الحقائق، ج ا ص ٩، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء)

[2] ولو تمضمض أو استنشق فسبق الماء حلقه ودخل جوفه فإن لم يكن ذاكرا لصومه لا يفسد صومه لأنه لو شرب لم يفسد، فهذا أولى وإن كان ذاكرا فسد صومه عندنا(بدائع الصنائع، ج٢ص ٩١، كتاب الصوم، فصل اركان الصيام)

(أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل إلى جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد وإلا لا(الدر المختارمَع رد المحتار، ج٢،ص ٣٩٦، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

إن غاب في حلقه أفطر وإلا فلا(رد المحتار على الدر المختارج٢،ص٣٩٧، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

[3] وتكره المبالغة في المضمضة والاستنشاق في الصوم .ففي المضمضة :بإيصال الماء إلى رأس الحلق، وفي الاستنشاق :بإيصاله إلى فوق المارن(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٨،ص ٧١، مادة "صوم"حرف الصاد)

[4] وأما السواك فلا بأس به للصائم أطلقه فشمل الرطب واليابس والمبلول وغيره قبل الزوال وبعده لعموم قوله – صلى الله عليه وسلم – لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل وضوء وعند كل صلاة لتناوله الظهر والعصر والمغرب، وقد تقدم أحكامه في سنن الطهارة فارجع إليها ولم يتعرض لسنة السواك للصائم، ولا شك فيه كغير الصائم صرح به في النهاية والله أعلم (البحر الرائق، ج٢ص ٣٠٢، كتاب الصوم،باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

کے بعد مکروہ ہونے نہ ہونے میں دو قول ہیں، لیکن روزہ میں مسواک کے کسی حیثیت سے مکروہ ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں پائی جاتی، جو مسواک کے عمومی حکم میں کوئی تخصیص پیدا کرے۔ [1]

مسئلہ نمبر4......بحالتِ روزہ منجن، یا ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کا حکم

مسئلہ نمبر4...... روزہ کی حالت میں دانتوں کو صاف کرنے کے لئے منجن، یا دانتوں کے پیسٹ (Toothpaste) کا استعمال اگر احتیاط کے ساتھ اس طرح کیا جائے کہ اس کا کوئی جزء حلق سے نیچے تجاوز نہ کرے، اور اس عمل کے بعد اچھی طرح منہ کو صاف کر کے تمام اجزاء کو باہر نکال دے، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن بلاضرورت اس کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اس کے اجزاء منہ میں پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر5......بحالتِ روزہ، ذائقہ اور نمک، مرچ چکھنے کا حکم

مسئلہ نمبر5......روزہ کی حالت میں کسی چیز کا ذائقہ، اور کھانے، پینے میں نمک، مرچ وغیرہ کی مقدار کو چکھنے سے روزہ فاسد اور مکروہ نہیں ہوتا، البتہ بلاضروت اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔ [2]

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جس عورت کو کھانے میں نمک مرچ وغیرہ کم، یا زیادہ ہونے کی وجہ سے اپنے شوہر وغیرہ کی طرف سے بدمزگی کا ڈر ہو، یا چھوٹے بچے کو غذا چبا کر دینے کی ضرورت ہو، اس کو کوئی چیز چکھنا، یا چبانا بلا کراہت جائز ہے، بشرطیکہ اس چیز کو پیٹ میں نہ

---

[1] وأما السواک فجائز بلا نزاع لکن اختلفوا فی کراهیته بعد الزوال علی قولین مشهورین هما روایتان عن أحمد .ولم یقم علی کراهیته دلیل شرعی یصلح أن یخص عمومات نصوص السواک وقیاسه علی دم الشهید ونحوه ضعیف من وجوه .کما هو مبسوط فی موضعه(مجموع الفتاوی، ج۲۵، ص۲۶۶، کتاب الصیام،سئل عن المضمضة والاستنشاق والسواک الخ)

[2] ذوق الصائم الطعام:

لا خلاف بین الفقهاء فی أن الصوم لا یبطل بذوق الصائم طعاما أو شرابا إن لم یصل إلی الجوف . ولکن الأفضل تجنبه(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۱،ص۲۹۳،مادة"ذوق "حرف الذال)

لے جائے، اور بلاضرورت چکھنا، یا چبانا، مکروہ ہے۔[1]

مسئلہ نمبر6...... بحالتِ روزہ منہ کا تھوک، یا بلغم نگلنے کا حکم

مسئلہ نمبر6...... منہ میں جو تھوک پیدا ہوتا ہے، حنفیہ کے نزدیک اس کے نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگرچہ وہ زیادہ مقدار میں کیوں نہ ہو۔

اسی طرح روزہ کی حالت میں ناک کے سوراخ، یعنی بلعومِ انفی (Nasopharynx) سے، حلق، یعنی بلعومِ فموی (Oropharynx) کی طرف آنے والی ریزش بھی تھوک کا حکم رکھتی ہے، اس کے پیٹ میں لے جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

البتہ اگر کوئی اس کو تھوک دے، تو اچھا ہے۔[2]

---

[1] وكره ذوق شيء، ومضغه بلا عذر كذا في الكنز .ومن العذر في الأول ما لو كان زوج المرأة وسيدها سيء الخلق فذاقت المرقة، ومن العذر في الثاني أن لا تجد من يمضغ الطعام لصبيها من حائض أو نفساء أو غيرهما ممن لا يصوم، ولم تجد طبيخا، ولا لبنا حليبا كذا في النهر الفائق وذكر في التجنيس أن كراهة الذوق في صوم الفرض، وأما التطوع فلا بأس كذا في النهاية .ويكره للصائم أن يذوق العسل أو الدهن ليعرف الجيد من الرديء عند الشراء كذا في فتاوى قاضي خان . وقيل لا بأس به إذا لم يجد بدا من شرائه أو يخاف الغبن كذا في الزاهدي(الفتاوى الهندية، ج ١ ص ١٩٩ ، كتاب الصوم، الباب الثالث)

[2] جذب الصائم مخاطه فوصل إلى حلقه وابتلع لا شيء ،وإن عمداً، وكذا إذا ترطب شفتاه بالبزاق عند الكلام ونحوه ،فابتلعه ،أو خرج الدم من بين أسنانه، والبزاق غالب ،فابتلعه ولم يجد طعمه ،وإن غلب الدم أو تساويا فسد ،وذكر في "شرح الحاوي" للشافعي رحمه الله تعالى، ويبطل الصوم بجري النخامة من فضاء الفم في جوفه ،وإن جرت فيه من مجراها ،وقدر على مجها، ولم يمجها ،أفطر في أصح الوجهين ،وفي "الوسيط" لو جمع الريق قصداً ،ثم ابتلعه، لا يفسد صومه في أصح الوجهين ،فعلى هذا ينبغي أن يحتاط في النخامة والبزاق ،حتى لا يفسد صومه على قول مجتهد(الفتاوى البزازية، ج ١ ،ص ٨٩ ،كتاب الصوم، الثالث فيما يفسده ومالا يفسده وموجوب القضاء والكفارة ،الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت،لبنان، الطبعة الأولىٰ: ٢٠٠٩م)

نزل المخاط إلى رأس أنفه لكن لم يظهر ثم جذبه فوصل إلى جوفه لم يفسد ثم قال ابن الشحنة وذكر في البزازية مسألة المخاط وعقبها بكلام الشافعية فقال :ويبطل الصوم بجري النخامة من فضاء الفم في جوفه، وإن جرت فيه من مجراها وقدر على مجها أفطر في أصح الوجهين فعلى هذا ينبغي أن يحتاط في النخامة حتى لا يفسد صومه على قول مجتهد قال ابن الشحنة أحببت التنبه عليه فإنه مهم اهـ.ولم أر حكم البلغم إذا ابتلعه بعد ما تخلص بالتنحنح من حلقه إلى فمه ولعله كالمخاط فلينظر ثم وجدتها بحمد الله في التتارخانية سئل إبراهيم عمن ابتلع البلغم قال :إن كان أقل من ملء فيه لا ينقض إجماعا، وإن كان ملء فيه ينتقض صومه عند أبي يوسف، .وعند أبي حنيفة لا ينتقض(حاشية الشرنبلالي على درر الحكام ،ج ١ ص ٢٠٢، ٢٠٣،باب موجب الإفساد في الصوم)

اور حنفیہ کے علاوہ بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک بھی یہی حکم ہے۔

البتہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر سینہ کی طرف سے منہ میں آنے والے بلغم کو اپنے اختیار سے پیٹ میں داخل کیا، تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔[1]

لیکن ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ بلغم اگر ناک کی طرف سے حلق، یا منہ میں آئے، یا سینہ کی طرف، یا منہ سے حلق میں آئے، دونوں صورتوں میں وہ تھوک کا حکم رکھتا ہے، کیونکہ ناک کی طرف سے تو رطوبت کا حلق کی طرف جانا، عام ہے، جس میں آنکھ کی رطوبت بھی شامل ہے، اور سینہ خود انسان کے بدن کے جوف کا حکم رکھتا ہے، اس لئے، دونوں صورتوں میں کسی بیرونی چیز کا پیٹ میں داخل کرنا نہیں پایا جاتا۔

مسئلہ نمبر 7......بحالتِ روزہ کلی کرنے کے بعد کی تری کو نگلنے کا حکم

مسئلہ نمبر 7......کلی کرنے کے بعد جب پانی منہ سے باہر نکال دیا جائے، اور تھوک کے ساتھ

---

[1] وفی نصوص المالكية :إن البلغم لا يفطر مطلقا، ولو وصل إلى طرف اللسان، لمشقته، خلافا لخليل، الذی رأى الفساد، فيما إذا أمكن طرحه، بأن جاوز الحلق، ثم أرجعه وابتلعه، وأن عليه القضاء .وفی رواية عن أحمد أن ابتلاع النخامة لا يفطر، لأنه معتاد فی الفم غير واصل من خارج، فأشبه الريق.

وعند الشافعية هذا التفصيل:

-إن اقتلع النخامة من الباطن، ولفظها فلا بأس بذلک فی الأصح؛ لأن الحاجة إليه مما يتكرر، وفی قول :يفطر بها كالاستقاء ة.

-ولو صعدت بنفسها، أو بسعاله، ولفظها لم يفطر جزما.

ولو ابتلعها بعد وصولها إلى ظاهر الفم، أفطر جزما.

وإذا حصلت فی ظاهر الفم، يجب قطع مجراها إلى الحلق، ومجها، فإن تركها مع القدرة على ذلک، فوصلت إلى الجوف، أفطر فی الأصح، لتقصيره، وفی قول :لا يفطر، لأنه لم يفعل شيئا، وإنما أمسک عن الفعل.

ولو ابتلعها بعد وصولها إلى ظاهر الفم، أفطر جزما .

ونص الحنابلة على أنه يحرم على الصائم بلع نخامة، إذا حصلت فی فمه، ويفطر بها إذا بلعها، سواء أكانت فی جوفه أم صدره، بعد أن تصل إلى فمه؛ لأنها من غير الفم، فأشبه القیء ، ولأنه أمكن التحرز منها فأشبه الدم

من أجل هذا الخلاف، نبه ابن الشحنة على أنه ينبغی إلقاء النخامة، حتى لا يفسد صومه على قول الإمام الشافعی، وليكون صومه صحيحا بالاتفاق لقدرته على مجها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۶۵و ۶۶ ،مادة"صوم "حرف الصاد)

کچھ تَری منہ میں محسوس ہو، تو اس کا حکم تھوک کی طرح ہے، اس کو نگلنے سے حرج وتنگی لازم آنے کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [1]

---

[1] یہی حکم مسواک کرکے کلی کرنے کے بعد مسواک کے باقی ماندہ ذرہ کا بھی ہے، کہ اگر اس کا کوئی ذرہ تھوک کے ساتھ شامل ہو کر پیٹ میں داخل ہو جائے، تو دفعِ حرج کی وجہ سے اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ جس طرح کلی کرنا ثابت ہے، اسی طرح مسواک کرنا بھی ثابت ہے، اور علت دونوں جگہ مشترک ہے۔

مما لا يفسد الصوم البلل الذى يبقى فى الفم بعد المضمضة، إذا ابتلعه الصائم مع الريق، بشرط أن يبصق بعد مج الماء ، لاختلاط الماء بالبصاق، فلا يخرج بمجرد المج، ولا تشترط المبالغة فى البصق؛ لأن الباقى بعده مجرد بلل ورطوبة، لا يمكن التحرز عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٦٣ ،مادة"صوم "حرف الصاد)

وما لا يمكنه التحرز عنه فهو عفو ألا ترى أن الصائم إذا تمضمض فإنه يبقى فى فمه بلة ثم تدخل بعد ذلك حلقه مع ريقه وأحد لا يقول :بأن ذلك يفطره (المبسوط،للسرخسى، ج٣ص ١٤٢ ، كتاب الصوم،باب ما يجب فيه القضاء والكفارة وما يجب فيه القضاء دون الكفارة)

وكذلك لو بقى بلل بعد المضمضة وابتلعه مع البزاق أو ابتلع البزاق الذى اجتمع فى فيه لا يفسد صومه لما قلنا (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج١ ،ص٣٥٣، كتاب الصوم)

إذا أمسك فى فيه شيئاً ،لا يؤكل ،فوصل إلى جوفه ،أو دخل الماء فمه عن الاغتسال ،لا يفسد إلا أن يصيب فيه متعمداً ،وكذا إذا بقى بعد المضمضة ماء ،فابتلعه بالبزاق ،لم يفطر لتعذر الاحتراز (الفتاوى البزازية، ج١ ،ص ٩٠، كتاب الصوم، الثالث فيما يفسده ومالا يفسده وموجوب القضاء والكفارة ،الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت،لبنان، الطبعة الأولىٰ: ٢٠٠٩م)

ولو بقى بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم يفطره، ولو دخل المخاط أنفه من رأسه ثم استشمه فأدخل حلقه عمدا لم يفطره؛ لأنه بمنزلة ريقه كذا فى محيط السرخسى (الفتاوىٰ الهندية، ج١ ص٢٠٣ ، كتاب الصوم، الباب الرابع، النوع الاول)

فصار كبلل بقى فى فمه بعد المضمضة لدخوله من الأنف إذا أطبق الفم (مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، ص٢٤٥ ، كتاب الصوم، باب فى بيان ما لا يفسد الصوم)

(أو بقى بلل فى فيه بعد المضمضة وابتلعه مع الريق) كطعم أدوية ومص إهليلج بخلاف نحو سكر (الدر المختار)

(قوله أو بقى بلل فى فيه بعد المضمضة) جعله فى الفتح والبدائع شبيه دخول الدخان والغبار ومقتضاه أن العلة على عدم إمكان التحرز عنه، وينبغى اشتراط البصق بعد مج الماء لاختلاط الماء بالبصاق، فلا يخرج بمجرد المج نعم لا يشترط المبالغة فى البصق؛ لأن الباقى بعده مجرد بلل ورطوبة لا يمكن التحرز عنه وعلى ما قلنا ينبغى أن يحمل قوله فى البزازية إذا بقى بعد المضمضة ماء فابتلعه بالبزاق لم يفطر لتعذر الاحتراز فتأمل (رد المحتار على الدر المختار، ج٢، ص٣٩٦ ، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مضمضہ کی اجازت دینا ثابت ہے، اور وضو اور غسل کے دوران مضمضہ کی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 8...... بحالتِ روزہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں احتیاط کا حکم

مسئلہ نمبر 8...... روزہ دار کو وضو کرتے وقت کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں اس طرح مبالغہ کرنا مکروہ ہے کہ پانی حلق کے اندر چلا جائے۔

اور پانی منہ میں ڈال کر اس طرح غرارہ کرنا کہ پانی حلق کی جڑ تک پہنچ جائے اور حلق سے ٹکرائے، یہ بھی مبالغہ میں داخل ہے۔ [1]

اور پہلے گذر چکا ہے کہ فرض غسل میں کلی کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک فرض ہے۔

اور مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک فرض غسل میں کلی کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا، وضو کی طرح غسل میں بھی سنت ہے، اگر کوئی سرے سے کلی نہ کرے، یا ناک میں پانی نہ ڈالے، تب بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اجازت تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اور مضمضہ کی تکمیل کلی کر دینے سے ہو جاتی ہے، اور مضمضہ کے بعد مزید تھوکنے کا مکلّف کرنے کی کوئی دلیل نہیں، جبکہ فقہائے کرام نے مضمضہ کے بعد تری کے باقی رہ جانے کو روزہ کے لئے مفسد قرار نہیں دیا، اور اس تری کو تھوک کا حکم دیا ہے، اور صاحبِ بزازیہ کی یہ تصریح اوپر گزر چکی ہے کہ ''إذا بقی بعد المضمضة ماء فابتلعه بالبزاق لم یفطر لتعذر الاحتراز'' جس میں ''لتعذر الاحتراز'' کی علت بھی ساتھ ہی مذکور ہے، اس لئے علامہ شامی رحمہ اللہ کا کلی کرنے کے بعد تھوکنے کا مکلّف کرنا راجح معلوم نہ ہو سکا۔ محمد رضوان۔

[1] وتكره المبالغة فى المضمضة والاستنشاق فى الصوم.

ففى المضمضة :بإيصال الماء إلى رأس الحلق، وفى الاستنشاق :بإيصاله إلى فوق المارن (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۷۱، مادة ''صوم'' حرف الصاد)

و "يسن "المبالغة فى المضمضة "وهى إيصال الماء لرأس الحلق "و "المبالغة فى "الاستنشاق" وهى إيصاله إلى ما فوق المارن "لغير الصائم "والصائم لا يبالغ فيها خشية إفساد الصوم لقوله عليه الصلاة والسلام" :بالغ فى المضمضة والاستنشاق إلا أن تكون صائما (مراقى الفلاح شرح متن نور الإيضاح، ص ۳۲، وص ۳۳، كتاب الطهارة، باب فى الوضوء، فص فى سنن الوضوء)

وحد المضمضة استيعاب جميع الفم .والمبالغة فيه أن يصل الماء إلى رأس الحلق.

وحد الاستنشاق أن يصل الماء إلى المارن .والمبالغة فيه أن يجاوز المارن، وهو بكسر الراء: ما اشتد من الأنف (فتح باب العناية بشرح النقاية لمنلا على القارى، ج ۱، ص ۵۰، كتاب الطهارة، سنن الوضو)

قال الطيبى :الغرغرة أن يجعل المشروب فى الفم، ويردد إلى أصل الحلق ولا يبتلع (مرقاة المفاتيح، ج۴ ص ۱۶۲۳، كتاب أسماء الله تعالى، باب الاستغفار والتوبة)

www.idaraghufran.org

ان کے نزدیک غسل درست ہوجاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 9......کلی کرتے وقت غیرارادی طور پر حلق میں پانی چلے جانے پر حکم

مسئلہ نمبر 9......اگر کلی کرتے وقت روزہ یاد ہوتے ہوئے غیرارادی طور پر غلطی سے (یعنی پانی اندر لے جانے کا ارادہ کئے بغیر) پانی پیٹ میں چلا گیا، تو حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر روزہ یاد نہ ہو، تو پھر روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جبکہ بعض حنفیہ نے تین مرتبہ تک کلی کرنے اور بعض نے فرض نماز کے وضو کی کلی کرنے کی صورت میں غلطی سے پانی پیٹ میں جانے کو روزہ کے فاسد ہونے کا سبب قرار نہیں دیا، اور فرمایا کہ تین دفعہ سے زیادہ کلی کرنا شریعت پر زیادتی ہے، اوراسی طرح غیر فرض نماز ضروری نہیں، اس لئے ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ [2]

---

[1] واختلفوا فى داخل الفم والأنف، فقال الحنفية والحنابلة :إنه من البدن، فالمضمضة والاستنشاق فرض عندهما فى الغسل، وقال المالكية والشافعية :إن الفرض هو غسل الظاهر فقط، فلا تجب المضمضة والاستنشاق فى الغسل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص١٩، مادة" تعميم"حرف التاء)

وذهب المالكية والشافعية إلى عدم وجوب المضمضة والاستنشاق فى الغسل، لأن الفم والأنف ليسا من ظاهر الجسد فلا يجب غسلهما، واعتبروا غسلهما من سنن الغسل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣١، ص٢٠٩، مادة" غسل"حرف الغين)

فذهب جمهور الفقهاء -الحنفية والمالكية والشافعية -إلى أنه لا يجب غسل باطن الفم فى الوضوء ، بل يسن وذلك فى المضمضة وكذا الحكم فى الغسل عند المالكية والشافعية.

وقال الحنفية بفرضية غسل الفم -المضمضة -فى الغسل.

وذهب الحنابلة إلى أن الفم من الوجه، فتجب المضمضة فى الوضوء والغسل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٢، ص٢١٠، مادة" فم"حرف الفاء)

[2] ولو تمضمض أو استنشق فسبق الماء حلقه ودخل جوفه فإن لم يكن ذاكرا لصومه لا يفسد صومه لأنه لو شرب لم يفسد، فهذا أولى وإن كان ذاكرا فسد صومه عندنا.

وقال ابن أبى ليلى: إن كان وضوئه للصلاة المكتوبة لم يفسد وإن كان للتطوع فسد، وقال الشافعي: لا يفسد أيهما كان، وقال بعضهم: إن تمضمض ثلاث مرات فسبق الماء حلقه لم يفسد، وإن زاد على الثلاث فسد، وجه قول ابن أبى ليلى أن الوضوء للصلاة المكتوبة فرض، فكأن المضمضة، والاستنشاق من ضرورات إكمال الفرض، فكان الخطأ فيهما عذرا بخلاف صلاة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور جو حکم وضو کے دوران منہ، یا ناک سے پانی پیٹ میں داخل ہونے کا ہے، وہی حکم غسل کرتے وقت بھی پیٹ میں پانی داخل ہونے کا ہے۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک غسل کے دوران غلطی سے پانی پیٹ میں داخل ہوجانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔[1]

یہ تفصیل تو حنفیہ کے نزدیک ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التطوع، وجه قول من فرق بين الثلاث وما زاد عليه أن السنة فيهما، والثلاث فكان الخطأ فيهما من ضرورات إقامة السنة فكان عفوا.

وأما الزيادة على الثلاث فمن باب الاعتداء على ما قال النبي – صلى الله عليه وسلم – فمن زاد، أو نقص فقد تعدى وظلم فلم يعذر فيه، والكلام مع الشافعي على نحو ما ذكرنا في الإكراه يؤيد ما ذكرنا أن الماء لا يسبق الحلق في المضمضة، والاستنشاق عادة إلا عند المبالغة فيهما، والمبالغة مكروهة في حق الصائم، قال النبي – صلى الله عليه وسلم – للقيط بن صبرة: بالغ في المضمضة، والاستنشاق إلا أن تكون صائما فكان في المبالغة متعديا فلم يعذر بخلاف الناسي(بدائع الصنائع، ج٢ص ٩١، كتاب الصوم، فصل اركان الصيام)

[1] وإن تمضمض أو استنشق فدخل الماء جوفه إن كان ذاكرا لصومه فسد صومه وعليه القضاء، وإن لم يكن ذاكرا لا يفسد صومه كذا في الخلاصة وعليه الاعتماد.

ولو رمى رجل إلى صائم شيئا فدخل حلقه فسد صومه؛ لأنه بمنزلة المخطء، وكذا إذا اغتسل فدخل الماء حلقه كذا في السراج الوهاج(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ٢٠٢، كتاب الصوم، الباب الرابع، النوع الاول)

فلو دخل الماء في الغسل أنفه أو أذنه ووصل إلى الدماغ لا شيء عليه اهـ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢، ص ٣٠٠، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

وفي البقالي :إذا أمسك في فمه شيئاً لا يؤكل، فوصل إلى جوفه لا يفسد صومه، وفيه أيضاً :إذا اغتسل فدخل الماء في فمه لا يفسد صومه .وفيه أيضاً :عن نصر إذا اغتسل، فدخل الماء في فمه لا يفسد صومه؛ لأنه لم يصب فيه متعمداً(المحيط البرهاني، ج٢ص ٣٨٥، كتاب الصوم، الفصل الرابع فيما يفسد الصوم وما لا يفسد صومه)

وما عن نصير بن يحيى فيمن اغتسل ودخل الماء في حلقه لم يفسد اهـ(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢ص ٢٩٢، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک روزہ کے باب میں خطاء مانعِ افطارِ صوم نہیں ہے، پھر بعض حنفیہ نے یہاں خطاء کو مانعِ افطار کیوں قرار دیا؟ اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ ان حضرات نے دفعِ حرج کے لئے یہ قول کیا، اور اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق معفوعنہ صورتوں کو دخولِ ذباب کے مشابہ سمجھا۔

اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک اگر کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہ کیا جائے، اور پھر غلطی سے پانی پیٹ میں داخل ہوجائے، تو روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ روزہ کی حالت میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا منع ہے، لہٰذا جب تک شریعت کے اس حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا پایا جائے گا، تو اس وقت تک پانی پیٹ میں جانے سے حرج وتنگی لازم آنے کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، ورنہ ٹوٹ جائے گا۔

شوافع کے صحیح تر قول کے مطابق اگر روزہ دار نے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کیا، جس کے نتیجے میں پانی اندر داخل ہوگیا، تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ حدیث میں مبالغہ کی ممانعت آئی ہے، اس لئے مبالغہ کرنے میں تعدی وزیادتی پائی جاتی ہے، اور مبالغہ کے بغیر یہ مکھی کے مشابہ ہے۔

ہمارے نزدیک دلیل کے لحاظ سے یہی راجح ہے، اور دفعِ حرج کی وجہ سے اسی پر فتویٰ دینا چاہئے، بالخصوص جبکہ بعض حنفیہ نے بھی اپنے اجتہاد کی روشنی میں دفعِ حرج کا اعتبار کرتے ہوئے مفسد قرار نہیں دیا۔ [1]

اور حنابلہ کے نزدیک مبالغہ، یا اسراف کرنے کی صورت میں حلق میں پانی داخل ہونے پر تو روزہ فاسد ہوتا ہے، ورنہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ جس طرح مبالغہ میں زیادتی پائی جاتی ہے، اسی طرح اسراف میں بھی زیادتی پائی جاتی ہے، اور بغیر زیادتی کے پانی کا دخول،

---

[1] وقال عطاء إن تمضمض ثم أفرغ ما فی فیه من الماء لا یضیره إن لم یزدرد ریقه وماذا بقی فی فیه ولا یمضغ العلک فإن ازدرد ریق العلک لا أقول إنه یفطر ولکن ینهی عنه فإن استنثر فدخل الماء حلقه لا بأس لم یملک (صحیح البخاری، ج۳ص ۳۱، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم إذا توضأ فلیستنشق بمنخره الماء ولم یمیز بین الصائم وغیره)

وقال الشافعیة :إن تمضمض الصائم أو استنشق فسبق الماء إلی جوفه أو دماغه فثلاثة أقوال :أصحها عند الأصحاب :إن بالغ أفطر وإلا فلا، والثانی :یفطر مطلقا، والثالث: لا یفطر مطلقا، والخلاف فیمن هو ذاکر للصوم عالم بالتحریم فإن کان ناسیا أو جاهلا لم یبطل بلا خلاف (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳۸، ص۱۰۷، ۱۰۸، مادة"مضمضة "حرف المیم)

مکھی کے مشابہ ہے، جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ؎

؎ وقال الحنابلة :إن تمضمض الصائم أو استنشق فی الطهارة فسبق الماء إلى حلقه من غير قصد ولا إسراف فلا شیء عليه، لأنه وصل إلى حلقه من غير إسراف ولا قصد، فأما إن أسرف فزاد على الثلاث أو بالغ فقد فعل مكروها لأنه يتعرض بذلک بإيصال الماء إلى حلقه، فإن وصل إلى حلقه فعلی وجهين أحدهما :يفطر، والثانی :لا يفطر به لأنه وصل من غير قصد فأشبه غبار الدقيق والحكم فی المضمضة لغير الطهارة كالحكم فی المضمضة للطهارة إن كانت لحاجة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨،ص١٠٨ ،مادة"مضمضة "حرف الميم)

(أو تمضمض أو استنشق) فی الوضوء، (فدخل الماء حلقه) ؛ لأنه واصل بغير قصد، أشبه الذباب فإن كان لنجاسة فكالوضوء) .لم يفسد صومه) لما ذكرنا، (وإن زاد على الثلاث) فی أحدهما (أو بالغ فيهما) فدخل الماء حلقه (فعلى وجهين) كذا فی "الكافی "و "المحرر "و "الفروع " أحدهما: لا يفطر جزم به فی "الوجيز "؛ لأنه واصل بغير اختياره، والثانی: بلى؛ لأنه فعل مكروها تعرض به إلى إيصال الماء إلى حلقه، أشبه الإنزال بالمباشرة، واختار المجد يبطل بالمبالغة للنهی الخاص، وعدم ندرة الوصول فيها بخلاف المجاوزة، وأنه ظاهر كلام أحمد فی المجاوزة: يعجبنی أن يعيد(المبدع فی شرح المقنع، ج٣ص٢٧، كتاب الصيام، باب مالايفسد الصوم)

قوله (وإن زاد على الثلاث، أو بالغ فيها، فعلى وجهين) ، وأطلقهما فی الهداية، والمستوعب، والخلاصة، والكافی، والهادی، والمغنی والتلخيص، والبلغة، وشرح المجد، والمحرر، والشرح، والرعايتين، والحاويين وشرح ابن منجی، والنظم، والفروع، والفائق .أحدهما: لا يفطر، وهو المذهب، صححه فی التصحيح .قال فی العمدة: لو تمضمض أو استنشق، فوصل إلى حلقه ماء: لم يفسد صومه، وجزم به فی الإفادات، وناظم المفردات، وهو منها، ويأتی كلامه فی الوجيز، والمنور، والوجه الثانی: يفطر صححه فی المذهب، ومسبوک الذهب، وقدمه ابن رزين فی شرحه .وجزم فی الفصول بالفطر بالمبالغة، وقال به إذا زاد على الثلاث، وقيل: يبطل بالمبالغة دون الزيادة، اختاره المجد .قال فی الوجيز، والمنور: لو دخل حلقه ماء طهارة، ولو بمبالغة: لم يفطر، وظاهره كلام الإمام أحمد: إبطال الصوم بالمجاوزة على الثلاث، فإنه قال: إذا جاوزت الثلاث، فسبق الماء إلى حلقه: يعجبنی أن يعيد الصوم .قاله ابن عقيل، والمجد فی شرحه(الانصاف للمرداوی، ج٣ص٣٠٨،وص٣٠٩،كتاب الصيام، باب مايفسد الصوم ويوجب الكفارة)

(مسألة) قال (أو اغتسل أو تمضمض أو استنشق فدخل الماء حلقه لم يفسد صومه) المضمضة والاستنشاق لا يفطر بغير خلاف سواء كان فی طهارة أو غيرها وقد روی عن النبی صلی الله عليه وسلم ان عمر سأله عن القبلة للصائم فقال النبی صلی الله عليه وسلم "أرأيت لو تمضمضت من اناء وأنت صائم "قلت لا بأس قال "فمه "ولان الفم فی حكم الظاهر فلا يبطل الصوم بالواصل إليه كالانف والعين فان تمضمض أو أستنشق فی الطهارة فسبق الماء إلى حلقه من غير قصد ولا إسراف فلا شیئ عليه، وهذا قول الاوزاعی وإسحاق والشافعی فی أحد قوليه وروی ذلک عن ابن عباس وقال مالک وأبو حنيفة يفطر لانه أوصل الماء إلى حلقه ذاكرا لصومه فأفطر كما لو تعمد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 10......دل کی تکلیف کے لئے زبان کے نیچے گولی رکھنے کا حکم

مسئلہ نمبر 10...... دل کی اچانک تکلیف کے لئے ایک مخصوص گولی ایجاد کی گئی ہے، جس کو مریض زبان کے نیچے رکھ لیتا ہے، اور وہ مسامات کے ذریعہ مخصوص رگوں اور پٹھوں میں جذب ہوجاتی ہے، جس سے مریض کو فوری طور پر افاقہ ہوجاتا ہے۔

اگر کسی شخص کو روزہ کی حالت میں اس گولی کو استعمال کرنے کی ضرورت پیش آجائے، اور وہ احتیاط کے ساتھ اس گولی کو زبان کے نیچے رکھ لے، اور اس سے پیدا ہونے والے لعاب کو پیٹ میں لے جانے سے بچنے کا اہتمام کرے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شربه ولنا أنه وصل إلى حلقه من غير قصد ولا إسراف أشبه مالو طارت ذبابة إلى حلقه وبهذا فارق المتعمد (الشرح الكبير على متن المقنع لابنِ قدامة، ج۳ص ۴۴، كتاب الصيام، باب ما يفسد الصوم ويوجب الكفارة)

(قلت :رجل استنشق فدخل الماء إلى حلقه، وهو صائم؟)قال :إذا كان لا يريد ذاك فلا بأس به(مسائل الامام الاحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه، ج۳ص ۱۲۱۴ ، رقم المسئلة ۶۸۴، كتاب الصيام)

وعند الشافعية فيه ثلاثة اقوال اصحها ان بالغ افطر والا فلا.والثاني: يفطر مطلقا(كمذهب الاحناف والموالك) وهو قول المزني من الشافعية ، وهو قول اكثر الفقهاء، كما نقله النووي عن الماوردي رح.والثالث:لايفطر مطلقا ،وهو قول الحسن البصري، واسحاق وابي ثور رحمهم الله تعالىٰ.واما الحنابلة فعدوه مانعا للفطر اذا لم يوجد من الصائم اسراف ولا مبالغة ، فلا يفطر عندهم ايضا ، واما اذا وجد منه اسراف او مبالغة، فاختلفوا على وجهين ، وظاهر كلام الامام احمد رح ابطال الصوم، كالقول الاصح عند الشافعية (ضابط المفطرات في مجال التداوي، للشيخ المفتي محمد رفيع العثماني، ص ۱۴۰ ،الباب الثاني،الفصل الثالث في الموانع)

[۱] ولو مص إهليلجة فدخل الماء حلقه؟ قال: لا يفسد صومه ذكره في الفتاوى(بدائع الصنائع، ج۲ص ۹۹، كتاب الصوم، فصل حكم فساد الصوم)

(قوله: ومص إهليلج) أي بأن مضغها فدخل البصاق حلقه ولا يدخل من عينها في جوفه لا يفسد صومه كما في التتارخانية وغيرها وفي المغرب الهليلج معروف عن الليث، وكذا في القانون وعن أبي عبيد الإهليلجة بكسر اللام الأخيرة ولا تقل هليلجة وكذا قال الفراء .اهـ(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص ۳۹۶، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

فالمراد بالمص استخراج مائية الجامد بالفم وإيصالها إلى الجوف(رد المحتار على الدر المختار، ج۳،ص ۷۶۶، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى والإتيان والركوب وغير ذلك)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ وضو میں کلی کرنا، سنت ہے، جس سے منہ اور زبان میں پانی کی تری محسوس ہوتی ہے، اور مسامات کے ذریعہ پانی، اندر جانے کا امکان ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود روزہ کی حالت میں کلی کرنا، بلا کراہت جائز ہے، اور ضرورت کی حالت میں منہ میں کوئی چیز چکھنا بھی جائز ہے، جبکہ چکھنے میں بھی مسامات میں چکھی جانے والی چیز کا اثر جاتا ہے۔

پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ضرورت اور تکلیف کو دور کرنے کے لئے دل کے مریض جو گولی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعد اطلاعه على البحوث المقدمة في موضوع المفطرات في مجال التداوي، والدراسات والبحوث والتوصيات الصادرة عن الندوة الفقهية الطبية التاسعة التي عقدتها المنظمة الإسلامية للعلوم الطبية، بالتعاون مع المجمع وجهات أخرى، في الدار البيضاء بالمملكة المغربية، في الفترة من ٩إلى ١٢ صفر١٤١٨هـ (الموافق ١٤ـ١٧ يونيو١٩٩٧م) ، واستماعه للمناقشات التي دارت حول الموضوع بمشاركة الفقهاء والأطباء ، والنظر في الأدلة من الكتاب والسنة، وفي كلام الفقهاء .قرر ما يلي:أولاً :الأمور الآتية لا تعتبر من المفطرات:

(١) قطرة العين، أو قطرة الأذن، أو غسول الأذن، أو قطرة الأنف، أو بخاخ الأنف، إذا اجتنب ابتلاع ما نفذ إلى الحلق.

(٢)الأقراص العلاجية التي توضع تحت اللسان لعلاج الذبحة الصدرية وغيرها، إذا اجتنب ابتلاع ما نفذ إلى الحلق(مجلة مجمع الفقه الاسلامي، ج١٠ ص٩١٣، موضوع:المفطرات في مجال التداوي،قرار رقم: ٩٩/١/د١٠، التاريخ: ٢٣الى ٢٨ صفر ١٤١٨هـ، المنعقدة :بجدة، السعودية)

المسألة الثانية :الأقراص التي توضع تحت اللسان :التعريف بها :هي أقراص توضع تحت اللسان لعلاج بعض الأزمات القلبية، وهي تمتص مباشرة بعد وضعها بوقت قصير، ويحملها الدم إلى القلب، فتوقف أزماته المفاجئة، ولا يدخل إلى الجوف شيء من هذه الأقراص.

حكمها :هذه الأقراص لا تفطر الصائم؛ لأنه لا يدخل منها شيء إلى الجوف، بل تمتص في الفم كما سبق.وأيضاً ليست هذه الأقراص أكلاً ولا شرباً ولا في معناهما(مفطرات الصيام المعاصرة ص٥٠، وص ٥١،ثالثاً:أثر الاجراء ات الطبية المؤثر في الصيام،ما يدخل إلى جسم الصائم عبر الفم،لأحمد بن محمد الخليل،الأستاذ المساعد في قسم الفقه،بجامعة القصيم، الناشر: دارابن الجوزي، الدمام، السعودية، الطبعة الخامسة: ١٤٣٥هـ)

مضغ دواء لا يتحلل منه شيء إلى المعدة ، ففي التتارخانية أنه إذا مضغ الإهليلج ، ولم يدخل منه شيء إلى المعدة إلا أن الريق المتأثر بالمضغ قطعًا وصل إلى معدته ، أنه لا يفطر(مجلة مجمع الفقه الإسلامي،ج١٠ ص٦١٠، مقالة:المفطرات، اعداد: الشيخ محمد المختار السلامي،مفتي الجمهورية التونسية)

زبان کے نیچے رکھتے ہیں، اور اس کے اثرات مسامات کے ذریعہ سے اندر جاتے ہیں، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ ضرورت کی حالت میں کوئی چیز چکھنا، ایسا ہی ہے، جیسا کہ کلی کرنا، جو مکروہ نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 11...... بلا اختیار گرد وغبار، مکھی، مچھر، یا دھویں کے اندر جانے کا حکم

مسئلہ نمبر 11...... بلا اختیار گرد وغبار، مکھی، مچھر، یا فضا میں موجود دھوئیں کے سانس کے ساتھ حلق کے اندر، بلعومِ خنجری، یا بلعوم سفلی (Hypopharynx) سے نیچے چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، شریعت نے ان چیزوں کو دفعِ حرج کی وجہ سے معاف قرار دے دیا ہے۔ [2]

---

[1] وذوق الطعام يكره لغير حاجة؛ لكن لا يفطره .وأما للحاجة فهو كالمضمضة(مجموع الفتاوى، ج۲۵، ص ۲۶۶، كتاب الصيام،سئل :عن المضمضة والاستنشاق والسواک الخ)

بعض ڈاکٹروں نے بتایا کہ یہ دوا لعابِ دہن کے علاوہ حل نہیں ہوسکتی، اور لعابِ دہن پیٹ میں جائے بغیر نہیں رہ سکتا، اس لئے یہ دوا ضرور پیٹ میں جائے گی۔

اس بارے میں ہم اوپر اصولی انداز میں عرض کر چکے ہیں کہ اگر لعابِ دہن منہ سے باہر پھینک دیا جائے، اور صرف مسامات کے ذریعہ سے اس دوا کا اثر ہو، اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لہٰذا ہماری اصولی بحث اس کے خلاف نہیں ہے۔

[2] وقال عطاء إن استنثر فدخل الماء فى حلقه لا بأس إن لم يملک وقال الحسن إن دخل حلقه الذباب فلا شىء عليه وقال الحسن ومجاهد إن جامع ناسيا فلا شىء عليه(صحيح بخارى ، ج۳ص ۱۳۱،باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا)

عن مجاهد ، عن ابن عباس ؛ فى الرجل يدخل حلقه الذباب ، قال : لا يفطر (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۸۸۶ ، كتاب الصيام،باب فى الصائم يدخل حلقه الذباب)

عن جابر ، عن عامر ، قال : لا يفطر (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۸۸۷، كتاب الصيام، باب فى الصائم يدخل حلقه الذباب)

عن الحسن ، قال : لا يفطر(ايضاً، رقم الحديث ۹۸۸۸ ، كتاب الصيام،باب فى الصائم يدخل حلقه الذباب)

ولو دخل الذباب حلقه وهو ذاكر لصومه لا يفسد لأنه مغلوب فيه فيكون بمعنى الناسى ...... وكذلک لو دخل الغبار أو دخل الدخان أو الرائحة فى حلقه لأنه لا يمكنه الامتناع عنه فيكون فى معنى الناس(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ۱ ص ۳۵۳،كتاب الصوم)

(قوله أو دخل حلقه غبار أو ذباب، وهو ذاكر لصومه) يعنى لا يفطر؛ لأن الذباب لا يستطاع الامتناع عنه فشابه الدخان والغبار لدخولهما من الأنف إذا طبق الفم(البحرالرائق، ج۲ص ۲۹۴،كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لايفسده)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن اپنے ارادہ سے حلق کے اندر دھواں، یا کوئی گرد نما چیز کھینچی جائے، تو بہت سے فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جیسے اگربتی، وغیرہ کے قریب آکر اس کا دھواں سانس کے ساتھ کھینچا جائے، کیونکہ دھویں، اور گرد کے ساتھ مادی اجزاء شامل ہوکر اندر جاتے ہیں، جن کے سانس کی نالی کے علاوہ غذاء کی نالی میں بھی پہنچنے کا امکان ہوتا ہے، اور منہ، یا حلق کے ساتھ بھی ٹھہر کر اس کے اجزاء کا بعد میں پیٹ میں جانے کا امکان بھی ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 12...... کام کاج کے دوران گرد وغبار، اور دھویں کا حکم

مسئلہ نمبر 12...... چکی پیسنے، جھاڑو دینے، روئی دھننے اور دوسرے کام کاج کے دوران جو گرد وغبار اڑتا ہے، اس کا حکم بھی یہی ہے کہ اگر وہ خود بخود سانس کے ساتھ بلعوم حنجری، یا بلعوم سفلی (Hypopharynx) سے نیچے چلا جائے، تو روزہ نہیں ٹوٹتا، یہ چیزیں بھی دفعِ حرج کی وجہ سے معاف ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (قوله: استحسانا) وفى القياس يفسد أى بدخول الذباب لوصول المفطر إلى جوفه وإن كان لا يتغذى به كالتراب والحصاد هداية (قوله: لعدم إمكان التحرز عنه) فأشبه الغبار والدخان لدخولهما من الأنف إذا أطبق الفم كما فى الفتح، وهذا يفيد أنه إذا وجد بدا من تعاطى ما يدخل غباره فى حلقه أفسد لو فعل شرنبلالية (قوله: ومفاده) أى مفاد قوله دخل أى بنفسه بلا صنع منه(ردالمحتار، ج۲ص ۳۹۵، كتاب الصوم،باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

[1] ذهب الفقهاء إلى أن الصائم لو أدخل فى حلقه الدخان أفطر، سواء كان دخان تبغ، أو عود، أو عنبر، أو غير ذلك إذا كان ذاكرا للصوم .إذ يمكن التحرز عنه .وأما إذا وصل إلى حلقه دون قصد، فلا يفسد به الصوم، لعدم إمكان التحرز عنه، لأنه إذا أطبق الفم، دخل من الأنف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۰،ص ۲۴۰، ۲۴۱ مادة"دخان "حرف الدال)

[2] وغبار الطاحونة كالدخان(البحرالرائق، ج۲ص ۲۹۴، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لايفسده)

ولو دخل حلقه غبار الطاحونة أو طعم الأدوية أو غبار الهرس، وأشباهه أو الدخان أو ما سطع من غبار التراب بالريح أو بحوافر الدواب، وأشباه ذلك لم يفطره كذا فى السراج الوهاج(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع، النوع الاول)

(قوله: كطعم أدوية) أى لو دق دواء فوجد طعمه فى حلقه زيلعى وغيره .وفى القهستانى طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد فى حلقه لم يفطر كما فى المحيط(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص ۳۹۶، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

www.idaraghufran.org

اسی طرح کام کے دوران گرینڈر وغیرہ چلانے سے جو مٹی، دھول اڑتی ہے، اور سانس لینے کے دوران ناک، یا منہ سے چلی جاتی ہے، وہ بھی معاف ہے، جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی جگہ لگی ہوئی آگ کو بجھانے کی غرض سے داخل ہوا، جہاں دھواں ہی دھواں تھا، اور وہ دھواں اس کے حلق میں چلا گیا، یا کھانا پکاتے ہوئے، سانس کے ساتھ دھواں اندر چلا گیا، تب بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ یہاں دھواں لے جانا مقصد نہیں ہوتا، بلکہ دوسرا کام کرنا مقصد ہوتا ہے، اور کام کے دوران سانس لینا ضرورت ومجبوری ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر13...... بحالتِ روزہ سگریٹ وحقہ نوشی کا حکم

مسئلہ نمبر13...... منہ کے ذریعہ سے سگریٹ نوشی، بیڑی اور حقہ نوشی کے مروجہ طریقہ پر کرنے، یعنی منہ سے لگا کر سانس کے ساتھ دھواں حلق کی طرف کھینچنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ سگریٹ نوشی کرنے، اور بیڑی، حقہ وغیرہ پینے سے اپنے اختیار کے ساتھ دھواں حلق سے نیچے، یا بالفاظ دیگر بلعومِ حنجری، یا بلعوم سفلی (Hypopharynx) سے نیچے یعنی ''مری'' یا ''حنجرہ'' کی طرف پہنچانا پایا جاتا ہے۔ [2]

نیز سگریٹ نوشی وغیرہ کو کھانے، پینے کے عمل کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، اور اس کو عرف وعادت میں پینا تصور کیا جاتا ہے، اور بیڑی، سگریٹ اور حقہ کے اثرات دیر تک منہ اور حلق میں رہ کر تھوک اور لعاب کے ساتھ پیٹ میں سرایت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کو غیر اختیاری دھویں اور گردوغبار پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

پھر اس بیڑی، سگریٹ اور حقہ کو رمضان کے فرض روزے میں پینے کی وجہ سے بعض حضرات

---

[1] أما الغبار الذى يصل إلى الجوف عن طريق الأنف أو نحوه بصورة غير مقصودة فلا يفطر باتفاق العلماء لمشقة الاحتراز عنه.

ويرى بعض الشافعية :أن الصائم لو فتح فاه عمدا حتى دخل التراب جوفه لم يفطر لأنه معفو عن جنسه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ١ ،ص ١٤٤ ،مادة'' تراب''حرف التاء)

[2] اتفق الفقهاء على أن شرب الدخان المعروف أثناء الصوم يفسد الصيام، لأنه من المفطرات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ ،ص ٣٦ ،مادة'' صوم''حرف الصاد)

کے نزدیک تو صرف قضاء کا حکم ہوتا ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے نزدیک کفارہ کا حکم جماع کے ذریعہ روزہ فاسد کرنے کے ساتھ خاص ہے، کھانے پینے کے ذریعہ روزہ فاسد کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ [1]

لیکن بعض دوسرے حضرات کے نزدیک قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کھا، پی کر روزہ فاسد کرنے سے بھی کفارہ لازم آجایا کرتا ہے، اور سگریٹ وغیرہ کی طرف اس کے عادی شخص کی طبیعت کا میلان پایا جاتا ہے، اوراس سے پیٹ کی غیر معمولی شہوت پوری ہوتی ہے، اس لئے اس میں جنایت کامل پائی جاتی ہے۔ [2]

---

[1] اتفق الفقهاء على أن شرب الدخان المعروف أثناء الصوم يفسد الصيام لأنه من المفطرات، كذلك يفسد الصوم لو أدخل الدخان حلقه من غير شرب، بل باستنشاق له عمدا، أما إذا وصل إلى حلقه بدون قصد، كأن كان يخالط من يشربه فدخل الدخان حلقه دون قصد، فلا يفسد به الصوم، إذ لا يمكن الاحتراز من ذلك.

وعند الحنفية والمالكية :إن تعمد ذلك فعليه القضاء والكفارة .وعند الشافعية والحنابلة عليه القضاء فقط، إذ الكفارة عندهم تكون بالجماع فقط فی نهار رمضان(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١١١ ،مادة "تبغ" حرف التاء)

[2] (قوله: أنه لو أدخل حلقه الدخان) أی بأی صورة كان الإدخال، حتى لو تبخر ببخور وآواه إلى نفسه واشتمه ذاكرا لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس، ولا يتوهم أنه كشم الورد ومائه والمسک لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسک وشبهه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله إمداد وبه علم حكم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالی فی شرحه على الوهبانية بقوله:

ويمنع من بيع الدخان وشربه ...وشاربه فی الصوم لا شک يفطر

ويلزمه التكفير لو ظن نافعا ...كذا دافعا شهوات بطن فقرروا(ردالمحتار، ج٢ص٣٩٥، كتاب الصوم ،باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

المقصد الثانی فی وجوب الكفارة بشرب الدخان فی حالة الصوم :

إعلم أن الكفارة تجب بالتغذی ،واختلفوا فی معناه ،هل هو أن يميل الطبع إليه ،وتنقضی شهوة البطن به، وقيل هو ما يعود نفعه إلى اصلاح البدن ،وفائدته تظهر فی ما إذا مضغ لقمة ،ثم أخرجها، ثم ابتلعها ،فعلى القول الثانی :تجب الكفارة ،وعلى الأول لا تجب ،وهو الاصح(زجر أرباب الريان عن شرب الدخان، لعبد الحيئ اللكنوی،ص ٦٩ ،المقصد الثانی ،مشمولة: مجموعة رسائل اللكنوی، ج٢، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشی، الباكستان، الطبعة الأولىٰ: ١٤١٩هـ)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 14...... بحالتِ روزہ، آکسیجن لینے کا حکم

مسئلہ نمبر 14...... خالص آکسیجن جس میں دوا کے اجزاء شامل نہ ہوں، اس کے علاج کی غرض سے منہ، یا ناک کے ذریعہ استعمال کرنے سے روزہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا حکم ہوا کی طرح ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 15...... سانس کی تنگی کے لئے وینٹولین VENTOLIN کے استعمال کا حکم

مسئلہ نمبر 15...... بعض لوگوں کو سانس کی تنگی، یا دمہ کی سنگین شکایت ہوتی ہے، جس کو دور کرنے کے لئے آج کل مختلف قسم کی ادویات استعمال کرائی جاتی ہیں جن میں ایک چیز ہوائی پمپ کی صورت میں ہوتی ہے، جس کو عربی زبان میں ''بخاخ الربو(Puffer، Asthma spray)اورانہیلر (Inhaler) اور وینٹولین (VENTOLIN) کہا جاتا ہے، اس کو استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹنے، نہ ٹوٹنے کے بارے میں اہلِ علم حضرات کا اختلاف ہے،

---

[1] بعد اطلاعه على البحوث المقدمة فى موضوع المفطرات فى مجال التداوى، والدراسات والبحوث والتوصيات الصادرة عن الندوة الفقهية الطبية التاسعة التى عقدتها المنظمة الإسلامية للعلوم الطبية، بالتعاون مع المجمع وجهات أخرى، فى الدار البيضاء بالمملكة المغربية، فى الفترة من ٩إلى ١٢ صفر١٤١٨هـ (الموافق ١٤-١٧ ايونيو١٩٩٧م) ، واستماعه للمناقشات التى دارت حول الموضوع بمشاركة الفقهاء والأطباء ، والنظر فى الأدلة من الكتاب والسنة، وفى كلام الفقهاء .قرر ما يلى:أولاً :الأمور الآتية لا تعتبر من المفطرات:..........

(٩)غاز الأوكسجين(مجلة مجمع الفقه الاسلامى، ج١٠ ص٩١٣، موضوع:المفطرات فى مجال التداوى،قرار رقم: ٩٩/١/د١٠، التاريخ: ٢٣الىٰ ٢٨ صفر ١٤١٨هـ، المنعقدة :بجدة، السعودية)

المسألة الثانية :غاز الأكسجين.

التعريف به :غاز الأكسجين هو هواء يعطى لبعض المرضى، ولا يحتوى على مواد عالقة، أو مغذية، ويذهب معظمه إلى الجهاز التنفسى.

حكمه :لا يعتبر غاز الأكسجين مفطراً كما هو واضح، فهو كما لو تنفس الهواء الطبيعى(مفطرات الصيام المعاصرة ص٦٠،ثالثاً:أثر الاجراء ات الطبية المؤثر فى الصيام،ما يدخل إلى جسم الصائم عبر الانف،لأحمد بن محمد الخليل،الأستاذ المساعد فى قسم الفقه،بجامعة القصيم، الناشر: دارابن الجوزى، الدمام، السعودية، الطبعة الخامسة: ١٤٣٥هـ)

www.idaraghufran.org

بعض حضرات کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس میں دوا ہوتی ہے اور وہ پمپ کے ذریعے حلق کے اندر پہنچ جاتی ہے۔ [1]

جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس میں دوا کی مقدار، آکسیجن کے مقابلہ میں بہت تھوڑی اور مغلوب ہوتی ہے، نیز دوا کا ''مری'' یعنی خوراک کی نالی (Esophagus) میں پہنچنا یقینی نہیں ہوتا، بلکہ مشکوک ہوتا ہے، اور اس کے اصل اجزاء منہ وحلق کے مسامات میں حل ہو جاتے ہیں۔ [2]

---

[1] وقضية (البخاخة) فهذه البخاخة إنما تدخل هواء من الفم إلى الحلق، فهذا يدخل الجوف، ولكن حكم هذه المسألة ينبني على أنه هل يكون في ذلك الهواء شيء من الدواء الجوهري أو لا يكون؟ فما سمعته من السادة الأطباء الموجودين هنا أنه يشتمل على نسبة ضئيلة من الدواء ويصل إلى الجوف، وبما أن الفقهاء لم يفرقوا بين القليل والكثير ما دام الشيء يدخل إلى الجوف، فلو كان قليلًا فإنه يفسد الصوم ومثلوا لذلك بالسمسمة(مجلة مجمع الفقه الاسلامی، ج١٠ ص ٨٣٢، المناقشة: للشيخ المفتی تقی العثمانی)

[2] المسألة الأولى :بخّاخ الربو:

التعريف به :بخّاخ الربو علبة فيها دواء سائل يحتوي على ثلاثة عناصر:

(١)مواد كيميائية (مستحضرات طبية)(٢)ماء(٣)أوكسجين.

ويتم استعماله بأخذ شهيق عميق مع الضغط على البخّاخ في نفس الوقت.

وعندئذ يتطاير الرذاذ ويدخل عن طريق الفم إلى البلعوم الفمي، ومنه إلى الرغامي، فالقصباتِ الهوائية، ولكن يبقى جزء منه في البلعوم الفمي، وقد تدخل كمية قليلة جداً إلى المريء .

حكم بخّاخ الربو:اختلف المعاصرون فيه على قولين:

القول الأول :أن بخّاخ الربو لا يفطر، ولا يفسد صوم الصائم، وهو قول شيخنا عبد العزيز بن باز-رحمه الله -وشيخنا محمد بن صالح العثيمين -رحمه الله -، والشيخ عبد الله بن جبرين ، والشيخ الدكتور الصديق الضرير، ود .محمد الخياط،واللجنة الدائمة.

الأدلة:

(١) أن الداخل من بخّاخ الربو إلى المريء ومن ثم إلى المعدة قليل جداً، فلا يفطّر قياساً على المتبقي من المضمضة والاستنشاق.

بيان ذلک كما يلي:

تحتوي عبوة بخاخ الربو على ١٠ مللیتر من السائل بما فيه المادة الدوائية، وهذه الكمية مُعدة على أساس أن يبخ منه٢٠٠ بخة (أي أن ال١٠ مللتر تنتج ٢٠٠ بخة) أي :أنه في كل بخة يخرج جزء من المللتر الواحد، فكل بخة تشكل أقل من قطرة واحدة ، وهذه القطرة الواحدة ستقسم إلى أجزاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں اس پمپ کے احتیاط کے ساتھ استعمال کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں دوا کے اجزاء ہوا میں تحلیل ہوکر ہوا کا مادہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يدخل الجزء الأكبر منه إلى جهاز التنفس، وجزء آخر يترسب على جدار البلعوم الفمي، والباقي قد ينزل إلى المعدة ،وهذا المقدار النازل إلى المعدة يعفى عنه قياساً على المتبقى من المضمضة والاستنشاق، فإن المتبقى منها أكثر من القدر الذى يبقى من بخة الربو "ولو مضمض المرء بماء موسوم بمادة مشعة، لاكتشفنا المادة المشعة فى المعدة بعد قليل، مما يؤكد وجود قدر يسير معفو عنه، وهو يسير يزيد -يقيناً -عما يمكن أن يتسرب إلى المرىء من بخاخ الربو إن تسرب "
(٢)أن دخول شيء إلى المعدة من بخاخ الربو أمر ليس قطعياً، بل مشكوك فيه، أى قد يدخل وقد لا يدخل، والأصل صحة الصيام وعدم فسادة، واليقين لا يزول بالشك.
(٣)أنه لا يشبه الأكل والشرب، بل يشبه سحب الدم للتحليل والإبر غير المغذية.
المناقشة :يشكل على هذا الدليل وجود قدر من الماء فى تركيب الدواء كما سبق بيانه.
(٤)أن البخاخ يتبخر ولا يصل إلى المعدة، وإنما يصل إلى القصبات الهوائية.
المناقشة :سبق أنه قد يصل شيء يسير من مادة البخاخ إلى المعدة.
(٥)ذكر الأطباء أن السواك يحتوى على ثمانية مواد كيميائية، تقى الأسنان، واللثة من الأمراض، وهى تنحل باللعاب وتدخل البلعوم، وقد جاء فى صحيح البخارى عن عامر بن ربيعة "رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يستاك وهو صائم ما لا أحصى.
فإذا كان عُفى عن هذه المواد التى تدخل إلى المعدة؛ لكونها قليلة وغير مقصودة، فكذلك ما يدخل من بخاخ الربو يعفى عنه للسبب ذاته.
القول الثانى :أن بخاخ الربو يفطِّر، ولا يجوز تناوله فى رمضان إلا عند الحاجة للمريض، ويقضى ذلك اليوم، وهو قول الدكتور فضل حسن عباس(والشيخ محمد المختار السلامى، والدكتور محمد الألفى، والشيخ محمد تقى العثمانى، والدكتور وهبة الزحيلى)
دليل القول الثانى :أن محتوى البخاخ يصل إلى المعدة عن طريق الفم فهو مفطر .
المناقشة:
يجاب عنه بالدليل الأول لأصحاب القول الأول.
ولم أقف لهم على دليل آخر سوى ما ذكرته.
الترجيح:
الذى يظهر والله أعلم أن بخاخ الربو لا يفطر، فإن ما ذكره القائلون بعدم التفطير وجيه، وقياسهم على المضمضة والسواك قياس صحيح، والله سبحانه وتعالى أعلم(مفطرات الصيام المعاصرة ص٤٦ الى ٥٠،ثالثاً:أثر الاجراء ات الطبية المؤثر فى الصيام،ما يدخل إلى جسم الصائم عبر الفم،لأحمد بن محمد الخليل،الأستاذ المساعد فى قسم الفقه،بجامعة القصيم، الناشر: دارابن الجوزى، الدمام، السعودية، الطبعة الخامسة: ١٤٣٥هـ)

سانس کی نالی میں پہنچتا ہے،غذاء کی نالی میں کچھ نہیں جاتا،البتہ اگراس کے ساتھ سپیسر Spacer (مخصوص گول شیشہ)لگا کراستعمال کیا جائے،تو زیادہ بہتر ہے،کیونکہ اس میں ہوا کے ساتھ دوا کے اجزاء مکمل طریقہ پر تحلیل ہوجاتے ہیں،اورمنہ میں داخل ہونے کے امکانات منعدم ہوجاتے ہیں،اس کے باوجوداگراس پمپ سے فراغت کے بعدمنہ میں کچھ اجزاءمحسوس ہوں،توان کوتھوک کے ساتھ اندر نگلنے کے بجائے،باہرتھوک دیا جائے،توبلاشبہ روزہ پرکوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔

کیونکہ مذکورہ عمل کاتعلق سانس کی نالی سے ہے،غذاء کی نالی سے نہیں،اسی وجہ سے اس کے ساتھ منہ لگا کرزور سے سانس لیاجاتا ہے،جس میں دوا کے انتہائی معمولی اجزاء ہوا کے ساتھ تحلیل ہوکرسانس کی نالی کی تنگی کودورکرتے ہیں،اورہوا کے ساتھ شامل انتہائی معمولی دواء کے اجزاء کی حیثیت ہوا میں نمی وغیرہ جیسی کثافتوں کی ہوتی ہے،اور یہ بات معلوم ہے کہ سانس اورغذاء کی نالیاں الگ الگ ہیں،سانس والی نالی میں ہوا پہنچتی ہے،سانس لینے کا تعلق،غذاء والی نالی سے نہیں،اسی لئے غذاء والی نالی میں کوئی چیز محض سانس لینے سے نہیں جاتی،بلکہ اگر چلی جائے،توتکلیف کاباعث بنتی ہے،جبکہ غذاء کی نالی میں کوئی چیز سانس کے بجائے،نگلنے سے جاتی ہے،اس لئے اس سانس کی تنگی کودورکرنے والے پمپ کواستعمال کرنا ہوا کوسانس کے ساتھ اندرکھینچنے کاحکم رکھتا ہے،نیز مریض کے لئے سانس کی تنگی کے لئے اس کا استعمال کرنا،ایک طرح سے سانس لینے کی ضرورت میں داخل ہوجاتا ہے،جس پرروزہ فاسد ہونے کاحکم لگانا،راجح معلوم نہیں ہوسکا۔ [1]

پھراس کے استعمال کرنے کے بعداگر بالفرض دوا کا کوئی جزومنہ میں موجودہو،اوراس کو باہر تھوک دیا جائے،تواس کی حیثیت کلی کرنے،یا کوئی چیز چکھ کر باہرنکالنے کے مشابہ ہوجاتی

---

[1] وإذا دخل الغبار، أو الدخان حلق الصائم لم يضره؛ لأن هذا لا يستطاع الامتناع منه فالتنفس لا بد منه للصائم والتكليف بحسب الوسع(المبسوط،لشمس الائمة السرخسي،ج٣،ص٩٨،كتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

ہے، جس کے لئے ہم نے ماسبق میں احتیاطی تدبیریں بھی ذکر کردی ہیں۔

اس کے بعد بھی بعض علماء کا مذکورہ عمل پر روزہ فاسد ہونے کا حکم لگانا، اور تکلیف میں مبتلاء لوگوں پر سختی کرنا بہر حال، راجح معلوم نہ ہوسکا۔

جو امور کھانے پینے کے قبیل سے نہ ہوں، بلکہ بیماری کے علاج معالجہ کے قبیل سے ہوں، ان میں شریعت کی طرف سے جو نرمی ورعایت رکھی گئی ہے، اس قسم کے امور میں اس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، جس میں بال کی کھال نکالنے کے طرزِ عمل سے بچنا ہی شریعت کا اصل مزاج ہے، اللہ کی طرف سے مریضوں کے لئے خصوصی رعایت دی گئی ہے، اور حرج وتنگی کو دور کیا گیا ہے، جس کو نظرانداز کر کے یکساں احکام صادر کرنا مناسب نہیں۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں سانس کی تنگی دور کرنے کے دوسرے طریقوں کا حکم بھی معلوم کیا جاسکتا ہے، جس میں یہ اصول ہی پیشِ نظر رکھنا مناسب ہوگا کہ غذائی نالی میں کوئی چیز نہ پہنچے، بے شک سانس کی نالی میں پہنچ جائے، اس کی ضرورت کے وقت مریض کو گنجائش دی جانی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر 16...... بحالتِ روزہ پان، یا نسوار کا حکم

مسئلہ نمبر 16...... اگر کسی نے پان، یا نسوار، روزہ کی حالت میں منہ میں رکھ کر فوراً باہر نکال دی، اور تھوک دی، اور اس کو یقین ہو کہ اس کا کوئی حصہ وذرہ پیٹ میں نہیں گیا، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

لیکن کیونکہ مروجہ طریقہ پر پان، یا نسوار کے استعمال میں اس کو زیادہ وقت تک منہ میں رکھا جاتا ہے، اور اس سے لعاب پیدا ہوتا ہے، اور ایسی صورت میں پان، یا نسوار کا کوئی جزو، تھوک کے ساتھ مل کر پیٹ میں داخل ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے، جس میں روزہ ٹوٹنے کا غالب گمان پایا جاتا ہے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا ہی متعین ہے، اور اگر کوئی جزو پیٹ میں چلا گیا، تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور سگریٹ نوشی کی طرح بعض کے نزدیک صرف

قضاء، اور بعض کے نزدیک کفارہ بھی واجب ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر 17...... بحالتِ روزہ منہ کے خون، اور اس کو نگلنے کا حکم

مسئلہ نمبر 17...... اگر روزہ کی حالت میں کسی کے مسوڑھے، یا منہ کے کسی حصہ سے خون نکلا، اور اس نے اس کو باہر تھوک دیا، تو اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

لیکن اگر اس کو پیٹ میں لے جائے، تو حنفیہ کے علاوہ بعض فقہاء کے نزدیک جب روزہ دار کو تھوک کے ساتھ خون کے شامل ہونے کا علم ہو، تو خواہ اس کی مقدار تھوڑی ہو، یا زیادہ، تو اس کے پیٹ میں لے جانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ [2]

جبکہ حنفیہ میں سے بعض حضرات کے نزدیک اگر خون کی مقدار تھوک کی مقدار سے کم ہو، تو اس کو تھوک کا حکم حاصل ہے، اس لئے اس کو پیٹ میں لے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

البتہ اگر خون کی مقدار تھوک سے زیادہ، یا اس کے برابر ہو، جس کی پہچان یہ ہے کہ اس کا ذائقہ واضح طور پر حلق میں محسوس ہو، تو بہت سے حنفیہ کے نزدیک اس کو پیٹ میں داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ اس صورت میں اس کو تھوک کے بجائے خون کا حکم حاصل ہے۔

---

[1] (و) كره (مضغ العلك) قيل إذا كان أبيض ممضوغا وإلا يفطر لكن إطلاق المصنف يشعر بأن لا فرق بين علك وعلك وممضوغ وغير ممضوغ كما في ظاهر الرواية.

وفي الفتح إذا فرض في بعض العلك معرفة الوصول منه عادة وجب الحكم فيه بالفساد ولأنه كالمتيقن وفي غير الصوم لا يكره وللمرأة مضغ العلك فإنه يقوم مقام السواك في حقهن ويكره للرجال إذا لم يحتج إليه (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج ١، ص ٢٤٧، كتاب الصوم)

وكذلك يفطر الصائم بمضغ الدخان أو نشوقه، لأنه نوع من أنواع التكييف، ويصل طعمه للحلق، ويتكيف به الدماغ مثل تكيفه بالدخان الذي يمص بالعود.

وهذا ما صرح به المالكية، وقواعد المذاهب الأخرى لا تأباه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٠، ص ١١١، ١١٢، مادة ”تبغ“ حرف التاء)

[2] ومذهب الشافعية والحنابلة :الإفطار بابتلاع الريق المختلط بالدم، لتغير الريق، والدم نجس لا يجوز ابتلاعه وإذا لم يتحقق أنه بلع شيئا نجسا لا يفطر، إذ لا فطر ببلع ريقه الذي لم تخالطه النجاسة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٨، ص ٦٤، مادة ” صوم“ حرف الصاد)

اور بعض حنفیہ کے نزدیک اگر مسوڑھے، یا منہ کے کسی حصہ سے نکلنے والا خون خود بخود پیٹ میں داخل ہوجائے، اور اس کو اپنے اختیار سے نہ لے جائے، تو روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ اس کی مقدار تھوک سے زیادہ کیوں نہ ہو، کیونکہ اس کو منہ سے باہر خارج کرنے کا مکلّف کرنے میں حرج لازم آتا ہے۔

اور ہمیں دلیل کی رو سے یہی قول راجح معلوم ہوا۔[1]

---

[1] وكذا إذ خرج الدم من بين أسنانه والبزاق غالب فابتلعه ولم يجد طعمه لا يفسد صومه، وإن كانت الغلبة للدم فسد صومه ،وإن استويا فسد احتياطاً (فتاویٰ قاضيخان، ج ١ ص ١٨٣، كتاب الصوم، الفصل الخامس فيما لايفسد الصوم ، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان،الطبعة الأولیٰ : ٢٠٠٩م)

(أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل إلى جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد وإلا لا، إلا إذا وجد طعمه بزازية واستحسنه المصنف وهو ما عليه الأكثر وسيجيء(الدرالمختار)

(قوله: يعني ولم يصل إلى جوفه) ظاهر إطلاق المتن أنه لا يفطر وإن كان الدم غالبا على الريق وصححه في الوجيز كما في السراج وقال: ووجهه أنه لا يمكن الاحتراز عنه عادة فصار بمنزلة ما بين أسنانه وما يبقى من أثر المضمضة كذا في إيضاح الصيرفي .اهـ .ولما كان هذا القول خلاف ما عليه الأكثر من التفصيل حاول الشارح تبعا للمصنف في شرحه بحمل كلام المتن على ما إذا لم يصل إلى جوفه؛ لئلا يخالف ما عليه الأكثر .قلت: ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان ودخل الدم إلى جوفه في النهار ولو نائما فيجب عليه القضاء إلا أن يفرق بعدم إمكان التحرز عنه فيكون كالقيء الذي عاد بنفسه فليراجع (قوله: واستحسنه المصنف) أي تبعا لشرح الوهبانية حيث قال فيه وفي البزازية قيد عدم الفساد في صورة غلبة البصاق بما إذا لم يجد طعمه وهو حسن . اهـ .(قوله: هو ما عليه الأكثر) أي ما ذكر من التفصيل بين ما إذا غلب الدم أو تساويا أو غلب البصاق هو ما عليه أكثر المشايخ كما في النهر (قوله:وسيجيء) أي ما استحسنه المصنف حيث يقول: وأكل مثل سمسمة من خارج يفطر إلا إذا مضغ بحيث تلاشت في فمه إلا أن يجد الطعم في حلقه اهـ(ردالمحتار، ج٢ص ٣٩٦،٣٩٧،كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے جو عدمِ امکانِ تحرز کی علت بیان کر کے قئے کی طرح خون کے حلق میں خود بخود چلے جانے سے عدمِ فساد کی طرف مراجعت کا جو حکم فرمایا ہے، ہمیں غور کرنے سے اس کا راجح ہونا محسوس ہوا، کیونکہ جو خون منہ کے اندر سے ہی نکل رہا ہے، اس کے پیٹ میں خود بخود داخل ہونے کا حکم قئے کے خود عود کرنے کی طرح ہی ہونا چاہئے، اور اگلے مسئلہ کے ذیل میں آتا ہے کہ منہ میں موجود کھانے وغیرہ کے ذرات جو خود بخود پیٹ میں چلے جائیں، اس سے بہت سے حضرات کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا، اور ابنِ کمال وغیرہ نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے، جس کی طرف صاحب درِمختار نے اسی مسئلہ میں ''وسیجیئ'' کے ذریعہ اشارہ فرمایا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 18...... بحالتِ روزہ دانتوں میں پھنسے ذرات کو اندر لے جانے کا حکم

مسئلہ نمبر 18...... بعض فقہاء کے نزدیک دانتوں کے درمیان اٹکے ہوئے کھانے کا ذرہ، یا گوشت، پان، چھالیہ، نسوار وغیرہ کا ریشہ اگر قلیل وتھوڑی مقدار میں ہو، اس کے (منہ سے باہر نکالے بغیر) پیٹ میں لے جانے سے دفعِ حرج کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ چبا کر لے جائے، یا بغیر چبائے ویسے ہی نگل لے، البتہ اپنے اختیار سے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اور اگر وہ کثیر وزیادہ مقدار میں ہو، تو اس کے نگل لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

پھر بعض حضرات کے نزدیک چنے کی مقدار، یا اس سے زائد ہو، تو وہ کثیر وزیادہ مقدار میں داخل ہے، اور چنے کی مقدار سے کم ہو، تو وہ قلیل وتھوڑی مقدار میں داخل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس خون کا درجہ مبحوث فیہ صورت میں منہ میں موجود ذرات سے زیادہ نہیں، بلکہ کم ہے۔

لہٰذا بندہ کے نزدیک یہی راجح ہے، بالخصوص ان لوگوں کے حق میں جنہیں مسوڑھوں وغیرہ سے خون جاری رہنے کی بیماری ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو خون تھوک کی مقدار سے کم ہو، اس سے تو بہرحال روزہ نہیں ٹوٹتا، اور جو زیادہ یا برابر ہو، وہ اگر غیر اختیاری طور پر پیٹ میں چلا جائے، اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ بیداری کی حالت میں پیٹ میں داخل ہو، یا سونے کی حالت میں، اور جو حکم منہ سے نکلنے والے خون کا ہے، وہی حکم دماغ، یا ناک کی طرف سے اندر ہی اندر سے منہ میں آنے والے نکسیر کے خون اور پائیوریا وغیرہ کی بیماری میں منہ سے نکلنے والے مواد اور پانی کا بھی ہے۔

واختار الدبوسی تقديره بما يمكن أن يبتلعه من غير استعانة بريق واستحسنه الكمال؛ لأن المانع من الإفطار ما لا يسهل الاحتراز عنه وذلک فيما يجری بنفسه مع الريق لا فيما يتعمد فی إدخاله .اهـ (ردالمحتار، ج۲ص ۴۱۵، کتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

[1] (قوله أو أكل ما بين أسنانه) أی لا يفطر؛ لأنه قليل لا يمكن الاحتراز عنه فجعل بمنزلة الريق، ولم يقيده المصنف بالقلة مع أن الكثير مفسد موجب للقضاء دون الكفارة عند أبی يوسف خلافا لزفر لما أن الكثير لا يبقى بين الأسنان، وهو مقدار الحمصة على رأی الصدر الشهيد أو ما يمكن أن يبتلعه من غير ريق على ما اختاره الدبوسی واستحسنه ابن الهمام وما دونه قليل، وأطلقه فشمل ما إذا ابتلعه أو مضغه، وسواء قصد ابتلاعه أو لا كما فی غاية البيان(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲ص ۲۹۴، کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

(ولو أكل لحما بين أسنانه) إن (مثل حمصة) فأكثر (قضى فقط وفی أقل منها لا) يفطر (إلا إذا أخرجه) من فمه (فأكله) ولا كفارة لأن النفس تعافه(الدر المختار)

(قوله: إن مثل حمصة) هذا ما اختاره الصدر الشهيد واختار الدبوسی تقديره بما يمكن أن يبتلعه من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قلیل وتھوڑی مقدار سے روزہ نہ ٹوٹنے کی اصل وجہ دفعِ حرج ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے، اس لئے دفعِ حرج کی وجہ سے تخفیف کا حکم لگایا گیا ہے۔

اور چنے کی مقدار اندازہ کے لئے ہے، ورنہ تحقیقی بات یہ ہے کہ منہ، یا دانتوں کی دَرزوں میں موجود جو چیز بغیر ارادہ کے خود بخود اندر چلی جائے، اور اس کو اندر لے جانے کے لئے تھوک کی مدد نہ لینی پڑے، تو وہ قلیل وتھوڑی مقدار میں داخل ہے، اور جو بغیر ارادہ کے خود بخود اندر داخل نہ ہو، بلکہ اس کو نگلنے کے لئے تھوک کی مدد لینی پڑے، تو وہ کثیر وزیادہ مقدار میں داخل ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ غير استعانة بريق واستحسنه الكمال؛ لأن المانع من الإفطار ما لا يسهل الاحتراز عنه وذلك فيما يجرى بنفسه مع الريق لا فيما يتعمد فى إدخاله .اهـ(رد المحتار على الدر المختار، ج٢، ص٤١٥، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم، وما لا يفسده)

ولو بقى بين أسنانه شيء فابتلعه إن كان دون الحمصة لم يضره؛ لأن ذلك القدر فى حكم التبع لريقه لقلته ولأنه لا يمكن التحرز عنه؛ لأنه يبقى بين الأسنان عادة فلو جعل مفسدا لوقع الناس فى الحرج ولهذا لا يفسد الصوم به، وإن كان قدر الحمصة فصاعدا فسدت صلاته (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج١ ص٢٤٢، كتاب الصلاة،فصل بيان ما يفسد الصلاة)

ولو بقى بين أسنانه شيء فابتلعه ذكر فى الجامع الصغير أنه لا يفسد صومه، وإن أدخله حلقه متعمدا، روى عن أبى يوسف أنه إن تعمد عليه القضاء ولا كفارة عليه ووفق ابن أبى مالك فقال: إن كان مقدار الحمصة، أو أكثر يفسد صومه وعليه القضاء ولا كفارة كما قال أبو يوسف – رحمه الله تعالى –، وقول أبى يوسف محمول عليه، وإن كان دون الحمصة لا يفسد صومه، كما لو ذكر فى الجامع الصغير، والمذكور فيه محمول عليه وهو الأصح ووجهه أن ما دون الحمصة يسير يبقى بين الأسنان عادة، فلا يمكن التحرز عنه بمنزلة الريق، فيشبه الناسى ولا كذلك قدر الحمصة فإن بقائه بين الأسنان غير معتاد فيمكن الاحتراز عنه فلا يلحق بالناسى (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٢ص٩٠، كتاب الصوم، فصل اركان الصيام)

وإن أكل ما بين أسنانه لم يفسد إن كان قليلا وإن كان كثيرا يفسد، والحمصة وما فوقها كثير، وما دونها قليل(الفتاوىٰ الهندية، ج١ ص٢٠٢، كتاب الصوم، الباب الرابع، النوع الاول)

ولنا أن القليل منه لا يمكن الامتناع عنه عادة فصار تبعا لأسنانه بمنزلة ريقه والكثير يمكن الاحتراز عنه فجعل الفاصل بينهما مقدار الحمصة وما دونه قليل (تبيين الحقائق، ج١،ص٣٢٥، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

؎ (قوله أو أكل لحما بين أسنانه مثل حمصة) كذا فى الهداية وقال فى العناية الفاصل مقدار الحمصة فهو كثير وما دونه قليل بخلاف قدر الدرهم فى باب النجاسة فإنه الفاصل بين القليل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض فقہاء نے قلیل وکثیر، اور اختیار اور بغیر اختیار کی قید لگائے بغیر، منہ، یا دانتوں میں موجود ذرات کے پیٹ میں جانے سے روزہ فاسد ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

خلاصہ یہ کہ دانتوں کے درمیان اور منہ میں پہلے سے موجود کھانے وغیرہ کا ذرہ اگر تھوڑی وکم مقدار میں ہو، یا اس کو اپنے ارادہ سے جان بوجھ کر پیٹ میں نہ لے جائے، تو بعض فقہاء کے نزدیک دونوں صورتوں میں اس کے پیٹ میں داخل ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اور بعض حضرات کے نزدیک تھوڑی، یا زیادہ مقدار اور قصد اور بغیر قصد کی قید کے بغیر، منہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والكثير وهو داخل فى القليل؛ لأنه أخذ من قدر الدرهم موضع الاستنجاء وذلك القدر معفو بالإجماع فصار قدر الدرهم معفوا فى غير موضع الاستنجاء أيضا قياسا عليه وأما هاهنا فقدر الحمصة لا يبقى فى فرج الأسنان غالبا فلا يمكن إلحاقه بالريق فصار كثيرا اهـ.

وقال فى البزازية :والفاصل فى مسألة اللحم بين أسنانه قدر الحمصة قال أبو نصر الدبوسى ما ذكروه للتقريب لا للتقدير والتحقيق أنه إن أمكنه الابتلاع بلا استعانة البزاق فهو علامة الكثير، وإن لم يمكنه بلا استعانة البزاق فهو علامة القليل اهـ .قال الكمال وهو حسن وذكر وجهه(حاشية الشرنبلالى على درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ا ص٢٠٧، كتاب الصوم، باب موجب الإفساد فى الصوم)

لما أن الكثير لا يبقى بين الأسنان، وهو مقدار الحمصة على رأى الصدر الشهيد أو ما يمكن أن يبتلعه من غير ريق على ما اختاره الدبوسى واستحسنه ابن الهمام وما دونه قليل (البحر الرائق، ج٢ص ٢٩٤، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

وفى الجامع الأصغر :أن أبا نصر الدبوسى قدر الكثير بأن يقدر على ابتلاعه من غير ريق، وهذا إذا لم يخرجه من فمه(المحيط البرهانى، ج٢ص ٣٨٤، كتاب الصوم، الفصل الرابع فيما يفسد الصوم ومالايفسد صومه)

(قوله: إن مثل حمصة) هذا ما اختاره الصدر الشهيد واختار الدبوسى تقديره بما يمكن أن يبتلعه من غير استعانة بريق واستحسنه الكمال؛ لأن المانع من الإفطار ما لا يسهل الاحتراز عنه وذلك فيما يجرى بنفسه مع الريق لا فيما يتعمد فى إدخاله .اهـ(ردالمحتار، ج٢ص ٤١٥، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

وأجيب بأن القليل يبقى عادة بين الأسنان فيكون تابعا للريق بخلاف الكثير والفاصل بينهما قدر الحمصة لكن فى الفتح إن لم يمكنه الابتلاع بلا استعانة البزاق فهو علامة القلة، وإلا فعلامة الكثرة.

وقال وهو حسن، وذكر وجهه لكن لا كفارة فى قدر الحمصة عند أبى يوسف؛ لأن الطبع يعافه خلافا لزفر(مجمع الانهر، ج ا ص ٢٤٦، كتاب الصوم، باب موجب الفساد)

www.idaraghufran.org

کے اندر موجود ذرات کے جانے سے بہر حال روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ منہ میں موجود ہونے کی وجہ سے اس کو تھوک، یا بلغم کا حکم حاصل ہوجاتا ہے، اور اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔

بہر حال روزہ دار کے لئے احتیاط اسی میں ہے کہ منہ میں موجود ذرات کو پیٹ میں نہ لے جائے، لیکن اگر خود بخود چلے جائیں، یا اختیار سے لے جائے، تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہونے کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہونے کی گنجائش موجود ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 19......منہ کے باہر والی چیز کو منہ میں ڈال کر اندر لے جانے کا حکم

مسئلہ نمبر 19......اگر باہر سے کسی کھانے کی چیز کو منہ کے اندر داخل کیا، خواہ پہلے سے وہ چیز منہ سے باہر تھی، یا منہ ودانتوں میں موجود کھانے وغیرہ کے ذرّات کو منہ سے باہر نکال کر، دوبارہ منہ میں داخل کیا، اور پھر اس کو چبائے بغیر حلق میں نگل گیا، تو اُس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ وہ تھوڑی مقدار میں ہی کیوں نہ ہو۔ [2]

---

[1] ابتلاع ما بين الأسنان، إذا كان قليلا، لا يفسد ولا يفطر؛ لأنه تبع لريقه، ولأنه لا يمكن الاحتراز عنه، بخلاف الكثير فإنه لا يبقى بين الأسنان، والاحتراز عنه ممكن.

والقليل :هو ما دون الحمصة، ولو كان قدرها أفطر.

ومذهب زفر، وهو قول للشافعية :فساد الصوم مطلقا، بابتلاع القليل والكثير؛ لأن الفم له حكم الظاهر، ولهذا لا يفسد صومه بالمضمضة -كما قال المرغيناني -ولو أكل القليل من خارج فمه أفطر، فكذا إذا أكل من فمه.وللشافعية قول آخر بعدم الإفطار به مطلقا.

وشرط الشافعية والحنابلة، لعدم الإفطار بابتلاع ما بين الأسنان شرطين:

أولهما :أن لا يقصد ابتلاعه.

والآخر :أن يعجز عن تمييزه ومجه؛ لأنه معذور فيه غير مفرط، فإن قدر عليهما أفطر، ولو كان دون الحمصة، لأنه لا مشقة فى لفظه، والتحرز عنه ممكن.

ومذهب المالكية :عدم الإفطار بما سبق إلى جوفه من بين أسنانه، ولو عمدا؛ لأنه أخذه فى وقت يجوز له أخذه فيه -كما يقول الدسوقى -وقيل :لا يفطر، إلا إن تعمد بلعه فيفطر، أما لو سبق إلى جوفه فلا يفطر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٦٣، ٦٤، مادة" صوم"حرف الصاد)

[2] وقيد بأكله؛ لأنه لو أخرجه ثم ابتلعه فسد صومه كما لو ابتلع سمسمة أو حبة حنطة من خارج. ...... وصرح فى المحيط بما فى الكافى، وفى الفتاوى الظهيرية: روى عن محمد أنه خرج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اگر اس کو نگلے بغیر دانتوں میں چبالیا، تو اگر وہ چیز زیادہ، یعنی چنے کی مقدار کے برابر، یا اس سے زیادہ تھی، تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اور اگر اس سے کم مقدار تھی، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ وہ چیز دانتوں میں چبانے کی وجہ سے لاشئ اور تھوک کے تابع ہو جاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على أصحابه يوما وسألهم عن هذه المسألة فقال: ماذا تقولون فى صائم رمضان إذا ابتلع سمسمة واحدة كما هى أيفطر قالوا: لا، قال: أرأيتم لو أكل كفا من سمسم واحدة بعد واحدة وابتلع كما هى قالوا: نعم وعليه الكفارة قال بالأولى أم بالأخيرة قالوا لا بل بالأولى قال الحاكم الإمام محمد بن يوسف فعلى قياس هذه الرواية يجب القضاء مع الكفارة إذا ابتلعها كما هى اهـ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲ص ۲۹۴، وص ۲۹۵، كتاب الصوم، باب ما يفسده الصوم ومالا يفسده)

[1] وإن أخذه بيده وأخرجه ثم أكله ينبغى أن يفسد صومه لما روى عن محمد أن الصائم إذا ابتلع سمسمة من بين أسنانه لا يفسد صومه ولو ابتلعها ابتداء من خارج يفسد ،ولو مضغها لا يفسد لأنها تتلاشى وفى مقدار الحمصة عليه القضاء دون الكفارة عند أبى يوسف وعند زفر عليه الكفارة لأنه طعام متغير وعن أبى يوسف أنه يعافه الطبع ولو جمع ريقه فى فيه ثم ابتلعه لم يفطره،ويكره ولو أخرجه ثم ابتلعه يفطره كريق غيره والدم الخارج من بين أسنانه والدم غالب أو مساو فطره إن ابتلعه فيجب عليه القضاء دون الكفارة،وهذا كله إذا كان بين أسنانه وأما إذا أدخله من خارج فينظر إن ابتلعه من غير مضغ فطره قل أو كثر وإن مضغه ينظر إن كان قدر الحمصة فكذلك وإن كان أقل لا يفطره لما ذكرنا(تبيين الحقائق، ج ۱ ،ص ۳۲۵، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

وإن أخرجه وأخذه بيده ثم أكله ينبغى أن يفسد صومه لما روى عن محمد -رَحِمَهُ اللَّهُ- أن الصائم إذا ابتلع سمسمة بين أسنانه لا يفسد صومه، ولو أكلها ابتداء يفسد صومه .ولو مضغها لا يفسد لأنها تتلاشى(الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج ۱ ص ۱۲۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

(فإن أخرجه) ش :أى فإن أخرج الذى بين أسنانه م :(وأخذه بيده ثم أكله ينبغى أن يفسد صومه) ش :لإمكان الاحتراز عنه م :(لما روى عن محمد) ش :أى بالقياس على ما روى عن محمد -رَحِمَهُ اللَّهُ- م :(أن الصائم إذا ابتلع سمسمة) ش :كائنة م :(بين أسنانه لا يفسد صومه) ش :لأنه قليل، وبه قال زفر والشافعى -رحمهما الله- وأحمد .وفى "الخلاصة" "يجب أن يفسد صومه، وعلى هذا لو أخذ لقمة من الخبز وهو ناس لصومه فلما مضغها ذكر أنه صائم فابتلعها وهو ذاكر، إن ابتلعها قبل الإخراج من فيه عليه الكفارة، وإن أخرجها ثم أعادها لا كفارة عليه، وبه أخذ الفقيه.

م :(فلو أكلها ابتداء) ش :أى لو أكل سمسمة من الخارج م :(يفسد صومه) ش :لأنها من جنس ما يؤكل ويتغذى به، كذا فى "فتاوى الولوالجى "، هذا إذا لم يمضغها م :(ولو مضغها لا يفسد صومه لأنها تتلاشى) ش :وكذا لو مضغ حبة حنطة لا يفسد صومه، لأنها تلتزق بأسنانه فلا تصل إلى جوفه، لأنه يصير تابعاً لريقه، ولو ابتلع ريقه لا يفسد بإجماع الأمة(البناية شرح الهداية، ج۴ص ۴۸، ۴۹، كتاب الصوم،باب ما يوجب القضاء والكفارة،ابتلاع الصائم الشىء اليسير)

www.idaraghufran.org

جبکہ بعض حضرات نے یہ تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اگر چبانے کے بعد اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہوا، تو اس چیز کے پیٹ میں داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ وہ تھوڑی مقدار میں ہو، اور اگر حلق میں ذائقہ محسوس نہ ہوا، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس صورت میں وہ چیز چبانے سے لاشئ اور تھوک کے تابع ہو جاتی ہے۔ [1]

[1] (وأكل مثل سمسمة) من خارج (يفطر) ويكفر فى الأصح (إلا إذا مضغ بحيث تلاشت فى فمه) إلا أن يجد الطعم فى حلقه كما مر واستحسنه الكمال قائلا وهو الأصل فى كل قليل مضغه(الدر المختار)

(قوله: إلا إذا مضغ إلخ) ؛ لأنها تلتصق بأسنانه فلا يصل إلى جوفه شىء ويصير تابعا لريقه معراج (قوله: كما مر) أى عند قوله أو خرج دم من بين أسنانه قوله: وهو) أى وجود الطعم فى الحلق (قوله: فى كل قليل) فى بعض النسخ فى كل شىء والأولى أولى وهى الموافقة لعبارة الكمال(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۴۱۵، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

(قوله ثم أكله ينبغى أن يفسد صومه) المتبادر من لفظ أكل المضغ والابتلاع أو الأعم من ذلك ومن مجرد الابتلاع فيفيد حينئذ خلاف ما فى شرح الكنز أنه إذا مضغ ما أدخله وهو دون الحمصة لا يفطره لكن تشبيهه بما روى عن محمد من الفساد فى ابتلاع سمسمة بين أسنانه وعدمه إذا مضغها يوجب أن المراد بالأكل الابتلاع فقط وإلا لم يصح إعطاء النظير وفى الكافى فى السمسمة قال إن مضغها لا يفسد إلا أن يجد طعمه فى حلقه وهذا حسن جدا فليكن الأصل فى كل قليل مضغه .ا هـ .فتح وأيضا إذا ابتلع السمسمة حتى فسد هل تجب الكفارة قيل لا والمختار وجوبها لأنها من جنس ما يتغذى به وهو رواية محمد انتهى فتح (قوله ينبغى أن يفسد صومه) أى لإمكان الاحتراز عنه وبالقياس على ما روى عن محمد فى السمسمة انتهى دراية (قوله ولو مضغها لا يفسد) وكذا لو مضغ حبة حنطة لا يفسد صومه لأنها تلتزق بأسنانه فلا يصل إلى جوفه شىء .ا هـ . كاكى(حاشية الشلبى على التبيين، ج۱ ص۳۲۵، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

بخلاف ما لو مضغها حيث لا يفسد؛ لأنها تتلاشى إلا إذا كان قدر الحمصة فإن صومه يفسد، وفى الكافى فى السمسمة قال إن مضغها لا يفسد إلا إن وجد طعمها فى حلقه قال فى فتح القدير، وهذا حسن جدا فليكن الأصل فى كل قليل مضغه(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲ ص۲۹۴، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لا يفسده)

(قوله: لا إن مضغ قمحة للتلاشى) أى لا تجب الكفارة بذلك، وأما الفساد فهو ثابت لو وجد طعمها فى حلقه على ما مر عن الكافى والفتح(منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج۲،ص۲۹۶، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

"و "منه "أكل "حب "الحنطة وقضمها "لما ذكرنا "إلا أن يمضغ قمحة "أو قدرها من جنس ما يوجب الكفارة "فتلاشت "واستهلكت بالمضغ فلم يجد لها طعما فلا كفارة ولا فساد لصومه كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ اقوال میں سے جس قول کے مطابق بھی روزہ فاسد نہ ہو، اس کے مطابق عمل کر لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر 20...... کسی چیز کو چوس کر اس کے لعاب کو اندر لے جانے کا حکم

مسئلہ نمبر 20...... اگر کسی نے چینی، گُڑ، شکر، یا مصری کی ڈَلی وغیرہ (مثلاً ٹافی، چیونگم) کو منہ میں ڈال کر چوسا، اور اس سے پیدا شدہ لعاب کو پیٹ میں لے گیا، اور اس کو روزہ یاد تھا، تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 21...... کسی چیز کو منہ سے نکال کر دوبارہ منہ میں داخل کرنے کا حکم

مسئلہ نمبر 21...... اگر کوئی سوئی میں دھاگہ ڈالنے کے لئے اس کے کنارہ کو منہ میں ڈال کر نرم وباریک کرے، اور پھر اس کو منہ سے باہر نکال کر دوبارہ یہی عمل دہرائے، اور دھاگہ سے رنگ چھوٹ کر پیٹ میں داخل نہ ہو، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگرچہ دھاگے کے سِرے پر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قدمناه(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ص۲۴۸، باب ما یفسد الصوم وتجب به الکفارة مع القضاء)

(وإن مضغها فلا) ؛ لأنها تتلاشى فی فمه إلا إذا وجد طعمها ففسد(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، ج۱ ص۲۴۷، کتاب الصوم، باب موجب الفساد)

وإذا ابتلع سمسمة كانت بين أسنانه لا يفسد صومه، وإن تناولها من الخارج إن مضغها لا يفسد صومه، إلا أن يجد طعمه فی حلقه، وإذا مص إهليلجة يابسة، ولم يدخل عينها فی جوفه لا يفسد صومه، ولو فعل هذا بالفانيد أو السكر يفسد صومه(المحیط البرهانی، ج۲ص۳۸۴، کتاب الصوم،الفصل الرابع فیما یفسد الصوم وما لا یفسد صومه)

[1] ولو مص سكرا حتى وصل الماء حلقه فعليه الكفارة كذا فی محیط السرخسی(الفتاویٰ الهندية، ج۱ص۲۰۳، کتاب الصوم، الباب الاول، النوع الاول)

وفی الولوالجية والظهيرية: ولو مص الهليلج وجعل يمضغها فدخل البزاق حلقه، ولا يدخل عينها فی جوفه لا يفسد صومه فإن فعل هذا بالفانيد أو السكر يلزمه القضاء والكفارة(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲،ص۲۹۴، کتاب الصوم، با مایفسد الصوم وما لا یفسده)

الصائم اذا مص سكرة فی رمضان متعمدا حتى دخل الماء حلقه كان عليه القضاء والكفارة ،لان السكر مما يؤكل كذلك عادة (كتاب التجنيس والمزيد لصاحب الهداية، ج۲ص۳۹۳، کتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

تھوک کی علامت کیوں نہ ظاہر ہو۔ ؎

مسئلہ نمبر22......رنگ دار چیز، یا دھاگہ منہ میں داخل کرنے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر22...... اگر کسی نے کوئی رنگ دار دھاگہ، یا کوئی دوسری رنگ دار چیز (مثلاً قلم کا کنارہ) منہ میں داخل کی، جس سے تھوک کا رنگ واضح طور پر تبدیل ہوگیا (یعنی تھوک پر اُس کا رنگ غالب آ گیا) اور پھر اس نے اس تھوک کو نگل لیا، اور اس کو روزہ یاد تھا، تو فقہائے

؎ وإن فتل الخياط الخيط وبله بريقه ثم أمره ثانيا وثالثا فى فيه وابتلع ذلك الريق فسد صومه وصار كما إذا أخرج ريقه ثم ابتلعه ولو سال لعاب الصائم إلى ذقنه وهو نائم أو غير نائم فابتلعه قبل أن ينقطع لا يفطر(الجوهرة النيرة، ج ا ص ١٤١، كتاب الصوم)

وإذا فتل خيطاً، أو سلكاً، فبله ببزاقه، ثم أدخله فى فمه ثم أخرجه، وفعل كذلك مراراً لا يفسد صومه (المحيط البرهانى، ج٢ ص٣٨٥، كتاب الصوم، الفصل الرابع فيما يفسد الصوم ومالايفسد صومه)

(لم يفطر) جواب الشرط وكذا لو فتل الخيط ببزاقه مرارا وإن بقى فيه عقد البزاق إلا أن يكون مصبوغا وظهر لونه فى ريقه وابتلعه ذاكرا ونظمه ابن الشحنة فقال:

مكرر بل الخيط بالريق فاتلا ...بإدخاله فى فيه لا يتضرر

وعن بعضهم:

إن يبلع الريق بعد ذا يضر ... كصبغ لونه فيه يظهر(الدرالمختار)

(قوله: وكذا لو فتل الخيط ببزاقه مرارا إلخ) يعنى إذا أراد فتل الخيط وبله ببزاقه وأدخله فى فمه مرارا لا يفسد صومه وإن بقى فى الخيط عقد البزاق وفى النظم للزندوستى أنه يفسد كذا فى القنية. وحكى الأول فى الظهيرية عن شمس الأئمة الحلوانى ثم قال: وذكر الزندوستى إذا فتل السلكة وبلها بريقه ثم أمرها ثانيا فى فمه ثم ابتلع ذلك البزاق فسد صومه .اهـ.

ثم لا يخفى أن المحكى عن شمس الأئمة مقيد بما إذا ابتلع البزاق وإلا فلا فائدة فى التنبيه على أنه لا يفسد صومه فهو محمول على ما صرح به فى النظم فكان مرد صاحب الظهيرية أن ذلك المطلق محمول على هذا المقيد فهما مسألة واحدة خلافا لما استظهره فى شرح الوهبانية من أنهما مسألتان بحمل الأولى على ما إذا لم يبتلع البزاق والثانية على ما إذا ابتلعه إذ لا يبقى خلاف حينئذ أصلا كما لا يخفى وهو خلاف المفهوم من القنية والظهيرية (قوله: مكرر) مبتدأ وقوله بالريق متعلق ببل وقوله بإدخاله متعلق بخبر المبتدأ الذى هو قوله لا يتضرر ووجهه أنه بمنزلة الريق على فمه إذا لم يتقطع كما فى شرح الشرنبلالى ط (قوله: بعد ذا) أى بعد تكرار إدخاله فى فيه (قوله: يضر) أى الصوم ويفسده؛ لأن إخراجه بمنزله انقطاع البزاق المتدلى كذا فى شرح الشرنبلالى ط (قوله: كصبغ) أى كما يضر ابتلاع الصبغ وهذا مما لا خلاف فيه (وقوله لونه) أى الصبغ (وفيه) أى الريق متعلق بيظهر ط(ردالمحتار، ج٢ ص ٤٠٠، ٤٠١، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

کرام کی تصریح کے مطابق اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 23...... سخت وٹھوس چیز منہ میں رکھ کر لعاب نگلنے پر حکم

مسئلہ نمبر 23...... اگر کسی نے منہ میں ہڑ، یا اسی طرح کی دوسری سخت چیز کو رکھ کر چوسا، لیکن اس کے اجزاء تھوک کے ساتھ شامل نہیں ہوئے، تو منہ میں پیدا شدہ پانی اور تھوک کے نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ [2]

---

[1] فی صوم شمس الأئمة الحلوانی؛ الصائم إذا عمل عمل الإبریسم، فأدخل الإبریسم فی فمه، فخرجت به خضرة الصبغ، أو صفرية، أو حمرية، واختلطت بالريق، فصار الريق أخضراً أو أحمراً أو أصفراً، فيبلع هذا الريق، وهو ذاكر لصومه فسد صومه(المحیط البرهانی، ج۲ص ۳۸۵، کتاب الصوم، الفصل الرابع فیما یفسد الصوم ومالا)

صائم عمل عمل الإبريسم فأدخل الإبريسم فی فيه وخرجت منه خضرة الصبغ أو صفرته أو حمرته واختلط بالريق فصار الريق أخضر أو أصفر أو أحمر فابتلعه، وهو ذاكر صومه فسد صومه هكذا فی الخلاصة(الفتاوى الهندية، ج۱ ص۲۰۳، كتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد،النوع الأول ما يوجب القضاء دون الكفارة)

وكذا لو فتل الخيط ببزاقه مرارا وإن بقي فيه عقد البزاق إلا أن يكون مصبوغا وظهر لونه فی ريقه وابتلعه ذاكرا ونظمه ابن الشحنة فقال:مكرر بل الخيط بالريق فاتلا ...بإدخاله فی فيه لا يتضرر
وعن بعضهم:إن يبلع الريق بعد ذا يضر ... كصبغ لونه فيه يظهر(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲ص ۴۰۰، ۴۰۱، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

[2] ولو مص إهليلجة فدخل الماء حلقه؟ قال: لا يفسد صومه ذكره فی الفتاوى(بدائع الصنائع، ج۲ص ۹۹، كتاب الصلاة، فصل حكم فساد الصوم)

وفی الولوالجية والظهيرية: ولو مص الهليلج وجعل يمضغها فدخل البزاق حلقه، ولا يدخل عينها فی جوفه لا يفسد صومه فإن فعل هذا بالفانيد أو السكر يلزمه القضاء والكفارة(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج۲،ص ۲۹۴، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ولو مص الهليلج فدخل البزاق حلقه لم يفسد ما لم يدخل عينه كذا فی الظهيرية(الفتاویٰ الهندية، ج۱ ص۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الاول، النوع الاول)

(الإهليلج)شجر ينبت فی الهند و كابل و الصين ثمره على هيئة حب الصنوبر الكبار(المعجم الوسيط، باب الهمزة)

قال ابن الأعرابی: وليس فی الكلام إفعيلل بالكسر ولكن إفعيلل، مثل إهليلج وإبريسم وإطريفل (ثمر، م) ، أی معروف، وهو على أقسام) .منه أصفر ومنه أسود وهو البالغ النضيج، ومنه كابلی) . وله منافع جمة، ذكرها الأطباء فی كتبهم، منها أنه (ينفع من الخوانيق، ويحفظ العقل، ويزيل الصداع) باستعماله مربى، (وهو فی المعدة كالكذبانونة) ، بفتح فسكون، (فی البيت، وهی المرأة العاقلة المدبرة) تترك البيت فی غاية الصلاح، فكذالك هاطا الدواء للدماغ والمعدة(تاج العروس للزبيدی، ج۶ص ۲۸۱، مادة هلج، فصل الهاء مع الجيم)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 24......روزہ شروع کرنے سے پہلے کی غذا، یا دواء کا ذائقہ محسوس ہونے کا حکم

مسئلہ نمبر 24...... اگر روزہ دار کو روزہ شروع کرنے سے پہلے کھائی ہوئی غذا، یا دوا، پان، یا سگریٹ کا صرف رنگ، یا ذائقہ منہ میں محسوس ہو، تو اُس سے روزے پر فرق نہیں پڑتا، تاہم روزہ شروع کرنے سے پہلے کلی اور منہ کی صفائی کرلینا مناسب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 25......بحالتِ روزہ آنسو، یا منہ کے پسینہ کے منہ میں چلے جانے پر حکم

مسئلہ نمبر 25...... آنکھ سے نکلنے والے آنسو، یا پیشانی ورخسار پر آنے والا پسینہ اگر پیٹ میں لے جائے، تو وہ اگر تھوڑی مقدار میں ہو، مثلاً ایک دوقطرے، تو اس سے دفعِ حرج کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگر زیادہ مقدار میں ہو، جس کا ذائقہ پورے منہ میں واضح طور پر محسوس ہو، تو اس کو پیٹ میں لے جانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 26......منہ کے تھوک کو باہر نکال کر دوبارہ نگلنے پر حکم

مسئلہ نمبر 26...... منہ میں پیدا ہونے والے تھوک اور گفتگو کے دوران ہونٹوں پر پیدا شدہ اور موجود تھوک کو نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگرچہ اس کا ذائقہ محسوس ہو، لیکن اگر منہ کا تھوک باہر نکال لیا، اور وہ منہ سے جدا ہوگیا، پھر اس کو دوبارہ منہ میں لے جاکر نگل لیا، تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اسی طرح کسی دوسرے کا تھوک نگل لینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ [3]

---

[1] (قوله: كطعم أدوية) أى لو دق دواء فوجد طعمه فى حلقه زيلعي وغيره .وفى القهستانى طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد فى حلقه لم يفطر كما فى المحيط(ردالمحتار، ج۲ ص ۳۹۶، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

[2] الدموع إذا دخلت فم الصائم إن كان قليلا كالقطرة والقطرتين أو نحوها لا يفسد صومه، وإن كان كثيرا حتى وجد ملوحته فى جميع فمه، واجتمع شىء كثير فابتلعه يفسد صومه، وكذا عرق الوجه إذا دخل فم الصائم كذا فى الخلاصة(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع، النوع الاول)

[3] اگر تھوک منہ سے تو خارج ہوگیا، لیکن وہ دھاگہ اور رال کی طرح لٹکا رہا، اور پھر اس کو منہ میں کھینچ کر دوبارہ نگل لیا، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 27......زبان، یا دانت وغیرہ پر دواء لگانے سے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 27...... ہونٹ، زبان، یا دانت پر بوقتِ ضرورت کوئی دوا لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اگرچہ تھوڑا بہت ذائقہ حلق میں محسوس ہو، جبکہ اس دوا کو پیٹ کے اندر نہ لے جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وإذا وضع البزاق على كفه، ثم ابتلعه فسد صومه بالاتفاق، وإن كان البزاق شيئاً ، فيدلى من فمه لكن لم يزايل فمه، ثم ابتلعه لم يفسد صومه، فى صوم شمس الأئمة الحلوانى، وعن الفقيه أبو جعفر أنه إذا أخرج البزاق على شفتيه، ثم ابتلعه فسد صومه.فى المنتقى :الحسن بن أبى مالك عن أبى يوسف قال :البزاق إذا خرج من الفم ثم رجع إلى فمه، فدخل حلقه، وقد بان من الفم، أو لم يبن، فإن كان ذلك قدر ما إذا أصاب الصائم فطره، فإنه يفطره، وإذا ابتلع بزاق غيره فسد صومه من غير كفارة، إلا إذا كان بزاق صديقه، فحينئذٍ تلزمه الكفارة؛ لأن الناس قلما يعافون بزاق أصدقائهم(المحيط البرهانى، ج۲ص ۳۸۴،كتاب الصوم، الفصل الرابع فيما يفسد الصوم ومالايفسد صومه)

ولو خرج ريقه من فمه فأدخله وابتلعه إن كان لم ينقطع من فيه بل متصل بما فى فيه كالخيط فاستشربه لم يفطر وإن كان انقطع وأخذه وأعاده أفطر ولا كفارة عليه كما لو ابتلع ريق غيره.

وفى الكنز لو ابتلع بزاق صديقه كفر، ولو اجتمع الريق فى فيه ثم ابتلعه يكره ولا يفطر.

ولو تغير ريق الخياط بخيط مصبوغ وابتلعه إن صار ريقه مثل صبغ الخيط فسد وإلا لا.

ولو ترطب شفتاه بالبزاق عند الكلام ونحوه فابتلعه لا يفطر(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر،ج ۱ ص ۲۴۶ ، كتاب الصوم، باب موجب الفساد)

[1] عن عبد الرحمن بن عابس ، عن أبى هريرة ، قال : إذا كان أحدكم صائما ، فليدهن حتى لا يرى عليه أثر صومه ، وإذا بزق فليستر بزاقه ، وأشار يزيد بيده كأنه يغطى بها فاه(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۹۸۴۸ ، كتاب الصيام، من كان يحب أن لا يعلم بصومه)

عن هلال بن يساف ، قال : قال عيسى ابن مريم : إذا كان يوم صوم أحدكم فليدهن شفتيه(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۹۸۴۹ ، كتاب الصيام، من كان يحب أن لا يعلم بصومه)

عن مسروق ، عن عبد الله ، قال : إذا أصبحتم صياما فأصبحوا مدهنين(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۹۸۵۰ ، كتاب الصيام، من كان يحب أن لا يعلم بصومه)

حدثنا عبد الله بن مبارك ، عن الأوزاعى ، قال : لا بأس أن يداوى الصائم لثته(مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ۹۳۷۵ ، كتاب الصيام، فى الصائم يداوى حلقه بالحضض)

عن هشام ، عن الحسن ؛ فى الرجل يكون بفيه الجرح والعلة ، قال : لا بأس أن يضع عليه الحضض وأشباهه من الدواء(مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ۹۳۷۶ ، كتاب الصيام، فى الصائم يداوى حلقه بالحضض)

عن ابن سيرين ؛ فى رجل أصابه سلاق فى شفتيه ، قال : لا بأس بالحضض(مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ۹۳۷۷ ، كتاب الصيام، فى الصائم يداوى حلقه بالحضض)

وإذا أوجر فما دام فى فمه لا يفسد صومه، وإذا أوصل إلى الجوف يفسد صومه(المحيط البرهانى ، ج۲،ص ۳۸۳،كتاب الصوم،الفصل الرابع فيما يفسد الصوم وما لا يفسد صومه)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 28...... دانت لگوانے، یا صفائی کروانے سے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 28...... دانت نکلوانے، یا لگوانے، یا دانتوں کی صفائی کروانے، یا منہ میں دوائی کی کلی کرنے، یا مسوڑھوں میں ٹیکہ لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، جبکہ کوئی دوا وغیرہ پیٹ میں داخل نہ ہو، البتہ روزہ کی حالت میں بلاضرورت ایسا کرنے سے پرہیز کرے، تو زیادہ بہتر اور احتیاط کے لائق ہے۔

اور مذکورہ صورت میں دانتوں ومسوڑھوں سے نکلنے والا خون پیٹ میں داخل ہو جائے، تو اس کی تفصیل وہی ہے، جو پہلے منہ، اور دانتوں ومسوڑھوں کے خون کے مسئلہ میں گزری۔ [1]

---

[1] وإذا أوجر فما دام في فمه لا يفسد صومه، وإذا أوصل إلى الجوف يفسد صومه(المحيط البرهاني ، ج۲،ص۳۸۳،کتاب الصوم،الفصل الرابع فيما يفسد الصوم وما لا يفسد صومه)

بعد اطلاعه على البحوث المقدمة في موضوع المفطرات في مجال التداوي، والدراسات والبحوث والتوصيات الصادرة عن الندوة الفقهية الطبية التاسعة التي عقدتها المنظمة الإسلامية للعلوم الطبية، بالتعاون مع المجمع وجهات أخرى، في الدار البيضاء بالمملكة المغربية، في الفترة من ۹إلى ۱۲ صفر۱۴۱۸ھ (الموافق ۱۴ ـ ۱۷ يونيو۱۹۹۷م) ، واستماعه للمناقشات التي دارت حول الموضوع بمشاركة الفقهاء والأطباء ، والنظر في الأدلة من الكتاب والسنة، وفي كلام الفقهاء .قرر ما يلي:أولاً :الأمور الآتية لا تعتبر من المفطرات:............

(۲)حفر السن، أو قلع الضرس، أو تنظيف الأسنان، أو السواك وفرشاة الأسنان، إذا اجتنب ابتلاع ما نفذ إلى الحلق.

(۷)المضمضة، والغرغرة، وبخاخ العلاج الموضعي للفم، إذا اجتنب ابتلاع ما نفذ إلى الحلق (مجلة مجمع الفقه الاسلامي، ج۱۰ص۹۱۳، موضوع:المفطرات في مجال التداوي،قرار رقم:۹۹/۱/د۱۰، التاريخ: ۲۳الٰى ۲۸ صفر ۱۴۱۸ھ، المنعقدة :بجدة، السعودية)

(أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل إلى جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد وإلا لا، إلا إذا وجد طعمه بزازية واستحسنه المصنف وهو ما عليه الأكثر وسيجيء(الدرالمختار)

(قوله: يعني ولم يصل إلى جوفه) ظاهر إطلاق المتن أنه لا يفطر وإن كان الدم غالبا على الريق وصححه في الوجيز كما في السراج وقال: ووجهه أنه لا يمكن الاحتراز عنه عادة فصار بمنزلة ما بين أسنانه وما يبقى من أثر المضمضة كذا في إيضاح الصيرفي .اھ .ولما كان هذا القول خلاف ما عليه الأكثر من التفصيل حاول الشارح تبعا للمصنف في شرحه بحمل كلام المتن على ما إذا لم يصل إلى جوفه؛ لئلا يخالف ما عليه الأكثر .قلت: ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر 29...... پیٹ میں داخل ہونے والی چیز کا حکم، جس کا سِرا باہر ہو

مسئلہ نمبر 29......اگر کوئی چیز منہ، یا ناک کے راستے پیٹ میں داخل کی گئی، لیکن وہ پوری طرح غائب نہیں ہوئی، بلکہ اس کا ایک حصہ، یا سِرا باہر رہا، اور پھر اس کو واپس نکال لیا گیا، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ اس چیز میں سے کوئی چیز جدا ہو کر اندر نہ رہ جائے، کیونکہ جب تک اس چیز کا سرا باہر رہے گا، اور اس میں سے کوئی چیز جدا ہو کر اندر باقی نہیں رہے گی، اس وقت تک کسی چیز کا نگلنا نہیں پایا جائے گا۔

چنانچہ اگر کسی نے لکڑی حلق کے اندر داخل کی، اور اس کا ایک سِرا باہر موجود رہا، اور پھر اس کو باہر واپس کھینچ لیا، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

براہِ راست کوئی خشک چیز پیٹ میں ڈال کر اسے واپس باہر کھینچ لیا جائے، تو چونکہ پیٹ میں کوئی چیز نہیں ٹھہری، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

البتہ اگر اس پر کوئی دوا وغیرہ لگا کر اندر داخل کیا، اور دوا کا کچھ حصہ پیٹ کے اندر باقی رہ گیا، تو پھر اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ودخل الدم إلى جوفه فى النهار ولو نائما فيجب عليه القضاء إلا أن يفرق بعدم إمكان التحرز عنه فيكون كالقىء الذى عاد بنفسه فليراجع (قوله: واستحسنه المصنف) أى تبعا لشرح الوهبانية حيث قال فيه وفى البزازية قيد عدم الفساد فى صورة غلبة البصاق بما إذا لم يجد طعمه وهو حسن . اهـ) .قوله: هو ما عليه الأكثر) أى ما ذكر من التفصيل بين ما إذا غلب الدم أو تساويا أو غلب البصاق هو ما عليه أكثر المشايخ كما فى النهر (قوله: وسيجىء) أى ما استحسنه المصنف حيث يقول: وأكل مثل سمسمة من خارج يفطر إلا إذا مضغ بحيث تلاشت فى فمه إلا أن يجد الطعم فى حلقه اهـ .ولا يخفى ما فى كلامه من تشتيت الضمائر كما علمت(ردالمحتار، ج۲ص ۳۹۶،۳۹۷، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

[1] قال فى البدائع: وهذا يدل على أن استقرار الداخل فى الجوف شرط لفساد الصوم(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲،ص ۳۰۰ ،كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

[2] ولو طعن برمح فوصل إلى جوفه أو إلى دماغه فإن أخرجه مع النصل لم يفسد وإن بقى النصل فيه يفسد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

آج کل بعض لوگوں کے اندرونی نظام کا جائزہ لینے کے لئے منہ کے راستہ سے خورد بین (Laparoscope) داخل کی جاتی ہے، اور اس میں نصب تار، یا پائپ وغیرہ باہر موجود ہوتا ہے، تو اگر اس پر کوئی ایسی دوا وغیرہ کو لگا کر اندر داخل کیا جائے، جس کا کچھ حصہ پیٹ کے اندر ٹھہر جائے، تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اگر اس میں سے کوئی چیز اندر جا کر نہ ٹھہرے، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكذا قالوا فيمن ابتلع لحما مربوطا على خيط ثم انتزعه من ساعته؟ إنه لا يفسد وإن تركه فسد وكذا روى عن محمد فى الصائم إذا أدخل خشبة فى المقعدة؟ إنه لا يفسد صومه إلا إذا غاب طرف الخشبة وهذا يدل على أن استقرار الداخل فى الجوف شرط فساد الصوم، ولو أدخل أصبعه فى دبره قال بعضهم: يفسد صومه، وقال بعضهم: لا يفسد، وهو قول الفقيه أبى الليث لأن الأصبع ليست بآلة الجماع فصارت كالخشب(بدائع الصنائع، ج٢ص٩٣، كتاب الصوم،فصل اركان الصيام)

ولو طعن برمح حتى وصل إلى جوفه لم يفطره؛ لأن كون الرمح بيد الطاعن يمنع وصوله إلى باطنه حكما فإن بقى الزج فى جوفه فسد صومه؛ لأنه صار مغيبا حقيقة فكان واصلا إلى باطنه، وهو قياس ما لو ابتلع خيطا فإن بقى أحد الجانبين بيده لم يفسد صومه، وإن لم يبق فسد صومه(المبسوط للسرخسى، ج٣ص٩٨، كتاب الصوم)

ويشترط أيضا استقراره داخل الجوف فيفسد بالخشبة إذا غيبها لوجود الفعل مع الاستقرار وإن لم يغيبها فلا لعدم الاستقرار. ...... لم يغب بل بقى طرف منه فى الخارج أو كان متصلا بشىء خارج لا يفسد لعدم استقراره(ردالمحتار، ج٢ص٣٩٧،كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

ولو شد الطعام بخيط وأرسله فى حلقه وطرف الخيط فى يده لا يفسد إلا إذا انفصل منه شىء(تبيين الحقائق، ج١ ص٣٣٠، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

[1] بعد اطلاعه على البحوث المقدمة فى موضوع المفطرات فى مجال التداوى، والدراسات والبحوث والتوصيات الصادرة عن الندوة الفقهية الطبية التاسعة التى عقدتها المنظمة الإسلامية للعلوم الطبية، بالتعاون مع المجمع وجهات أخرى، فى الدار البيضاء بالمملكة المغربية، فى الفترة من ٩إلى ١٢ صفر١٤١٨هـ(الموافق ١٤ـ١٧ يونيو١٩٩٧م) ، واستماعه للمناقشات التى دارت حول الموضوع بمشاركة الفقهاء والأطباء، والنظر فى الأدلة من الكتاب والسنة، وفى كلام الفقهاء .قرر ما يلى:أولاً :الأمور الآتية لا تعتبر من المفطرات:..........

(١٥)منظار المعدة إذا لم يصاحبه إدخال سوائل (محاليل) أو مواد أخرى (مجلة مجمع الفقه الاسلامى، ج١٠ ص٩١٣، وص٩١٤، موضوع:المفطرات فى مجال التداوى،قرار رقم:٩٩/١/د١٠، التاريخ: ٢٣الىٰ ٢٨ صفر ١٤١٨هـ، المنعقدة :بجدة، السعودية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

آج کل جدید طبی علاج ومعالجہ کے کئی طریقے ایجاد ہوگئے ہیں، جن کا اصولوں کی روشنی میں حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔

اور اختلافی واجتہادی مسائل میں مریضوں کو حتی الامکان رعایت دینے کی ضرورت ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فعلى القول بأن كل داخل إلى المعدة مهما كان (مغذياً أو غير مغذى) يفطر فالمنظار على هذا يفطر، تخريجاً على قول الأئمة الثلاثة -عدا الحنفية -فإنهم يشترطون الاستقرار -كما سبق- ومعناه ألا يبقى منه شيء في الخارج، ومعلوم أن المنظار يتصل بالخارج، فهو لا يفطر تخريجاً على قول الأحناف ويفطر تخريجاً على قول الثلاثة، ومقتضى كلام كثير من المعاصرين :أن المنظار يفطر، لأنهم قالوا أن كل عين دخلت الجوف تفطر أكلت أو لم تؤكل، تطعم أو لا تطعم صغيرة أو كبيرة.

أما على القول بأنه لا يفطر إلا المغذى فقط فالمنظار لا يفطر؛ لكونه جامداً لا يغذى، وهذا ما اختاره الشيخ محمد بخيت مفتى مصر وشيخنا محمد العثيمين.

والقول بعدم التفطير هو الأقرب؛ لأنه لا يمكن اعتبار عملية إدخال المنظار أكلاً لا لغةً، ولا عرفاً، فهي عملية علاج ليس أكثر.

تنبيه :إذا وضع الطبيب على المنظار مادة دهنية مغذية لتسهيل دخول المنظار فهنا يفطر الصائم بهذه المادة لا بدخول المنظار؛ وذلك لأنها مفطرة بذاتها، فهي مادة مغذية دخلت المعدة، وهذا يفطر بلا إشكال(مفطرات الصيام المعاصرة ص ٥٦،وص٥٧،ثالثاً:أثر الاجراء ات الطبية المؤثر فى الصيام،ما يدخل إلى جسم الصائم عبر الفم، المسئلة الثالثة ،لأحمد بن محمد الخليل،الأستاذ المساعد في قسم الفقه،بجامعة القصيم، الناشر: دارابن الجوزى، الدمام، السعودية، الطبعة الخامسة: ١٤٣٥هـ)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 4)

قئے (Vomiting) آنا، یا قئے کرنا

جب معدہ اپنی ناپسندیدہ چیز کو باہر خارج کردیتا ہے، تو اس کو قئے آنا کہا جاتا ہے، اور اگر باہر خارج نہیں کرپاتا، البتہ خارج کرنے کے لئے حرکت کرتا ہے، تو اس کو اُبکائی کہا جاتا ہے، اور اگر حرکت کئے بغیر اس چیز سے صرف تنفر کا اظہار کرتا ہے، تو اس کو متلی کہا جاتا ہے (حاذق، صفحہ ۲۶۰، ۲۶۱، ملخصاً، مصنفہ: حکیم حافظ محمد اجمل خان)

قئے کی وجہ سے روزہ ٹوٹنے، نہ ٹوٹنے کی احادیث میں تفصیل پائی جاتی ہے، پہلے ان کو ذکر کیا جاتا ہے، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ان سے فقہائے کرام کے اخذ کردہ مسائل کا تذکرہ کیا جائے گا۔

چند احادیث وروایات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ ذَرَعَہُ الْقَیْءُ فَلَیْسَ عَلَیْہِ قَضَاءٌ ، وَمَنْ اِسْتَقَاءَ فَلْیَقْضِ (مسند أحمد، رقم الحدیث ۱۰۴۶۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو قئے آجائے، اس پر روزے کی قضاء نہیں، اور جو جان بوجھ کر (اپنے اختیار سے) قئے کرے، تو اسے چاہئے کہ روزہ کی قضاء رکھے (مسند احمد)

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر الحکم بن موسی، فمن رجال مسلم(حاشیۃ مسند احمد)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا، فَاحْتَلَمَ أَوِ احْتَجَمَ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ، فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ، وَمَنِ اسْتَقَاءَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ

(المعجم الأوسط للطبرانی، ج۲ص۱۸۵، رقم الحديث ۱۵٦۸، باب الالف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے روزہ کی حالت میں صبح کی، پھر اسے احتلام ہوگیا، یا اس نے پچھنا لگوایا (یعنی خون نکلوایا) یا اس کو قئے آئی، تو اس پر روزہ کی قضاء نہیں، اور جس نے جان بوجھ کر (اپنے اختیار سے) قئے کی، تو اس پر روزہ کی قضاء ہے (طبرانی)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ [1]

لیکن دوسری احادیث کے ساتھ مل کر وہ ضعف دور ہوجاتا ہے۔ [2]

اور اس کی تائید صحابہ وتابعین کے آثار سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مَنْ تَقَيَّأَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ، وَإِنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ، فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۷۵۵۳، كتاب الصيام، باب القئ للصائم)

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه أبو بلال الأشعري، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۹۹۷، باب جواز الحجامة للصائم)

[2] عن ابن عباس، رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لا تفطر الصائم: القيء، والحجامة، والاحتلام (مسند البزار، ج ۱۱ ص ۹۵، رقم الحديث ۴۸۰۹)

عن ابن عباس، رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث لا يفطرن الصائم: القيء والحجامة والاحتلام (مسند البزار، ج ۱۱ ص ۴۳۰، رقم الحديث ۵۲۸۷)

قال الهيثمي: رواه البزار بإسنادين، وصحح أحدهما، وظاهره الصحة (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، تحت رقم الحديث ۵۰۰۴، باب جواز الحجامة للصائم)

عن ثوبان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " ثلاث لا يمنعن الصيام: الحجام، والقيء، والاحتلام، ولا يتقيأ الصائم متعمدا "(المعجم الكبير للطبراني، ج۲ص ۹۹، رقم الحديث ۱۴۳۸، المعجم الأوسط، رقم الحديث ۲٦۷۳)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جس نے جان بوجھ کر (اپنے اختیار سے) قئے کی، تو اس پر روزہ کی قضاء ہے، اور جس کو قئے آئی، اس پر قضاء نہیں ہے (عبدالرزاق)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْـنَ عُـمَرَ، كَانَ يَقُوْلُ: مَنِ اسْتَقَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ، وَمَنْ ذَرَعَـهُ الْقَيْءُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ (موطأ امام محمد ،رقم الحديث ٣٥٧، ابواب الصيام، باب الصائم يذرعه القيئ) ۱

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر اپنے ارادہ سے قئے کرے، تو اس پر قضاء ہے، اور جس کو خود بخود قئے آجائے، تو اس پر کچھ واجب نہیں (مؤطاامام محمد)

اس طرح کی روایات اور بھی کئی سندوں سے مروی ہیں۔ ۲

---

۱ قال محمد: وبه نأخذ ، وهو قول ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ (موطأ امام محمد)

۲ حدثنا حفص ، عن حجاج ، عن أبى إسحاق ، عن الحارث ، عن على ، قال : إذا ذرعه القىء فليس عليه القضاء ، وإذا استقاء فعليه القضاء.

حدثنا عبد الرحيم بن سليمان ، عن عبيد الله بن عمر ، عن نافع ، عن ابن عمر ، أنه كان يقول : من ذرعه القىء وهو صائم فلا يفطر ، ومن تقيأ فقد أفطر.

حدثنا أبو بكر بن عياش ، عن عبد الله بن سعيد ، عن جده ، عن أبى هريرة ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إذا استقاء الصائم أعاد.

حدثنا أزهر السمان ، عن ابن عون ، عن الحسن ، وابن سيرين قالا : إذا ذرع الصائم القىء فلا يفطر ، وإذا تقيأ أفطر.

حدثنا عبدة بن سليمان ، عن عبد الملك ، عن عطاء ؛ فى الصائم يقىء ، قال : إن كان استقاء فعليه أن يقضى ، وإن كان ذرعه فليس عليه أن يقضى.

حدثنا غندر ، عن شعبة ، عن مغيرة ، عن إبراهيم ، قال : إذا ذرعه القىء فلا إعادة عليه ، وإن تهوع فعليه الإعادة.

حدثنا عبد الرحمن بن مهدى ، عن حماد بن سلمة ، عن حبان السلمى ، عن القاسم بن محمد ، قال: الصائم إذا ذرعه القىء فليس عليه القضاء ، وإن قاء متعمدا فعليه القضاء .

حدثنا محمد بن عبيد ، عن يعقوب بن قيس ، قال : سألت سعيد بن جبير عن الرجل يسبقه القىء وهو صائم ، أيقضى ذلك اليوم ؟ قال : لا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث وروایات، اورآ ثار سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود قئے کے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اگر اپنے اختیار وارادہ سے قئے کی جائے، تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور اس کی قضاء واجب ہوتی ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصولی طور پر روزہ کسی چیز کے اندر داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے، کسی چیز کے خارج ہونے سے نہیں ٹوٹتا، جس کی بعض روایات میں وضاحت بھی پائی جاتی ہے۔

اس کا تقاضا یہ تھا کہ قئے خواہ جان بوجھ کر کی جائے، یا خود بخود ہو، روزہ نہیں ٹوٹنا چاہئے، کیونکہ قئے میں کوئی چیز اندر داخل نہیں ہوتی، بلکہ اندر سے باہر خارج ہوتی ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ جب قئے آتی ہے، تو کچھ نہ کچھ مواد حلق میں آنے کے بعد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا أسباط بن محمد ، عن مطرف ، عن عامر ؛ إذا تقيأ متعمدا فقد أفطر.

حدثنا الفضل بن دكين ، عن إسرائيل ، عن جابر ، عن طلحة ، عن الضحاك ، عن ابن عباس ، قال : إذا تقيأ الصائم فقد أفطر.

حدثنا أبو معاوية ، عن الأعمش ، عن إبراهيم ، عن علقمة ، قال : إذا تقيأ الرجل وهو صائم فعليه القضاء ، وإن ذرعه القيء فليس عليه القضاء.

حدثنا عبد الرحيم ، عن إسماعيل ، عن أبي إسحاق ، عن الحارث ، عن علي ، قال : إذا تقيأ الصائم متعمدا أفطر ، وإذا ذرعه القيء فلا شيء عليه.

حدثنا عبد الرحيم بن سليمان ، عن ليث ، عن مجاهد ، مثله.

حدثنا شبابة بن سوار ، عن شعبة ، عن أبي الجودي ، عن بلج المهري ، عن أبي شيبة المهري ، قال : قيل لثوبان : حدثنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قال : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قاء فأفطر.

حدثنا يزيد بن هارون ، عن هشام الدستوائي ، عن يحيى بن أبي كثير ، عن يعيش بن الوليد بن هشام ، أن معدان أخبره ، أن أبا الدرداء أخبره ؛ أن النبي صلى الله عليه وسلم قاء فأفطر ، قال : فلقيت ثوبان ، فقال : أنا صببت لرسول الله صلى الله عليه وسلم وضوئه.

حدثنا هشيم ، عن حصين ، عن عكرمة ، قال : الإفطار مما دخل ، وليس مما خرج.

حدثنا ابن فضيل ، عن مطرف ، قال : سئل عامر عن الصائم يقيء ؟ قال : إذا فجأه القيء فلا يقضي ، وإن كان تقيأ عمدا فقد أفطر (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۹۲۷۸، الیٰ ۹۲۹۴، كتاب الصيام، ما جاء في الصائم يتقيأ ، أو يبدأه القيء)

www.idaraghufran.org

غیر اختیاری طور پر واپس بھی چلا جاتا ہے، جس کا تقاضا یہ تھا کہ قئے خود آنے کی وجہ سے بھی روزہ ٹوٹ جانا چاہئے تھا، لیکن کیونکہ قئے کا خود بخود آنا انسان کے اختیار میں نہیں، اس لئے شریعت نے خود بخود آنے والی قئے کی صورت میں تنگی وحرج لازم آنے کی وجہ سے روزہ کو درست قرار دیا، اور جو مواد حلق میں آنے کے بعد خود بخود واپس چلا جائے، اس کو سانس کے ساتھ خود بخود جانے والی مکھی، مچھر کی طرح معاف قرار دیا۔

لہٰذا اگر کسی کو خود بخود قئے آئی، خواہ کتنی مقدار میں بھی ہو، اور کتنی بھی مرتبہ ہو، اس سے روزہ نہ تو فاسد ہوتا ہے، اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے، بشرطیکہ اپنے ارادہ واختیار سے منہ کی طرف آئی ہوئی قئے کا کوئی حصہ اپنے اختیار سے واپس پیٹ میں نہ لے جائے۔

اور اس کے برعکس اگر اپنے اختیار سے قئے کی جائے، تو اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

گویا کہ شریعت نے اپنے ارادہ سے قئے کرنے کو ظاہری اعتبار سے اپنے اختیار وارادہ سے پیٹ کے اندر کوئی چیز داخل کرنے کا حکم دے کر روزہ کو فاسد قرار دے دیا۔ [1]

فقہائے کرام نے روزہ کی حالت میں قئے سے متعلق جو مسائل واحکام ذکر فرمائے ہیں، ان کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 1...... خود بخود قئے آنے، اور واپس جانے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 1...... جو قئے خود بخود آئے، خواہ وہ کتنی مقدار میں آئے، اور کتنی مرتبہ آئے، اس سے

---

[1] فقہائے کرام نے ان امور کو جو انسان کے اختیار میں نہ ہوں، جیسے مکھی، مچھر کے خود بخود داخل ہونے کو غلبہ اور دفعِ حرج کی وجہ سے معفو عنہ قرار دیا ہے، اور ایسی چیزوں کے دخول وادخال میں فرق کیا ہے۔

ہمارے نزدیک قئے بھی انہی جیسے امور سے تعلق رکھتی ہے، اور قئے کرنے کی صورت میں روزہ کا رکن امساک فوت ہوتا ہے، جبکہ خود بخود ہونے، بلکہ خود بخود لوٹ جانے میں ارادہ واختیار نہ ہونے کی وجہ سے امساک فوت نہیں ہوتا۔

وإن ذرعه القيء لم يفطر لما روينا ولقول ابن عباس – رضى الله تعالى عنه – الصوم مما دخل، وإن تقيأ متعمدا فعليه القضاء لحديث على – رحمه الله تعالى – موقوفا عليه ومرفوعا إلى رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال: من قاء فلا قضاء عليه ومن استقاء فعليه القضاء؛ ولأن فعله يفوت ركن الصوم، وهو الإمساك ففي تكلفه لا بد أن يعود شيء إلى جوفه ولا كفارة عليه إلا على قول مالك – رحمه الله تعالى – فإنه يقول كل مفطر غير معذور فعليه الكفارة(المبسوط للسرخسي، ج۳ص ۵۶، كتاب الصوم)

کسی کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [1]

اور اگر خود بخود قئے منہ میں آنے کے بعد، بغیر اختیار کے دوبارہ پیٹ میں واپس لوٹ جائے، تو بھی بعض فقہاء کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ کتنی زیادہ مقدار میں کیوں نہ ہو، کیونکہ جس طرح آنا، غیر اختیاری اور روزہ کو فاسد کرنے کا سبب نہیں تھا، اسی طرح خود بخود واپس جانا بھی روزہ فاسد ہونے کا سبب نہیں ہوگا، اور اس کی حیثیت اندرونی رطوبت کے مشابہ ہوگی۔

جبکہ بعض فقہاء اس صورت میں روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، لیکن دلیل کے اعتبار سے پہلا قول راجح ہے، جس کی رو سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] اتفق الفقهاء على أن الصائم إذا ذرعه القيء (أى غلبه) فلا يبطل صومه لقول النبى صلى الله عليه وسلم: من ذرعه القىء فليس عليه قضاء ومن استقاء عمدا فليقض (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ص ۹۰، مادة"قىء" حرف القاف)

يفرق بين ما إذا خرج القيء بنفسه، وبين الاستقاء ة.

وعبر الفقهاء عن الأول، بما: إذا ذرعه القيء، أى غلب القيء الصائم.

فإذا غلب القىء، فلا خلاف بين الفقهاء فى عدم الإفطار به، قل القيء أم كثر، بأن ملأ الفم، وهذا لحديث أبى هريرة - رضى الله تعالى عنه - عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: من ذرعه القيء فليس عليه قضاء، ومن استقاء عمدا فليقض (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۶۶، مادة"صوم" حرف الصاد)

[2] ولو عاد القىء بنفسه بغير صنع الصائم فعند المالكية والشافعية وأبى يوسف من الحنفية يفسد صومه، وعند الحنابلة ومحمد من الحنفية لا يفسد صومه لعدم وجود الصنع منه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ص ۹۰، مادة"قىء" حرف القاف)

أما لو عاد القىء بنفسه، فى هذه الحال، بغير صنع الصائم، ولو كان ملء الفم، مع تذكر الصائم للصوم، فلا يفسد صومه، عند محمد - من الحنفية - وهو الصحيح عندهم، لعدم وجود الصنع منه، ولأنه لم توجد صورة الفطر، وهى الابتلاع، وكذا معناه، لأنه لا يتغذى به عادة، بل النفس تعافه.

وعند أبى يوسف: يفسد صومه؛ لأنه خارج، حتى انتقضت به الطهارة، وقد دخل.

وإن أعاده، أو عاد قدر حمصة منه فأكثر، فسد صومه باتفاق الحنفية، لوجود الإدخال بعد الخروج، فتتحقق صورة الفطر ولا كفارة فيه.

وإن كان أقل من ملء الفم، فعاد، لم يفسد صومه؛ لأنه غير خارج، ولا صنع له فى الإدخال.

وإن أعاده فكذلك عند أبى يوسف لعدم الخروج، وعند محمد يفسد صومه، لوجود الصنع منه فى الإدخال.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2......اپنے اختیار سے قئے کرنے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 2...... اگر کسی نے اپنے قصد اور ارادہ سے کوئی تدبیر اختیار کر کے قئے کی، تو بعض فقہاء کے نزدیک قئے جتنی بھی مقدار میں ہو، خواہ زیادہ ہو، یا تھوڑی، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، بشرطیکہ روزہ یاد ہو۔ [2]

اور حنفیہ کا فتویٰ اس پر ہے کہ اگر اپنے قصد واختیار سے کی جانے والی قئے زیادہ مقدار میں ہو، تو روزہ یاد ہوتے ہوئے، اس کے اپنے اختیار سے کرنے کی صورت میں تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ روزہ فاسد ہونے کے معاملہ میں زیادہ مقدار والی قئے ہی اصل قئے کہلائی جانے کی مستحق ہے۔

اور جو قئے تھوڑی مقدار میں ہو، اس کو اپنے اختیار سے کرنے پر روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ تھوڑی مقدار میں کی جانے والی قئے کا حکم اس تھوک اور بلغم کی طرح ہے، جو کوئی حلق، یا سینہ سے منہ کی طرف کھینچے اور اس کو واپس لے جائے، جس سے روزہ فاسد نہیں ہوا کرتا۔ [3]

اور مذکورہ حضرات کے نزدیک تھوڑی اور زیادہ مقدار میں فرق، منہ بھرنے نہ بھرنے کا ہے، کہ اگر منہ بھر کر قئے کی جائے، کہ جس کو منہ بند کر کے منہ میں روکنا مشکل ہو، تو وہ زیادہ مقدار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ومذهب المالكية :أن المفطر فى القىء هو رجوعه، سواء أكان القىء لعلة أو امتلاء معدة، قل أو كثر، تغير أو لا، رجع عمدا أو سهوا، فإنه مفطر وعليه القضاء .
ومذهب الحنابلة :أنه لو عاد القىء بنفسه، لا يفطر لأنه كالمكره، ولو أعاده أفطر، كما لو أعاد بعد انفصاله عن الفم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ٦٦ ،مادة"صوم "حرف الصاد)

[2] أما الاستقاء ة، وهى :استخراج ما فى الجوف عمدا، أو هى :تكلف القىء فإنها مفسدة للصوم موجبة للقضاء عند جمهور الفقهاء -المالكية والشافعية والحنابلة -مع اختلافهم فى الكفارة.وروى عند الحنابلة، أنه لا يفطر بالاستقاء ة إلا بملء الفم، قال ابن عقيل :ولا وجه لهذه الرواية عندى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص٦٧ ،مادة"صوم "حرف الصاد)

[3] الاستقاء ة الواردة عند الفقهاء أكثر ما يكون ورودها فى الصيام، لتأثيرها فيه .ويرى جمهور الفقهاء أن الصائم إذا استقاء متعمدا أفطر، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :من ذرعه القىء وهو صائم فليس عليه قضاء ، ومن استقاء فليقض.
وعند الحنفية :إن استقاء عامدا ملء الفم أفطر، لأن ما دون ملء الفم تبع للريق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴،ص ٦٠ ،مادة"استقاء ة "حرف الألف)

www.idaraghufran.org

میں داخل ہے، اور اس سے کم ہو، تو وہ تھوڑی مقدار میں داخل ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3...... اختیاری وغیر اختیاری قئے کو واپس لے جانے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... جہاں تک قئے کے منہ میں آ جانے کے بعد اس کو اپنے اختیار سے واپس پیٹ میں لے جانے کا تعلق ہے، تو اس سے بعض حضرات کے نزدیک روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

لیکن حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ قئے تھوڑی مقدار میں تھی، یعنی منہ بھر کر نہیں تھی، تو جس طرح اس کے اختیار سے کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اسی طرح اس کو اپنے اختیار سے واپس لے جانے پر بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ تھوڑی مقدار کو تھوک کا حکم حاصل ہوتا ہے۔ [2]

اسی طرح اگر باقاعدہ الٹی نہ ہو، بلکہ کچھ تھوڑا بہت پانی ہو، جو ڈکار وغیرہ کے ساتھ منہ کی طرف آ جاتا ہے، تو اس کو قئے نہیں کہا جاتا، اور اس کا حکم بلغم کی طرح ہے، جس کو جان بوجھ کر پیٹ میں لے جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، پھر بھی کوئی احتیاط کو بروئے کار لاتے ہوئے منہ سے باہر نکال دے، تو بہتر ہے۔ [3]

---

[1] ولم يفصل فى ظاهر الرواية بين ملىء الفم، وما دونه وفى رواية الحسن عن أبى حنيفة – رحمه الله تعالى – فرق بينهما، وهو الصحيح فإن ما دون ملىء الفم تبع لريقه فكان قياس ما لو تجشأ وملء الفم لا يكون تبعا لريقه ألا ترى أنه ناقض لطهارته(المبسوط للسرخسی ، ج٣ص ٥٦، وص٥٧، كتاب الصوم)

وإنما قالوا: إنه إذا استقاء أقل من ملء فيه لم يفطره، من قبل أنه لا يتناوله اسم القيء ;ألا ترى أن من ظهر على لسانه شيء بالجشاء لا يقال إنه قد تقيأ؟ وإنما يتناوله هذا الاسم عند كثرته وخروجه ;وقد كان أبو الحسن الكرخي رحمه الله تعالى يقول في تقدير ملء الفم: " هو الذي لا يمكنه إمساكه في الفم لكثرته فيسمى حينئذ قيئا "(أحكام القرآن،للجصاص، ج ١ ص ٢٣٥ ،سورة البقرة)

[2] وعند الحنفية :إن استقاء عامدا ملء الفم أفطر، لأن ما دون ملء الفم تبع للريق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤،ص ٦٠ ،مادة"استقاء ة "حرف الألف)

[3] وللحنفية تفصيل في الاستقاء ة:

أ -فإن كانت عمدا، والصائم متذكر لصومه، غير ناس، والقيء ملء فمه، فعليه القضاء للحديث المذكور، والقياس متروك به، ولا كفارة فيه لعدم صورة الفطر.

ب -وإن كان أقل من ملء الفم، فكذلك عند محمد، يفسد صومه، لإطلاق الحديث، وهو ظاهر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اگر خود بخود ہونے والی قئے زیادہ مقدار میں، یعنی منہ بھر ہو، اور اس کو منہ میں آنے کے بعد اپنے اختیار سے واپس لے جائے، تو اگر واپس لے جانے والی قئے کی مقدار چنے کے برابر، یا اس سے زیادہ ہو، تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر اس سے کم ہو، تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [1]

اور ظاہر ہے کہ اپنے اختیار سے واپس لے جانا اسی وقت ممکن ہے، جبکہ قئے منہ کے اس حصہ تک آجائے، جہاں سے قئے کو واپس لے جانا، اختیار میں ہو۔

اور اگر اس حصہ سے واپس چلی گئی، جس پر اختیار حاصل نہیں تھا، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، جیسا کہ پہلے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الرواية .وعند أبي يوسف لا يفسد؛ لعدم الخروج حكما، قالوا :وهو الصحيح، ثم إن عاد بنفسه لم يفسد عنده، لعدم سبق الخروج، وإن أعاده فعنه: أنه لا يفسد لعدم الخروج، وهي أصح الروايتين عنه .ونص الحنفية على أن هذا كله إذا كان القيء طعاما، أو مرة فإن كان الخارج بلغما، فغير مفسد للصوم، عند أبي حنيفة ومحمد، خلافا لأبي يوسف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٦٧، مادة"صوم "حرف الصاد)

[1] منہ کیونکہ ایک حیثیت سے خارجی عضو کا حکم رکھتا ہے، اور ایک حیثیت سے داخلی عضو کا حکم رکھتا ہے، ان حضرات نے تھوڑی قئے کے اعتبار سے تو منہ کو داخلی عضو کا حکم دیا، اور زیادہ قئے کے اعتبار سے منہ کو خارجی عضو کا حکم دیا۔

وشرط أن يكون ملء الفم؛ لأن للفم حكم الخارج حتى لا يفطر الصائم بالمضمضة، وله حكم الداخل حتى لا يفطر بابتلاع شيء من بين أسنانه مثل الريق فلا يعطى له حكم الخارج ما لم يملأ الفم، واختلفوا في حد ملء الفم فقال بعضهم ما لا يمكن ضبطه إلا بكلفة، وقيل ما لا يمكن الكلام معه، وبعضهم قدره بالزيادة على نصف الفم، والأول أصحُ(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ١ ص ٩، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء)

وإن كان ملء الفم فعاد بنفسه فسد صومه عند أبي يوسف ولم يفسد عند محمد، وإن أعاده فسد صومه بالاتفاق(المبسوط للسرخسي، ج٣ص٥٧، كتاب الصوم)

(قوله: وإن ذرعه القيء) أي غلبه وسبقه قاموس والمسألة تتفرع إلى أربع وعشرين صورة؛ لأنه إما أن يقيء أو يستقيء وفي كل إما أن يملأ الفم أو دونه، وكل من الأربعة إما إن خرج أو عاد أو أعاده وكل إما ذاكر لصومه أو لا .

ولا فطر في الكل على الأصح إلا في الإعادة والاستقاء بشرط الملء مع التذكر شرح الملتقى(رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٤١٤، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لايفسده)

ولا ينافي ما قدمه من أنه لو أعاد قدر حمصة منه أفطر إجماعا؛ لأن ذاك فيما إذا كان القيء ملء الفم؛ لأنه صار في حكم الخارج؛ لأن الفم لا ينضبط عليه، وما كان في حكم الخارج لا فرق بين إعادة كله أو بعضه بصنعه بخلاف ما دونه؛ لأنه في حكم الداخل، فلا يفسد إلا إذا أعاده ولو قدر الحمصة منه بصنعه وبه علم أن كلام الشارح صواب لا خطأ فيه بوجه من الوجوه فافهم(رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٤١٤، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

www.idaraghufran.org

گذرا کہ خود بخود واپس جانے پر روزہ فاسد نہیں ہوتا، تو جس جگہ سے اختیار نہیں تھا، وہاں سے واپس جانا بھی خود بخود ہی ہوگا۔

اور عام طور پر طبیعتِ سلیمہ قئے کے منہ میں آنے کے بعد اس کو واپس لے جانے کو پسند نہیں کرتی، اس لئے اگر واپس جانے، یا لے جانے میں شک ہو، تو روزہ کے فاسد ہونے کا وہم نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اپنے روزہ کو پورا کرلینا چاہیے۔

مسئلہ نمبر 4......بلغم کے آنے اور نگلنے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 4......اگر قئے میں بلغم برآمد ہو، تو اس سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اگر کوئی شخص کھانسی کے ساتھ سینہ، یا دماغ کی طرف سے آئے ہوئے بلغم کو اپنے اختیار سے نگل لے، تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اس کو بسہولت باہر نکالنا ممکن ہو، تو باہر نکال دیا جائے۔ [1]

---

[1] اختلف الفقهاء فى فساد الصوم بابتلاع المخاط أو قلعه.

فذهب الحنفية والمالكية إلى أن الصوم لا يفسد باقتلاع المخاط وابتلاعه وإن أمكن طرحه، ولو بعد وصوله إلى ظاهر الفم .وقال أبو يوسف من الحنفية :إن صعد المخاط من المعدة وكان ملء الفم أفسد الصوم.

وقال الشافعية :لا يبطل الصوم بخلع النخامة ومجها فى الأصح، سواء أقلعها من دماغه، أم من باطنه لتكرر الحاجة إلى ذلك فرخص فيه، ومقابل الأصح يفطر به كالاستقاء ة، وإن نزلت بنفسها أو نزلت بغلبة السعال فلا بأس به جزما، وإن بقيت فى محلها فلا يفطر جزما، فإن نزلت من دماغه، وحصلت فى حد الظاهر من الفم، فإن قطعها من مجراها ومجها لم يفسد الصوم، وإن تركها مع القدرة على مجها فوصلت الجوف أفطر فى الأصح لتقصيره، أما إذا لم تصل إلى حد الظاهر من الفم -وهو مخرج الحاء المهملة -عند النووى -ومخرج الخاء المعجمة عند الرافعى -بأن كانت فى حد الباطن -وهو مخرج الهمزة والهاء ، أو حصلت فى الظاهر ولم يقدر على مجها لم تضر .

وللحنابلة فى ابتلاع الصائم النخامة روايتان:

إحداهما :يفطر، قال حنبل :سمعت أبا عبد الله يقول :إذا تنخم ثم ازدرده فقد أفطر، لأن النخامة من الرأس تنزل، ولو تنخع من جوفه ثم ازدرده :أفطر، لأنه أمكن التحرز منها، ولأنها من غير الفم فأشبه القىء .

والرواية الثانية :لا يفطر، قال فى رواية المروزى :ليس عليك قضاء إذا ابتلعت النخامة، وأنت صائم، لأنه معتاد فى الفم غير واصل من خارج فأشبه الريق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ٢٦٠، ٢٦١،مادة"مخاط "حرف الميم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 5......روزہ یادنہ ہونے کی صورت میں اختیار سے قئے کرنے کاحکم

مسئلہ نمبر 5......اگرکسی نے قئے اپنے اختیار سے کی، مگر اسے قئے کرتے وقت روزہ یادنہیں تھا، تواس سے بہرحال روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ یہ بھول کر روزہ کی خلاف ورزی کرنے میں داخل ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 6......قئے سے روزہ ٹوٹنے کا گمان کرکے کوئی فعل کرنے کاحکم

مسئلہ نمبر 6......اگرکسی کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ خود بخود قئے کے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اس نے قئے آنے کے بعد سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے، اس لئے اس نے بعد میں جان بوجھ کر کھاپی لیا، تواس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس پر بعد میں روزہ کی قضاء واجب ہوگی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لو ابتلع البلغم بعدما تخلص بالتنحنح من حلقه إلى فمه لا يفطر عندنا قال فی الشرنبلالية ولم أره ولعله كالمخاط قال: ثم وجدتها فی التتارخانية سئل إبراهيم عمن ابتلع بلغما قال إن كان أقل من ملء فيه لا ينقض إجماعا وإن كان ملء فيه ينقض صومه عند أبی يوسف وعند أبی حنيفة لا ينقض .اهـ.وسيذكر الشارح ذلک أيضا فی بحث القیء(رد المحتار ، ج۲، ص ۴۰۰، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

وهذا فی غير البلغم أما هو فغير مفسد مطلقا خلافا لأبی يوسف فی الصاعد واستحسنه الكمال وغيره(منحة الخالق على هامش البحرالرائق،ج۲،ص۲۹۵، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

وأطلق فی أنواع القیء والاستقاء فشمل ما إذا استقاء بلغما ملء الفم، وهو قول أبی يوسف وعند أبی حنيفة ومحمد لا يفسد صومه بناء على الاختلاف فی انتقاض الطهارة،وقول أبی يوسف هنا أحسن إلی قوله كذا فی فتح القدير (منحة الخالق على هامش البحرالرائق،ج۲،ص۲۹۶، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

فعلى هذا ينبغی أن يحتاط فی النخامة والبزاق حتى لا يفسد صومه على قول مجتهد(الفتاوى البزازية،ج۱،ص۸۹،كتاب الصوم، الثالث فيما يفسده ومالا يفسده وموجب القضاء والكفارة ،الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت،لبنان، الطبعة الأولىٰ: ۲۰۰۹م)

[1] أن المراد بالعمد تذكر الصوم لا تعمد القیء فهو مخرج لما إذا فعل ذلک ناسيا فإنه لا يفطر أفاده فی البحر ط(رد المحتار،ج۲،ص۴۱۴، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

[2] لو ذرعه القیء وظن أنه يفطره فأفطر، فلا كفارة عليه لوجود شبهة الاشتباه بالنظير فإن القیء والاستقاء متشابهان؛ لأن مخرجهما من الفم وكذا لو احتلم للتشابه فی قضاء الشهوة وإن علم أن ذلک لا يفطره فعليه الكفارة؛ لأنه لم توجد شبهة الاشتباه ولا شبهة الاختلاف اهـ(رد المحتار على الدر المختار،ج۲،ص۴۰۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 5)

ناک (Nose) میں کوئی چیز لگانا، یا کھینچنا

ناک (Nose) دراصل سونگھنے کا ایک آلہ ہے، جس کا تعلق ''نظامِ تنفس (Respiratory System)'' سے ہے۔

ناک کے منفذ سے متعلق طبی تحقیق

ناک کی طبی تحقیق میں حکیم محمد سعید صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

ناک کی تجویف (Nasal Cavity) یہ دو گڑھے ہیں، جو ناک کے پردے (فاصل الانف) کے ذریعے سے الگ ہوتے ہیں۔

اگلے نتھنے (Ant Nares) یہ باہر کی طرف دو سوراخ ہیں، جن کا تعلق باہر سے ہوتا ہے۔

پچھلے نتھنے (Posterior Nares) یہ اندر کی طرف دو سوراخ ہیں، جن کا تعلق ناک اور حلق کے جوف (بلعومِ انفی Nasopharynx) سے ہوتا ہے۔

ناک کی تجویف بنانے میں جو ہڈیاں حصہ لیتی ہیں، وہ یہ ہیں: مصفات، تالو، قاسم الانف، وتدی، اور بالائی جبڑا (کتاب الابدان، حصہ اول، ص ۴۷، محوری ڈھانچہ، مطبوعہ: ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)

حکیم موصوف دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ناک کی زیریں خیشوم (Inferior Meatus) نام کی نالی میں سامنے کی طرف آنسو کی نالی (lacrimal Duct) کا زیریں سوراخ کھلتا ہے (کتاب الابدان، حصہ دوم، ص ۲۴، نظامِ تنفس، مطبوعہ: بیت الحکمت، کراچی)

حکیم موصوف دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

سونگھنے کے آخذ خلیات، ناک کے جوف (Nasal Cavity) کے بالائی حصے کی مخاطی جھلی (Mucous Membrane) کے اندر پائے جاتے ہیں، ان خلیوں کے اطراف مخاطی غدود (Mucous Glands) ہوتے ہیں، جن چیزوں میں کسی قسم کی بو ہوتی ہے، دراصل یہ ان سے گیس کی شکل میں، یا اس کے ساتھ شامل ہونے والے اجزاء کی شکل میں خارج ہوتے ہیں، جب یہ اجزاء ''مخاط'' میں حل ہوتے ہیں، تو یہ ''مخاط'' ناک کے ان آخذ خلیوں میں بو کی حسی تحریک پیدا کرتا ہے، سونگھنے والے ان خلیوں (Olfactory Receptors) میں بھی ذائقے کا احساس کرنے والے خلیوں کی طرح بال نما ساخت ہوتی ہے، اس ساخت کے ذریعے پیدا ہونے والی تحریک، سونگھنے والے خلیوں کے الیاف سے، عصبِ شامہ، یا پہلے دماغی عصب (1st or Olfactory Nerve) کے ذریعے ساقِ دماغ (Brainstem) کے اگلے حصے میں، اور پھر یہاں سے قشرِ دماغ کے صدغی حصے (Temporal Cortex) میں جاتی ہے، جہاں مرکزِ شامہ، یا سونگھنے کا مرکز واقع ہوتا ہے (کتاب الابدان، حصہ دوم، ص ۱۲۰، ۱۲۱، نظامِ اعصاب، مطبوعہ: بیت الحکمت، کراچی)

اس طرح کی اور بھی اطباء کی مفصل تصریحات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے بیرونی سوراخوں کا سلسلہ منہ کے جوف میں جا کر ختم ہوتا ہے، اور ناک میں ہی آنکھوں کے آنے والے آنسوؤں کی نالی واقع ہے، اور اس کے علاوہ ناک کے اندرونی حصہ سے براہِ راست دماغ، یا پیٹ میں سیال غذاء، یا دوا پہنچنے کا کوئی منفذ وراستہ نہیں ہے۔

اگر ایسا ہو، تو طبی اعتبار سے انسان کے دماغ، بلکہ اس کی زندگی کا سلامت رہنا بہت مشکل ہے، کیونکہ دماغ بہت حساس عضو ہے، جو اس طرح کی چیزوں کو اپنے اندر سمانے اور تحمل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اور ناک سے دماغ تک پہنچنے والی خوشبو اور بدبو کا دماغ کو احساس، غذائی و دوائی منافذ کے ذریعہ سے نہیں ہوتا، جو روزہ فاسد ہونے کا سبب ہو، بلکہ وہ مخصوص جھلی (Nasal mucosa) اور خون کی نالیوں کے مسامات کے ذریعہ سے ہوتا ہے، جو دوا کو جذب کر کے اس کے اثرات تیزی سے خون میں شامل کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں، اور وہ خون دماغ پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

ورنہ تو ناک کے باہر موجود خوشبو، یا بد بو کے دماغ میں پہنچنے سے بھی روزہ فاسد ہو جایا کرتا، جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

پس بعض اوقات کسی چیز کا، ناک کے بیرونی سوراخوں اور نتھنوں کے ذریعہ داخل ہونے والی چیز کا بلعوم انفی (Nasopharynx) کے واسطے سے بلعومِ فموی (Oropharynx) سے نیچے بلعومِ حنجری، یا بلعوم سفلی (Hypopharynx) کی طرف پیٹ میں داخل ہونا ممکن ہوتا ہے، جس کی وجہ سے حدیث میں روزہ دار کو ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

چند احادیث وآثار

چنانچہ حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا (سنن أبی داؤد، رقم الحديث ٢٣٦٦، كتاب الصوم، باب الصائم يصب عليه الماء من العطش ويبالغ فی الاستنشاق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ (وضو کے دوران) ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کریں، مگر یہ کہ آپ روزہ دار ہوں (ابوداؤد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح .وقد سلف ضمن حديث مطول (حاشية سنن ابی داؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کو وضو کے دوران کلی کرنے کی طرح ناک میں پانی ڈالنا جائز ہے، لیکن ناک کے ذریعہ سے پانی زیادہ اندر لے جانا اور بالفاظِ دیگر مبالغہ کرنا منع ہے۔

کیونکہ ناک کے سوراخ، یعنی بلعوم انفی (Nasopharynx) منہ کے جوف میں جا کر کھُلتے ہیں، جس کی وجہ سے ناک کے ذریعہ سے لے جایا ہوا پانی، حلق میں داخل ہوکر پیٹ کے اندر جانے کا خدشہ ہوتا ہے، جو روزہ ٹوٹنے کا سبب بن سکتا ہے۔

ابو ہلال سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ ، قَالَ: كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَّسْتَنْشِقَ الصَّائِمُ حَتّٰى لَا يَدْخُلَ حَلْقَهُ (مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۹۸۴۶، کتاب الصیام، ما کرہ للصائم من المبالغة فی الاستنشاق)

ترجمہ: (جلیل القدر تابعی، محمد) بن سیرین، روزہ دار کو اس طرح ناک میں پانی ڈالنے کو مکروہ سمجھتے تھے کہ پانی، حلق میں داخل ہو جائے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت امام شعبی سے روایت ہے کہ:

إِذَا اسْتَنْشَقْتَ وَأَنْتَ صَائِمٌ فَلَا تُبَالِغْ (مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۹۸۴۷، کتاب الصیام، ما کرہ للصائم من المبالغة فی الاستنشاق)

ترجمہ: جب آپ روزہ سے ہوں اور ناک میں پانی ڈالیں، تو مبالغہ نہ کریں (ابنِ ابی شیبہ)

ان روایات سے صاف معلوم ہوا کہ روزہ دار کو ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنے کے مکروہ ہونے کی اصل وجہ، دماغ میں جانے کے بجائے حلق میں جانا ہے۔

ابنِ جریج سے روایت ہے کہ:

قَالَ إِنْسَانٌ لِعَطَاءٍ: اِسْتَنْثِرْتُ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقِيْ ، فَلَا بَأْسَ ؟قَالَ: لَا

بَأْسَ ، لَمْ تَمْلِکْ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ،رقم الحدیث ۹۵۷۹، کتاب الصیام، ما قالوا فی الصائم یتوضأ ، فیدخل الماء حلقہ)

ترجمہ: ایک انسان نے حضرت عطاء سے کہا کہ میں نے ناک میں پانی ڈالا،تو پانی میرے حلق میں داخل ہوگیا،تو کیا (روزہ پر) کوئی فرق تو نہیں پڑا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں،آپ کو اس کی قدرت نہیں تھی (یعنی بلاقصد ایسا ہوا) (ابنِ ابی شیبہ)

اور مصنف عبدالرزاق میں ابنِ جریج سے اس طرح روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَطَاءٍ: إِنْسَانٌ اِسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهُ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِذٰلِکَ، وَقَالَهُ مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ (مصنف عبد الرزاق،رقم الحدیث ۷۳۷۹، کتاب الصیام،باب الرجل یتمضمض ویستنشق صائما فیدخل الماء جوفہ)

ترجمہ: میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ ایک انسان نے ناک میں پانی ڈالا،تو پانی اس کے حلق میں داخل ہوگیا،تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں،اور یہی بات قتادہ سے معمر کے بارے میں بھی مروی ہے (عبدالرزاق)

حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ: كَانُوا يَكْرَهُونَ أَنْ يَكُونَ الْاِسْتِنْشَاقُ بِمَنْزِلَةِ السَّعُوطِ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ،رقم الحدیث ۲۷۹،، کتاب الطہارۃ ، من کان یأمر بالاستنشاق)

ترجمہ: ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ صحابہ وتابعین ناک میں دوا چڑھانے کی طرح ، ناک میں پانی چڑھانے (یعنی مبالغہ کرنے) کو مکروہ سمجھتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

قعقاع سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ السَّعُوطِ بِالصَّبِرِ لِلصَّائِمِ ؟ فَلَمْ يَرَ بِهِ بَأْسًا (مصنف ابن أبی شیبۃ،رقم الحدیث ۹۳۵۴، کتاب الصیام،فی الصائم یستسعط)

ترجمہ: میں نے ابراہیم نخعی سے روزہ دار کے مصبر کو ناک میں کھینچنے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت اعمش سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ (مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۹۳۵۵، كتاب الصيام، فی الصائم يستسعط)

ترجمہ: ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ روزہ دار کو ناک میں کوئی دوا چڑھانے میں حرج نہیں (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ہشام سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ ؛ أَنَّهُ كَرِهَ لِلصَّائِمِ أَنْ يَّسْتَسْعِطَ (مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۹۳۵۶، كتاب الصيام، فی الصائم يستسعط)

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ روزہ دار کو ناک میں کوئی دوا چڑھانا، مکروہ ہے (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

حریث سے روایت ہے کہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ ؛ أَنَّهُ كَرِهَ السَّعُوطَ لِلصَّائِمِ (مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۹۳۵۷، كتاب الصيام، فی الصائم يستسعط)

ترجمہ: حضرت امام شعبی نے فرمایا کہ روزہ دار کو ناک میں کوئی دوا چڑھانا، مکروہ ہے (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

ان روایات وآثار سے معلوم ہوا کہ ناک سے پانی غیرہ ڈالنے سے بذاتِ خود روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ ناک سے منہ کی طرف جانے والے راستہ سے پیٹ میں پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے ایسا کرنا، مکروہ ہے، تاہم علاج وغیرہ کی ضرورت، اور وضو وغسل کرتے ہوئے غلطی سے پانی چلے جانے میں تخفیف رکھی گئی ہے۔

اب ناک کے ذریعہ سے کسی چیز کے اندر داخل کرنے کے متعلق اہم مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر1......ناک سے داخل ہونے والی چیز سے روزہ فاسد ہونے کی تفصیل

مسئلہ نمبر1...... ناک کے نتھنوں کے اندرونی سوراخ بلعوم انفی (Nasopharynx) منہ کے آخری حصہ میں حلق، یعنی بلعوم فموی (Oropharynx) کے قریب اس سے پہلے واقع ہیں، لہٰذا اگر ناک کے سوراخوں سے کوئی چیز صرف منہ کے آخری حصہ، یا حلق کی جڑ تک پہنچ جائے، مگر پیٹ میں داخل نہ ہو، اور اگر منہ میں داخل ہو، تو اس کو باہر نکال دے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اور موجودہ تحقیق سے ناک سے سر میں اور سر سے پیٹ میں جانے کا کوئی منفذِ اصلی اور باقاعدہ راستہ ثابت نہیں ہوسکا۔

البتہ پہلے زمانہ کے علماء نے ناک کے ذریعہ سے دماغ تک اور دماغ سے پیٹ تک منفذِ اصلی (یعنی باقاعدہ راستہ) موجود ہونے کا سمجھا تھا، اس لئے انہوں نے ناک کے ذریعہ کوئی چیز چڑھانے پر دماغ تک پہنچنے، اور وہاں سے پیٹ میں پہنچنے کی وجہ سے روزہ فاسد ہونے کا حکم لگایا تھا۔

چنانچہ ''کتابُ الاصل'' میں امام ابوحنیفہ سے ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہونے، اور سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہ ہونے کے درمیان فرق کی وجہ اس طرح منقول ہے:

قلت من أَين اختلفَا قَالَ لِأَن السعوط يدْخل رَأسه والكحل لَا يدْخل رَأسه وَإِنَّمَا الَّذِى يُوجد مِنْهُ رِيحه مثل الْغُبَار وَالدُّخَان يدْخل حلقه (الاصل المعروف بالمبسوط للشيبانى ج۲ص ۲۰۲، كتاب الصوم)

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ دونوں کا حکم مختلف کیسے ہوا، تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اس لئے کہ ناک کی دوا، سر میں داخل ہوجاتی ہے، اور سرمہ، سر میں داخل نہیں ہوتا، اور جو کچھ سرمہ کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، وہ گردوغبار اور دھویں کے مثل

www.idaraghufran.org

ہے، جو حلق میں داخل ہو جائے (کتاب الاصل)

اور امام ابوبکر جصاص، حرمتِ رضاعت کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

السعوط يحصل إلى الدماغ، وينزل إلى الجوف، فيغذى ويسد الجوعة(شرح مختصر الطحاوى، ج۵، ص ۲۷۳، كتاب الطلاق، باب الرضاع)

ترجمہ: ناک میں ڈالنے سے دماغ میں پہنچتی ہے، اور پھر پیٹ میں گر جاتی ہے، جس سے غذائیت حاصل ہوتی ہے، اور بھوک مٹتی ہے (شرح مختصر طحاوی)

اور علامہ سمرقندی فرماتے ہیں:

ولو وصل إلى جوف الرأس بالإقطار فى الأذن أو السعوط أو إلى البطن بالاحتقان يفسد صومه لأنه يصل إلى جوفه بالحقنة وكذا بالسعوط والإقطار فى الأذن لأن جوف الرأس له منفذ إلى البطن (تحفة الفقهاء، ج ا، ص ۳۵۵، كتاب الصوم)

ترجمہ: اور اگر کان میں قطرہ ٹپکانے سے سر کے جوف میں پہنچ جائے، یا ناک میں چڑھانے سے سر کے جوف میں پہنچ جائے، یا حقنہ کرنے سے پیٹ کی طرف چلی جائے، تو روزہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ حقنہ کرنے سے پیٹ میں پہنچ جاتی ہے، اور اسی طرح ناک، اور کان میں ڈالنے سے بھی، کیونکہ سر کے اندر سے پیٹ کی طرف جانے کا راستہ ہے (تحفۃ الفقہاء)

اور ''البحرُ الرائق'' میں ہے:

وفى التحقيق أن بين الجوفين منفذا أصليا فما وصل إلى جوف الرأس يصل إلى جوف البطن(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲، ص ۳۰۰، كتاب الصوم، باب ما يفسده الصوم وما لا يفسده)

ترجمہ: اور تحقیق میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ سر اور پیٹ کے اندر، درمیان میں اصلی راستہ ہے، پس جو چیز سر کے اندر جاتی ہے، وہ پیٹ کے اندر پہنچ جاتی ہے (بحر)

www.idaraghufran.org

اور’’ طحطاوی علٰی مراقی الفلاح ‘‘میں ہے:

التحقيق أن بين جوف الرأس وجوف المعدة منفدا أصليا فمتى وصل إلى جوف الرأس يصل إلى جوف البطن(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،ص ٦٧٣،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء)

ترجمہ: اور تحقیق یہ ہے کہ سر کے اندر،اور معدہ کے اندر درمیان میں سے اصلی راستہ ہے،پس جب کوئی چیز سر کے اندر جاتی ہے،وہ پیٹ کے اندر پہنچ جاتی ہے(طحطاوی)

اورعلامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں:

والتحقيق أن بين جوف الرأس وجوف المعدة منفذا أصليا فما وصل إلى جوف الرأس يصل إلى جوف البطن .اهـ (رد المحتار،ج٢،ص ٤٠٣،كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده)

ترجمہ:اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سر اور معدہ کے اندر اصلی راستہ ہے، پس جو چیز سر کے اندر جاتی ہے،وہ پیٹ کے اندر پہنچ جاتی ہے(ردالمحتار)

اورعلامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں:

لو بقي السعوط فى الأنف ولم يصل إلى الرأس لا يفطر (رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٤٠٢،كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده)

ترجمہ:اگر ناک میں چڑھائی جانے والی دوا، ناک میں ہی موجود رہے،اور وہ سر تک نہ پہنچے،تو روزہ فاسد نہیں ہوگا(ردالمحتار)

اورعلامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ولو وصل إلى الرأس ثم خرج لا يفسد (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٢ ص ٩٣، كتاب الصوم، فصل اركان الصوم)

ترجمہ:اور اگر وہ چیز سر تک پہنچ جائے اور پھر باہر نکل جائے،تو روزہ فاسد نہیں ہوگا(بدائع)

www.idaraghufran.org

فقہ شافعی کی تالیف ''المجموع ''میں ہے:

بخلاف الأنف فإن السعوط يصل منه إلى الدماغ في منفذ مفتوح (المجموع شرح المهذب، ج٦، ص ٣١٥، كتاب الصيام، في مذاهب العلماء في نية الصوم)

ترجمہ: برخلاف ناک میں دوا ڈالنے کے کہ وہ دوا ناک سے دماغ میں پہنچ جاتی ہے، کھلے ہوئے راستہ کے ذریعہ سے (مجموع)

اس سے معلوم ہوا کہ سابق فقہاء کے نزدیک ناک کے ذریعہ ڈالی ہوئی کوئی چیز دماغ میں اور وہاں سے پیٹ میں جانے کی وجہ سے روزہ فاسد ہوتا ہے، اور اگر دماغ تک نہ پہنچے، یا واپس آجائے، تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [1]

اور فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ ناک میں ڈالی ہوئی چیز اگر منہ میں جائے، اور منہ سے اسے باہر نکال دیا جائے، تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ ''البحرُ الرائق ''میں ہے:

استنشق فوصل الماء إلى فمه، ولم يصل إلى دماغه لا يفسد صومه (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢، ص ٢٧٩، كتاب الصوم، اقسام الصوم)

ترجمہ: ناک میں پانی ڈالا، پھر وہ منہ تک پہنچ گیا، اور دماغ تک نہیں پہنچا، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا (بحر)

اور ''الموسوعةُ الفقهية ''میں ہے:

ذهب الحنفية والمالكية إلى أن من رعف فأمسك أنفه فخرج الدم من فيه ولم يرجع إلى حلقه فلا شيء عليه؛ لأن منفذ الأنف إلى الفم دون الجوف، فهو ما لم يصل إلى الجوف لا شيء فيه، ومن دخل دم رعافه حلقه فسد صومه .

---

[1] امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:
جوف سے مراد صرف جوفِ بطن ہے، اور جوفِ دماغ سے چونکہ جوفِ بطن میں پہنچنا لازمی ہے، اس لئے اس میں پہنچنے کو بھی طبعاً لجوف المعدہ مفسد قرار دیا ہے (امداد الفتاویٰ، ج۲ص۱۴۶، کتاب الصوم، امداد المفتین ص۴۹۱، کتاب الصوم)

www.idaraghufran.org

أما الشافعية والحنابلة فيؤخذ من عباراتهم أن ما يصل إلى جوف الصائم بلا قصد لا يفطر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲، ص ۲۶، مادة ”رعاف“ حرف الصاد)

ترجمہ: حنفیہ اور مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ جس کو نکسیر پھوٹی، پھر اس نے ناک کو پکڑ لیا، پھر خون اس کے منہ سے باہر نکل گیا، اور اس کے حلق (یعنی پیٹ) کی طرف نہیں گیا، تو اس پر کچھ نہیں (نہ روزہ کی قضاء اور نہ کفارہ، کیونکہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹا) کیونکہ ناک کا منفذ (راستہ) منہ کی طرف ہے، پس وہ جب تک پیٹ میں نہیں پہنچے گی، تو اس میں کچھ نہیں ہوگا، اور جس کی نکسیر کا خون حلق (یعنی پیٹ) میں داخل ہوگیا، تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جہاں تک شافعیہ اور حنابلہ کا تعلق ہے، تو ان کی عبارات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو چیز روزہ دار کے پیٹ میں بغیر ارادہ کے (غلطی سے) چلی جائے، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا (موسوعہ)

ان جیسی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سابق ادوار میں جن حضرات نے ناک کے ذریعہ کسی دوا کے ڈالنے سے روزہ فاسد ہونے کا حکم اس وجہ سے لگایا تھا کہ ناک سے دماغ تک پہنچ جانے کا منفذِ اصلی موجود ہے، اور دماغ سے پیٹ تک پہنچنے کا بھی منفذِ اصلی موجود ہے، تو یہ حکم ان حضرات تک پہنچنے والی طبی تحقیق پر مبنی تھا، کسی نص پر مبنی نہیں تھا۔

جبکہ موجودہ طبی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ناک سے غذاء، یا دواء دماغ، اور سر تک پہنچنے کا کوئی باقاعدہ منفذ موجود نہیں، پس ناک سے جانے والا پانی، یا کوئی دوسری چیز کسی منفذِ اصلی کے ذریعہ دماغ اور سر میں نہیں جاسکتی، بلکہ ایسا ہونا، انسانی جان کے لئے مہلک ہے، اور ناک کے اندرونی، یا بالائی حصہ سے جب پانی، یا کوئی دوسری چیز ٹکراتی ہے، تو ایسی جھنجھناہٹ ہوتی ہے، جیسے دماغ میں کوئی چیز چلی گئی، اسے بہت سے لوگ دماغ میں جانا سمجھ لیتے ہیں۔

پس جب موجودہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ ناک سے کسی دوا کو سانس وغیرہ کے ذریعہ کھینچنے سے

وہ دوا، کسی منفذ کے ذریعہ دماغ تک نہیں پہنچ سکتی، اور ناک سے سر اور دماغ کی طرف منفذِ اصلی اور باقاعدہ کسی چیز کے جانے کا راستہ نہیں، تو پھر ناک کی کسی چیز کے دماغ کے واسطہ سے پیٹ میں پہنچ کر روزہ فاسد ہونے کی وجہ نہیں پائی جاسکتی، اور ناک میں کسی چیز کے ڈالنے سے روزہ ٹوٹنے کی وجہ یہ نہیں ہوسکتی کہ وہ کسی منفذِ اصلی کے ذریعہ دماغ اور سر میں اور وہاں سے پیٹ میں پہنچے، بلکہ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہوسکتی ہے کہ وہ پہلے منہ میں اور پھر وہاں سے پیٹ میں داخل ہوجائے، اس کے علاوہ ناک کے ذریعہ کسی اور طرف کے منفذ سے پیٹ میں جاکر روزہ ٹوٹنے کی کوئی دوسری وجہ کا ہونا ممکن نہیں۔

پس جب سابق فقہاء کے نزدیک بھی سر میں داخل ہوکر واپس نکلنے والی چیز کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، تو جس چیز کا سر میں کسی منفذِ اصلی سے جانا ہی ثابت، بلکہ ممکن نہ ہو، یا وہ چیز منہ کے جوف میں داخل ہوجائے، پھر اسے منہ سے باہر نکال دیا جائے، تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اس کی حیثیت ایسی ہی ہوجائے گی، جیسا کہ منہ میں کوئی چیز داخل کر کے پیٹ میں لے جائے بغیر واپس نکال دی جائے، جیسا کہ کلی کرنے میں ہوتا ہے۔

پس مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ ناک میں کسی چیز، یا دوا کے ڈالنے (Nose Drops) سے اس وقت تک روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب تک وہ چیز منہ میں پہنچ کر وہاں سے حلق کے واسطہ سے پیٹ میں نہ پہنچ جائے۔

اور ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ صرف حلق سے ٹکرانا، یا حلق کے قریب تک پہنچ جانا، جب تک پیٹ میں نہ پہنچے، روزہ ٹوٹنے کا سبب نہیں، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔ [1]

---

[1] فإذا ظهر هناك تحقيق جديد أو اكتشاف جديد فى علم الطب بأنه ليس هناك منفذ واتفق الأطباء على أنه ليس هناك منفذ فيما بين الدماغ والبطن فحينئذ القول بفساد الصوم بمداواة آمة الرأس هذا القول ينبغى أن يرجع عنه، ويؤخذ بهذا الرأى الطبى الحديث، لأنه مبنى على واقع قد تحقق خلافه .وكذلك مسألة الأذن، فمن قال بإفساد الصوم بإدخال الدواء فى الأذن فإنه قال ذلك اعتمادا على أن هناك منفذًا فيما بين الأذن والحلق، وإذا تحقق طبيًّا وثبت طبيًّا باتفاق أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2......وضو، غسل کے دوران ناک سے پانی داخل ہونے پر حکم

مسئلہ نمبر 2...... وضو اور غسل کے دوران ناک کے ذریعہ سے غلطی سے پانی پیٹ میں چلا جائے، تو اس بارے میں روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کی تفصیل وہی ہے، جو وضو اور غسل کے دوران کلی کرتے ہوئے پیٹ میں چلے جانے کی ذکر کی گئی، کہ بعض حضرات کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور بعض کے نزدیک نہیں ٹوٹتا، الا یہ کہ اپنی طرف سے ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ، یا اسراف سے کام لیا جائے۔ ؂۱

مسئلہ نمبر 3......کام کاج کے دوران گردوغبار کے سانس سے داخل ہونے کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... چکی پیسنے، جھاڑو دینے، روئی دھننے اور دوسرے کام کاج کے دوران جو گرد وغبار اڑتا ہے، وہ اگر خود بخود سانس کے ساتھ اندر چلا جائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ پہلے منہ کے بیان میں گزرا۔ ؂۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الطب بأنه ليس هناک منفذ فينبغی أن يتغير هذا الرأی؛ لأن هذا ليس مسألة فقهية وإنما هی مسألة واقعية وطبية.وعلى هذا الأساس الموضوعات التی تهمنا فی هذه الجلسة هی موضوع (الأذن) وموضوع (الرأس والآمة) وموضوع (القبل) ، وكذلک القبل قد تحقق أنه ليس هناک منفذ فيما بين القبل والبطن .فلذلک ينبغی أن نقول بعدم فساد الصوم إذا أدخل شیء من القبل(مجلة المجمع الفقه الاسلامی،ج ۱۰ ص ۸۳۲، المناقشة: للشيخ المفتی تقی العثمانی)

؂۱ فأما الاستنشاق فحكمه حكم المضمضة كما ذكره على الاختلاف(النتف فی الفتاوی، ج ۱، ص ۱۵۶، كتاب الصوم،مطلب ما لا يفسد الصوم)

الأنف ينطبق عليه ما انطبق على الفم فی حالة الصوم، فيأخذ حكمه فی المبالغة فی الغسل(منتهى النقاية علىٰ شرح الوقاية للدكتور صلاح محمد أبو الحاج، ج ۲،ص ۳۶، كتاب الطهارة،الناشر:دار الوراق – عمان، الأردن.الطبعة الأولى،2006م)

وما عن نصير بن يحيى فيمن اغتسل ودخل الماء فی حلقه لم يفسد اهـ(البحر الرائق، ج۲ص ۲۹۲، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

؂۲ وغبار الطاحونة كالدخانِ(البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۹۴، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لايفسده)

ولو دخل حلقه غبار الطاحونة أو طعم الأدوية أو غبار الهرس، وأشباهه أو الدخان أو ما سطع من غبار التراب بالريح أو بحوافر الدواب، وأشباه ذلک لم يفطره كذا فی السراج الوهاج(الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع، النوع الاول) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 4...... بحالتِ روزہ، دواء کے بغیر ناک سے خالی آکسیجن لینے کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... ناک کے ذریعہ سے ایسی آکسیجن دینا کہ جس میں دوا کے اجزاء حلق اور پھر پیٹ میں داخل نہ ہوں، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس کا حکم سانس کے ذریعہ سے جانے والی ہوا اور سعوط کی طرح ہے، جس کی بعض روایات میں گنجائش دی گئی ہے۔ ل

مسئلہ نمبر 5...... اپنے اختیار سے ناک کے ذریعہ دھواں کھینچنے پر حکم

مسئلہ نمبر 5...... اپنے ارادہ واختیار سے ناک کے ذریعہ سے کوئی دھواں وغیرہ اندر کھینچنے سے، جبکہ وہ بلعومِ حنجری، یا بلعوم سفلی (Hypopharynx) سے نیچے پہنچ جائے، تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(قوله: كطعم أدوية) أى لو دق دواء فوجد طعمه فى حلقه زيلعى وغيره .وفى القهستانى طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد فى حلقه لم يفطر كما فى المحيط (رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٣٩٦، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

وإن دخل ذباب جوفه لم يفطره ولم يضره، وهذا استحسان وكان ينبغى فى القياس أن يفسد صومه؛ لأنه ليس فيه أكثر من أنه غير مغذ وأنه لا صنع له فيه فكان نظير التراب يهال فى حلقه وفى الاستحسان لا يضره هذا؛ لأنه لا يستطاع الامتناع منه فإن الصائم لا يجد بدا من أن يفتح فمه فيتحدث مع الناس وما لا يمكن التحرز عنه فهو عفو؛ ولأنه مما لا يتغذى به فلا ينعدم به معنى الإمساك، وهو نظير الدخان والغبار يدخل حلقه(المبسوط للسرخسى، ج٣ص٩٣، كتاب الصوم)

(قوله فأشبه الغبار والدخان) إذا دخلا فى الحلق فإنه لا يستطاع الاحتراز عن دخولهما من الأنف إذا طبق الفم وصار أيضا كبلل يبقى فى فيه بعد المضمضة(فتح القدير، ج٢،ص ٣٣٢، كتاب الصوم)

وإذا دخل الغبار، أو الدخان حلق الصائم لم يضره؛ لأن هذا لا يستطاع الامتناع منه فالتنفس لا بد منه للصائم والتكليف بحسب الوسع(المبسوط للسرخسى، ج٣ص٩٨، كتاب الصوم)

ل (أو استعط) على البناء للفاعل وهو إيصال مائع إلى الجوف من طريق المنخرين (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج ١ ص ٢٤١، كتاب الصوم، باب موجب الفساد)

الهواء غير مفطر بالاجماع ،وكذا ماكان من قبيل الاعراض لا الجواهر كالرائحة والبرودة والحرارة (ضابط المفطرات فى مجال التداوى، للشيخ المفتى محمد رفيع العثمانى، ص ١٦٥ ،الباب الثالث،الفصل الاول)

www.idaraghufran.org

چنانچہ اگر کوئی ناک کے ذریعہ سے بلعومِ حنجری، یا بلعوم سفلی (Hypopharynx) کی طرف دھواں کھینچ کر سگریٹ نوشی کرے، تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، جس کی تفصیل منہ کے ذریعہ سگریٹ نوشی کرنے کی بیان میں پیچھے گذر چکی ہے۔ [1]

---

[1] لیکن اس صورت میں بعض حضرات کے نزدیک کفارہ واجب نہیں ہوتا، جس کی تفصیل کفارہ کی بحث میں آتی ہے۔

وكذلك يفطر الصائم بمضغ الدخان أو نشوقه، لأنه نوع من أنواع التكييف، ويصل طعمه للحلق، ويتكيف به الدماغ مثل تكيفه بالدخان الذى يمص بالعود.

وهذا ما صرح به المالكية، وقواعد المذاهب الأخرى لا تأباه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١١١، ١١٢،مادة"تبغ" حرف التاء)

قد عللوا عدم فساد الصوم بدخول الدخان بعدم امكان الاحتراز عنه ،فإذا شرب الدخان فقد ادخل عمدا ذاكرا للصوم ،فيفسد لا محالة، ويجب القضاء حتما ، وقد نبه عليه بعض الفقهاء أيضاً، فقال الشرنبلالى فى شرحه "مراقى الفلاح "لمتنه "نور الايضاح" أو دخل فى حلقه دخان بلا صنعه ، وفيماذكرنا اشارة إلى أن من ادخله بصنعه فى حلقه بأى صورة كان ،فسد صومه ،سواء كان دخان عنبر اوغيرهما ،حتى إن من تبخر ببخوره، فآداه إلى نفسه ،وشم دخانه ذاكرا للصوم أفطر ،لامكان التحرز عن ادخال المفطر جوفه ودماغه ،وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس ،فليتنبه ولا يتوهم أنه كشم الورد وماء ه والمسك لوضوح الفرق بين هواء التطييب بريح المسك ،وشبه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله ،وسنذكر الكفارة بشربه۔ انتهى .

وقال شيخ زاده فى "مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر "عند قول الماتن :"وان دخل حلقه غبار، أو ذباب ،أو دخان لا يفطر ،والقياس أن يفطر لوصول المفطر إلى جوفه وأن كان لا يتغذى به، وجه الاستحسان أنه لايقدر على الامتناع عنها ،فإذا اطبق الفم لا يستطاع الاحتراز عن الوصول إلى الانف ،فصار كبلل يبقى فى فيه بعد المضمضة ،وعلى هذا لو دخل حلقه فسد صومه ،حتى أن من تبخر ببخور، فاشتم دخانه ،فادخل حلقه ذاكرا لصومه افطر ،لأنهم فرقوا بين الدخول والادخال ، لأن الادخال عمله، والتحرز عنه ممكن ،ويؤيده قول صاحب "النهاية" إذا دخل الذباب جوفه لايفسد صومه ،لأنه لم يوجد ما هو ضد الصوم ،وهو ادخال الشىء من الخارج إلى الباطن ،وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه له۔ انتهى .

وقال الحصكفى فى" الدر المختار" مفاده أنه لو ادخل حلقه الدخان افطر ،اى دخان كان ولوعودا او عنبرا، لو ذاكر الامكان الاحتراز عنه، فليتنبه له كما بسطه الشرنبلالى۔ انتهى.

وفى "رد المحتار" به يعلم حكم شرب الدخان۔ انتهى .

فقد بان لک دراية ورواية فساد الصوم بشرب دخان التنباک المعروف فى هذا الزمان، ولم يبق للمنكر مع ذلك الا الضلال والطغيان(زجر أرباب الريان عن شرب الدخان، لعبد الحيئ اللكنوى،ص٦٧،وص٦٨،المقصد الثانى ،مشمولة: مجموعة رسائل اللكنوى، ج٢، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى، الباكستان، الطبعة الأولىٰ: ١٤١٩هـ)

مسئلہ نمبر 6...... بحالتِ روزہ خوشبو سونگھنے کا حکم

مسئلہ نمبر 6...... روزہ کی حالت میں کسی قسم کی خوشبو سونگھنے سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ۱؎

مسئلہ نمبر 7...... بحالتِ روزہ دوا، یا سپرے کو ناک سے سونگھنے، یا کھینچنے کا حکم

مسئلہ نمبر 7...... اگرکوئی جِرم ومادہ والی چیز، خواہ وہ خشک ہو(مثلاً سفوف) یا تَر ہو، ناک میں ڈالی، یا ناک کے نتھنوں وسوراخوں میں لگائی اوراس کے اجزاء پیٹ میں نہیں پہنچے، اور اگر منہ میں پہنچے، توان کو باہر نکال دیا، تواس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اوراگراس کے اجزاء پیٹ میں پہنچ گئے، تواس سے روزہ ٹوٹنے کا امکان غالب ہے۔

الا یہ کہ علاج وغیرہ کی غرض سے کوئی معمولی چیز پہنچ گئی، تو کلی، اور سعوط پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اوراگر کسی چیز کی صرف خوشبو حلق میں محسوس ہوئی، تواس سے بلاشبہ روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ۲؎

۱؎ الهواء غير مفطر بالاجماع ،وكذا ماكان من قبيل الاعراض لا الجواهر كالرائحة والبرودة والحرارة (ضابط المفطرات فى مجال التداوى، للشيخ المفتى محمد رفيع العثمانى، ص۱۶۵ ،الباب الثالث،الفصل الاول)

۲؎ پہلے گزر چکا ہے کہ فقہائے کرام نے جو ناک میں ڈالی ہوئی کسی چیز کے دماغ تک پہنچنے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا ہے، یہ اس علت پر مبنی ہے کہ دماغ سے پیٹ تک راستہ ہو، اور ماہرین کی موجودہ تحقیق سے اس کی نفی ہوتی ہے "وَهَذَا لَيُسَ مِنُ بَابِ الُفِقُهِ؛ بل هو مُتَعَلِّقٌ بِالطِّبِّ"

قال البرزلى :من رعف فأمسك أنفه فخرج الدم من فيه ولم يرجع إلى حلقه فلا شىء عليه؛ لأن منفذ الأنف إلى الفم دون الجوف، فهو ما لم يصل إلى الجوف لا شىء فيه، انتهى(مواهب الجليل فى شرح مختصر خليل، ج۲ص۴۲۵، كتاب الصيام، باب مايثبت به رمضان)

ذهب الحنفية والمالكية إلى أن من رعف فأمسك أنفه فخرج الدم من فيه ولم يرجع إلى حلقه فلا شىء عليه؛ لأن منفذ الأنف إلى الفم دون الجوف، فهو ما لم يصل إلى الجوف لا شىء فيه، ومن دخل دم رعافه حلقه فسد صومه .أما الشافعية والحنابلة فيؤخذ من عباراتهم أن ما يصل إلى جوف الصائم بلا قصد لا يفطر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲ص۲۶۷،مادة"رعاف" حرف الراء)

فأما الاستنشاق فحكمه حكم المضمضمة كما ذكره على الاختلاف واما السعوط اذا وصل الى دماغه يفسد صومه وعليه القضاء فى قول الفقهاء ولا يفسد فى قول ابى عبد الله(النتف فى الفتاوىٰ، ص۱۵۶، كتاب الصوم،مطلب ما لا يفسد الصوم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے اگر کوئی مریض ناک میں وِکس، سپرے (Nasal spray) وغیرہ احتیاط کے ساتھ استعمال کرے (اور احتیاط کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ناک کا رُخ نیچے کی طرف رکھے) تا کہ اس میں جانے والی دوا اوپر چڑھ کر بلعوم انفی (Nasopharynx) کے واسطے سے پیٹ میں نہ پہنچے، اور اگر دوا منہ میں پہنچے، تو اس کو بلعومِ حنجری، یا بلعوم سفلی (Hypopharynx) سے نیچے نہ لے جائے، بلکہ باہر نکال دے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جیسا کہ ہم نے سانس کی تنگی کے لئے منہ کے ذریعہ استعمال کئے جانے والے پمپ کے بارے میں تفصیل بیان کی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله" :أو دماغه "أى وإذا وصل دماغه وصل جوفه لأن التحقيق أن بين جوف الرأس وجوف المعدة منفذا أصليا فمتى وصل إلى جوف الرأس يصل إلى جوف البطن(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،ص ٦٧٣ ،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء)

ولا يرد ما وصل إلى الدماغ فإنه مفطر كما سيأتى لما أن بين الدماغ والجوف منفذا فما وصل إلى الدماغ وصل إلى الجوف كما صرح به فى البدائع على ما سيأتى، وفى البزازية استنشق فوصل الماء إلى فمه، ولم يصل إلى دماغه لا يفسد صومه(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج٢،ص ٢٧٩، كتاب الصوم، اقسام الصوم)

وفى التحقيق أن بين الجوفين منفذا أصليا فما وصل إلى جوف الرأس يصل إلى جوف البطن كذا فى النهاية والبدائع ولهذا لو استعط ليلا، ووصل إلى الرأس ثم خرج نهارا لا يفسد كما قدمناه، وعلله فى البدائع بأنه لما خرج علم أنه لم يصل إلى الجوف أو لم يستقر فيه.

(قوله، وإن أقطر فى إحليله لا) أى لا يفطر أطلقه فشمل الماء والدهن، وهذا عندهما خلافا لأبى يوسف، وهو مبنى على أنه هل بين المثانة والجوف منفذ أم لا، وهو ليس باختلاف فيه على التحقيق فقالا: لا، ووصول البول من المعدة إلى المثانة بالترشح، وما يخرج رشحا لا يعود رشحا كالجرة إذا سد رأسها وألقى فى الحوض يخرج منها الماء، ولا يدخل فيها ذكره الولوالجى وقال: نعم قال: هذا فى الهداية، وهذا ليس من باب الفقه؛ لأنه متعلق بالطب(البحر الرائق ،ج٢،ص ٣٠٠، وص ٣٠١، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

وفى عمدة الفتاوى للصدر الشهيد فلو دخل الماء فى الغسل أنفه أو أذنه ووصل إلى الدماغ لا شىء عليه اهـ(البحر الرائق ،ج٢،ص ٣٠٠، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

وفى الشريعة (هو ترك الأكل) وما فى حكمه فلا يرد ما وصل إلى الدماغ فإنه مفطر؛ لأن المراد إدخال شىء بطنه مأكولا أو لا فما وصل إلى الدماغ وصل إلى الجوف لما أن بين الدماغ والجوف منفذ (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر،ج ١،ص ٢٣٠، كتاب الصوم)

واما قولهم بفساد الصوم اذا دخل شيئ الى الدماغ فهو ايضا مبنى على ان بينه وبين الحلق مسلكا، لا انه جوف معتبر فى نفسه (ضابط المفطرات،ص ٣٣،الباب الاول،الفصل الثالث فى بيان الجوف)

www.idaraghufran.org

لیکن روزہ کی حالت میں بلاضرورت اس طرح کا عمل اختیار کرنا مکروہ ہے۔ [1]

اسی طرح بعض مریضوں کو علاج کے لئے، گیس پر مشتمل مواد کو ناک سے سونگھایا جاتا ہے، جس سے اعصاب پر بے حسی طاری ہوجاتی ہے، علاج کے لئے اس کو سونگھنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے کوئی غذاء معدہ میں نہیں پہنچتی۔

مسئلہ نمبر 8...... بحالتِ روزہ بھاپ لینے کا حکم

مسئلہ نمبر 8...... نزلہ زکام وغیرہ کے مریض خالص گرم پانی، یا اس میں دوا ڈال کر اس کی بھاپ (Vapour یا Vapor) سانس کے ذریعے سے اندر کھینچتے ہیں، اس میں چونکہ دوا، یا پانی کے اجزاء شامل ہوتے ہیں، جو دھویں کی شکل میں اوپر اٹھتے ہیں، اس لئے بھاپ دراصل اسی چیز

---

[1] لو بقی السعوط فی الأنف ولم یصل إلی الرأس لا یفطر (رد المحتار علی الدر المختار، ج۲، ص ۴۰۲، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

السعوط یصل إلی الدماغ وإلی الحلق (بدائع الصنائع، ج۴ص ۹، کتاب الرضاع، فصل فی صفة الرضاع المحرم)

بعد اطلاعه علی البحوث المقدمة فی موضوع المفطرات فی مجال التداوی، والدراسات والبحوث والتوصیات الصادرة عن الندوة الفقهیة الطبیة التاسعة التی عقدتها المنظمة الإسلامیة للعلوم الطبیة، بالتعاون مع المجمع وجهات أخری، فی الدار البیضاء بالمملکة المغربیة، فی الفترة من ۹إلی ۱۲ صفر۱۴۱۸ھـ (الموافق ۱۴-۱۷ یونیو۱۹۹۷م) ، واستماعه للمناقشات التی دارت حول الموضوع بمشارکة الفقهاء والأطباء ، والنظر فی الأدلة من الکتاب والسنة، وفی کلام الفقهاء .قرر ما یلی:أولاً :الأمور الآتیة لا تعتبر من المفطرات:

(۱) قطرة العین، أو قطرة الأذن، أو غسول الأذن، أو قطرة الأنف، أو بخاخ الأنف، إذا اجتنب ابتلاع ما نفذ إلی الحلق(مجلة مجمع الفقه الاسلامی، ج۱۰ ص ۹۱۳، موضوع:المفطرات فی مجال التداوی،قرار رقم:۹۹/۱/د۱۰، التاریخ: ۲۳الٰی ۲۸ صفر ۱۴۱۸ھـ، المنعقدة :بجدة، السعودیة)

المسألة الثالثة :بخاخ الأنف،والبحث فیه هو البحث نفسه فی بخاخ الربو عن طریق الفم، وقد سبق بیانه، فحکمه کحکمه تماماً ولا داعی لتکرار الکلام(مفطرات الصیام المعاصرة ص۶۰-ثالثاً:أثر الاجراء ات الطبیة المؤثر فی الصیام،ما یدخل إلی جسم الصائم عبر الانف،لأحمد بن محمد الخلیل،الأستاذ المساعد فی قسم الفقه،بجامعة القصیم، الناشر: دارابن الجوزی، الدمام، السعودیة، الطبعة الخامسة: ۱۴۳۵ھـ)

www.idaraghufran.org

کا نام ہے جو پانی کی گرمی کے اثر سے اڑنے لگی ہے، گویا کہ کوئی اس چیز کو پھینک رہا ہے۔[1]
اس لئے سانس کی نالی کے تنفس کو کھولنے، یا سینہ پر جما ہوا بلغم اکھاڑنے کے لئے جو ''Nebulizer'' کے ذریعہ سے، یا کسی دوسرے طریقہ پر بھاپ لی جاتی ہے، وہ اگر بلعومِ حنجری، یا بلعوم سفلی (Hypopharynx) سے نیچے غذائی نالی میں تجاوز کر جائے، تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر غذائی نالی میں نہ پہنچے، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔[2]
اگر کوئی بھاپ لیتے وقت ناک کے ذریعہ سانس لینے پر اکتفاء کرے، اور اس چیز میں احتیاط واہتمام کرے کہ غذائی نالی میں کوئی چیز نہ جانے پائے، اور منہ میں جو اثرات موجود پائے، ان کو تھوک دے، تو بعض حضرات کے قول کے پیشِ نظر روزہ نہ ٹوٹنے کی گنجائش پائی جاتی ہے، لیکن پھر بھی کوئی روزہ کی حالت میں اس عمل سے اجتناب کرے، تو احتیاط کے زیادہ لائق ہے، جیسا کہ پیچھے فصل نمبر 3 میں سانس کی تنگی دور کرنے کے لئے وینٹولین کے استعمال کے حکم میں گذرا۔

مسئلہ نمبر 9...... بلغم کے حلق میں جانے سے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 9...... جو بلغم ناک کے اندر اندر سے منہ میں پہنچے، اور اسے کوئی حلق میں لے جائے

---

[1] البخار لغة واصطلاحا: ما يتصاعد من الماء أو الندى أو أى مادة رطبة تتعرض للحرارة . ويطلق البخار أيضا على: دخان العود ونحوه .وعلى: كل رائحة ساطعة من نتن أو غيره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص١٧ ،مادة"بخار"حرف الباء)

(البخار) كل ما يصعد كالدخان من السوائل الحارة و الرائحة (ج) أبخرة(المعجم الوسيط، ج١ ،ص ٤١ ،باب الباء)

[2] السعوط اذا دخل جوفه(النتف فى الفتاوى، ج١ ،ص١٥٣ ،كتاب الصوم،مطلب ما يفسد الصوم)

(وإن دخل فى حلقه غبار أو دخان أو ذباب) وهو ذاكر لصومه (لا يفطر) والقياس أن يفطر لوصول المفطر إلى جوفه وإن كان لا يتغذى به وجه الاستحسان أنه لا يقدر على الامتناع عنه فإنه إذا أطبق الفم لا يستطاع الاحتراز عن الدخول من الأنف فصار كبلل تبقى فى فيه بعد المضمضة وعلى هذا لو أدخل حلقه فسد صومه حتى إن من تبخر ببخور فاستشم دخانه فأدخله حلقه ذاكرا لصومه أفطر؛ لأنهم فرقوا بين الدخول والإدخال فى مواضع عديدة؛ لأن الإدخال عمله والتحرز ممكن ويؤيده قول صاحب النهاية إذا دخل الذباب جوفه لا يفسد صومه؛ لأنه لم يوجد ما هو ضد الصوم وهو إدخال الشىء من الخارج إلى الباطن وهذا مما يغفل عنه كثير فليتنبه له(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج١ ،ص٢٤٥، كتاب الصوم، باب موجب الفساد)

www.idaraghufran.org

اور پیٹ میں نگل لے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر اس بلغم کو باہر نکال دے، تو بہتر ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 10......ناک میں نلکی ڈال کر غذاء پہنچانے کا حکم

آج کل ناک سے نلکی ڈال کر جو غذاء حلق کے واسطہ سے معدہ میں پہنچائی جاتی ہے، جس کو''ناسوگیسٹرک ٹیوب''(NG ٹیوب) کہا جاتا ہے۔

چونکہ یہ بھی حلق کے واسطہ سے معدہ میں غذاء پہنچاتی ہے، اس لئے اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

اور پیٹ میں سوراخ کرکے نلکی کے ذریعہ پہنچائی جانے والی غذاء کا حکم آگے پیٹ کے زخم کے بیان میں آتا ہے۔

---

[1] (قوله أو دخل أنفه مخاط . . .إلخ) أطلقه فشمل ما لو ظهر المخاط على رأس أنفه أو لم يظهر كما يفيده ما فى البزازية ونقله فى شرح المنظومة من عدم الفطر ببزاق امتد ولم ينقطع من فمه إلى ذقنه ثم ابتلعه بجذبه .اهـ.وكذا قال الكمال لو استشم المخاط من أنفه حتى أدخله إلى فمه وابتلعه عمدا لا يفطر، ولو خرج ريقه من فيه فأدخله وابتلعه إن كان لم ينقطع من فيه بل متصل بما فى فيه كالخيط فاستشربه لم يفطر، وإن كان قد انقطع فأخذه وأعاد أفطر ولا كفارة عليه كما لو ابتلع ريق غيره اهـ لكنه ذكر فى الكنز فى مسائل شتى لو بلع بزاق صديقه كفر اهـ .إلا أن يحمل ما فى الكمال على غير الصديق ثم قال الكمال، ولو اجتمع أى البزاق فى فيه ثم ابتلعه يكره، ولا يفطر اهـ.وكذا ما نقله فى البحر عن الولوالجية بقوله الصائم إذا دخل المخاط أنفه من رأسه ثم استشمه ودخل حلقه على تعمد منه لا شىء عليه؛ لأنه بمنزلة ريقه إلا أن يجعله فى كفه فيبلعه فيكون عليه القضاء.
وفى الظهيرية، وكذا المخاط والبزاق يخرج من فيه أو أنفه فاستشمه واستنشقه لا يفسد صومه اهـ.
قلت لكن يخالفه من حيثية التقييد بعدم الظهور ما نقله ابن الشحنة عن القنية بقوله نزل المخاط إلى رأس أنفه لكن لم يظهر ثم جذبه فوصل إلى جوفه لم يفسد ثم قال ابن الشحنة وذكر فى البزازية مسألة المخاط وعقبها بكلام الشافعية فقال: ويبطل الصوم بجرى النخامة من فضاء الفم فى جوفه، وإن جرت فيه من مجراها وقدر على مجها أفطر فى أصح الوجهين فعلى هذا ينبغى أن يحتاط فى النخامة حتى لا يفسد صومه على قول مجتهد قال ابن الشحنة أحببت التنبه عليه فإنه مهم اهـ.
ولم أر حكم البلغم إذا ابتلعه بعد ما تخلص بالتنحنح من حلقه إلى فمه ولعله كالمخاط فلينظر ثم وجدتها بحمد الله فى التتارخانية سئل إبراهيم عمن ابتلع البلغم قال: إن كان أقل من ملء فيه لا ينقض إجماعا، وإن كان ملء فيه ينتقض صومه عند أبى يوسف،
وعند أبى حنيفة لا ينتقض .اهـ (حاشية الشرنبلالية على دررالحكام شرح غرر الاحكام، ج ا ص ٢٠٢، ٢٠٣، كتاب الصيام، باب موجب الافساد فى الصوم)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 6)

آنکھ(Eye) میں پانی، سرمہ، یا دوا ڈالنا

آنکھ(Eye) کا تعلق نظامِ عصبی(Nervous System) ہے۔

آنکھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھنے کی ضرورت کے لئے بنائی گئی ہیں، جو پیشانی کے نیچے اور ناک کے اوپر والے حصہ کے دائیں بائیں دونوں طرف واقع ہیں۔

آنکھوں کا اصل مقصود دیکھنا ہے، اور یہ معدہ میں جانے والی غذاء کا منفذِ اصلی اور با قاعدہ راستہ نہیں ہیں۔

آنکھ اور اس کے منفذ کی طبی تحقیق

حکیم محمد سعید صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

چشم خانے(Orbits): ان میں آنکھیں، اور ان کے ساتھ والی ساختیں ہیں۔

ہر ایک چشم خانہ کی ترکیب میں جو ہڈیاں حصہ لیتی ہیں، وہ یہ ہیں، پیشانی، مصفات، آنسو کی ہڈی، تالو کی ہڈی، رخسارے کی ہڈی، وتدی اور اوپر کا جبڑا۔

ان کا تعلق پیچھے کی طرف چشم خانہ کی بالائی درز(Supraorbital Fissure) اور ثقبۂ بصری(Optic Foramen) کے ذریعے کھوپڑی کی تجویف سے ہوتا ہے۔

آگے کی طرف ہر چشم خانے کا تعلق، بذریعہ مجری انفی دمعی، ناک کی تجویف سے ہوتا ہے۔

پہلوئی اور زیریں جانب زیریں صدغی اور جناحی حنکی حفروں، یا گڑھوں (Infratemporal And Pterygo - Palatine Fossae) سے بذریعہ چشم

خانہ کے زیریں درز (Inferior Orbital Fissure) کے ہوتا ہے (کتاب الابدان، حصہ اول، ص۷۳، محوری ڈھانچہ، مطبوعہ: ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)

حکیم موصوف دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ناک کی زیریں خیشوم (Inferior Meatus) نام کی نالی میں سامنے کی طرف آنسو کی نالی (lacrimal Duct) کا زیریں سوراخ کھلتا ہے (کتاب الابدان، حصہ دوم، ص۲۴، نظامِ تنفس، مطبوعہ: بیت الحکمت، کراچی)

ملاحظہ فرمائیے کہ دونوں آنکھوں سے آنسو، اور آنکھوں میں ڈالے جانے والے سرمہ اور دوائی کا ناک کے واسطہ سے حلق اور منہ کے جوف میں جانے کا راستہ موجود ہے، لیکن اس کے باوجود احادیث وروایات اور صحابہ وتابعین کے آثار کی رُو سے آنکھ میں سرمہ ودوا ڈالنے اور پانی کے داخل ہونے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کے دوران وضو اور غسل کرنا ثابت ہے، اور اس کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اور یہ بات ظاہر ہے کہ وضو اور غسل کے دوران آنکھوں میں پانی داخل ہونے کا امکان ہوتا ہے، جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آنکھ میں پانی، یا کوئی اور چیز داخل ہونے سے روزہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام سے کئی روایات میں روزہ کی حالت میں سُرمہ لگانا، اور دوا ڈالنا ثابت ہے۔

چند احادیث وآثار

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

اِكْتَحَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،وَهُوَ صَائِمٌ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٦٧٨ ،ابواب الصيام،باب ما جاء فى السواك والكحل للصائم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا (ابنِ ماجہ)

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، لیکن دوسری روایات سے مل کر وہ ضعف دور ہوجاتا ہے۔ [1]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی سند سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ بِالْإِثْمِدِ، وَهُوَ صَائِمٌ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۶۹۱۱، ج۷ص ۸۱، باب الميم) [2]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں ’’اثمد‘‘ سرمہ لگاتے ہوئے دیکھا (طبرانی)

حضرت ابورافع کی سند سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ بِالْإِثْمِدِ، وَهُوَ صَائِمٌ

(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۳۹، ج ۱ ص ۳۱۷، باب الالف) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں ’’اثمد‘‘ سرمہ (ایک خاص قسم کا سرمہ) لگایا کرتے تھے (طبرانی)

حضرت عبیداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ ،وَهُوَ صَائِمٌ (سنن أبی داؤد، رقم الحديث ۲۳۷۸، كتاب الصوم، باب فی الكحل عند النوم للصائم) [4]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا کرتے تھے (ابوداؤد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لضعف بقية -وهو ابن الوليد-، ولضعف الزبيدی -واسمه سعيد بن عبد الجبار (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه جماعة لم أعرفهم (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۹۷۲، باب الكحل للصائم)

[3] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير من رواية حبان بن علی بن محمد بن عبيد الله بن أبی رافع، وقد وثقا، وفيهما كلام كثير (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۹۷۱، باب الكحل للصائم)

[4] قال شعيب الارنؤوط: حسن موقوفاً (حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے مرفوعاً بھی روزہ دار کو سرمہ لگانے کی اجازت کی حدیث مروی ہے۔ [1]

ان میں سے بعض احادیث کی سند میں اگرچہ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن ان میں سے بعض، بعض کی تائید کرتی ہیں، مزید براں ان کی تائید کئی جلیل القدر تابعین کے قول وفعل سے بھی ہوتی ہے، نیز روزہ کی حالت میں غسل اور وضو کے عمل کے ثابت ہونے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ آنکھوں سے کسی چیز کے داخل ہونے سے، روزہ پر فرق نہیں پڑتا۔

چنانچہ حضرت اعمش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكُحْلَ لِلصَّائِمِ، وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ يُرَخِّصُ أَنْ يَّكْتَحِلَ الصَّائِمُ بِالصَّبِرِ (سنن أبی داؤد، رقم الحديث ۲۳۷۹، كتاب الصوم، باب فی الكحل عند النوم للصائم) [2]

ترجمہ: میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ روزہ دار کے لئے سرمہ کو مکروہ قرار دیتے ہوں، اور حضرت ابراہیم نخعی روزہ دار کو ''صبر'' (اور مخصوص دواء) کا سرمہ لگانے کی اجازت دیا کرتے تھے (ابوداؤد)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں روایت ہے کہ:

أَنَّــهُ كَانَ لَا يَرىٰ بَأْسًا، أَنْ يَذُرَّ الصَّائِمُ عَيْنَهٗ بِالذَّرُوْرِ (مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۹۳۸۷، ورقم الحديث ۹۳۹۹، كتاب الصيام، باب فی الذرور للصائم)

ترجمہ: وہ روزہ دار کو آنکھ میں دوا ڈالنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

---

[1] عن أنس بن مالک قال: جاء رجل إلى النبی صلى الله عليه وسلم فقال: اشتكت عينی، أفأكتحل وأنا صائم؟ قال: نعم وفی الباب عن أبی رافع :. حديث أنس حديث ليس إسناده بالقوی (سنن الترمذی، رقم الحديث ۷۲۶، باب ما جاء فی الكحل للصائم)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حسن مقطوعاً (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ جریج سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَطَاءٍ ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۹۳۵۹، ورقم الحديث ۹۳۵۸، كتاب الصيام، باب من رخص فی الكحل للصائم)

ترجمہ: (جلیل القدر تابعی) حضرت عطاء نے فرمایا کہ روزہ دار کے لئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت اعمش سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۹۳۶۰، كتاب الصيام، باب من رخص فی الكحل للصائم)

ترجمہ: (جلیل القدر تابعی) حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ روزہ دار کے لئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَامِرٍ ، وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، وَعَطَاءٍ ، أَنَّهُمْ كَانُوا يَكْتَحِلُونَ بِالْإِثْمِدِ وَهُمْ صُيَّامٌ ، لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۹۳۶۲، كتاب الصيام، باب من رخص فی الكحل للصائم)

ترجمہ: حضرت عامر شعبی، اور حضرت محمد بن علی اور حضرت عطاء روزہ کی حالت میں ''اثمد'' سرمہ لگایا کرتے تھے، جس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت معمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ الزُّهْرِيِّ ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ (مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۹۳۶۷، كتاب الصيام، باب من رخص فی الكحل للصائم)

ترجمہ: حضرت زہری (جلیل القدر تابعی) نے فرمایا کہ روزہ دار کے لئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

www.idaraghufran.org

ابوسفیان سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ ،أَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَذُرَّ الصَّائِمُ عَيْنَهُ بِالذَّرُوْرِ (مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ٩٣٨٧، كتاب الصيام، فى الذرور للصائم)

ترجمہ: حضرت حسن بصری، اس چیز میں کوئی حرج نہیں سمجھا کرتے تھے کہ روزہ دار اپنی آنکھوں میں دوائی ڈالے (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ہشام سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالذَّرُوْرِ لِلصَّائِمِ (مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ٩٣٨٨، كتاب الصيام، فى الذرور للصائم)

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ روزہ دار کو آنکھ میں دوائی ڈالنے میں حرج نہیں (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی بعض احادیث اگرچہ سند کے اعتبار سے کمزور ہیں، لیکن مجموعی طور پر قابلِ استدلال، اور حجت بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ [1]

---

[1] قوله (واختلف أهل العلم فى الكحل للصائم فكرهه بعضهم وهو قول سفيان وبن المبارك وأحمد وإسحاق) واستدل لهم بما أخرج أبو داود من طريق عبد الرحمن بن النعمان بن معبد بن هوذة عن أبيه عن جده عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه أمر بالإثمد المروح عند النوم وقال ليتقه الصائم.قال أبو داود قال لى يحيى بن معين هو حديث منكر انتهى.

قال الزيلعى قال صاحب التنقيح معبد وابنه النعمان كالمجهولين وعبد الرحمن بن النعمان قال بن معين ضعيف وقال لى أبو حاتم صدوق انتهى.

فهذا الحديث لا يصلح للاستدلال على كراهة الكحل للصائم وليس فى كراهته حديث صحيح (ورخص بعض أهل العلم فى الكحل للصائم وهو قول الشافعى) وهو قول الحنفية وروى أبو داود فى سننه بإسناده هو الأعمش قال ما رأيت أحدا من أصحابنا يكره الكحل للصائم وكان إبراهيم يرخص أن يكتحل الصائم بالصبر انتهى.وهذا الأثر سكت عنه أبو داود والمنذرى واستدل لهم بأحاديث الباب وهى بمجموعها تصلح للاحتجاج على جواز الاكتحال للصائم وليس فى كراهته حديث صحيح فالراجح هو القول بالجواز من غير كراهة والله تعالى أعلم(تحفة الاحوذى، ج٣ص ٣٤٨، ابواب الصوم، باب ماجاء فى الكحل للصائم) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

سرمہ بھی چونکہ ایک طرح کی دوا ہے، اس لئے مذکورہ احادیث وروایات کی روشنی میں امام ابوحنیفہ اور کئی دیگر فقہائے کرام کے نزدیک روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ، یا کوئی دوسری دواء ڈالنا جائز ہے، اور آنکھ میں ڈالی ہوئی دوا کے اثر اور ذائقہ کے حلق میں محسوس ہونے سے بھی روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

آنکھ میں ڈالی ہوئی چیز کا اثر وذائقہ، ناک کے ''خیشوم'' کے واسطہ سے حلق کی طرف پہنچتا ہے۔

آنکھ میں سرمہ ودواء سے روزہ فاسد نہ ہونے کا حکم

حنفیہ، شافعیہ اور علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کے نزدیک سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور ہمارے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر سرمہ، یا دوا، حلق تک پہنچ جائے، تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ [1]

علامہ مناوی فرماتے ہیں:

فلا بأس بالاكتحال للصائم سواء وجد طعم الكحل فى حلقه أم لا وبهذا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فهذه الأحاديث وإن كان لا يخلو واحد منها من كلام، لكنها يقوى بعضها بعضا .وتنتهض بمجموعها للاحتجاج على جواز الاكتحال للصائم، وليس فى كراهته حديث صحيح أو حسن، فالراجح هو القول بالجواز من غير كراهة والله تعالى أعلم.(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦،ص٥٢٣، كتاب الصوم،باب تنزيه الصوم)

[1] إذا اكتحل الصائم بما يصل إلى جوفه فعند الحنفية والشافعية -وهو اختيار ابن تيمية -لا يفسد صومه، وإن وجد طعمه فى حلقه، ولونه فى نخامته، لأنه لم يصل إلى الجوف من منفذ مباشر، بل بطريق المسام.

وقال المالكية، وهو المذهب عند الحنابلة :إنه يفسد صومه إذا وصل إلى الحلق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص٩٤،مادة''اكتحال''، حرف الألف)

إذا اكتحل الصائم بما يصل إلى جوفه فعند الحنفية والشافعية -وهو اختيار ابن تيمية -لا يفسد صومه، وإن وجد طعمه فى حلقه، ولونه فى نخامته، لأنه لم يصل إلى الجوف من منفذ مباشر، بل بطريق المسام .وقال المالكية، وهو المذهب عند الحنابلة :إنه يفسد صومه إذا وصل إلى الحلق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص٩٤،مادة ''اكتحال''حرف الألف)

أخذ الشافعي إذ لا منفذ من العين للحلق وما يصل إليه يصل من المسام كما لو شرب الدماغ الدهن فوجد طعمه فإنه لا يفطر اتفاقا (فيض القدير للمناوی، ج۵ص ۲۴۰، تحت رقم الحديث ۷۱۳۸، حرف الكاف، باب كان وهی الشمائل الشريفة)

ترجمہ: پس روزہ دار کو سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں، خواہ سرمہ کا ذائقہ اپنے حلق میں آئے، یا نہ آئے، اسی کو امام شافعی نے لیا ہے، کیونکہ آنکھ سے حلق کے لئے کوئی منفذ وراستہ نہیں، اور حلق تک جو چیز پہنچتی ہے، وہ مسام کے واسطہ سے پہنچتی ہے، جیسا کہ دماغ، تیل کو جذب کرلے، اور اس کا ذائقہ محسوس ہو، تو سب کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا (فیض القدیر)

اور فقہ حنفی کی تالیف'' بدائعُ الصنائع ''میں ہے:

ولو اكتحل الصائم لم يفسد وإن وجد طعمه فی حلقه عند عامة العلماء.......ولأنه لا منفذ من العين إلى الجوف ولا إلى الدماغ وما وجد من طعمه فذاك أثره لا عينه، وأنه لا يفسد كالغبار، والدخان (بدائع الصنائع، ج۲، ص۹۳، كتاب الصوم، فصل اركان الصيام)

ترجمہ: اور اگر روزہ دار نے سرمہ لگایا، تو اکثر علماء کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا، اگرچہ وہ اپنے حلق میں اس کے ذائقہ کو پائے، اور (اس سلسلہ میں حدیث کی دلیل کے علاوہ) اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آنکھ سے، پیٹ کی طرف کوئی منفذ وراستہ نہیں، اور نہ ہی آنکھ سے دماغ کی طرف کوئی راستہ ہے، اور جو ذائقہ محسوس ہوتا ہے، تو وہ سرمہ ودوا کا اثر ہوتا ہے، بعینہ وہ چیز نہیں ہوتی، اور اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، جیسا کہ گرد اور دھویں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا (بدائع)

اور فقہ حنفی کی تالیف'' المبسوط ''میں ہے:

والاكتحال لا يضر الصائم، وإن وجد طعمه فی حلقه ....

ثم ما وجد من الطعم فی حلقه أثر الكحل لا عينه كمن ذاق شيئا من الأدوية المرة يجد طعمه فی حلقه فهو قياس الغبار والدخان، وإن وصل عين

الکحل إلی باطنه فذلک من قبل المسام لا من قبل المسالک إذ لیس من العین إلی الحلق مسلک فهو نظیر الصائم یشرع فی الماء فیجد برودة الماء فی کبده، وذلک لا یضره (المبسوط،لشمس الأئمة السرخسی، ج۳، ص۶۷، کتاب الصوم)

ترجمہ: اور روزہ دار کو سرمہ لگانا منع نہیں، اگر چہ وہ اس کے ذائقہ کو اپنے حلق میں پائے...... پھر جو وہ اپنے حلق میں ذائقہ پاتا ہے، تو وہ سرمہ کا اثر ہوتا ہے، بعینہٖ سرمہ نہیں ہوتا، جیسا کہ کوئی شخص دوا کو چکھے اور اس کی کڑواہٹ کو اپنے حلق میں محسوس کرے، پس یہ گرد اور دھویں کا قیاس ہوگیا۔اور اگر سرمہ کا عین بھی اندر پہنچ جائے، تو یہ مسام کے ذریعہ سے ہوگا (کھانے پینے کے) راستوں کے ذریعہ سے نہیں ہوگا، کیونکہ آنکھ سے حلق کی طرف (کھانے پینے کا) کوئی راستہ نہیں، پس یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ روزہ دار پانی میں غوطہ لگائے، اور پانی کی ٹھنڈک کو اپنے گردوں میں محسوس کرے، اور یہ روزہ کے لئے مضر نہیں (مبسوط)

اور فقہ شافعی کی تالیف ’’المجموع‘‘ میں ہے:

العین لیس بمنفذ فلم یبطل الصوم بما یصل إلیها (المجموع شرح المهذب، ج۶، ص۳۴۷، کتاب الصیام، مسائل تتعلق بالجماع فی صوم رمضان)

ترجمہ: آنکھ، منفذ (یعنی کھانے پینے کا راستہ) نہیں، پس آنکھ میں کسی چیز کے پہنچنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا (مجموع)

اور عرب کے شیخ محمد بن صالح عثیمین فرماتے ہیں:

وأما قطرة العین ومثلها أیضا الاکتحال وکذلک القطرة فی الأذن فإنها لا تفطر الصائم، لأنها لیست منصوصا علیها، ولا بمعنی المنصوص علیه، والعین لیست منفذا للأکل والشرب، وکذلک الأذن فهی کغیرها من مسام الجسد (مجموع فتاویٰ ورسائل فضیلة الشیخ محمد بن صالح العثیمین، جزء ۱۹، ص۲۰۶، کتاب الصیام، ما یفسد الصوم ویوجب الکفارة)

ترجمہ: اور جہاں تک آنکھ میں قطرہ اور سرمہ لگانے، اور اسی طرح کان میں

www.idaraghufran.org

قطرے ڈالنے کا تعلق ہے، تو اس سے روزہ دار کا روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے روزہ فاسد ہونے کا قرآن وسنت میں ذکر نہیں آیا، اور نہ ہی یہ قرآن وسنت میں روزہ فاسد کرنے والی چیزوں کے معنیٰ میں ہے، اور آنکھ کھانے پینے کا منفذ وراستہ نہیں، اور اسی طرح کان بھی، پس یہ (آنکھ اور کان) جسم کے دوسرے مسامات کی طرح ہیں (مجموع فتاویٰ ورسائل)

اور شیخ موصوف دوسری جگہ فرماتے ہیں:

أما الكحل والقطرة فى العين فلا يؤثر ذلك على الصائم مطلقا، لأنه كما مر علينا فى القاعدة أن ما ليس أكلا ولا شربا، ولا بمعنى الأكل والشرب فإنه لا يؤثر على الصائم استعماله (مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، جزء ۱۹، ص ۲۱۷، كتاب الصيام، ما يفسد الصوم ويوجب الكفارة)

ترجمہ: جہاں تک آنکھ میں سرمہ لگانے اور قطرہ ٹپکانے کا تعلق ہے، تو یہ روزہ دار کے اوپر کوئی اثر نہیں ڈالتا، کیونکہ ہماری طرف سے بیان کردہ یہ قاعدہ گذر چکا ہے کہ جو چیز کھانا، پینا نہ ہو، اور نہ ہی کھانے پینے کے معنیٰ میں ہو، روزہ دار پر اس کا استعمال اثر انداز نہیں ہوتا (مجموع فتاویٰ ورسائل)

جس طرح راجح یہ ہے کہ آنکھ میں سرمہ، یا دوا ڈالنے (Eye Drops) سے روزہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، اسی طرح اگر پیشانی وغیرہ سے پسینہ آنکھ میں داخل ہو جائے، اس سے بھی روزہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

اور اسی طرح آنکھ سے آنسو، یا بیماری کی وجہ سے کوئی پانی رِس کر آنکھوں کے اندر اندر سے حلق میں پہنچ جائے، تو اس سے بھی روزہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] **(والدمع يترشح كالعرق) ش :جواب عن سؤال مقدر، وهو أن يقال لو لم يكن بين العين والدماغ منفذ لما خرج الدمع، فأجاب بقوله والدمع يترشح أى ينزل من الدماغ شيئاً فشيئاً كما يترشح العرق من مسام الجلد م :(والداخل (من) المسام لا ينافى) ش :هو من جملة الجواب. قال الكاكى :المسام المنافذ مأخوذ من سم الإبرة، وإن لم يسمع إلا من الأطباء (البناية شرح الهداية، ج۴ ص ۱۴۱، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، ما لا يفطر الصائم)**

(فصل نمبر 7)

کان(Ear)میں پانی، یا دوا ڈالنا

کان(Ear)کا تعلق بھی نظامِ عصبی(Nervous System)سے ہے۔

کان کے منفذ کی جدید طبی تحقیق

’’کان‘‘ دراصل انسان کی سماعت اور سننے کی ضرورت کا آلہ اور عضو ہے، ہوا کی لہریں کان میں جمع ہوکر اس کے سوراخ میں سے گزر کر کان کے پردے پر جا کر لگتی ہیں، اور عصبِ سماعت کے ذریعہ دماغ انہیں محسوس کرلیتا ہے، کان کے تین حصے ہوتے ہیں، ایک بیرونی، ایک درمیانی اور ایک اندرونی، کان کے درمیانی حصہ میں ایک بے ڈول جوف ہے، جو کنپٹی کی ہڈی کے سخت حصہ میں ہوتا ہے، جسے کان کا ڈھول بھی کہتے ہیں، اس حصہ میں کان کا پردہ واقع ہے، اور کان کے اندرونی حصہ میں سماعت کا عصب مفروش ہے (ملاحظہ ہو’’حاذق‘‘صفحہ ۱۱۶، ۱۱۸، مصنفہ: مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان مرحوم، امراض الاذن)

حکیم محمد سعید صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

کان، سمعی احساس(Hearing)کے آخذ آلات(Receptor Organs)ہیں، جو آواز کی موجوں کا ادراک کرتے، اور پھر اسے دماغ تک پہنچاتے ہیں۔

کان(Ear)کے تین حصے ہوتے ہیں، جو بالترتیب بیرونی(External)درمیانی (Middle)اور اندرونی(Inner)کان کہلاتے ہیں۔

بیرونی کان(External Ear)کان کا وہ حصہ ہے، جو باہر سے نظر آتا ہے، یہ لچک دار غضروفی ساخت(Elastic Cartilage) سے بنتا ہے، کان کا بیرونی

سوراخ (External Auditory Meatus) بھی بیرونی کان میں شامل ہے، کان کا بیرونی حصہ اذنِ خارجی (Auricle or Pinna) کہلاتا ہے، کان کا بیرونی سوراخ ایک ایسی نالی، یا ٹیوب کی ابتداء ہے، جو کنپٹی کی ہڈی (Temporal Bone) سے گذرتا ہوا کان کے پردے، یا طبلِ اذن (Tympanic Membrane) تک جاتا ہے، اس کے ذریعے آواز کی لہریں گذرتی ہیں، اس لئے اسے قناتِ سمعی (Auditory Canal) بھی کہتے ہیں، اس قنات کے اندرونی حصے کی سطح میں ایسے غدود ہوتے ہیں، جو ایک بھورے رنگ کا مومی مادہ (Wax) بناتے ہیں، اس سطح پر چھوٹے چھوٹے بال بھی ہوتے ہیں، یہ مادہ اور بال، باہر سے آنے والے گرد وغبار اور جراثیم سے کان کے اندرونی اعضاء کی حفاظت کرتے ہیں۔

کان کا پردہ (Tympanic Membrane) بیرونی کان اور وسطی کان کے درمیان ہوتا ہے۔

یہ پردہ، لیفی اتصالی ساخت (Fibrous Connective Tissue) سے بنتا ہے، اس کی بیرونی سطح پر جلد، اور اندرونی سطح پر مخاطی جھلی کی تہ ہوتی ہے، یہی مخاطی جھلی، وسطی کان کی سطح بناتی ہے۔

وسطی کان کے جوف (Cavity) میں ہوا موجود ہوتی ہے، اس جوف میں ہوا، قناتِ سمعی (Eustachian Tube) کے ذریعے داخل ہوتی ہے، جو وسطی کان کو حلق (Pharynx) سے ملاتی ہے۔

وسطی کان (Middle Ear) میں ہوا کی موجودگی کی وجہ سے، کان کے اس جوف، اور بیرونی فضاء میں پائی جانے والی ہوا کا دباؤ یکساں رہتا ہے، اس نالی کی مرضیاتی اہمیت یہ ہے کہ اسی کے واسطے سے حلق میں موجود جراثیم کا تعدیہ کان کے

اندرونی حصے، اور پھر یہاں سے بڑھ کر عظمِ قذالی (Mastoid Bone) اور بعض اوقات دماغی جھلیوں (Meninges) یا خود دماغ تک پہنچ سکتا ہے۔

کان کے پردے سے لگی ہوئی تین چھوٹی ہڈیاں (Auditory Ossicles) وسطی کان میں پائی جاتی ہیں، یہ ہڈیاں اس ترتیب سے ہوتی ہیں۔

عظمِ مطرقی (Malleus) عظمِ سندانی (Incus) اور عظمِ رکابی (Stapes)

پہلی ہڈی مطرقی، یعنی ہتھوڑے کے شکل کی، دوسری سندان، یعنی لوہے کی اس آواز کی طرح، جس پر لوہار، لوہا کوٹتا ہے، اور تیسری گھوڑے کی رکاب جیسی ہوتی ہے، تیسری، یعنی عظمِ رکابی، کان کے پردہ سے لگی ہوئی ہوتی ہے، اور سارے وسطی کان سے گذرتی، اور پھر ایک جھلی نما ساخت سے مل جاتی ہے، جو ثقبۂ بیضوی (Oval Window) کہلاتا ہے، یہ ایک پردہ ہے، جو وسطی کان اور اندرونی کان کے درمیان ہوتا ہے (کتاب الابدان، حصہ دوم، ص ۱۳۱، الیٰ ۱۳۴، نظام الاعصاب، مطبوعہ: بیت الحکمت، کراچی)

آواز کی جو لہریں کان میں داخل ہوتی ہیں، کان کے پردہ، یا غشائے طبلی (Tympanic Membranc) میں ارتعاش (Vibration) پیدا کرتی ہیں، پردہ کا یہ ارتعاش بالترتیب، مطرقی (Malleus) سندانی (Incus) اور پھر رکابی (Stapes) میں منتقل ہوتا ہے۔

عظمِ رکابی کا ارتعاش، ثقبۂ بیضوی اور اس کے واسطے سے دہلیزی قنات کے مشابہ ملفی سیال (Perilymph) میں منتقل ہوتا ہے، حلزونی نالی میں ایک جھلی نما ساخت (Tectorial Membrane) بال دار حسی خلیوں کے قریب واقع ہوتی ہے۔

حلزونی نالیوں میں موجود سیال کا ارتعاش بال دار خلیوں کے واسطے سے، جب اس جھلی نما ساخت تک پہنچتا ہے، تو آواز کی ارتعاشی تحریک، برقیاتی عصبی

تحریک میں بدل جاتی ہے۔

آٹھویں دماغی عصب، یا عصبِ سمعی (8th Cranial N. or Auditory Nerve) کا وہ حصہ ہے، جو حلزونیہ سے متصل واقع ہوتا ہے، کان میں پیدا ہونے والے آواز کی تحریک کو جو برقیاتی تحریک میں تبدیل ہوجاتی ہے، دماغ میں ''مبدء النخاع'' (Medulla) تک لے جاتا ہے، جہاں سے یہ عصبی تحریک مختلف عصبی راستوں (Pathways) کے ذریعے قشرِ دماغ کے صدغی حصے (Temporal Cortex) میں واقع مراکزِ سماعت (Auditory Centers) تک پہنچتی ہے، دماغ کے دونوں نصف کروں میں سماعت کے الگ الگ مراکز ہوتے ہیں، جن میں اس سمت کے کان سے آنے والی سمعی تحریک پہنچتی ہے (کتاب الابدان، حصہ دوم، ص ۱۳۵، نظام الاعصاب، مطبوعہ: بیت الحکمت، کراچی)

اور حکیم محمد سعید صاحب مرحوم کی یہ عبارت پیچھے منہ اور حلق کے بیان میں گذر چکی ہے کہ:

بلعوم میں سات سوراخ ہیں، دو ناک کے پچھلے سوارخ، جو ناک والے حصے میں کھلتے ہیں۔

دو کان اور حلق کی درمیانی نالیوں کے سوراخ، ایک سوراخ، جس کا تعلق منہ سے ہوتا ہے، ایک سوراخ نرخرے کا ہے، جو آگے کی طرف ہے، اس کی راہ، ہوا پھیپڑوں میں داخل ہوتی ہے، ایک سوراخ مری کا ہے، جو نرخرے کے سوراخ کے نیچے اور پیچھے ہے، اس کی راہ، غذا، معدے میں داخل ہوتی ہے (کتاب الابدان، حصہ اول، ص ۱۸۲، نظامِ ہضم، مطبوعہ: ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)

اور ہم پہلے واضح کر آئے ہیں کہ کان اور حلق کی درمیانی نالیوں کے سوراخوں سے وہ سوراخ مراد نہیں ہیں، جن کا تعلق کانوں کے بیرونی سوراخوں سے ہے، کیونکہ کانوں کے بیرونی سوراخوں کی نالیوں کے بعد کان کا پردہ حائل ہے، یہ سوراخ دراصل کانوں کے پردہ کے بعد

کانوں کی درمیانی نالیوں کے لئے ہیں، جن کو ہوا اور آکسیجن پہنچانے کے لئے یہ سوراخ حلق کی طرف کھلتے ہیں۔

وسطی، یا درمیانی کان (Middle Ear) کی بیرونی دیوار، غشاءِ طبلی (Tympanic Membrane) سے بنتی ہے، جو کان کا پردہ کہلاتی ہے، اور اس کو بیرونی کان (External Ear) سے علیحدہ کرتی ہے، جبکہ اندرون کان (Internal Ear) اس کے بھی بعد ہوتا ہے، جس کی نالیوں کے سلسلہ کی انتہاء حلق، یا منہ کے جوف میں جا کر ہوتی ہے (ملاحظہ ہو: کتاب الصحت، ص ۷۷، از: حکیم اقبال احمد قرشی، قرشی فاؤنڈیشن، پاکستان)

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ بیرونی کان کے سوراخ سے جانے والی کوئی غذاء، یا دوا، کان کے پردہ سے تجاوز نہیں کر سکتی، اور جو سوراخ حلق کی طرف کانوں کے کھلتے ہیں، ان کی نالیاں اس پردہ کے پیچھے، کان کے دوسرے حصہ سے شروع ہوتی ہیں، جہاں ہوا موجود ہوتی ہے، اور جب کوئی منہ بند کر کے حلق سے کانوں کی طرف زور لگاتا ہے، تو یہی ہوا کانوں کے پردوں سے ٹکراتی ہے، اور کان میں گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے۔

پس حلق کی طرف کان کی نالیوں کے جن دوسوراخوں کا ذکر کیا جاتا ہے، وہ کان کے پردہ کے پیچھے والی نالیوں کے سوراخ ہیں، جن تک کان کے بیرونی حصہ سے کسی دوا، یا غذا کا پہنچنا ممکن نہیں، الا یہ کہ کان کے پردے پھٹ جائیں۔

اسی طرح کان کے بیرونی سوراخوں سے داخل کی جانے والی سیال دوا وغیرہ کا دماغ میں پہنچنا بھی ممکن نہیں، اگر ایسا ہو، تو طبی اعتبار سے انسان کے دماغ، بلکہ اس کی زندگی کا سلامت رہنا بہت مشکل ہے، کیونکہ دماغ بہت حساس عضو ہے، جو اس طرح کی چیزوں کو اپنے اندر سمانے اور تحمل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اور کانوں کی آوازوں کا دماغ کو محسوس کرنا، غذائی ودوائی منافذ کے ذریعہ سے نہیں ہوتا، بلکہ وہ عصبی وسمعی تحریک، اور اس کے مسامات کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر گذرا۔

اسی طرح کان میں دوا ڈالنے کے بعض اثرات کا کان کے اندرونی حصہ، یادماغ تک پہنچنا، مخصوص مسامات کے ذریعہ ہوتا ہے، اوراس طرح کے مسامات، جسم اور بدن کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں، جن سے روزہ فاسد نہیں ہوا کرتا۔

یہی وجہ ہے کہ کسی بھی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کان کے ذریعہ کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ فاسد ہونے کا حکم منقول نہیں، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح کی کوئی بات مروی نہیں، اور نہ ہی وضو اور غسل کے دوران کان میں پانی جانے سے بچنے کا حکم منقول ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روزہ کے دوران، غسل کرنا، ثابت ہے، اور وضو کے دوران کانوں کے ظاہر وباطن کا مسح کرنا، ثابت ہے، اس دوران بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں میں پانی داخل ہونے سے بچنے کا حکم نہیں فرمایا، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابۂ کرام سے روزہ کی حالت میں سر پر پانی ڈالنا، بلکہ سر پر بھیگا ہوا کپڑا رکھنا، ثابت ہے۔

چنداحادیث وآثار

چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ ،وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ، وَيَصُوْمُ (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٩٢٦، كتاب الصوم، باب الصائم يصبح جنبا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں فجر ہو جاتی تھی کہ آپ اپنی زوجۂ مطہرہ (سے حقِ زوجیت) کی وجہ سے (رات کو) جنبی ہو جاتے تھے، پھر (طلوعِ فجر کے بعد) آپ غسل کرتے تھے، اور آپ روزہ سے ہوتے تھے (بخاری)

اور اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِيْ رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ، مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ، فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١١٠٩ "٧٦" كتاب الصيام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں طلوعِ فجر اس حال میں ہوجاتی تھی کہ آپ جنبی ہوتے تھے، احتلام کے بغیر (یعنی حقِ زوجیت کی وجہ سے) پھر آپ غسل کرتے تھے اور اسی حال میں روزہ رکھتے تھے (مسلم)

اور حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کی سند سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ ،يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَاءَ، وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ، أَوْ مِنَ الْحَرِّ (سنن أبى داؤد، رقم الحديث ٢٣٦٥، كتاب الصوم، باب الصائم يصب عليه الماء من العطش ويبالغ فى الاستنشاق) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "عرج" (نامی مقام) میں دیکھا کہ آپ روزہ سے تھے، اور اپنے سر پر پیاس، یا گرمی کی وجہ سے پانی ڈال رہے تھے (ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ أُذُنَيْهِ دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَّابَتَيْنِ، وَخَالَفَ بِإِبْهَامَيْهِ إِلٰى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٤٣٩، ابواب الطهارة، باب ما جاء فى مسح الأذنين) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد قوى من أجل محمّد بن عجلان فهو صدوق لا بأس به. (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں کے اندرونی حصوں کا مسح کیا شہادت کی انگلیوں سے، اور اپنے انگوٹھوں سے ظاہری کانوں کا مسح کیا، پس کانوں کے ظاہری حصوں کا بھی مسح کیا، اور کانوں کے اندرونی حصوں کا بھی مسح کیا (سنن ابنِ ماجہ)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ثُمَّ مسحَ بِرَأْسِہٖ ،وأدخَلَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّاحَتَيْنِ فِىْ أُذُنَيْهِ ،وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ عَلٰى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، وَبِالسَّبَّاحَتَيْنِ بَاطِنَ أُذُنَيْهِ (سنن ابی داؤد،رقم الحديث ۱۳۵ ، كتاب الطهارة،باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً) [1]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا مسح کیا اور اپنی شہادت کی انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کیا، اور اپنے انگوٹھوں سے کانوں کے ظاہری حصوں کا مسح کیا، اور شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے اندرونی حصوں کا مسح کیا (ابوداؤد)

حضرت ربیع سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ فِىْ حُجْرَىْ أُذُنَيْهِ (سنن ابی داؤد،رقم الحديث ۱۳۱ ، كتاب الطهارة،باب صفة وضوء النبی - صلى الله عليه وسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر اپنی دونوں انگلیوں کو اپنے کانوں کے سوراخوں میں داخل کیا (ابوداؤد)

اور حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

وَمَسَحَ بِأُذُنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا، زَادَ هِشَامٌ وَأَدْخَلَ أَصَابِعَهُ فِىْ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية سنن ابی داؤد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره(حاشية سنن ابی داؤد)

صِمَاخِ أُذُنَيْهِ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۲۳، کتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبی -صلی الله علیه وسلم) [1]

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں کا مسح کیا، باہر کے حصوں کا بھی اور اندر کے حصوں کا بھی، اور ہشام راوی نے یہ بھی زیادہ روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں کے سوراخ میں بھی داخل کیا (ابوداؤد)

اس طرح کی اور بھی احادیث مروی ہیں۔

عبداللہ بن ابی عثمان سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَهُوَ صَائِمٌ يَبُلُّ الثَّوْبَ ، ثُمَّ يُلْقِيهِ عَلَيْهِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۰۳، کتاب الصیام، ما ذکر فی الصائم یتلذذ بالماء)

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو روزہ کی حالت میں دیکھا کہ آپ نے کپڑا بھگو کر اپنے اوپر ڈالا (ابنِ ابی شیبہ)

اور ابنِ عون سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ سِيرِينَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَّبُلَّ الثَّوْبَ ، ثُمَّ يُلْقِيَهُ عَلٰى وَجْهِهٖ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۰۵، کتاب الصیام، ما ذکر فی الصائم یتلذذ بالماء)

ترجمہ: محمد بن سیرین (روزہ دار کے لئے) اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کپڑا بھگو کر اپنے چہرہ کے اوپر ڈالے (ابنِ ابی شیبہ)

اور یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ ، وَيُرَوِّحُ عَنْهُ وَهُوَ صَائِمٌ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ ، أَوْ يَوْمَ عَرَفَةَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۳۰۶، کتاب الصیام، ما ذکر فی الصائم یتلذذ بالماء)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: عثمان بن ابی العاص عرفہ کی شام، یا دن کے وقت روزہ کی حالت میں اپنے اوپر پانی ڈال کر راحت حاصل کیا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اور وضو، کانوں کا مسح، یا غسل کرتے ہوئے، یا سر پر پانی ڈالتے وقت کچھ نہ کچھ پانی کے کان میں داخل ہونے کا امکان ہوتا ہے، اس لئے کان میں پانی چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اگر اپنے اختیار سے کان میں پانی ڈالا جائے، تو بھی بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [1]

البتہ بہت سے علمائے قدیم نے یہ سمجھا کہ منہ کے جوف میں کانوں کے سوراخ کھلتے ہیں، اور حلق پر دباؤ پڑنے اور کھانے پینے کی تیز اشیاء حلق میں پہنچنے سے کانوں کے پردوں میں اثرات محسوس ہوتے ہیں، یا کانوں سے سنی جانے والی آواز کا دماغ کو احساس ہوتا ہے، اس قسم کی چیزوں کی وجہ سے انہوں نے سمجھا کہ بیرونی کانوں کے سوراخوں سے کوئی چیز داخل کی جائے گی، تو وہ حلق، پیٹ، یا سر میں داخل ہو جائے گی، ساتھ ہی انہوں نے سر سے پیٹ میں بھی منفذِ اصلی کا موجود ہونا سمجھا۔

اس لئے انہوں نے کان میں اپنے اختیار سے پانی، یا تر دوا ڈالنے کو روزہ کے فاسد ہونے کا سبب قرار دے دیا۔

پس ان علمائے قدیم نے کان کے ذریعہ داخل ہونے والی چیز کے ذریعہ روزہ ٹوٹنے کی بنیاد

---

[1] ولو اغتسل فدخل الماء أذنه فلا شيء عليه ولو صبه فيها فعليه القضاء ، والمختار لا شيء عليه فيهما، وهو قول مالک والأوزاعي وداود، وفي "خزانة الأكمل "لو صب الماء في أذنه لا يفطره، هكذا عند بعض مشايخنا بخلاف الدهن يفعله فعليه القضاء ، وفي "السليمانية(البناية شرح الهداية، ج۴،ص ۶۵، كتاب الصوم،باب ما يوجب القضاء والكفارة)

واختلف الحنفية في تقطير الماء في الأذن، فاختار المرغيناني في الهداية -وهو الذي صححه غيره -عدم الإفطار به مطلقا، دخل بنفسه أو أدخله.

وفرق قاضي خان، بين الإدخال قصدا فأفسد به الصوم، وبين الدخول فلم يفسده به، وهذا الذي صححوه، لأن الماء يضر الدماغ، فانعدم الإفساد صورة ومعنى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص۳۷،مادة "صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

اس پر قائم کی کہ ان کی نظر میں کان سے دماغ، یا حلق کی طرف باقاعدہ منفذ وراستہ ہے، اور دماغ سے پیٹ کی طرف ''منفذِ اصلی'' اور باقاعدہ راستہ موجود تھا۔

لیکن بعض علمائے قدیم نے اس سے اختلاف کیا، اورانہوں نے کان میں کسی چیز کے داخل ہونے، یا داخل کرنے سے روزہ فاسد ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

کان میں کسی چیز کے جانے سے روزہ فاسد نہ ہونے کی تحقیق

چنانچہ شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

والإقطار فی الأذن كذلك يفسد؛ لأنه يصل إلى الدماغ والدماغ أحد الجوفين (المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي، ج٣،ص٦٧، كتاب الصوم)

ترجمہ: اوراسی طرح کان میں قطرہ ٹپکانے سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دماغ میں پہنچتا ہے، اور دماغ دوجوفوں میں سے ایک جوف ہے (مبسوط)

اور شمس الائمہ سرخسی حرمتِ رضاعت کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فأما الإقطار فی الأذن لا يوجب الحرمة؛ لأن الظاهر أنه لا يصل إلى الدماغ لضيق ذلك الثقب (المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي، ج٥، ص١٣٥، كتاب النكاح، باب الرضاع)

ترجمہ: اور جہاں تک کان میں دودھ ٹپکانے کا تعلق ہے، تو اس سے حرمت (رضاعت) ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ بظاہر دماغ تک نہیں پہنچتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سوراخ تنگ ہے (مبسوط)

اور سر، یا دماغ کو جوف اس لئے فرمایا کہ ان حضرات کے نزدیک سر ودماغ سے پیٹ کی طرف منفذِ اصلی موجود ہے، ورنہ بذاتِ خود دماغ اور سر میں پہنچنا روزہ کے فاسد ہونے کا سبب نہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل جوف تو پیٹ ہی ہے، اور دماغ، پیٹ میں منفذِ اصلی ہونے کی وجہ سے جوف ہے، بذاتِ خود جوف نہیں۔

چنانچہ علامہ سمرقندی فرماتے ہیں:

ولو وصل إلى جوف الرأس بالإقطار في الأذن أو السعوط أو إلى البطن بالاحتقان يفسد صومه لأنه يصل إلى جوفه بالحقنة وكذا بالسعوط والإقطار في الأذن لأن جوف الرأس له منفذ إلى البطن (تحفة الفقهاء، ج ۱، ص ۳۵۵، كتاب الصوم)

ترجمہ: اور اگر کان میں قطرہ ٹپکانے سے سر کے جوف میں پہنچ جائے، یا ناک میں چڑھانے سے سر کے جوف میں پہنچ جائے، یا حقنہ کرنے سے پیٹ کی طرف چلی جائے، تو روزہ فاسد ہوجائے گا، کیونکہ حقنہ کرنے سے پیٹ میں پہنچ جاتی ہے، اور اسی طرح ناک، اور کان میں ڈالنے سے بھی، کیونکہ سر کے اندر سے پیٹ کی طرف جانے کا راستہ ہے (تحفۃ الفقہاء)

اورعلامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں:

والتحقيق أن بين جوف الرأس وجوف المعدة منفذا أصليا فما وصل إلى جوف الرأس يصل إلى جوف البطن (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۰۳، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ترجمہ: اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سر اور معدہ کے اندر اصلی راستہ ہے، پس جو چیز سر کے اندر جاتی ہے، وہ پیٹ کے اندر پہنچ جاتی ہے (ردالمحتار)

اورعلامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں:

لو بقي السعوط في الأنف ولم يصل إلى الرأس لا يفطر (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۴۰۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ترجمہ: اگر ناک میں چڑھائی جانے والی دوا، ناک میں ہی موجود رہے، اور وہ سر تک نہ پہنچے، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا (ردالمحتار)

اس طرح کی کئی عبارات پیچھے گذر چکی ہیں۔

فقہ شافعی کی تالیف ’’المجموع‘‘ میں ہے:

لو قطر فی أذنه ماء أو دهنا أو غيرهما فوصل إلى الدماغ فوجهان (أصحهما) يفطر وبه قطع المصنف والجمهور لما ذكره المصنف.

(والثانى)لا يفطر قاله أبو على السنجى ......والقاضى حسين والفورانى وصححه الغزالى كلا كتحال وادعوا أنه لا منفذ من الأذن إلى الدماغ وإنما يصله بالمسام كالكحل وكما لو دهن بطنه فإن المسام تتشربه ولا يفطر (المجموع شرح المهذب، ج٦،ص ٣١٤، وص ٣١٥،كتاب الصيام)

ترجمہ: اگر اپنے کان میں پانی، یا تیل، یا کسی اور چیز کو ٹپکایا، پھر وہ دماغ میں پہنچ گئی، تو دو وجہیں ہیں، اصح یہ ہے کہ اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ روزہ فاسد نہیں ہوگا، یہ قول ابو علی سنجی، اور قاضی حسین، اور فورانی کا ہے، اور اسی کو امام غزالی نے صحیح قرار دیا ہے، آنکھ میں سرمہ ڈالنے کی طرح کا حکم دے کر، اور مذکورہ حضرات نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کان سے، دماغ کی طرف کوئی راستہ نہیں ہے، اور بس (اگر کچھ پہنچتا بھی ہے، تو وہ) مسامات کے ذریعہ پہنچتا ہے، جیسا کہ سرمہ، مسامات کے ذریعہ پہنچتا ہے (اور سرمہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا) اور جیسا کہ کوئی اپنے پیٹ پر تیل کی مالش کرے، تو مسامات اس تیل کو جذب کر لیتے ہیں، لیکن اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا (اسی طرح کان میں تیل، یا دوا ڈالنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا) (مجموع)

اور امام غزالی فرماتے ہیں:

وَالصَّحِيح أَن تقطير الدّهن فِى الْأُذن لَا يضر (الوسيط فى المذهب، ج٢،ص ٥٢٥،الركن الثانى الإمساك عن المفطرات)

ترجمہ: اور صحیح یہ ہے کہ (کوئی چیز) کان میں ٹپکانا (روزہ کے لئے) مضر نہیں (وسیط)

اور فقہ مالکی کی کتاب ''التبصرۃ'' میں ہے:

وعلى هذا يجرى الجواب فيما يقطر فى الأذن، فيجوز إذا كان لا يصل، ويختلف فيه إذا كان يصل (التبصرة للخمى، ج٢،ص ٧٤٣، كتاب الصيام، باب فى صفة الصيام،فصل الخلاف فى وقوع الفطر بما يصل من العين)

ترجمہ: اور اسی اصول پر، کان میں ٹپکائے جانے کا جواب بھی ہے، تو روزہ درست ہوگا، جب وہ (چیز دماغ میں) نہ پہنچے، اور اگر پہنچ جائے، تو حکم مختلف ہوگا (تبصرہ)

اور فقہِ حنبلی کی تالیف ''شرحُ الزرکشی'' میں ہے:

أو دخل من الأذن إلى الدماغ (شرح الزركشي على مختصر الخرقي ، ج۲، ص ۵۷۹، كتاب الصيام، ما يوجب القضاء ولا يوجب الكفارة فى الصيام)

ترجمہ: یا (کوئی چیز) کان سے دماغ میں داخل ہوگئی (تو بھی روزہ فاسد ہو جائے گا) (شرح زرکشی)

اور فقہِ حنبلی کی تالیف ''الشرحُ الکبیر'' میں ہے:

أو ما يدخل من الأذن إلى الدماغ (الشرح الكبير على متن المقنع ، ج۳، ص۳۷، كتاب الصيام، باب ما يفسد الصوم ويوجب الكفارة)

ترجمہ: یا (کوئی چیز) کان سے دماغ میں داخل ہوگئی (تو بھی روزہ فاسد ہو جائے گا) (شرح کبیر)

اور عرب کے شیخ محمد بن صالح عثیمین فرماتے ہیں:

وأما قطرة العين ومثلها أيضا الاكتحال وكذلك القطرة فى الأذن فإنها لا تفطر الصائم، لأنها ليست منصوصا عليها، ولا بمعنى المنصوص عليه، والعين ليست منفذا للأكل والشرب، وكذلك الأذن فهي كغيرها من مسام الجسد (مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، جزء ۱۹، ص ۲۰۶، كتاب الصيام، ما يفسد الصوم ويوجب الكفارة)

ترجمہ: اور جہاں تک آنکھ میں قطرہ اور سرمہ لگانے، اور اسی طرح کان میں قطرے ڈالنے کا تعلق ہے، تو اس سے روزہ دار کا روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے روزہ فاسد ہونے کا قرآن وسنت میں ذکر نہیں آیا، اور نہ ہی یہ قرآن وسنت میں روزہ فاسد کرنے والی چیزوں کے معنیٰ میں ہے، اور آنکھ، کھانے پینے کا منفذ وراستہ نہیں، اور اسی طرح کان بھی، پس یہ (آنکھ اور کان) جسم کے دوسرے

مسامات کی طرح ہیں (مجموع فتاویٰ ورسائل)

اس سے معلوم ہوا کہ کان میں تیل، یا دوا وغیرہ ڈالنے (Ear Drops) سے روزہ فاسد ہونے میں سابق علماء کا بھی اختلاف ہے، اور جو حضرات روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، وہ روزہ فاسد ہونے کی وجہ دماغ میں جانے اور وہاں سے پیٹ میں جانے کو قرار دیتے ہیں، اور جو حضرات اس سے روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، وہ کان سے دماغ کی طرف راستہ ہونے کے قائل نہیں۔

اور طبی تحقیقات اور جدید مشاہدات سے ثابت ہو چکا کہ کان کے بیرونی سوراخوں سے باقاعدہ کوئی ایسا منفذ اور باقاعدہ راستہ دماغ، یا حلق اور پیٹ میں نہیں پہنچتا کہ جس سے کان میں ڈالی ہوئی دوا، اس میں سے گزر کر دماغ، حلق، یا پیٹ میں پہنچ سکے، البتہ اگر کسی کے کان کا پردہ پھٹ جائے، تو حلق کی طرف راستہ بن سکتا ہے، لیکن پھر بھی وسطی اور اندرونی کانوں کے حصوں کی مخصوص ساخت کا غذاء، یا دوا کو بطور منفذ حلق تک رسائی فراہم کرنا مشکل ہے، اور اگر بالفرض رسائی ہو بھی جائے، تو اس کی حیثیت بعینہٖ اس طرح کے مسام کی کہلائے گی، جس طرح کا مسام، آنکھوں سے حلق کی طرف کھلتا ہے، اور حلق میں یہ دونوں مسامات ایک دوسرے کے قریب اور متصل واقع ہیں، اور اگر کوئی اس سے اتفاق نہ کرے، تو پھر بھی کان کا پردہ پھٹنے کے بعد ہونے والے سوراخ کی حیثیت ''منفذِ اصلی وفطری'' کی نہ ہوگی، بلکہ اس کی حیثیت دراصل زخم کے ذریعہ ہونے والے سوراخ کی ہوگی۔

اس لیے کان کا پردہ پھٹنے کے بعد بھی روزہ فاسد نہ ہوگا۔

اور موجودہ دور کے بہت سے اہلِ علم حضرات کی تحقیق بھی یہی ہے کہ کان میں تیل، یا کسی بھی قسم کی تَر دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] واما الاذن فلان الدواء او الماء اوالدهن ونحوها لاتصل بالاقطار فيها الى الحلق اذا كان طبلة الاذن سليمة غير مخرومة ، لان فتحة الاذن ليست بنافذة الى الحلق، لامباشرة ولا بواسطة قناة او جوف آخر، الا اذا كانت الطبلة مخرومة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس موجودہ طبی تحقیق کے پیشِ نظر اگر کوئی روزہ کی حالت میں کان میں دوا ڈالے، یا کان کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وایضاحہ:ان الاذن ثلاثة اقسام: (۱) الاذن الخارجية(۲) والاذن الوسطی(۳) والاذن الداخلية، والطبلة حاجزة بين الاذن الخارجية والوسطی، وهی (ای: الطبلة) غشاء مثل الجلد تماما فی تركيبها، وما يقطر فی الاذن الخارجية لايصل الی الاذن الوسطی الا بتشرب المسام، اذا كانت الطبلة سليمة غير مخرومة ، فلا يصل الی الحلق.

واما اذا كانت الطبلة مخرومة فان السوائل قد يصل منها شیئ يسير الی الاذن الوسطی ، ومنها عبر القناة السمعية البلعومية (قناة استاكيوس) الی البلعوم الانفی، ومنه الی الحلق، كما فصله الدكتور محمد علی البار فی بحثه ص۱۳، ۱۴، ۴۳،فحينئذ يكون ذلک سببا للافطار وافساد الصوم (ضابط المفطرات فی مجال التداوی، للشيخ المفتی محمد رفيع العثمانی، ص۵۸،الباب الاول، الفصل الثالث فی بيان الجوف)

ثم هناک ناحية أخری وهی قضية نفوذ الشیء إلی الجوف ,فهذه قضية طبية ولها علاقة بالتحقيق الطبی ,فبنی كثير من الفقهاء بعض المسائل علی اعتبار أن هناک منفذًا للجوف فلذلک أفتوا بالإفطار، وذهب بعض الفقهاء إلی أنه ليس هناک منفذ إلی الجوف فذهبوا إلی عدم الإفطار، وهذا فی مسألة الأذن -مثلًا -وفی مسألة الدماغ، وفی مسألة القبل ,ففی مسألة الدماغ -مثلًا -ذهب الإمام أبو حنيفة -رحمه الله -إلی أنه إذا داوی آمة فی الرأس فإنه يفسد به الصوم، لأنه رأی أن هناک منفذًا من الدماغ إلی الجوف، يعنی إلی المعدة وإلی البطن .وهذا موضوع يتعلق بالطب، فإذا ظهر هناک تحقيق جديد أو اكتشاف جديد فی علم الطب بأنه ليس هناک منفذ واتفق الأطباء علی أنه ليس هناک منفذ فيما بين الدماغ والبطن فحينئذ القول بفساد الصوم بمداواة آمة الرأس هذا القول ينبغی أن يرجع عنه، ويؤخذ بهذا الرأی الطبی الحديث، لأنه مبنی علی واقع قد تحقق خلافه.

وكذلک مسألة الأذن، فمن قال بإفساد الصوم بإدخال الدواء فی الأذن فإنه قال ذلک اعتمادا علی أن هناک منفذًا فيما بين الأذن والحلق، وإذا تحقق طبيًّا وثبت طبيًّا باتفاق أهل الطب بأنه ليس هناک منفذ فينبغی أن يتغير هذا الرأی؛ لأن هذا ليس مسألة فقهية وإنما هی مسألة واقعية وطبية.

وعلی هذا الأساس الموضوعات التی تهمنا فی هذه الجلسة هی موضوع (الأذن) وموضوع (الرأس والآمة) وموضوع (القبل) ، وكذلک القبل قد تحقق أنه ليس هناک منفذ فيما بين القبل والبطن .فلذلک ينبغی أن نقول بعدم فساد الصوم إذا أدخل شیء من القبل(مجلة مجمع الفقه الاسلامی،ج۱۰ ص۸۳۲،المناقشة للشيخ المفتی تقی العثمانی)

والذی أثبته علماء التشريح بالاعتماد علی المشاهدة والتجربة أن الأذن ليس بينها وبين الجوف ولا الدماغ قناة ينفذ منها المائعات إلا إذا تخرمت طبلة الأذن (مجلة مجمع الفقه الإسلامی،ج۱۰ ص ۶۱۹، مقالة :المفطرات ،إعداد:الشيخ محمد المختار السلامی،مفتی الجمهورية التونسية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

صفائی وغیرہ کرائے، تو ایسی صورت میں اس کا روزہ فاسد نہیں کہلائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دارالعلوم کراچی کی مجلس تحقیق مسائلِ حاضرہ کے فیصلہ میں ہے کہ:

فقہائے کرام رحمہم اللہ کے نزدیک کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ دوا جوفِ معتبر یعنی دماغ یا حلق تک پہنچ جاتی ہے۔ وھوالاصل فی الافطار۔

اب رہی یہ بات کہ کان میں دوا ڈالنے سے کیا دوا واقعتاً حلق یا دماغ کی طرف کسی منفذ کے ذریعہ منتقل ہوتی ہے یا نہیں؟ تو یہ مسئلہ فقہ سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ طب اور فنِ ''تشریح الابدان'' سے تعلق رکھتا ہے، اور اس بارے میں اطباء کے متفق علیہ قول کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جبکہ قرآن وسنت کی نصوص سرے سے موجود ہی نہ ہوں، اور فقہاء کے اقوال خود محتمل ہوں، اور ان میں بھی فقہاء نے خود تشریح البدن کو مدارِ حکم بنایا ہو۔

چنانچہ فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی صراحت فرمادی ہے کہ ان جیسے مسائل (تشریح البدن) کا تعلق فقہ سے نہیں ہے (بلکہ طب سے ہے) یعنی ان جیسے مسائل میں نصِ شرعی نہ ہونے کی بناء پر فقہاء کی آراء تشریحِ اعضاء کے بارے میں اطباء کی آراء سے ماخوذ یا ان پر مبنی ہیں (ماہنامہ البلاغ، کراچی، شمارہ رمضان ۱۴۲۲ھ/دسمبر ۲۰۰۱ء، صفحہ نمبر ۴۷)

ایک عرصہ سے تمام اطباء اور تشریحِ ابدان کے تمام ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ کان کے اندر سے دماغ تک کوئی راستہ موجود نہیں ہے، اور اس بات پر بھی سارے اطباء اور ماہرین متفق ہیں کہ عام صحت مند آدمی کے کان سے حلق تک بھی کوئی ایسا راستہ کھلا ہوا نہیں ہے کہ جس سے دوا یا پانی حلق میں خود بخود جا سکے، کیونکہ کان کے آخر میں ایک باریک مگر مضبوط پردہ ہے، جس نے حلق یا دماغ کی طرف جانے کا راستہ مسدود کیا ہوا ہے، اور عام حالات میں کان میں ڈالے جانے والی کوئی بھی دوا یا غذا حلق تک نہیں جاتی، الا یہ کہ کسی کے کان کا پردہ پھٹ جائے، یا کان کے پردہ میں واضح سوراخ ہو جائے، تو ایسی بیماری یا غیر معمولی صورتِ حال میں دوا اندرونی کان سے حلق کی طرف منتقل ہو سکتی ہے، ورنہ نہیں (ایضاً صفحہ نمبر ۴۸)

[1] اس بارے میں دارالعلوم کراچی کی مجلس تحقیق مسائلِ حاضرہ نے جو فیصلہ کیا اس کی عبارت یہ ہے کہ:

کان کے اندر پانی، تیل، یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، الا یہ کہ کسی شخص کے کان کا پردہ پھٹا ہوا ہو اور وہ پانی، تیل یا دوا وغیرہ اس کے حلق تک پہنچ جائے۔ البتہ اس کے باوجود اگر کوئی شخص قدیم جمہور فقہاء کے قول کے مطابق خود احتیاط کرے اور روزہ کی حالت میں کان کے اندر دوا ڈالنے کے بجائے افطار کے بعد تیل یا دوا وغیرہ ڈالے تو اس کے لئے ایسا کرنا بلا شبہ بہتر اور شبہ سے بعید تر ہوگا۔

یہ تحریر مجلسِ تحقیق مسائلِ حاضرہ کے اجلاس منعقدہ ۲۰ شعبان ۱۴۲۲ھ بروز بدھ میں پڑھ کر سنائی گئی، اور ترمیم واضافہ کے بعد اس کو آخری شکل دیتے ہوئے مندرجہ ذیل تمام شرکاء نے اس کی تصدیق کی، اور اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہم بھی بشرح صدر اسی کو راجح سمجھتے ہیں کہ کان کے بیرونی سوراخوں میں پانی، یا دوا وغیرہ داخل ہونے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، نصوص سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

موجودہ زمانہ کے بعض علمائے کرام اس طرح کے مسائل میں بہت جمود وشدت اختیار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ کے علماء وفقہاء نے جو حکم بیان کردیا، اس کے خلاف جو تحقیق ہوگی، وہ ناقابلِ اعتبار ہوگی، اور کسی کا ان کے خلاف فتویٰ دینا جائز اور معتبر نہیں ہوگا۔

لیکن ہماری نظر میں اس قسم کی باتیں فقہی بنیادوں سے ناواقفیت پر مبنی ہیں، کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ وضو، اور غسل کے دوران کان میں پانی چلے جانے سے بہت سے پہلے زمانہ کے علماء بھی روزہ ٹوٹنے کے قائل نہیں، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ پانی، اپنی رقت اور پتلے پن اور بہاؤ کی وجہ سے دوا، اور دوسری چیزوں کے مقابلہ میں زیادہ تیزی سے اندر داخل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور شریعت کی طرف سے وضو اور غسل کے دوران کان میں پانی داخل ہونے کا قوی احتمال ہوتا ہے، اور وضو، غسل وغیرہ جیسی چیزیں ایسی ہیں کہ وہ دن ورات میں کئی کئی مرتبہ پیش آتی ہیں، اور وضو میں کانوں کا مسح بھی مسنون ہے، لیکن جب اتنی عام پیش

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم (۲) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم (۳) حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم (۴) حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم (۵) حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب مدظلہم (۶) حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہم (۷) حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب مدظلہم (۸) حضرت مولانا مفتی محمد کمال الدین صاحب مدظلہم (۹) حضرت مولانا تفضّل شاہ صاحب مدظلہم (۱۰) مولانا زبیر اشرف صاحب مدظلہٗ (۱۱) مولانا عمران اشرف صاحب مدظلہٗ (۱۲) مولانا یحییٰ صاحب مدظلہٗ (۱۳) مولانا عصمت اللہ صاحب مدظلہٗ (۱۴) مولانا حنیف خالد صاحب مدظلہٗ (۱۵) مولانا زبیر شمسی صاحب مدظلہٗ (۱۶) مولانا حسین احمد صاحب مدظلہٗ (۱۷) مولانا یعقوب صاحب مدظلہٗ (۱۸) مولانا افتخار بیگ صاحب مدظلہٗ (۱۹) مولانا حسان کلیم صاحب مدظلہٗ (۲۰) مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہٗ (۲۱) مولانا سلیمان لسیپا صاحب مدظلہٗ (۲۲) مولانا یاسر عرفات صاحب مدظلہٗ۔

(ماہنامہ البلاغ، کراچی، شمارہ رمضان ۱۴۲۲ھ/دسمبر ۲۰۰۱ء، صفحہ نمبر ۴۹، ۵۰)

آنے والی چیز پر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے روزہ کے دوران کانوں میں پانی داخل ہونے سے بچنے کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابۂ کرام کو روزہ کے دوران کان میں دوا ڈالنے سے منع کیا گیا، تو اس سے معلوم ہو گیا کہ شریعت کی نظر میں کانوں کے راستہ سے داخل ہونے والی چیز روزہ فاسد ہونے کا سبب نہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جن سابق فقہائے کرام نے کان کے ذریعہ سے دوا وغیرہ ڈالنے پر روزہ کے فاسد ہونے کا حکم لگایا، انہوں نے ساتھ ہی اس کی وجہ اور علت کا بھی ذکر فرمادیا کہ کان سے حلق، یا دماغ اور سر کی طرف منفذ اور باقاعدہ راستہ موجود ہے، اور سر و دماغ سے پیٹ کی طرف منفذِ اصلی اور باقاعدہ راستہ موجود ہے، لیکن جب مکمل تحقیق سے بداہت کے ساتھ نہ تو کان سے حلق کی طرف، اور نہ ہی سر و دماغ کی طرف، اور نہ ہی سر و دماغ سے پیٹ کی طرف منفذِ اصلی اور باقاعدہ راستہ ہونا، ثابت ہوا، تو جس علت اور وجہ پر ان حضرات نے روزہ فاسد ہونے کا حکم لگایا تھا، وہ حکم ہی ثابت نہ ہوگا، کیونکہ حکم، اپنی علت کے ساتھ دائر رہتا ہے۔

اس لیے ہماری شرح صدر کے ساتھ ذمہ دارانہ و دیانت دارانہ رائے یہی ہے کہ کان میں پانی، یا دواء ڈالنے، یا چلے جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

دوسرے حضرات کا رجحان جس رائے کی طرف ہو، یہ ان کا معاملہ ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(فصل نمبر8)

شرم گاہ (قُبل و دُبر) سے کوئی چیز داخل کرنا

مقعد و شرمگاہ کی حقیقت

مقعد (Anus) یعنی پاخانہ کے مقام، اور پیشاب کی نالی، یعنی مجرالبول (Urethra) جس میں مرد کی اگلی پیشاب گاہ، جس کو عربی زبان میں ''احلیل'' (penis) کہا جاتا ہے، اور عورت کی اگلی پیشاب گاہ، جس کو عربی زبان میں ''قبل وفرج'' (Vagina) کہا جاتا ہے، یہ دونوں داخل ہیں۔

ان میں سے مقعد (Anus) کا تعلق نظامِ انہضام (Digestive System) سے اور عورت ومرد کی پیشاب گاہ (Urethra) کا تعلق نظامِ تولید (The Reproductive System) سے ہے۔

ان مقامات سے کسی چیز کے داخل ہونے پر روزہ ٹوٹنے، نہ ٹوٹنے کے بارے میں کوئی واضح نص موجود نہیں، اس لئے فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں ان مسائل کا حکم بیان کیا ہے، اور ان کی آراء میں اختلاف بھی موجود ہے، اور اس اختلاف کی بنیاد اس چیز پر ہے کہ ان مقامات کے ذریعہ جانے والی چیز، پیٹ، یا معدہ تک پہنچتی ہے، یا نہیں؟
جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مذکورہ مسائل کی بنیاد بھی طبی تحقیق پر مبنی ہے۔

مسئلہ نمبر1...... مقعد، یا حقنہ والی جگہ کا مقام، اور وہاں دوا پہنچانا

مسئلہ نمبر1...... مقعد (Anus) کے راستے سے حقنہ (Enema) وہ عمل کہلاتا ہے، جس میں بعض بیماریوں کے موقع پر آنتوں کے لئے دواء پہنچائی جاتی ہے۔

حنفیہ، شافعیہ، وحنابلہ کے نزدیک حقنہ کے ذریعہ روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

اور بعض مالکیہ اور علامہ ابنِ تیمیہ کے نزدیک حقنہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ روزہ، مسلمانوں کے دین کے ان ضروری احکام میں سے ہے، جس کی عام وخاص کو معرفت کی ضرورت ہوتی ہے، پس اگر روزہ میں حقنہ وغیرہ جیسی چیزیں اللہ کے نزدیک حرام اور روزہ کو فاسد کرنے والی ہوتیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ان کو بیان کرنا واجب ہوتا، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اس کو بیان فرماتے، تو صحابۂ کرام اس سے ضرور واقف ہوتے، اور امت کو اس کی تبلیغ فرماتے، جس طرح دوسرے دین کے احکام کی تبلیغ کی، لیکن جب اہلِ علم میں سے کسی نے بھی ان میں سے کسی چیز کے روزہ فاسد کرنے سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح، یا ضعیف، یا مسند، یا مرسل کسی بھی قسم کی حدیث کو نقل نہیں کیا، تو ثابت ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے روزہ فاسد ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ [1]

مالکیہ کے حقنہ سے متعلق مجموعی طور پر چار اقوال ہیں۔

ایک قول کے مطابق اگر حقنہ مائع اور پتلی چیز کے ذریعہ سے ہو، تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

دوسرے قول کے مطابق حقنہ سے مطلقاً روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

تیسرے قول کے مطابق کسی قسم کے حقنہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اس قول کو لخمی نے مستحسن قرار دیا ہے، کیونکہ حقنہ والی چیز معدہ، اور ایسے مقام تک نہیں پہنچتی، جو جسم میں کسی حیثیت

---

[1] ذهب الحنفية والمالكية فى المشهور، وهو المذهب عند كل من الشافعية والحنابلة، إلى أن الاحتقان فى الدبر يفطر الصائم، وعليه القضاء......

غير أن المالكية اشترطوا أن يكون الداخل مائعا .ولم يشترط ذلك غيرهم، وذهب المالكية فى غير المشهور عندهم، وهو رأى القاضى حسين من الشافعية – وصف بأنه شاذ –

وهو اختيار ابن تيمية، إلى أنه إذا احتقن الصائم فى الدبر لا يفطر، وليس عليه قضاء .وعللوا ذلك بأن الصيام من دين المسلمين الذى يحتاج إلى معرفته الخاص والعام، فلو كانت هذه الأمور مما حرمها الله سبحانه لكان واجبا على الرسول صلى الله عليه وسلم بيانه، ولو ذكر ذلك لعلمه الصحابة، وبلغوه الأمة، كما بلغوا سائر شرعه، فلما لم ينقل أحد من أهل العلم عن النبى صلى الله عليه وسلم فى ذلك حديثا صحيحا ولا ضعيفا ولا مسندا ولا مرسلا علم أنه لم يذكر شيئا من ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢، ص٨٧، مادة" احتقان"حرف الألف)

سے غذاء کا تصرف کرے۔

چوتھے قول کے مطابق حقنہ کا استعمال مکروہ ہے۔ [1]

ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:

أو احتقن وهو صائم ذاكر لصومه: كان عليه القضاء بلا كفارة (شرح مختصر الطحاوی، ج۲، ص ۴۶۱، کتاب الصیام)

ترجمہ: یا کسی نے روزہ یاد ہوتے ہوئے حقنہ کرایا، تو اس پر روزہ کی قضاء واجب ہے، کفارہ واجب نہیں (شرح مختصر طحاوی)

اور ابوبکر جصاص حرمتِ رضاعت کے مسئلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

وأما الحقنة فلا تحرم شيئا. وذلك لأنه لم يصل إلى موضع الغذاء، ولا تأثير له في إنبات اللحم، ولا إنشاز العظم، إذ لا يصل إلى المعدة، وهي موضع الغذاء (شرح مختصر الطحاوی، ج۵، ص ۲۷۳، کتاب الطلاق، باب الرضاع)

ترجمہ: جہاں تک حقنہ کا تعلق ہے، تو یہ کسی چیز کو حرام نہیں کرتا، کیونکہ وہ غذاء کے مقام تک نہیں پہنچتا، اور یہ گوشت پوست اور ہڈی کی نشو ونما میں کردار ادا نہیں کرتا، کیونکہ وہ معدہ تک نہیں پہنچتا، اور معدہ ہی غذاء کا مقام ہے (شرح مختصر طحاوی)

اس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک بڑی پیشاب گاہ، یعنی پاخانہ کے مقام سے کوئی چیز داخل کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

---

[1] ويبدو مع ذلك تلخيصا أن للمالكية في الحقنة أربعة أقوال:

أحدها: وهو المشهور المنصوص عليه في مختصر خليل: الإفطار بالحقنة المائعة.

الثاني: أن الحقنة تفطر مطلقا.

الثالث: أنها لا تفطر، واستحسنه اللخمي، لأن ذلك لا يصل إلى المعدة، ولا موضع يتصرف منه ما يغذي الجسم بحال.

الرابع: أن استعمال الحقنة مكروه. قال ابن حبيب: وكان من مضى من السلف وأهل العلم يكرهون التعالج بالحقن إلا من ضرورة غالبة، لا توجد عن التعالج بها مندوحة، فلهذا استحب قضاء الصوم باستعمالها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۴۰، مادة "صوم" حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

اوردوسرے حنفیہ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ حقنہ کے مقام تک پہنچ جائے۔ [1]

اور بعض ماہرین وتجربہ کاروں کے نزدیک یہ حقنہ کا مقام مقعد (Anus) سے تقریباً چار انگل (یعنی ایک مشت) کے فاصلہ پر واقع ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگر حقنہ کے طور پر کسی بچہ کو کسی عورت کا دودھ داخل کیا جائے، تو اس سے حرمتِ رضاعت، یعنی دودھ کا رشتہ ثابت نہیں ہوتا۔

اور مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق، مقعد (Anus) سے داخل ہونے والی چیز سے روزہ فاسد ہونے کی بنیاد معدہ تک پہنچے پر ہے، جبکہ بعض مالکیہ کے نزدیک مقعد (Anus) سے داخل ہونے والی کسی چیز سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

چنانچہ فقہ مالکی کی کتاب ''التبصرة'' میں ہے:

واختلف في الاحتقان بالمائعات، هل يقع به فطر؟ وألا يقع أحسن؛ لأن ذلک مما لا يصل إلى المعدة، ولا إلى موضع ينصرف منه ما يغذى الجسم بحال (التبصرة للخمی، ج۲، ص۷۴۳، کتاب الصيام، باب فی صفة الصيام، فصل الخلاف فی وقوع الفطر بما يصل من العين)

ترجمہ: اور مائع چیزوں کے ذریعہ حقنہ کرنے میں اختلاف ہے کہ کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ حقنہ ان چیزوں میں سے نہیں، جن سے کوئی چیز معدہ تک پہنچتی ہے، اور نہ ایسی جگہ تک پہنچتی ہے کہ اس سے تبدیل ہو کر وہ جسم کی کسی حیثیت سے غذاء بنے (تبصرہ)

---

[1] (قوله: حتى بلغ موضع الحقنة) هی دواء يجعل فی خريطة من أدم يقال لها المحقنة مغرب ثم فی بعض النسخ المحقنة بالميم وهی أولى قال فی الفتح: والحد الذی يتعلق بالوصول إليه الفساد قدر المحقنة اهـ.

أی قدر ما يصل إليه رأس المحقنة التی هی آلة الاحتقان وعلى الأول فالمراد الموضع الذی ينصب منه الدواء إلى الأمعاء (رد المحتار ج۲، ص۳۹۷، کتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسده)

حتى بلغ موضع الحقنة أفطره (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، ج۱ ص۲۴۱، کتاب الصوم، باب موجب الفساد)

www.idaraghufran.org

اورفقہ مالکی کی کتاب ’’مواھبُ الجلیل ‘‘میں ہے:

اللخمي :واختلف فی الاحتقان بالمائعات هل يقع به فطر أو لا يقع به؟ وألا يقع به أحسن؛ لأن ذلک مما لا يصل إلى المعدة ولا إلى موضع يتصرف منه ما يغذى الجسم بحال (مواهب الجليل فی شرح مختصر خليل، ج۲،ص ۴۲۴، كتاب الصيام،باب ما يثبت به رمضان)

ترجمہ: لخمی نے فرمایا کہ اور مائع (پتلی ورقیق) چیزوں کے ذریعہ حقنہ کرنے سے روزہ فاسد ہونے ، نہ ہونے میں اختلاف واقع ہوا ہے، لیکن روزہ فاسد نہ ہونے کا قول زیادہ اچھا ہے، کیونکہ وہ معدہ تک نہیں پہنچتی ،اور نہ ایسے مقام تک پہنچتی ، جو کسی طرح جسم کی غذاء میں تصرف پیدا کرے (مواہب)

اورفقہ مالکی کی کتاب ’’مواھبُ الجلیل ‘‘میں ہی ایک مقام پر ہے:

المراعى فی الرضاع ما ينبت اللحم وينشء العظم، ولا يشترط هذا فی الصوم، بل ما يصل إلى موضع الطعام والشراب مما يشغل المعدة ويسكن كلب الجوع (مواهب الجليل فی شرح مختصر خليل، ج۲،ص ۴۲۴، كتاب الصيام، باب ما يثبت به رمضان)

ترجمہ: رضاعت کے سلسلہ میں اس چیز کی رعایت کی جاتی ہے کہ وہ گوشت اور ہڈی کی نشوونما کا باعث بنے، لیکن یہ چیز روزہ کے فاسد ہونے میں شرط نہیں، بلکہ کھانے پینے کے اس مقام تک پہنچنا کافی ہے جو معدہ کو مشغول کردے، اور بھوک کو تسکین دے دے (مواہب)

اورفقہ مالکی کی کتاب ’’حاشیۃُ الدسوقی ‘‘میں ہے:

(قوله لمعدة) هی ما انخسف من الصدر إلى السرة.

(قوله بحقنة بمائع) أی فإن أوصل للمعدة حقنة من مائع وجب القضاء على المشهور ومقابله ما لابن حبيب من استحباب القضاء بسبب الحقنة من المائع الواصلة للمعدة من الدبر أو فرج المرأة (حاشية الدسوقی على الشرح الكبير، ج ۱،ص ۵۲۴،باب الصيام، شرط صحة الصوم)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: معدہ سے مراد وہ عضو ہے، جو سینہ سے لے کر ناف تک پیوست ہے۔

اور مائع ورقیق چیز کا حقنہ اگر معدہ میں پہنچ جائے، تو مشہور قول کے مطابق روزہ کی قضاء واجب ہو جاتی ہے، اور اس کے مقابلہ میں ابنِ حبیب کا قول ہے کہ اس مائع ورقیق چیز کے حقنہ سے جو معدہ میں پہنچ جائے، پیچھے والے مقام سے، یا عورت کی اگلی شرمگاہ سے تو روزہ کی قضاء مستحب ہے (واجب نہیں) (حاشیہ دسوقی)

اور فقہ مالکی کی کتاب ''الدر الثمین'' میں ہے:

الإيصال إلى المعدة مبطل للصوم أيضا وان لم يمر على الحلق بأن دخل من الدبر وهى الحقنة إذا كانت بمائع فى الدبر (الدر الثمين، ص ۴۶۳، كتاب الصيام)

ترجمہ: معدہ تک پہنچانا، روزہ کو فاسد کرتا ہے، اگرچہ حلق سے نہ گذرے، بایں طور کہ پیچھے کے مقام سے داخل ہو جائے، اور وہ حقنہ کے ذریعہ ہوتا ہے، جبکہ پیچھے کے مقام میں مائع ورقیق چیز سے حقنہ کیا جائے (الدر الثمین)

معلوم ہوا کہ بعض مالکیہ کے نزدیک مقعد سے داخل ہونے والی دوا کے معدہ تک پہنچنے سے ہی روزہ فاسد ہوتا ہے، اور پیچھے گذر چکا کہ مقعد سے داخل ہونے والی چیز کا معدہ تک پہنچنا ممکن نہیں، جس کا تقاضا یہ ہوگا کہ مقعد سے داخل ہونے والی چیز سے مذکورہ حضرات کے نزدیک بہرحال روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

علامہ ابنِ حزم بھی اس سے روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ولا حقنة ولا سعوط ولا تقطير فى أذن، أو فى إحليل، أو فى أنف ولا استنشاق وإن بلغ الحلق، ولا مضمضة دخلت الحلق من غير تعمد، ولا كحل (المحلى بالآثار، ج۴، ص ۳۳۵، كتاب الصيام، مسألة لا ينقض الصوم حجامة ولا احتلام ولا استمناء)

ترجمہ: اور نہ ہی روزہ فاسد ہوتا، حقنہ کرنے سے، اور نہ ناک میں دواء کھینچنے سے، اور نہ کانوں میں قطرہ ٹپکانے سے، اور نہ مرد کی پیشاب گاہ میں، یا ناک میں

قطرہ ٹپکانے سے، اور نہ ہی ناک میں پانی ڈالنے سے، اگرچہ حلق تک پہنچ جائے، اور نہ کلی کرنے سے، جو حلق میں بغیر قصد کے داخل ہوجائے، اور نہ سرمہ لگانے سے، ان میں سے کسی چیز سے روزہ فاسد نہیں ہوتا (محلیٰ)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

فصل: وأما الكحل والحقنة وما يقطر فى إحليله ومداواة المأمومة والجائفة فهذا مما تنازع فيه أهل العلم فمنهم من لم يفطر بشىء من ذلک ومنهم من فطر بالجميع لا بالكحل ومنهم من فطر بالجميع لا بالتقطير ومنهم من لم يفطر بالكحل ولا بالتقطير ويفطر بما سوى ذلک .

والأظهر أنه لا يفطر بشىء من ذلک .فإن الصيام من دين المسلمين الذى يحتاج إلى معرفته الخاص والعام فلو كانت هذه الأمور مما حرمها الله ورسوله فى الصيام ويفسد الصوم بها لكان هذا مما يجب على الرسول بيانه ولو ذكر ذلک لعلمه الصحابة وبلغوه الأمة كما بلغوا سائر شرعه. فلما لم ينقل أحد من أهل العلم عن النبى صلى الله عليه وسلم فى ذلک لا حديثا صحيحا ولا ضعيفا ولا مسندا ولا مرسلا – علم أنه لم يذكر شيئا من ذلک (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۵،ص ۲۳۴، ۲۳۵، كتاب الصيام، فصل : الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ: فصل: اور جہاں تک سرمہ اور حقنہ، اور مرد کی پیشاب گاہ میں ٹپکائے جانے والے قطرہ اور سر اور پیٹ کے زخم میں دواء لگانے کا تعلق ہے، تو یہ ان مسائل میں سے ہیں، جن میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، پس بعض اہلِ علم تو ان میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور ان میں سے بعض تمام چیزوں سے روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، سرمہ سے فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور بعض تمام چیزوں سے روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، مرد کی پیشاب گاہ میں قطرہ ٹپکانے سے روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور بعض سرمہ، اور قطرہ ٹپکانے سے روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور باقی چیزوں سے روزہ

فاسد ہونے کے قائل ہیں۔

لیکن زیادہ راجح یہ بات ہے کہ ان میں سے کسی چیز سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

کیونکہ روزہ مسلمانوں کے ان دینی کاموں سے ہے، جس کی معرفت کی ہر خاص وعام کو ضرورت تھی، پس اگر یہ امور ان چیزوں میں سے ہوتے، جن کو اللہ اور اس کے رسول نے روزوں میں حرام قرار دیا ہے، اور روزہ کو فاسد کرتی ہیں، تو رسول پر ان کا بیان واجب تھا، اور اگر آپ اس کا ذکر فرماتے، تو اس کو صحابہ جان لیتے، اور اس کی امت کو تبلیغ کرتے، جس طرح دوسرے شریعت کے احکام کی تبلیغ کی، پس جب اہلِ علم میں سے کسی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں نہ تو صحیح حدیث کو نقل کیا، نہ ضعیف حدیث کو نقل کیا، اور نہ مسند و مرسل حدیث کو نقل کیا، تو اس سے معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی بات کا بھی (روزہ فاسد ہونے کی حیثیت سے) ذکر نہیں فرمایا (مجموع الفتاویٰ)

پھر اسی ضمن میں تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وليس كذلك الكحل والحقنة ومداواة الجائفة والمأمومة .فإن الكحل لا يغذى ألبتة ولا يدخل أحد كحلا إلى جوفه لا من أنفه ولا فمه.

وكذلك الحقنة لا تغذى بل تستفرغ ما فى البدن كما لو شم شيئا من المسهلات أو فزع فزعا أوجب استطلاق جوفه.

وهى لا تصل إلى المعدة والدواء الذى يصل إلى المعدة فى مداواة الجائفة والمأمومة لا يشبه ما يصل إليها من غذائه (مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة، ج۲۵، ص۲۴۵، كتاب الصيام، فصل : الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ: اور اس (کھانے پینے) کی طرح سرمہ، اور حقنہ، اور پیٹ اور سر کے سوراخ کا معاملہ نہیں ہے، کیونکہ نہ تو کسی طرح سرمہ سے غذاء حاصل کی جاتی، اور نہ ہی کوئی سرمہ کو اپنے پیٹ میں ناک، یا منہ سے داخل کرتا۔

اور اسی طرح سے حقنہ کا بھی معاملہ ہے کہ اس سے غذاء حاصل نہیں کی جاتی، بلکہ

بدن میں موجود چیز سے فراغت حاصل کی جاتی ہے، جیسا کہ اگر کوئی چھینک آور چیزوں کو سونگھے، یا بہت پریشان ہوکر اپنے پیٹ کو چلانے کی تدبیر کرے۔

نیز وہ حقنہ معدہ تک نہیں پہنچتا۔

اور وہ دواء، جو سر، اور پیٹ کے زخم سے معدہ تک پہنچتی ہے، تو وہ معدہ تک پہنچنے والی غذاء کی طرح نہیں ہوتی (پس نہ تو سرمہ سے روزہ فاسد ہوتا، اور نہ ہی مرد، یا عورت کسی کی چھوٹی وبڑی پیشاب گاہ سے جانے والی چیز سے روزہ فاسد ہوتا، اور نہ ہی سر، یا پیٹ کے زخم والے سوراخ سے دوا کی وجہ سے فاسد ہوتا) (مجموع)

پھر اسی ضمن میں علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

فنقيس الكحل والحقنة ونحو ذلک على البخور والدهن ونحو ذلک لجامع ما يشتركان فيه من أن ذلک ليس مما يتغذى به البدن ويستحيل فى المعدة دما وهذا الوصف هو الذى أوجب أن لا تكون هذه الأمور مفطرة

(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۵، ص۲۴۷، كتاب الصيام، فصل: الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ: پس ہم سرمہ اور حقنہ، اور اس طرح کی دوسری چیزوں کو خوشبو، اور تیل وغیرہ پر قیاس کریں گے، کیونکہ دونوں کو جمع کرنے والی چیز یہ ہے کہ یہ اس میں مشترک ہیں کہ ان سے بدن غذاء کو حاصل نہیں کرتا، اور یہ معدہ میں خون نہیں بنتیں، اور یہی وصف وہ ہے، جس نے یہ ثابت کیا کہ یہ چیزیں روزہ کو فاسد نہیں کرتیں (مجموع الفتاویٰ)

ہمارا رجحان بھی اسی طرف ہوا کہ مقعد (Anus) سے داخل ہونے والی چیز سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ ایک تو یہ فضلات اور غلاظت کا مخرج ہے، کھانے پینے کا قدرتی راستہ اور منفذ، یا مدخل نہیں، دوسرے اس راستہ سے کوئی چیز معدہ تک نہیں پہنچتی۔

آج کل جو مقعد (Anus) سے حقنہ (Enema) کا عمل کیا جاتا ہے، اس میں محلول کو بڑی

آنت (Colon) تک پہنچایا جاتا ہے، جس کا چھوٹی آنت (Ileum) اور معدہ (Stomach) تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا مقصد بڑی آنت کی صفائی، اور بالخصوص قبض کا علاج ہوتا ہے۔

بڑی آنت اور چھوٹی آنت کے درمیان ''Ileocecal Valve'' واقع ہے، جو بڑی آنت سے چھوٹی آنت تک، محلول کو جانے میں مانع ہوتا ہے۔

خوراک کی نالی (Esophagus) ہی معدہ (Stomach) تک خوراک کو پہنچانے کا قدرتی اور فطری راستہ ہے۔

کسی دوسرے راستہ، مثلاً مقعد، کان، سانس کی نالی، یا انجکشن کے ذریعہ براہِ رست، معدہ میں خوراک نہیں پہنچتی، جب تک کہ کوئی ٹیوب وغیرہ جیسا طبی طریقہ استعمال نہ کیا جائے۔

مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان مرحوم اپنی معرکہ آراء کتاب ''حاذق'' میں تحریر فرماتے ہیں:

جب ہم کوئی چیز کھاتے ہیں، تو موٹی اور سخت چیزیں دانتوں کے ذریعہ سے، مہین اور باریک ہوکر اور منہ کا لعاب، یعنی تھوک مل کر نرم اور ملائم ہوتی ہیں، اور حلق کے سوراخ سے گذر کر، بذریعہ مری، یا غذاء کی نالی کے کھائی اور پی ہوئی چیزیں معدہ کے اندر پہنچتی ہیں۔

معدہ کی رطوبتِ ہاضم اس میں مل جاتی ہے، اور معدہ کی حرارت اور قوتِ ہاضم اس میں مل جاتی ہے، اور معدہ کی حرارت اور قوتِ ہاضمہ ساری غذاء کو تین سے چار گھنٹے کے عرصہ میں تحلیل کر کے، مثل لگدی، یا کشک شخین، یعنی جو کے ستو، جو پانی میں گھولے گئے ہوں، کی شکل بنادیتی ہے، جس کو اطباء ''کیلوس'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

معدہ میں قوتِ ہاضمہ کا عمل ہونے کے بعد، غذاء، یعنی کیلوس کا صاف اور رقیق حصہ ''ماساریقا''، یعنی باریک رگوں کے ذریعہ جو معدہ سے جگر تک ہیں، جگر میں

پہنچتا ہے، وہاں جگر کی قوتِ ہاضمہ عمل کر کے اس سے اخلاط اور خون بناتی ہے، جو اعضاء کی غذاء، اور پرورش کے لئے تمام جسم میں پہنچتا ہے۔

کیلوس کا صاف اور رقیق حصہ بذریعہ ''ماساریقا'' جگر میں جذب ہونے کے بعد، غلیظ بقیہ حصہ معدہ کے زیرین سوراخ کے ذریعہ آہستہ آہستہ معاء اثنا عشری میں آجاتا ہے، یہاں پتہ سے جو ایک راستہ آتا ہے، اس کے ذریعہ صفرا، آکر فضلہ میں مل جاتا ہے، اور لبلبہ کے سوراخ کے ذریعہ ایک رطوبت آکر ٹپکتی ہے، جو اس فضلہ کے پھر دو حصے کر دیتی ہے، اس میں سے رقیق حصہ انتڑیوں کی پرورش کے لئے انتڑیوں کی جاذب عروق، جذب کر لیتی ہیں، اور دوسرا غلیظ حصہ جو جسم کی پرورش کے لئے درکار نہیں، فضلہ، یا براز بن کر انتڑیوں سے نیچے گذر کر پائخانہ کی راہ باہر اخراج پاتا ہے (حاذق، صفحہ ۲۴۹، و ۲۵۰، امراض المعدہ، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے، جناح روڈ، کراچی)

پھر موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں:

انتڑیاں، غذا کی نالی کا وہ حصہ ہے، جو معدہ کے بعد سے شروع ہو کر مبرز تک، شکم میں واقع ہے، اطباء نے سہولتِ بیان کے لئے اس کے دو حصے کئے ہیں، اول چھوٹی آنتیں، جو تعداد میں تین ہیں، دوم بڑی آنتیں، جو شمار میں تین ہی ہیں، معدہ کے زیریں سوراخ سے ساڑھے بائیس فٹ تک لمبائی چھوٹی آنتوں کی ہے، جن کے نام اثنا عشری، صائم، اور دقاق ہیں۔

دقاق کے آخری سرے سے بڑی انتڑیاں شروع ہوتی ہیں، جن کے نام اعور، قولون، اور مستقیم ہیں، ان کی لمبائی قریب پانچ فٹ کے ہوتی ہے، جو مقعد میں ختم ہوتی ہے، بڑی انتڑیاں، چھوٹی انتڑیوں کی نسبت کشادہ ہوتی ہیں (حاذق، صفحہ ۳۲۷، وص ۳۲۸، امراض الامعاء والمقعد، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے، جناح روڈ، کراچی)

www.idaraghufran.org

اسی سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں:

جو کچھ غذا کہ ہم کھاتے ہیں، پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ معدہ میں پکتی ہے، اور اس کا صاف حصہ جگر میں چلا جاتا ہے، بقیہ غلیظ حصہ، یعنی ثُفل (معدے سے انتڑیوں کی طرف بتدریج اتر آتا ہے) اس حصہ سے انتڑیاں اپنی غذاء لے کر مقدار معین تک رکھ کر بتدریج نیچے کو دھکیلتی جاتی ہیں، اور مقعد کے راستہ، براز بن کر یہ فضلہ خارج ہوجاتا ہے (حاذق، صفحہ ۳۳۰، امراض الامعاء والمقعد، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے، جناح روڈ، کراچی)

اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ مرد اور عورت کی دبر، ومقعد کی طرف سے داخل کی جانے والی چیز کا معدہ میں پہنچنا ممکن نہیں۔

بہر حال ہمارے نزدیک یہی راجح ہے کہ مقعد سے داخل کی جانے والی کسی چیز کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے غذاء کے کھانے پینے کا جو فطری راستہ بنایا ہے، اور روزہ میں اسی کھانے پینے کی پابندی عائد کی ہے، تو اس کا مکمل اطلاق اسی فطری راستہ وطریقہ سے صادق آسکتا ہے، اس کو نظر انداز کر کے غیر فطری طریقوں سے روزہ کے فساد کے نہ تو اصول وضابطے بنائے جاسکتے، نہ ہی ان کو منضبط کیا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں دنیا بھر کے علماء، جدید میڈیکل کی صورتوں کے تناظر میں جب سابق فقہائے کرام کے مختلف اقوال کا جائزہ لیتے ہیں، تو کسی منضبط نتیجہ کو اخذ کرنے میں مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔

جبکہ روزہ اسلام کا ایک مستقل رکن اور فرضِ عین حکم ہے، جس کے لئے عام وخاص کے لئے سادہ اور فطری طریقوں کی پابندی کافی ہونی چاہیے۔

اس کے باوجود اگر کوئی ہماری بیان کردہ مذکورہ ترجیح سے متفق نہیں، تو اس کو اپنی دشواریوں کا خود حل نکالنا چاہیے، اور جو مسلمان، روزہ رکھ کر کسی علاج معالجہ کی ضرورت

وتکلیف کے لئے کوئی تدبیر ایسی اختیار کرتا ہے، جو قطعی واجماعی طور پر روزہ کے فاسد ہونے کا سبب نہیں، تو اجتہادی مسئلہ ہونے کی بنیاد پر جتنی گنجائش ہو، اس میں کوتاہی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

مسئلہ نمبر 2......بحالتِ روزہ بواسیری مسّوں کو اندر دبانے کا حکم

مسئلہ نمبر 2...... بواسیر کے مسوں (Piles) کو (جن کا محل عموماً مقعد کی جگہ کا کنارہ ہوتا ہے) طہارت کے بعد اندر دبا دینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ نہ تو یہ مسے عام طور پر حقنہ کے مقام تک پہنچتے، اور نہ ہی اس کو غذاء پہنچنے سے تعبیر کیا جاسکتا۔

مسئلہ نمبر 3......استنجاء کا پانی خشک نہ کرنے سے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... مشہور ہے کہ اگر استنجے کا پانی خشک نہ کیا جائے، تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ روزہ میں استنجے کا پانی خشک کرنا ضروری نہیں، البتہ جو حضرات حقنہ کے ذریعہ روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک اگر پانی حقنہ کی جگہ تک پہنچ جائے، تو ان کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا، مگر استنجے میں عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ [1]

اور ہم نے پہلے جس موقف کو راجح قرار دیا، اس کے مطابق استنجے کے مقام سے پانی کے داخل ہونے پر روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر 4......مقعد میں کوئی چیز داخل کرنے سے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... اگر مقعد (Anus) میں کوئی خشک چیز داخل کی، اور وہ اندر غائب نہیں ہوئی، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً خشک انگلی داخل کی، یا کوئی اور چیز داخل کی، مگر اس کا ایک سرا باہر رہا، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لیکن اگر اس چیز پر پانی، تیل یا کوئی اور محلول لگا ہوا ہے، تو اس کے حقنہ کے مقام تک پہنچنے کی صورت میں ان حضرات کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائے گا، جو حقنہ کے ذریعہ روزہ

---

[1] وفی کتاب الصوم من الخلاصۃ: إنما یفسد إذا وصل إلی موضع الحقنۃ وقلما یکون ذلک اھـ (فتح القدیر، ج ۱ ص ۲۱۳، کتاب الطہارات، باب الانجاس وتطہیرھا، فصل فی الاستنجاء)

www.idaraghufran.org

فاسد ہونے کے قائل ہیں۔ [1]

اور آج کل مقعد، یا آنتوں کی صفائی، یا تشخیص وعلاج کے لئے بعض چیزیں، یا آلات استعمال کیے جاتے ہیں، جن میں سے بعض خشک، اور بعض تر ہوتے ہیں، ان کا حکم بھی خشک اور تر انگلی کی طرح ہوگا۔

جبکہ ہم نے پیچھے جس موقف کو ترجیح دی، اس کی رو سے مقعد کے راستہ سے مذکورہ طبی طریقوں اور تدبیروں میں سے کسی عمل کے ذریعہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 5...... مرد کی پیشاب گاہ سے کوئی چیز داخل کرنے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 5...... مرد کے پیشاب والے سوراخ میں کوئی دوا وغیرہ داخل کی جائے، تو اس پر قدیم فقہاء نے گفتگو کی ہے۔

چنانچہ مرد کے پیشاب والے سوراخ میں کوئی چیز ڈالنے سے امام ابوحنیفہ، امام محمد، مالکیہ، حنابلہ، ابنِ تیمیہ، اور شافعیہ کے ایک قول کے مطابق روزہ فاسد نہیں ہوتا، اور امام ابو یوسف، اور شافعیہ کے نزدیک فاسد ہو جاتا ہے۔ [2]

---

[1] ولو طعن برمح أو أصابه سهم وبقى فى جوفه فسد وإن بقى طرفه خارجا لم يفسد (تبيين الحقائق، ج ١ ص ٣٣٠، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

ولايفسد عند الحنفية ، لعدم الاستقرار فيه، لان بقاء الطرف الآخر للمنظار والاصبع واللبوس بيد الطبيب يمنع استقرارها فيه، الا ان ينفصل منها شيئ ووصل الى قدر المحقنة واستقر فيه فيكون فى حكم الحقنة (ضابط المفطرات فى مجال التداوى، للشيخ المفتى محمد رفيع العثمانى، ص ١٧٥، ١٧٦)

[2] وأما الاحتقان؛ فى قبل الرجل (الإحليل) فإن وصل إلى المثانة ففيه رأيان:

ذهب أبو حنيفة ومحمد والمالكية، وهو المذهب عند الحنابلة ورأى للشافعية، إلى أنه لا يفطر وليس عليه شىء .وعللوا ذلک بأنه لم يرد فيه نص، ومن قاسه على غيره جانب الحق؛ لأن هذا لا ينفذ إلى الجوف ولا يؤدى إلى التغذية الممنوعة.

وذهب أبو يوسف والشافعية فى الأصح عندهم، وهو قول للحنابلة، إلى أنه إذا قطر فى إحليله فسد صومه؛ لأن هذا شىء وصل إلى جوفه باختياره فأشبه الأكل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢، ص ٨٨، مادة"احتقان"حرف الألف)

www.idaraghufran.org

اور یہ اختلاف مرد کی پیشاب گاہ کے ذریعہ مثانہ سے پیٹ تک کسی چیز کے پہنچنے کا منفذ وراستہ موجود ہونے، نہ ہونے پر مبنی ہے۔

چنانچہ شمس الائمہ سرخسی مرد کی پیشاب گاہ میں کوئی چیز ٹپکانے سے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک روزہ فاسد نہ ہونے اور امام ابو یوسف کے نزدیک روزہ فاسد ہوجانے کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذا الاختلاف قريب فقد وقع عند أبى يوسف – رحمه الله تعالى – أن من المثانة إلى الجوف منفذ حتى لا تقدر المرأة على استمساك البول.

والأمر على ما قالا فإن أهل الطب يقولون: البول يخرج رشحا وما يخرج رشحا لا يعود رشحا.

وبعضهم يقول: هناك منفذ على صورة حرف الخاء فيخرج منه البول ولا يتصور أن يعود فيه شيء مما يصب فى الإحليل (المبسوط لشمس الائمة السرخسى، ج۳، ص۶۸، کتاب الصوم)

ترجمہ: اور یہ اختلاف، قریبی ہے، کیونکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات ثابت ہوئی کہ مثانہ سے پیٹ تک منفذ ہے، یہاں تک کہ عورت پیشاب کو روکنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

اور اصل حکم امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے قول پر ہے، کیونکہ اہلِ طب کہتے ہیں کہ پیشاب اوپر سے رِس (یعنی (اوپر سے نیچے کی طرف ٹپک) کر آتا ہے، اور جو چیز اوپر سے اس طرح رِس (اور ٹپک) کر آتی ہے، تو وہ اس طرح رِس کر واپس نہیں جایا کرتی۔

اور بعض اطباء کہتے ہیں کہ اس مقام پر منفذ (وراستہ) حرفِ ''خ'' کی طرح ہے، جس سے پیشاب خارج ہوتا ہے، لیکن مرد کی پیشاب گاہ میں جو چیز ڈالی جائے، اس میں سے کسی چیز کے اس کی طرف واپس جانے کا تصور نہیں کیا جاسکتا (المبسوط)

اور فقہ حنفی کی تالیف'' الاختیار ''میں ہے:

وأما الإقطار فی الإحلیل فعندهما لا یفطر .وقال أبو یوسف: یفطر بناء علی أن بینه وبین الجوف منفذا بدلیل خروج البول.

والأصح أن لیس بینهما منفذ، بل البول یترشح إلی المثانة ثم یخرج، وما یخرج رشحا لا یعود رشحا فلا یصل.

والخلاف إذا وصل إلی المثانة، أما إذا وقف فی القصبة لا یفطر بالإجماع (الاختیار لتعلیل المختار ،ج ا ،ص ۱۳۳ ، کتاب الصوم،فصل من أفطر عامدا فی رمضان)

ترجمہ: اور جہاں تک مرد کی پیشاب گاہ میں قطرہ ٹپکانے کا تعلق ہے،تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا،اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ مرد کی پیشاب گاہ،اور پیٹ کے درمیان منفذ وراستہ موجود ہے، کیونکہ پیشاب کا وہیں سے اخراج ہوتا ہے۔

لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ مثانہ اور پیٹ کے درمیان منفذ وراستہ نہیں، بلکہ پیٹ سے، مثانہ کی طرف پیشاب رِس (اور اوپر سے نیچے کی طرف ٹپک) کر آتا ہے، پھر وہ باہر خارج ہوتا ہے،اور جو چیز اس طرح رِس کر آتی ہے،تو وہ رِس کر واپس نہیں جاتی،اس لئے وہ پیٹ تک نہیں پہنچتی۔

اور یہ اختلاف جب ہے کہ مثانہ تک پہنچے،لیکن اگر وہ پیشاب کی نالی میں ہی ٹھہر جائے،تو پھر سب کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا (اختیار)

اور فقہ حنفی کی تالیف ’’تحفةُ الفقهاء‘‘ میں ہے:

وهذا لیس بخلاف من حیث الحقیقة لأنه لو وصل إلی الجوف یفسد بالإجماع ولو لم یصل لا یفسد بالإجماع (تحفة الفقهاء ، ج ا ، ص ۳۵۵، کتاب الصوم)

ترجمہ: اور یہ اختلاف حقیقت میں نہیں ہے، کیونکہ اگر پیٹ میں پہنچ جائے،تو

سب کے نزدیک روزہ فاسد ہوجائے گا، اور اگر نہ پہنچے، تو کسی کے نزدیک بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا (تحفہ)

اورفقہ حنفی کی تالیف ”مجمعُ الانهر“ میں ہے:

وهـذا الاختلاف مبنى على أنه هل بين المثانة والجوف منفذ والأظهر أنه لا منفذ له وإنما يجتمع البول فيها بالترشيح: كما يقول الأطباء (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج ١ ص ٢٤٥، كتاب الصوم، باب موجب الفساد)

ترجمہ: اور یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ کیا مثانہ اور پیٹ کے درمیان کوئی منفذ وراستہ ہے؟ اور راجح یہ ہے کہ اس کا منفذ وراستہ نہیں، بلکہ مثانہ میں پیشاب رِس (اور اوپر سے نیچے کی طرف ٹپک) کر جمع ہوتا ہے، جیسا کہ اطباء کہتے ہیں (مجمع)

اورفقہ حنفی کی تالیف ”رد المحتار“ میں ہے:

والاختلاف مبنى على أنه هل بين المثانة والجوف منفذ أو لا وهو ليس باختلاف على التحقيق والأظهر أنه لا منفذ له وإنما يجتمع البول فيها بالترشيح كذا يقول الأطباء (رد المحتار، ج ٢ ص ٣٩٩، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ترجمہ: اور یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ کیا مثانہ اور پیٹ کے درمیان کوئی منفذ وراستہ ہے یا نہیں ہے؟ اور یہ اختلاف حقیقی نہیں، اور زیادہ راجح یہ ہے کہ دونوں کے درمیان منفذ وراستہ نہیں، بلکہ مثانہ میں پیشاب رِس (اور اوپر سے نیچے کی طرف ٹپک) کر جمع ہوتا ہے، جیسا کہ اطباء کہتے ہیں (ردالمحتار)

اور مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پر ہے:

أن المنفذ الآخر المتصل بالقصبة منطبق لا ينفتح إلا عند خروج البول (رد المحتار، ج ٢ ص ٤٠٠، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده)

ترجمہ: دوسرا منفذ جو مرد کی پیشاب کی نالی سے متصل ہے، وہ بند رہتا ہے، وہ

www.idaraghufran.org

پیشاب خارج ہونے کے وقت ہی کھلتا ہے (ردالمحتار)

علامہ ابنِ نجیم نے بھی مذکورہ دلیل کا ذکر کیا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو یہ رِس کر آنے اور واپس نہ جانے کی دلیل دی گئی ہے، اس کا فقہ کے باب سے تعلق نہیں، بلکہ طب سے تعلق ہے۔ [1]

امداد الفتاویٰ میں ہے:

اگر دوا، مثانہ تک پہنچ جائے، تب بھی امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک مفسدِ صوم نہیں، امام ابو یوسف جو مثانہ میں پہنچ جائے، اس کو مفسد قرار دیتے ہیں، وہ بھی اس بنا پر کہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ مثانہ اور معدہ کے درمیان منفذ ہے، جس سے دوا معدہ میں پہنچ جاتی ہے، ورنہ نفسِ مثانہ میں پہنچنے کو وہ بھی مفسد نہیں فرماتے (امداد الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۷۶، کتاب الصوم والاعتکاف، بعنوان: انجکشن مفطر صوم ہے یا نہیں، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع: جولائی 2010ء)

اور پیچھے مستند حوالہ جات سے معلوم ہو چکا کہ روزہ کے فاسد ہونے، نہ ہونے کے اختلاف کی اصل بنیاد اسی طبی تحقیق پر ہے کہ مثانہ سے کسی چیز کا پیٹ کی طرف بطور منفذ پہنچنا متصور بھی ہے کہ نہیں؟ ورنہ تو روزہ فاسد ہونے کی کوئی دوسری شرعی دلیل نہیں۔

اور موجودہ طبی تحقیق سے یہی ثابت ہوا کہ قدرت کی طرف سے پیشاب گاہ کو مخرج بنایا گیا ہے، مدخل نہیں بنایا گیا، اس لئے اس سے کسی چیز کا پیٹ، اور بالخصوص معدہ تک بطور منفذ پہنچنا متصور نہیں۔

---

[1] (قوله، وإن أقطر في إحليله لا) أي لا يفطر أطلقه فشمل الماء والدهن، وهذا عندهما خلافا لأبي يوسف، وهو مبني على أنه هل بين المثانة والجوف منفذ أم لا، وهو ليس باختلاف فيه على التحقيق فقالا: لا، ووصول البول من المعدة إلى المثانة بالترشح، وما يخرج رشحا لا يعود رشحا كالجرة إذا سد رأسها وألقي في الحوض يخرج منها الماء، ولا يدخل فيها ذكره الولوالجي وقال: نعم قال: هذا في الهداية، وهذا ليس من باب الفقه؛ لأنه متعلق بالطب والخلاف فيما إذا وصل إلى المثانة أما ما دام في قصبة الذكر فلا يفسد صومه اتفاقا كذا في الخلاصة (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۳۰۰ و ۳۰۱، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

www.idaraghufran.org

پس جب اس مسئلہ کا مدار طب پر ہے، اور طبی تحقیق سے یہی ثابت ہے کہ مرد کی پیشاب گاہ سے کوئی چیز داخل کی جائے، تو وہ بطور منفذ مثانہ سے ہوکر پیٹ اور بالخصوص معدہ تک نہیں پہنچتی، جس میں مرد اور عورتوں کے مثانوں کے عوامل یکساں ہیں، تو اس سے روزہ فاسد نہ ہونے کو ترجیح حاصل ہوگی۔

اور فقہ مالکی کی تالیف ''شرح مختصر خلیل'' میں ہے:

الحقنة، ولو بمائع من الإحليل :والمراد به عين الذكر لا قضاء فيها على المشهور(شرح مختصر خليل للخرشي، ج٢،ص ٢٥٨،باب الصوم)

ترجمہ: مرد کی پیشاب گاہ، یعنی مرد کے عضوِ تناسل کی نالی میں حقنہ کرنے سے، اگرچہ مائع اور رقیق چیز سے ہو، روزہ کی قضاء نہیں ہے، مشہور قول کے مطابق (شرح مختصر خلیل)

اور فقہ مالکی کی تالیف ''الفوائد المنتخبات'' میں ہے:

وأما الإحليل فليس بمنفذ، فلو قطر في إحليله دهنًا، أو غيره؛ لم يفطر (الفوائد المنتخبات في شرح أخصر المختصرات، ج ١،ص ٤٩٣،كتاب الصيام، فصل فيما يفسد الصوم فقط، أو يفسده ويوجب الكفارة، وما يتعلق بذلك)

ترجمہ: اور جہاں تک مرد کی پیشاب گاہ کا تعلق ہے، تو وہ منفذ وراستہ نہیں، پس اگر کسی آدمی نے اپنی پیشاب گاہ میں تیل کو ٹپکایا، یا کسی اور چیز کو ٹپکایا، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا (الفوائد المنتخبات)

اور علامہ ابنِ تیمیہ کے فتاویٰ میں ہے:

والأظهر أنه لا يفطر بالكحل ولا بالتقطير في الإحليل ولا بابتلاع ما لا يغذى كالحصاة (مجموع الفتاوى، ج٢٠،ص٥٢٨،كتاب أصول الفقه ، الجزء الثانى: التمذهب،فصل فى الحجامة ، ومن اعتقد ان الفطر منها مخالف للقياس)

ترجمہ: اور زیادہ راجح بات یہ ہے کہ نہ تو سرمہ لگانے سے روزہ فاسد ہوتا، اور نہ ہی مرد کی پیشاب گاہ میں قطرہ ٹپکانے سے روزہ فاسد ہوتا، اور نہ ہی ایسی چیز کو

www.idaraghufran.org

نگلنے سے روزہ فاسد ہوتا، جو غذائی چیز نہ ہو، جیسا کہ پتھر وکنکری (مجموع الفتاویٰ)

اورعرب کے شیخ محمد بن صالح بن محمد عثیمین فرماتے ہیں:

المفطر هو الأكل والشرب، وما أدخل من طريق الإحليل فإنه لا يسمى أكلاً ولا شرباً، وإذا كانت الحقنة وهى التى تدخل عن طريق الدبر لا تفطر على القول الراجح، فما دخل عن طريق الإحليل من باب أولى (الشرح الممتع على زاد المستقنع، ج٦،ص ٣٧١، كتاب الصيام، باب ما يفسد الصوم، ويوجب الكفارة)

ترجمہ: روزہ فاسد کرنے والی چیز، کھانا، اور پینا ہے، اور جو چیز مرد کی اگلی پیشاب گاہ سے داخل کی جائے، تو اس کا نہ تو کھانا، نام رکھا جاتا، اور نہ ہی پینا نام رکھا جاتا، اور جب دبر (یعنی پیچھے پاخانہ کے مقام) سے داخل کئے جانے والے حقنہ سے بھی راجح قول کے مطابق روزہ فاسد نہیں ہوتا، تو جو مرد کی پیشاب گاہ کے راستہ سے داخل ہو، تو اس سے بدرجہ اولیٰ روزہ فاسد نہ ہوگا (شرح ممتع)

مسیح الملک حکیم حافظ اجمل خان مرحوم اپنی تالیف ''حاذق'' میں گردوں کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''گردوں کی نالیاں، جن کو حالبین کہتے ہیں، تعداد میں دو ہوتی ہیں، اور اپنے اپنے گردے کے درمیانی خول سے شروع ہوکر، ترچھے طور پر نیچے اور اندر کی طرف جا کر مثانہ کے پیندے کی برابر، اس کے طبقات کے درمیان سے ایک انچ ترچھے طور پر گذر کر اس کی اندرونی لعاب دار جھلی کے طبق میں کھلتی ہیں'' (حاذق، صفحہ ۳۷۷، امراض الکلیہ والمثانہ یعنی گردوں اور مثانہ کی بیماریاں، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے، جناح روڈ، کراچی)

اور مسیح الملک حکیم حافظ اجمل خان مرحوم اپنی تالیف ''حاذق'' میں مثانہ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’مثانہ، یعنی پیشاب کی تھیلی، پیڑو کے جوف میں واقع ہے، اور پیڑ جوف کے شکم کے نیچے والے اس حصہ کا نام ہے، جس کے پیچھے، عظام العصص، یعنی نشست گاہ کی ہڈیاں اور دونوں جانب پیڑو کی ہڈی کی بلندیاں وغیرہ پائی جاتی ہیں، اوپر کی طرف، یہ جوفِ شکم سے ملا رہتا ہے، اور نیچے کی طرف اس میں مبرز کے عضلات وغیرہ لگے رہتے ہیں، اس جوف میں مثانہ معائے مستقیم اور اعضاءِ تناسل، مردانہ، یا زنانہ ہوتے ہیں، مثانہ ایک کھوکھلا عضلاتی اور غشائی عضو، یا پیشاب جمع رہنے کا خزانہ، یا تھیلی ہے، جس میں گردوں سے براستہ حالبین، پیشاب ٹپکتا رہتا ہے اور اوپر جانے پر براستہ مجری البول، یا پیشاب کی نالی کے باہر اخراج پاتا ہے۔......

مَردوں میں اس (مثانہ) کے سامنے، معاءِ مستقیم، اور عورتوں میں رحم اور اندامِ نہانی ہوتی ہے۔......

مثانہ میں تین سوراخ ہوتے ہیں، دوسوراخ، گردوں کی دونوں نالیوں، یعنی حالبین سے پیشاب آنے کے لئے، تیسرا سوراخ مجری البول، یعنی پیشاب خارج ہونے کی نالی کا، جو پیشاب کی نالی سے جا ملتا ہے، جس کے ذریعہ مثانہ سے پیشاب خارج ہوتا ہے۔

مجری البول کی نالی، جس کی لمبائی مَردوں میں تقریباً آٹھ، نوانچ ہوتی ہے، اور عورتوں میں صرف ڈیڑھ انچ ہوتی ہے، مثانہ کی گردن سے شروع ہوکر ایک بیرونی سوراخ، یعنی احلیل کے آخری حصہ تک، یعنی حشفہ تک پہنچتی ہے، مَردوں میں اس نالی کے دوخم ہوتے ہیں، لیکن عورتوں میں کوئی خم نہیں ہوتا۔

پیشاب کرنے کے وقت کے علاوہ اس نالی کی دیواریں باہم ملی رہتی ہیں۔......

مثانہ میں گردوں سے بذریعہ حالبین (گردوں کی دو نالیاں ہیں) کے صرف پیشاب پکتا رہتا ہے، اور جمع ہوجانے پر خارج ہوجاتا ہے (حاذق، صفحہ ۳۷۸، وص ۳۷۹، امراض الکلیہ والمثانہ، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے، جناح روڈ، کراچی)

اس طرح کی اور بھی بے شمار طبی تحقیقات ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ مرد، یا عورت کی پیشاب گاہ سے کسی چیز کے داخل ہونے پر اس کا کسی منفذ سے مثانہ تک پہنچنا بھی مشکل ہے، اور اگر پہنچ بھی جائے، تو مثانہ سے آگے کسی منفذ کے ذریعہ تجاوز کرنا ممکن نہیں، چہ جائیکہ وہ معدہ تک پہنچ سکے، جس کا تقاضا یہ ہوگا کہ پیشاب گاہ سے داخل ہونے والی کسی چیز کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

فقہائے کرام کے روزہ کو فاسد قرار دینے کا مدار جس تحقیق اور علت پر تھا، جب اس علت ہی کا متحقق ہونا ثابت نہ ہوگا، تو پھر روزہ فاسد ہونے کا حکم لگانا بھی درست نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی آگے والی شرم گاہ، یا پیشاب گاہ میں کوئی چیز داخل کرنے اور مثانہ وغیرہ کی تشخیص وصفائی کے لئے کوئی آلہ داخل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، خواہ وہ چیز تر ہو، یا خشک ہو، اور خواہ اس کا سرا باہر ہو، یا نہ ہو۔

مسئلہ نمبر 6......عورت کی پیشاب گاہ سے کوئی چیز داخل کرنے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 6...... جہاں تک عورت کی پیشاب گاہ سے کوئی چیز داخل ہونے کا تعلق ہے، تو اس میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، اور اس اختلاف کی بنیاد بھی اسی چیز پر ہے، جس کا ذکر مرد کی پیشاب گاہ کے بیان میں گذرا۔ [1]

---

[1] الاحتقان فی القبل إذا لم یصل إلی المثانة فلا شیء فیه، ولا یؤدی إلی فطر عند الجمهور .وذهب الشافعیة فی أصح الوجوه عندهم إلی أنه یفطر، وفی وجه لهم :إن جاوز الحشفة أفطر وإلا فلا .أما إذا وصل المثانة فإن حکم الاحتقان بالنسبة لقبل المرأة یأخذ حکم الاحتقان فی الدبر(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۲، ص ۸۷، و ۸۸، مادة"احتقان"حرف الؤلف)

التقطیر فی فرج المرأة:

الأصح عند الحنفیة، والمنصوص فی مذهب المالکیة، والذی یؤخذ من مذهب الشافعیة والحنابلة – الذین نصوا علی الإحلیل فقط – هو فساد الصوم به، وعلله الحنفیة بأنه شبیه بالحقنة .

ووجهه عند المالکیة، استجماع شرطین:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ فقہ حنفی کی تالیف ’’بدائعُ الصنائع‘‘ میں ہے:

وأما الإقطار فی قبل المرأة فقد قال مشایخنا: إنه یفسد صومها بالإجماع، لأن لمثانتها منفذا فیصل إلى الجوف کالإقطار فی الأذن (بدائع الصنائع ، ج ۲، ص ۳۴۴، کتاب الصوم، فصل ارکان الصیام)

ترجمہ: اور جہاں تک عورت کی پیشاب گاہ میں کوئی چیز ٹپکانے کا تعلق ہے، تو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ عورت کا روزہ سب کے نزدیک فاسد ہوجائے گا، کیونکہ عورت کے مثانہ سے پیٹ کی طرف منفذ وراستہ ہے، جیسا کہ کان میں قطرہ ٹپکانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے (بدائع)

اور ’’الهداية‘‘ کی شرح ’’العناية‘‘ ہے:

وتکلموا فی الإفطار فی أقبال النساء. فقیل: هو على هذا الاختلاف. وقیل: یشبه الحقنة فیفسد الصوم بلا خلاف. قیل: وهو الأصح (العناية شرح الهداية ، ج ۲، ص ۳۴۴، کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارة)

ترجمہ: اور علماء نے عورتوں کے اگلے مقام میں داخل ہونے والی چیز کے روزہ کو فاسد کرنے میں کلام کیا ہے، پس کہا گیا ہے کہ وہ بھی اسی (مرد کی اگلی پیشاب گاہ کے مطابق) اختلاف پر ہے (کہ بعض کے نزدیک روزہ فاسد ہوجاتا ہے، اور بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوتا) اور کہا گیا ہے کہ یہ (پیچھے کی شرمگاہ سے) حقنہ کی طرح کا حکم رکھتا ہے، جس سے اختلاف کے بغیر روزہ فاسد ہوجاتا ہے، کہا گیا ہے کہ یہی (بلااختلاف روزہ فاسد ہونے کا قول) زیادہ صحیح ہے (عنایہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحدهما: أنه من المنفذ السافل الواسع.

والآخر: الاحتقان بالمائع. وقد نص الدردیر على الإفطار به، ونص الدسوقی على وجوب القضاء على المشهور، ومقابله ما لابن حبیب من استحباب القضاء، بسبب الحقنة من المائع الواصلة إلى المعدة، من الدبر أو فرج المرأة، کما نص الدردیر على أن الاحتقان بالجامد لا قضاء فیه، ولا فی الفتائل التی علیها دهن (الموسوعة الفقهية الکویتية، ج ۲۸، ص ۴۱، مادة ”صوم“ حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

اور فقہ مالکی کی کتاب ''منحُ الجلیل ''میں ہے:

وأما فرج المرأة فيجب القضاء بالحقنة منه إن وصلت المعدة(منح الجليل شرح مختصر خليل، ج ٢،ص ١٤٧، باب في الصيام)

ترجمہ:اور جہاں تک عورت کی اگلی شرمگاہ کا تعلق ہے،تو اس میں حقنہ کرنے سے روزہ فاسد ہوجائے گا،بشرطیکہ وہ معدہ تک پہنچ جائے(منح الجلیل)

معلوم ہوا کہ عورت کی اگلی شرم گاہ سے روزہ فاسد ہونے کے لئے مالکیہ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ وہ چیز معدہ تک پہنچ جائے،لیکن طبی اعتبار سے ایسا ہونا متصور نہیں،کیونکہ عورت کی اگلی شرم گاہ کے ایک حصہ کا تعلق تو مثانہ اور پھر گردہ سے ہے،اور دوسرے حصہ کا تعلق مرد کے خصیتین کی طرح رحم سے ہے،جہاں حمل کا استقرار اور جنین کی پرورش ہوتی ہے،معدہ سے اس کا بھی ایسا کوئی تعلق نہیں کہ شرم گاہ سے داخل کی جانے والی کوئی چیز معدہ میں پہنچ پائے،بلکہ صرف اسی نوعیت کا تعلق ہے،جیسا کہ مرد کی پیشاب گاہ سے کوئی چیز داخل ہوکر بالفرض خصیتین میں پہنچ جائے۔

جس کا تقاضا یہ ہوگا کہ مالکیہ کے نزدیک عورت کی اگلی شرمگاہ سے کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

ہمارا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

مسیح الملک حکیم حافظ اجمل خان مرحوم اپنی تالیف ''حاذق''میں گردوں کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

جس طرح مَردوں میں تولید واز دیادِ نسل کا دارومدار خصیتین پر ہوتا ہے،اسی طرح عورتوں میں اس مفید غرض کے لئے قدرت نے رحم کو پیدا کیا ہے،اعضائے تناسل زنانہ میں سے رحم ایک عضو ہے،جو پڑو کے جوف کے اندر،مثانہ اور رودۂ مستقیم کے درمیان واقع ہے(حاذق،صفحہ ۴۵۹،امراض الرحم،مطبوعہ:مدینہ پبلشنگ کمپنی،ایم اے،جناح روڈ،کراچی)

پس جب جدید ترین طبی تحقیق کے مطابق عورت کی پیشاب گاہ سے معدہ کی طرف کسی غذاء ودوا کے لئے جانے کا راستہ موجود نہیں ہے، تو عورت، کی آگے والی شرم گاہ، یا پیشاب گاہ میں کوئی چیز داخل کرنے اور مثانہ ورحم کی تشخیص وصفائی کے لئے کوئی آلہ داخل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، خواہ وہ چیز تر ہو، یا خشک ہو، اور خواہ اس کا سرا باہر ہو، یا نہ ہو۔

اور عام حالات میں تو روزہ دار کو اختلاف سے بچنے کے لئے پیشاب گاہ میں کوئی چیز داخل کرنے سے بچنا چاہئے، لیکن اگر علاج ومعالجہ کی ضرورت سے اس طرح کے عمل کو اختیار کرنا پڑے، تو اس کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ [1]

---

[1] ومنها ما فی نفوذها وعدم نفوذها الی الجوف المعتبر خفاء ،فالجزم فيها بانها نافذة اليه اولا،ليس فی الاصل من باب الفقه ،لانه من باب الطب وتشريح الابدان، كما صرح به غير واحد من الفقهاء، كالسرخسی فی المبسوط، والمرغينانی فی الهداية، وابن الهمام فی فتح القدير، وابن نجيم فی البحرالرائق، وقد مرت عباراتهم فی بحث الجوف برقم ۵،۸، ۹، ۱۰ ،فلا بد فيها من الاعتماد على اهل الطب وخبرائه، كما يظهر من عبارات الفقهاء المارة والآتية ، فان "لكل فن رجال" (ضابط المفطرات فی مجال التداوی، للشيخ المفتی محمد رفيع العثمانی، ص ۵۴،الباب الثانی،الفصل الاول)

واما الاحليل فلا يفسد الصوم بادخال شیئ فيه كالماء والدواء وكالماصة الطبية(Catheter) وهی انبويه تدخل فی المسالک البولية لافراغ المثانة(Catherization) عند الحنفية والمالكية والحنابلة وان وصل الی المثانة(ضابط المفطرات فی مجال التداوی، للشيخ المفتی محمد رفيع العثمانی، ص ۱۷۶)

بعد اطلاعه على البحوث المقدمة فی موضوع المفطرات فی مجال التداوی، والدراسات والبحوث والتوصيات الصادرة عن الندوة الفقهية الطبية التاسعة التی عقدتها المنظمة الإسلامية للعلوم الطبية، بالتعاون مع المجمع وجهات أخرى، فی الدار البيضاء بالمملكة المغربية، فی الفترة من ۹إلى ۱۲ صفر۱۴۱۸ ھـ(الموافق ۱۴ـ۱۷ يونيو۱۹۹۷م) واستماعه للمناقشات التی دارت حول الموضوع بمشاركة الفقهاء والأطباء ، والنظر فی الأدلة من الكتاب والسنة، وفی كلام الفقهاء .قرر ما يلی:أولاً :الأمور الآتية لا تعتبر من المفطرات:............

(۳) ما يدخل المهبل من تحاميل (لبوس)أو غسول، أو منظار مهبلی، أو إصبع للفحص الطبی.

(۴)إدخال المنظار أو اللولب ونحوهما إلى الرحم.

(۵)ما يدخل الإحليل -أی مجرى البول الظاهر للذكر والأنثى -من قثطرة (أنبوب دقيق) أو منظار، أو مادة ظليلة على الأشعة، أو دواء ، أو محلول لغسل المثانة (مجلة مجمع الفقه الاسلامی، ج۱۰ ص ۹۱۳، موضوع:المفطرات فی مجال التداوی،قرار رقم: ۹۹/۱/د۱۰، التاريخ: ۲۳الی ۲۸ صفر ۱۴۱۸ھ، المنعقدة :بجدة، السعودية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر کسی کو ہماری اس تحقیق سے اطمینان نہ ہو، تو وہ اس کا معاملہ ہے، ہم نے ماقبل میں اپنے رجحان کا ذکر کردیا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المبحث الخامس:ما يدخل إلى الجسم عن طريق المهبل.
وفيه مسائل:
المسألة الأولى :الغسول المهبلى (دوش مهبلى)
يعرف حكم هذه المسألة بمعرفة حكم دخول شىء للمهبل عند الفقهاء المتقدمين، وقد اختلفوا على قولين:
القول الأول :ذهب المالكية، والحنابلة، إلى أن المرأة إذا قطرت فى قبلها مائعاً لا تفطر بذلك.
الأدلة:
(١)أن فرج المرأة ليس متصلاً بالجوف(٢)أن مسلك الذكر من فرج المرأة فى حكم الظاهر.
القول الثانى :ذهب الحنفية ، والشافعية، إلى أن دخول المائع إلى قبل المرأة يفطر.
الدليل :أن لمثانتها منفذاً يصل إلى الجوف، كالإقطار فى الأذن.
القول المختار :بنى الحنفية والشافعية قولهم بالتفطير على وصول المائع إلى الجوف عن طريق قبل المرأة، كما علل به فى بدائع الصنائع، وهو أمر مخالف لما ثبت فى الطب الحديث، حيث دل على أنه لا منفذ بين الجهاز التناسلى للمرأة وبين جوفها، ولذلك فليس هناك فى الحقيقة ما يوجب التفطير، حتى على مذهب الحنفية والشافعية، إنطلاقاً من تعليلهم.
فالقول الأقرب هو عدم التفطير بالغسول المهبلى مطلقاً، وليس فى النصوص ما يدل على التفطير، كل ما جاء فى النصوص فيما يتعلق بالمهبل من المفطرات هو الجماع، ولا علاقة له لا شرعاً، ولا لغةً، ولا عرفاً بالغسول المهبلى(مفطرات الصيام المعاصرة ص ٨٢،وص ٨٣،ثالثاً:أثر الاجراء ات الطبية المؤثر فى الصيام،ما يدخل إلى جسم الصائم عبر المهبل،لأحمد بن محمد الخليل،الأستاذ المساعد فى قسم الفقه،بجامعة القصيم، الناشر: دارابن الجوزى، الدمام، السعودية، الطبعة الخامسة: ١٤٣٥ھ)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 9)

جسم، سر و پیٹ کے زخم (آمہّ وجائفہ) سے کوئی چیز داخل ہونا

فقہائے کرام کے درمیان یہ مسئلہ زیرِ بحث آیا ہے کہ اگر کسی کے سر یا پیٹ میں زخم ہو، اور اس زخم سے کوئی دوا اندر داخل کی جائے، تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

سر اور پیٹ کے زخم (آمہّ وجائفہ) کے بارے میں فقہی وطبی تحقیق

سر کے زخم کو فقہاء نے آمہّ اور پیٹ کے زخم کو جائفہ کے نام سے تعبیر کیا ہے، امام ابوحنیفہ اور بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک اگر کوئی ایسی دوا سر، یا پیٹ کے زخم میں داخل کی جائے، جو دماغ، یا پیٹ میں پہنچ جائے، تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اور پہلے گذر چکا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سر میں پہنچنے کی بنیاد بھی اس پر ہے کہ سر سے پیٹ کی طرف منفذِ اصلی موجود ہے، تو سر میں پہنچنے کی وجہ بھی پیٹ میں پہنچنا ہی ہوئی۔

جبکہ امام ابویوسف، امام محمد، اور مالکیہ اور علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کے نزدیک زخم کے سوراخ سے اندر داخل ہونے والی دواء وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ زخم کا سوراخ غذاء ودواء کے داخل ہونے کے لئے فطری اور خلقی راستہ نہیں ہے۔

''الاختیار'' میں ہے:

وقال أبو يوسف، ومحمد: لا يفسد الصوم فى الجائفة والآمة؛ لأن الشرط عندهما الوصول من منفذ أصلى (الاختيار لتعليل المختار، ج ١، ص ١٣٢، كتاب الصوم،فصل من أفطر عامدا فى رمضان)

ترجمہ: اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا کہ پیٹ اور سر کے زخم میں (دواء وغیرہ کے) داخل ہونے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ مذکورہ دونوں حضرات

کے نزدیک یہ شرط ہے کہ منفذِ اصلی سے پہنچے (الاختیار)

اور شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

فهما يعتبران أن الوصول إلى الباطن من مسلک هو خلقة فی البدن؛ لأن المفسد للصوم ما ينعدم به الإمساک المأمور به وإنما يؤمر بالإمساک لأجل الصوم من مسلک هو خلقة دون الجراحة العارضة (المبسوط، ج۳،ص ۶۸، کتاب الصوم)

ترجمہ: پس یہ دونوں حضرات (امام ابو یوسف اور امام محمد) اندر پہنچنے کے لئے ایسے راستہ کا اعتبار کرتے ہیں، جو بدن میں خلقی (و پیدائشی اور فطری) ہو، کیونکہ روزہ کو فاسد کرنے والی چیز، وہ ہے جو اس (کھانے پینے سے) رکنے کو ختم کردے، جس کا حکم دیا گیا ہے، اور روزہ کی وجہ سے صرف خلقی (وفطری) راستہ سے رکنے کا حکم دیا گیا ہے، نہ کہ عارضی زخم سے (مبسوط)

علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

فصل: وأما الكحل والحقنة وما يقطر فی إحليله ومداواة المأمومة والجائفة فهذا مما تنازع فيه أهل العلم فمنهم من لم يفطر بشیء من ذلک ومنهم من فطر بالجميع لا بالكحل ومنهم من فطر بالجميع لا بالتقطير ومنهم من لم يفطر بالكحل ولا بالتقطير ويفطر بما سوى ذلک .

والأظهر أنه لا يفطر بشیء من ذلک .فإن الصيام من دين المسلمين الذی يحتاج إلى معرفته الخاص والعام فلو كانت هذه الأمور مما حرمها الله ورسوله فی الصيام ويفسد الصوم بها لكان هذا مما يجب على الرسول بيانه ولو ذكر ذلک لعلمه الصحابة وبلغوه الأمة كما بلغوا سائر شرعه. فلما لم ينقل أحد من أهل العلم عن النبی صلى الله عليه وسلم فی ذلک لا حديثا صحيحا ولا ضعيفا ولا مسندا ولا مرسلا – علم أنه لم يذكر شيئا من ذلک (مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة، ج۲۵،ص ۲۳۳، ۲۳۴، کتاب الصيام،فصل: الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ: فصل: اور جہاں تک سرمہ اور حقنہ، اور مرد کی پیشاب گاہ میں ٹپکائے جانے

www.idaraghufran.org

والے قطرہ اور سر اور پیٹ کے زخم میں دواء لگانے کا تعلق ہے، تو یہ امور ان مسائل میں سے ہیں، جن میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، پس بعض اہلِ علم تو ان میں سے کسی چیز کے ذریعہ بھی روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور ان میں سے بعض تمام چیزوں کے ذریعہ روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، سرمہ کے ذریعہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور بعض ان تمام چیزوں کے ذریعہ روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں، مرد کی پیشاب گاہ میں قطرہ ٹپکانے سے روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور بعض سرمہ، اور قطرہ ٹپکانے کے ذریعہ روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، اور باقی چیزوں سے روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں۔

لیکن زیادہ راجح یہ بات ہے کہ ان (یعنی سرمہ لگانے، مقعد میں حقنہ کرنے، عورت، و مرد کی پیشاب گاہ سے کوئی چیز داخل کرنے، اور سر اور پیٹ کے زخم میں دواء لگانے) میں سے کسی چیز سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

کیونکہ روزہ مسلمانوں کے ان دینی کاموں سے ہے، جس کی معرفت کی ہر خاص وعام کو ضرورت تھی، پس اگر یہ امور ان چیزوں میں سے ہوتے، جن کو اللہ اور اس کے رسول نے روزوں میں حرام قرار دیا ہے، اور وہ روزہ کو فاسد کرتی ہیں، تو رسول پر ان کا بیان واجب تھا، اور اگر آپ اس کا ذکر فرماتے، تو اس کو صحابہ جان لیتے، اور اس کی امت کو تبلیغ کرتے، جس طرح دوسرے شریعت کے احکام کی تبلیغ کی، پس جب اہلِ علم میں سے کسی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں نہ تو صحیح حدیث کو نقل کیا، نہ ضعیف حدیث کو نقل کیا، اور نہ مسند و مرسل حدیث کو نقل کیا، تو اس سے معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی چیز کا بھی (روزہ فاسد ہونے کی حیثیت سے) ذکر نہیں فرمایا (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

وقد كان المسلمون فى عهده صلى الله عليه وسلم يجرح أحدهم إما فى الجهاد وإما فى غيره مأمومة وجائفة فلو كان هذا يفطر لبين لهم ذلك فلما لم ينه الصائم عن ذلك علم أنه لم يجعله مفطرا (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۵،ص ۲۴۲، كتاب الصيام،فصل: الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ:اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں میں سے کوئی جہاد، یا غیر جہاد میں زخمی بھی ہوجاتا تھا،جس کے سر اور پیٹ میں زخم ہوجاتا تھا،پس اگر اس سے روزہ فاسد ہوجاتا،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم،صحابہ کے لئے اس کو ضرور بیان فرماتے،لیکن جب نبی نے اس سے منع نہیں کیا،تو معلوم ہوا کہ نبی نے اس کو روزہ فاسد ہونے کا باعث قرار نہیں دیا(مجموع)

اورعلامہ موصوف مزید فرماتے ہیں:

والدواء الذى يصل إلى المعدة فى مداواة الجائفة والمأمومة لا يشبه ما يصل إليها من غذائه (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۵،ص ۲۴۵، كتاب الصيام،فصل: الكحل والحقنة وغيرها والخلاف فيه)

ترجمہ:اوروہ دواء، جوسر،اور پیٹ کے زخم سے معدہ تک پہنچتی ہے،تو وہ معدہ تک پہنچنے والی غذاء کی طرح نہیں ہوتی (پس نہ تو سرمہ سے روزہ فاسد ہوتا،اور نہ ہی مرد، یاعورت کسی کی چھوٹی وبڑی پیشاب گاہ سے جانے والی چیز سے روزہ فاسد ہوتا،اور نہ ہی سر، یا پیٹ کے زخم والے سوراخ سے دواء داخل ہونے کی وجہ سے فاسد ہوتا)(مجموع)

امام محمد،امام ابو یوسف،اور علامہ ابنِ تیمیہ کے علاوہ مالکیہ کے نزدیک بھی کسی زخم کے ذریعہ سے داخل کی جانے والی دواء سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔[1]

---

[1] أما إذا شک فى وصول الدواء إلى الجوف، فعند الحنفية بعض التفصيل والخلاف، فإن كان الدواء رطبا، فعند أبى حنيفة الظاهر هو الوصول، لوجود المنفذ إلى الجوف، وهو السبب، فيبنى الحكم على الظاهر، وهو الوصول عادة، وقال الصاحبان :لا يفطر، لعدم العلم به، فلا يفطر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور علامہ ابنِ حزم بھی اس سے روزہ فاسد ہونے کے قائل نہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ولا مداواة جائفة أو مأمومة بما يؤكل أو يشرب أو بغير ذلك (المحلى بالآثار، ج۴،ص ۳۳۶، كتاب الصيام،مسألة لا ينقض الصوم حجامة ولا احتلام ولا استمناء)

ترجمہ: اور نہ ہی روزہ فاسد ہوتا، پیٹ اور سر کے زخم میں ایسی چیز کی دواء لگانے سے، جس کو کھایا جاتا ہو، یا پیا جاتا ہو، یا اس کے علاوہ دوسری نوعیت کی دواء ہو (محلیٰ)

دلائل کے لحاظ سے امام ابو یوسف، امام محمد اور علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کا قول راجح معلوم ہوا، کیونکہ ایک تو زخم سرے سے فطری اور قدرتی راستہ نہیں، بلکہ عارضی راستہ ہے، دوسرے یہ معدہ کو غذاء پہنچانے کے لئے فطری وقدرتی منفذ نہیں۔

تیسرے پیٹ میں ہونے والے ہر زخم کا براہِ راست معدہ سے ایسے تعلق کا ہونا بھی ممکن نہیں کہ جس کی وجہ سے دواء براہِ راست معدہ میں پہنچ جائے۔

چوتھے سر کے زخم سے دواء ڈالنے کو جن سابق فقہاء نے روزہ فاسد ہونے کا سبب قرار دیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالشک، فهما يعتبران المخارق الأصلية؛ لأن الوصول إلى الجوف من المخارق الأصلية متيقن به، ومن غيرها مشكوك به، فلا نحكم بالفساد مع الشک.

وأما إذا كان الدواء يابسا، فلا فطر اتفاقا؛ لأنه لم يصل إلى الجوف ولا إلى الدماغ.

لكن قال البابرتي :وأكثر مشايخنا على أن العبرة بالوصول، حتى إذا علم أن الدواء اليابس وصل إلى جوفه، فسد صومه، وإن علم أن الرطب لم يصل إلى جوفه، لم يفسد صومه عنده، إلا أنه ذكر الرطب واليابس بناء على العادة.

وإذا لم يعلم يقينا فسد عند أبي حنيفة، نظرا إلى العادة، لا عندهما .

ومذهب المالكية عدم الإفطار بمداواة الجراح، وهو اختيار الشيخ تقي الدين.

قال المرداوي :واختار الشيخ تقي الدين عدم الإفطار بمداواة جائفة ومأمومة.

قال ابن جزي :أما دواء الجرح بما يصل إلى الجوف، فلا يفطر.

وقال الدردير، معللا عدم الإفطار بوضع الدهن على الجائفة، والجرح الكائن في البطن الواصل للجوف :لأنه لا يصل لمحل الطعام والشراب، وإلا لمات من ساعته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص۳۸،مادة "صوم" حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک سر سے پیٹ کی طرف منفذ اور معتبر راستہ موجود تھا۔ ؎
جبکہ موجودہ تحقیق سے یہ بات واضح ہے کہ دماغ (Brain) کا تعلق نظامِ ہضمی (Digestive System) سے نہیں، بلکہ نظامِ عصبی (Nervous System) ہے، جس کو قدرت کی طرف سے انتہائی مضبوط و محفوظ کھوپڑی (Cranial Cavity) میں مستور کیا گیا ہے، اور صرف دماغ کا احاطہ کرنے والی کھوپڑی کی کئی ہڈیاں (Cranial Bones) ہیں، جن میں کھوپڑی کے نیچے بھی متعدد ہڈیاں ہیں، جنہوں نے سر کے مختلف حصوں میں قدرت کی طرف سے ودیعت فرمودہ متعدد صلاحیتوں کو مخصوص طریقوں پر اس طرح کی خارجی چیزوں کی مداخلت سے محفوظ فرما دیا گیا ہے۔

مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان مرحوم اپنی معرکہ آراء کتاب ''حاذق'' میں تحریر فرماتے ہیں:

اطباء کے نزدیک، دماغ، پیشانی سے لے کر پسِ سر، یعنی گدی تک عرض میں تین قسم پر تقسیم ہے، جن میں سے ہر ایک حصہ کو ''بطنِ دماغ'' کہتے ہیں، پیشانی کی طرف کا اگلا حصہ بطنِ مقدم، اور درمیانی حصہ ''بطنِ اوسط'' اور گدی کی طرف کا پچھلا حصہ ''بطنِ مؤخر'' کے نام سے موسوم ہے، اور ہر ایک بطن کے پھر تین تین حصے ہیں۔......

حواسِ خمسہ ظاہری، قوتِ بصر، قوتِ سمع، قوتِ شم، قوتِ ذوق، قوتِ لمس، اور حواسِ خمسہ باطنی، حسِ مشترک، خیال، قوتِ متفرقہ، وہم، حافظہ، انہیں بطونِ دماغ سے تعلق رکھتے ہیں (حاذق، صفحہ ۱۲، سر اور دماغ کی مختصر تشریح، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے، جناح روڈ، کراچی)

؎ وقوله: إلى جوفه عائد إلى الجائفة وقوله إلى دماغه عائد إلى الآمة، وفي التحقيق أن بين الجوفين منفذا أصليا فما وصل إلى جوف الرأس يصل إلى جوف البطن كذا في النهاية والبدائع ولهذا لو استعط ليلا، ووصل إلى الرأس ثم خرج نهارا لا يفسد كما قدمناه، وعلله في البدائع بأنه لما خرج علم أنه لم يصل إلى الجوف أو لم يستقر فيه(البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۰۰، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

اس لئے سر کی جلد، یا کھوپڑی میں ہونے والے زخم سے داخل ہونے والی دوا کا نہ تو دماغ کے اندر پہنچنا ممکن ہے، اور نہ ہی وہاں سے دوا، یا غذا کو، پیٹ، اور خاص کر معدہ میں پہنچانے کے لئے کوئی منفذِ اصلی موجود ہے۔

اور اگر ہر غیر خلقی وغیر فطری راستہ کے ذریعہ اندر داخل ہونے والی چیز کو روزہ فاسد ہونے کا سبب قرار دیا جائے گا، تو مالش، اور وضو وغسل کے ذریعہ مسامات سے پانی، اور دوسری چیز کے اندر داخل ہونے سے بھی روزہ فاسد ہونا لازم آئے گا، اور ٹیکہ اور ڈرپ لگانے سے بدرجہ اولیٰ روزہ کا فاسد ہونا لازم آئے گا، کیونکہ ٹیکہ اور ڈرپ وغیرہ کے ذریعہ جو دوا جاتی ہے، وہ محض قدرتی مسامات کے ذریعہ سے نہیں جاتی، بلکہ نالی دار سوئی کے ذریعہ جلد میں زخم کر کے اور گوشت کو پھاڑ کر اندر جاتی ہے، اسی لئے اس سوئی کو گوشت، یا رگ میں داخل کرنے سے خون برآمد ہوتا ہے، اور اس سوئی کے ذریعہ دوا کی اندر، اور باہر آمد ورفت ممکن ہوتی ہے، اسی لئے بعض علماء اس سے روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں۔

لہٰذا اگر کسی کے پیٹ، یا جسم کے ایسے حصہ میں انجکشن لگایا جائے کہ جس کی دوا معدہ، یا آنتوں تک پہنچ جائے، بالخصوص جبکہ سوئی کا کنارہ وہاں تک پہنچ جائے، تو دیگر حضرات کے نزدیک تو روزہ فاسد ہو جائے گا، لیکن امام ابو یوسف، امام محمد اور علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کے نزدیک روزہ فاسد نہ ہوگا۔

پس اگر کسی وقت روزہ کی حالت میں علاج معالجہ، یا درپیش تکلیف کے ازالہ کے لئے کوئی ضرورت پیش آ جائے، تو راجح یہ ہے کہ سر اور پیٹ، اور جسم کے دوسرے اعضاء کے زخموں، اور ٹیکہ اور ڈرپ سے دوا کے داخل ہونے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ [1]

---

[1] بعد اطلاعه على البحوث المقدمة فى موضوع المفطرات فى مجال التداوى، والدراسات والبحوث والتوصيات الصادرة عن الندوة الفقهية الطبية التاسعة التى عقدتها المنظمة الإسلامية للعلوم الطبية، بالتعاون مع المجمع وجهات أخرى، فى الدار البيضاء بالمملكة المغربية، فى الفترة من ٩ إلى ١٢ صفر ١٤١٨ هـ (الموافق ١٤-١٧ ايونيو ١٩٩٧ م) واستماعه للمناقشات التى دارت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر1...... مشین کے ذریعہ خون کی صفائی سے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر1...... آج کل خون کی صفائی کے لئے مختلف طبی طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔

ایک طریقہ ''کڈنی مشین'' کے ذریعہ ہوتا ہے، جس میں رگوں کے ذریعہ اس مشین تک خون کو لایا جاتا ہے، جو خون کو صاف کر کے دوبارہ جسم میں داخل کر دیتا ہے، اور اس خون میں کچھ دوسری سیال چیزوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

اسی طرح بعض اوقات خون کی صفائی کے لئے پیٹ میں سوراخ کر کے ایک نالی کو داخل کیا جاتا ہے، اس میں بھی کچھ سیال چیزوں کو شامل کیا جاتا ہے، پھر خون کی صفائی کا عمل مکمل ہونے کے بعد اس نالی کو باہر نکال لیا جاتا ہے۔

امام ابو یوسف، امام محمد اور علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کے نزدیک اس طرح کے عوامل سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

اور ہمارے نزدیک یہی راجح بھی ہے۔

مسئلہ نمبر2...... معدہ میں نلکی داخل کر کے غذاء پہنچانے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر2...... آج کل بعض مریضوں کو معدہ میں سوراخ کر کے نلکی کے ذریعہ سے معدہ میں غذاء پہنچائی جاتی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ غذاء پیٹ میں زخم وسوراخ کر کے ہی پہنچائی جاتی ہے۔

یہ عمل ایسے مریضوں کے لئے ہوتا ہے، جن کو منہ سے نگلنا، اور حلق سے نیچے بھی غذاء کو اتارنا، مشکل ہو جاتا ہے، تو ان کے سینے، یا معدہ میں سوراخ کر کے مخصوص نالی سے غذاء پہنچائی جاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حول الموضوع بمشاركة الفقهاء والأطباء، والنظر فى الأدلة من الكتاب والسنة، وفى كلام الفقهاء .قرر ما يلى:أولاً :الأمور الآتية لا تعتبر من المفطرات:............

(١٦)دخول أى أداة أو مواد علاجية إلى الدماغ أو النخاع الشوكى.

(مجلة مجمع الفقه الاسلامى، ج١٠ ص٩١٣، وص٩١٤، موضوع:المفطرات فى مجال التداوى،قرار رقم:٩٩/١/د١٠، التاريخ: ٢٣الىٰ ٢٨ صفر ١٤١٨هـ، المنعقدة :بجدة، السعودية)

اور ایسے لوگوں کی جلد میں سوراخ کر کے نرم اور محلول والی غذاء کو معدہ تک پہنچایا جاتا ہے، کیونکہ منہ اور حلق کا مخصوص لعاب اور اعصاب کے اس غذاء سے مس نہ ہونے کی وجہ سے ہضم ہونے کی صلاحیت کمزور پڑ جاتی ہے، جس کی وجہ سے، اس طرح ثقیل غذاء فراہم نہیں کی جاتی۔ [1]

مذکورہ صورت میں امام ابو یوسف، امام محمد اور علامہ ابنِ تیمیہ کے قول کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ اس طریقہ میں بھی وہ غذاء، زخم کے واسطہ سے غیر خلقی راستہ سے پہنچتی ہے۔

لیکن دوسرے حضرات کے قول کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے۔

اس صورت میں اگر کوئی امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کو ملحوظ رکھتے ہوئے روزہ کے فاسد نہ ہونے کا فتویٰ دے، تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

اور اگر کوئی روزہ کے فاسد ہونے کا اس بنیاد پر فتویٰ دے کہ اس سے غذاء کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے، اور وہ غذاء معدہ میں پہنچتی ہے، تو بھی درست ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ مذکورہ طریقہ پر جس مریض کو غذاء پہنچائی جاتی ہے، ایسا مریض، مرض کی شدت کے باعث روزہ رکھنے کی صلاحیت واستعداد کی قابلیت نہیں رکھتا، لیکن اصولی طور پر اس کا حکم بیان کرنے کے لئے مذکورہ تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] اس مقصد کے لئے نیز وجیوجینل ٹیوب (NJ ٹیوب) اور گیسٹر وسٹومی ٹیوب (G ٹیوب) اور گیسٹر وسٹومی جیجونوسٹومی ٹیوب (GJ ٹیوب) اور جیجونوسٹومی ٹیوب (J ٹیوب) کی قسمیں رائج ہیں، جن کے ذریعہ جلد میں سوراخ کر کے معدہ اور چھوٹی آنت میں غذاء کو داخل کیا جاتا ہے۔

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 9)

روزہ میں غسل، مالش، انجکشن، ڈرپ وغیرہ کے احکام

اب روزہ کی حالت میں غسل کرنے، جسم کی مالش کرنے اور ٹیکہ اور ڈرپ وغیرہ لگوانے کا حکم ملاحظہ فرمائیں۔

چند احادیث وروایات

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کی سند سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَاءَ، وَهُوَ صَائِمٌ مِّنَ الْعَطَشِ، أَوْ مِنَ الْحَرِّ (سنن أبی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۶۵، کتاب الصوم، باب الصائم یصب علیه الماء من العطش ویبالغ فی الاستنشاق) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عرج'' (نامی مقام) میں دیکھا کہ آپ روزہ سے تھے، اور اپنے سر پر پیاس، یا گرمی کی وجہ سے پانی ڈال رہے تھے (ابوداؤد)

امّ المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ ،وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ، وَيَصُوْمُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۹۲۶، کتاب الصوم، باب الصائم یصبح جنبا)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح (حاشیة سنن ابی داؤد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں فجر ہوجاتی تھی کہ آپ اپنی زوجۂ مطہرہ کی وجہ سے (رات کو) جنبی ہوجاتے تھے، پھر (طلوعِ فجر کے بعد) آپ غسل کرتے تھے، اورآپ روزہ سے ہوتے تھے (بخاری)

اورامُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِيْ رَمَضَانَ، وَهُوَ جُنُبٌ، مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ، فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ (صحيح مسلم،رقم الحديث ١١٠٩ "٧٦"كتاب الصيام،باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں طلوعِ فجر اس حال میں ہوجاتی تھی کہ آپ جنبی ہوتے تھے، احتلام کے بغیر، پھر آپ غسل کرتے تھے اور اسی حال میں روزہ رکھتے تھے (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

أَصْبِحُوْا مُتَدَهِّنِيْنَ صُيَّامًا (المعجم الكبير للطبراني،رقم الحديث ٩٢٠٨، ج٩ ص ٢٤٦، باب العين) [1]

ترجمہ: تم روزہ کی حالت میں صبح تیل لگانے کی حالت میں کرو (طبرانی)

حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَهُوَ صَائِمٌ يَبُلُّ الثَّوْبَ ، ثُمَّ يُلْقِيهِ عَلَيْهِ (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ٩٣٠٣، كتاب الصيام، ما ذكر فى الصائم يتلذذ بالماء)

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو روزہ کی حالت میں دیکھا کہ آپ نے کپڑا بھگویا، پھر اپنے اوپر ڈالا (ابنِ ابی شیبہ)

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح إلا أنی لم أجد لأبی حصين من ابن مسعود سماعا(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ٤٩٧٤،باب الدهن للصائم)

www.idaraghufran.org

اس قسم کے اور بھی آثار وروایات ہیں۔ ۱؎

غسل کرنے، سر پر پانی ڈالنے، تیل کی مالش کرنے اور جسم پر بھیگا ہوا کپڑا ڈالنے سے مسامات کے ذریعہ سے پانی اور تیل جسم کے اندر داخل ہو جاتا ہے، لیکن شریعت نے اس سے منع نہیں کیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ جسم کے مسامات کے واسطہ سے پانی، یا کوئی دوسری چیز جسم کے اندر داخل ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اس تمہید کے بعد اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے بیان کردہ چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... غسل کرنے، تیل لگانے اور مالش کرنے سے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 1...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک غسل کرنے، کپڑا بھگو کر سر، یا بدن پر لپیٹنے، یا ڈالنے، سر، داڑھی، مونچھوں اور بدن کے کسی دوسرے حصہ پر تیل لگانے، اور مالش کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ مسامات کے ذریعہ کوئی چیز اندر کیوں نہ پہنچے۔ ۲؎

۱؎ عن ابن عون ، قال : كان ابن سيرين لا يرى بأسا أن يبل الثوب ، ثم يلقيه على وجهه (مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث۵ ۹۳۰،کتاب الصیام، ما ذکر فی الصائم یتلذذ بالماء)

عن عثمان بن أبي العاص ؛ أنه كان يصب عليه الماء ، ويروح عنه وهو صائم عشية عرفة ، أو يوم عرفة(مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۹۳۰۶،کتاب الصیام، ما ذکر فی الصائم یتلذذ بالماء)

عن الحسن بن عبيد الله ، قال : رأيت عبد الرحمن بن الأسود ينقع رجليه في الماء وهو صائم(مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث۷ ۹۳۰،کتاب الصیام، ما ذکر فی الصائم یتلذذ بالماء)

۲؎ البتہ مالکیہ کے معروف قول کے مطابق روزہ کی حالت میں سر کو تیل، یا مہندی لگانے کے بعد اگر حلق میں اس کا ذائقہ محسوس ہو، تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

لیکن راجح قول دوسرے حضرات کا ہی ہے، اور جو اثر اس طرح محسوس کیا جاتا ہے، وہ مسامات کے ذریعہ ہوتا ہے، اس لیے وہ روزہ کے لیے مضر نہیں۔ محمد رضوان۔

لو دهن الصائم رأسه، أو شاربه لا يضره ذلك، وكذا لو اختضب بحناء ، فوجد الطعم في حلقه لم يفسد صومه، ولا يجب عليه القضاء ، إذ لا عبرة بما يكون من المسام، وهذا قول الجمهور .لكن صرح الدردير من المالكية، بأن المعروف من المذهب وجوب القضاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۶۲،مادة"صوم"حرف الصاد)

دهن الشارب ونحوه، كالرأس والبطن، لا يفطر بذلك عند الحنفية والشافعية، ولو وصل إلى جوفه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2...... ٹیکہ، یا ڈرپ لگانے سے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 2...... انجکشن، اور ٹیکہ وڈرپ کے ذریعہ دوا پہنچانے کے عمل کو بعض علماء نے مسامات کا حکم دے کر روزہ کے لئے مفسد قرار نہیں دیا۔

اور بعض دوسرے حضرات نے زخم کا حکم دے کر، ان حضرات کے قول کو سامنے رکھتے ہوئے روزہ کے لئے مفسد قرار دیا، جو حضرات سر اور پیٹ، یا دوسرے زخم میں دوا ڈالنے سے اندر پہنچنے پر روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں۔

ہم نے پہلے ٹیکہ اور سرنج کے ذریعہ دوا پہنچانے کو مسامات کا حکم دے کر روزہ کے لئے مفسد قرار نہیں دیا تھا۔

لیکن اب ہمیں مذکورہ قیاس کی طرف رجحان نہیں رہا، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ مذکورہ صورت میں قدرتی مسامات کے ذریعہ دوا وغیرہ اندر نہیں جاتی، بلکہ جسم میں زخم کر کے مخصوص سوئی اندر جاتی ہے، جس میں دوا پہنچانے کے لئے اپنا سوراخ بھی ہوتا ہے، اسی لئے سوئی کے اندر جانے سے خون بھی برآمد ہوتا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ عمل کو زخم کے ذریعہ دوا پہنچانے کا حکم فراہم کیا جائے۔

لیکن اس کے باوجود ہم چونکہ غذاء کے غیر فطری وغیر قدرتی راستہ سے جانے پر روزہ فاسد ہونے کی طرف رجحان نہیں رکھتے، اس لئے ہمارے نزدیک کسی قسم کا انجکشن، یا ٹیکہ لگوانے، خون، یا گلوکوز چڑھوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ رگ کے ذریعہ سے ہو، یا گوشت وپٹھے کے ذریعہ سے ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بشرب المسام، لأنه لم يصل من منفذ مفتوح، ولأنه ليس فيه شيء ينافي الصوم، ولأنه -كما يقول المرغيناني :- نوع ارتفاق، وليس من محظورات الصوم.

لكن المالكية قالوا :من دهن رأسه نهارا، ووجد طعمه في حلقه، أو وضع حناء في رأسه نهارا، فاستطعمها في حلقه، فالمعروف في المذهب وجوب القضاء وإن قال الدردير :لا قضاء عليه، والقاعدة عندهم :وصول مائع للحلق، ولو كان من غير الفم، مع أنهم قالوا :لا قضاء في دهن جائفة، وهي :الجرح النافذ للجوف، لأنه لا يدخل مدخل الطعام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٧٢، ٧٣، مادة"صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

البتہ بغیر سخت ضرورت ومجبوری کے روزہ کی حالت میں گلوکوز، یا خون چڑھوانا، یا طاقت کا انجکشن لگوانا، مکروہ ہے۔ [1]

امداد الفتاویٰ میں ہے:

ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے سے، نیز تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انجکشن کے ذریعہ دوا جوفِ عروق میں پہنچائی جاتی ہے، اور خون کے ساتھ شرائین، یا اَوردہ

---

[1] روزہ جہاں عبادت ہے وہاں اس سے یہ بھی مقصود ہے کہ روزہ کی حالت میں بھوکا پیاسا رہ کر نفس پر قابو حاصل ہو اور تقویٰ حاصل ہونے میں مدد ملے اور تھوڑی بہت کمزوری کو طاقت کی ڈرپ، یا ٹیکہ سے ختم کر دیا جائے، تو روزہ کی حکمت متاثر ہو جاتی ہے، لہٰذا عام حالات میں صرف طاقت حاصل کرنے اور معمولی کمزوری (جو عموماً روزہ سے ہر ایک کو ہی محسوس ہوتی ہے) دور کرنے کے لئے ٹیکہ، یا ڈرپ لگوانا مکروہ ہے، البتہ مخصوص حالات، یا غیر معمولی کمزوری میں اس کی کراہت نہ ہوگی۔

اور جو حضرات طاقت کے ٹیکہ، یا ڈرپ لگوانے کو روزہ کے لئے اس بناء پر مفسد قرار دیتے ہیں کہ اس سے بھوک، پیاس مٹ جاتی ہے، تو یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ بھوک اور پیاس روزہ کی علت نہیں، بلکہ حکمت ہے، اور حکمت پر حکم کا دارومدار نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے کے بعد بالکل بھوک اور پیاس نہ لگے، تب بھی اس کا روزہ درست ہو جاتا ہے، اور اس کے برعکس اگر کوئی روزہ کی نیت کے بغیر لمبے وقت تک بھوکا پیاسا رہے، اور خوب بھوک اور پیاس برداشت کرے، تب بھی اس کا روزہ درست نہیں ہوتا۔ محمد رضوان۔

بعد اطلاعه على البحوث المقدمة فى موضوع المفطرات فى مجال التداوى، والدراسات والبحوث والتوصيات الصادرة عن الندوة الفقهية الطبية التاسعة التى عقدتها المنظمة الإسلامية للعلوم الطبية، بالتعاون مع المجمع وجهات أخرى، فى الدار البيضاء بالمملكة المغربية، فى الفترة من ٩ إلى ١٢ صفر ١٤١٨ هـ (الموافق ١٤ ـ ١٧ يونيو ١٩٩٧ م) ، واستماعه للمناقشات التى دارت حول الموضوع بمشاركة الفقهاء والأطباء ، والنظر فى الأدلة من الكتاب والسنة، وفى كلام الفقهاء .قرر ما يلى:أولاً :الأمور الآتية لا تعتبر من المفطرات:..........

(٨)الحقن العلاجية الجلدية أو العضلية أو الوريدية، باستثناء السوائل والحقن المغذية......

(١٠)غازات التخدير (البنج) ما لم يعط المريض سوائل (محاليل) مغذية.

(١١)ما يدخل الجسم امتصاصاً من الجلد؛ كالدهونات والمراهم واللصقات العلاجية الجلدية المحملة بالمواد الدوائية أو الكيميائية.

(١٢)إدخال قثطرة (أنبوب دقيق) فى الشرايين لتصوير أو علاج أوعية القلب أو غيره من الأعضاء .

(١٣)إدخال منظار من خلال جدار البطن لفحص الأحشاء أو إجراء عملية جراحية عليها.

(١٤)أخذ عينات (خزعات) من الكبد أو غيره من الأعضاء ، ما لم تكن مصحوبة بإعطاء محاليل.

(مجلة مجمع الفقه الاسلامى، ج١٠ ص٩١٣، وص٩١٤، موضوع:المفطرات فى مجال التداوى،قرار رقم: ٩٩/١/د١٠، التاريخ: ٢٣الى ٢٨ صفر ١٤١٨ هـ، المنعقدة :بجدة، السعودية)

www.idaraghufran.org

میں اس کا سریان ہوتا ہے، جوفِ دماغ، یا جوفِ بطن میں دوا نہیں پہنچتی، اور فسادِ صوم کے لئے مفطر کا جوفِ دماغ، یا جوفِ بطن میں پہنچنا ضروری ہے، مطلقاً کسی عضو کے جوف میں، یا عروق (شرائین واوردہ) کے جوف میں پہنچنا مفسدِ صوم نہیں، لہٰذا انجکشن کے ذریعہ سے جو دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے، مفسدِ صوم نہیں۔

فقہاء کی عبارتیں دو طرح پر تقریباً، بلکہ حقیقتاً اس دعوے کی تصریح کرتی ہیں۔

اول تو یہ کہ فقہاء نے زخم پر دوا ڈالنے کو مطلقاً مفسد نہیں فرمایا، بلکہ جائفہ، یا آمہ کی قید لگائی ہے، کیونکہ انہیں دو قسم کے زخموں سے دوا جوفِ دماغ، یا جوفِ بطن کے اندر پہنچتی ہے، ورنہ جوفِ عروق کے اندر تو دوسری قسم کے زخموں سے بھی دوا پہنچ جاتی ہے۔

دوسرے بہت سی جزئیاتِ فقہیہ، مسلّماتِ فقہاء میں سے ایسی ہیں، جن میں دوا وغیرہ مطلقاً جوفِ بدن میں تو پہنچ گئی، لیکن چونکہ جوفِ دماغ، یا جوفِ بطن میں نہیں پہنچی، اس لئے اس کو مفطر و مفسدِ صوم نہیں قرار دیا (امداد الفتاویٰ، ج۲، ص ۱۷۵ و ۱۷۶، کتاب الصوم والاعتکاف، بعنوان: انجکشن مفطر صوم ہے یا نہیں، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع: جولائی 2010ء)

فتاویٰ دارُ العلوم دیوبند میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

(سوال) اگر حالتِ روزہ میں ٹیکہ لگایا جاوے جو کہ اکثر ملازمینِ سرکار کے بازو میں، یا کسی اور جگہ بدن پر لگایا جاتا ہے، اور چونکہ نشتر ٹیکہ لگانے والے میں زہر لگا ہوا ہوتا ہے، بدن میں زہر کا اثر ہو کر تپ (یعنی بخار) ہوتا، اور تمام بدن بے کار ہو جاتا ہے، آیا روزہ فاسد ہوگا، یا نہیں؟

(جواب) اس کا روزہ ہو جاتا ہے، فاسد نہیں ہوتا (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ج۶ ص ۴۵۸،

کتاب الصوم، چوتھا باب: وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بعنوان: ٹیکہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، طباعت: ستمبر 2002ء)

بہر حال جو کچھ بھی ہو، ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ کسی قسم کا ٹیکہ، یا ڈرپ لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، خواہ وہ ٹیکہ، یا ڈرپ، گوشت میں لگوایا جائے، یا رگ میں لگوایا جائے، یا سیدھا پیٹ اور معدہ میں لگوایا جائے، کیونکہ بعض علماء کے نزدیک تو اس طرح سوئی کے ذریعہ دوا جسم کے اندر منتقل ہونے کو غسل، اور مالش کی طرح مسامات کے ذریعہ منتقل ہونے کا حکم حاصل ہے، جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اور بعض علماء کے نزدیک اس کو زخم سے دوا منتقل ہونے کا حکم حاصل ہے، اور اگرچہ اس طرح جسم میں کسی چیز کے داخل ہونے پر بعض علماء روزہ کے فاسد ہونے کے قائل ہیں، لیکن دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک ٹیکہ، یا ڈرپ کی شکل میں جسم کے اندر داخل ہونے والی چیز فطری منفذ وراستہ سے داخل نہیں ہوتی، اور نہ ہی کھانے پینے کے اصل منفذ سے داخل ہوتی، اور نہ ہی اس کو کھانے پینے سے تعبیر کیا جاتا، بلکہ یہ علاج ومعالجہ کے قبیل سے ہے، اس لئے اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، جیسا کہ امام ابو یوسف، امام محمد اور علامہ ابنِ تیمیہ، اور علامہ ابنِ حزم وغیرہ کا قول ہے، اور اس کے مضبوط دلائل پہلے ذکر کئے جاچکے ہیں، اس لئے یہی راجح ہے کہ کسی قسم کا ٹیکہ، یا ڈرپ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، پھر بھی کوئی اختلاف سے بچنے کے لئے روزہ کی حالت میں اس عمل سے بچے اور بآسانی افطار کے بعد اس عمل کو انجام دے سکتا ہو، تو زیادہ بہتر ہے، لیکن جہاں تک روزہ کا تعلق ہے، وہ بہر حال اس سے فاسد نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر 3......زہریلے جانور کے کاٹنے سے روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 3......اگر کسی روزہ دار کو کوئی زہریلا جانور کاٹ لے، مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ، اور اس کے جسم میں زہر داخل ہوجائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(فصل نمبر10)

روزہ میں خون وغیرہ نکلنے اور چڑھانے کے احکام

پہلے زمانہ میں حجامہ کرانے، یا پچھنے لگوانے کا رواج تھا، اور پچھنے لگوانے میں جسم سے غیر ضروری، یا فاسد خون خارج کیا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعوں پر روزہ کی حالت میں پچھنے لگوانے سے منع فرمایا، اور حجامہ سے روزہ کے فاسد ہونے کا حکم لگایا۔ اور بعض احادیث سے اس کی گنجائش ملتی ہے، اس لئے فقہائے کرام کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہوگیا۔

حنابلہ کے نزدیک تو حجامہ سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

لیکن حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک حجامہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ بعض کے نزدیک مکروہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کہیں روزہ دار کو اس کی وجہ سے کمزوری واقع نہ ہوجائے، جس کے نتیجہ میں اسے بعد میں روزہ توڑنا نہ پڑ جائے، جس کا بعض روایات میں ذکر بھی پایا جاتا ہے، اس لئے روزہ کی حالت میں حجامہ کرانے، یا پچھنے لگوانے اور جسم سے خون نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [1]

چند احادیث وروایات

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ

---

[1] فأما الحجامة فقد رأى أحمد وداود والأوزاعي وإسحاق بن راهويه أنها تفسد الصوم، وقال المالكية والشافعية بالكراهة، وقال الحنفية بعدم الإفساد.

والسبب فى ذلك هو تعارض الآثار الواردة فى ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥، ص ٢٨٩، مادة" افساد"حرف الألف)

www.idaraghufran.org

لِلصَّائِمِ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ، وَزَادَ شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۱۹۴۰، كتاب الصوم، باب الحجامة والقيء للصائم)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا تم روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانے (اور حجامہ کرانے) کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکروہ سمجھتے تھے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، مگر کمزوری ہوجانے کی وجہ سے (مکروہ سمجھتے تھے) (بخاری)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِحْتَجَمَ صَائِمًا (مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۹۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں پچھنے لگوائے (مسند احمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ (سنن الدارقطنى، رقم الحديث ۲۲۶۲، كتاب الصيام، باب القبلة للصائم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو پچھنے لگوانے (اور حجامہ کرانے) کی اجازت دی (دارقطنی)

حضرت ابوظبیان سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ، قَالَ: اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ، وَلَيْسَ مِمَّا يَخْرُجُ (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ۹۴۱۱، كتاب الصيام، باب من رخص للصائم أن يحتجم)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير مِقْسَم -وهو مولى ابن عباس- فمن رجال البخارى (حاشية مسند احمد)

[2] قال الدارقطنى: كلهم ثقات، ورواه الأشجعى أيضا وهو من الثقات (حواله بالا)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانے کے بارے میں فرمایا کہ روزہ داخل ہونے والی چیز سے ٹوٹتا ہے، باہر نکلنے والی چیز سے نہیں ٹوٹتا (اور پچھنے لگوانے میں خون باہر نکلتا ہے، کوئی چیز اندر داخل نہیں ہوتی، اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا) (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ سَعْدًا، وَابْنَ عُمَرَ، كَانَا يَحْتَجِمَانِ وَهُمَا صَائِمَانِ (المؤطا للامام محمد، رقم الحديث ٣٥٦، ابواب الصيام، باب الحجامة للصائم)

ترجمہ: حضرت سعد اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما روزہ کی حالت میں پچھنے لگوایا کرتے تھے (مؤطا امام محمد)

ابنِ ابی شیبہ نے اور بھی کئی صحابہ وتابعین کی روایات وآثار، حجامہ کے ذریعہ روزہ فاسد نہ ہونے سے متعلق روایت کی ہیں، جن میں سے کئی روایات میں یہ بھی ہے کہ بعض احادیث میں روزہ دار کو حجامہ کی ممانعت کمزوری واقع ہونے کے خوف کی وجہ سے آئی ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا عبد الله بن إدريس ، عن يزيد ، عن مقسم ، عن ابن عباس ؛ أن النبى صلى الله عليه وسلم احتجم بين مكة إلى المدينة ، محرما صائما.

حدثنا حفص بن غياث ، عن حجاج ، عن الحكم ، عن مقسم ، عن ابن عباس ؛ أن النبى صلى الله عليه وسلم احتجم وهو صائم.

حدثنا غندر ، عن شعبة ، عن الحكم ، عن مقسم ، عن ابن عباس ؛ أن النبى صلى الله عليه وسلم احتجم صائما.

حدثنا ابن علية ، عن أيوب ، عن عكرمة ؛ أن النبى صلى الله عليه وسلم احتجم وهو صائم.

حدثنا إسماعيل بن عياش ، عن يحيى بن سعيد ، عن زيد بن أسلم ، عن عطاء بن يسار رفعه ، قال : ثلاث لا يفطرن الصائم ؛ الحجامة ، والقىء ، والاحتلام.

حدثنا ابن إدريس ، عن الشيبانى ، عن أبان بن صالح ، عن مسلم بن سعيد ، قال : سئل ابن مسعود عن الحجامة للصائم ؟ فقال : لا بأس بها.

حدثنا ابن علية ، عن حميد ، قال : سئل أنس عن الحجامة للصائم ؟ فقال : ما كنا نحسب يكره من ذلك إلا جهده.

حدثنا وكيع ، عن الأعمش ، عن أبى ظبيان ، عن ابن عباس ؛ فى الحجامة للصائم ، قال : الفطر مما دخل ، وليس مما يخرج.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث وروایات، اور آثار سے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ پچھنے لگوانے اور جسم کا خون نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر کسی کو کمزوری کا خوف ہو، اور اس کی وجہ سے بعد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا ابن علية ، عن أيوب ، عن نافع ، عن ابن عمر ، قال : كان يحتجم وهو صائم ، ثم تركها بعد ، فكان يحتجم ليلا.

حدثنا وكيع ، عن هشام بن الغاز ، عن نافع ، عن ابن عمر ؛ أنه كان يحتجم عند الليل وهو صائم .

حدثنا أبو خالد ، عن حميد ، عن أبى المتوكل ، عن أبى سعيد ، قال : لا بأس بالحجامة للصائم.

حدثنا وكيع ، عن شعبة ، عن قتادة ، عن أبى المتوكل ، عن أبى سعيد ؛ أنه كره الحجامة للصائم من أجل الضعف.

حدثنا يعلى بن عبيد ، عن يونس بن عبد الله الجرمى ، عن دينار ، قال : حجمت زيد بن أرقم وهو صائم.

حدثنا مروان بن معاوية ، عن أبى أسامة ، عن الشعبى ، قال : احتجم الحسين بن على وهو صائم.

حدثنا عبد الله بن إدريس ، عن ليث ، عن مجاهد ، وطاوس ؛ أنهما لم يكونا يريان بالحجامة للصائم بأسا.

حدثنا أبو الأحوص ، عن عبد الأعلى ، قال : رأيت أبا عبد الرحمن السلمى احتجم وهو صائم عند غروب الشمس ، نحوا مما يوافق شرطه فطره ، فقلت له : يا أبا عبد الرحمن ؛ إنما تكره الحجامة للصائم ، قال : إنما تكره له مخافة الضعف.

حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن عبد الرحمن بن عباس ، عن عبد الرحمن بن أبى ليلى ، عن أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم قالوا : إنما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحجامة للصائم ، والوصال فى الصيام إبقاء على أصحابه.

حدثنا عبدة بن سليمان ، عن مسعر ، عن بزيع ، قال : سألت أبا وائل عن الحجامة للصائم ؟ فقال : إنما يكره ذلك للضعف.

حدثنا أبو أسامة ، عن الأحوص بن حكيم ، عن أبى الزاهرية ، عن جبير بن نفير ؛ أن معاذا احتجم وهو صائم.

حدثنا إسماعيل بن عياش ، عن عبد الله بن عثمان ، عن عطاء ، وسعيد بن جبير قالا : لا بأس بالحجامة للصائم ما لم يخف ضعفا.

حدثنا إسماعيل بن عياش ، عن يحيى بن سعيد ، عن القاسم ، وسالم ، مثله.

حدثنا ابن علية ، عن أيوب ، قال : سأل رجل عكرمة عن الحجامة للصائم ؟ فقال : لا بأس بها ، إنما هى مثل كذا وكذا يخرج منك ، ذكر الحاجة .

حدثنا عبيد الله بن موسى ، وأبو أسامة ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ؛ أنه كان يحتجم وهو صائم.

حدثنا يزيد بن هارون ، قال : أخبرنا سفيان ، عن فرات ، عن مولى لأم سلمة ؛ أنه رأى أم سلمة تحتجم وهى صائمة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

میں روزہ توڑنے کی نوبت آسکتی ہو، یا سخت مشکل پیش آتی ہو، تو پھر روزہ کی حالت میں یہ مکروہ عمل ہے۔ [1]

اس تفصیل کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسائل کا حکم بھی معلوم ہوجاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 1......روزہ میں ٹیسٹ کے لئے خون نکلوانے کا حکم

مسئلہ نمبر 1......شوگر، یا دوسری بیماری کی تشخیص وچیک اپ کی غرض سے جسم سے خون نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ نمبر 2...... چوٹ کی وجہ سے خون نکلنے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 2......جسم کے کسی حصہ میں چوٹ لگ گئی، اور اس سے خون نکل گیا، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ نمبر 3......نکسیر پھوٹنے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 3...... ناک سے نکسیر پھوٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جبکہ ناک سے نکلنے والے خون کو پیٹ میں نہ لے جائے، اور اگر منہ میں داخل ہو، تو اسے باہر نکال دے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حدثنا ابن إدريس ، عن يزيد ، وعبيد الله ، عن نافع ، عن ابن عمر؛ أنه كان يحتجم وهو صائم ، ثم ترك ذلك ، فلا أدرى لأى شىء تركه ؟ كرهه ، أو للضعف.

حدثنا وكيع ، عن شريك ، عن ليث ، عن عبد الوارث ، عن أنس ، قال : مر بنا أبو طيبة ، فقال : حجمت النبى صلى الله عليه وسلم وهو صائم.

حدثنا وكيع ، عن معمر ، عن أبى جعفر ؛ إنما كره الحجامة للصائم مخافة الضعف(مصنف ابنِ ابى شيبة،رقم الحديث، ۹۴۰۴،الٰى ۹۴۳۰ ، كتاب الصيام، من رخص للصائم أن يحتجم)

[1] قال محمد :لا بأس بالحجامة للصائم وإنما كرهت من أجل الضعف فإذا أمن ذلك فلا بأس وهو قول أبى حنيفة -رحمه الله(المؤطا للامام محمد، ج۲ص ۱۷۱ ، تحت رقم الحديث ۳۵۵، ابواب الصيام، باب الحجامة للصائم)

[2] خروج الدم من البدن لا يفوت ركن الصوم ولا يحصل به اقتضاء الشهوة وبقاء العبادة ببقاء ركنها (المبسوط للسرخسى، ج۳ص۵۷، كتاب الصوم)

لو وصل لحلقه دموعه أو عرقه أو دم رعافه أو مطر أو ثلج فسد صومه لتيسر طبق الفم وفتحه أحيانا مع الاحتراز عن الدخول(البحرالرائق، ج۲ص ۲۹۴ ، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لايفسده)

قال البرزلى :من رعف فأمسك أنفه فخرج الدم من فيه ولم يرجع إلى حلقه فلا شىء عليه؛ لأن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 4......زخم سے مواد خارج ہونے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... اگر کسی زخم سے خون کے بجائے پیپ اور پانی کا مواد خارج ہو، اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [1]

مسئلہ نمبر 5......بچہ کو دودھ پلانے، یا پستان سے دودھ خارج کرنے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر 5...... بچے کو پستان سے دودھ پلانے، یا چھاتی سے کسی طرح دودھ خارج کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [2]

مسئلہ نمبر 6......روزہ میں حجامہ کرانے کا حکم

مسئلہ نمبر 6...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک روزہ کی حالت میں حجامہ کرانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگر غیر معمولی کمزوری واقع ہوکر روزہ توڑنے کی نوبت آنے کا ڈر ہو، تو پھر روزہ کی حالت میں حجامہ کرانا مکروہ ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

منفذ الأنف إلى الفم دون الجوف، فهو ما لم يصل إلى الجوف لا شيء فيه، انتهى(مواهب الجليل فی شرح مختصر خليل، ج۲ص ۴۲۵، کتاب الصيام، باب مايثبت به رمضان)

ذهب الحنفية والمالكية إلى أن من رعف فأمسک أنفه فخرج الدم من فيه ولم يرجع إلى حلقه فلا شيء عليه؛ لأن منفذ الأنف إلى الفم دون الجوف، فهو ما لم يصل إلى الجوف لا شيء فيه، ومن دخل دم رعافه حلقه فسد صومه .أما الشافعية والحنابلة فيؤخذ من عباراتهم أن ما يصل إلى جوف الصائم بلا قصد لا يفطر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲ص۲۶۷،مادة"رعاف" حرف الراء)

[1] لان القيح له حكم الدم فی نقض الوضوء، فحكمها حكم الدم فی الصوم.

[2] لان لبن المرأة طاهر ،فلما لم يفسد الصوم بالدم فلا يفسد باللبن.

[3] البتہ جمہور کے مقابلہ میں حنابلہ کے نزدیک حجامہ کرنے، اور کرانے والے، دونوں کا روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

الحجامة، وهی أيضا مما يكره للصائم -فی الجملة -وهی استخراج الدم المحقن من الجسم، مصا أو شرطا.

ومذهب الجمهور أنها لا تفطر الحاجم ولا المحجوم، ولكنهم كرهوها بوجه عام.

وقال الحنفية :لا بأس بها، إن أمن الصائم على نفسه الضعف، أما إذا خاف الضعف، فإنها تكره، وشرط شيخ الإسلام الكراهة، إذا كانت تورث ضعفا يحتاج معه إلى الفطر .

وقال المالكية :إن المريض والصحيح، إذا علمت سلامتهما بالحجامة أو ظنت، جازت الحجامة لهما، وإن علم أو ظن عدم السلامة لهما حرمت لهما، وفی حالة الشک تكره للمريض، وتجوز للصحيح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 7......روزہ میں فصد کرانے اور دوسرے کو خون دینے کا حکم

مسئلہ نمبر 7...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک روزہ کی حالت میں کسی کو خون دینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، لیکن اگر غیر معمولی کمزوری واقع ہو کر روزہ توڑنے کی نوبت آنے کا خدشہ ہو، تو پھر مکروہ ہے، لیکن روزہ بہر حال اداء ہو جاتا ہے، جب تک کوئی چیز کھا، پی کر روزہ توڑا نہ جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر 8......روزہ میں خون چڑھوانے کا حکم

مسئلہ نمبر 8...... روزہ کی حالت میں جسم میں خون چڑھوانے کا حکم ڈرپ اور ٹیکہ لگوانے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قالوا :إن محل المنع إذا لم يخش بتأخيرها عليل هلاكا أو شديد أذى، وإلا وجب فعلها وإن أدت للفطر، ولا كفارة عليه.

وقال الشافعية :يستحب الاحتراز من الحجامة، من الحاجم والمحجوم؛ لأنها تضعفه......

وقالوا أيضا :إنه دم خارج من البدن، فأشبه الفصد .

ومذهب الحنابلة أن الحجامة يفطر بها الحاجم والمحجوم......

أما الفصد، فقد نص الحنفية على كراهته، كالحجامة، وكراهة كل عمل شاق، وكل ما يظن أنه يضعف عن الصوم، وكذلك صرح المالكية والشافعية بأن الفصادة كالحجامة.

غير أن الحنابلة الذين قالوا بالفطر في الحجامة، قالوا :لا فطر بفصد وشرط، ولا بإخراج دمه برعاف، لأنه لا نص فيه، والقياس لا يقتضيه.

وفي قول لهم -اختاره الشيخ تقي الدين -إفطار المفصود دون الفاصد، كما اختار إفطار الصائم، بإخراج دمه، برعاف وغيره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۶۹،الیٰ ۷۱،مادة" صوم" حرف الصاد)

[1] البتہ جمہور کے مقابلہ میں حنابلہ کے ایک قول کے مطابق اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک یہ قول راجح نہیں۔

أثر الفصد على الصوم:

ذهب الحنفية إلى أن الفصد مكروه للصائم إذا كان يضعفه عن الصوم، أما إذا كان لا يخافه فلا بأس

ومذهب المالكية قريب من الحنفية، إذ قالوا :تكره الفصادة للصائم إذا كان يجهل نفسه، وأما من يعلم من نفسه السلامة فهي جائزة، وعكسه عكسه .

وصرح الشافعية بأنه يستحب للصائم أن يحترز عن الفصد، لأنه يضعفه .

وذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لا فطر بالفصد، وفي قول عند الحنابلة يفطر المفصود دون الفاصد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲،ص۱۴۸ ،مادة" فصد"حرف الفاء)

www.idaraghufran.org

طرح ہے، جس کو بعض حضرات روزہ فاسد ہونے کا سبب قرار دیتے ہیں۔

لیکن دلائل کے اعتبار سے راجح یہ ہے کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، جیسا کہ اس سے پہلی فصل میں گذرا۔

باقی رہا یہ شبہ کہ اس سے غذائیت وطاقت حاصل ہوتی ہے، اس لئے اس سے روزہ فاسد ہونا چاہیے، تو یہ شبہ درست نہیں، جیسا کہ پیچھے گذرا، اور آگے بھی آتا ہے۔

مسئلہ نمبر 9......روزہ میں خون تبدیل، یا صاف کرانے کا حکم

مسئلہ نمبر 9......روزہ کی حالت میں خون کو تبدیل اور خون کو صاف اور فلٹر کرانے کا حکم بھی خون چڑھوانے کی طرح ہے، خواہ خون میں کچھ دوسرے دواء، یا طاقت کے اجزاء شامل کیے جائیں، اور مخصوص مشین میں جب خون جسم سے باہر آ کر واپس جاتا ہے، تو وہ باہر کے خون کو اندر منتقل کرنے کا حکم رکھتا ہے۔

اور اس مقصد کے لئے جسم میں باریک اور موٹی سرنج ونلکی کو داخل کرنے سے اصل حکم پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ باریک سرنج کے اندر بھی نالی ہوتی ہے، جس سے سیال چیز کو اندر باہر منتقل کیا جاسکتا ہے۔

پس راجح یہی ہے کہ خون تبدیل، یا صاف کرانے کے عمل سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ یہ عمل فطری، یا منہ کے راستہ سے سرانجام نہیں دیا جاتا، اور نہ ہی یہ کھانے پینے میں داخل ہے، بے شک اس سے طاقت وغذائیت حاصل ہوجائے، جیسا کہ غسل، وضوء، اور مالش اور ہواخوری اور ٹھنڈک حاصل کرنے، بلکہ سانس لینے سے بھی مخصوص طاقت وغذائیت حاصل ہوجایا کرتی ہے۔

مسئلہ نمبر 10......روزہ میں ڈائیلاسز کا حکم

مسئلہ نمبر 10......روزہ کی حالت میں گردوں کی صفائی، اور ان میں پانی کے اخراج اور دخول، اور ڈائیلاسز کا حکم بھی خون کی صفائی اور تبدیلی کی طرح ہے کہ اس سے روزہ فاسد نہیں

ہوتا، جیسا کہ گذرا۔

انتباہ

یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ پیچھے جماع کے علاوہ، کھانے پینے، اور دوسرے جن جن طریقوں سے روزہ فاسد ہونے کا حکم لگایا گیا، ان میں رمضان کا روزہ فاسد ہونے پر قضاء کا حکم تو ہوتا ہے، لیکن ان میں سے کسی صورت میں بھی شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک، کفارہ واجب نہیں ہوتا، کیونکہ وہ کفارہ کو جماع کے ذریعہ روزہ توڑنے کے ساتھ خاص رکھتے ہیں۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَـہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] ومذهب الشافعية والحنابلة عدم وجوب الكفارة على من أكل أو شرب عمدا فى نهار رمضان أداء ، وذلك لأن النص -وهو حديث الأعرابى الذى وقع على امرأته فى رمضان -ورد فى الجماع، وما عداه ليس فى معناه .ولأنه لا نص فى إيجاب الكفارة بهذا، ولا إجماع.
ولا يصح قياسه على الجماع؛ لأن الحاجة إلى الزجر عنه أمس، والحكمة فى التعدى به آكد، ولهذا يجب به الحد إذا كان محرما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٦١،مادة"صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 11)

روزہ میں بھول، خطاء، بے ہوشی واکراہ کے احکام

روزہ کی حالت میں روزہ کے خلاف بعض کام بھول کر، یا جبر واکراہ، یا غلط فہمی، یالاعلمی میں سرزد ہو جاتے ہیں، ان کا علم بھی ہونا چاہیے۔

چند احادیث وروایات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَسِیَ وَھُوَ صَائِمٌ، فَأَکَلَ أَوْ شَرِبَ، فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۱۵۵ "۱۷۱" کتاب الصیام، باب أکل الناسی وشربه وجماعه لا یفطر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یہ بات بھول جائے کہ وہ روزے سے ہے، پھر وہ کچھ کھا، یا پی لے، تو وہ اپنے روزے کو پورا کرلے، پس اس کو اللہ کھلاتا، پلاتا ہے (اس وجہ سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا) (مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: یُرْفَعُ الْقَلَمُ عَنِ الصَّغِیْرِ، وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ، وَعَنِ النَّائِمِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۲۰۴۲، ابواب الطلاق، باب طلاق المعتوه والصغير والنائم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نابالغ) بچے سے اور مجنون سے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وجهالة القاسم بن يزيد لا تضر، لأنه متابع (حاشية سنن ابنِ ماجه)

اور سونے والے سے، قلم (یعنی نامۂ اعمال میں گناہ لکھے جانے) کو اٹھالیا گیا ہے (ابنِ ماجہ)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِیَ الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۰۴۵، ابواب الطلاق ،باب طلاق المكره والناسی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت سے خطاء، اور بھول اور ان چیزوں کو جن پر جبر واکراہ کیا جائے، اٹھالیا ہے (ابنِ ماجہ)

اس طرح کی احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے جو مسائل بیان فرمائے ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... روزہ دار کے بھول کر کھانے، پینے، یا جماع کرنے کا حکم

مسئلہ نمبر 1......اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اگر روزہ دار کو روزہ یاد نہیں تھا، اس لئے اس نے بھول کر کھا، پی لیا، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

اور اگر کوئی روزہ میں بھول کر جماع کرے، تو اس سے بھی حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ احادیث میں بھول چوک کے معاف ہونے کا ذکر آیا ہے۔

البتہ حنابلہ ومالکیہ کے نزدیک بھول کر جماع کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] اور مالکیہ کے نزدیک صرف قضاء اور حنابلہ کے نزدیک قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔

ذهب الحنفية والشافعية والحنابلة إلى أن الأكل والشرب فی حال النسيان لا يفسد الصوم فرضا أو نفلا، خلافا للمالكية، كما تقدم.

ثانيا :الجماع فی حال النسيان :ذهب الحنفية والشافعية فی المذهب، والحسن البصری ومجاهد وإسحاق وأبو ثور وابن المنذر إلى أن الجماع فی حال النسيان لا يفطر قياسا على الأكل والشرب ناسيا .وذهب المالكية فی المشهور -وهو ظاهر مذهب الحنابلة -إلى أن من جامع ناسيا فسد صومه، وعليه القضاء فقط عند المالكية، والقضاء والكفارة عند الحنابلة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۶۲ ،مادة" صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر2...... کسی کے زبردستی روزہ توڑوانے پر روزہ کا حکم

مسئلہ نمبر2...... جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر کسی آدمی کو ان میں سے کسی چیز کو اختیار کرکے روزہ توڑنے پر زبردستی کرکے، مثلاً جان سے ماردینے، یا کسی عضو کے ضائع کردینے، یا کسی بڑے صدمہ سے دوچار کرنے کی دھمکی وغیرہ دے کر مجبور کیا جائے، اور وہ اس چیز کو اختیار کرلے، تو حنفیہ، اور مالکیہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ گناہ گار نہیں ہوتا، اور اس پر صرف قضاء واجب ہوتی ہے۔

لیکن شافعیہ اور حنابلہ، اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام زفر کے نزدیک اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ بے شک اسے روزہ یاد ہے، لیکن اس نے کھانے پینے کا عمل اپنے اختیار سے نہیں کیا، اس لئے وہ بھولنے والے کی طرح معذور ہے۔

اگر کسی روزہ دار کے ساتھ اللہ نہ کرے، اس طرح کا واقعہ وحادثہ پیش آجائے، تو مذکورہ فقہائے کرام کے قول پر عمل کرتے ہوئے اس کو روزہ کا پورا کرلینا جائز ہے، کیونکہ احادیث میں جبر واکراہ سے کئے جانے والے کاموں کے بھول اور خطاء کی طرح درگذر ہونے کا ذکر آیا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر3...... بے ہوشی، یا سوتے میں روزہ فاسد کرنے والی چیز پائے جانے کا حکم

مسئلہ نمبر3...... اگر کسی کو روزہ کی حالت میں جنون، یا بے ہوشی طاری ہوجائے، یا کوئی سویا ہوا

---

[1] وشرط الشافعية والحنابلة وزفر من الحنفية أن يكون الصائم مختارا فيما يتناوله، من طعام أو شراب أو دواء ، فلو أوجر الماء ، أو صب الدواء في حلقه مكرها، لم يفسد صومه عندهم، لأنه لم يفعل ولم يقصد.

ولو أكره على الإفطار، فأكل أو شرب، فللشافعية قولان مشهوران في الفطر وعدمه.أصحهما :عدم الفطر، وعللوا عدم الإفطار بأن الحكم الذي ينبني على اختياره ساقط، لعدم وجود الاختيار .

ومذهب الحنابلة :أنه لا يفسد صومه قولا واحدا، وهو كالإيجار ، وذلك لحديث إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه فإنه عام .

ومذهب الحنفية والمالكية :أن الإكراه على الإفطار يفسد الصوم، ويستوجب القضاء ، وذلك لأن المراد من حديث إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان، وما استكرهوا عليه رفع الحكم، لتصحيح الكلام اقتضاء ، والمقتضى لا عموم له، والإثم مراد إجماعا، فلا تصح إرادة الحكم الآخر -وهو الدنيوي -بالفساد(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٨،ص ٣١،٣٢،مادة" صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

ہو، اوراس کواس حالت میں کوئی دوا کھلائی پلائی جائے، یا وہ بے ہوشی میں خودکوئی چیز کھا پی لے، یا کسی بے ہوش، یا سوئی ہوئی روزہ دار عورت سے صحبت کرلی جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد جاتا ہے۔

البتہ سوتے ہوئے احتلام ہوجائے، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے اگر مثلاً کوئی شخص رات کو منہ میں لقمہ، یا پان، یا نسوار وغیرہ رکھ کر سو گیا، اور طلوعِ فجر ہونے کے بعد نیند کی حالت میں اس کو نگل لیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ [1]

لیکن شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک سونے اور بے ہوشی کی حالت میں کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، جس طرح بھول کر کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] وكذلك إذا وجد في حلق النائم يفسد صومه لأنه نادر، وكذلك لو جومعت النائمة أو المجنون يفسد صومها بخلاف الناسية والناسي لأن هذا ليس في معناهما لأنه لا يكثر وجوده خصوصا في حالة الصوم(تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ا ص ٣٥٤، كتاب الصوم)

ومما ألحق بالمكره النائم إذا صب في حلقه ما يفطر، وكذا النائمة إذا جامعها زوجها، ولم تنتبه، وفي الفتاوى الظهيرية: ولو أن رجلا رمى إلى رجل حبة عنب فدخلت حلقه، وهو ذاكر لصومه يفسد صومه، وما عن نصير بن يحيى فيمن اغتسل ودخل الماء في حلقه لم يفسد اهـ(البحر الرائق، ج٢ص ٢٩٢، كتاب الصوم، با مايفسد الصوم ومالايفسده)

النائم إذا شرب فسد صومه، وليس هو كالناسي(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ٢٠٢، كتاب الصوم، الباب الرابع، النوع الرابع)

[2] فصل: وإن فعل شيئا من ذلك، وهو نائم، لم يفسد صومه؛ لأنه لا قصد له، ولا علم بالصوم، فهو أعذر من الناسي .وذكر أبو الخطاب .أن من فعل من هذا شيئا جاهلا بتحريمه، لم يفطر، ولم أره عن غيره .وقول النبي – صلى الله عليه وسلم –: أفطر الحاجم والمحجوم .في حق الرجلين اللذين رآهما يحجم أحدهما صاحبه، مع جهلهما بتحريمه، يدل على أن الجهل لا يعذر به، ولأنه نوع جهل، فلم يمنع الفطر، كالجهل بالوقت في حق من يأكل يظن أن الفجر لم يطلع، وقد كان طلع(المغني لابنِ قدامة الحنبلي ، ج٣ص ١٣١ ، كتاب الصيام ، فصل فعل شيئا من مفطرات الصيام وهو نائم)

ولو أغمي عليه فأوجر معالجة لم يفطر في الأصح، ولو صب في حلقه وهو نائم فكما لو أوجر قاله في الكافي (فإن) (أكره حتى أكل) أو شرب (أفطر في الأظهر) لأنه حصل من فعله لدفع الضرر عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 4......خطاء و غلطی سے مفسدِ روزہ چیز کے ارتکاب کا حکم

مسئلہ نمبر 4......اگر کسی شخص کو روزہ تو یاد تھا،اور مسئلہ بھی معلوم تھا کہ فلاں عمل کی وجہ سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے،پھر اس نے کوئی ایسا کام کرنا چاہا،جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا،لیکن خطاء و غلطی سے غیر ارادی طور پر ایسا کام سرزد ہوگیا،جس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے،تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہوجاتا ہے،ان کے نزدیک اس طرح کی خطاء و غلطی معاف نہیں۔

لیکن بعض فقہائے کرام کے نزدیک اگر اس نے اپنی طرف سے،زیادتی،وکوتاہی اختیار کی تھی،تو روزہ فاسد ہوگا،ورنہ نہیں،جیسا کہ کسی روزہ دار کو روزہ تو یاد تھا،پھر وضو،یا غسل کے دوران منہ،یا ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ برتے،جس کے نتیجہ میں پانی،پیٹ میں چلا جائے،تو روزہ فاسد ہوجائے گا،اور اگر معمول کے مطابق کلی کی،پھر پانی پیٹ میں چلا گیا،تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اسی طرح مثلاً عام معمول کے مطابق مسواک کرتے ہوئے اس کا کوئی ریشہ،یا جزء غیر ارادی طور پر پیٹ میں چلا گیا،یا مثلاً بارش میں گذرتے ہوئے غیر ارادی طور پر کچھ پانی پیٹ میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نفسه فأفطر به كما لو أكل لدفع المرض أو الجوع (قلت: الأظهر لا يفطر، والله أعلم)(نهاية المحتاج الى شرح المنهاج، ج٣ص ١٧٢، كتاب الصيام، فصل فى شرط الصوم)

وان فعل ذلک كله ناسيا لم يبطل صومه لما روى أبو هريرة رضى الله عنه إن النبى صلى الله عليه وسلم قال "من أكل ناسيا أو شرب ناسيا فلا يفطر فانما هو رزق رزقه الله "فنص على الاكل والشرب وقسنا عليه كل ما يبطل الصوم من الجماع وغيره وان فعل ذلک وهو جاهل بتحريمه لم يبطل صومه لانه يجهل تحريمه فهو كالناسى وان فعل ذلک به بغير اختياره بان اوجر الطعام فى حلقه مكرها لم يبطل صومه وان شد امرأته ووطئها وهى مكرهة لم يبطل صومها وان استدخلت المرأة ذكر الرجل وهو نائم لم يبطل صومه لحديث ابى هريرة "ومن ذرعه القىء فلا قضاء عليه" فدل.

على ان كل ما حصل بغير اختياره لم يجب به القضاء ولان النبى صلى الله عليه وسلم اضاف أكل الناسى إلى الله تعالى واسقط به القضاء فدل على ان كل ما حصل بغير فعله لا يوجب القضاء (المجموع شرح المهذب، ج٦ ص ٣٢٣، كتاب الصيام)

چلا گیا، یا منہ میں تکلیف کی وجہ سے دوا لگائی، اور دواء کا کوئی جزء غیر ارادی طور پر پیٹ میں چلا گیا، تو اس طرح کے مواقع پر ضرورت کی بناء پر سرانجام دیئے جانے والے جائز کاموں کے کرنے کے دوران خطاء وغلطی سے کوئی چیز پیٹ میں چلی جائے، جبکہ اپنی طرف سے بے احتیاطی بھی نہیں کی تھی، تو مذکورہ حضرات کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ احادیث میں اس طرح کی خطاؤں کو اللہ کی طرف سے درگذر کیے جانے کا ذکر آیا ہے۔

اور یہی موقف ہمارے نزدیک راجح بھی ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر 5......لاعلمی وغلط فہمی میں روزہ فاسد کرنے والی اشیاء کے ارتکاب کا حکم

مسئلہ نمبر 5...... جو شخص نیا نیا مسلمان ہوا، اور اس کو روزہ کے مسائل کا علم نہیں، تو اس کا لاعلم ہونا تو عذر ہے، خاص طور پر جب وہ کافروں کے ملک میں ایسی جگہ ہو، جہاں اس کو دین کے احکام کا علم حاصل کرنے کا بھی ذریعہ نہ ہو، ایسا شخص اگر لاعلمی میں کسی ایسے فعل کا ارتکاب

---

۱ فقال الشافعية :يثبت رفع الحكم عاما فی الآخرة، وهو المؤاخذة بالعقاب، وفی الدنيا من حيث الصحة شرعا، عملا بعموم المقتضى كما لو نص عليه، ولهذا الأصل قالوا :لا يقع طلاق المكره والمخطء، ولا يفسد الصوم بالأكل مكرها أو مخطئا أو ناسيا.

وقال بعض الحنفية :إنما يرتفع به حكم الآخرة لا غير؛ لأن المقتضى لا عموم له، وحكم الآخرة وهو الإثم مراد بالإجماع، وبهذا القدر يصير مفيدا، فتزول الضرورة، فلا يتعدى إلى حكم آخر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳، ص ۱۱، ۱۲، مادة" عموم" حرف العين)

من كان ذاكرا للصوم فأفطر من غير قصد كما إذا تمضمض فدخل الماء فی حلقه فعند الحنفية والمالكية والشافعية فی قول :يبطل الصوم ويلزم القضاء دون الكفارة؛ لأن الخطأ عذر لا يغلب وجوده بخلاف النسيان فإنه عذر غالب؛ ولأن الوصول إلى الجوف مع التذكر فی الخطأ ليس إلا لتقصير فی الاحتراز فيناسب الفساد، إذ فيه نوع إضافة إليه بخلاف النسيان .

ومذهب الحنابلة وقول عند الشافعية :عدم البطلان مطلقا؛ لأنه وصل إلى جوفه بغير اختياره فلم يبطل صومه كغبار الطريق وغربلة الدقيق والذباب .

والصحيح عند الشافعية أنه إن بالغ أفطر وإلا فلا، لأن النبی صلى الله عليه وسلم قال للقيط بن صبرة بالغ فی الاستنشاق إلا أن تكون صائما فنهاه عن المبالغة، فلو لم يكن وصول الماء فی المبالغة يبطل صومه لم يكن للنهی عن المبالغة معنى، ولأن المبالغ منهی عنها فی الصوم، وما تولد من سبب منهی عنه فهو كالمباشرة، والدليل عليه أنه إذا جرح إنسانا فمات جعل كأنه باشر قتله(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۵۱، ۱۵۲، مادة" خطاء" حرف الخاء)

کر بیٹھے، جس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اور جو شخص ایسا نہ ہو، اور اس کو دین کے احکام کا علم حاصل کرنا ممکن ہو، لیکن وہ علم حاصل کرنے میں کوتاہی کرے، تو اس کو دینی احکام سے ناواقف ہونا، عذر نہیں ہے، اس لئے اگر روزہ یاد ہو، اور پھر وہ روزہ فاسد کر دینے والی کسی چیز کا یہ سمجھ کر ارتکاب کرے کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، تو تب بھی اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

البتہ بعض صورتوں میں روزہ کے کفارہ کے بجائے صرف قضاء کا حکم ہوتا ہے۔ [1]

چنانچہ اگر کسی کو مثلاً یہ مسئلہ معلوم نہ ہو کہ احتلام ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور وہ احتلام ہونے کے بعد میں یہ سمجھ کر کھا پی لے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے، تو تب بھی اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ خود بخود قئے آنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، پھر اس کو قئے آئی، اور اس نے یہ سمجھا کہ روزہ فاسد ہو گیا، اور پھر اس نے کھا پی لیا، تو بھی اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

---

[1] الجهل :عدم العلم بما من شأنه أن يعلم.
فالجمهور من الحنفية والشافعية، وهو مشهور مذهب المالكية، على إعذار حديث العهد بالإسلام، إذا جهل الصوم فى رمضان.
قال الحنفية :يعذر من أسلم بدار الحرب فلم يصم، ولم يصل، ولم يزك بجهله بالشرائع مدة جهله؛ لأن الخطاب إنما يلزم بالعلم به أو بدليله، ولم يوجد، إذ لا دليل عنده على فرض الصلاة والصوم .
وقال الشافعية :لو جهل تحريم الطعام أو الوطء ، بأن كان قريب عهد بالإسلام، أو نشأ بعيدا عن العلماء ، لم يفطر، كما لو غلب عليه القيء .
والمعتمد عند المالكية :أن الجاهل بأحكام الصيام لا كفارة عليه، وليس هو كالعامد.
وقسم الدسوقى الجاهل إلى ثلاثة :فجاهل حرمة الوطء ، وجاهل رمضان، لا كفارة عليهما، وجاهل وجوب الكفارة -مع علمه بحرمة الفعل -تلزمه الكفارة .
وأطلق الحنابلة وجوب الكفارة، كما قرر بعض من المالكية، وصرحوا بالتسوية بين العامد والجاهل والمكره والساهى والمخطء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٤٤، مادة" صوم" حرف الصاد)

یا کسی نے سرمہ لگانے، یا آنکھ میں دوا ڈالنے، یا خون نکلنے، یا مذی نکلنے پر یہ سمجھا کہ روزہ فاسد ہوگیا، اور پھر اس نے کچھ کھا، پی لیا، تو بھی اس کا روزہ فاسد ہوجائے گا۔

البتہ بعض حضرات کے نزدیک ان میں سے بعض صورتوں میں قضاء، اور بعض کے نزدیک قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا۔

البتہ جن چیزوں سے روزہ فاسد ہونے، نہ ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، وہ اجتہادی مسائل کہلاتے ہیں، جن میں سے کسی قول پر عمل کرنے والے پر ملامت نہیں کی جا سکتی۔ [1]

---

[1] ومن ظن أو اشتبه فى الفطر، كمن أكل ناسيا فظن أنه أفطر، فأكل عامدا، فإنه لا تجب عليه الكفارة، لقيام الشبهة الشرعية .

والقضاء هو ظاهر الرواية عند الحنفية وهو الأصح .

أما لو فعل ما لا يظن به الفطر، كالفصد والحجامة والاكتحال واللمس والتقبيل بشهوة ونحو ذلك، فظن أنه أفطر بذلك، فأكل عمدا، فإنه يقضى فى تلك الصور ويكفر لأنه ظن فى غير محله.

فلو كان ظنه فى محله فلا كفارة، كما لو أفتاه مفت -يعتمد على قوله ويؤخذ بفتواه فى البلد- بالإفطار فى الحجامة فأكل عامدا، بعدما احتجم لا يكفر .

والمالكية قسموا الظن فى الفطر إلى قسمين:

أ -تأويل قريب :وهو الذى يستند فيه المفطر إلى أمر موجود، يعذر به شرعا، فلا كفارة عليه، كما فى هذه الصور:

-لو أفطر ناسيا، فظن لفساد صومه إباحة الفطر، فأفطر ثانيا عامدا، فلا كفارة عليه.

أو لزمه الغسل ليلا لجنابة أو حيض، ولم يغتسل إلا بعد الفجر، فظن الإباحة، فأفطر عمدا.

أو تسحر قرب الفجر، فظن بطلان صومه، فأفطر.

أو قدم المسافر ليلا، فظن أنه لا يلزمه صوم صبيحة قدومه، فأفطر مستندا إلى هذا التأويل، لا تلزمه الكفارة.

أو سافر دون مسافة القصر، فظن إباحة الفطر فبيت الفطر، فلا كفارة عليه.

أو رأى هلال شوال نهارا، يوم ثلاثين من رمضان، فاعتقد أنه يوم عيد، فأفطر.

فهؤلاء إذا ظنوا إباحة الفطر فأفطروا، فعليهم القضاء ولا كفارة عليهم، وإن علموا الحرمة، أو شكوا فيها فعليهم الكفارة.

ب -تأويل بعيد :وهو المستند فيه إلى أمر معدوم أو موجود، لكنه لم يعذر به شرعا، فلا ينفعه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 6...... غلطی سے وقت کے بعد سحری، یا وقت سے پہلے افطاری کا حکم

مسئلہ نمبر 6...... اگر کسی نے سحری کا وقت سمجھ کر طلوعِ فجر ہو جانے کے بعد کچھ کھایا پیا، یا سورج غروب ہونے سے پہلے یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہو گیا ہے، افطار کرلیا، تو اس کا روزہ درست نہیں ہوگا، اوراس کواس روزہ کی قضاء کرنا ضروری ہوگا، اگرچہ غلط فہمی کی وجہ سے وہ گناہ گار نہیں ہوگا، اس لئے سحری وافطاری کے وقت انتہائے سحر اور وقتِ افطار کی طرف اچھی طرح توجہ ضروری ہے، ورنہ ذرا سی غفلت ولاپرواہی سے پورے دن کی محنت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعرفه الأبى بأنه :ما لم يستند لموجود غالبا ، مثال ذلک:
من رأى هلال رمضان، فشهد عند حاكم، فرد ولم يقبل لمانع، فظن إباحة الفطر، فأفطر، فعليه الكفارة لبعد تأويله.
وقال أشهب :لا كفارة عليه لقرب تأويله لاستناده لموجود، وهو رد الحاكم شهادته.
والتحقيق :أنه استند لمعدوم، وهو أن اليوم ليس من رمضان، مع أنه منه برؤية عينه.
أو بيت الفطر وأصبح مفطرا، فى يوم لحمى تأتيه فيه عادة، ثم حم فى ذلک اليوم، وأولى إن لم يحم.
أو بيتت الفطر امرأة لحيض اعتادته فى يومها، ثم حصل الحيض بعد فطرها، وأولى إن لم يحصل.
أو أفطر لحجامة فعلها بغيره، أو فعلت به، فظن الإباحة، فإنه يكفر .لكن قال الدردير :المعتمد فى هذا عدم الكفارة، لأنه من القريب، لاستناده لموجود، وهو قوله عليه الصلاة والسلام :أفطر الحاجم والمحجوم .
أو اغتاب شخصا فى نهار رمضان، فظن إباحة الفطر فأفطر، فعليه الكفارة .
ونص الشافعية على أن من جامع عامدا، بعد الأكل ناسيا، وظن أنه أفطر به، لا كفارة عليه، وإن كان الأصح بطلان صومه بالجماع، لأنه جامع وهو يعتقد أنه غير صائم، فلم يأثم به، لذلک قيل :لا يبطل صومه، وبطلانه مقيس على من ظن الليل وقت الجماع، فبان خلافه.
وعند القاضى أبى الطيب، أنه يحتمل أن تجب به الكفارة، لأن هذا الظن لا يبيح الوطء .
وأما لو قال :علمت تحريمه، وجهلت وجوب الكفارة، لزمته الكفارة بلا خلاف .
ونص الحنابلة على أنه لو جامع فى يوم رأى الهلال فى ليلته، وردت شهادته لفسقه أو غيره، فعليه القضاء والكفارة، لأنه أفطر يوما من رمضان بجماع، فلزمته كما لو قبلت شهادته.
وإذا لم يعلم برؤية الهلال إلا بعد طلوع الفجر، أو نسى النية، أو أكل عامدا، ثم جامع تجب عليه الكفارة، لهتكه حرمة الزمن به، ولأنها تجب على المستديم للوطء ، ولا صوم هناک، فكذا هنا
(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۴۲ ، الى ۴۴، مادة" صوم" حرف الصاد)

رائیگاں جانے کا اندیشہ ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] لو أكل الصائم أو جامع باجتهاد يظن أو يعتقد أن الوقت ليل فبان خلاف ذلک، فقد ذهب الحنفية والمالكية، والشافعية والحنابلة فى غير الجماع على تفصيل سيأتى إلى أنه لو تسحر على ظن أن الفجر لم يطلع فإذا هو طالع، أو أفطر على ظن أن الشمس قد غربت فإذا هى لم تغرب، وكذا لو جامع ظانا بقاء الليل فبان خلاف ظنه وجب عليه القضاء ولا كفارة عليه؛ لأنه لم يفطر متعمدا بل مخطئا، ووجهوا قولهم بأن القضاء يثبت بمطلق الإفساد سواء كان صورة ومعنى، أو صورة لا معنى، أو معنى لا صورة، وسواء كان عمدا أو خطأ، وسواء كان بعذر أو بغير عذر؛ لأن القضاء يجب جبرا للفائت فيستدعى فوات الصوم لا غير، والفوات يحصل بمطلق الإفساد فتقع الحاجة إلى الجبر بالقضاء ليقوم مقام الفائت فينجبر معنى، وأما الكفارة فيتعلق وجوبها بإفساد مخصوص وهو الإفطار الكامل بوجود الأكل أو الشرب أو الجماع صورة ومعنى متعمدا من غير عذر مبيح ولا مرخص ولا شبهة الإباحة .

أما الجماع بلا عذر فى نهار رمضان فقد قال الحنابلة :عليه القضاء والكفارة عامدا كان أو ساهيا أو جاهلا أو مخطئا، مختارا أو مكرها، لحديث أبى هريرة المتفق عليه أن رجلا جاء إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله هلكت :قال ما لک :قال :وقعت على امرأتى وأنا صائم .

قال البعلى :وحكى صاحب الرعاية رواية :لا قضاء على من جامع يعتقده ليلا فبان نهارا واختاره ابن تيمية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۵۲، ۱۵۳، مادة" خطاء" حرف الخاء)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 12)

روزہ میں غیبت، جھوٹ اور دوسرے گناہوں کا حکم

روزہ میں غیبت کرنے ،جھوٹ بولنے اور دوسرے گناہوں سے بھی بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

سورہ بقرہ کا حوالہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں روزے کی فرضیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ:

"لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ"(سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۳)

ترجمہ: تاکہ تم متقی بن جاؤ(سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کو حاصل کرنے میں روزے کا بڑا دخل ہے، کیونکہ روزہ سے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ایک ملکہ پیدا ہوتا ہے، وہی تقوے کی بنیاد ہے، روزے رکھنے سے نفس کے تقاضوں پر زَد پڑتی ہے اور شہوانی قوتوں میں ضعف آتا ہے اور تقویٰ صغیرہ وکبیرہ ظاہرہ اور باطنہ گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔

ایک مہینہ دن میں کھانے پینے اور جنسی تعلقات کے تقاضوں پر عمل کرنے سے اگر باز رہے، تو باطن کے اندر ایک نِکھار اور نفس کے اندر سُدھار پیدا ہوجاتا ہے۔

اگر کوئی شخص روزے اُن احکام وآداب کی روشنی میں رکھ لے، جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں تو واقعتاً نفس کا تزکیہ ہوجاتا ہے۔

جو گناہ انسان سے سرزد ہوتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ دو چیزیں گناہ کا باعث بنتی ہیں۔ ایک منہ اور دوسری شرمگاہ۔

چند احادیث وروایات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ: تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۰۰۴، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق، سنن ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۴۲۴۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جنت میں لوگوں کا زیادہ کس وجہ سے داخلہ ہوگا؟ تو فرمایا کہ اللہ کے تقویٰ اور حسنِ خلق کی وجہ سے۔

پھر سوال کیا گیا کہ لوگ جہنم میں زیادہ کس وجہ سے داخل ہوں گے؟ تو فرمایا کہ منہ اور شرم گاہ کی وجہ سے (ترمذی، ابنِ ماجہ)

روزہ میں منہ اور شرمگاہ دونوں پر پابندی ہوتی ہے، اور مذکورہ دونوں راہوں سے جو گناہ ہو سکتے ہیں، روزہ ان سے باز رکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۹۰۳، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور، والعمل به فی الصوم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں (بخاری)

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث صحيح غريب وعبد الله بن إدريس هو ابن يزيد بن عبد الرحمن الأودی.

قال شعیب الارنؤوط: اسناده حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَحْدَهُ وَلٰكِنَّهُ مِنَ الْكِذْبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ وَالْحَلْفِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۸۹۷۵، کتاب الصیام، باب ما یؤمر به الصائم من قلة الکلام وتوقی الکذب)

ترجمہ: روزہ صرف کھانے اور پینے سے بچنے کا نام نہیں، بلکہ جھوٹ، باطل، لغو باتوں اور جھوٹی قسموں سے بچنا بھی ضروری ہے (ابن ابی شیبہ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

أَلا إِنَّ الصِّيَامَ لَيْسَ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، وَلٰكِنْ مِنَ الْكِذْبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۳۳۷۲، الثالث والعشرون من شعب الإیمان "وهو باب فی الصیام "الصائم ینزه صیامه، عن اللغط والمشاتمة، وما لا یلیق به)

ترجمہ: خبردار! روزہ صرف کھانے اور پینے سے بچنے کا نام نہیں، بلکہ جھوٹ، باطل اور لغو باتوں سے بچنا بھی ضروری ہے (شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ روزہ میں صرف کھانے اور پینے سے بچنے ہی کا اہتمام کافی نہیں، بلکہ جھوٹ، باطل اور لغو باتوں سے بچنا بھی ضروری ہے، اور جو شخص روزہ رکھ کر گناہ کے کام خاص کر زبان کے گناہ، مثلاً جھوٹ، غیبت، بہتان، تہمت، گالی گلوچ، لعن طعن، جھوٹی گواہی اور قسم وغیرہ نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے روزہ کو شرفِ قبولیت عطاء نہیں فرماتا، کیونکہ اس قسم کی چیزیں تو

---

[1] عن أبی هریرة -رضی الله عنه- أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: (لیس الصیام من الطعام والشراب؛ إنما الصیام من اللغو والرفث (الترغیب والترهیب للاصبهانی، ج۳ص ۱۷۸، رقم الحدیث ۱۷۷۴، فصل فی الترهیب من قول الزور والغیبة والبهتان والشتم یوم الصوم)

www.idaraghufran.org

روزہ کے علاوہ بھی گناہ ہیں، اور روزہ رکھ کر گناہوں سے بچنا، زیادہ ضروری ہے۔

معلوم ہوا کہ صرف کھانے پینے اور جنسی تعلقات کے چھوڑنے ہی سے روزہ کامل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے روزے کو فواحش ومنکرات اور گناہوں سے محفوظ رکھنا بھی لازم ہے، روزہ کی حالت میں ہو، اور آدمی بدکلامی، یا بدعملی کرے، یہ اس کو زیب نہیں دیتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ، وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ (صحيح البخاري، رقم الحديث ۱۸۹۴، كتاب الصوم، باب فضل الصوم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال (یعنی گناہ اور عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ) ہے، پس روزہ دار نہ تو بے شرمی کی بات کرے، اور نہ جہالت کی، اور اگر کوئی آدمی اس سے لڑے جھگڑے، یا گالی گلوچ کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ دو مرتبہ یہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں (بخاری)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ، فَلَا يَرْفُثْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَسْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۱۵۱ "۱۶۳" كتاب الصيام، باب فضل الصيام)

ترجمہ: اور روزہ ڈھال (یعنی گناہ اور عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ) ہے، اور جب تم میں سے کسی کا کسی دن روزہ ہو، تو گندی باتیں نہ کرے، شور نہ مچائے، اگر کوئی شخص گالی گلوچ، یا لڑائی جھگڑا کرنے لگے، تو (اس کو گالی گلوچ سے جواب نہ دے بلکہ) یوں کہہ دے کہ میں روزہ دار آدمی ہوں (اور گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا میرا کام نہیں) (مسلم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ الصِّیَامُ مِنَ الْأَکْلِ وَالشُّرْبِ، إِنَّمَا الصِّیَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، فَإِنْ سَابَّکَ أَحَدٌ أَوْ جَهِلَ عَلَیْکَ فَلْتَقُلْ: إِنِّیْ صَائِمٌ، إِنِّیْ صَائِمٌ (صحیح ابنِ خزیمۃ، رقم الحدیث ۱۹۹۶، کتاب الصیام، باب النہی عن اللغو فی الصیام) [1]

ترجمہ: روزہ (درحقیقت صرف) کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں، بلکہ روزہ بے ہودہ اور شہوت پرستی والی باتوں سے رکنے کا نام ہے، لہٰذا اگر آپ کو (روزہ کی حالت میں) کوئی گالی دے، یا کوئی جہالت والی حرکت کرے، تو آپ کو چاہیئے کہ یہ کہہ دو کہ میں روزہ سے ہوں، میں روزہ سے ہوں (ابنِ خزیمہ)

مطلب یہ ہے کہ روزہ دار خود سے بے ہودہ اور شہوت پرستی والی باتوں سے بچنے کا اہتمام کرے، اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ ایسی حرکت کرے کہ جس کے نتیجہ میں بے ہودہ، یا شہوت پرستی والی حرکت، مثلاً گالی گلوچ، بدنظری، زنا وغیرہ کی نوبت آئے، تو وہ اس سے یہ کہہ کر اعراض کرے کہ میں روزہ سے ہوں، اور روزہ دار کو اس طرح کی حرکات زیب نہیں دیتیں۔

بعض روزہ دار، روزہ کی حالت میں بڑی بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں، ذرا ذرا سی بات پر بیوی سے لڑنا، بچوں کو پیٹنا، ملازمین کو ڈانٹنا غرضیکہ ان کا روزہ رکھنا، دوسروں کے لئے ایک آفتِ ناگہانی بن جاتا ہے، یہ بڑی معیوب بات ہے۔

بعض لوگ لڑتے جھگڑتے تو نہیں، لیکن گرمی اور بھوک و پیاس ہی کا شکوہ شکایت کرتے رہتے ہیں، جب ان سے ملو، ان کے پاس یہی قصہ ملتا ہے اور بعض لوگ اس سے بھی کچھ زیادہ ہی ہائے ہوئی کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں، یہ سب بے صبری کی باتیں ہیں، جن سے

---

[1] قال الأعظمی: إسنادہ صحیح (تعلیق صحیح ابنِ خزیمۃ)

www.idaraghufran.org

روزہ دار کو بچنا چاہئے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُسَابَّ وَأَنْتَ صَائِمٌ، فَإِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ فَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، وَإِنْ كُنْتَ قَائِمًا فَاجْلِسْ (صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ١٩٩٤، كتاب الصيام، باب الأمر بالجلوس إذا شتم الصائم وهو قائم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ کی حالت میں گالی گلوچ نہ کرو اور اگر کوئی تمہارے ساتھ گالی گلوچ کرے، تو آپ کہہ دو کہ میں روزہ سے ہوں اور اگر آپ کھڑے ہوئے ہوں، تو بیٹھ جائیں (تاکہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے) (ابنِ خزیمہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ، إِلَّا الْجُوْعُ، وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ، إِلَّا السَّهَرُ (ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٦٩٠، ابواب الصيام، باب ما جاء فى الغيبة والرفث للصائم) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جن کے لئے بھوک کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں کہ جن کے لئے جاگنے کے سوا کچھ نہیں (ابنِ ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ روزہ اور تہجد جیسے اعمال میں اگر کوتاہی کی جائے، خواہ نیت کے اعتبار سے (مثلاً ریاکاری شامل کر کے) یا عمل کے اعتبار سے (مثلاً گناہ اور لغویات شامل کر کے) تو

---

[1] (ليس الصيام) فى الحقيقة (من الأكل والشرب) وجميع المفطرات (إنما الصيام) المعتبر الكامل الفاضل (من اللغو) قول الباطل واختلاط الكلام (والرفث) الفحش فى المنطق والتصريح بما يكنى عنه من ذكر النكاح حول المعنى فيه من الظاهر إلى الباطن على وزان ما سبق (فإن سابك أحد أو جهل عليك فقل) بلسانك أو بقلبك وبهما أولى على ما مر (إني صائم إني صائم) أى يكرر ذلك كذلك (فيض القدير للمناوى، ج٥ ص٣٥٨، تحت رقم الحديث ٧٥٧٨، حرف اللام)

[2] قال الأعظمى: إسناده صحيح (تعليق صحيح ابنِ خزيمة)

[3] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

ایسی صورت میں ظاہری مشقت ومجاہدہ تو ہوجاتا ہے، لیکن اس عمل کی اصل فضیلت اور قبولیت سے محرومی ہوتی ہے۔ [1]

بعض لوگ اور خاص کر کئی عورتیں مختلف قسم کے گناہوں کوتو چھوڑتی نہیں، اوراس کے بجائے ایک اور خرابی میں مبتلا ہوتی ہیں، وہ یہ ہے کہ روزہ میں بالکل بات چیت کرنے کو منع اور گناہ سمجھتی ہیں، بلکہ بعض عورتیں توروزہ ہی خاموشی کا رکھتی ہیں، یعنی دن بھر کسی سے بات چیت نہیں کرتیں۔

حالانکہ اسلام سے پہلے تو یہ طریقہ عبادت میں داخل تھا کہ نہ بولنے کا روزہ رکھے، صبح سے رات تک کسی سے کلام نہ کرے۔

جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًافَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (سورة مريم ، رقم الآية ٢٦)

ترجمہ: بے شک میں نے نذر مانی ہے رحمٰن کے لئے روزے کی، لہٰذا ہر گز نہیں کلام کروں گی میں، آج کسی انسان سے (سورہ مریم)

مگر اسلام نے اس طرح روزہ رکھنے کے حکم کو منسوخ اور ختم کردیا اور یہ لازم کردیا کہ روزے میں صرف بُرے کلام، گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے پرہیز کیا جائے۔

حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ عَلٰی اِمْرَاَۃٍ مِّنْ اَحْمَسَ ،یُقَالُ لَھَازَیْنَبُ ،فَرَاٰھَا لَا تُکَلِّمُ، فَقَالَ :مَالَھَالَا تُکَلِّمُ ؟قَالُوْا: حَجَّتْ مُصْمِتَۃً، فَقَالَ لَھَا تَکَلِّمِیْ! فَاِنَّ ھٰذَالَایَحِلُّ؛ ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاھِلِیَّۃِ ،فَتَکَلَّمَتْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٨٣٤، كتاب المناقب، باب ايام الجاهلية)

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قبیلۂ احمس کی ایک عورت کی طرف تشریف

---

[1] (رب صائم ليس له من صيامه إلا الجوع) قال الغزالی :قيل هو الذى يفطر على حرام أو من يفطر على لحوم الناس بالغيبة أو من لا يحفظ جوارحه عن الآثام (ورب قائم) أى متهجد فى الأسحار (ليس له من قيامه إلا السهر) كالصلاة فى الدار المغصوبة وأداها بغير جماعة لغير عذر فإنها تسقط القضاء ولا يترتب عليها الثواب ذكره الطيبى(فيض القدير للمناوی، ج٤ص١٦ ، تحت رقم الحديث ٤٤٠٤، حرف الراء)

لائے، جسے زینب کہا جاتا تھا، آپ کو معلوم ہوا کہ وہ کسی سے کوئی بات نہیں کرتی؟ آپ نے معلوم کیا کہ اس کو کیا ہوگیا کہ بات نہیں کرتی؟ لوگوں نے بتلایا کہ اس نے خاموش رہنے کا ارادہ کیا ہوا ہے (یہ نیت کی ہے کہ وہ کسی سے بات نہیں کرے گی) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ کلام کیا کرو! کیونکہ ایسا کرنا (یعنی بات چیت چھوڑ دینا) حلال نہیں، یہ تو زمانۂ جاہلیت کا عمل ہے، اس کے بعد اس عورت نے کلام کرنا شروع کر دیا (بخاری)

اس قسم کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں روزہ بولنے اور بات چیت کرنے سے بچنے اور خاموش رہنے کا نام نہیں، البتہ روزہ دار کو کھانے پینے اور جماع کے علاوہ دوسرے گناہوں اور خاص کر زبان کے گناہوں سے بچنا چاہئے، روزہ کا کامل ثواب اور پوری قبولیت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے، ورنہ گناہ کرنے کی صورت میں اگرچہ روزہ کا فریضہ تو ذمہ سے اتر جاتا ہے، مگر روزہ کے پورے فوائد وبرکات سے محرومی رہتی ہے۔

اسی قسم کی احادیث وروایات کے پیشِ نظر بعض مشائخ نے روزے کے چھ آداب بتلائے ہیں، جن پر عمل کر کے روزہ کے پورے فوائد اور فضائل کو حاصل کرنا ممکن وسہل ہوتا ہے۔ آگے ان کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(1)......روزہ میں نظر کی حفاظت

(1) نظر کی حفاظت:...... روزہ میں نظر کے گناہوں سے بچیں، بدنظری نہ کریں، نہ کسی پر شہوت پرستی کی نظر ڈالیں، نہ گناہوں اور بے شرمی و بے حیائی کے مناظر دیکھیں، نہ کسی پر بے جا تجسس کی نظر ڈالیں، نہ کسی کے مال اور جان پر ناحق نظر ڈالیں۔

(2)......روزہ میں زبان کی حفاظت

(2) زبان کی حفاظت:...... جھوٹ، غیبت، چغلی، فضول گفتگو، بدکلامی، گالی گلوچ، لعن و طعن، لڑنا جھگڑنا، غرور وتکبر، بے حیائی اور فحش باتوں سے اور دوسروں کا استہزاء کرنے سے، اور گانوں وغیرہ سے بچیں، غیبت سے خاص طور پر بچیں۔

(3)......روزہ میں کان کی حفاظت

(3) کان کی حفاظت:...... موسیقی، گانا بجانا، نامحرم عورتوں کی گفتگو، دوسروں کی غیبت سننے، فضول مجلسوں میں بیٹھ کرلوگوں کی فضول ولایعنی، بکواس سننے سے اپنے کانوں کو بچائیں۔

(4)......روزہ میں دیگر اعضاء کی حفاظت

(4) دیگر اعضاء کی حفاظت:...... ہاتھوں سے ناحق کسی کو مارنے، یا کسی طرح سے تکلیف دینے، نامحرم عورت کے بدن کو چھونے، قدموں سے، چوری، ڈاکہ ڈالنے، کسی پر ظلم وستم کرنے کے واسطے جانے، یا اور کسی گناہ کی طرف جانے اور پیٹ کو حرام وناجائز غذاء سے بچائے رکھنے کا پورا اہتمام کریں۔

(5)......شکم سیری سے حفاظت

(5) شکم سیری سے حفاظت:...... سحری وافطار کے وقت بہت زیادہ پیٹ نہ بھریں کہ چلنا پھرنا اور سانس لینا دوبھر ہوجائے (اگرچہ حلال مال سے ہو) کیونکہ ایسا کرنا روزہ کی حکمت کے خلاف ہے۔

ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ دن بھر جو کھانا پینا چھوڑا تھا، افطار کے وقت اس کی کمی کو ضرورت سے کہیں زیادہ پورا کرتے ہیں اور سحری میں دن بھر کی تیاری کے طور پر اتنا کھالیتے ہیں کہ بغیر رمضان اور روزہ کی حالت میں بھی عموماً اتنا نہیں کھاتے، جس کی وجہ سے دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی ہیں، جو حرام تو نہیں، لیکن روزہ کی حکمت اور فوائد کے خلاف ہے، اعتدال ہونا چاہئے۔

(6)......روزہ کی حفاظت

(6) روزہ کی حفاظت:...... روزہ رکھنے اور عبادت کرنے والوں کو روزہ توڑنے اور مکروہ کرنے والی چیزوں سے بچنے کے ساتھ روزہ کے بعد ڈرتے رہنا چاہئے کہ نامعلوم یہ روزہ قابلِ قبول ہے، یا نہیں؟

لہٰذا اخلاصِ نیت کے ساتھ روزہ اور دوسری عبادت وطاعت پر ناز اور تکبر ہرگز نہ کرے، بلکہ ڈرتا اور دعاء کرتا رہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے، آمین۔

(باب نمبر 5)

سحری کے فضائل واحکام

اللہ جل شانہٗ کا بہت بڑا انعام واحسان ہے کہ روزہ شروع کرنے سے پہلے کھانے، یعنی سحری کو امت کے لئے ثواب کی چیز بنادیا۔

روزہ کے لئے سحری کھانا سنت ہے، اگر کوئی سحری کے بغیر روزہ رکھ لے، یا کسی وجہ سے رات کو سونے سے پہلے ہی سحری کھالے، تو بھی روزہ رکھنا درست ہے، مگر افضل اور بہتر یہ ہے کہ سحری طلوعِ فجر، یعنی صبح صادق ہونے سے کچھ پہلے کھائی جائے۔

بہت سی احادیث میں سحری کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے۔

اور فقہائے کرام کا سحری کے سنت ومستحب ہونے پر اتفاق ہے۔ [1]

بہت سے لوگ سُستی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بعض لوگ عشاء کے بعد کھانا کھا کر سو جاتے ہیں اور پھر صبح تک نہیں اٹھتے، اور وہ سحری کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

لُغت میں سحری اس کھانے کو کہتے ہیں جو طلوعِ فجر، یعنی صبح صادق سے پہلے اور رات کے آخری حصہ میں کھایا جائے۔ [2]

---

[1] وقد نقل ابن المنذر الإجماع على ندبية السحور (فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۱۳۹، کتاب الصوم، باب برکة السحور من غير إيجاب)

فاتفق أصحابنا وغيرهم من العلماء على أن السحور سنة وأن تأخيره أفضل وعلى أن تعجيل الفطر سنة بعد تحقق غروب الشمس ودليل ذلک كله الأحاديث الصحيحة ولأن فيهما إعانة على الصوم ولأن فيهما مخالفة للكفار (المجموع شرح المهذب ج۶ ص ۳۶۰، کتاب الصيام، السحور فى الصوم)

[2] السحر، ويحرک ويضم: الرئة، ج: سحور وأسحار، وأثر دبرة البعير.

وانتفخ سحره ومساحره: عدا طوره، وجاوز قدره. وانقطع منه سحرى: يئست منه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سحری سے متعلق چند احادیث وروایات

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٩٦ "٤٦" باب فضل السحور وتأكيد استحبابه، واستحباب تأخيره وتعجيل الفطر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے روزوں اور اہلِ کتاب کے روزوں کے درمیان امتیاز کرنے والی چیز، سحری کا کھانا ہے (مسلم)

اہلِ کتاب کو رات میں سوجانے کے بعد کھانے پینے کی اجازت نہ تھی اور اسلام کے ابتدائی دور میں بھی یہی حکم تھا، بعد میں اِس امت کی آسانی اور اہلِ کتاب کی مخالفت کی غرض سے سورہ بقرہ کی آیت کے ذریعہ یہ حکم ختم کر دیا گیا اور طلوعِ فجر سے پہلے پہلے پوری رات کھانے پینے کی اجازت دے دی گئی، خواہ کوئی سوکر اٹھ کر کھائے، یا جاگ رہا ہو، پھر کھائے، ہر طرح جائز قرار دے دیا گیا۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَحَّرُوْا، فَإِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمقطعة السحور والأسحار، وقد تكسر الطاء: الأرنب. والسحور، كصبور: ما يتسحر به.

والسحر: قبيل الصبح، كالسحرى والسحرية (القاموس المحيط ص ٤٠٥، باب الراء، فصل السين)

وقت السحر وهو قبيل الصبح قال الزمخشري هو السدس الأخير من الليل (مرقاة المفاتيح، ج ٤ ص ١٦٨٣، كتاب اسماء الله تعالىٰ، باب الدعوات فى الاوقات)

وقت السحر وهو كما قال فى القاموس قبيل الصبح (ارشاد السارى، ج ٢، ص ١١، كتاب الاذان، باب أذان الأعمى إذا كان له من يخبره)

[1] وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٧)

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۹۲۳، کتاب الصوم، باب برکة السحور من غیر إیجاب؛ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۹۵ "۴۵")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھایا کرو! کیونکہ سحری میں برکت ہے (بخاری؛ مسلم)

برکت کے مفہوم میں ظاہری اور باطنی دنیوی اور اخروی کئی طرح کی خیر اور فائدے کی چیزیں داخل ہیں۔ [1]

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِغَدَاءِ السَّحَرِ، فَإِنَّهُ هُوَ الْغَدَاءُ الْمُبَارَكُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۱۹۲) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سحری کے کھانے کا اہتمام کیا کرو، کیونکہ وہ صبح کا مبارک کھانا ہے (مسند احمد)

سحری کو "صبح کا مبارک کھانا" اس لئے کہا گیا کہ یہ صبح کے ناشتے کے قائم مقام ہے۔ [3]

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (تسحروا) وهو تفعل من السحر وهو الأكل قبيل الصبح والأمر للندب إجماعا قال فى شرح الترمذى :أجمعوا على أن السحور مندوب لا واجب (فإن فى السحور بركة) قال العراقى :روى بفتح السين وضمها فبالضم الفعل وبالفتح ما يتسحر به والمراد بالبركة الأجر فيناسب الضم أو التقوى على الصوم فيناسب الفتح وللبركة فى السحور جهات كالتقوى والنشاط والانبساط ذكره بعضهم وقال الزين العراقى :البركة فيه محتملة لمعان منها أنه يبارك فى القليل منه بحيث يحصل به الإعانة على الصوم ويدل له قوله فى حديث ولو بلقمة وقوله فى الحديث الآتى ولو بالماء ويكون بالخاصية كما بورك فى الثريد والطعام الحار إذا برد ومنه أنه يراد نفى التبعة فيه بدليل حديث الديلمى ثلاثة لا يحاسب العبد عليها أكل السحور وما أفطر عليه وما أكل مع الإخوان ومنها أنه يراد بالبركة القوة على الصيام وغيره من أعمال النهار(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۳۲۹۱، ج۳، ص۲۴۳، حرف التاء)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن بشواهده(حاشية مسند احمد)

[3] والغداء مأكول الصباح وأطلق عليه لأنه يقوم مقامه وصحفه بعضهم وضبطه بالمعجمة وكسر أوله (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۳۸۸، كتاب الصوم، باب فى مسائل متفرقة)

www.idaraghufran.org

دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِلَی السَّحُوْرِ فِیْ رَمَضَانَ، فَقَالَ: ھَلُمَّ إِلَی الْغَدَاءِ الْمُبَارَکِ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۴۴، کتاب الصوم، باب من سمی السحور الغداء) [۱]

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھانے کے لئے بلایا اور فرمایا کہ آیئے! صبح کا مبارک کھانا کھایئے (ابوداؤد)

سحری کے کھانے کو مبارک کھانے کا نام دینا، سحری کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَتَسَحَّرُ، فَقَالَ: إِنَّ السَّحُوْرَ بَرَکَۃٌ أَعْطَاکُمُوْھَا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَدَعُوْھَا (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۱۴۲) [۲]

ترجمہ: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ سحری تناول فرما رہے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ بے شک سحری برکت کی چیز ہے، اللہ عزوجل نے یہ خاص چیز تم کو عطاء فرمائی ہے (تم سے پہلوں کو یہ عطاء نہیں کی گئی) لہٰذا اس کو نہ چھوڑو (مسند احمد)

سحری میں برکت کا ایک ظاہری اور عمومی پہلو تو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے روزہ دار کو قوت حاصل ہوتی ہے اور سحری کھا کر روزہ رکھنا، زیادہ آسانی کا باعث ہوتا ہے اور زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔

اور دوسرا ایمانی اور دینی پہلو یہ ہے کہ اگر سحری کھانے کا رواج نہ رہے، تو اس کا خطرہ ہے کہ عوام اسی کو شریعت کا حکم، یا کم از کم اولیٰ وافضل سمجھنے لگیں اور اس طرح شریعت کی مقرر کردہ حدود میں فرق پڑ جائے۔

---

[۱] قال شعیب الارنؤوط: حدیث حسن بشواھدہ (حاشیۃ سنن ابی داؤد)

[۲] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر صحابیہ (حاشیۃ مسند احمد)

www.idaraghufran.org

پہلی امتوں میں اسی طرح دین میں تحریفات ہوئی ہیں، تو سحری کی ایک برکت اور اس کا ایک بڑا دینی فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ اس قسم کی تحریفات سے حفاظت کا ذریعہ ہے، ان جیسی وجوہات کی بنا پر سحری اللہ کو محبوب اور اس کی رضا ومحبت کا باعث ہے۔ [1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلسُّحُوْرُ اُكُلُهُ بَرَكَةٌ فَلَا تَدَعُوْهُ وَلَوْ اَنْ يَّجْرَعَ اَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِّنْ مَّآءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلَآئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۰۸۶) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھانے میں برکت ہے، اسے ہرگز نہ چھوڑو، اگر کچھ نہیں، تو اس وقت تم میں سے کوئی پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے، کیونکہ سحری کھانے والوں پر اللہ عزوجل رحمت نازل فرماتا ہے، اور فرشتے ان کے لئے دعاء کرتے ہیں (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَحَّرُوْا وَلَوْ بِجَرْعَةٍ مِّنْ مَّاءٍ

(صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۳۴۷۶، کتاب الصوم، باب السحور) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھایا کرو، اگرچہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو (ابنِ حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] والأولى أن البركة فى السحور تحصل بجهات متعددة، وهى اتباع السنة، ومخالفة أهل الكتاب، والتقوى به على العبادة، والزيادة فى النشاط، ومدافعة سوء الخلق الذى يثيره الجوع، والتسبب بالصدقة على من يسأل إذ ذاك أو يجتمع معه على الأكل، والتسبب للذكر والدعاء وقت مظنة الإجابة، وتدارك نية الصوم لمن أغفلها قبل أن ينام(فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۱۴۰، كتاب الصوم،باب بركة السحور من غير إيجاب)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

[3] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ سَحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۳۴۵، كتاب الصوم، باب من سمى السحور الغداء) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی کھجور کی سحری کیا ہی اچھی ہے (ابوداؤد)

افراط وتفریط (یعنی حد سے آگے بڑھنا، یا حد سے کمی کرنا) ہر چیز میں نقصان دہ ہے۔

سحری میں نہ اتنا کم کھائے کہ عبادات میں کمزوری محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھائے کہ دن بھر بے چینی رہے، یا کھٹی ڈکاریں آتی رہیں۔

خود ان احادیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ اگر چہ چھوارے، کھجور، یا ایک گھونٹ پانی ہی سے سحری کر لی جائے۔

یہ مطلب نہیں کہ اس سے زیادہ کھانا منع ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر گنجائش نہ ہو، تو تھوڑا بہت ہی سہی۔

چھوارے، کھجور میں طاقت اور غذائیت بھی ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ غذاء بھی ہے اور پانی سے پیاس کی شدت میں کمی آتی ہے، اور جسم سے پانی کی کمی دور ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهٰى عَنِ الْوِصَالِ فِي الصِّيَامِ، وَيَأْمُرُ بِتَبْكِيْرِ الْإِفْطَارِ، وَتَأْخِيْرِ السَّحُوْرِ (مسند أبي يعلٰى الموصلي، رقم الحديث ۴۳۶۷، مسند عائشة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزوں میں وصال کرنے (یعنی درمیان میں سحری وافطاری کے بغیر ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملانے) سے منع فرماتے تھے،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داؤد)

[2] قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح (حاشية مسند ابی يعلٰى)

www.idaraghufran.org

اور افطار جلدی کرنے اور سحری تاخیر سے کھانے کا حکم فرماتے تھے (مسند ابی یعلیٰ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُوْرَنَا ، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا ، وَأَنْ نُمْسِکَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِيْ صَلَاتِنَا (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۱۷۷۰، ج۵ ص۶۷، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاہ) [1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے، کہ ہم سحری میں تاخیر کریں (یعنی رات کے آخری حصے میں صبح صادق ہونے سے پہلے سحری کھائیں) اور افطار میں (غروب ہوتے ہی) جلدی کریں، اور ہم نماز میں اپنے دائیں ہاتھوں سے بائیں ہاتھوں کو تھامیں (ابنِ حبان)

اسی قسم کی روایت حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ [2]

عمرو بن حریث سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ أَعْجَلَ النَّاسِ إِفْطَارًا، وَأَبْطَأَهُمْ سُحُوْرًا (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۰۲۵، کتاب الصیام، من کان یستحب تأخیر السحور)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام، دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ جلدی افطار کیا کرتے تھے، اور سب سے زیادہ تاخیر سے سحری

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم (حاشیة ابنِ حبان)

[2] عن أبی هريرة , قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمرنا معاشر الأنبياء أن نعجل إفطارنا ونؤخر سحورنا ونضرب بأيماننا على شمائلنا فی الصلاة (سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۱۰۹۶، باب فی أخذ الشمال باليمين فی الصلاة)

عن أبی الدرداء ، قال : ثلاث من أخلاق النبيين ؛ التبكير فی الإفطار ، والإبلاغ فی السحور ، ووضع اليمين على الشمال فی الصلاة (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۰۵۰، کتاب الصیام، فی تعجیل الافطار وماذکر فیه)

www.idaraghufran.org

کھایا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

عمرو بن میمون کی سند سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔ ؎1

ظاہر ہے کہ سحری دیر سے، یعنی رات کے آخری حصہ میں کھانے سے ہی اس کے تمام فوائد اور برکات حاصل ہوتے ہیں، لہٰذا شرعاً سحری دیر سے کھانے کو پسند کیا گیا۔

لیکن دیر کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اتنی تاخیر کردی جائے کہ سحری کا وقت ختم ہونے کا ہی اندیشہ ہونے لگے، بلکہ انتہائے سحر ہونے سے اتنی دیر پہلے سحری سے فراغت حاصل کر لینی چاہئے کہ اطمینان سے کلی وغیرہ کر لی جائے، کیونکہ سحری کا وقت طلوعِ فجر سے پہلے پہلے ہے۔ ؎2

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ بِلاَلًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۶۲۲، كتاب الأذان، باب الأذان قبل الفجر)

ترجمہ: حضرت بلال رات میں اذان دیتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کھاتے پیتے رہا کرو، جب تک ابنِ ام مکتوم اذان نہ دے دیں، کیونکہ وہ طلوعِ فجر ہونے پر اذان دیتے ہیں (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

؎1 عن الثورى، عن أبى إسحاق، عن عمرو بن ميمون الأودى قال: كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أسرع الناس إفطارا وأبطأه سحورا (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۷۵۹۱، كتاب الصيام، باب تعجيل الفطر)

؎2 (بكروا بالإفطار) أى تقدموا به وقدموه فى الوقت وقت الفطر قال الديلمى :والتبكير التقدم فى أول الوقت وإن لم يكن أول النهار (وأخروا السحور) أى أوقعوه آخر الليل ما لم يؤد إلى شك فى طلوع الفجر فإنه أعظم للأجر (فيض القدير للمناوى، ج۳ص۲۰۶، تحت رقم الحديث ۳۱۵۷، حرف الهمزة)

ومما يستفاد منه :استحباب التسحر وتأخيره إلى قريب طلوع الفجر (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج۵ ص۷۳، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت الفجر)

www.idaraghufran.org

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ، أَوْ قَالَ حَتّٰى تَسْمَعُوا أَذَانَ، اِبْنِ أُمِّ مَكْتُومَ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٦٥٦، كتاب الشهادات، باب شهادة الأعمى وأمره ونكاحه)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال، رات کے وقت میں اذان دیتے ہیں، پس تم کھاتے پیتے رہا کرو، جب تک ابنِ ام مکتوم اذان نہ دے دیں، یا جب تم ابنِ ام مکتوم کی اذان کو نہ سن لو (بخاری)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِّنْكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ، أَوْ قَالَ نِدَاءُ بِلَالٍ، مِنْ سَحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ، أَوْ قَالَ يُنَادِي، بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَيُوقِظَ نَائِمُكُمْ، وَقَالَ لَيْسَ أَنْ يَقُولَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا، وَصَوَّبَ يَدَهُ وَرَفَعَهَا، حَتّٰى يَقُولَ هٰكَذَا، وَفَرَّجَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٩٣ "٣٩" كتاب الصيام، باب بيان ان الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر وان له الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بلال کی منادی، یا اذان سحری کھانے سے نہ روکے، کیونکہ وہ تو رات کے وقت اذان دیتے، یا منادی کرتے ہیں، تاکہ تم میں سے عبادت کرنے والے لوٹیں، اور سونے والے جاگیں، اور فرمایا کہ (صبح) ایسے اور ویسے طریقے سے نہیں ہوتی، اور یہ کہتے وقت ہاتھ کو سیدھا کر کے اونچا اٹھا دیا (یعنی ہاتھ سے اوپر کی لمبائی کی طرف اشارہ کیا) یہاں تک کہ اس طرح نہ ہو، اور یہ کہتے وقت اپنی انگلیوں کو کھول دیا (یعنی انگلیوں سے چوڑائی اور پھیلاؤ کی طرف اشارہ کیا) (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال طلوعِ فجر سے پہلے رات کے وقت اذان دیا کرتے تھے،

www.idaraghufran.org

جس کا مقصد طلوعِ فجر اور سحری کے وقت کے ختم ہونے سے مطلع کرنا نہیں تھا، اور سحری کا وقت طلوعِ فجر پر ختم ہوتا ہے، خواہ اس سے پہلے اذان ہو، یا نہ ہو۔ ۱

سحری کے وقت نفل، دعاء واستغفار کی فضیلت

قرآن وسنت میں جس قیامُ اللیل اور تہجد کی فضیلت وترغیب بیان کی گئی ہے، اس کا وقت عشاء سے لے کر طلوعِ فجر کے درمیان ہے۔

لیکن رات کے آخری حصہ کی قبولیت ونورانیت زیادہ ہے۔ ۲

---

۱ عن عبد الله بن أبى بكر ؛ أنه قال: سمعت أبى يقول: كنا ننصرف فى رمضان، فنستعجل الخدم بالطعام، مخافة الفجر (الموطأ للامام مالک، رقم الحديث ۳۸۲، باب ما جاء فى قيام رمضان)

(وعن عبد الله بن أبى بكر) ، أى :ابن محمد بن عمرو بن حزم الأنصارى المدنى، أحد أعلام المدينة تابعى، قال أحمد :حديثه شفاء ، ذكره المؤلف .(قال :سمعت أبيا يقول :كنا ننصرف فى رمضان من القيام) ، أى :من قيام صلاة التراويح سمى بذلك ;لأنهم كانوا يطيلون القيام فيه، لا لما نقل عن الحليمى أنه لكونهم يفعلونها عقب القيام من النوم ;لأن أكثرهم كانوا يفعلونها قبل النوم .(فنستعجل الخدم) : بفتحتين، أى الخدام (بالطعام) ، أى :بتهيئته أو بإحضاره لنتسحر به، (مخافة) : علة الاستعجال (فوت السحور) : بالضم والفتح (وفى أخرى :مخافة الفجر) ، أى: اقترابه فيفوت السحور، فمآل الروايتين واحد فى المعنى، وإن اختلفتا فى المبنى (مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۷۳، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان)

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن وقت السحور ما بين نصف الليل الأخير إلى طلوع الفجر، وقال بعض الحنفية والشافعية :هو ما بين السدس الأخير وطلوع الفجر.

ويسن تأخير السحور عند جمهور الفقهاء ما لم يخش طلوع الفجر الثانى لقوله تعالى :(وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر) والمراد بالفجر فى الآية الفجر الثانى، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :لا يمنعنكم من سحوركم أذان بلال، ولا الفجر المستطيل ولكن الفجر المستطير فى الأفق ولقوله صلى الله عليه وسلم :لا تزال أمتى بخير ما أخروا السحور وعجلوا الفطر ولأن المقصود بالسحور التقوى على الصوم، وما كان أقرب إلى الفجر كان أعون على الصوم .ونقل الحطاب عن ابن شاس أن تأخير السحور مستحب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۲۴، ص ۲۷۰، ۲۷۱، مادة"سحور"حرف السين)

۲ أفضل أوقات التهجد جوف الليل الآخر لما روى عمرو بن عبسة قال :قلت :يا رسول الله : أى الليل أسمع؟ قال :جوف الليل الآخر فصل ما شئت(الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۴، ص۸۷، مادة "تهجد" حرف التاء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ يَقُوْلُ: مَنْ يَّدْعُوْنِيْ، فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ (صحيح البخارى، رقم الحديث ١١٤٥، ابواب التهجد، باب الدعاء فى الصلاة من آخر الليل، صحيح مسلم رقم الحديث ٧٥٨" ١٦٨")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزولِ رحمت فرماتا ہے، جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعاء کرے، تو میں اس کی دعاء قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے، تو میں اس کو عطاء کروں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے، تو میں اس کی مغفرت کروں (بخاری، مسلم)

حضرت عمرو بن عبسہ سُلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ، فَكُنْ (سنن الترمذى، رقم الحديث، ٣٥٧٩، ابواب الدعوات، باب بلاترجمة بعد باب فى دعاء الضيف) [1]

ترجمہ: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، پس اگر آپ اس وقت میں اللہ کو یاد کرنے والوں میں سے ہونے کی قدرت رکھتے ہوں، تو اس وقت میں اللہ کو یاد کرنے (اور نماز پڑھنے) والوں میں سے ہو جائیں (ترمذی)

---

[1] قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه.

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا کَانَ ثُلُثُ اللَّیْلِ الْبَاقِیُ، یَھْبِطُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا، ثُمَّ تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، ثُمَّ یَبْسُطُ یَدَہٗ، فَیَقُوْلُ: ھَلْ مِنْ سَائِلٍ یُعْطٰی سُؤْلَہٗ؟ فَلَا یَزَالُ کَذٰلِکَ، حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۳۶۷۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، تو اللہ عزوجل آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے، پھر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر اللہ عزوجل (بندوں کی طرف) اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے، اور فرماتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے، جس کی مانگی ہوئی چیز عطاء کی جائے، یہ سلسلہ فجر کے طلوع ہونے تک جاری رہتا ہے (مسند احمد)

اگرچہ تہجد رات کے کسی اور حصہ میں بھی جائز ہے، لیکن رات کے آخری حصہ کی فضیلت زیادہ ہے، اور رمضان میں رات کے آخری حصہ میں تہجد آسان ہو جاتی ہے، کیونکہ تہجد کے وقت سحری کھانے کے لئے تو اٹھتے ہی ہیں، اس میں صبح صادق، یعنی انتہائے سحر سے پہلے (سحری کھانے سے پہلے، یا بعد میں) جس قدر میسر ہو سکے، کم از کم دو، یا اس سے زیادہ جتنی چاہیں، نفلیں پڑھ لیا کریں، یا اس قبولیت کے وقت میں دعاء واستغفار کرلیا کریں، خواتین نماز معاف ہونے کی حالت میں بھی دعاء واستغفار اور ذکر کر کے اس وقت کی قبولیت سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

رمضان میں فجر کی جماعت جلدی اداء کرنا

رمضانُ المبارک میں طلوعِ فجر کے بعد دوسرے دنوں کے مقابلہ میں فجر کی نماز باجماعت

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر أبی الأحوص -وھو عوف بن مالک بن نضلة -فمن رجال مسلم(حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اس لئے جلدی پڑھنا، تاکہ زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہوسکیں، جائز بلکہ بہتر ہے۔

فقہ حنفی کی تحقیق کے مطابق اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ فجر کی نماز جلدی (اندھیرے میں) پڑھنے کے بجائے کچھ تاخیر سے (جب روشنی پھیل جائے) پڑھی جائے، جس میں زیادہ لوگوں کی شرکت آسان ہوتی ہے۔

اور مشاہدہ بتلاتا ہے کہ رمضانُ المبارک میں اگر فجر کی نماز جلدی پڑھی جائے، تو زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں اور عام دنوں کی طرح تاخیر سے پڑھی جائے، تو بہت سے لوگ ویسے ہی سوجاتے ہیں اوران کی نماز قضاء ہوجاتی ہے، یا جلدی بغیر جماعت کے نماز پڑھ کرسوجاتے ہیں۔

اس لئے طلوعِ فجر کے بعد لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے فجر کی نماز جلدی پڑھ لی جائے کہ سب کو جماعت سے نماز پڑھنے کی توفیق ہوجائے، تو بہتر اور افضل ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْااِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا، قَالَ: قَدْرَخَمْسِيْنَ اَوْسِتِّيْنَ، يَعْنِيْ آيَةً (صحيح البخاري،رقم الحديث ۵۷۵،كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت الفجر)

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری تناول کی، پھر فجر کی نماز اداء فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ سحری اور نماز کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ تو (حضرت زید بن ثابت نے فرمایا) کہ پچاس، ساٹھ آیات کے برابر (بخاری)

مطیر شیبانی سے روایت ہے کہ:

تَسَحَّرْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ، ثُمَّ خَرَجْنَا فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ (المعجم الكبير للطبراني، ج۹ ص ۳۱۴،رقم الحديث ۹۵۷۷،باب العين) [1]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۴۸۷۲،باب من السحور)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ سحری کھائی، پھر ہم نکلے، پھر نماز قائم کی گئی (طبرانی)

ابوعقیل سے روایت ہے کہ:

تَسَحَّرُت مَعَ عَلِيٍّ ، ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ أَنْ يُقِيمَ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۹۰۲۳، کتاب الصیام، من کان یستحب تأخیر السحور)

ترجمہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سحری کھائی، پھر علی رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم فرمایا (ابنِ ابی شیبہ)

قُرَّہ بن حَیَّان بن حارث سے روایت ہے کہ:

تَسَحَّرْنَا مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ السُّحُوْرِ،أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ،فَأَقَامَ الصَّلَاةَ (شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ۱۰۷۲، کتاب الصلاۃ، باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر أی وقت ہو ؟)

ترجمہ: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سحری کھائی، پھر سحری سے فارغ ہوکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو حکم دیا، پھر نماز پڑھی (شرح معانی الآثار)

اس طرح کی روایات دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی مروی ہیں۔[1] جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سحری تناول فرما کر طلوعِ فجر کے بعد جلدی فجر کی نماز اداء فرمائی تھی۔

پس رمضانُ المبارک میں طلوعِ فجر اور انتہائے سحر کے بعد جلد از جلد فجر کی نماز پڑھ لینا افضل ہے، مگر جماعت کے لیے اتنا وقت ضرور دینا چاہئے کہ سحری کھا کر استنجاء، وضو اور فجر کی دو سنتوں سے فراغت حاصل کرلیں۔

---

[1] حدثنا الفضل بن دكين ، قال : حدثنا الوليد بن جميع ، قال : حدثنا أبو الطفيل ؛ أنه تسحر في أهله في الجبانة ، ثم جاء إلى حذيفة وهو في دار الحارث بن أبي ربيعة فوجده ، فحلب له ناقة فناوله ، فقال : إني أريد الصوم ، فقال : وأنا أريد الصوم ، فشرب حذيفة ، وأخذ بيده فدفع إلى المسجد حين أقيمت الصلاة (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۹۰۲۸، کتاب الصیام، من کان یستحب تأخیر السحور)

www.idaraghufran.org

سحری سے متعلق قابلِ توجہ باتیں

اب سحری سے متعلق چند کوتاہیاں ذکر کی جاتی ہیں۔

(1)......دیر سے آنکھ کھلنے پر سحری کھانے کی غلط فہمی

(1)......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس شخص کی آنکھ دیر سے کھلی کہ فجر کی اذان ہو رہی تھی، یا اس کے بھی کچھ دیر بعد آنکھ کھلی، اور طلوعِ فجر ہو چکی تھی، تو اس کے لئے جلدی جلدی سحری کھا لینا جائز ہے۔

حالانکہ یہ غلط فہمی ہے، کیونکہ سحری کا وقت طلوعِ فجر سے پہلے ہے، اس کے بعد سحری کھانا جائز نہیں، خواہ اذان ہوئی ہو، یا نہ ہوئی ہو۔

بعض جگہ اذان، طلوعِ فجر سے پہلے، بعض جگہ طلوعِ فجر کے بعد اور بعض جگہ عین طلوعِ فجر کے وقت ہوتی ہے۔ [1]

(2)......بہت جلدی سحری کھانا

(2)......بعض لوگ آدھی رات سے سحری کھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔

اتنی جلدی سحری کھانا، شریعت کے منشاء اور سحری کے مقاصد کے خلاف ہے، اس سے بچنا چاہئے، ہاں کوئی معذوری و مجبوری ہو، تو علیحدہ بات ہے۔

(3)......سحری کھانے میں غیر ضروری تاخیر کرنا

(3)......بعض لوگ جو گھڑی گھنٹہ کے پابند ہوتے ہیں، وہ سحری کھانے میں اتنی تاخیر کرتے ہیں کہ بعض مرتبہ طلوعِ فجر کے بعد کھانے کا شبہ ہونے لگتا ہے۔

---

[1] من صور التقصير ما لو تسحر أو جامع، ظانا عدم طلوع الفجر، والحال أن الفجر طالع، فإنه يفطر ويجب عليه القضاء دون الكفارة، وهذا مذهب الحنفية، ومشهور مذهب المالكية، والصحيح من مذهب الشافعية، وهو المذهب عند الحنابلة، وذلک للشبهة، لأن الأصل بقاء الليل، والجناية قاصرة، وهى جناية عدم التثبت، لا جناية الإفطار، لأنه لم يقصده، ولهذا صرحوا بعدم الإثم عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۴۱، مادة"صوم "حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

یہ بے احتیاطی،اور روزہ کو شک وخطرہ میں ڈالنے والی بات ہے،مطلوبِ شرعی یہ ہے کہ سحری طلوعِ فجر سے بہت پہلے نہ کھائی جائے اور نہ ہی اتنی تاخیر کی جائے کہ طلوعِ فجر ہونے کا گمان ہونے لگے، بلکہ جب طلوعِ فجر کا وقت قریب ہو،اس وقت کھایا پیا جائے،اور طلوعِ فجر سے پہلے اطمینان کے ساتھ فارغ ہوجائیں۔ [1]

(4)......سحری کھانے کے بعد دیر تک سگریٹ، چائے وغیرہ میں مشغولی

(4)...... بعض لوگ سحری تو مناسب وقت پر کھاتے ہیں، لیکن پھر خواہ مخواہ پان ، نسوار، سگریٹ، چائے ،قہوہ نوشی وغیرہ میں اتنی دیر لگادیتے ہیں کہ طلوعِ فجر ہونے کے شبہ کی وجہ سے روزہ خطرہ میں پڑجاتا ہے۔

اس طرح کی بے احتیاطی سے بھی بچنا چاہیے۔

(5)...... پان،نسوار وغیرہ منہ میں دبا کر سوجانے کی کوتاہی

(5)......بعض لوگ پان،نسوار وغیرہ منہ میں دبا کر سورہتے ہیں،اور اسی حال میں صبح ہوجاتی ہے،یہ سنگین کوتاہی ہے۔

اس سے روزہ خطرہ میں پڑجاتا ہے۔ [2]

(6)......سحری کے بعد فجر کی نماز پڑھے بغیر سوجانے کی کوتاہی

(6)......بعض لوگ سحری کھانے کے لئے تو اٹھتے ہیں، لیکن فجر کی نماز پڑھے بغیر سحری کھا کر

---

[1] إذا شک الصائم فی طلوع الفجر فالمستحب ألا یأکل لاحتمال أن یکون الفجر قد طلع، فیکون الأکل إفسادا للصوم ولذلک کان مدعوا للأخذ بالأحوط لقوله صلی الله علیه وسلم :دع ما یریبک إلی ما لا یریبک . ولو أکل وهو شاک، فلا قضاء علیه عند الحنفیة والشافعیة والحنابلة؛ لأن فساد الصوم محل شک والأصل استصحاب اللیل حتی یثبت النهار وهذا لا یثبت بالشک.وقال المالکیة :من أکل شاکا فی الفجر فعلیه القضاء مع الحرمة رغم أن الأصل بقاء اللیل، هذا بالنسبة لصوم الفرض، أما صوم النفل فقد سوی بعضهم بینه وبین الفرض فی القضاء والحرمة وفرق بینهما جماعة فی الحرمة حیث قالوا بالکراهیة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٢٦، ص١٩٧، مادة"شک "حرف الشین)

[2] اتفق الفقهاء علی أنه إذا طلع الفجر وفی فیه طعام أو شراب فلیلفظه، ویصح صومه .فإن ابتلعه أفطر(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٢٨، ص٦٧، مادة"صوم "حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

فوراً سو جاتے ہیں، اس طرح رمضان میں بھی ان کی فجر کی نماز قضاء ہو جاتی ہے۔
یاد رکھئے! اس طرح سحری کی سنت اداء کر کے فجر کے فرضوں کو قضاء کرنا جائز نہیں۔

(7)......سحری کے بعد جماعت کی نماز چھوڑ کر سو جانے کی کوتاہی

(7)......بعض لوگ فجر کی نماز قضاء تو نہیں کرتے، لیکن فجر کی جماعت چھوڑ دیتے ہیں اور جلدی سے گھر ہی میں فجر کی نماز پڑھ کر سو رہتے ہیں۔
جب تک کوئی عذر نہ ہو، اس طرزِ عمل سے بھی بچنا چاہئے۔

(8)......غسل واجب ہونے کی حالت میں سحری کھانے کو ممنوع سمجھنا

(8)......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی پر طلوعِ فجر سے پہلے غسل واجب ہو، یا صبح صادق سے پہلے عورت کو حیض و نفاس آنا بند ہوا ہو، تو یہ غسل سے پہلے سحری نہیں کھا سکتے۔
لہٰذا اگر کسی کی دیر سے آنکھ کھلی اور غسل کرنے اور سحری کھانے کا وقت نہیں، تو پریشان ہوتے ہیں اور بعض تو روزہ ہی چھوڑ دیتے ہیں، یا بغیر سحری کے روزہ رکھ کر تکلیف اٹھاتے ہیں۔
حالانکہ سحری اس حالت میں بھی کھانا جائز ہے، اگر وقت تھوڑا ہو، تو سحری کھالیں اور اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھیں، اس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی،، البتہ کھانے سے پہلے کلی، یا وضو کرلیں، تو بہتر ہے۔

(9)......اذان ہونے، یا تاخیر تک سحری کھاتے رہنے کی خطرناک غلطی

(9)......آج کل بہت سی جگہ اذان طلوعِ فجر ہونے سے پہلے ہی دے دی جاتی ہے اور بعض جگہ طلوعِ فجر ہونے کے کچھ دیر بعد دی جاتی ہے اور بعض جگہ جنتری میں وقت دیکھ کر ٹھیک طلوعِ فجر ہونے پر فوراً دے دی جاتی ہے اور اس طرح کافی وقت تک مختلف مسجدوں میں اذانوں کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔
دوسری طرف عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ پہلی اذان کی آواز کان میں پڑتے ہی سحری کھانا چھوڑ دینا چاہئے، خواہ وہ اذان طلوعِ فجر سے پہلے ہو رہی ہو، یا اس کے بعد ہو رہی ہو، یا ٹھیک

طلوعِ فجر کے وقت پر ہورہی ہو، اور بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک اذانوں کا سلسلہ چلتا رہے، اس وقت تک سحری کھانا جائز رہتا ہے، خواہ اذان طلوعِ فجر ہوچکنے کے کتنی ہی دیر بعد کیوں نہ ہورہی ہو۔

اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو اپنے محلّہ کی اذان کو سحری ختم کرنے کا معیار سمجھتے ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ سحری ختم کرنے کا معیار پہلی، یا بعد کی، یا اپنے محلّہ کی اذان نہیں ہے، بلکہ طلوعِ فجر کا ہونا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۷ پ ۲)

ترجمہ: اور کھاؤ تم اور پیو تم، یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لئے سفید دھاگہ، رات کے سیاہ دھاگہ سے (سورہ بقرہ)

اس آیت میں سفید دھاگے سے بیاض النہار (یعنی دن کی سفیدی، جو طلوعِ فجر سے شروع ہوتی ہے) مراد ہے، اور سیاہ دھاگے سے سوادُ اللیل (یعنی رات کی تاریکی) مراد ہے اور یہ تفسیر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ احادیث میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ واقعہ آتا ہے کہ:
جب سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی، تو اُنہوں نے ایک سیاہ دھاگہ اور ایک سفید دھاگہ رکھ لیا، اور دونوں کو دیکھنا شروع کیا اور جب رات کی تاریکی میں دونوں میں کچھ فرق معلوم نہ ہوا؛ تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
إنما ذلک سواد الليل وبياض النهار (صحيح البخاري، رقم الحديث ۱۹۱٦، ورقم الحديث ۴۵۱۰؛ صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۰۹۰ ”۳۳“)
یعنی ”(قرآن مجید کی اس آیت میں جو سیاہ اور سفید دھاگہ بیان کیا گیا ہے) وہ تو رات کا اندھیرا اور دن کی روشنی ہے“
اور ترمذی وغیرہ میں یہ الفاظ ہیں کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خیط (یعنی دھاگے) اور صبح کی روشنی کو سفید خیط (یعنی دھاگے) کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہو جانے کا صحیح وقت متعین فرما دیا گیا۔

کھانے پینے اور روزہ کے درمیان حدِ فاصل ''طلوعِ فجر'' کا ہونا ہے ''طلوعِ فجر'' ہو جانے کے بعد کھانے پینے میں مشغول رہنا، روزے کو ضائع کرنے والا عمل ہے، اگرچہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو۔

جس طرح سے کہ سورج غروب ہونے سے ایک لمحہ پہلے بھی افطار کر لینا اور کھا، پی لینا روزہ کو فاسد کر دیتا ہے، اور جو حکم روزہ کے آخری وقت کا ہے، وہی پہلے وقت کا بھی ہے، اور جس طرح آخری وقت سے ایک منٹ پہلے کھانا پینا، روزہ کو ضائع کر دیتا ہے، اسی طرح شروع حصہ میں ''طلوعِ فجر'' کے بعد کا بھی یہی حکم ہے۔

سحری کھانے میں وسعت اور گنجائش صرف اسی وقت تک ہے جب تک ''طلوعِ فجر'' نہ ہو۔

بہر حال قرآن مجید نے جو حد بندی فرمادی ہے، وہ ''طلوعِ فجر'' کا ہو جانا ہے، اس کے بعد ایک منٹ کے لئے بھی کھانے پینے کی اجازت دینا، نصِ قرآن کی خلاف ورزی ہے۔

اور طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کھانے، پینے، اور جماع سے رکنا ''روزہ کا بنیادی رکن'' ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إنما ذلك بياض النهار من سواد الليل (سنن الترمذى، رقم الحديث ۲۹۷۰، باب: ومن سورة البقرة)

یعنی ''(قرآن مجید کی اس آیت میں جو سیاہ اور سفید دھاگہ بیان کیا گیا ہے) وہ تو دن کی روشنی ہے رات کے اندھیرے کے مقابلے میں''

[1] ركن الصوم باتفاق الفقهاء هو :الإمساك عن المفطرات ، وذلك من طلوع الفجر الصادق، حتى غروب الشمس.

ودليله قوله تعالى :(كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ سحری ختم کرنے، یا انتہائے سحر کا اصل معیار اور دارومدار ”طلوعِ فجر“ ہونے پر ہے، نہ کہ اذان، یا کسی دوسری چیز پر۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمراد من النص :بياض النهار وظلمة الليل، لا حقيقة الخيطين، فقد أباح الله تعالى هذه الجملة من المفطرات ليالى الصيام، ثم أمر بالإمساك عنهن فى النهار، فدل على أن حقيقة الصوم وقوامه هو ذلك الإمساك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص١٩ ،مادة"صوم "حرف الصاد)

الخيط الأبيض من الفجر يتبين عند ابتداء طلوع أوائل الفجر، وقد جعل الله تعالى ذكره ذلك حدا لمن لزمه الصوم فى الوقت الذى أباح إليه الأكل والشرب والمباشرة..........والنهار من طلوع الشمس .قيل له: كذلك يقول مخالفوك، والنهار عندهم أوله طلوع الفجر، وذلك هو ضوء الشمس وابتداء طلوعها دون أن يتتام طلوعها(تفسير الطبرى، ج٣ص ٢٦١، ٢٦٢،سورة البقرة)

فإن قيل :فكيف يشبه الصبح الصادق بالخيط ، مع أن الصبح الصادق ليس بمستطيل والخيط مستطيل .وجوابه :أن القدر من البياض الذى يحرم هو أول الصبح الصادق ، وأول الصبح الصادق لا يكون منتشراً بل يكون صغيراً دقيقاً .بل الفرق بينه وبين الصبح الكاذب أن الصبح الكاذب يطلع دقيقاً ، والصادق يبدو دقيقاً ، ويرتفع مستطيلاً فزال السؤال ، فأما ما حكى عن عدى بن حاتم فبعيد ، لأنه يبعد أن يخفى على مثله هذه الإستعارة مع قوله تعالى :(مِنَ الفجر) . المسألة الثانية :لا شك أن كلمة (حتى) لانتهاء الغاية ، فدلت هذه الآية على أن حل المباشرة والأكل والشرب ينتهى عند طلوع الصبح (تفسير الرازى، ج٥ص٢٧٣، سورة البقرة، آيت ١٨٧)

وشبه بالخيط وذلك باول حاله لانه يبدودقيقا ثم يرتفع مستطيرا فبطلوع اوله فى الافق يجب الامساك هذا مذهب الجمهور وبه اخذ الناس ومضت عليه الاعصار والامصار وهو مقتضى حديث ابن مسعود وسمرة بن جندب (تفسير البحرالمحيط ، ج٢ص٢١٦،سورة البقرة)

أجمع العلماء على أن وقت صلاة الصبح طلوع الفجر، وهو البياض المعترض فى الافق الشرقى (شرح ابنِ بطال، ج٢ ص٢٠٠،كتاب مواقيت الصلاة وفضلها، باب وقت الفجر)

قول الله -تعالى : -(حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر) وقد ظهر تحريم الأكل بطلوع الفجر عند الخاص والعام وفى كل عصر ومصر(مواهب الجليل فى شرح مختصر الشيخ خليل، ج١ ص٣٩٨، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

يثبت كونه من النهار بقوله تعالى (فكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر) وباجماع اهل الاعصار على تحريم الطعام والشراب بطلوع الفجر وثبت فى حديث جبريل عليه السلام ان النبى صلى الله عليه وسلم قال (ثم صلى الفجر حين برق الفجر وحرم الطعام على الصائم "وهو حديث صحيح كما سبق وثبتت الاحاديث الاربعة فى الفرع الذى قبل هذا وفى الصحيحين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (ان بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم) والليل لا يصح الصوم فيه باجماع المسلمين(المجموع شرح المهذب، ج٣ صفحه ٤٥،وص٤٦، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

اور اذان تو دراصل فجر کی نماز کے لئے دی جاتی ہے۔

رمضانُ المبارک کے سحر و افطار کے جو نقشے اور جنتریاں شائع ہوتی ہیں، ان میں بھی روزمرہ کے اعتبار سے ایک، آدھ منٹ کے فرق کے ساتھ پورے مہینہ کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

اگر سحری کا معیار اذان ہوتی، تو ان تمام جنتریوں میں خواہ مخواہ روزمرہ کی الگ الگ اتنی تفصیل لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

پھر اگر اذان ہی کو معیار قرار دینا ہے، تو اس اذان کا معیار کیا ہوگا، کیونکہ اذانوں کا سلسلہ بھی دیر تک چلتا رہتا ہے۔

غرضیکہ یہ طرزِ عمل شریعت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ عقل کے بھی خلاف ہے۔

بعض لوگ ''طلوعِ فجر'' کے بعد کھاتے پیتے رہنے کی غلط فہمی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، اس حدیث سے غلط فہمی کا شکار ہوجاتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَمِعَ أَحَدُکُمُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلٰی یَدِہٖ فَلَا یَضَعُہُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہٗ مِنْہُ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۵۰، کتاب الصوم، باب فی الرجل یسمع النداء والإناء علی یدہ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نداء سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو، تو اس برتن کو اس وقت تک نہ رکھے، جب تک کہ اس سے اپنی ضرورت پوری نہ کرلے (سنن ابی داؤد)

اس کے یہ معنٰی مراد لینا، جو اِن لوگوں نے سمجھے ہیں، درست نہیں ہیں، کیونکہ یہ معنٰی مراد لینا، قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے، قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کی انتہاء صبح ہونے پر، بلکہ طلوعِ فجر کا خیط (دھاگہ) ظاہر ہونے پر ہوجاتی ہے۔

اور کسی مبہم حدیث سے قرآن مجید کی مخالفت جائز نہیں۔

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وھذا إسنادہ حسن (حاشیۃ سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

اس حدیث میں رمضان، سحری، اور روزہ اور فجر کی اذان وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں، اور دوسری صحیح احادیث کی روشنی میں واضح جواب یہ ہے کہ جب کوئی کھانے پینے میں مشغول ہو، اور نماز واقامت شروع ہوجائے، تو اس کے لئے کھانا، پینا چھوڑ کر نماز پڑھنا ضروری نہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمُ عَلَى الطَّعَامِ، فَلا يَعُجَلُ حَتّٰى يَقُضِيَ حَاجَتَهُ مِنُهُ، وَإِنُ أُقِيُمَتِ الصَّلَاةُ (صحيح البخاري، رقم الحديث ٦٧٤، كتاب الأذان، باب: إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھانے پر ہو، تو جلد بازی نہ کرے، جب تک اپنی کھانے کی ضرورت پوری نہ کرلے، اگرچہ جماعت کھڑی ہوجائے (صحیح بخاری)

اور صحیح بخاری میں ہی حضرت نافع کی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمُ وَأُقِيُمَتِ الصَّلَاةُ، فَابُدَءُ وُا بِالُعَشَاءِ وَلَا يَعُجَلُ حَتّٰى يَفُرُغَ مِنُهُ.

وَكَانَ ابُنُ عُمَرَ: يُوضَعُ لَهُ الطَّعَامُ، وَتُقَامُ الصَّلَاةُ، فَلا يَأْتِيُهَا حَتّٰى يَفُرُغَ، وَإِنَّهُ لَيَسُمَعُ قِرَاءَ ةَ الْإِمَامِ (صحيح البخاري، رقم الحديث ٦٧٣، كتاب الأذان، باب: إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا شام کا کھانا لگا دیا جائے، اور نماز کھڑی ہوجائے، تو تم پہلے شام کا کھانا کھالو، اور جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ اس کھانے سے فارغ نہ ہوجاؤ۔

اور ابنِ عمر کے لئے کھانا لگا دیا جاتا تھا، اور نماز بھی کھڑی ہوجاتی تھی، لیکن آپ نماز کے لئے کھانا کھائے بغیر نہیں آتے تھے، حالانکہ آپ امام کی قرائت کو بھی سن

رہے ہوتے تھے (صحیح بخاری)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَأَحَدُكُمْ صَائِمٌ، فَلْيَبْدَأْ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٢٠٦٨، ج٥ ص ٤٢٢، كتاب الصلاة، باب فرض الجماعة والاعذار التي تبيح تركها) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کھڑی کردی جائے، اور تم میں سے کوئی روزہ سے ہو، تو اُسے چاہیئے کہ مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھالے، اور تم نماز کو اپنے کھانے سے پہلے نہ پڑھو (ابنِ حبان)

پس پیالہ نہ رکھنے والی حدیث مغرب، یا کسی دوسری نماز کے وقت پر بھی محمول کی جاسکتی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اذان، یا اقامت، یا نماز کے وقت کھانا کھا رہا ہو، تو پریشان نہ ہو، اطمینان سے اپنے کھانے کی ضرورت پوری کرنے کے بعد نماز پڑھ لے۔

اور بعض دیگر حضرات نے مذکورہ حدیث کے دوسرے جوابات بھی دیئے ہیں۔ ؎۲

؎۱ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابن حبان)

؎۲ ان جوابات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(1) اس حدیث کا روزے سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ جب کھانے پینے کی کوئی چیز ہاتھ میں ہو اور اس حال میں اذان ہوجائے، تو وہ چیز کھا پی لے، اذان سننے، یا اس کا جواب دینے کے لئے فوراً وہ کھانا پینا چھوڑنا ضروری نہیں، بلکہ اس کے کھانے پینے کی اجازت ہے۔

(2) حدیث میں ''نداء'' کا لفظ ہے اذان کا نہیں، جس سے اقامت (یعنی جماعت کھڑی ہونے کی تکبیر) بھی مراد ہوسکتی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی پانی وغیرہ پی رہا ہو اور اس حال میں اقامت شروع ہوجائے، تو پانی وغیرہ پی کر اطمینان سے جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، فوراً وہ پانی وغیرہ چھوڑنا ضروری نہیں۔

(3) یہ حدیث دراصل افطار سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ مغرب کی اذان ہوجائے اور وہ افطار کررہا ہو، تو اس کا جواب دینے کے لئے افطار موقوف نہ کرے۔

(4) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب روزہ دار کو معلوم ہو کہ اذان ہی صبح صادق سے پہلے ہورہی ہے (جیسا کہ آج کل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا سحری کے ختم کرنے کی بنیاد انتہائے سحر کے وقت، یا بالفاظِ دیگر ''طلوعِ فجر'' کو بنانا چاہئے نہ کہ فجر کی اذان کو اور اس کا وقت عام طور پر جنتریوں میں لکھا ہوتا ہے، مستند کیلنڈر اور جنتریوں میں درج شدہ وقت کو اپنی گھڑیوں کے ساتھ ملا کر آسانی سے سحری ختم ہونے کا وقت معلوم کیا جاسکتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعض جگہ ہو رہی ہوتی ہے) تو وہ سحری میں کھانا پینا جاری رکھ سکتا ہے، کیونکہ سحری کا تعلق صبح صادق سے ہے نہ کہ اذان سے (جیسا کہ تفصیل سے پیچھے گزر چکا ہے)

(5) اس حدیث میں وہ اذان مراد ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خاص غرض سے صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی۔

فلا يضعه "أى الإناء "حتى يقضى حاجته منه "أى بالأكل والشرب، وهذا إذا علم أو ظن عدم الطلوع، وقال ابن الملك :هذا إذا لم يعلم طلوع الصبح، أما إذا علم أنه قد طلع أو شك فيه فلا، وقال الخطابى :هذا مبنى على قوله -صلى الله عليه وسلم " -إن بلالا يؤذن بليل، فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم "، وفيه أنه لا يظهر حينئذ فائدة القيد، قال :أو يكون معناه أن يسمع النداء وهو شاك فى الصبح لتغيم الهواء مثلا فلا يقع له العلم بأذانه أن الفجر قد طلع لعلمه أن دلائل الفجر معدومة ولو ظهرت للمؤذن لظهرت له أيضا، فأما إذا علم طلوعه فلا حاجة إلى أذان الصارخ، فإنه مأمور بالإمساك إذا تبين له الخيط الأبيض من الخيط الأسود، وقال الطيبى :يشعر دليل الخطاب بأنه لم يفطر إذا لم يكن الإناء فى يده، وقد سبق أن تعجيل الإفطار مسنون، لكن هذا من مفهوم اللقب فلا يعمل به، وتعقبه ابن حجر بأن الصواب أنه ليس من مفهوم اللقب، والتقييد بالجملة الحالية له مفهوم اتفاقا اهـ يعنى عند الشافعية، وإلا فعند الحنفية لا اعتبار بالمفهوم إلا فى المسألة لا فى الأدلة.

وقال ابن حجر تبعا للطيبى :إيماء ويصح أن يراد من الحديث طلب تعجيل الفطر، أى إذا سمع أحدكم نداء المغرب وصادف ذلك أن الإناء فى يده لحالة أخرى فليبادر بالفطر منه ولا يؤخر إلى وضعه، وبهذا يندفع قول الشارح، ووجه اندفاعه أن قوله والإناء فى يده ليس للتقييد بل للمبالغة فى السرعة اهـ وهو فى غاية من البعد مع أن قوله لحاجة أخرى يرده صريح الحديث حتى يقضى حاجته منه، فالصواب أنه قيد احترازى فى وقت الصبح مشعر بأن إمكان سرعة أكله وشربه لتقارب وقته واستدراك حاجته واستشراف نفسه وقوة نهمته وتوجه شهوته بجميع همته مما يكاد يخاف عليه أنه لو منع منه لما امتنع فأجازه الشارع -رحمة عليه، وتدريجا له بالسلوك والسير إليه، ولعل هذا كان فى أول الأمر، ويشير عليه ما وقع من الخلاف فى الصبح المراد فى الصوم.

فقد ذكر الشمنى أن المعتبر أول طلوع الصبح عند جمهور العلماء (مرقاة المفاتيح ج ٤ص ١٣٨٤، كتاب الصوم، باب فى مسائل متفرقة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خصوصاً جبکہ گھڑیاں بھی گھر گھر میں، بلکہ ہر شخص کے ساتھ موجود ہیں، جن سے روزمرّہ کے کاموں میں مدد حاصل کی جاتی ہے اور جنتریاں اور سحر وافطار کے نقشے بھی آسانی سے حاصل ہوجاتے ہیں۔

مگر نہ جانے کیوں جانتے بوجھتے ہوئے لوگ نہ ان نقشوں کو دیکھتے ہیں اور نہ ہی گھڑیوں کی طرف توجہ کرتے ہیں، اس کی وجہ سوائے غفلت کے اور کیا ہوسکتی ہے؟

پس لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے اور روزوں کی اصلاح کے لئے آگاہ کرنے کا مناسب طریقہ اختیار کرنا چاہئے، جس کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مسجدوں وغیرہ میں سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے لاؤڈ اسپیکر وغیرہ پر سحری بند کرنے کا اعلان کردیا جائے، یا کسی جگہ سائرن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(إذا سمع أحدكم النداء) أى الأذان للصبح وهو يريد الصوم (والإناء) مبتدأ (على يده) خبره (فلا يضعه) نهى أو نفى بمعناه (حتى يقضى حاجته) بأن يشرب منه كفايته ما لم يتحقق طلوع الفجر أو يظنه يقرب منه وما ذكر من أن المراد به أذان الصبح هو ما جزم به الرافعى فقال :أراد أذان بلال الأول بدليل إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم وقيل المراد أذان المغرب فإذا سمعه الصائم والإناء فى يده فلا يضعه بل يفطر فورا محافظة على تعجيل الفطر وعليه قال الطيبى :دليل الخطاب فى أحدكم يشعر بأنه لا يفطر إذا لم يكن الإناء فى يده ويأتى أن تعجيل الفطر مسنون مطلقا لكن هذا مفهوم لقب فلا يعمل به(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، ج ۱ ص ۳۷۷،۳۷۸، تحت رقم الحديث ۶۸۶،حرف الهمزة)

(وأما) حديث أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال "إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده فلا يضعه حتى يقضى حاجته منه "وفى رواية "وكان المؤذن يؤذن إذا بزغ الفجر "فروى الحاكم أبو عبد الله الرواية الاولى وقال هذا حديث صحيح على شرط مسلم ورواهما البيهقى ثم قال وهذا إن صح محمول عند عوام أهل العلم على أنه صلى الله عليه وسلم علم أنه ينادى قبل طلوع الفجر بحيث يقع شربه قبيل طلوع الفجر قال وقوله إذا بزغ يحتمل أن يكون من كلام من دون أبى هريرة أو يكون خبرا عن الأذان الثانى ويكون قول النبى صلى الله عليه وسلم "إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده "خبرا عن النداء الأول ليكون موافقا لحديث ابن عمر وعائشة رضى الله عنهما قال وعلى هذا تتفق الأخبار وبالله التوفيق والله أعلم(المجموع شرح المهذب، ج۶ص ۳۱۲، كتاب الصيام)

وعن أبى هريرة مرفوعا: " إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده فلا يضعه حتى يقضى حاجته منه" رواه أبو داود، فمعناه أنه لم يتحقق طلوع الفجر(كتاب الفروع لابن المفلح، ج۵ص ۳۴، كتاب الصوم،فصل: يسن تعجيل الإفطار إذا تحقق غروب الشمس)

وغیرہ بجایا جائے، پھر ''طلوعِ فجر'' ہوجانے کے بعد فجر کی اذان دی جائے، تاکہ روزہ بھی اپنی جگہ صحیح ہوجائے اور فجر کی اذان بھی اپنے وقت پر ادا ہو۔

اور درمیان میں تھوڑا سا وقفہ بھی رکھا جائے، کیونکہ نقشہ اور گھڑی کے وقت میں کچھ فرق ہونے کی وجہ سے سحری کچھ پہلے ختم کردینے اور اذان بعد میں دینے میں احتیاط ہے۔

البتہ اگر کسی جگہ لوگ اعلان اور دوسرے طریقوں سے بھی باز نہ آتے ہوں، اور وہ اذان ہونے، یا اذان ختم ہونے تک کھاتے پیتے رہتے ہوں، تو ایسی صورت میں لوگوں کے روزوں کی فرضیت کی حفاظت کی خاطر اگر فجر کی اذان طلوعِ فجر سے کچھ پہلے دے دی جائے، تاکہ لوگ سحری کھانے سے باز آجائیں، تو جمہور فقہائے کرام کے قول کے مطابق اس کی گنجائش ہے۔

امام ابو یوسف، اور امام مالک، اور امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک فجر کی اذان کا طلوعِ فجر سے پہلے دینا جائز ہے۔ [1]

---

[1] أما بالنسبة للفجر فذهب مالك والشافعي وأحمد وأبو يوسف من الحنفية إلى أنه يجوز الأذان للفجر قبل الوقت، في النصف الأخير من الليل عند الشافعية والحنابلة وأبي يوسف، وفي السدس الأخير عند المالكية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲،ص ۳۶۳،مادة''اذان''حرف الألف)

أجاز الجمهور غير الحنفية، وأبو يوسف :الأذان للصبح بعد نصف الليل، ويندب بالسحر وهو سدس الليل الأخير(الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج ۱،ص۶۹۸،القسم الاول،الباب الثاني:الفصل الثالث)

وأما الصبح فقد ذكرنا أن مذهبنا جوازه قبل الفجر وبعده وبه قال مالك والأوزاعي وأبو يوسف وأبو ثور وأحمد وإسحاق وداود وقال الثوري وأبو حنيفة ومحمد لا يجوز قبل الفجر وحكى ابن المنذر عن طائفة أنه يجوز أن يؤذن قبل الفجر إن كان يؤذن بعده(المجموع شرح المهذب ، ج۳،ص ۸۹، كتاب الصلاة،باب الأذان)

يشرع الأذان للفجر قبل وقتها .وهو قول مالك، والأوزاعي، والشافعي، وإسحاق .ومنعه الثوري، وأبو حنيفة، ومحمد بن الحسن(المغني لابن قدامة، ج ۱،ص۲۹۷ ،كتاب الصلاة،باب الأذان،فصل الأذان للفجر قبل وقتها)

والراجح عندي أنه يجوز الأذان لصلاة الفجر قبل طلوع الصبح، ويكتفي به إن قدم قبل الفجر بزمان يسير، ولا يجب الإعادة .هذا هو الذي يستفاد من أحاديث الباب عندي .ولا يخفى ذلك على من تأمل في الأحاديث الواردة في ذلك إن شاء الله تعالى(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ۲،ص ۳۸۲، كتاب الصلاة،باب الأذان)

www.idaraghufran.org

اوراذان سنت عمل ہے، اور روزہ فرض عمل ہے، لہٰذا اگر کسی جگہ کا ماحول ایسا ہو کہ لوگ اذان کے بغیر سحری کھانے سے باز نہ آتے ہوں (جیسا کہ آج کل بہت سے علاقوں میں یہی صورتِ حال ہے) تو اس صورتِ حال میں رمضان میں اذان کے مسنون عمل ہونے کی وجہ سے جمہور فقہائے کرام کے قول کے پیشِ نظر فجر کی اذان طلوعِ فجر سے قبل دے دینے کی گنجائش ہے، تاکہ لوگ کھانے پینے سے باز رہیں، اور ان کے روزہ کی فرضیت صحیح اداء ہو سکے۔ [1]

ورنہ کم از کم لوگوں اور عوام الناس کو اس چیز سے تو آگاہ کرنے کا اہتمام کرنا ہی چاہئے کہ وہ سحری کھانے پینے کا سلسلہ انتہائے سحر کا وقت ہونے پر لازماً بند کر دیں، ورنہ چند منٹ کی وجہ سے پورے دن کا روزہ خطرہ میں پڑ کر فاقہ کشی کی نذر ہو سکتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] ثم إن اكتفى بأذان واحد، كان المطلوب فيه أن يكون بعد الفجر، فإن وقع قبل الفجر بقليل أغمض عنه...ولا إعادة إن قدم بقليل(فيض البارى على صحيح البخارى، ج٢،ص٢٢٥، كتاب الأذان،باب أذان الأعمى إذا كان له من يخبره)

www.idaraghufran.org

(باب نمبر 6)

افطار کے فضائل واحکام

روزہ شروع ہونے کا وقت طلوعِ فجر پر ہے، اور روزہ مکمل ہونے کا وقت سورج کا غروب ہونا ہے، جب روزہ رکھ کر یہ وقت گزر گیا، یعنی سورج غروب ہوگیا، تو روزہ مکمل ہوگیا، خواہ غروب ہونے پر کچھ کھایا، پیا، یعنی افطار بھی نہ کیا ہو۔

لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ روزہ مکمل ہونے کے وقت کھانے پینے، یعنی افطار کرنے کو بھی عبادت اور ثواب کا کام قرار دے دیا، بلکہ جلدی افطار کرنے کو زیادہ ثواب کا باعث قرار دے دیا ہے۔

افطار سے متعلق چند احادیث وروایات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ حِيْنَ يُفْطِرُ، وَفَرْحَةٌ حِيْنَ يَلْقٰى رَبَّهٗ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٧٦٦، ابواب الصوم، باب ماجاء فی فضل الصوم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روزے کی فضیلت سے متعلق ایک لمبی حدیث کا حصہ ہے، روزے دار کو افطار کے وقت خوشی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق

---

[1] قال الترمذی: وهذا حديث حسن صحيح.

سے روزہ جیسی عمدہ عبادت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی اور دنیوی نعمتیں حلال ہوگئیں۔

اور روزے نے اسے آخرت کی نعمتوں اور لذتوں کا امیدوار بنادیا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے وقت یہ خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس عبادت کی قبولیت پر جس اجروثواب کا وعدہ کیا تھا، وہ حاصل ہوگا۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ، وَذٰلِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ (ابنِ ماجه،رقم الحديث ١٦٤٣،ابواب الصيام، باب ماجاء فی فضل شهر رمضان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے لئے (یعنی خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ہر افطار کے وقت (جہنم سے) آزاد کردہ (لوگ) ہوتے ہیں، اور یہ ہر رات کو ہوتے ہیں (ابنِ ماجہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِلّٰهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ (مسند احمد،رقم الحديث ٢٢٢٠٢) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے لئے ہر افطار کے وقت (جہنم سے) آزاد کردہ (لوگ) ہوتے ہیں (مسند احمد)

---

[1] (وللصائم فرحتان يفرحهما) أى يفرح بهما (إذا أفطر فرح بفطره) أى بإتمام صومه وسلامته من المفسدات لخروجه عن عهدة المأمور أو بالأكل والشرب بعد الجوع أو بما يعتقده من وجود الثواب أو بما ورد فى خبر إن للصائم عند فطره دعوة لا ترد (وإذا لقى ربه فرح بصومه) أى بنيل الثواب وإعظام المنزلة أو بالنظر إلى وجه ربه والأخير فرح الخواص (فيض القدير للمناوى، ج٤ص ٤٧١، تحت رقم الحديث ٦٠١٢، حرف القاف)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[3] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد (حاشية مسند احمد)

افطار کے وقت دُعاء اور اس کی قبولیت

مسلمان کو اگرچہ دعاء ہر وقت کرنے کی ضرورت ہے اور خاص طور پر رمضانُ المبارک کے پورے مہینہ میں دعاء کا اہتمام رکھنا چاہئے۔

لیکن احادیث میں بعض خاص خاص اوقات کی قید لگا کر بھی دعاء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اور روزے دار کی دعاء روزے کی حالت میں پورے دن قبول ہوتی ہے۔

اور افطار کے وقت خصوصیت کے ساتھ دعاء کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں وارِد ہونے والی چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلصَّائِمُ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُہٗ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۰۱۸۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے دار کی دعاء رَد نہیں کی جاتی (بلکہ قبول کی جاتی ہے) (مسند احمد)

کئی احادیث میں رمضان میں دعاء کی قبولیت کا ذکر آیا ہے، اور رمضان میں جو روزہ رکھا جاتا ہے، اس میں روزے اور رمضان دونوں کی قبولیت کے آثار داخل ہو جاتے ہیں، اور دعاء کی قبولیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِہٖ لَدَعْوَۃً مَّا تُرَدُّ (سنن ابنِ ماجہ، رقم الحدیث ۱۷۵۳، ابواب الصیام، باب فی الصائم لا ترد دعوتہ) [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح بطرقہ وشواھدہ (حاشیۃ مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ حسن (حاشیۃ سنن ابنِ ماجہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ روزہ دار کی افطار کے وقت دعاء رد نہیں کی جاتی (ابنِ ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ وہ افطار کے وقت اپنے گھر والوں اور اولاد کو بلاتے اور دعاء کرتے تھے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۷۳۸۷، تابع لكتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين، باب وصف الجنة واهلها) [2]

ترجمہ: تین لوگوں کی دعاء رَد نہیں کی جاتی، ایک عدل وانصاف کرنے والے بادشاہ کی، دوسرے افطار کے وقت روزہ دار کی، تیسرے مظلوم کی دعاء (ابنِ حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ روزے دار کو روزے کی حالت میں ہر وقت اور افطار کے وقت خاص طور پر دعاء کا اہتمام کرنا چاہئے، کہ یہ دعاء کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] حدثنا أبو داود قال: حدثنا أبو محمد المليكى، عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: للصائم عند إفطاره دعوة مستجابة فكان عبد الله بن عمرو إذا أفطر دعا أهله وولده ودعا (مسند ابى داؤد طيالسى، رقم الحديث ۲۳۷۶)

ضعيف يحتمل التحسين رواه: أبو داود الطيالسى، ومن طريقه البيهقى فى الشعب، وعلة سنده أبو محمد المليكى (تخريج أحاديث وآثار كتاب فى ظلال القرآن، لسيد قطب رحمه الله، تحت رقم الحديث ۵۷، ص۳۸، سورة البقرة)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح بشواهد (حاشية ابنِ حبان)

[3] قال الدميرى: يستحب للصائم أن يدعو فى حال صومه بمهمات الآخرة والدنيا له ولمن يحب وللمسلمين لهذا الحديث والرواية فيه حتى بالمثناة فوق فيقتضى استحباب دعاء الصائم من أول يومه إلى آخره لأنه يسمى صائما فى كل ذلك اه قلت: قوله والرواية فيه حتى بالمثناة من فوق هو كذلك فى بعض الأصول وفى بعضها بالمثناة التحتية والنون وفى خط شيخنا كذلك ويؤيده رواية إن للصائم عند فطره لدعوة ما ترد كما تقدم وقول سائر أصحابنا يستحب للصائم أن يدعو عند إفطاره (حاشية فيض القدير للمناوى، ج۳، ص ۳۲۴، تحت رقم الحديث ۳۵۲۰، حرف الثاء)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ:

''ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُاِنْ شَآءَ اللهُ''.

ترجمہ: پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہوگیا۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۵۷، کتاب الصوم، باب القول عند الافطار)

اس حدیث کی سند قابلِ اطمینان ہے۔ [1]

حضرت معاذ بن زہرہ رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ پڑھتے کہ:

''اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ''.

ترجمہ: اے اللہ! میں نے آپ کے لئے روزہ رکھا، اور آپ کے رزق پر افطار کیا

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۵۸، کتاب الصوم، باب القول عند الافطار)

اس روایت کی سند مرسل ہے، جس کی وجہ سے بعض نے اس کو ضعیف کہا ہے، اور بعض نے اس کو مرسل حسن کہا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن كما قال الدارقطنی فی "سننه156 /3 "، والحافظ فی "تلخيص الحبير202 /2 "، مروان بن سالم المُقَفَّع روى عنه ثقتان وذكره ابن حبان فی "الثقات"، والحسين بن واقد أخرج له مسلم وهو صدوق لا بأس به .علی بن الحسن :هو ابن شقيق العبدی المروزی(حاشية سنن ابی داؤد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث مرسل ومعاذ بن زهرة -وقيل :معاذ أبو زهرة-، تابعی ذكره ابن حبان فی "ثقاته482 /7 "، ولم يرو عنه غير حصين -وهو ابن عبد الرحمن السلمی -وأورده البخاری فی "تاريخه الكبير 364 /7 "، وابن أبی حاتم 248 /8، فلم يذكرا فيه جرحاً ولا تعديلاً. على أنه اختُلف عليه فی هذا الحديث (حاشية سنن ابی داؤد)

قال ابن الملقن: وهذا إسناد حسن لكنه مرسل؛ معاذ بن زهرة لم يدرك النبی صلی الله عليه وسلم، وأخرجه البغوی فی شرح السنة كذلک ولم يذكر فيه أنه بلغه(البدرالمنير ،ج۵ ص ۷۱۰، كتاب الصيام،الحديث الثانی بعد الأربعين)

وقال المناوی: قال ابن حجر: أخرجه فی السنن والمراسيل بلفظ واحد ومعاذ هذا ذكره البخاری

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مگراس دعاء میں ”لَکَ صُمْتُ“ کے بعدلوگوں نے:

”وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ“

کے الفاظ کا اضافہ کرلیا ہے، ان الفاظ کا مذکورہ حدیث میں ثبوت نہیں ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا افطار کے وقت یہ دعاء پڑھنا مروی ہے کہ:

لَکَ صُمْتُ، وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج۱۲ ص۱۴۶، رقم الحدیث ۱۲۷۲۰، باب العین)

مگر تحقیق کرنے سے اس روایت کا سند کے اعتبار سے غیر معمولی ضعیف ہونا معلوم ہوا۔ [2]

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا افطار کے وقت یہ دعاء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی التابعین لکنه قال معاذ أبو زهرة وتبعه ابن أبی حاتم وابن حبان فی الثقات وعده الشیرازی فی الصحابة وغلطه المستغفری ویمکن کون الحدیث موصول ولو کان معاذ تابعیا لاحتمال کون الذی بلغه له صحابیا وبهذا الاعتبار أورده أبو داود فی السنن وبالاعتبار الآخر أورده فی المراسیل اه (فیض القدیر للمناوی، ج۵ص۱۰۷، تحت رقم الحدیث ۶۵۷۹، حرف الکاف)

وقال أحمد بن محمد بن علی بن حجر الهیتمی: ولا یضر إرساله؛ لأنه فی الفضائل علی أنه وصل فی روایة (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج۳، ص۴۲۵، کتاب الصوم، فصل فی شروط الصوم)

[1] وأما ما اشتهر علی الألسنة "اللهم لک صمت وبک آمنت وعلی رزقک أفطرت "فزیادة، (وبک آمنت) لا أصل لها وإن کان معناها صحیحا، وکذا زیادة (وعلیک توکلت ولصوم غد نویت) بل النیة باللسان من البدعة الحسنة(مرقاة المفاتیح، ج۴ص۱۳۸۷، کتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقة، الفصل الثالث)

[2] قال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الکبیر، وفیه عبد الملک بن هارون، وهو ضعیف(مجمع الزوائد، ج۳ص۱۵۶، تحت رقم الحدیث ۴۸۹۳، باب ما یقول إذا أفطر)

وقال ابن حجر العسقلانی: عبد الملک بن هارون بن عنترة، عن أبیه .قال الدارقطنی: هما ضعیفان .وقال أحمد: عبد الملک ضعیف .وقال یحیی: کذاب .وقال أبو حاتم: متروک، ذاهب الحدیث .وقال ابن حبان: یضع الحدیث(لسان المیزان، ج۵، ص۲۷۶، تحت رقم الترجمة ۴۹۳۳، حرف العین المهملة)

www.idaraghufran.org

پڑھنا مروی ہے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ، وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ".

(المعجم الاوسط ، رقم الحديث ۷۵۴۹،باب الميم، المعجم الصغير للطبرانى، رقم الحديث ۹۱۲)

مگر تحقیق کرنے سے اس روایت کی سند کا بھی غیر معمولی ضعیف ہونا معلوم ہوا۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ دعاء مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال الطبرانى فى الاوسط: لم يرو هذا الحديث عن شعبة إلا داود بن الزبرقان، تفرد به: إسماعيل بن عمرو(حواله بالا)

وقال فى الصغير: لم يروه عن شعبة إلا داود بن الزبرقان تفرد به إسماعيل بن عمرو ، ولا كتبناه إلا عن محمد بن إبراهيم(حواله بالا)

وقال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه داود بن الزبرقان، وهو ضعيف(مجمع الزوائد ، ج۳ص۱۵۶ ، تحت رقم الحديث ۴۸۹۲، باب ما يقول إذا أفطر)

وقال المزى:داود بن الزبرقان الرقاشى ، أبو عمرو، وقيل: أبو عمر البصرى، نزل بغداد ......

قال عباس الدورى ، وعثمان بن سعيد الدارمى، عن يحيى بن معين: ليس بشىء.

وقال عبد الله بن على ابن المدينى، عن أبيه:كتبت عنه شيئا يسيرا، ورميت به، وضعفه جدا.

وقال إبراهيم بن يعقوب الجوزجانى: كذاب.وقال يعقوب بن شيبة ، وأبو زرعة:متروك.

وقال البخارى:مقارب الحديث.وقال أبو داود:ضعيف.وقال فى موضع آخر: ليس بشىء.

وفى موضع آخر ترك حديثه.وقال النسائى:ليس بثقة.

وقال أبو أحمد بن عدى :عامة ما يرويه عن كل من روى عنه مما لا يتابعه أحد عليه، وهو فى جملة الضعفاء الذين يكتب حديثهم(تهذيب الكمال، ج۸، ص۳۹۲ الٰى ۳۹۵، تحت رقم الترجمة ۱۷۵۹ ، باب الدال)

[2] قال الحارث ، حدثنا عبد الرحيم بن واقد ، ثنا حماد بن عمرو ، عن السرى بن خالد بن شداد ، عن جعفر بن محمد ، عن أبيه ، عن جده ، عن على ، قال :قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم : يا على ، إذا كنت صائما فى شهر رمضان فقل بعد إفطارك : اللهم لك صمت ، وعليك توكلت ، وعلى رزقك أفطرت ، يكتب لك مثل من كان صائما من غير أن ينقص من أجورهم شيئا (المطالب العالية للحافظ ابن حجر العسقلانى،ج ۶،ص ۱۴۱ ،تحت رقم الحديث ۱۰۷۴ ، كتاب الصيام، باب إجابة الدعاء عند الفطر وما يقوله الصائم عند فطره، بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث، رقم الحديث ۴۶۹)

www.idaraghufran.org

لیکن اس کی سند بھی قابلِ اطمینان معلوم نہیں ہو سکی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ افطار کے وقت یہ دُعاء کیا کرتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی اس رحمت کا جو ہر چیز پر وسیع ہے کہ آپ میری مغفرت کر دیجئے۔

(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۷۵۳، ابواب الصيام، باب فی الصائم لاترد دعوته)

---

[1] (۱)...... عبد الرحيم بن واقد، الخراساني :

قدم بغداد وحدث بها عن بشير بن زاذان، وهياج بن بسطام، وأبی البختری وهب بن وهب، وعمرو بن جميع، والحارث بن النعمان، وعدی بن الفضل .روی عنه محمد بن الجهم السمری، والحارث بن أبی أسامة، وبشر بن موسى .وفی حديثه غرائب ومناكير لأنها عن الضعفاء والمجاهيل(تاريخ بغداد، للخطيب البغدادی، ج ۱۱، ص۸۶، تحت رقم الترجمة ۵۸۶۷، باب العين، ذكر من اسمه عبد الرحيم)

(۲)......قال أبو حفص عمرو بن علی: حماد بن عمرو النصيبی متروك الحديث، ضعيف جدا منكر الحديث.

أنبأنا ابن الفضل، أنبأنا علی بن إبراهيم المستملی قال: أخبرنی محمد بن إبراهيم ابن شعيب الغازی قال: سمعت محمد بن إسماعيل البخاری يقول: حماد بن عمرو أبو إسماعيل النصيبی منكر الحديث، ضعفه علی بن حجر .

وفيما ذكر لنا البرقانی أن يعقوب ابن موسى الأردبيلی حدثهم قال: حدثنا أحمد ابن طاهر بن النجم، حدثنا سعيد بن عمرو البردعی قال: وسمعته- يعنی أبا زرعة الرازی- يقول: حماد بن عمرو النصيبی واهی الحديث.

وأنبأنا البرقانی، أنبأنا أحمد بن سعيد بن سعد، حدثنا عبد الكريم بن أحمد بن شعيب النسائی، حدثنا أبی قال: حماد بن عمرو النصيبی متروك الحديث.

حدثنا عبد العزيز بن أحمد الكتانی- لفظا بدمشق- حدثنا عبد الوهاب بن جعفر الميدانی، حدثنا أبو هاشم عبد الجبار بن عبد الصمد السلمی، حدثنا القاسم بن عيسى العصار، حدثنا إبراهيم بن يعقوب الجوزجانی قال: حماد بن عمرو النصيبی كان يكذب، لم يدع للحليم فی نفسه منه هاجسا (تاريخ بغداد، للخطيب البغدادی، ج۸، ص ۱۵۰، وص ۱۵۱، تحت رقم الترجمة ۴۲۵۵، باب الحاء، ذكر من اسمه حماد)

اس روایت کی سند حسن درجہ میں معتبر ہے، اگر چہ یہ موقوف ہے۔ [1]

افطار کے وقت جو دعائیں مستند طریقہ سے ثابت ہیں، ان دعاؤں میں سے بعض دعاؤں کے الفاظ ایسے ہیں، جن سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعائیں افطار کرنے کے بعد کی ہیں۔

اس لیے بعض حضرات نے تو فرمایا کہ یہ دعائیں کھجور وغیرہ سے افطار کرتے ہی (اور کھانا پیٹ بھر کر کھانے سے پہلے) پڑھنی چاہئیں، بطورِ خاص وہ دعاء، جس میں پیاس بجھ جانے اور رگیں تر ہونے کا ذکر ہے، کیونکہ پیاس کا بجھنا، اور رگوں کا تر ہونا، افطار کے بعد ہی ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ روزہ افطار کرنے سے پہلے بالکل متصل جب افطار کرنے کے لیے کھانے پینے کی چیز اُٹھالے، تو منہ میں لے جانے سے پہلے پڑھنی چاہئے۔ [2]

بہرحال اس طرح کی دعاء کا افطار سے پہلے اور افطار کے بعد ہر طرح سے پڑھ لینا جائز ہے،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن، هشام بن عمار متابع، وإسحاق بن عبيد الله -وهو ابن أبى مليكة القرشى التيمى المدنى، ويقال :المكى -روى عنه جمع، وذكره ابن حبان فى "الثقات " فهو حسن الحديث، وباقى رجاله ثقات(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] اس صورت میں ''افطرتُ و ذهب ''وغیرہ ماضی کے صیغے قريب الشئ فى حكم الشئ کے قبیل سے ہوں گے۔

(وعن ابن عمر قال: كـان النبى صلى الله عليه وسلم إذا أفطر) أى بعد الإفطار (قال: " ذهب الظمأ ") (مـرقـاة الـمـفـاتيـح، ج۴ص ۱۳۸۶ ، كتـاب الصوم، باب فى مسائل متفرقة من كتاب الصوم، الفصل الثانى)

(قال: إن الـنـبـى صـلـى الـلـه عليه وسلم كان إذا أفطر قال) أى دعاء، وقال ابن الملك: أى قرأ بعد الإفطار، ومنه "اللهم لك صمت وعلى رزقك أفطرت "(مرقاة المفايح، ج۴ ص۱۳۸۷ ، كتاب الصوم، باب فى مسائل متفرقة من كتاب الصوم، الفصل الثانى)

وهٰذا يقتضى ان الدعاء بعد الفطر لاقبلهٗ، وقول المصنف: عند فطره، يحتملهما (مطالب أولى النهى فى شرح غاية المنتهى، ج۲، ص۲۰۷، كتاب الصيام،فصل ما يسن للصائم)

قيـل هى بين رفع اللقمة ووضعها فى فيه (الفواكه الدوانى، ج ۱ ، ص ۳۰۵، باب فى الصيام، شروط الصوم)

ويسن أن يقول عقب الفطر :اللهم لك صمت، وعلى رزقك أفطرت ويزيد -من أفطر بالماء -: ذهـب الـظـمـأ، وابتـلـت الـعـروق، وثبـت الاجـر إن شـاء الـلـه تعالى(فتح المعين بشرح قرة العين، ص ۲۷۴، باب الصوم)

www.idaraghufran.org

شریعت کی طرف سے خاص پابندی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کے پاس روزہ افطار کیا، تو یہ دعاء کی کہ:

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَآئِکَۃُ.

ترجمہ: آپ کے پاس روزہ دار افطار کریں اور آپ کے کھانے کو نیک صالح لوگ کھائیں اور آپ پر فرشتے دعاء کریں (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۷۴۷، ابواب الصيام، باب: فی ثواب من فطر صائما) [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی گھر میں افطار کرتے تھے، تو یہ دعاء پڑھتے تھے کہ:

"أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ".

ترجمہ: آپ کے پاس روزہ دار افطار کریں اور آپ کے کھانے کو نیک صالح لوگ کھائیں اور آپ پر فرشتے نازل ہوں (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۱۷۷) [2]

پس اگر کوئی روزہ دار کسی دوسرے کے یہاں افطار کرے، تو اسے افطار کے بعد مذکورہ دعاء پڑھنی چاہئے۔

روزہ افطار کرانے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قوانین میں سے یہ بھی ایک قانون ہے کہ کسی نیک عمل کی ترغیب دینے والے اور اس میں مدد دینے والے کو بھی اس کے عمل کرنے جیسا ثواب عطاء فرماتا ہے۔

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الأرنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اسی وجہ سے روزہ دار کا روزہ افطار کرانے کی بھی فضیلت ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُنْقَصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْءٌ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۸۰۷، ابواب الصوم، باب ما جاء فی فضل من فطر صائما، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۷۴۶، باب: فی ثواب من فطر صائما) [1]

ترجمہ: جس شخص نے روزے دار کو افطار کرایا، تو افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، لیکن روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی (بلکہ یہ ثواب روزہ افطار کرانے والے کو علیٰحدہ سے حاصل ہوگا) (ترمذی)

اگرچہ روزہ دار کو صرف روزہ افطار کرانے کی چیز مہیا کرنے کی بھی فضیلت ہے، لیکن اگر کوئی مکمل افطار کرائے، جس میں پیٹ بھر کر کھانا کھلانا داخل ہے، تو اس کی فضیلت زیادہ ہے۔ [2]

بعض لوگ دوسرے کی دی ہوئی چیز سے روزہ اس لئے افطار نہیں کرتے کہ اس کی وجہ سے میرے روزہ کا ثواب کم ہوجائے گا، یا میرے روزہ کا ثواب روزہ کھلوانے والے کو مل جائے

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح (حواله بالا)

[2] (وعن زيد بن خالد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من فطر صائما ") قال ابن الملک: التفطير جعل أحد مفطرا أی من أطعم صائما اهـ أی عند إفطاره (مرقاة المفاتيح ج۴ ص۱۳۸۶، كتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقة)

(من فطر صائما) بعشائه وكذا بتمر فإن لم يتيسر فبماء (كان له مثل أجره غير أنه لا ينقص من أجر الصائم شيئا) فقد حاز الغنى الشاكر أجر صيامه هو أو مثل أجر الفقير الذى فطره ففيه دلالة على تفضيل غنى شاكر على فقير صابر، ووقع فی رواية البيهقی من فطر صائما كان له أجر من عمله والحديث المشروح كما قال المؤلف يبين أن الضمير راجع للصوم المفهوم من الصائم أی فله مثل أجر من عمل الصوم لا مثل أجر من عمل تفطير الصائم ويجوز كون من بمعنى ما والأصل كان له أجر ما عمله وهو الصوم (فيض القدير للمناوی، ج۶ ص۱۸۷، تحت رقم الحديث ۸۸۸۹، حرف الميم)

www.idaraghufran.org

گا، یہ خیال غلط ہے، کیونکہ روزہ کھلوانے کا ثواب الگ ملتا ہے اس سے روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی، جس کا حدیث شریف میں صاف طور پر ذکر گزرا۔

لہٰذا دوسرے کی دی ہوئی چیز سے افطار کر کے خود بھی ثواب حاصل کرنا چاہیے اور دوسرے کو بھی ثواب ملنے کا ذریعہ بننا چاہیے۔

اگر روزہ افطار کرنے کے وقت کئی شخصوں کے دیے ہوئے کھانوں کو استعمال کیا جائے، تو چونکہ کھانا دینے والوں میں سے سب کی نیت ہی افطاری کرانے کی ہوتی ہے، اس لئے افطار کرانے کے ثواب میں یہ سب لوگ شریک ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ہی حاصل ہوگا، البتہ یہ بات ممکن ہے کہ جس کے کھانے سے روزہ افطار کیا ہو، اس کو زیادہ ثواب عطاء کیا جائے۔ **واللّٰہ تعالیٰ أعلم۔**

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْدَأُ إِذَا أَفْطَرَ بِالتَّمْرِ (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۳۳۰۴، کتاب الصیام، باب ما یستحب للصائم أن یفطر علیه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تھے، تو کھجور سے ابتداء فرماتے تھے (سنن کبریٰ نسائی)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلٰى رُطَبَاتٍ ،قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلٰى تَمَرَاتٍ ،فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا

[1] الإسناد صحیح (سلسلة الأحادیث الصحیحة، للالبانی، تحت رقم الحدیث ۲۱۱۷)

www.idaraghufran.org

حَسَوَاتٍ مِّنْ مَاءٍ (سنن ابی داؤد،رقم الحدیث ٢٣٥٦،کتاب الصوم، باب مایفطر علیہ) ١

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مغرب کی) نماز پڑھنے سے پہلے چند کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے اوراگر کھجوریں نہ ملتیں، تو چند چھواروں سے افطار کیا کرتے تھے، اوراگر وہ بھی میسر نہ ہوتے، تو پانی کے چند گھونٹ سے افطار کرلیا کرتے تھے (ابوداؤد)

بعض اوراحادیث میں بھی مختلف الفاظ کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے۔ ٢

اس سے معلوم ہوا کہ عموماً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور سے افطار فرماتے تھے،اور کھجور میسر نہ ہوتی تو چھواروں سے افطار فرماتے تھے،اوراگر یہ بھی نہ ہوتے،تو پھر پانی سے افطار فرماتے تھے۔

جلیل القدر تابعیہ حضرت اُمِ موسیٰ سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ أَنْ يُّفْطِرُوا عَلَى الْبُسْرِ ، أَوِ التَّمْرِ (مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩٨٩٢،كتاب الصيام ،من كان يستحب أن يفطر على تمر ، أو ماء)

---

١ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح(حاشية سنن ابی داؤد)

٢ عن الرباب، عن عمها سلمان بن عامر يبلغ به النبی صلی الله عليه وسلم قال: إذا أفطر أحدكم فليفطر على تمر، فإنه بركة، فإن لم يجد تمرا فالماء فإنه طهور(سنن الترمذی، رقم الحديث ٦٥٨ ،باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة،سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٦٩٩، ابواب الصيام، باب ما جاء علی ما يستحب الفطر)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح من فعل النبی -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وهذا إسناد حسن فی الشواهد(حاشية سنن ابن ماجه)

عن جابر بن عبد الله، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: اللهم اغفر للأنصار وأبنائها وأبناء أبنائها وحشمها.

قال: وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان الرطب لم يفطر إلا على الرطب، فإذا لم يكن الرطب لم يفطر إلا على التمر(مسند عبد بن حميد، رقم الحديث ١١٤٤، من مسند جابر بن عبد الله)

قال البوصيری:رواه عبد بن حميد بسند ضعيف، لجهالة بعض رواته(إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة للبوصيری، ج٣ص ٩٩، تحت رقم الحديث ٢٢٨٣،كتاب الصوم، باب الفطر على التمر والنهی عن الوصال)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: صحابۂ کرام اس بات کو پسند کرتے تھے کہ وہ تازہ کھجور، یا چھوارے سے روزہ افطار کریں (ابنِ ابی شیبہ)

اس لئے افضل یہ ہے کہ کھجور سے اور وہ میسر نہ ہو، تو چھوارے سے، ورنہ پھر پانی سے افطار کیا جائے، اور اگر پانی میں دودھ، یا کوئی دوسرا مشروب شامل کرلیا جائے، تب بھی حرج نہیں۔

ایک ضعیف روایت میں کھجور، یا ایسی چیز سے افطار کرنے کا ذکر ہے، جو آگ پر نہ پکائی گئی ہو۔ [1]

اور ایک روایت میں دودھ سے افطار کرنے کا بھی ذکر ہے، جس کو بعض نے منکر کہا ہے۔ [2]

اس قسم کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کھجور، چھوارے، یا پانی سے افطار کرنا ضروری نہیں، بلکہ کسی اور پاکیزہ چیز سے بھی افطار کرنا جائز ہے۔

البتہ اگر بآسانی میسر ہو، اور کوئی عذر بھی نہ ہو، تو کھجور سے افطار کرنا افضل ہے۔

کھجور سے افطار کرنے میں بہت سی خوبیاں اور کمالات موجود ہیں، کیونکہ کھجور کے بے مثال طبی فوائد ہیں۔

چنانچہ یہ بلغم اور سردی کے اثر سے پیدا ہونے والی یادداشت کی کمزوری کا بہترین علاج ہے،

---

[1] عن أنس، قال: كان النبی صلی الله علیه وسلم یحب أن یفطر علی ثلاث تمرات أو شیء لم تصبه النار (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۳۳۰۵)

قال حسین سلیم أسد الدارانی: إسناده ضعیف (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

[2] عن أنس قال كان رسول الله (صلی الله علیه وسلم) یستحب إذا أفطر أن یفطر علی لبن فإن لم یجد فتمر فإن لم یجد حسا حسوات من ماء (تاریخ دمشق لابن عساكر، ج۸، ص ۲۲۶، تحت ترجمة "إسحاق بن الضیف ویقال إسحاق بن إبراهیم بن الضیف أبو یعقوب الباهلی" رقم الترجمة ۶۴۸)

عن ثابت عن أنس قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یستحب إذا أفطر أن یفطر علی لبن فإن لم یجد فتمر فإن لم یجد حسا حسوات من ماء إسناده صحیح (الأحادیث المختارة أو المستخرج من الأحادیث المختارة، لضیاء الدین المقدسی، ج۴ ص ۴۱۱، رقم الحدیث ۱۵۸۴، مسند أنس بن مالك رضی الله عنه)

قال الالبانی: منكر بذكر اللبن (سلسلة الأحادیث الضعیفة، تحت رقم الحدیث ۶۱۲۷)

دل اور گردوں کو قوت دیتی ہے اور بدن میں خون کی کمی کو دور کرتی ہے، سانس کی تکلیف اور خاص کر ''دمہ'' میں مفید ہے، کھانسی، بخار، اور پیچش میں اس کے استعمال سے افاقہ ہوتا ہے، یہ قبض کشا اور پیشاب آور ہے، قوتِ باہ کو بڑھانے میں بھی مددگار ہے۔

غرضیکہ کھجور کا استعمال ایک مکمل غذاء بھی ہے، اور اچھی صحت کے لئے ایک لاجواب ٹانک بھی ہے۔

بعض اہل علم حضرات فرماتے ہیں کہ جب معدہ خالی ہوتا ہے اور کھانے کی خواہش ہوتی ہے، تو کھانے کو معدہ خوب قبول کرتا ہے، ایسی حالت میں کھجور جیسی لطیف اور نرم مقوّی غذاء بدن کی قوت میں جلدی سرایت کرتی ہے، اور اس سے نظر کو بھی بہت فائدہ ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] بعض حضرات نے ہر میٹھی چیز کو کھجور کا حکم دے کر اس سے افطار کو مستحب قرار دیا ہے۔

لیکن بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اگر (حدیث میں) میٹھی چیز ہی سے افطار کے استحباب کو بیان کرنا مقصود ہوتا، تو تمر (کھجور) وغیرہ کے بعد پانی کے بجائے کسی اور میٹھی چیز (مثلاً شہد وغیرہ) کا ذکر ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں، جس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (حدیث میں) کھجور وغیرہ کا تذکرہ میٹھی چیز سے افطار کے استحباب کو بیان کرنے کے لئے نہیں، بلکہ چونکہ مدینہ منورہ میں کھجور اور پانی ہی دو ایسی چیزیں تھیں، جو عام میسر آ سکتی تھیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول انہی چیزوں سے افطار کرنے کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو بھی ان کی سہولت کے پیش نظر اسی کا مشورہ دیا کرتے تھے

(ملاحظہ ہو: درس ترمذی ج ۲ ص ۵۳۹، ابواب الصوم، باب ماجاء مایستحب علیہ الافطار)

وعللوه بأن الصوم يضعف البصر والإفطار على الحلو يقوى البصر، لكن لم يذكر فى الحديث بعد التمر إلا الماء، فلعله خرج مخرج الغالب فى المدينة من وجود الرطب فى زمنه، ووجود التمر فى بقية السنة، وتيسير الماء بعدهما بخلاف الحلو أو العسل، وإن كان العسل موجودا عندهم لكن يحتاج إلى ما يحمل فيه إذا كانوا خارج منازلهم، أو فى الأسفار(عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج ١١ ص ٦٦، كتاب الصوم،باب يفطر بما تيسر عليه بالماء وغيره)

(كان يفطر) إذا كان صائما (على رطبات قبل أن يصلى) المغرب (فإن لم يكن رطبات) أى لم تتيسر (فتمرات) أى فيفطر على تمرات (فإن لم تكن تمرات) أى لم تتيسر (حسا حسوات من ماء)بحاء وسين مهملتين جمع حسوة بالفتح المرة من الشراب .قال ابن القيم :فى فطره عليها تدبير لطيف فإن الصوم يخلى المعدة من الغذاء فلا يجد الكبد منها ما يجذبه ويرسله إلى القوى والأعضاء فيضعف والحلو أسرع شيئا وصولا إلى الكبد وأحبه إليها سيما الرطب فيشتد قبولها فتنتفع به هى والقوى فإن لم يكن فالتمر لحلاوته وتغذيته فإن لم يكن فحسوات الماء تطفء لهيب المعدة وحرارة الصوم فتنتبه بعده للطعام وتتلقاه بشهوة اهـ.وقال غيره فى كلامه على هذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یادر ہے کہ بعض مرد اور بعض عورتیں نمک کی کنکری سے افطار کرتی ہیں، اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں، یہ عقیدہ غلط ہے۔

اور بعض لوگ رمضان کے ایک عشرہ میں کھجور سے اور ایک عشرہ میں پانی سے اور ایک عشرہ میں نمک سے افطار کرنے کو افضل سمجھتے ہیں، یہ تفصیل اور تقسیم بھی شریعت سے ثابت نہیں، بلکہ من گھڑت ہے۔

بعض لوگ افطار کے وقت بہت سی چیزوں کا تو اہتمام کرتے ہیں، مگر حلال چیز کا اہتمام نہیں کرتے، اور ناجائز طریقے سے حاصل شدہ مال کو افطار کے لئے استعمال کرتے ہیں، حالانکہ عام دنوں میں بھی اور بطورِ خاص رمضان اور افطار میں حرام سے بچنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

روزہ جلدی افطار کرنا

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (سورة البقرة ،رقم الآية ١٨٧)

ترجمہ: پھر پورا کرو تم روزوں کو رات تک (سورہ بقرہ)

اس آیت میں روزہ کے آخری وقت کا بیان ہے اور جو روزہ کا آخری وقت ہے، وہی روزہ افطار کرنے کا وقت ہے، اور وہ رات شروع ہونے کا وقت ہے، اور شرعی اعتبار سے رات سورج غروب ہونے پر شروع ہو جاتی ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الحديث : هذا من كمال شفقته على أمته وتعليمهم ما ينفعهم فإن إعطاء الطبيعة الشيئ الحلو مع خلو المعدة أدعى لقبوله وانتفاع القوى سيما القوة الباصرة فإنها تقوى به وحلاوة رطب المدينة التمر ومرباهم عليه وهو عندهم قوت وأدم وفاكهة وأما الماء فإن الكبد يحصل لها بالصوم نوع يبس فإذا رطبت بالماء انتفعت بالغذاء بعده ولهذا كان الأولى بالظمأ الجائع البداء ة بشرب قليل ثم يأكل وفيه ندب الفطر على التمر ونحوه(فيض القدير للمناوى، ج٥ ص٣٣٥،تحت رقم الحديث ٧١٢٠،حرف الكاف)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھَا ھُنَا، وَاَدْبَرَالنَّھَارُمِنْ ھَاھُنَا ،وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ ،فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ (صحیح البخاری،رقم الحدیث ۱۹۵۴،کتاب الصوم، باب متیٰ یحل فطر الصوم،صحیح مسلم،رقم الحدیث ۱۱۰۱"۵۲")

ترجمہ: جب رات اُدھر سے (یعنی مشرق سے) آجائے ،اوردن ادھر سے (یعنی مغرب سے) چلا جائے ،اورسورج غروب ہوجائے ،تو روزہ دار صاحبِ افطار ہوگیا (بخاری،ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج غروب ہوتے ہی روزہ کا وقت مکمل ہوجا تا ہے۔

اوراسی وجہ سے اگر کسی نے غروب ہونے کے بعد روزہ افطار نہیں کیا،تب بھی اس کا روزہ مکمل ہوجاتا ہے،اوراگر سورج غروب ہونے کے بعد افطاری کی نیت کے بغیر بھی کچھ کھا پی لے، تب بھی روزہ اداء ہوجا تا ہے۔

احادیث میں سورج غروب ہونے کے بعد روزہ جلدی افطار کرنے کی ترغیب آئی ہے۔

چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَایَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَاعَجَّلُوْاالْفِطْرَ (صحیح البخاری،رقم الحدیث ۱۹۵۷، کتاب الصوم ،باب تعجیل الافطار، صحیح مسلم،رقم الحدیث ۱۰۹۸"۴۸" باب فضل السحور)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک خیر کے ساتھ رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے (بخاری،مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَزَالُ الدِّیْنُ ظَاھِرًا ،مَا عَجَّلَ

النَّاسُ الْفِطْرَ ، لِأَنَّ الْيَهُوْدَ، وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ٢٣٥٣، كتاب الصوم، باب ما يستحب من تعجيل الفطر) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اس وقت تک غالب رہے گا، جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، کیونکہ یہود ونصاریٰ تاخیر سے (اپنے روزے افطار) کرتے ہیں (ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُوْرَنَا ، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا ، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِيْ صَلَاتِنَا (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ١٧٧٠، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة) [2]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے، کہ ہم سحری میں تاخیر کریں (یعنی رات کے آخری حصے میں صبح صادق ہونے سے پہلے سحری کھائیں) اور افطار میں (غروب ہوتے ہی) جلدی کریں، اور ہم نماز میں اپنے دائیں ہاتھوں سے بائیں ہاتھوں کو تھامیں (ابنِ حبان)

افطار میں جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غروب کا یقین ہوجانے کے بعد دیر نہ کی جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ ابھی تک غروب کا پوری طرح یقین بھی نہ ہوا ہو اور جھٹ روزہ افطار کرلیا جائے، کیونکہ اس میں جلدی کی فضیلت کا حاصل ہونا تو دور کی بات ہے، روزہ ہونے نہ ہونے کا ہی خطرہ ہے۔

سورج غروب ہونے کے وقت میں تھوڑی سی احتیاط اختیار کی جائے، تو مناسب ہے، کیونکہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره دون قوله" :لأن اليهود والنصارى يؤخرون"، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابی داؤد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناد صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

بعض اوقات گھڑی میں کچھ فرق ہوجاتا ہے اور جنتری ونقشوں اور ان کو استعمال کرنے والوں کی جگہ وغیرہ کے مختلف ہونے کے اعتبار سے بھی تھوڑا بہت فرق ممکن ہوتا ہے۔

لہٰذا احتیاط کے مسئلہ کو جلدی افطار کرنے کے اصول کے خلاف قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اور سورج غروب ہونے کے بعد رات کا شروع ہوجانا اور افطار کا حلال ہوجانا، قرآن وسنت کے واضح دلائل سے ثابت ہے، لیکن بعض شیعہ حضرات کے نزدیک سورج غروب ہوجانے کے کافی دیر بعد جب آسمان پر ستارے خوب ظاہر ہوجائیں اور سیاہی پھیل جائے، تب افطار کا وقت ہوتا ہے۔

مگر یہ موقف قرآن وسنت، اور اہلُ السنۃ کے موقف سے مطابقت نہیں رکھتا۔

مغرب کی نماز سے پہلے افطار کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلٰى رُطَبَاتٍ ،قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ، فَعَلٰى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَّاءٍ (سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۲۳۵۶، كتاب الصوم،باب ما يفطر عليه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند تازہ کھجوروں پر افطار کیا کرتے تھے، اس سے پہلے کہ (مغرب کی) نماز پڑھیں، پھر اگر تازہ کھجور نہ ہوتیں، تو چھواروں پر افطار کرتے تھے، پھر اگر وہ بھی نہ ہوتیں، تو چند پانی کے گھونٹ پی لیا کرتے تھے

(ابوداؤد)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داوٗد)

www.idaraghufran.org

مَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ صَلّٰى صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ، حَتّٰى يُفْطِرَ، وَلَوْعَلٰى شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣٥٠٤، كتاب الصوم باب الافطار وتعجيله) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے افطار کرنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی ہو، اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ ہی سے افطار کرلیا ہو (ابنِ حبان)

مذکورہ احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مغرب کی نماز سے پہلے افطار فرمانے کا ثابت ہوا، لہٰذا اسی کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

البتہ اگر کوئی اتفاقاً، یا کسی عذر ومجبوری سے مغرب کی نماز کے بعد افطار کرے، تب بھی گناہ نہیں، اور اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ [2]

رمضان میں افطار کی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا

جس طرح روزہ افطار کرنے کا وقت سورج غروب ہونے پر ہوجاتا ہے، اسی طرح مغرب کی نماز کا وقت بھی سورج کے غروب ہونے پر شروع ہوجاتا ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية ابنِ حبان)

[2] عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف أنه أخبره :أن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان كانا يصليان المغرب حين ينظران الليل الأسود قبل أن يفطروا ثم يفطران بعد الصلاة في رمضان .

قال محمد :وهذا كله واسع فمن شاء أفطر قبل الصلاة ومن شاء أفطر بعدها وكل ذلك لا بأس به (موطأ رواية محمد بن الحسن، رقم الرواية ٣٦٥، ابواب الصيام، باب تعجيل الإفطار)

فهو لبيان جواز التأخير لئلا يظن وجوب التعجيل، ويمكن أن يكون وجهه أنه -صلى الله عليه وسلم -كان يفطر في بيته ثم يخرج إلى صلاة المغرب، وأنهما كانا في المسجد ولم يكن عندهما تمر ولا ماء ، أو كانا غير معتكفين، ورأيا الأكل والشرب لغير المعتكف مكروهين، لكن إطلاق الأحاديث ظاهر في استثناء حال الإفطار، والله أعلم (مرقاة المفاتيح، ج٤ص ١٣٨٥ ، كتاب الصوم، باب في مسائل متفرقة، الفصل الثاني)

اوراحادیث میں عام حالات میں مغرب کی نماز کوجلد از جلد اداء کرنے کی ترغیب آئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مغرب کی نماز غروب ہونے کے بعد بلاتاخیر اداء کرنا اوراس کی ترغیب وفضیلت ثابت ہے۔

اور تاروں کے خوب چمکنے اور جگمگانے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لینے میں خیر بتلائی گئی ہے۔

جس کے پیشِ نظر عام حالات میں مغرب کی نماز جلد از جلد پڑھنا مستحب وافضل ہے۔ [1]

لیکن رمضانُ المبارک میں چونکہ مغرب کی نماز اور روزہ افطار کرنے کا وقت ایک ساتھ شروع ہوتا ہے، اور افطار کے وقت کھانے کی طرف رغبت وطلب ہوتی ہے، اور افطار کئے بغیر نماز پڑھنے کی صورت میں نماز کا خشوع کمزور، یا فوت ہوجاتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افطار کے بعد نماز کا ثبوت ملتا ہے، اس لئے زیادہ مناسب طریقہ یہی ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِیمَتِ الصَّلَاةُ وَأَحَدُکُمْ صَائِمٌ فَلْیَبْدَأْ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِکُمْ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۲۰۶۸، ج۵ ص ۴۲۲، کتاب الصلاۃ، باب فرض الجماعۃ والاعذار التی تبیح ترکھا) [2]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کھڑی کردی جائے، اور تم میں سے کوئی روزہ سے ہو، تو اُسے چاہئے کہ مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھالے، اور تم نماز کو اپنے کھانے سے پہلے نہ پڑھو (ابنِ حبان)

---

[1] وأجمع کل من نحفظ عنه من أهل العلم علی أن التعجیل بصلاۃ المغرب أفضل وکذلک نقول (الاوسط لابن المنذر، ج۲ ص ۳۶۹، تحت رقم الحدیث رقم ۹۹۳، کتاب المواقیت، ذکر التعجیل بصلاۃ المغرب)

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح (حاشیة ابن حبان)

www.idaraghufran.org

حضرت نافع کی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ.

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ: يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ، وَتُقَامُ الصَّلَاةُ، فَلَا يَأْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَ ةَ الْإِمَامِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٧٣، کتاب الأذان، باب: إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا شام کا کھانا لگادیا جائے، اور نماز کھڑی ہوجائے، تو تم پہلے شام کا کھانا کھالو، اور جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ اس کھانے سے فارغ نہ ہوجاؤ۔

اور (نافع کہتے ہیں کہ) ابنِ عمر کے لئے کھانا لگادیا جاتا تھا، اور نماز بھی کھڑی ہوجاتی تھی، لیکن آپ کھانا کھائے بغیر نماز کے لئے نہیں آتے تھے، حالانکہ آپ امام کی قرائت کو بھی سن رہے ہوتے تھے (صحیح بخاری)

اور حضرت نافع سے ہی مصنف عبدالرزاق میں روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ أَحْيَانًا نَلْقَاهُ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَيُقَدَّمُ لَهُ الْعَشَاءُ، وَقَدْ نُوْدِيَ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ، ثُمَّ تُقَامُ، وَهُوَ يَسْمَعُ - يَعْنِي الصَّلَاةَ - فَلَا يَتْرُكُ عَشَاءَ هُ، وَلَا يَعْجَلُ حَتّٰى يَقْضِيَ عَشَاءَ هُ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ، وَيَقُوْلُ: إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: لَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ إِذَا قُدِّمَ إِلَيْكُمْ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٢١٨٩، کتاب الصلاة، باب إذا قرب العشاء ونودی بالصلاة، الاوسط لابن المنذر، رقم الحديث ١٩١٤)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ہم سے بعض اوقات روزہ کی حالت میں

ملاقات کرتے تھے، پھر آپ کے لئے (افطار کے وقت) شام کا کھانا پیش کیا جاتا تھا، اور مغرب کی نماز کی اذان ہو چکتی تھی، پھر وہ کھڑی بھی ہو جاتی تھی، اور آپ نماز کی آواز سُن رہے ہوتے تھے، مگر آپ اپنا کھانا نہیں چھوڑتے تھے، اور نماز کے لئے جلدی نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ کھانا نہ کھالیں، پھر تشریف لے جا کر نماز پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے سامنے جب شام کا کھانا پیش کر دیا جائے، تو تم (نماز کے لئے) جلدی نہ کرو (بلکہ اطمینان سے کھانا کھا کر ہی نماز پڑھو) (عبدالرزاق)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَاءِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٧١، كتاب الأذان، باب: إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شام کا کھانا لگا دیا جائے، اور نماز کھڑی ہو جائے، تو تم پہلے کھانا کھاؤ (بخاری)

روزہ افطار کرنے کے وقت عموماً بھوک لگی ہوئی ہوتی ہے، اور کھانا تیار ہوتا ہے، اور کھانے کی طلب ہوتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ، إِقْبَالُهُ عَلٰى حَاجَتِهٖ، حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ (صحيح البخارى، ج ١ ص ١٣٥، كتاب الاذان، باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

ترجمہ: آدمی کے فقہ (وسمجھداری) کی نشانی میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنی (کھانے پینے وغیرہ کی) حاجت کی طرف متوجہ ہو، اپنی نماز کی طرف متوجہ ہونے

www.idaraghufran.org

سے پہلے، تاکہ اس کا دل (نماز اور اس کے خشوع کے لئے) فارغ ہو (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ کھانے وغیرہ کی ضرورت سے فارغ ہوکر اس حال میں نماز پڑھنا کہ دل کھانے کی طرف متوجہ نہ ہو، یہ آدمی کے سمجھدار ہونے کی نشانی ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھوک لگی ہوئی ہو، اور کھانا تیار ہو، تو نماز میں صحیح یکسوئی اور خشوع حاصل نہیں ہوتا، اس لئے ایسی صورت میں کھانے کے تقاضے سے فارغ ہوکر نماز پڑھنے کو فقہ اور سمجھداری کی علامت بتلایا گیا۔ [1]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر رمضان کے مہینے میں اذان کے بعد کچھ تاخیر سے نماز پڑھی جائے، اور کچھ تاخیر سے جماعت کھڑی کی جائے، تاکہ اعتدال کے ساتھ افطار کرکے لوگ نماز وجماعت میں شریک ہوسکیں، اور یکسوئی کے ساتھ نماز اداء کرسکیں، تو اس میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں، بلکہ اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

لیکن مغرب کی نماز میں اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ خوب اندھیرا ہوجائے، اور چھوٹے بڑے تارے اچھی طرح روشن ہوجائیں، کیونکہ احادیث میں اتنی تاخیر کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے۔

چنانچہ عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَزَالُ أُمَّتِي عَلَى الْفِطْرَةِ، مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ حَتَّى تَشْتَبِكَ النُّجُومُ (سنن ابنِ ماجه، رقم

---

[1] وقال الفاكهانى: ينبغى حمله على العموم نظرا إلى العلة وهى التشويش المفضى إلى ترك الخشوع، وذكر المغرب لا يقتضى حصرا فيها لأن الجائع غير الصائم قد يكون أشوق إلى الأكل من الصائم .انتهى .وحمله على العموم إنما هو بالنظر إلى المعنى إلحاقا للجائع بالصائم وللغداء بالعشاء لا بالنظر إلى اللفظ الوارد(فتح البارى لابنِ حجر، ج٢ص ١٦٠ ،كتاب الأذان، باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

(إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء) كسماء ما يؤكل عند العشاء والمراد بحضوره وضعه بين يدى الآكل أو قرب حضوره لديه وقد تاقت نفسه له (فابدؤوا) ندبا (بالعشاء)إن إتسع الوقت فيأكل لقيمات يكسر بها حدة الجوع على وجه لكن الأصح يأكل حاجته وذلك لما فى تركه من فوت الخشوع أو كماله (فيض القدير للمناوى، ج١ ص ٢٩٥، تحت رقم الحديث ٤٧٣، حرف الهمزة)

www.idaraghufran.org

الحدیث ۶۸۹،ابواب مواقیت الصلاۃ، باب وقت صلاۃ المغرب) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت اس وقت تک فطرت پر رہے گی، جب تک وہ مغرب کی نماز میں اتنی تاخیر نہیں کریں گے کہ ستارے چمک جائیں (ابنِ ماجہ)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَا يَزَالُ أُمَّتِيْ بِخَيْرٍ أَوْ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوْا الْمَغْرِبَ ،حَتّٰى يَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ

(مستدرک حاکم،رقم الحدیث ۶۸۵،ج ا ص ۳۰۳، کتاب الصلاۃ، باب فی مواقیت الصلاۃ؛ سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۴۱۸،باب فی وقت المغرب) ۲

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میری اُمت خیر، یا فطرت پر قائم رہے گی، جب تک کہ مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے گی کہ ستارے چمک جائیں (حاکم،ابوداؤد)

ستارے چمکنے اور چمکنے سے مراد یہ ہے کہ بڑے چھوٹے ستارے خوب اور کثرت سے نظر آنے لگیں، نہ یہ کہ صرف بعض اور تیز ستارے نظر آنے لگیں، اور یہ کیفیت اسی وقت ہوتی ہے، جب زمین پر غیر معمولی اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ۳

---

۱ قال شعیب الارنؤوط:حسن لغیرہ(حاشیۃ سنن ابنِ ماجہ)

۲ قال الحاکم:هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه وله شاهد صحيح الإسناد.
وقال الذهبي: على شرط مسلم وله شاهد صحيح.
وقال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن من أجل محمّد بن إسحاق،وباقي رجاله ثقات(حاشية سنن ابی داوٗد)

۳ (إلى اشتباك النجوم) أي انضمام بعضها إلى بعض وظهورها كلها بحيث يختلط إنارة بعضها ببعض ويظهر صغارها من كبارها حتى لا يخفى منها شيئ وفيه رد على الشيعة في تأخيرهم إلى ظهور النجوم وأن الوصال يحرم علينا شرعا لأن تأخير الفطر إذا كان ممنوعا فتركه بالكلية أشد منعا (حم د)(فیض القدیر للمناوی، ج۶ ص ۳۹۶، تحت رقم الحدیث ۹۷۷۲، حرف "لا")
واشتباكها كثرتها (تبيين الحقائق ج ا ص ۸۴، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)
والمغرب إلى اشتباك النجوم يكره كراهة تحريم(البحرالرائق، ج ا، ص ۲۶۱، كتاب الصلاة، وقت صلاة العشاء)

لٰہذا رمضان میں مغرب کی نماز اور جماعت افطار کے بعد اتنی تاخیر سے اداء کرنا کہ بھوک کا تقاضا جاتا رہے، اور نماز یکسوئی اور خشوع کے ساتھ اداء کی جاسکے، یہ شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، اسی پر عمل کرنا چاہئے، بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ زمین پر خوب اندھیرا ہو جائے، اور آسمان پر چھوٹے بڑے ستارے خوب کثرت سے روشن اور نمایاں ہو جائیں۔ [1]

---

[1] (و) أخر (المغرب إلى اشتباک النجوم) أى كثرتها (كره) أى التأخير لا الفعل لأنه مأمور به (تحريما) إلا بعذر كسفر، وكونه على أكل(الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله: إلى اشتباک النجوم) هو الأصح .وفى رواية لا يكره ما لم يغب الشفق بحر أى الشفق الأحمر؛ لأنه وقت مختلف فيه فيقع الشک .وفى الحلية بعد كلام: والظاهر أن السنة فعل المغرب فورا وبعده مباح إلى اشتباک النجوم فيكره بلا عذر اهـ قلت أى يكره تحريما، والظاهر أنه أراد المباح ما لا يمنع فلا ينافى كراهة التنزيه ويأتى تمامه قريبا.

(قوله: أى كثرتها) قال فى الحلية: واشتباكها أن يظهر صغارها وكبارها حتى لا يخفى منها شيء، فهو عبارة عن كثرتها وانضمام بعضها إلى بعض .اهـ.

(قوله: كره) يرجع إلى المسائل الثلاثة قبله ط .

قوله: أى التأخير لا الفعل) فيه كلام يأتى.

(قوله: تحريما) كذا فى البحر عن القنية، لكن فى الحلية أن كلام الطحاوى يشير إلى أن الكراهة فى تأخير العشاء تنزيهيا وهو الأظهر .اهـ.

(قوله: إلا بعذر إلخ) ظاهره رجوعه إلى الثلاثة أيضا لكن ذكر فى الإمداد فى تأخير العصر إلى الاصفرار عن المعراج أنه لا يباح التأخير لمرض أو سفر اهـ ومثله فى الحلية واقتصر فى الإمداد وغيره على ذكره الاستثناء فى المغرب، وعبارته إلا من عذر كسفر ومرض وحضور مائدة أو غيم .اهـ.

قلت وينبغى عدم الكراهة فى تأخير العشاء لمن هو فى ركب الحجاج، ثم إن للمسافر والمريض تأخير المغرب للجمع بينها وبين العشاء فعلا كما فى الحلية وغيرها: أى بأن تصلى فى آخر وقتها والعشاء فى أول وقتها، وهو محمل ما روى من جمعه – صلى الله عليه وسلم – بينهما سفرا كما سيأتى.

(قوله: وكونه على أكل) أى لكراهة الصلاة مع حضور طعام تميل إليه نفسه ولحديث إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء فابدئوا بالعشاء) رواه الشيخان(ردالمحتار، ج ا، ص٣٦٨، ٣٦٩، كتاب الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسجد میں افطار کرنا

احادیث سے مسجد میں کھانا کھانے کا ثبوت اور اس کے ساتھ مسجدوں کو صاف رکھنے کا حکم ملتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علامہ ابنِ عابدین شامی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اشتباکِ نجوم تک کی تاخیر کے بارے میں ایک قول تحریمی ہونے کا ہے، لیکن راجح تنزیہی ہونا ہے،اور ایک غیر اصح قول کے مطابق شفقِ احمر کے غروب تک کراہت نہیں ہے۔

احسنُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

> رمضان میں اگر بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پندرہ بیس منٹ تک تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ یہ تاخیر زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے، اور بھوک کی حالت میں کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، لہٰذا کھانے سے فارغ ہو کر اطمینان اور فراغِ قلب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہئے (احسن الفتاویٰ، ج ۲ ص ۱۳۸، کتاب الصلاۃ، ناشر: ایچ ایم سعید، کراچی، طبع یازدہم: ۱۴۲۵ھ)

ہمارا مشاہدہ وتجربہ ہے کہ عام حالات میں پندرہ بیس منٹ تک اعتدال کے ساتھ افطار کر کے نماز میں شمولیت آسان ہوتی ہے، ضرورت کے وقت اس میں کمی بیشی بھی کی جاسکتی ہے، بس اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ چھوٹے بڑے ستارے خوب روشن ہوجائیں، اور زمین پر اندھیرا غالب آجائے۔

مختلف علاقوں اور موسموں کے لحاظ سے مذکورہ کیفیت، یا بالفاظِ دیگر اشتباکِ نجوم کے اوقات مختلف ہوسکتے ہیں، نیز آب وہوا اور فضاء کے مکدّر، ابر آلود اور صاف ہونے کے اعتبار سے بھی فرق ہوسکتا ہے۔تاہم اگر فلکی لحاظ سے یہ بات محقق ہوجائے کہ معتدل حالات میں سورج کے کتنی ڈگری نیچے چلے جانے کے بعد اشتباکِ نجوم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، تو پھر مختلف علاقوں کے اعتبار سے متعین اوقات کی تخریج کر کے اس کی تحدید وتعیین بھی ممکن ہے۔

اور آج کل شہروں میں آبادی اور مصنوعی روشنیوں کی کثرت اور آسمان کے مناظر دیکھنے میں مشکلات کے باعث اس کی فلکی تحقیق کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اسی ضرورت کے لئے ہم نے اس پر غور کیا، تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ فلکی اعتبار سے سورج غروب ہونے کے بعد اس کے افق سے 6 ڈگری نیچے چلے جانے تک کی روشنی کو سول ٹیولائٹ (Civil Twilight) کہا جاتا ہے، اس روشنی میں شہری ماحول اور آبادی میں اخبار پڑھنا ممکن ہوتا ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ 6 ڈگری تک اندھیرا زیادہ نہیں ہوتا) اور 6 ڈگری کے بعد سے لے کر 12 ڈگری نیچے جانے تک کی روشنی کو ناٹیکل ٹیولائٹ (Nautical Twilight) کہا جاتا ہے، اس وقت میں سمندری راستوں پر سفر کرنے والوں کو معروف اور واضح ستارے نظر آنے لگتے ہیں (اور سمندری راستوں کی قید سے مصنوعی روشنیوں اور آبادی کی آلودگیوں سے احتراز مقصود ہے، کیونکہ فضا کی آلودگی اور مصنوعی روشنیاں ستاروں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَأْكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ، ثُمَّ نُصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ١٦٥٧، كتاب الصلاة، باب المساجد) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں روٹی اور گوشت کھالیا کرتے تھے، پھر ہم نماز پڑھا کرتے تھے اور ہم وضو نہیں کرتے تھے (یعنی کھانا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

کے نظر آنے میں مانع ہوتی ہیں) اور 12 ڈگری سے لے کر 18 ڈگری تک کی روشنی کو آسٹرونومیکل ٹیولائٹ (Astronomical Twilight) کہا جاتا ہے، جس کے بعدرات کا اندھیرا اتنا گہرا ہوجاتا ہے، کہ اب مزید گہرا نہیں ہوسکتا (اور ہماری تحقیق کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسی وقت سے عشاء کے وقت کا آغاز ہوتا ہے، اور اس سے پہلے پہلے مغرب کا اداء وقت ہوتا ہے)

اس تفصیل کے پیشِ نظر اشتباکِ نجوم اور چھوٹے بڑے ستارے خوب نظر آنے کی کیفیت 12 ڈگری سے 18 ڈگری کے درمیان ہوتی ہے، کیونکہ 12 ڈگری تک اگر کوئی مانع نہ ہو، تو صرف تیز چمکنے والے ستارے ہی واضح نظر آتے ہیں، جبکہ فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق اشتباکِ نجوم چھوٹے اور بڑے ستاروں کے واضح نظر آنے کا وقت ہے، لہٰذا اگر سورج غروب ہونے سے لے کر 18 ڈگری کے مطابق درمیانی وقت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، تو دوتہائی حصہ گزرنے کے کچھ وقت بعد اشتباکِ نجوم کی مذکورہ کیفیت پیدا ہوتی ہے، چنانچہ اگر مثلاً سورج غروب ہونے سے لے کر 18 ڈگری کے مطابق وقت ڈیڑھ گھنٹہ پر مشتمل ہو، تو غروبِ آفتاب کے ایک گھنٹہ گزرنے کے کچھ دیر بعد ہی اشتباکِ نجوم کی مذکورہ کیفیت پیدا ہوگی، اس سے پہلے نہیں، پس 12 ڈگری، یا اس کے کچھ بعد تک مغرب کی نماز سے فراغت حاصل کر لینے میں کراہت نہ ہوگی، صرف استحباب کے خلاف ہوگا، اور افطار کی ضرورت کے لئے اتنی تاخیر میں حرج نہیں۔

اگر اس پر شبہ کیا جائے کہ یہ تو طویل وقت ہے، اور تعجیل کے منافی ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ تعجیل مستحب ہے، اور یہاں بحث اُس وقت سے متعلق ہے، جو کراہت کو مستلزم ہو، جو کہ اشتباکِ نجوم کا وقت ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان مغرب کا اداء وقت ہے، لہٰذا اگر اس کے اکثر وقت کو کراہت میں داخل مانا جائے، تو اس میں حرجِ عظیم ہے، اور شریعت کے پیشِ نظر نمازوں کے اوقات میں جو یُسر وسہولت اور وسعت رکھی گئی ہے، اس مقصود کو فوت کردینا ہے، لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ مکروہ وقت، غیر مکروہ وقت کے مقابلہ میں اقل ہونا چاہئے، جیسا کہ عصر کی نماز کے وقت کا معاملہ ہے۔

مذکورہ تحقیق ہمارے شرح صدر اور اطمینان پر مبنی ہے۔ محمد رضوان۔

[1] قال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح رجاله رجال الصحيح غير سليمان بن زياد الحضرمي وهو ثقة (حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

کھانے کی وجہ سے وضو کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے) (ابنِ حبان)

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

أَكَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،شِوَاءً فِي الْمَسْجِدِ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۷۰۲) [1]

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا کھانا کھایا

(مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا (صحيح مسلم، رقم الحديث ۵۵۲ "۵۵"، كتاب المساجد، باب النهى عن البصاق فى المسجد فى الصلاة وغيرها)

ترجمہ: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اور اس کی تلافی اس کو صاف کر دینا ہے (مسلم)

چونکہ عام حالات میں مسجد میں کھانے پینے کا معمول بنانا، مسجد کے ملوث ہونے اور لوگوں بطورِ خاص نمازیوں کے ایذا اُٹھانے کا باعث تھا۔

اس لئے بعض فقہائے کرام نے عام حالات میں مسجد میں غیر معتکف کے لئے کھانے پینے کو ناپسند اور مکروہ قرار دیا ہے۔ [2]

لیکن بعض فقہاء نے غیر معتکف کے لئے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کے مسجد میں کھانے کی وجہ سے اس کی اجازت دی ہے، جبکہ مسجد کو ملوث ہونے سے بچانے کے لئے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] كره الحنفية الأكل فى المسجد والنوم فيه وقيل :لا بأس للغريب أن ينام فيه، وأما بالنسبة للمعتكف فله أن يشرب ويأكل وينام فى معتكفه لأن النبى صلى الله عليه وسلم لم يكن يأوى فى اعتكافه إلا إلى المسجد، ولأنه يمكن قضاء هذه الحاجة فى المسجد فلا ضرورة إلى الخروج......

أما المعتكف :فاستحبوا له أن يأكل فى المسجد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷،ص ۲۰۹، مادة"مسجد "حرف الميم)

کوئی کپڑا وغیرہ بچھالیا جائے۔ [1]

پس بہتر اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو، اور مسجد قریب ہو، تو روزہ گھر میں افطار کر کے مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آئے، یا پھر مسجد کی داخلی حدود سے باہر کوئی جگہ میسر ہو (جو کہ نماز پڑھنے کے لئے مخصوص و متعین نہیں ہے) تو وہاں افطار کیا جائے، اور اگر مسجد میں افطار کرے، تو بہتر یہ ہے کہ نفلی اعتکاف کی نیت کر لے، اور کوئی کپڑا وغیرہ بچھا کر مسجد کو ملوث ہونے سے بچایا جائے، اور نمازیوں کے لئے جلدی جگہ خالی کر دی جائے، تا کہ مسجد کے اصل مقصود میں (جو کہ نماز ہے) خلل واقع نہ ہو۔

افطار سے متعلق چند قابلِ توجہ باتیں

اب افطار سے متعلق چند ایسے پہلوؤں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(1)......افطار کے وقت مختلف قسم کے گناہوں میں مبتلاء ہونا

(1)......بعض لوگ عین افطار کے وقت کئی قسم کے گناہوں اور خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں،

---

[1] وقال الشافعية :یجوز أكل الخبز والفاكهة والبطيخ وغير ذلک فی المسجد، فقد روى عن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدى قال :كنا نأكل على عهد النبی صلى الله عليه وسلم فی المسجد الخبز واللحم .

قال :وينبغی أن يبسط شيئا خوفا من التلوث ولئلا يتناثر شیء من الطعام فتجتمع عليه الهوام، هذا إذا لم يكن له رائحة كريهة، فإن كانت كالثوم والبصل والكراث ونحوه فيكره أكله فيه ويمنع آكله من المسجد حتى يذهب ريحه، فإن دخل المسجد أخرج منه لحديث :من أكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا، أو ليعتزل مسجدنا وليقعد فی بيته.......

وقال ابن قدامة :لا بأس أن يأكل المعتكف فی المسجد ويضع سفرة يسقط عليها ما يقع منه كيلا يلوث المسجد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷،ص ۲۱۰، مادة"مسجد "حرف الميم)

لا بأس بالأكل والشرب ووضع المائدة فی المسجد، وغسل اليد فيه .وقال الحنفية :يكره تنزيها أكل ما ليست له رائحة كريهة، وقال المالكية :يجوز للغرباء الأكل فی المساجد ما لم يقذر، وكذلک قال الحنابلة :يباح الأكل بشرط ألا يلوثه(الفقه الاسلامی وادلتۂ للزحيلی، ج ۱،ص ۵۴۸،القسم الاول،الباب الاول، المبحث السادس،الفصل الخامس،المطلب السابع)

www.idaraghufran.org

چنانچہ بعض جگہ ٹی۔وی وغیرہ کے پروگرام چلا کر دیکھے اور سنے جاتے ہیں، اوران میں کئی باتیں شریعت کے خلاف ہوتی ہیں۔

اوّل تو افطار کا وقت اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور دعاء میں لگنے کا وقت ہے۔

دوسرے آج کل ٹی۔وی پر نشر ہونے والے پروگرام عموماً گناہوں سے خالی نہیں ہوتے۔

تیسرے آج کل دین کے نام پر نشر ہونے والے پروگراموں میں بہت سی باتیں خلافِ شریعت اور غلط پیش کی جاتی ہیں، اوران پر دینی باتوں کا عنوان لگا دیا جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں عقائد ونظریات کے بگڑنے تک کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

رہا افطار کا وقت معلوم کرنے کا عذر، تو افطار کا وقت معلوم کرنے کے لئے ٹی۔وی کے علاوہ اور بے شمار جائز اور آسان طریقے موجود ہیں، چنانچہ افطاری کے مختلف قسم کے اعلانات، مغرب کی اذان اور گھڑیوں اور صحیح جنتریوں ونقشوں کے ذریعے سے آج کے دور میں بآسانی افطار کا وقت معلوم کیا جاسکتا ہے، یہ سوچنا چاہیے کہ جب تک ٹی۔وی جیسی چیزوں کی ایجاد نہیں ہوئی تھی، اس وقت بھی تو روزہ اور افطاری کا سلسلہ جاری تھا۔

(2)......افطار کے وقت بے محابی

(2)......بعض مقامات پر افطار کے موقعہ پر عورتوں اور مَردوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے، خصوصاً دعوتوں کے موقعوں پر نامحرم اور اجنبی عورتیں اور مرد بن سنور کر اور بے پردگی کی حالت میں جمع ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں بے پردگی وبدنظری کی نوبت آتی ہے۔

(3)......افطار کے وقت لڑائی جھگڑا کرنا

(3)...... بعض لوگ افطار کے قریب ،غیبت، جھوٹ، بہتان تراشی اور آپس کے لڑائی جھگڑوں میں لگ جاتے ہیں، عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ افطار کے قریب روزہ کی مشقت زیادہ محسوس ہونے، یا افطاری کے لئے اپنے گھر، یا کسی جگہ پہنچنے کی وجہ سے غصہ زیادہ آتا ہے، جس کے نتیجہ میں لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ کی نوبت آتی ہے۔

بعض جگہ جلد بازی میں راستوں پر حادثے (ایکسیڈنٹ) ہوجاتے ہیں اور جانی ومالی نقصان

ہوتا ہے، یا کم از کم ایک دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے، اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے گالی گلوچ کا سلسلہ بھی چلتا ہے، ان چیزوں سے تو روزہ دار کو بطورِ خاص بچنے کا احادیث میں حکم آیا ہے۔

سارا دن روزہ کی حالت میں گزار کر اور دن بھر کی مشقت برداشت کر کے اب آخری واختتامی لمحات میں ایسی حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔

(4)......افطاری کی تیاری میں غلو وبے جا انہماک

(4)......بعض گھروں میں افطاری کی تیاری میں لوگ اور خاص کر عورتیں اتنی مشغول ہو جاتی ہیں کہ افطار سے پہلے چند لمحات بھی دعاء کے لئے میسر نہیں آتے، بلکہ بعض اوقات تو افطار بھی ہو جاتا ہے، مگر افطار کی تیاریاں چل رہی ہوتی ہیں۔

اوّل تو بغیر ضرورت ومجبوری کے اتنا اہتمام اور غلو کرنا ہی مناسب نہیں، دوسرے مناسب تیاری کچھ وقت پہلے بھی کر کے دعاء کا مقبول وقت حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(5)......افطار کے کھانے میں غلو اور حد سے تجاوز

(5)......بعض لوگ افطار کے موقع پر بہت زیادہ تن کر کھا لیتے ہیں کہ اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھنا بھی دشوار معلوم ہوتا ہے، جس کے بعد سستی اور کاہلی کی وجہ سے مغرب، اور عشاء تک کی نماز، اور تراویح کا پڑھنا دشوار معلوم ہونے لگتا ہے۔

(6)......افطار کے وقت مشغولی کی وجہ سے مغرب کی نماز میں کوتاہی

(6)......بعض تاجر افطار کے وقت اتنے مشغول نظر آتے ہیں کہ وہ مغرب کی نماز ہی سرے سے چھوڑ دیتے ہیں، یا قضاء کر دیتے ہیں، یہ لوگ دنیا کی عارضی تجارت تو کر لیتے ہیں، لیکن آخرت کی حقیقی ودائمی تجارت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

(7)......افطاری کے موقع پر اجتماعی دعاء کو لازم سمجھنا

(7)......بعض لوگ افطاری کے موقع پر جب ایک سے زیادہ افراد جمع ہوں، تو روزہ کھولنے

سے پہلے اجتماعی دعاء کو ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ اس موقع پر اجتماعی دعاء کو ضروری سمجھنا درست نہیں۔

(8)......افطار کی وجہ سے جماعت کی نماز کو چھوڑنے کا حکم

(8)......اپنے گھروں وغیرہ میں روزہ افطار کرنے والوں میں بعض لوگ ایسے ہیں، جو روزہ کی افطاری میں مشغول ہو کر صرف سستی کی وجہ سے جماعت کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، اور اپنے گھروں وغیرہ ہی میں بغیر جماعت کے نماز پڑھ لیتے ہیں، بلا عذر ایسا کرنا مناسب نہیں۔
البتہ اگر بھوک لگی ہو، اور مسجد میں جماعت جلدی ہو جائے، جس میں کھا کر شرکت مشکل ہو، تو الگ بات ہے۔

(9)......افطار کی وجہ سے مسجد کو ملوث کرنا

(9)...... بہت سے حضرات افطار مسجد میں کرتے ہیں اور نماز بھی جماعت سے پڑھ لیتے ہیں، مگر یہ لوگ کھجوریں وغیرہ کھا کر اُن کی گٹھلیاں مسجد ہی میں ڈال دیتے ہیں، بعض دفعہ گٹھلیاں وغیرہ مسجد کی دریوں اور صفوں پر پڑی رہتی ہیں، جس سے مسجد گندی ہوتی ہے اور نمازیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔
اسی طرح بعض اوقات مسجد میں افطاری کے دوران شور شرابے اور چھینا جھپٹی تک کی نوبت آجاتی ہے، جبکہ مسجد میں شور شرابا اور اس قسم کی حرکات کرنا، نامناسب طریقہ ہے۔

(10)...... مسجد میں آنے والے افطار کے کھانے پر ناجائز قبضہ کرنا

(10)......بعض جگہ مسجد میں آنے والی عمدہ عمدہ افطاری الگ چھپا کر رکھ لی جاتی ہے اور عام افطاری ضرورت مند حاضرین میں تقسیم کر دی جاتی ہے، پھر اس کو خاص خاص حضرات مل کر کھاتے ہیں، جبکہ افطاری بھیجنے والوں کی طرف سے یہ کھانا، ان خاص خاص لوگوں کے لئے مخصوص کر کے نہیں بھیجا جاتا، بلکہ عام وخاص امیر وغریب سب کے لئے بلا تخصیص بھیجا جاتا ہے، اس لئے یہ طرزِ عمل افطاری بھیجنے والوں کی منشاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے مناسب

نہیں، ہاں اگر افطاری بھیجنے والے نے مخصوص کر کے بھیجا ہو، یا ان کی طرف سے اس قسم کی اجازت ہو، تو الگ بات ہے۔

(11)......نام ونمود کے لئے روزہ کشائی کی رسم

(11)......آج کل بعض لوگ نام ونمود کے لئے بہت چھوٹے بچوں کو روزہ رکھواتے ہیں اور پھر روزہ کشائی پر بہت سے رشتہ دار اور دوست احباب کی دعوتیں کی جاتی ہیں اور بڑی ہنگامہ آرائی ہوتی ہے، اور بے جا غلو کیا جاتا ہے، مثلاً بعض لوگ یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ اگر اپنے پاس لوگوں کو افطار کرانے کا انتظام نہ ہو، تو قرض تک لینے سے گریز نہیں کیا جاتا، بعض جگہ دعوت نامے بھی تیار کر کے ارسال کیے جاتے ہیں اور اس کی تشہیر کی جاتی ہے۔

اور اس قسم کی تقریبوں سے بہت سے لوگوں کا مقصود نام ونمود اور دکھلاوا ہوتا ہے۔

اور بہت چھوٹے بچے کو بھوکا پیاسا رکھ کر اسے بے جا تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔

اور بعض لوگ روزہ کشائی کی اس رسم میں تحفہ وہدیہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔

اس تقریب کی ہنگامہ آرائی میں مصروف ہو کر کتنے لوگ نماز سے محروم رہتے ہیں اور بہت سے لوگوں کی نماز تک قضاء ہو جاتی ہے۔

بعض تقریبوں میں عورتوں اور مردوں کا بے محابا اجتماع ہوتا ہے، عورت اور مرد خوب بن سنور کر حاضر ہوتے ہیں۔

جبکہ پہلے تو شریعت نے اتنے چھوٹے بچوں پر روزہ کو لازم ہی نہیں کیا کہ روزہ رکھوا کر سارا دن ان کی رکھوالی کی جائے اور کئی خطرات اپنے سر لئے جائیں۔

پھر اگر کسی بچہ میں روزہ رکھنے کی طاقت اور صلاحیت ہو اور وہ شوق میں روزہ رکھنا چاہے، یا آئندہ کے لئے عادی بنانے کی غرض سے روزہ رکھوایا جائے، تو اس میں اتنی فضول خرچی، دھوم دھام، نمود ونمائش اور اہتمام اور فضولیات ومنکرات کو جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(باب نمبر 7)

رمضان کے روزہ کی قضاء، فدیہ اور کفارہ کے احکام

بعض صورتوں میں رمضان کے روزہ کی قضاء، بعض صورتوں میں روزہ کا فدیہ، اور بعض صورتوں میں قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوا کرتا ہے۔

آگے ان تینوں چیزوں کے الگ الگ احکام ذکر کیے جاتے ہیں۔

(فصل نمبر 1)

رمضان کے روزہ کی قضاء کے احکام

رمضان کا روزہ فرض ہے، جس کے اپنے وقت پر اداء نہ کرنے کی بہت سی صورتوں میں قضاء کا حکم ہے۔

سورہ بقرہ کا حوالہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضًا، أَوْ عَلٰى سَفَرٍ، فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۴)

ترجمہ: پس جو ہو تم میں سے مریض، یا سفر پر ہو، تو شمار کر لینا ہے، دوسرے دنوں میں (سورہ بقرہ)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَهُ إِلَّا فِي شَعْبَانَ، اَلشُّغْلُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۱۴۶ "۱۵۱" كتاب الصيام، باب قضاء رمضان فى شعبان)

ترجمہ: میرے ذمہ رمضان کے روزے (عذر کی وجہ سے چھوٹ جانے کی وجہ سے) واجب ہوتے تھے، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشغولی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شعبان میں ہی ان کے قضاء کرنے کی استطاعت ہوتی تھی (مسلم)

معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے رمضان میں روزے نہ رکھ سکے، تو اسے بعد میں روزہ کی قضاء کرنے کا حکم ہے۔

اور جو شخص بلاعذر روزہ نہ رکھے، تو اس پر بدرجۂ اولیٰ روزہ کی قضاء لازم ہے۔

اب رمضان کے روزہ کی قضاء کے احکام ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... رمضان کے روزہ کی قضاء ایک روزہ سے ہے

مسئلہ نمبر 1...... رمضان کے ایک روزہ کی قضاء، ایک روزہ کے ذریعے ہوتی ہے، اور بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑنے پر توبہ واستغفار کا بھی حکم ہوتا ہے۔

البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے رمضان کا روزہ چھوڑا تھا، تو پھر قضاء، یا فدیہ واجب ہوتا ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

---

[1] يجب القضاء على من أفطر فى صيام واجب وهذا باتفاق .وفى صيام التطوع خلاف .وقد يكون مع القضاء فدية أو كفارة .وفى ذلك تفصيل ينظر فى موضعه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۹۹، مادة"افطار "حرف الألف)

حكم القضاء :يجب باتفاق الفقهاء القضاء على من أفطر يوما أو أكثر من رمضان، بعذر كالمرض والسفر والحيض ونحوه، أو بغير عذر كترك النية عمدا أو سهوا، لقوله تعالى :(فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر) والتقدير :فأفطر فعدة .وقالت عائشة فى حديث سابق : كنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 2......قضاء روزوں کو اگلے رمضان سے پہلے رکھ لینے کا حکم

مسئلہ نمبر 2......رمضان کے جو روزے کسی عذر کی وجہ سے، یا بلا عذر نہ رکھے ہوں، یا رکھ کر توڑ دیئے ہوں، اور قضاء واجب ہوئی ہو، تو عذر زائل ہونے کے بعد جلد از جلد ان کی قضاء کر لینا چاہیے۔

اگر بلا عذر اتنی تاخیر کرے کہ اگلے رمضان کا مہینہ سر پر آ جائے، اور ذمہ میں واجب شدہ روزوں کو نہ رکھے، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہاء کے نزدیک اس پر بھی اضافی گناہ گار ہوگا۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگرچہ تاخیر کرنے پر گناہ گار تو نہیں ہوگا، لیکن افضل درجہ سے محروم ہو جائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نحیض علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم، فنؤمر بقضاء الصوم.

ویأثم المفطر بلا عذر، لقوله صلی الله علیه وسلم :من أفطر یوما من رمضان من غیر رخصة ، ولا مرض، لم یقضه صوم الدهر کله، وإن صامه(الفقه الاسلامی وادلتہٗ للزحیلی، ج۳،ص ۱۷۳۵، القسم الاول، الباب الثالث، المبحث الثامن،المطلب الاول)

[1] الأصل المبادرة إلى قضاء ما فات من صیام رمضان، ویجوز تأخیر القضاء ما لم یتضیق الوقت، بألا یبقى بینه وبین رمضان القادم إلا ما یسع أداء ما علیه .فیتعین ذلک الوقت للقضاء عند الجمهور.

فإن لم یقض فیه فقد نص الشافعیة والحنابلة على تأثیمه بالتأخیر إذا فات وقت القضاء من غیر عذر، لقول عائشة رضی الله عنها :کان یکون على الصوم من رمضان فما أستطیع أن أقضیه إلا فی شعبان لمکان النبی صلی الله علیه وسلم قالوا :ولو أمکنها لأخرته، ولأن الصوم عبادة متکررة، فلم یجز تأخیر الأولى عن الثانیة کالصلوات المفروضة.

وذهب الحنفیة إلى أنه یجوز تأخیر القضاء مطلقا ولا إثم علیه، وإن هل علیه رمضان آخر .لکن المستحب عندهم المتابعة مسارعة إلى إسقاط الواجب(الموسوعة الفقهیة الکویتیة،ج۱۰،ص ۱۰، مادۃ"تاخیر "حرف التاء)

وقضاء رمضان یکون على التراخی.

لکن الجمهور قیدوه بما إذا لم یفت وقت قضائه، بأن یهل رمضان آخر، لقول عائشة رضی الله تعالى عنها "کان یکون على الصوم من رمضان، فما أستطیع أن أقضیه إلا فی شعبان، لمکان النبی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 3...... قضاء روزوں کو اگلے رمضان تک نہ رکھنے پر حکم

مسئلہ نمبر 3...... اگر رمضان کے روزہ کی قضاء واجب تھی، لیکن قضاء نہیں کی، اور اگلا رمضان شروع ہوگیا، تو اگر وہ روزہ بلا عذر چھوڑا تھا، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک قضاء کے ساتھ ہر روزہ کا جرمانہ کے طور پر ایک مُد (چوتھائی صاع) کے برابر فدیہ بھی واجب ہوجائے گا، کیونکہ بعض روایات میں اس کا ذکر آیا ہے، اور فدیہ کا بیان آگے آتا ہے۔

لیکن حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں فدیہ واجب نہیں ہوگا، بلکہ صرف قضاء ہی واجب ہوگی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلى الله عليه وسلم كما لا يؤخر الصلاة الأولى إلى الثانية.

ولا يجوز عند الجمهور تأخير قضاء رمضان إلى رمضان آخر، من غير عذر يأثم به، لحديث عائشة هذا ، فإن أخر فعليه الفدية :إطعام مسكين لكل يوم، لما روى عن ابن عباس وابن عمر وأبى هريرة رضى الله عنهم قالوا فيمن عليه صوم فلم يصمه حتى أدركه رمضان آخر :عليه القضاء وإطعام مسكين لكل يوم، وهذه الفدية للتأخير.

أما فدية المرضع ونحوها فلفضيلة الوقت، وفدية الهرم لأصل الصوم، ويجوز الإطعام قبل القضاء ومعه وبعده .

ومذهب الحنفية، وهو وجه محتمل عند الحنابلة :إطلاق التراخى بلا قيد، فلو جاء رمضان آخر، ولم يقض الفائت، قدم صوم الأداء على القضاء ، حتى لو نوى الصوم عن القضاء لم يقع إلا عن الأداء ، ولا فدية عليه بالتأخير إليه، لإطلاق النص، وظاهر قوله تعالى :(فعدة من أيام اخر) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ ،ص ٧٦،مادة"صوم "حرف الصاد)

[1] عن عطاء , عن أبى هريرة , فى رجل مرض فى رمضان ثم صح ولم يصم حتى أدركه رمضان آخر , قال: يصوم الذى أدركه ويطعم عن الأول لكل يوم مدا من حنطة لكل مسكين , فإذا فرغ فى هذا صام الذى فرط فيه .إسناد صحيح موقوف(سنن الدارقطنى،رقم الحديث ٢٣٤٣، كتاب الصيام)

وإذا أخر القضاء حتى دخل رمضان آخر فقد ذهب الجمهور إلى أنه إن كان مفرطا فإن عليه القضاء مع الفدية، وهى إطعام مسكين عن كل يوم؛ لما روى أنه صلى الله عليه وسلم قال فى رجل مرض فى رمضان فأفطر، ثم صح فلم يصم حتى أدركه رمضان آخر :يصوم الذى أدركه، ثم يصوم الذى أفطر فيه ويطعم عن كل يوم مسكينا ولما روى عن ابن عمر وابن عباس وأبى هريرة أنهم قالوا : أطعم عن كل يوم مسكينا، ولم يرد خلاف فى ذلك عن غيرهم من الصحابة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگر رمضان کے روزے ذمہ میں باقی ہیں، اور دوسرا رمضان آ گیا، تو اب رمضان کے اداء روزے رکھنا چاہیئے، اور قضاء روزوں کی رمضان کے بعد ادائیگی کرنی چاہیئے۔

مسئلہ نمبر 4......روزوں کی قضاء سے پہلے فوت ہوجانے پر حکم

مسئلہ نمبر 4...... جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزوں کی قضاء باقی ہو، تو اگر اس نے کسی عذر، مثلاً بیماری، یا سفر وغیرہ کی وجہ سے روزوں کو ترک کیا تھا، اور پھر بعد میں اس کو ان روزوں کی قضاء کرنے کی مہلت میسر نہیں آ سکی، تو بہت سے حضرات کے نزدیک اس پر قضاء اور فدیہ کچھ بھی واجب نہیں۔

البتہ بعض حضرات اس کی طرف سے ہر روزہ کا فدیہ دینے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

اور اگر اس کو روزہ کی قضاء کرنے کی مہلت حاصل ہوئی، پھر اس نے ان روزوں کو قضاء نہیں کیا، تو حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور امام شافعی کے جدید قول کی رو سے، اس کے ذمہ ہر روزہ کا فدیہ واجب ہے۔

اور امام شافعی کے قدیم قول کی رو سے اس کے ہر روزہ کے عوض میں اس کے ولی کو روزہ رکھنے کا حکم ہے، اور بعض شافعی محققین نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے، کیونکہ بعض احادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم الأصح عند الشافعية أن الفدية تتكرر بتكرر السنين؛ لأن الحقوق المالية لا تتداخل، ومقابل الأصح :لا تتكرر كالحدود .ومحل الخلاف إذا لم يكن أخرج الفدية، فإن أخرجها ثم لم يقض حتى دخل رمضان آخر وجبت ثانيا.

وذهب الحنفية إلى أن من أخر قضاء رمضان حتى هل عليه رمضان آخر، فإن عليه القضاء ولا فدية، واستدلوا بإطلاق قوله تعالى :(فعدة من أيام أخر)من غير قيد .وقالوا :إن إطلاق الآية يدل على وجوب القضاء على التراخي، فلا يلزمه بالتأخير شيء، غير أنه تارك للأولى من المسارعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١٠ و ١١، مادة"تاخير" حرف التاء)

[1] أما من مات وعليه صيام من رمضان فإنه لا يخلو من حالين:

أحدهما :أن يموت قبل إمكان الصيام، إما لضيق الوقت أو لعذر من مرض أو سفر أو عجز عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگر کسی کے ذمہ فرض روزوں کی قضاء باقی تھی، جن کو ادا کرنے سے پہلے وہ فوت ہو گیا، اور اس کے ولی کو ان روزوں کا مالی فدیہ دینے کی وسعت نہیں، تو امام شافعی کے ایک قول اور بعض احادیث پر عمل کرتے ہوئے، اس کی گنجائش دی جا سکتی ہے کہ ولی، ان روزوں کی اس کی طرف سے قضاء کی نیت سے ادائیگی کر لے، پھر جن کے نزدیک یہ قضاء نہیں، تو ایصالِ ثواب ہونے میں تو شبہ نہیں ہوگا، اور جن کے نزدیک قضاء درست ہو جاتی ہے، ان کے نزدیک یہ اصل سے ہی مرنے والے کی طرف سے ادا کرنا کہلائیں گے۔

اس کے بعد پھر اگر مالی فدیہ کی گنجائش ہو جائے، تو مالی فدیہ بھی دے دیا جائے، تو زیادہ بہتر اور احتیاط پر مبنی ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصوم، فهذا لا شيء عليه في قول أكثر أهل العلم، (ويسقط عنه الصيام) وفي رواية عن أحمد وحكي عن طاوس وقتادة يجب الإطعام عنه، لأنه صوم واجب سقط بالعجز عنه فوجب الإطعام عنه، كالشيخ الهرم إذا ترك الصيام لعجزه عنه.

الحال الثاني :أن يموت بعد إمكان القضاء ، فالواجب أن يطعم عنه لكل يوم مسكين، وهذا قول أكثر أهل العلم، روى ذلك عن عائشة وابن عباس والأوزاعي والثوري وابن علية وأبي عبيد في الصحيح عنهم.

وهو مذهب الحنفية والمالكية والشافعي في الجديد والحنابلة، لقوله صلى الله عليه وسلم :من مات وعليه صيام شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا.

وقال أبو ثور :وهو قول الشافعي في القديم :يصام عنه.

قال النووي :قلت :القديم هنا أظهر وذلك للأخبار الصحيحة فيه كخبر الصحيحين :من مات وعليه صيام صام عنه وليه(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٥،ص ٨٤،مادة"سقوط "حرف السين)

[1] وعند الشافعية لا تجوز النيابة عن الميت في الصلاة .أما بالنسبة للصوم فعندهم أن من فاته شيء من رمضان، ومات قبل إمكان القضاء ، فلا شيء عليه، أي لا يفدى عنه ولا إثم عليه، أما إذا تمكن من القضاء ، ولم يصم حتى مات، ففيه قولان:

أحدهما أنه لا يصح الصوم عنه، لأنه عبادة بدنية، فلا تدخلها النيابة في حال الحياة فكذلك بعد الموت.

والقول الثاني :أنه يجوز أن يصوم وليه عنه، بل يندب، لخبر الصحيحين أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :من مات وعليه صوم صام عنه وليه وهذا الرأي هو الأظهر .قال السبكي :ويتعين أن يكون هو المختار والمفتى به، والقولان يجريان في الصيام المنذور إذا لم يؤد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢ص ٣٣٥،مادہ:اداء،النيابة في أداء العبادات)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 5......قضاء روزوں سے پہلے نفل وسنت روزے رکھنے کا حکم

مسئلہ نمبر 5...... اگر کسی کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء باقی ہے، تو ان کی ادائیگی سے پہلے حنفیہ کے نزدیک نفل وسنت روزے رکھنا جائز ہے۔

لیکن مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کو فرض روزے چھوڑ کر نفل وسنت روزوں میں مشغول ہونا، مکروہ، یا ممنوع ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 6......قضاء روزوں کو لگا تار، یا الگ الگ رکھنے کا حکم

مسئلہ نمبر 6...... جتنے روزے قضاء ہو گئے ہوں، سب کو لگا تار، یا الگ الگ اور ترتیب کے ساتھ اور بلا ترتیب کے سب طرح رکھنا جائز ہے، البتہ لگا تار اور ترتیب سے رکھنا بہتر ہے،

---

[1] التطوع بالصوم قبل قضاء رمضان:

اختلف الفقهاء فى حكم التطوع بالصوم قبل قضاء رمضان.

فذهب الحنفية إلى جواز التطوع بالصوم قبل قضاء رمضان من غير كراهة، لكون القضاء لا يجب على الفور، قال ابن عابدين :ولو كان الوجوب على الفور لكره؛ لأنه يكون تأخيرا للواجب عن وقته الضيق.

وذهب المالكية والشافعية إلى الجواز مع الكراهة، لما يلزم من تأخير الواجب، قال الدسوقى: يكره التطوع بالصوم لمن عليه صوم واجب، كالمنذور والقضاء والكفارة .سواء كان صوم التطوع الذى قدمه على الصوم الواجب غير مؤكد، أو كان مؤكدا، كعاشوراء وتاسع ذى الحجة على الراجح.

وذهب الحنابلة إلى حرمة التطوع بالصوم قبل قضاء رمضان، وعدم صحة التطوع حينئذ ولو اتسع الوقت للقضاء ، ولا بد من أن يبدأ بالفرض حتى يقضيه، وإن كان عليه نذر صامه بعد الفرض أيضا، لما روى أبو هريرة رضى الله تعالى عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من صام تطوعا وعليه من رمضان شىء لم يقضه فإنه لا يتقبل منه حتى يصومه ، وقياسا على الحج فى عدم جواز أن يحج عن غيره أو تطوعا قبل حج الفريضة .

ومسألة انقلاب الصوم الواجب إلى تطوع، والنيابة فى صوم التطوع -سبق تفصيلها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ ،ص ١٠٠ ،مادة"صوم "حرف الصاد)

وعند غير الحنفية يحرم التطوع بالصوم قبل قضاء رمضان، ولا يصح تطوعه بالصوم قبل قضاء ما عليه من رمضان، بل يبدأ بالفرض حتى يقضيه، وإن كان عليه نذر صامه بعد الفرض، لأن الصوم عبادة متكررة، فلم يجز تأخير الأولى عن الثانية، كالصلوات المفروضة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ ،ص ٧٦ ،مادة"صوم "حرف الصاد)

تا کہ ذمہ سے ترتیب کے ساتھ جلد از جلد فارغ ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......قضاء روزے کی نیت، طلوعِ فجر سے پہلے کرنا ضروری ہے

مسئلہ نمبر 7......قضاء روزے میں دوسرے فقہاء کے ساتھ ساتھ حنفیہ کے نزدیک بھی طلوعِ فجر ہونے سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرنا ضروری ہے، اگر طلوعِ فجر ہونے کے بعد نیت کی، تو قضاء صحیح نہیں ہوگی، بلکہ یہ روزہ نفل ہو جائے گا، اور قضاء کا روزہ پھر رکھنا پڑے گا، کفارے کے روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ طلوعِ فجر ہونے سے پہلے نیت کرنا چاہیے۔ [2]

مسئلہ نمبر 8......قضاء روزوں کی نیت میں تعیین کا حکم

مسئلہ نمبر 8......اگر ایک سے زیادہ قضاء روزے ایک ہی رمضان کے ہوں، تو ان میں دن تاریخ مقرر کر کے قضاء کی نیت کرنا، مثلاً یہ کہ میں فلاں تاریخ کا روزہ قضاء رکھ رہا ہوں، ضروری نہیں، بلکہ جتنے روزے قضاء ہوں، اُتنے ہی روزے رکھ لینا کافی ہے۔ [3]

اور اگر دو رمضان کے کچھ کچھ روزے قضاء ہوگئے، اس لئے دونوں سال کے روزوں کی قضاء رکھنا ہے، تو بہت سے حضرات کے نزدیک سال کا مقرر کرنا ضروری ہے، یعنی اس طرح نیت

---

[1] قضاء رمضان، فمذهب الجمهور عدم اشتراط التتابع فيه، لقوله تعالى :(فعدة من أيام أخر فإنه ذكر الصوم مطلقا عن التتابع.

ويروى عن جماعة من الصحابة، منهم :علي، وابن عباس، وأبو سعيد، وعائشة، رضى الله تعالى عنهم أنهم قالوا " :إن شاء تابع، وإن شاء فرق ولو كان التتابع شرطا، لما احتمل الخفاء على هؤلاء الصحابة، ولما احتمل مخالفتهم إياه.

ومذهب الجمهور هو :ندب التتابع أو استحبابه للمسارعة إلى إسقاط الفرض.

وروى عن مجاهد أنه يشترط تتابعه لأن القضاء يكون على حسب الأداء ، والأداء وجب متتابعا، فكذا القضاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص١٠، مادة"صوم "حرف الصاد)

[2] واشترط الحنفية تبييت النية فى صوم الكفارات والنذور المطلقة وقضاء رمضان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٢٥، مادة"صوم "حرف الصاد)

[3] وأما إذا كثرت الفوائت فقد اختلفوا فى اشتراط التعيين لتمييز الفروض المتحدة من جنس واحد، والأصح :أنه إن كان عليه قضاء من رمضان واحد فصام يوما ناويا عنه، ولكن لم يعين أنه صائم عن يوم كذا، فإنه يجوز، ولا يجوز من رمضانين ما لم يعين أنه صائم عن رمضان سنة كذا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٢، ص٧٥، مادة"نية"حرف النون)

www.idaraghufran.org

کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضاء رکھتا ہوں۔

البتہ بعض کے نزدیک اس صورت میں بھی متعین کرنا ضروری نہیں، بلکہ تعداد پوری کرنا کافی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 9......قضاء روزوں کی نیت میں تعیین مشکل ہو، تو نیت کا طریقہ

مسئلہ نمبر 9......اگر کسی کے ذمہ کئی رمضان کے مہینوں کے روزے قضاء ہیں، اور ان کا سَن وغیرہ یاد نہیں، تو ظاہر ہے کہ روزوں کی قضاء تو پھر بھی ضروری ہے، ایسی صورت میں بعض حضرات نے نیت کرنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اس طرح نیت کرلیا کرے کہ مثلاً میرے ذمہ جتنے روزے قضاء ہیں، ان میں سے سب سے پہلے روزہ کی قضاء کرتا ہوں، ہر مرتبہ یہی نیت کرتا رہے، یہاں تک کہ اس کے ذمہ میں قضاء شدہ روزوں کی تعداد مکمل ہو جائے۔ [2]

مسئلہ نمبر 10......قضاء روزوں کی تعداد پوری کرنا ضروری ہے

مسئلہ نمبر 10...... جتنے روزے، ذمہ میں قضاء ہیں، ان کی قضاء کرتے وقت تعداد پوری کرنا ضروری ہے۔

---

[1] ذهب جمهور العلماء إلى وجوب تعيين النية فى كل صوم واجب، من رمضان أو قضاء أو كفارة أو نذر .وذلک بأن ينوى أنه صائم غدا عن رمضان مثلا؛ لأنه عبادة مضافة إلى وقت، فوجب التعيين فى نيتها.

وذهب الحنفية، وهو رواية عن أحمد إلى أنه يكفى مطلق النية فى رمضان كالنفل؛ لأن الحاجة إلى التعيين عند المزاحمة، ولا مزاحمة؛ لأن الوقت لا يحتمل إلا صوما واحدا، فلا حاجة إلى التميز بتعيين النية.

أما صيام القضاء والنذر والكفارة فقول الحنفية فى تعيين النية فيه كقول الجمهور فى وجوب التعيين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص ٢۴٢، مادة"تعيين "حرف التاء)

[2] القضاء إن جهل عدد الفوائت :قال الحنفية :من عليه فوائت كثيرة لا يدرى عددها، يجب عليه أن يقضى حتى يغلب على ظنه براء ة ذمته .وعليه أن يعين الزمن، فينوى أول ظهر عليه أدرک وقته ولم يصله، أو ينوى آخر ظهر عليه أدرک وقته ولم يصله، وذلک تسهيلا عليه.

وقال المالكية والشافعية والحنابلة :يجب عليه أن يقضى حتى يتيقن براء ة ذمته من الفروض، ولا يلزم تعيين الزمن، بل يكفى تعيين المنوى كالظهر أو العصر مثلا(الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج٢، ص ١١٦١، القسم الاول، الباب الثانى، الفصل التاسع، المبحث الثانى)

اگر کسی کے ذمہ، مثلاً تیس روزے قضاء ہیں، اوراس نے چاند کی یکم تاریخ سے روزوں کو قضاء کرنا شروع کیا، پھرانتیس تاریخ کو چاند نظر آ گیا، اوراگلے دن دوسرا مہینہ شروع ہوگیا، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اسے ایک روزہ اور رکھ کر تیس روزوں کی تعداد پوری کرنی ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر 11......قضاء روزوں کو دوسرے موسم میں رکھنے کا حکم

مسئلہ نمبر 11......رمضان کے قضاء شدہ روزوں کو، اسی موسم میں رکھنا ضروری نہیں، جس موسم میں رمضان کے وہ روزے قضاء ہوئے تھے، بلکہ دوسرے موسم میں رکھنا بھی جائز ہے۔

چنانچہ اگر رمضان کا مہینہ گرمی کے موسم میں تھا، اوراس کے قضاء شدہ روزوں کو سردی کے موسم میں رکھا جائے، تو بھی جائز ہے، اوراس کے برعکس بھی جائز ہے۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] من أفطر أياما من رمضان -كالمريض والمسافر -قضى بعدة ما فاته، لأن القضاء يجب أن يكون بعدة ما فاته، لقوله تعالى :(ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر .

ومن فاته صوم رمضان كله، قضى الشهر كله، سواء ابتدأه من أول الشهر أو من أثنائه، كأعداد الصلوات الفائتة .قال الأبى :القضاء لما فات من رمضان بالعدد :فمن أفطر رمضان كله، وكان ثلاثين، وقضاه فى شهر بالهلال، وكان تسعة وعشرين يوما، صام يوما آخر .وإن فاته صوم رمضان وهو تسعة وعشرون يوما، وقضاه فى شهر -وكان ثلاثين يوما -فلا يلزمه صوم اليوم الأخير، لقوله تعالى :(فعدة من أيام أخر).

وقال ابن وهب :إن صام بالهلال، كفاه ما صامه، ولو كان تسعة وعشرين، ورمضان ثلاثين .

وكذا قال القاضى من الحنابلة :إن قضى شهرا هلاليا أجزأه، سواء كان تاما أو ناقصا وإن لم يقض شهرا، صام ثلاثين يوما .وهو ظاهر كلام الخرقى.

قال المجد :وهو ظاهر كلام الإمام أحمد وقال :هو أشهر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٧٥،مادة"صوم "حرف الصاد)

[2] ويجوز أن يقضى يوم شتاء عن يوم صيف، ويجوز عكسه، بأن يقضى يوم صيف عن يوم شتاء ، وهذا لعموم الآية المذكورة وإطلاقها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٧٦،مادة"صوم " حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 2)

رمضان کے روزہ کے فدیہ کے احکام

بعض صورتوں میں رمضان کا روزہ نہ رکھنے پر فدیہ کا حکم ہوتا ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

سورہ بقرہ کا حوالہ

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۴)

ترجمہ: اوران لوگوں پر جو طاقت رکھتے ہیں، اس (روزہ) کی فدیہ ہے، مسکین کا کھانا (سورہ بقرہ)

چند احادیث وروایات

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا فِيْ رَمَضَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ، فَافْتَدٰى بِطَعَامِ مِسْكِيْنٍ، حَتّٰى أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۱۴۵ "۱۵۰" كتاب الصيام، باب بيان نسخ قوله تعالى وعلى الذين يطيقونه فدية، بقوله :فمن شهد منكم الشهر فليصمه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رمضان میں ہم میں سے جو چاہے، روزہ رکھتا، اور جو چاہے، روزہ نہ رکھتا، اور اس کا ایک مسکین کے کھانے

کے ذریعہ سے فدیہ دے دیتا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ جوشخص تم میں سے رمضان کے مہینہ کو پائے، تو اسے چاہئے کہ وہ اس مہینہ کا روزہ رکھے (مسلم)

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَّا أَحْوَالُ الصِّيَامِ: فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، فَجَعَلَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَصِيَامَ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِ الصِّيَامَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ، إِلٰى هٰذِهِ الْآيَةِ: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ، فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَطْعَمَ مِسْكِيْنًا، فَأَجْزَأَ ذٰلِكَ عَنْهُ، ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الْآيَةَ الْأُخْرَى، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ، إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، فَأَثْبَتَ اللّٰهُ صِيَامَهُ عَلَى الْمُقِيْمِ الصَّحِيْحِ، وَرَخَّصَ فِيْهِ لِلْمَرِيْضِ وَلِلْمُسَافِرِ، وَثَبَتَ الْإِطْعَامُ لِلْكَبِيْرِ الَّذِىْ لَا يَسْتَطِيْعُ الصِّيَامَ، فَهٰذَانِ حَوْلَانِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۰۸۵، کتاب التفسیر) [1]

ترجمہ: روزوں کا معاملہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے، تو آپ نے ہر مہینہ میں تین روزے اور عاشوراء (یعنی دس محرم) کے روزے رکھنے شروع کئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر (رمضان کے) روزے فرض کئے، اور یہ آیت نازل فرمائی کہ اے لوگو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جس طرح سے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، اس آیت تک کہ جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں، ان پر ایک مسکین کے کھانے کا فدیہ ہے، پس جو شخص چاہتا

[1] قال الحاکم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

www.idaraghufran.org

روزہ رکھتا، اور جو چاہتا، مسکین کو کھانا کھلا دیتا، اس کی طرف سے یہ کافی ہو جاتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی کہ رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول تک کہ جو تم میں سے رمضان کے مہینہ کو پائے، تو اسے چاہئے کہ اس کا روزہ رکھے، تو اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو مقیم، صحت مند پر لازم فرما دیا، اور مریض اور مسافر کے لئے رخصت دے دی (کہ وہ بعد میں رکھ لے) اور کھانا کھلانا (وفدیہ دینا) اس بوڑھے شخص کے لئے ثابت رہا، جو روزوں کی (فی الحال اور آئندہ) طاقت نہیں رکھتا، پس یہ دو تبدیلیاں ہیں (حاکم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت میں بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت، اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لئے فدیہ کا حکم ہے۔ [1]

اب روزہ کے فدیہ کے سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... بوڑھے مرد، یا عورت کو روزہ کا فدیہ دینے کا حکم

مسئلہ نمبر 1...... اگر کوئی بوڑھا مرد، یا بوڑھی عورت جد وجہد کر کے رمضان کے روزے رکھ لے، تو اس پر بہرحال روزہ کا فدیہ واجب نہیں۔

لیکن اگر اسے روزہ رکھنے سے شدید مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو اس کو روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

---

[1] عن ابن عباس "وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين" قال: كانت رخصة للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة وهما يطيقان الصيام أن يفطرا ويطعما مكان كل يوم مسكينا، والحبلى والمرضع إذا خافت (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۳۱۸، باب من قال: هی مُثْبَتَة للشيخ والحبلى)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داؤد)

عن ابن عباس، فی قوله عز وجل: "وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين" يطيقونه: يكلفونه، فدية: طعام مسكين واحد، فمن تطوع خيرا طعام مسكين آخر ليست بمنسوخة فهو خير له، وأن تصوموا خير لكم، لا يرخص فی هذا إلا للذی لا يطيق الصيام أو مريض لا يشفى " (سنن النسائی، رقم الحديث ۲۳۱۷، كتاب الصيام)

www.idaraghufran.org

اور ایسی صورت میں حنفیہ، وحنابلہ کے نزدیک اور شافعیہ کے صحیح تر قول کے مطابق اس کو ہر روزہ کے عوض میں فدیہ اداء کرنا واجب ہے۔

لیکن مالکیہ کے نزدیک اس پر فدیہ واجب تو نہیں، اگر اداء کرے، تو بہتر ہے، اور اگر اداء نہ کرے، تو گناہ گار نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... دائمی مریض کو روزہ کا فدیہ دینے کا حکم

مسئلہ نمبر 2...... اگر کوئی دائمی مریض ہے، یعنی کوئی ایسی بیماری لاحق ہے کہ اس میں روزہ رکھنے کی قدرت حاصل نہیں، اور اس بیماری کے آئندہ زائل وختم ہونے کا بھی ظاہری طور پر امکان نہیں، تو ایسے مسلمان کو بھی بوڑھے کی طرح روزہ کے بدلہ میں فدیہ دینے کا حکم ہے۔

---

[1] ما تكون به الفدية:

أولا -الفدية فى الصيام:

اتفق الفقهاء على أن الشيخ الكبير إذا تكلف الصوم، فصام فى رمضان، فلا فدية عليه.

واتفق الفقهاء على أن للشيخ الكبير الذى يجهده الصوم ويشق عليه مشقة شديدة أن يفطر فى رمضان، فإذا أفطر فعليه فدية وجوبا عند الحنفية والحنابلة والأصح عند الشافعية ، لقول الله تعالى :(وما جعل عليكم فى الدين من حرج) . وقوله تعالى :(وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيرا فهو خير له ، قال ابن عباس رضى الله عنهما فى تفسيرها:

نزلت رخصة للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة وهما يطيقان الصيام أن يفطرا ويطعما مكان كل يوم مسكينا، والحبلى والمرضع إذا خافتا على أولادهما أفطرتا وأطعمتا، ولقول أبى هريرة :من أدركه الكبر فلم يستطع صيام رمضان فعليه لكل يوم مد من قمح.

وذهب المالكية ومكحول وأبو ثور وربيعة وابن المنذر وهو مقابل الأصح عند الشافعية إلى أنه لا تجب عليه الفدية، لأنه سقط عنه فرض الصوم لعجزه، فلم تجب عليه الفدية كالصبى والمجنون، وكالمريض الذى ترك الصيام لمرض اتصل به الموت، إلا أن المالكية يرون أنه يندب له إعطاء الفدية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٢،ص ٦٦ و٦٧ ،مادة" فدية")

الهرم :يجوز إجماعا الفطر للشيخ الفانى والعجوز الفانية العاجزين عن الصوم فى جميع فصول السنة، ولا قضاء عليهما، لعدم القدرة، وعليهما عن كل يوم فدية طعام مسكين، وتستحب الفدية فقط عند المالكية، لقوله تعالى :(وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين) قال ابن عباس :ليست بمنسوخة، هى للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما، فيطعمان مكان كل يوم مسكينا (الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج٣،ص ١٧٠١ ،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول، المبحث السادس)

لیکن اگر کوئی عارضی بیماری ہے، تو پھر اس کو صحت یاب ہونے کے بعد روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3...... دائمی معذور کے فدیہ اداء کرنے کے بعد قادر ہو جانے پر حکم

مسئلہ نمبر 3...... اگر کسی کو بوڑھا، یا دائمی مریض ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنے کے بجائے، اس کا فدیہ دینا جائز تھا، اور اس نے اپنے روزوں کا فدیہ اداء کر دیا، اور پھر اس کو روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہوگئی، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس کا فدیہ نفلی ثواب میں شامل ہو جائے گا، جس کا اس کو ثواب حاصل ہوگا، اور اب گذشتہ روزوں کی قضاء رکھنا ضروری ہو جائے گا۔

اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس کا پہلے اداء کیا ہوا، فدیہ معتبر رہے گا، اور دوبارہ روزہ رکھنا ضروری نہیں ہوگا۔

اس اختلاف کے پیشِ نظر ہمارا رجحان اس طرف ہوا کہ اگر گذشتہ روزوں کی تعداد تھوڑی ہے، جن کو آسانی رکھنا ممکن ہے، تو ان کو رکھنا چاہیے، اور اگر تعداد زیادہ ہے، جن کو رکھنا بظاہر مشکل ہے، تو پہلے سے اداء کیا ہوا فدیہ ہی معتبر ہو جائے گا، پھر بھی کوئی جتنے آسانی ممکن ہو، روزے رکھ کر قضاء کر لے، تو بہت اچھی بات ہے۔ [2]

---

[1] وتجب الفدية أيضا بالاتفاق على المريض الذى لا يرجى برؤه، لعدم وجوب الصوم عليه، كما تقدم، لقوله عز وجل :(وما جعل عليكم فى الدين من حرج) (الحج) (الفقه الاسلامى ادلتهٔ للزحيلى، ج٣،ص ١٧٤٤،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث الثامن،المطلب الثالث)

ومثلهما :المريض الذى لا يرجى برؤه، لقوله تعالى :(وما جعل عليكم فى الدين من حرج) (الحج).

أما من عجز عن الصوم فى رمضان ولكن يقدر على قضائه فى وقت آخر، فيجب عليه القضاء ولا فدية عليه (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى،ج٣،ص ١٧٠١،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث السادس)

[2] فصل :والمريض الذى لا يرجى برؤه، يفطر، ويطعم لكل يوم مسكينا؛ لأنه فى معنى الشيخ. قال أحمد، -رحمه الله -فى من به شهوة الجماع غالبة، لا يملك نفسه، ويخاف أن تنشق أنثياه : أطعم .أباح له الفطر؛ لأنه يخاف على نفسه، فهو كالمريض، ومن يخاف على نفسه الهلاك لعطش

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 4...... حاملہ، اور بچہ کو دودھ پلانے والی کے لئے فدیہ کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... اگر حاملہ اور بچہ کو دودھ پلانے والی عورت اپنی صحت بگڑنے کے خوف سے روزہ نہ رکھے، تو اس کو بعد میں روزہ کی قضاء کا حکم ہے، فدیہ کا حکم نہیں۔

اور اگر حاملہ اور بچہ کو دودھ پلانے والی عورت، حمل، یا بچہ کی صحت بگڑنے کے خوف سے روزہ نہ رکھے، تب بھی اس کو حنفیہ وغیرہ کے نزدیک بعد میں صرف روزہ کی قضاء کا حکم ہے، فدیہ کا حکم نہیں۔

لیکن حنابلہ وشافعیہ کے راجح قول کے مطابق کے نزدیک اس صورت میں اس عورت پر فدیہ بھی واجب ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مروی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أو نحوه، وأوجب الإطعام بدلا عن الصيام، وهذا محمول على من لا يرجو إمكان القضاء ، فإن رجا ذلك فلا فدية عليه، والواجب انتظار القضاء وفعله إذا قدر عليه، لقوله تعالى :(فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر).

وإنما يصار إلى الفدية عند اليأس من القضاء ، فإن أطعم مع يأسه، ثم قدر على الصيام، احتمل أن لا يلزمه؛ لأن ذمته قد برئت بأداء الفدية التى كانت هى الواجب عليه، فلم يعد إلى الشغل بما برئت منه، ولهذا قال الخرقى :فمن كان مريضا لا يرجى برؤه، أو شيخا لا يستمسك على الراحلة، أقام من يحج عنه ويعتمر، وقد أجزأ عنه، وإن عوفى.

واحتمل أن يلزمه القضاء ؛ لأن الإطعام بدل يأس، وقد تبينا ذهاب اليأس، فأشبه من اعتدت بالشهور عند اليأس من الحيض، ثم حاضت(المغنى لابن قدامة، ج٣،ص ١٥١ ، كتاب الصيام،فصل المريض الذى لا يرجى برؤه يفطر ويطعم لكل يوم مسكينا)

ولو قدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذى فداه حتى يجب عليه الصوم هكذا فى النهاية (الفتاوى الهندية، ج ١ ص٢٠٧ ، كتاب الصوم ،الباب الخامس فى الأعذار التى تبيح الإفطار)

[1] وتجب الفدية كذلك عند الجمهور (غير الحنفية) مع القضاء على الحامل والمرضع إذا خافتا على ولدهما، أما إن خافتا على أنفسهما، فلهما الفطر، وعليهما القضاء فقط، بالاتفاق .ودليله الآية السابقة :(وعلى الذين يطيقونه فدية ..) وهما داخلتان فى عموم الآية، قال ابن عباس :كانت رخصة الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة، وهما يطيقان الصيام أن يفطرا، ويطعما مكان كل يوم مسكينا، والحبلى والمرضع إذا خافتا على أولادهما أفطرتا وأطعمتا ، ولأنه فطر بسبب نفس عاجزة من طريق الخلقة، فوجبت به الكفارة كالشيخ الهرم.

ولا تجب عليهما الفدية مطلقا عند الحنفية، لحديث أنس بن مالك الكعبى :إن الله وضع عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جبکہ اس صورت میں مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق فدیہ واجب نہیں، بلکہ بہتر ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ المسافر شطر الصلاة، وعن الحامل والمرضع الصوم۔ أو الصيام۔ والله لقد قالها رسول الله صلى الله عليه وسلم، أحدهما أو كليهما فلم يأمر بكفارة، ولأنه فطر أبيح لعذر، فلم يجب به كفارة كالفطر للمرضى.

ورأى الجمهور أقوى وأصح لدى؛ لأنه نص فى المطلوب، وحديث أنس مطلق لم يتعرض للكفارة (الفقه الاسلامى وادلتة للزحيلى، ج٣،ص ١٧٤٤ و ١٧٤٥،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث الثامن،المطلب الثالث)

اتفق الفقهاء على أن الحامل والمرضع إذا أفطرتا خوفا من الصوم على أنفسهما فعليهما القضاء ولا فدية عليهما كالمريض،وكذا إن خافتا على أنفسهما وولديهما .

إلا أنهم اختلفوا فيما إذا أفطرتا خوفا على ولديهما، فذهب الشافعية فى أظهر الأقوال عندهم والحنابلة ومجاهد إلى أن عليهما القضاء وإطعام مسكين عن كل يوم، لأنهما داخلتان فى عموم قوله تعالى :(وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين)

وسبق تفسير ابن عباس رضى الله عنهما لهذه الآية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٢، ص ٦٩، مادة" فدية" حرف الفاء)

إفطار الحامل فى رمضان:

يجوز للحامل أن تفطر إن خافت ضررا بغلبة الظن على نفسها وولدها، ويجب ذلك إذا خافت على نفسها هلاكا أو شديد أذى، وعليها القضاء بلا فدية، وهذا باتفاق الفقهاء .

واتفقوا كذلك على عدم وجوب الفدية إذا أفطرت الحامل خوفا على نفسها؛ لأنها بمنزلة المريض الخائف على نفسه .

ولا يجب عليها الفدية كذلك إذا أفطرت خوفا على ولدها عند الحنفية والمالكية، وهو قول عند الشافعية؛ لأن الحمل متصل بالحامل، فالخوف عليه كالخوف على بعض أعضائها، ولأن الفدية ثبتت على الشيخ الفانى بخلاف القياس؛ لأنه لا مماثلة بين الصوم والفدية، والفطر بسبب الخوف على الولد ليس فى معناه.

وقال الحنابلة والشافعية فى الأظهر عندهم :إذا أفطرت الحامل خوفا على ولدها فعليها مع القضاء الفدية (طعام مسكين عن كل يوم) ؛ لما روى عن ابن عباس رضى الله عنه فى قوله تعالى :(وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين) أنه نسخ حكمه إلا فى حق الحامل والمرضع إذا خافتا على أولادهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦،ص ٢٧١،مادة" حامل"حرف الحاء)

[1] اتفق الحنفية والشافعية والحنابلة -وهو المرجوح عند المالكية -على أنه يصار إلى الفدية فى الصيام عند اليأس من إمكان قضاء الأيام التى أفطرها لشيخوخة لا يقدر معها على الصيام، أو مرض لا يرجى برؤه، لقوله تعالى :(وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين) والمراد من يشق عليهم الصيام.والمشهور عند المالكية أنه لا فدية عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥،ص١١٧،مادة" اطعام" حرف الألف)

أما المالكية فالفدية عندهم مندوبة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥،ص ٢٤٩،مادة" اعسار" حرف الألف)

www.idaraghufran.org

اور حنابلہ وشافعیہ کے نزدیک یہ فدیہ، روزہ کی قضاء کرنے سے پہلے بھی دینا جائز ہے، اور قضاء کرنے کے بعد بھی دینا جائز ہے، اور قضاء کرنے کے ساتھ ساتھ بھی دینا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر5......روزوں کا فدیہ پیشگی، یا ساتھ ساتھ، یا بعد میں دینے کا حکم

مسئلہ نمبر5......جس شخص کو روزہ کا فدیہ دینے کی اجازت ہے، اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ہر دن کے روزہ کا فدیہ ساتھ ساتھ دیتا رہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ وہ رمضان شروع ہونے کے بعد اس مہینے کے آنے والے دنوں کے روزے کا فدیہ دے دے۔

اور اگر کوئی رمضان کے آخر میں سب روزوں کا ایک وقت میں فدیہ دینا چاہے، تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

اور اگر کسی نے رمضان میں ادا نہیں کیا، تو بعد میں اداء کرنا ضروری ہوگا۔ [2]

اور حنفیہ کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک ہر روزہ کا فدیہ اس دن کے طلوعِ فجر کے بعد دینا جائز ہے، اور طلوعِ فجر سے پہلے دینے میں اختلاف ہے۔ [3]

---

[1] أما فدية المرضع ونحوها فلفضيلة الوقت، وفدية الهرم لأصل الصوم، ويجوز الإطعام قبل القضاء ومعه وبعده (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٧٦،مادة"صوم "حرف الصاد)

[2] حنفیہ کے نزدیک روزہ کے فرض ہونے کا سبب شہرِ رمضان یا اس کا جزو ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ رمضان کا آغاز ہونے سے پہلے اس مہینے کے روزوں کا فدیہ جائز نہیں ہوگا۔

(قوله شرط الخلفية)أى فى الصوم أى كون الفدية خلفا عنه(ردالمحتار، ج٢ص٤٢٧، ٤٢٨، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

فإنما ينتقل وجوب الصوم عليه إلى الفدية عند وجود سبب التعيين(فتح القدير، ج٢ص٣٥٧، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة،فصل كان مريضا فى رمضان فخاف إن صام ازداد مرضه)

[3] تعجيل الفدية:

اختلف الفقهاء فى مسألة ما إذا كان يجوز للشيخ العاجز والمريض الذى لا يرجى برؤه تعجيل الفدية، فأجاز الحنفية دفع الفدية فى أول الشهر كما يجوز دفعها فى آخره .

وقال النووى :اتفق أصحابنا على أنه لا يجوز للشيخ العاجز والمريض الذى لا يرجى برؤه تعجيل الفدية قبل دخول رمضان، ويجوز بعد طلوع فجر كل يوم، وهل يجوز قبل الفجر فى رمضان؟ قطع الدارمى بالجواز وهو الصواب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٢،ص٦٨ ،مادة" فدية"حرف الفاء)

مسئلہ نمبر 6...... اگلے رمضان تک قضاء نہ کرنے پر فدیہ کا حکم

مسئلہ نمبر 6......اگر کسی نے رمضان کا ایک، یا زیادہ روزے نہیں رکھے، جن کی اس پر قضاء واجب تھی، پھر اس نے عذر نہ ہونے کے باوجود اگلا رمضان آنے تک ان کی قضاء نہیں کی، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر قضاء واجب ہے، فدیہ واجب نہیں۔

لیکن شافعیہ وحنابلہ وغیرہ کے نزدیک اس تاخیر کی وجہ سے اس پر قضاء کے علاوہ ہر روزہ کے عوض فدیہ بھی واجب ہے۔ [1]

پھر اگر اس نے اگلے رمضان کے بعد بھی ان پہلے قضاء شدہ روزوں کو نہیں رکھا، جبکہ اسے روزہ کی قضاء کرنے کی قدرت تھی، اور پھر اگلا رمضان شروع ہوگیا، تو مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس پر ایک روزہ کے عوض میں ایک ہی فدیہ واجب رہے گا۔

لیکن شافعیہ کے صحیح تر قول کے مطابق اس پر ہر روزہ کے عوض میں ایک اور فدیہ بھی واجب ہوجائے گا، اور اس طرح جتنی مرتبہ بھی رمضان آتے جائیں گے، اتنی ہی تعداد میں ذمہ میں قضاء شدہ ہر روزہ کے عوض میں فدیہ واجب ہوتا چلا جائے گا۔

---

[1] وتجب الفدية أيضا مع القضاء عند الجمهور (غير الحنفية) على من فرط في قضاء رمضان، فأخره حتى جاء رمضان آخر مثله بقدر ما فاته من الأيام، قياسا على من أفطر متعمدا؛ لأن كليهما مستهين بحرمة الصوم، ولا تجب على من اتصل عذره من مرض أو سفر أو جنون أو حيض أو نفاس (الفقه الاسلامي وادلتہ للزحيلي، ج٣،ص١٧٤٥ ،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث الثامن،المطلب الثالث)

اختلفوا فيمن أخر قضاء رمضان حتى دخل رمضان آخر بغير عذر، هل تجب عليه الفدية مع القضاء أو لا؟

فذهب جمهور الفقهاء -وهم المالكية والشافعية والحنابلة -وابن عباس وابن عمر وأبو هريرة ومجاهد وسعيد بن جبير وعطاء بن أبي رباح والقاسم بن محمد والزهري والأوزاعي وإسحاق والثوري -إلى لزوم الفدية مع القضاء، وهي مد من طعام عن كل يوم.

وذهب الحنفية والحسن البصري وإبراهيم النخعي وداود والمزني من الشافعية إلى أنه لافدية عليه، لأنه صوم واجب فلم يجب عليه في تأخيره فدية، ولأن الفدية تجب خلفا عن الصوم عند العجز عن تحصيله عجزا لا يرجى معه القدرة عادة، كما في حق الشيخ الفاني، ولم يوجد العجز، لأنه قادر على القضاء فلا معنى لإيجاب الفدية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٢،ص٧٠، ٧١،مادة" فدية" حرف الفاء)

www.idaraghufran.org

البتہ حنفیہ کے نزدیک بہر حال صرف قضاء ہی واجب ہوگی، فدیہ واجب نہیں ہوگا، جیسا کہ گزرا۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......بغیر عذر روزہ ترک کے فدیہ پر اکتفاء کرنے کا حکم

مسئلہ نمبر 7......جن لوگوں کو روزہ رکھنے میں کوئی عذر نہ ہو، یعنی وہ نہ بہت بوڑھے ہوں، نہ ہی بیمار و مریض ہوں، ان کو روزہ ترک کر کے فدیہ پر اکتفاء کرنا جائز نہیں۔

جیسا کہ آج کل بعض مالدار لوگ روزہ رکھنے کے بجائے، اس کا فدیہ دے دیتے ہیں، جب کہ ان کو روزہ رکھنے کی طاقت ہوتی ہے، حالانکہ روزے کا فدیہ اس طرح ادا نہیں ہوتا، کیونکہ جب تک روزہ رکھنے کی طاقت ہو، اس وقت تک فدیہ کی ادائیگی معتبر نہیں، بلکہ روزہ رکھنا ہی ضروری ہے، جیسا کہ گذشتہ تفصیل سے واضح ہوا۔

مسئلہ نمبر 8......روزہ کے فدیہ کی مقدار

مسئلہ نمبر 8......ایک روزہ کے فدیہ کی مقدار حنفیہ کے نزدیک ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے، اور وہ چار چیزیں ہیں، یعنی آدھا صاع گندم، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع کھجور، یا ایک صاع کشمش، اور ان میں سے کسی چیز کی قیمت، یا اتنی مالیت کی کوئی اور چیز دینا بھی جائز ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک تیس روزوں کا فدیہ تیس صدقۂ فطر کے برابر ہے۔

پس جتنی مقدار ایک صدقۂ فطر کی ہے، اتنی ہی مقدار ایک روزہ کے فدیہ کی بھی ہے، اور جتنی

---

[1] تكرر الفدية :ولا تتكرر الفدية عند المالكية والحنابلة بتكرر الأعوام وإنما تتداخل كالحدود، والأصح في رأي الشافعية :أنها تتكرر بتكرر السنين؛ لأن الحقوق المالية لا تتداخل .
وقال الحنفية :لا فدية بالتأخير إلى رمضان آخر، لإطلاق النص القرآني .(فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر)فكان وجوب القضاء على التراخي، حتى كان له أن يتطوع، فلا يلزمه بالتأخير شيء ولأنه القياس في الكفارات، غير أنه تارك للأولى من المسارعة في القضاء .
والفدية والكفارة والنذر وقتها العمر كله، والأولى التعجيل بقدر الإمكان وأن تكون الفدية في رمضان، لأن الثواب فيه أكثر.
ويرى الحنابلة أن النذر والكفارة واجبان على الفور؛ لأنه مقتضى الأمر (الفقه الاسلامی اودلتۂ للزحيلي، ج٣،ص١٧٤٥،وص١٧٤٦،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث الثامن،المطلب الثالث)

مقدار تیس فطرانوں کی ہے، اتنی ہی مقدار تیس روزوں کے فدیہ کی ہے۔

اور مالکیہ، شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک ایک روزہ کے فدیہ کی مقدار گندم سے ایک مد (یعنی چوتھائی صاع) ہے، اور کھجور، یا جو، یا کشمش، وغیرہ سے آدھا صاع ہے۔ [1]

صاع، اور مد عرب میں اُس زمانے میں ناپنے کے پیمانے تھے، ایک صاع چار مُد کا اور آدھا صاع دو مُد کا ہوتا تھا۔

اور ایک مد کی مقدار چوتھائی صاع کے برابر ہوتی ہے۔

اگر ایک صاع کو ساڑھے تین سیر کا تصور کیا جائے، تو ایک مد کی مقدار، ایک سیر سے کچھ کم بنتی ہے۔ [2]

---

[1] مقدار الفدية: ذهب المالكية والشافعية إلى أن مقدار الفدية مد عن كل يوم، وبه قال طاووس وسعيد بن جبير والثورى والأوزاعى.

وذهب الحنفية إلى أن المقدار الواجب فى هذه الفدية هو صاع من تمر، أو صاع من شعير، أو نصف صاع من حنطة، وذلك عن كل يوم يفطره، يطعم به مسكينا. وعند الحنابلة الواجب مد بر، أو نصف صاع من تمر، أو شعير (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٢، ص٦٧، مادة "فدية" حرف الفاء)

ومن الأعواض المقدرة من الشارع فدية الحامل والمرضع والشيخ الهرم فى صيام رمضان، وهى مد من طعام لمسكين إذا كان من البر، أو نصف صاع إذا كان من غيره وذلك عن كل يوم حصل فيه إفطار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣١، ص٦٨، مادة "عوض" حرف العين)

وقد اختلف فى مقدار هذه الفدية، فقدرها الحنفية بأنها نصف صاع من بر عن كل يوم أفطره، أو صاع من تمر أو شعير.

وقال ابن القاسم من المالكية: يطعم عن كل يوم مدا من طعام قياسا على كفارة التفريط فى صيام رمضان؛ لأنها كفارة وجبت للفطر متعمدا فى موضع لا يجوز الفطر فيه، وهذا كذلک......

وقدرها الشافعية بمد من طعام عن كل يوم، سواء البر أو الشعير أو التمر أو غيرها من أقوات البلد.

ومذهب الحنابلة أنها تقدر بنصف صاع من حنطة أو صاع من تمر أو شعير لكل يوم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠، ص١٦٥، مادة "نذر" حرف النون)

والفدية عند الحنفية: نصف صاع من بر، أى قيمته، بشرط دوام عجز الفانى والفانية إلى الموت.

ومد من الطعام من غالب قوت البلد عن كل يوم عند الجمهور، بقدر ما فاته من الأيام (الفقه الاسلامى اودلتۂ للزحيلى، ج٣، ص١٧٤٣ و ١٧٤٤، القسم الاول، الباب الثالث، الفصل الاول، المبحث الثامن، المطلب الثالث)

[2] المد ربع صاع باتفاق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص٣٠٦، مادة "صاع" حرف الصاد)

وأجمعوا على أن الصاع أربعة أمداد (فتح باب العناية بشرح النقاية لمنلا على القارى، ج١ ص٥٤٩، كتاب الزكاة فصل صدقة الفطر)

ہمارے مروّجہ وزن کے لحاظ سے آدھا صاع اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق پونے دوسیر (یعنی ایک کلو چھ سو تینتیس گرام) کے وزن کے برابراور ایک صاع اس وزن کا دوگنا، یعنی ساڑھے تین سیر (یعنی تین کلواور دوسو چھیاسٹھ گرام) کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... مخصوص جنس، یا اس کی قیمت ومالیت سے فدیہ کا حکم

مسئلہ نمبر 9...... روزہ کے فدیہ کی جو مقدار، جن فقہائے کرام کے نزدیک، جس چیز سے مقرر ہے، جس کا اس سے پہلے مسئلہ میں ذکر کیا گیا، تو اس سے ہٹ کر اس کی قیمت، یا اتنی مالیت کی کوئی دوسری چیز روزہ کے فدیہ میں دینے کے جائز وناجائز ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک تو خاص ان ہی اشیاء کو دینا ضروری ہے، جن کا ان کی طرف سے ذکر کیا گیا، اور اتنی مالیت کی نقدی، یا کوئی دوسری چیز دینا، جائز نہیں۔

اور حنفیہ کے نزدیک جس طرح صدقۂ فطر میں دی جانے والی مخصوص اشیاء کو مخصوص مقدار میں دینا جائز ہے، اسی طرح ان اشیاء میں سے کسی چیز کی قیمت نکال کر، یا اتنی مالیت کی کوئی بھی دوسری چیز دینا بھی جائز ہے۔

حنفیہ کے نزدیک فرق اتنا ہے کہ اگر صدقۂ فطر والی چار چیزوں میں سے کوئی چیز دینا چاہے تو اس میں خاص وزن کی پابندی ہے، لیکن ان چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز دینا چاہے، یا نقد رقم دینا چاہے، تو مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی بھی ایک چیز کے مذکورہ وزن کی مالیت کو بنیاد بنایا جائے گا۔ [2]

---

[1] جبکہ بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق آدھا صاع سوا دوسیر (یعنی دو کلو سو گرام) کا اور ایک صاع اس مذکورہ وزن کا دوگنا یعنی ساڑھے چار سیر (یعنی چار کلو دو سو گرام) کا ہوتا ہے، لیکن اکثر حضرات کا فتویٰ اوپر والے قول پر ہے۔

[2] ولا يجوز إخراج القيمة عند الجمهور غير الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص۱۰۳، مادة "كفارة" حرف الكاف)

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أنه يشترط أن يعطى كل مسكين مدا واحدا من غالب قوت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 10...... روزہ کے فدیہ میں تملیک واباحت کا حکم

مسئلہ نمبر 10......حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک روزہ کا فدیہ اداء ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ فدیہ غریب کو مالک بنا کر، یعنی مالکانہ طریقہ پر دیا جائے، یعنی ان کے نزدیک تملیک ضروری ہے۔

لیکن حنفیہ کے نزدیک غریب کو مالکانہ طریقہ پر دینا بھی جائز ہے، اوراباحت کے طور پر اس طرح بھی جائز ہے کہ ایک روزہ کے عوض میں ایک غریب کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلادے، ایسی صورت میں غریب دو وقت میں جتنا بھی کھانا کھالے، خواہ وہ زیادہ ہو، یا تھوڑا، تو وہ حنفیہ کے نزدیک ایک روزہ کا فدیہ بن جائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البلد، ولا يجوز إخراج قيمة الطعام عملا بنص الآية (فكفارته إطعام عشرة مساكين).

ويشترط أن لا ينقص الحصص، فلا يجوز أن يعطى عشرين مسكينا عشرة أمداد لكل واحد منهم نصف مد إلا أن يكمل لعشرة منهم ما نقص.

كما يشترط أن يكون الإطعام للعشرة فلا يصح التلفيق، فلو أطعم خمسة وكسا خمسة لا يجزء.

ويشترط أيضا أن يعطى المد لكل واحد من العشرة على وجه التمليك، ولا يجزء عند المالكية تكرر الإعطاء لواحد، فلو أطعم واحدا عشرة أمداد فی عشرة أيام لا يجزئه

وذهب الحنفية إلى أنه يشترط أن يعطى لكل مسكين مدان أی نصف صاع من القمح أو صاع من تمر أو شعير أو قيمة ذلک من النقود أو من عروض التجارة، لأن المقصود دفع الحاجة، وذلک يمكن تحققه بالقيمة.

أما مقدار طعام الإباحة عندهم :فأكلتان مشبعتان، أی يشترط أن يغدی كل مسكين ويعشيه، وكذلک إذا عشاهم وسحرهم، أو غداهم غداء ين ونحو ذلک، لأنهما أكلتان مقصودتان.

أما إذا غدى واحدا، وعشى واحدا آخر لم يصح، لأنه يكون قد فرق طعام العشرة على عشرين، وهو لا يصح. كذلک يشترطون أن لا يعطى الكفارة كلها لمسكين واحد فی يوم واحد دفعة واحدة أو متفرقة على عشر مرات.

أما لو أطعم مسكينا واحدا عشرة أيام غداء وعشاء ، أو أعطى مسكينا واحدا عشرة أيام كل يوم نصف صاع جاز لأن تجدد الحاجة كل يوم يجعله كمسكين آخر فكأنه صرف القيمة لعشرة مساكين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۱۰۱ و ۱۰۲ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

[1] حنفیہ کے نزدیک صدقۂ فطر میں تملیک ضروری ہے، اور فدیہ میں اباحت بھی کافی ہے، اور کھانا کھلانے کی صورت میں صدقۂ فطر کی مقدار کی رعایت ضروری نہیں، بلکہ دو وقت پیٹ بھر کر کھلانا اس کے قائم مقام ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 11...... ایک روزہ کا فدیہ کئی غریبوں کو، یا کئی روزوں کا فدیہ ایک غریب کو دینا

مسئلہ نمبر 11...... اگر ایک روزہ کا فدیہ ایک سے زیادہ غریبوں کو دیا جائے، تو اس کے جائز ہونے میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

اور بعض جائز قرار دیتے ہیں، اختلاف سے بچنے کے لئے افضل یہ ہے کہ ایک روزہ کا فدیہ ایک سے زیادہ غریبوں کو نہ دیا جائے۔

اور ایک شخص کے ایک سے زیادہ روزوں کا فدیہ ایک غریب کو ایک ہی وقت میں دے دینے کے جائز ہونے میں بھی اختلاف ہے۔

اس لئے احتیاط یہ ہے کہ کئی روزوں کا فدیہ اکٹھا ایک شخص کو ایک وقت میں بھی نہ دیا جائے۔

البتہ اگر کوئی اس طرح دے دے، تو اس کی ادائیگی درست ہو جائے گی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الكفارة الصغرى :هى الفدية، وتقدم أنها مد من طعام لمسكين إذا كان من البر، أو نصف صاع إذا كان من غيره، وذلك عن كل يوم، وهى عند الحنفية كالفطرة قدرا، وتكفى فيها الإباحة، ولا يشترط التمليك هنا، بخلاف الفطرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۷۹،مادة"صوم" حرف الصاد)

التمليك :اختلف الفقهاء فى اشتراط التمليك فى الإطعام إلى فريقين:

الفريق الأول :وهم المالكية والشافعية والحنابلة :يشترطون أن يكون الإطعام على وجه التمليك، ككل الواجبات المالية فإذا قدم المكفر الطعام إلى الفقراء والمساكين على وجه الإباحة لم يجزئه.......

الفريق الثانى :وهم الحنفية :لا يشترطون تمليك الطعام فى الكفارات، بل الشرط هو التمكين، فيكفى عندهم دعوة المساكين إلى قوت يوم -غداء وعشاء -فإذا حضروا وتغدوا وتعشوا كان ذلك مجزئا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۱۰۱ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

[1] وعن أبى يوسف لو أعطى نصف صاع من بر عن يوم واحد لمساكين يجوز قال الحسن وبه نأخذ وإن أعطى مسكينا صاعا عن يومين فعن أبى يوسف روايتان وعند أبى حنيفة لا يجزئه كالإطعام فى كفارة اليمين(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج۲،ص ۳۰۹، كتاب الصوم،باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

فلو أعطى هنا مسكينا صاعا عن يومين جاز لكن فى البحر عن القنية أن عن أبى يوسف فيه روايتين وعند أبى حنيفة لا يجزيه كما فى كفارة اليمين، وعن أبى يوسف لو أعطى نصف صاع من بر عن يوم واحد لمساكين يجوز قال الحسن وبه نأخذ اهـ (رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۴۲۷، كتاب الصوم،فصل فى العوارض المبيحة لعدم الصوم)

مسئلہ نمبر 12......گذشتہ کئی سالوں کے روزوں کے فدیہ کی ادائیگی کا حکم

مسئلہ نمبر 12......اگر کسی شخص نے گذشتہ کئی سالوں کے روزوں کا فدیہ اداء نہیں کیا، تو بھی ادائیگی ضروری ہوتی ہے اور جس وقت فدیہ اداء کرے گا، اس وقت ہر روزہ کے فدیہ کی مخصوص مقدار کو اداء کرے گا، حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک تو مخصوص اشیاء سے اداء کرے گا۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگر مخصوص اشیاء کی قیمت دینا چاہے، تو ادائیگی کے وقت، ان مخصوص اشیاء کی قیمت نکال کر اس کے حساب سے اداء کرے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 13......تنگ دستی کی بناء پر فدیہ سے عاجز کا حکم

مسئلہ نمبر 13......اگر کسی کو تنگ دستی کی وجہ سے فدیہ دینے کی قدرت نہ ہو، تو بعض فقہاء کے نزدیک اس سے فدیہ معاف، یا ساقط نہیں ہوتا اور بعض فقہاء کے نزدیک تنگدست اور عاجز شخص سے روزہ کا فدیہ ساقط و معاف ہوجاتا ہے۔ [2]

---

[1] وما لم ينص عليه كذرة وخبز تعتبر فيه القيمة (حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ٧٢٤، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

[2] ذهب الحنفية وبعض الحنابلة إلى أنه إذاأعسر بالفدية فى الصوم سقطت، ويستغفر الله تعالى .وذهب الشافعية، وهو الصحيح من مذهب الحنابلة إلى أنه إذا عجز عن الفدية تبقى فى ذمته. أما المالكية فالفدية عندهم مندوبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥،ص٢٤٨، ٢٤٩، مادة"اعسار"حرف الألف)

اشتراط اليسار فى وجوب الفدية:ذهب الحنفية إلى أن الفدية تجب لو كان موسرا.
وقال النووى :إذا أوجبنا الفدية على الشيخ . . .وكان معسرا هل يلزمه إذا أيسر أم يسقط عنه؟ فيه قولان، وينبغى أن يكون الأصح هنا أنها تسقط ولا يلزمه إذا أيسر كالفطرة، لأنه عاجز حال التكليف بالفدية، وليس فى مقابلة جناية ونحوها، وقطع القاضى فى المجرد :أنه إذا أيسر بعد الإفطار لزمه الفدية، فإن لم يفد حتى مات لزم إخراجها من تركته، قال :لأن الإطعام فى حقه كالقضاء فى حق المريض والمسافر، وقد ثبت أن المريض والمسافر إذا ماتا قبل تمكنهما من القضاء لم يجب شىء وإن زال عذرهما وقدرا على القضاء لزمهما، فإن ماتا قبله وجب أن يطعم عنهما مكان كل يوم مد طعام، فكذا هنا. وإلى مثل هذا ذهب الحنابلة، قال ابن قدامة :والشيخ الهم -أى الفانى -له ذمة صحيحة فإذا كان عاجزا عن الإطعام فلا شىء عليه ، قال تعالى :(لا يكلف الله نفسا إلا وسعها)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٢،ص٦٧ ،مادة" فدية"حرف الفاء)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 14...... روزوں کا فدیہ اداء کرنے سے قبل فوت ہوجانے پر حکم

مسئلہ نمبر 14...... اگر کسی شخص کے ذمہ رمضان کے روزے باقی تھے، اور وہ ان کو اداء وقضاء کرنے پر قادر تھا، پھر بھی ایسا نہیں کیا، تو حنفیہ کے نزدیک فوت ہونے سے پہلے اس کو روزوں کے فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے، لیکن اگر کسی نے وصیت نہیں کی، اور وہ فوت ہوگیا، تو اس کے وارثوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بخوشی اس کے روزوں کا فدیہ اداء کردیں۔

اور دیگر فقہائے کرام کے نزدیک وصیت نہ بھی کی ہو، تب بھی اس کے ترکہ میں سے روزوں کے فدیہ کی ادائیگی کا حکم ہے۔

اور بعض شافعیہ کے راجح قول کی رو سے اس کے ہر روزہ کے عوض میں اس کے ولی کو روزہ رکھنے کا حکم ہے، بعض شافعیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے، جیسا کہ اس سے پہلی فصل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

اور اگر اس نے بلاعذر اتنی تاخیر کی تھی کہ اگلا رمضان بھی گذر گیا تھا، تو پھر شافعیہ کے نزدیک اس فدیہ، یا قضاء کے ساتھ ایک مزید فدیہ بھی تاخیر کی وجہ سے واجب ہوگا، جیسا کہ پہلے گذرا۔ [1]

اور اگر کسی عذر، مثلاً بیماری، یا سفر وغیرہ کی وجہ سے روزے چھوٹے تھے، اور اس کو ان روزوں کی قضاء کرنے کی مہلت میسر نہیں آسکی، تو بہت سے حضرات کے نزدیک فدیہ واجب نہیں،

---

[1] قال الحنفية :لو أخر قضاء رمضان بغير عذر، ثم مات قبل رمضان آخر أو بعده، ولم يقض لزمه الإيصاء بكفارة ما أفطره بقدر الإقامة من السفر والصحة من المرض وزوال العذر، ولا يجب الإيصاء بكفارة ما أفطره على من مات قبل زوال العذر.

وذهب الشافعية -في الجديد -إلى أنه يجب في تركته لكل يوم مد من طعام .وذهب الحنابلة في المذهب إلى الإطعام عنه لكل يوم مسكينا.

والظاهر من مذهب المالكية :وجوب مد عن كل يوم أفطره إذا فرط، بأن كان صحيحا مقيما خاليا من الأعذار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٧٧، ٧٨، مادة"صوم "حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

بعض کے نزدیک پھر بھی فدیہ کا حکم ہے۔ [1]

---

[1] أما من مات وعليه صيام من رمضان فإنه لا يخلو من حالين:
أحدهما :أن يموت قبل إمكان الصيام، إما لضيق الوقت أو لعذر من مرض أو سفر أو عجز عن الصوم، فهذا لا شيء عليه فى قول أكثر أهل العلم، (ويسقط عنه الصيام) وفى رواية عن أحمد وحكى عن طاوس وقتادة يجب الإطعام عنه، لأنه صوم واجب سقط بالعجز عنه فوجب الإطعام عنه، كالشيخ الهرم إذا ترك الصيام لعجزه عنه.
الحال الثانى :أن يموت بعد إمكان القضاء ، فالواجب أن يطعم عنه لكل يوم مسكين، وهذا قول أكثر أهل العلم، روى ذلك عن عائشة وابن عباس والأوزاعى والثورى وابن علية وأبى عبيد فى الصحيح عنهم.
وهو مذهب الحنفية والمالكية والشافعى فى الجديد والحنابلة، لقوله صلى الله عليه وسلم :من مات وعليه صيام شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا.
وقال أبو ثور :وهو قول الشافعى فى القديم :يصام عنه.
قال النووى :قلت :القديم هنا أظهر وذلك للأخبار الصحيحة فيه كخبر الصحيحين :من مات وعليه صيام صام عنه وليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۸۴، مادة"سقوط "حرف السين)
من مات وعليه صوم فاته بعذر:
قال الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة :من مات وعليه صوم فاته بمرض أو سفر، أو غيرهما من الأعذار ولم يتمكن من قضائه حتى مات لا شىء عليه، ولا يصام عنه ولا يطعم عنه، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :إذا أمرتكم بشىء فأتوا منه ما استطعتم.
ولأنه حق لله تعالى وجب بالشرع، ومات من يجب عليه قبل إمكان فعله، فسقط إلى غير بدل كالحج.
وقال طاووس وقتادة :يجب أن يطعم عنه لكل يوم مسكين، لأنه صوم واجب سقط بالعجز عنه فوجب الإطعام عنه، كالشيخ الهم إذا ترك الصيام لعجزه عنه .
وأما من مات بعد تمكنه من القضاء فلم يصمه، فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة، وهو أشهر القولين عند الشافعية، وهو قول الليث والثورى والأوزاعى وابن علية وأبى عبيد إلى أنه يطعم عنه لكل يوم مسكين، لحديث ابن عمر رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من مات وعليه صيام شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا ، وعن عائشة رضى الله عنها قالت :يطعم عنه فى قضاء رمضان ولا يصام عنه.
وعن ابن عباس رضى الله عنهما أنه سئل عن رجل مات وعليه نذر يصوم شهرا، وعليه صوم رمضان، قال :أما رمضان فيطعم عنه، وأما النذر فيصام عنه، ولأن الصوم لا تدخله النيابة حال الحياة فكذلك بعد الوفاة كالصلاة.
وذهب الشافعية فى أصح القولين فى الدليل عندهم، كما قال النووى وطاووس والحسن البصرى والزهرى وقتادة وأبو ثور وداود إلى أنه يصام عنه، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :من مات وعليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 15......روزہ کے فدیہ کے مصارف

مسئلہ نمبر 15......روزہ کا فدیہ کا مصرف وہی ہے، جو زکاۃ اور صدقۂ فطر کا مصرف ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 16...... روزہ کا فدیہ غیر مسلم کو دینے کا حکم

مسئلہ نمبر 16......رزہ کا فدیہ غیر مسلم کو دینا جائز نہیں، البتہ جو غیر مسلم مسلمانوں کے ملک میں رہتا سہتا ہو، اس کو دینے کے جائز و ناجائز ہونے میں اختلاف ہے، احتیاط اس میں ہے کہ اسے بھی نہ دیا جائے، اور اس کے بجائے کسی مسلمان مستحق کو دیا جائے۔ [2]

مسئلہ نمبر 17......رشتہ داروں کو روزہ کا فدیہ دینے کا حکم

مسئلہ نمبر 17......اپنے جن رشتہ داروں کو زکاۃ اور صدقۂ فطر دینا جائز نہیں، جیسا کہ اپنی اولاد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صيام صام عنه وليه ، ولأنه صلى الله عليه وسلم قال لامرأة قالت له :إن أمي ماتت وعليها صوم نذر أفأصوم عنها؟ صومي عن أمك ، زاد الشافعية :سواء في هذا الحكم بين من فاته الصيام بعذر كالمرض، أو بغير عذر كالمتعدي بالفطر إذا مات قبل القضاء لما فاته، كما أن الشافعية لم يفرقوا في ذلك بين من فاته صيام رمضان وبين من فاته صيام النذور والكفارات، لعموم الأدلة في ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٢،ص ٦٨و ٦٩ ،مادة" فدية"حرف الفاء)

[1] ومصارف الفدية والنذور المطلقة والكفارات والصدقات الواجبة :هي مصارف الزكاة (الفقه الاسلامى اودلتهٔ للزحيلى، ج٣،ص ١٧٤٤ ،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث الثامن،المطلب الثالث)

وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف(حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ٧٢٤، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

[2] بعض علماء نے غریب ذمی کافر کو دینے کی اجازت دی ہے، مگر دیگر علماء نے ناجائز قرار دیا ہے، لہٰذا کافر کو نہ دینے میں ہی احتیاط ہے، لیکن دارالکفر میں رہنے والے کافر اور اسی طرح مرتد کو بالاتفاق دینا جائز نہیں۔ محمد رضوان۔

المدفوع إليهم الطعام :الإطعام يكون لمن توافرت فيه أوصاف خمسة هي:

الأول ـ أن يكونوا مساكين فلا يدفع إلى غيرهم؛ لأن الله تعالى أمر بإطعام المساكين، وخصهم بذلك.

الثاني ـ أن يكونوا أحرارا، فلا يجزء دفعه إلى عبد ومكاتب.

الثالث ـ أن يكونوا مسلمين فلا يجوز عند الجمهور صرفه إلى كافر، ذميا كان أو حربيا .وأجاز الحنفية دفعه إلى الذمي، لدخوله في اسم المساكين، فيدخل في عموم الآية (الفقه الاسلامى اودلتهٔ للزحيلى، ج٤،ص ٢٥٨١ ،القسم الاول،الباب السادس،الفصل الثالث)

www.idaraghufran.org

اور والدین، ان کو یہ کفارہ دینا بھی جائز نہیں، اور جن رشتہ داروں کو زکاۃ وصدقہ فطر دینا جائز ہے، جیسا کہ غریب، بھائی، بہن وغیرہ، ان کو یہ کفارہ دینا بھی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 18......فدیہ دیتے وقت غریب کو فدیہ کا بتانا ضروری نہیں

مسئلہ نمبر 18......غریب کو فدیہ دیتے وقت، دل میں فدیہ کی ادائیگی کی نیت کرلینا کافی ہے، اور غریب کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ روزے کا فدیہ ہے، بلکہ دل میں نیت کرلینا کافی ہے، خواہ وہ پھر اس کو ہدیہ سمجھے، اس سے فرق نہیں پڑتا۔

اگر غریب غیرت مند ہے، اور اس کو فدیہ کے عنوان سے لینے میں عار وشرم محسوس ہوتی ہو، تو اس کو اس کی خبر دینا مناسب بھی نہیں۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] اشترط الفقهاء فى المحل المنصرف إليه الطعام شروطا منها:
أ -أن لا يكون من تصرف إليه الكفارة ممن يلزم المكفر نفقته، كالأصول والفروع، لأن القصد إشعار المكفر بألم حين يخرج جزء ا من ماله كفارة عن الذنب الذى ارتكبه، وهذا المعنى لا يتحقق إذا أطعم من تلزمه نفقته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵ص ۱۰۳ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

[2] ولا يشترط علم الفقير بأنها زكاة على الأصح لما فى البحر عن القنية والمجتبى الأصح أن من أعطى مسكينا دراهم وسماها هبة أو قرضا ونوى الزكاة فإنها تجزيه لأن العبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع إليه(مجمع الانهر، ج ۱ ص ۱۹۶ ، كتاب الزكاة، شروط صحة اداء الزكاة)
د -أن لا يخبر المزكى الفقير أنها زكاة:قيل لأحمد :يدفع الرجل زكاته إلى الرجل، فيقول :هذا من الزكاة، أو يسكت؟ قال :ولم يبكته بهذا القول؟ يعطيه ويسكت، ما حاجته إلى أن يقرعه؟ وهذا يقتضى الكراهة وبه صرح اللقانى من المالكية ، قال :لما فيه من كسر قلب الفقير.
وقال ابن أبى هريرة من الشافعية :لا بد أن يقول بلسانه شيئا، كالهبة، قال النووى :هذا ليس بشىء .قال :والصحيح المشهور أنه إذا دفعها إلى المستحق ولم يقل هى زكاة، ولا تكلم بشىء أصلا فإنها تجزئه وتقع زكاة .لكن قال الشافعية :إن أعطاه ولم يبين له أنها زكاة فبان الآخذ غنيا لم يرجع عليه بشىء(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳ ،ص ۳۰۲،مادة "زكاة "حرف الزاء)

(فصل نمبر 3)

رمضان کے روزہ کے کفارہ کے احکام

رمضان کا اداء روزہ جان بوجھ کر بلا عذر توڑ دینے پر بعض اوقات کفارہ لازم آتا ہے، اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

کفارہ سے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ فِيُ رَمَضَانَ، فَاسْتَفْتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً قَالَ: لَا، قَالَ: هَلْ تَسْتَطِيْعُ صِيَامَ شَهْرَيْنِ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٨٢١، كتاب المحاربين من أهل الكفر والردة، باب: من أصاب ذنبا دون الحد، فأخبر الإمام، فلا عقوبة عليه بعد التوبة، إذا جاء مستفتيا، صحيح مسلم، رقم الحديث ١١١١ "٨٢")

ترجمہ: ایک آدمی نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کو غلام میسر ہے؟ (جس کو آپ آزاد کردیں)

اس نے عرض کیا کہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کو دو مہینے کے روزے رکھنے کی استطاعت ہے؟

اس نے عرض کیا کہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آپ ساٹھ

مسکینوں کو کھانا کھلائیں (بخاری، مسلم)

اس طرح کی حدیث دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

روزہ توڑ دینے کا کفارہ لازم ہونے کے لئے کئی چیزیں ضروری ہیں، یعنی روزہ ٹوٹ جانے والی ہر صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوتا، بلکہ خاص خاص صورتوں میں لازم ہوتا ہے، جس کی بنیاد اس پر ہے کہ روزہ توڑنے کی جنایت اور جرم کامل طریقہ پر پایا گیا ہو اور اس میں کوئی شبہ والی بات نہ پائی جارہی ہو۔

اور کامل جرم بننے کے لئے فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں مختلف شرائط عائد کی ہیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

اب کفارہ سے متعلق اہم مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... جماع، یا کھانے، پینے سے روزہ توڑنے پر کفارہ کا حکم

مسئلہ نمبر 1...... اگر روزہ یاد ہونے کی حالت میں عورت کی فرج میں جماع کر کے بلا عذر رمضان کے روزہ کو توڑا جائے، تو فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ کفارہ واجب ہے۔ [2]

---

[1] عن عائشة: أتى رجل النبى صلى الله عليه وسلم فى المسجد، قال: احترقت، قال: مم ذاک؟، قال: وقعت بامرأتى فى رمضان، قال له: تصدق، قال: ما عندى شىء، فجلس، وأتاه إنسان يسوق حمارا ومعه طعام قال عبد الرحمن: ما أدرى ما هو إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال: أين المحترق؟، فقال: هاأناذا، قال: خذ هذا فتصدق به، قال: على أحوج منى، ما لأهلى طعام؟ قال: فكلوه .قال أبو عبد الله: الحديث الأول أبين، قوله: أطعم أهلک.(صحيح البخارى،رقم الحديث ٦٨٢٢ ،باب من أصاب ذنبا دون الحد فأخبر الإمام فلا عقوبة عليه بعد التوبة إذا جاء مستفتيا)

عن عائشة رضى الله عنها؛ أنها قالت: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم .فقال: احترقت .قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "لم؟ "قال:وطئت امرأتى فى رمضان نهارا .قال " تصدق .تصدق ."قال: ما عندى شىء .فأمره أن يجلس .فجائه عرقان فيهما طعام .فأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يتصدق به(صحيح مسلم،رقم الحديث ١١١٢ "٨٥"كتاب الصيام، باب تغليظ تحريم الجماع فى نهار رمضان على الصائم، ووجوب الكفارة الكبرى فيه)

[2] لا خلاف بين الفقهاء فى وجوب الكفارة على من جامع فى الفرج فى نهار رمضان عامدا بغير عذر أنزل أم لم ينزل .

كما لا خلاف بينهم فى عدم وجوبها على من جامع فى الفرج فى نهار رمضان لعذر كمرض ونحوه .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس بارے میں بھی فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر رمضان کے روزہ میں بھول کر، یا جہالت، یا خطاء کے طور پر کھا، پی لے، تو کفارہ واجب نہیں۔

لیکن اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ روزہ کا کفارہ صرف اسی صورت میں واجب ہوگا، جبکہ قصداً وعمداً جماع وصحبت کر کے روزہ توڑا ہو، یا قصداً وعمداً بلاعذر کھا، پی کر روزہ توڑنے کی صورت میں بھی کفارہ واجب ہوگا؟

حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک خواہ جماع کر کے روزہ کو توڑا جائے، یا کھا، پی کر روزہ کو توڑا جائے، دونوں صورتوں میں کفارہ واجب ہے، کیونکہ بعض روایات میں روزہ توڑنے کا ذکر ہے، خاص جماع کرنے کے الفاظ کا ذکر نہیں، اور روزہ توڑنے میں دونوں طرح کی چیزوں کا ایک ہی حکم ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإنما الخلاف بينهم فى وجوبها على من جامع فيما دون الفرج إذا اقترن به إنزال.
كما اختلفوا فى وجوبها على من جامع ناسيا أو مكرها أو مخطئا أو جاهلا، وفى وجوبها بتعمد الإفطار بغير الجماع كالأكل والشرب ونحوهما لغير عذر.
وسنعرض هذا الخلاف فى الفروع الآتية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۳۵، ص ۵۵، مادة "كفارة" حرف الكاف)

[1] وجوب الكفارة بتعمد الإفطار بالأكل والشرب ونحوهما:
لا خلاف بين الفقهاء فى عدم وجوب الكفارة على من أكل أو شرب فى نهار رمضان ناسيا أو جاهلا أو مخطئا.
وإنما الخلاف بينهم فى وجوبها بتعمد الأكل أو الشرب ونحوهما على قولين.
القول الأول:
وجوب الكفارة بتعمد الأكل والشرب ونحوهما فى نهار رمضان.
وإليه ذهب الحنفية، والمالكية، وبه قال عطاء والحسن والزهرى والثورى والأوزاعى وإسحاق وأبو ثور.
واستدلوا بما روى عن أبى هريرة رضى الله عنه أن رجلا أفطر فى رمضان فأمره عليه الصلاة والسلام أن يعتق رقبة.
وبما روى من قول الرسول صلى الله عليه وسلم: من أفطر فى رمضان متعمدا فعليه ما على المظاهر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک کفارہ جماع وصحبت کر کے روزہ توڑنے کے ساتھ خاص ہے، اور کھانے پینے سے روزہ توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب نہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ کا حکم جماع سے روزہ توڑنے کی صورت میں دیا تھا، اور اکثر احادیث میں جماع کر کے روزہ توڑنے پر ہی کفارہ کا ذکر ہے، اور جماع کر کے روزہ کو فاسد کرنا، کھا، پی کر روزہ توڑنے کے مقابلہ میں کامل جرم ہے، اور جن روایات میں روزہ توڑنے کا ذکر ہے، جماع کرنے کا ذکر نہیں، اس سے بھی جماع کر کے روزہ توڑنا مراد ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ووجه الدلالة من هذين الحديثين أن النبى صلى الله عليه وسلم أمر فى الحديث الأول من أفطر فى نهار رمضان أن يعتق رقبة دون أن يفرق بين إفطار وإفطار، وجعل جزاء الفطر متعمدا فى الحديث الثانى جزاء المظاهر مطلقا، والمظاهر تجب عليه الكفارة، فتجب على كل من أفطر بأكل أو بغيره.
وقالوا :إن الكفارة تتعلق بالإفساد لهتك حرمة الشهر على سبيل الكمال لا بالجماع، لأن المحرم هو الإفساد دون الجماع، ولهذا تجب عليه بوطء منكوحته ومملوكته إذا كان بالنهار لوجود الإفساد، لا بالليل لعدمه، بخلاف الحد، ألا ترى أنه عليه الصلاة والسلام جعل علة لها بقوله :من أفطر فى رمضان . . .الحديث، فبطل القول بتعلقها بالجماع.
ولا نسلم أن شهوة الفرج أشد هيجانا ولا الصبر عن اقتضائه أشد على المرء، بل شهوة البطن أشد، وهو يفضى إلى الهلاك، ولهذا رخص فيه فى المحرمات عند الضرورة لئلا يهلك، بخلاف الفرج، ولأن الصوم يضعف شهوة الفرج، ولهذا أمر عليه الصلاة والسلام العزب بالصوم والأكل يقوى شهوة البطن، فكان أدعى إلى الزاجر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ٣٥، ص ٥٩و٦٠، مادة"كفارة "حرف الكاف)

[1] القول الثانى :عدم وجوب الكفارة بتعمد الأكل والشرب ونحوهما فى نهار رمضان.
وإليه ذهب الشافعية ، والحنابلة ، وبه قال سعيد بن جبير والنخعى وابن سيرين وحماد وداود .
واستدلوا بأن الأصل عدم الكفارة إلا فيما ورد به الشرع، وقد ورد الشرع بإيجاب الكفارة فى الجماع، وما سواه ليس فى معناه، لأن الجماع أغلظ، ولهذا يجب به الحد فى ملك الغير، ولا يجب فيما سواه فبقى على الأصل، وإن بلغ ذلك السلطان عزره، لأنه محرم ليس فيه حد ولا كفارة، فثبت فيه التعزير، كالمباشرة فيما دون الفرج من الأجنبية.
وبأنه أفطر بغير جماع، فلم يوجب ذلك الكفارة، كبلع الحصاة أو التراب، أو كالردة عند مالك، ولأنه لا نص فى إيجاب الكفارة بهذا، ولا إجماع.
ولا يصح قياسه على الجماع، لأن الحاجة إلى الزجر عنه أمس، والحكم فى التعدى به آكد، ولهذا يجب به الحد إذا كان محرما ويختص بإفساد الحج دون سائر محظوراته، ووجوب البدنة، ولأنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر حنفیہ کے نزدیک کھانے، پینے سے روزہ توڑ کر کفارہ واجب ہونے میں یہ شرط ہے کہ اس چیز کو منہ کے راستہ سے کھایا، پیا ہو، اور وہ چیز غذاء، یا دوا کے قبیل سے ہو۔

اور مالکیہ کے نزدیک بھی کفارہ واجب ہونے کے لئے منہ سے کھانا شرط ہے۔

اور بعض دوسری شرائط کا ذکر آگے آتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... وطی فی الدبر سے روزہ توڑنے پر کفارہ کا حکم

مسئلہ نمبر 2...... اگر کسی شخص نے ''نعوذ باللہ'' پچھلی شرمگاہ (یعنی پاخانہ کے مقام) سے وطی کی، تو بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے، اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس پر کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فی الغالب یفسد صوم اثنین بخلاف غیرہ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۳۵،ص ۶۰ و ۶۱، مادة "كفارة "حرف الكاف)

فذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه لا تجب عليه كفارة ولا فدية، وإنما عليه قضاء اليوم الذى أفطر فيه، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :من استقاء عمدا فليقض ، ولأن الأصل عدم الكفارة أو الفدية إلا فيما ورد به الشرع، ولأنه أفطر بغير جماع فلم تجب الكفارة، ولا يصح قياسه على الجماع، لأن الحاجة إلى الزجر عنه أمس، والحكم فى التعدى به آكد، وإلى هذا ذهب سعيد بن جبير وابن سيرين والنخعى وحماد بن أبى سليمان وداود (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲، ص ۱۷، مادة "فدية "حرف الفاء)

[1] وذهب الحنفية إلى أنه تجب عليه الكفارة إذا أفطر بإيصال ما يقصد به التغذى أو التداوى إلى جوفه عن طريق الفم، لأن به يحصل قضاء شهوة البطن، كما يحصل بالجماع قضاء شهوة الفرج، قال ابن قدامة :حكى عن عطاء ، والحسن والزهرى والثورى والأوزاعى وإسحاق أن الفطر بالأكل والشرب يوجب ما يوجبه الجماع.

أما ما لا يقصد به التغذى أو التداوى كبلع الحصاة أو التراب أو النواة ونحوها فلا تجب فيه الكفارة عند الحنفية، وكذا إن باشر دون الفرج فأنزل أو استمنى .

وعن عطاء :أن عليه تحرير رقبة فإن لم يجدها فبدنة أو بقرة أو عشرون صاعا من طعام.

وذهب المالكية إلى وجوب الكفارة عليه بشروط منها :أن يفطر متعمدا، وأن يكون مختارا، وأن يأكل أو يشرب عن طريق الفم وأن يكون الإفطار فى رمضان الحاضر، وأن يكون عالما بحرمة الموجب الذى فعله وإن جهل وجوب الكفارة به، والكفارة الواجبة فى هذا عند المالكية مثل الكفارة الواجبة بالجماع، لأنه إفطار فى رمضان فأشبه الجماع،حيث إن كلا منهما هتك حرمة الصيام فى نهار رمضان بمعصية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲،ص ۱۷، ۲،۷۲،مادة "فدية "حرف الفاء)

البتہ امام ابوحنیفہ کی ایک روایت کے مطابق اس عمل سے روزہ تو فاسد ہوجاتا ہے، لیکن کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر 3...... جانور سے جنسی شہوت پوری کرنے پر کفارہ کا حکم

مسئلہ نمبر 3......اگر کسی نے ''نعوذباللہ'' انسان کے بجائے، کسی جانور سے وطی کی، تو بعض فقہاء کے نزدیک کفارہ واجب ہوتا ہے، بعض کے نزدیک کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ [2]

مسئلہ نمبر 4...... وطی کے بغیر مباشرت سے روزہ فاسد کرنے پر کفارہ کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... اگر کسی نے شرمگاہ میں باقاعدہ وطی اور جماع نہیں کیا، بلکہ اس کے بغیر دوسرے طریقہ سے شرمگاہ کی شہوت کا ارتکاب کیا، مثلاً بوس کنار کیا، یا شرمگاہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی، تو اگر اس کی وجہ سے منی خارج نہیں ہوئی، تو کفارہ واجب نہیں ہوتا، بلکہ روزہ بھی فاسد نہیں ہوتا۔

---

[1] الكفارة بالوطء فى الدبر:
اختلف الفقهاء فى وجوب الكفارة بالوطء فى الدبر:
فذهب مالک والشافعى وأحمد، ورواه أبو يوسف ومحمد عن أبى حنيفة إلى أنه لا فرق فى وجوب الكفارة بين كون الفرج قبلا أو دبرا، من ذكر أو أنثى . واستدلوا بأنه أفسد صوم رمضان بجماع فى الفرج فأوجب الكفارة كالوطء .
وبأن الجميع وطء ، ولأن الجميع فى إيجاب الحد واحد، فكذلک إفساد الصوم وإيجاب الكفارة ، وبأنه محل مشتهى، فتجب فيه الكفارة كالوطء فى القبل .
وروى الحسن عن أبى حنيفة أن الوطء فى الدبر لا يوجب كفارة، لقصور الجناية لأن المحل مستقذر، ومن له طبيعة سليمة لا يميل إليه، فلا يستدعى زاجرا، للامتناع بدونه، فصار كالحد فى عدم الوجوب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۵۵،۵۶ ،مادة''كفارة''حرف الكاف)

[2] الكفارة بوطء البهيمة:وجوب الكفارة بالوطء فى فرج البهيمة فيه قولان:
الأول :لا تجب فيه الكفارة، وهو قول الحنفية وبعض الشافعية والحنابلة وذكره أبو الخطاب، وحكاه الدارمى عن أبى على بن خيران وأبى إسحاق المروزى واستدلوا :بأنه لا نص فيه، ولا هو فى معنى المنصوص عليه، فإنه مخالف لوطء الآدمية فى إيجاب الحد وفى كثير من أحكامه .
وسواء فى هذا كله أنزل أم لا .
الثانى :تجب فيه الكفارة، ذكره القاضى وهو الأصح عند الشافعية، وبه قال المالكية، لأنه وطء فى فرج موجب للغسل، مفسد للصوم، فأشبه وطء الآدمية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۵۶، مادة''كفارة''حرف الكاف)

اور اگر اس طرح کی حرکت کے نتیجہ میں انزال ہوگیا، تو روزہ تو بہر حال فاسد ہوجاتا ہے، لیکن حنفیہ، شافعیہ کے نزدیک، اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

اور مالکیہ کے نزدیک، اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق کفارہ واجب ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5......عورتوں کی باہم جنس پرستی پر کفارہ لازم ہونے کا حکم

مسئلہ نمبر 5......اگر ''نعوذ باللہ'' دو عورتیں روزہ کی حالت میں ایک دوسرے سے ہم جنس پرستی کا ارتکاب کریں، اور انزال یعنی منی کا خروج ہوجائے، تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے، اور مالکیہ کے نزدیک کفارہ بھی واجب ہوجاتا ہے، لیکن دوسرے فقہاء کے نزدیک کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

اور اگر انزال ومنی کا خروج نہ ہو، بلکہ مذی کا خروج ہو، تو مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک روزہ فاسد ہوجاتا ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا، اور دیگر فقہاء کے نزدیک روزہ بھی فاسد نہیں ہوتا۔

اور اگر نہ تو منی کا خروج ہو، نہ ہی مذی کا خروج ہو، تو کسی کے نزدیک بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] وجوب الكفارة على من باشر فيما دون الفرج.
لا خلاف بين الفقهاء فى أن المباشرة فيما دون الفرج إذا لم يقترن بها الإنزال لا توجب الكفارة.
وإنما الخلاف بينهم فيما إذا اقترن بها الإنزال على قولين:
القول الأول :عدم وجوب الكفارة بالإنزال بالمباشرة فيما دون الفرج.
وإليه ذهب الحنفية ، والشافعية وأحمد فى رواية......
القول الثانى :وجوب الكفارة بالإنزال بالمباشرة فيما دون الفرج، وهو مذهب المالكية، قالوا :ولو تعمد إنزال منى بتقبيل أو مباشرة أو بإدامة فكر أو نظر وكان عادته الإنزال .
وهو قول عطاء والحسن وابن المبارك وإسحاق، ورواية عن أحمد ، وأبى خلف الطبرى من تلامذة القفال المروزى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص ٥٦، ٥٧،مادة"كفارة"حرف الكاف)

[1] اتفق الفقهاء على أنه إذا حصل إنزال بالسحاق فإنه يفسد الصوم ويجب القضاء على من أنزلت .إذ أن خروج المنى عن شهوة بالمباشرة مفسد للصوم.
قال الكمال بن الهمام :وعمل المرأتين أيضا كعمل الرجال جماع فيما دون الفرج لا قضاء على واحدة منهما إلا إذا أنزلت ولا كفارة مع الإنزال.
وأوجب المالكية الكفارة عليها حينئذ .أما إذا لم يحصل إنزال فإن الصوم صحيح .
وهذا فى خروج المنى أما إذا حصل بالسحاق خروج المذى فقط فمذهب المالكية والحنابلة أن خروج المذى بلمس أو قبلة أو مباشرة مفسد للصوم كذلک، خلافا للحنفية والشافعية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٤،ص ٢٥٢ ،مادة"سحاق"حرف السين)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر6......مرد وعورت کے جماع کرنے سے دونوں پر کفارہ لازم ہونے کا حکم

مسئلہ نمبر6......اگر کسی مرد وعورت نے جان بوجھ کر باہم جماع کیا، اور دونوں روزہ کی حالت میں تھے، اور دونوں میں کفارہ واجب ہونے والی شرائط پائی جاتی تھیں، تو دونوں پر الگ الگ قضاء اور کفارہ لازم ہوگا۔

اور اگر ایک فرد میں کفارہ واجب ہونے کی شرائط موجود تھیں، دوسرے فرد میں نہیں تھیں، تو صرف اسی پر کفارہ واجب ہوگا، جس میں شرائط موجود تھیں۔ [1]

مسئلہ نمبر7......وجوبِ کفارہ کے لئے روزہ کو قصداًوعمداً فاسد کرنے کی شرط

مسئلہ نمبر7......روزہ کا کفارہ واجب ہونے کے لئے حنفیہ، مالکیہ، اور شافعیہ کے نزدیک ضروری ہے کہ روزہ قصداًوعمداً اور جان بوجھ کر توڑا ہو۔

اور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک بھول کر کھانے پینے، یا جماع کرنے سے روزہ بھی فاسد نہیں ہوتا، اور نہ ہی قضاء واجب ہوتی، چہ جائیکہ کفارہ واجب ہو۔ [2]

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء في وجوب الكفارة على من أفسد صوم يوم من رمضان بالجماع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٢، ص ٢٣٠، مادة "تعدد" حرف التاء)

[2] اور حنابلہ کے نزدیک جماع میں بھول معاف نہیں، ان کے نزدیک بھول کر جماع کرنے سے روزہ فاسد بھی ہوجاتا ہے، اور کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

والكفارة فيما سبق إنما تجب إذا كان الجماع عمدا، فإن كان نسيانا فلا تجب الكفارة عند الحنفية والمالكية والشافعية، وفي قول عن الإمام أحمد لكن ظاهر مذهب الحنابلة أن العمد والنسيان سواء في وجوب الكفارة والقضاء ، كما أنه لا يجب القضاء بالنسيان أيضا عند الحنفية والشافعية وفي قول عند الحنابلة، قال الحنفية :عدم وجوب القضاء استحسان؛ لأنه لم يفطر، والقياس وجوب القضاء .وعند المالكية وهو القول الآخر للحنابلة يجب القضاء .ولا تجب الكفارة بالجماع عمدا في صوم غير رمضان وهذا باتفاق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦، ص ٥٦، مادة "جناية" حرف الجيم)

واختلفوا في اشتراط العمد والاختيار :فذهب الحنفية والمالكية والشافعية إلى أن العمد والاختيار شرطان في وجوبها، فلم يوجبوا الكفارة بالجماع الحادث على وجه الإكراه أو الخطأ .

وذهب الحنابلة :إلى عدم اشتراط العمد والاختيار لوجوب الكفارة بالجماع في نهار رمضان، فتجب عندهم على من جامع ناسيا أو مكرها لأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يستفصل السائل عن حاله ولو كان الحكم يختلف لاستفصله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥، ص ١٠٠، مادة "كفارة" حرف الكاف)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 8...... وجوبِ کفارہ کے لئے مکلّف کے روزہ توڑنے کی شرط

مسئلہ نمبر 8...... روزہ کا کفارہ واجب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ روزہ توڑنے والا روزہ کا مکلّف ہو، یعنی اس میں روزہ کے واجب اور صحیح ہونے کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نابالغ بچہ، یا مجنون و پاگل نے روزہ رکھ کر توڑا، تو اس پر کفارہ واجب نہیں، بلکہ نابالغ اور دائمی پاگل پر قضاء بھی واجب نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... وجوبِ کفارہ کے لئے رمضان کے ادائی روزہ، توڑنے کی شرط

مسئلہ نمبر 9...... روزہ کا کفارہ واجب ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو روزہ توڑا گیا ہے، وہ رمضان کا ادائی روزہ ہو۔

اگر وہ رمضان کا روزہ نہیں ہے، بلکہ نفل روزہ ہے، یا نذر و منت کا روزہ ہے، یا رمضان کا روزہ تو ہے، مگر وہ دوسرے دنوں میں قضاء کر رہا تھا، تو ایسے روزہ کے توڑنے پر کفارہ واجب نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر 10...... وجوبِ کفارہ کے لئے رضامندی سے روزہ توڑنے کی شرط

مسئلہ نمبر 10...... روزہ کا کفارہ واجب ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ رمضان کا اداء روزہ اپنی رضامندی اور خوشی سے توڑا ہو۔

اگر کسی آدمی کو زبردستی کر کے، مثلاً جان سے مار دینے، یا کسی عضو کے ضائع کر دینے، یا کسی بڑے صدمہ سے دوچار کرنے کی دھمکی وغیرہ دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے، اور وہ اس چیز کو اختیار کر لے، تو حنفیہ، اور مالکیہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ گناہ گار نہیں ہوتا، لیکن اس پر صرف قضاء واجب ہوتی ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

---

[1] اتفق الفقهاء على أن الإسلام والبلوغ والعقل شروط لوجوب الكفارة بسبب انتهاک حرمة الصوم بالجماع فی نهار رمضان، لأن الكافر لا يعتبر صومه شرعا والمجنون كذلک، أما الصبى فهو وإن كان يصح صومه لكنه لا يعقل حرمة هذا الشهر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۱۰۰، مادة "كفارة" حرف الكاف)

[2] اتفقوا على أن رمضان شرط فی وجوب الكفارة فلا تجب فی غيره كقضائه أو صوم النذر ونحوه، لأن الكفارة إنما وجبت لهتک حرمة الشهر، وليست هذه الحرمة موجودة فی غيره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۱۰۰، مادة "كفارة" حرف الكاف)

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ، اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام زفر کے نزدیک اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ بے شک اسے روزہ یاد ہے، لیکن اس نے کھانے پینے کا عمل اپنے اختیار سے نہیں کیا، اس لئے وہ بھولنے والے کی طرح معذور ہے۔ [1]

اگر روزہ کی حالت میں کسی مرد کو جبر واکراہ کرکے کسی عورت کے ساتھ جماع کرایا گیا، تو حنفیہ، اور مالکیہ وغیرہ کے نزدیک اس مرد پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ [2]

---

[1] وشرط الشافعية والحنابلة وزفر من الحنفية أن يكون الصائم مختارا فيما يتناوله، من طعام أو شراب أو دواء ، فلو أوجر الماء ، أو صب الدواء فى حلقه مكرها، لم يفسد صومه عندهم، لأنه لم يفعل ولم يقصد.

ولو أكره على الإفطار، فأكل أو شرب، فللشافعية قولان مشهوران فى الفطر وعدمه.

أصحهما :عدم الفطر، وعللوا عدم الإفطار بأن الحكم الذى ينبنى على اختياره ساقط، لعدم وجود الاختيار .

ومذهب الحنابلة :أنه لا يفسد صومه قولا واحدا، وهو كالإيجار ، وذلك لحديث إن الله وضع عن أمتى الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه فإنه عام .

ومذهب الحنفية والمالكية :أن الإكراه على الإفطار يفسد الصوم، ويستوجب القضاء ، وذلك لأن المراد من حديث إن الله وضع عن أمتى الخطأ والنسيان، وما استكرهوا عليه رفع الحكم، لتصحيح الكلام اقتضاء ، والمقتضى لا عموم له، والإثم مراد إجماعا، فلا تصح إرادة الحكم الآخر -وهو الدنيوى -بالفساد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص ٣١،٣٢،مادة" صوم"حرف الصاد)

[2] وجوب الكفارة بالإكراه على الجماع:

اختلف الفقهاء فى وجوب الكفارة على الرجل أو المرأة إذا أكرها على الجماع فى نهار رمضان.

أ -إذا كان المكره رجلا:

اختلف الفقهاء فى وجوب الكفارة على الرجل المكره على الجماع فى نهار رمضان على قولين.

القول الأول :عدم وجوب الكفارة على الرجل المكره على الجماع فى نهار رمضان.

وإليه ذهب الحنفية ، والمالكية ، والشافعية، وهو رواية أبى الخطاب عن الإمام أحمد. ......

القول الثانى :وجوب الكفارة على الرجل المكره على الجماع فى نهار رمضان.

وإليه ذهب الحنابلة ، وابن الماجشون وابن عبد الملك من المالكية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص ٦١و ٦٢،مادة"كفارة"حرف الكاف)

www.idaraghufran.org

اور اگر مرد نے عورت کے ساتھ جبر واکراہ کر کے جماع کیا، تو اس صورت میں حنفیہ، شافعیہ، اور حنابلہ کے نزدیک صرف مرد پر کفارہ واجب ہوگا، عورت پر واجب نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر 11...... وجوبِ کفارہ کے لئے روزہ کے ٹوٹنے میں شبہ نہ ہونے کی شرط

مسئلہ نمبر 11...... روزہ کا کفارہ واجب ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ روزہ توڑنے والے کی طرف سے روزہ توڑنے کے عمل میں کوئی ایسی بات نہ پائی جائے، جو شبہ پیدا کرنے والی ہو۔

اگر مسافر نے روزہ رکھ لیا، اور پھر جان بوجھ کر بغیر عذر روزہ توڑ دیا، تو حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک، اس پر کفارہ واجب نہیں، کیونکہ سفر کے شبہ کی وجہ سے کامل جرم نہیں پایا گیا۔

اگر کسی نے طلوعِ فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی، بلکہ بعد میں روزہ کی نیت کی، اور پھر اس روزہ کو توڑ دیا، تو حنفیہ کے نزدیک شبہ کی وجہ سے اس پر کفارہ واجب نہیں، صرف قضاء

---

[1] إذا كان المكره امرأة:

اختلف الفقهاء في وجوب الكفارة على المرأة إذا أكرهت على الجماع في نهار رمضان على قولين:

القول الأول :عدم وجوب الكفارة عليها إذا أكرهت على الجماع في نهار رمضان.

وإليه ذهب الحنفية ، والشافعية والحنابلة ، وبه قال الحسن والثوري والأوزاعي .

واستدلوا بأنها لم يوجد منها فعل، فلم تفطر كما لو صب في حلقها ماء بغير اختيارها .

وبأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يأمر الأعرابي الذي واقع إلا بكفارة واحدة، مع مساس الحاجة إلى البيان وبأن صوم المرأة ناقص، لأنه يعرض أن يبطل بعروض الحيض، وإذا كان كذلك لم يكن كامل الحرمة، فلم تتعلق به الكفارة .

وبأن الواجب لو تعلق بها لأمرت بإخراجه ، فعدم أمرها بإخراجه دليل على عدم وجوبه.

القول الثاني :وجوب الكفارة على المرأة المكرهة على الجماع في نهار رمضان ويتحملها الزوج عنها.

وإليه ذهب المالكية ، والشافعية في مقابل الأصح عندهم .

واستدل المالكية ومن وافقهم بأن الزوج بإكراه زوجته على الجماع في نهار رمضان، أوجب على الزوجة ما لم يكن واجبا عليها، فيتحمله هو، وتلزمه الكفارة عنها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥، ص ٦٢،٦٣، مادة"كفارة"حرف الكاف)

واجب ہے، جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد نیت کرنے سے روزہ شروع ہی نہیں ہوتا۔ [1]

اسی طرح اگر کسی نے دوسرے عذر، مثلاً بیماری، یا عورت نے حمل، یا بچہ کو دودھ پلانے کی حالت میں روزہ توڑا، تو بھی شبہ کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں۔ [2]

اسی طرح اگر کسی کو احتلام ہوگیا، یا خود بخود الٹی آ گئی، اور اس نے یہ سمجھا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے، اور اس نے بعد میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا، تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں روزہ ٹوٹنے کا شبہ پیدا کرنے والی بات پائی گئی۔

---

[1] ويتصل بهذه المسائل فى إفطار المسافر :ما لو نوى فى سفره الصوم ليلا، وأصبح صائما، من غير أن ينقض عزيمته قبل الفجر، لا يحل فطره فى ذلك اليوم عند الحنفية والمالكية، وهو وجه محتمل عند الشافعية، ولو أفطر لا كفارة عليه للشبهة.
قال ابن عابدين :وكذا لا كفارة عليه بالأولى، لو نوى نهارا .
وقال ابن جزى :من كان فى سفر، فأصبح على نية الصوم، لم يجز له الفطر إلا بعذر، كالتغذى للقاء العدو، وأجازه مطرف من غير عذر، وعلى المشهور :إن أفطر، ففى وجوب الكفارة ثلاثة أقوال :يفرق فى الثالث بين أن يفطر بجماع فتجب، أو بغيره فلا تجب.
لكن الذى فى شروح خليل، وفى حاشية الدسوقى :أنه إذا بيت نية الصوم فى السفر وأصبح صائما فيه ثم أفطر، لزمته الكفارة سواء أفطر متأولا أم لا .فسأل سحنون ابن القاسم، عن الفرق بين من بيت الصوم فى الحضر ثم أفطر بعد أن سافر بعد الفجر من غير أن ينويه فلا كفارة عليه، وبين من نوى الصوم فى السفر ثم أفطر فعليه الكفارة؟ فقال :لأن الحاضر من أهل الصوم فسافر فصار من أهل الفطر، فسقطت عنه الكفارة، والمسافر مخير فيهما، فاختار الصوم وترك الرخصة، فصار من أهل الصيام، فعليه ما عليهم من الكفارة .
والشافعية فى المذهب، والحنابلة قالوا :لو أصبح صائما فى السفر، ثم أراد الفطر، جاز من غير عذر، لأن العذر قائم -وهو السفر -أو لدوام العذر -كما يقول المحلى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص٥٠،مادة" صوم"حرف الصاد)

[2] فلا كفارة فى الإفطار فى غير رمضان، ولا كفارة على الناسى والمكره -عند الجمهور -ولا على النفساء والحائض والمجنون، ولا على المريض والمسافر، ولا على المرهق بالجوع والعطش، ولا على الحامل، لعذرهم ولا على المرتد، لأنه هتك حرمة الإسلام، لا حرمة الصيام خصوصا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٧٨، مادة "صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

اور جو چیزیں شبہ پیدا کرنے والی نہ ہوں، ان کا حکم جدا ہے۔ ؎

؎ ومن ظن أو اشتبه في الفطر، كمن أكل ناسيا فظن أنه أفطر، فأكل عامدا، فإنه لا تجب عليه الكفارة، لقيام الشبهة الشرعية .

والقضاء هو ظاهر الرواية عند الحنفية وهو الأصح .

أما لو فعل ما لا يظن به الفطر، كالفصد والحجامة والاكتحال واللمس والتقبيل بشهوة ونحو ذلك، فظن أنه أفطر بذلك، فأكل عمدا، فإنه يقضى فى تلك الصور ويكفر لأنه ظن فى غير محله.

فلو كان ظنه فى محله فلا كفارة، كما لو أفتاه مفت -يعتمد على قوله ويؤخذ بفتواه فى البلد- بالإفطار فى الحجامة فأكل عامدا، بعدما احتجم لا يكفر .

والمالكية قسموا الظن فى الفطر إلى قسمين:

أ -تأويل قريب :وهو الذى يستند فيه المفطر إلى أمر موجود، يعذر به شرعا، فلا كفارة عليه، كما فى هذه الصور:

-لو أفطر ناسيا، فظن لفساد صومه إباحة الفطر، فأفطر ثانيا عامدا، فلا كفارة عليه.

أو لزمه الغسل ليلا لجنابة أو حيض، ولم يغتسل إلا بعد الفجر، فظن الإباحة، فأفطر عمدا.

أو تسحر قرب الفجر، فظن بطلان صومه، فأفطر.

أو قدم المسافر ليلا، فظن أنه لا يلزمه صوم صبيحة قدومه، فأفطر مستندا إلى هذا التأويل، لا تلزمه الكفارة.

أو سافر دون مسافة القصر، فظن إباحة الفطر فبيت الفطر، فلا كفارة عليه.

أو رأى هلال شوال نهارا، يوم ثلاثين من رمضان، فاعتقد أنه يوم عيد، فأفطر.

فهؤلاء إذا ظنوا إباحة الفطر فأفطروا، فعليهم القضاء ولا كفارة عليهم، وإن علموا الحرمة، أو شكوا فيها فعليهم الكفارة.

ب -تأويل بعيد :وهو المستند فيه إلى أمر معدوم أو موجود، لكنه لم يعذر به شرعا، فلا ينفعه، وعرفه الأبى بأنه :ما لم يستند لموجود غالبا ، مثال ذلك:

من رأى هلال رمضان، فشهد عند حاكم، فرد ولم يقبل لمانع، فظن إباحة الفطر، فأفطر، فعليه الكفارة لبعد تأويله.

وقال أشهب :لا كفارة عليه لقرب تأويله لاستناده لموجود، وهو رد الحاكم شهادته.

والتحقيق :أنه استند لمعدوم، وهو أن اليوم ليس من رمضان، مع أنه منه برؤية عينه،أو بيت الفطر وأصبح مفطرا، فى يوم لحمى تأتيه فيه عادة، ثم حم فى ذلك اليوم، وأولى إن لم يحم.

أو بيتت الفطر امرأة لحيض اعتادته فى يومها، ثم حصل الحيض بعد فطرها، وأولى إن لم يحصل.

أو أفطر لحجامة فعلها بغيره، أو فعلت به، فظن الإباحة، فإنه يكفر .لكن قال الدردير :المعتمد فى هذا عدم الكفارة، لأنه من القريب، لاستناده لموجود، وهو قوله عليه الصلاة والسلام :أفطر الحاجم والمحجوم .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 12......جس روزہ میں کفارہ لازم ہوا، اس دن عارض پیش آنے پر حکم

مسئلہ نمبر 12......جس دن روزہ توڑا، اگر اسی دن روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسی چیز پائی گئی، جو روزہ نہ رکھنے کا عذر شمار ہوتی ہے، جیسا کہ روزہ توڑنے کے بعد عورت کو اسی دن سورج غروب ہونے سے پہلے حیض، یا نفاس جاری ہوگیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس سے کفارہ ساقط ہوجائے گا، روزہ کی صرف قضاء واجب ہوگی، کیونکہ اس دن حیض، یا نفاس جاری ہونے سے ظاہر ہوگیا کہ اس دن عورت میں روزہ کی ادائیگی کی اہلیت موجود نہیں تھی۔

لیکن حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک روزہ توڑنے کے بعد اس طرح کا عذر پیش آنے پر کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أو اغتاب شخصا فی نهار رمضان، فظن إباحة الفطر فأفطر، فعليه الكفارة .

ونص الشافعية على أن من جامع عامدا، بعد الأكل ناسيا، وظن أنه أفطر به، لا كفارة عليه، وإن كان الأصح بطلان صومه بالجماع، لأنه جامع وهو يعتقد أنه غير صائم، فلم يأثم به، لذلک قيل :لا يبطل صومه، وبطلانه مقيس على من ظن الليل وقت الجماع، فبان خلافه.

وعند القاضی أبی الطيب، أنه يحتمل أن تجب به الكفارة، لأن هذا الظن لا يبيح الوطء .

وأما لو قال :علمت تحريمه، وجهلت وجوب الكفارة، لزمته الكفارة بلا خلاف .

ونص الحنابلة على أنه لو جامع فی يوم رأى الهلال فی ليلته، وردت شهادته لفسقه أو غيره، فعليه القضاء والكفارة، لأنه أفطر يوما من رمضان بجماع، فلزمته كما لو قبلت شهادته.

وإذا لم يعلم برؤية الهلال إلا بعد طلوع الفجر، أو نسی النية، أو أكل عامدا، ثم جامع تجب عليه الكفارة، لهتكه حرمة الزمن به، ولأنها تجب على المستديم للوطء، ولا صوم هناک، فكذا هنا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۴۲ ،الیٰ ۴۴،مادة" صوم"حرف الصوم)

[1] أثر العارض فی سقوط الكفارة:

اختلف الفقهاء فی سقوط الكفارة عمن جامع فی أول النهار، ثم مرض أو جن، أو كانت امرأة فحاضت أو نفست فی أثناء النهار على قولين:

القول الأول :عدم سقوط الكفارة بحدوث العارض .وإليه ذهب المالكية، والحنابلة، والشافعية فی الأظهر، وبه قال الليث وإسحاق، وابن أبی ليلى، وأبو ثور .

واستدلوا بأنه معنى طرأ بعد وجوب الكفارة، فلم يسقطها كالسفر.

وبأنه أفسد صوما واجبا فی رمضان بجماع تام، فاستقرت الكفارة عليه كما لو لم يطرأ عذر.

وأنه قصد هتک حرمة الصوم أولا بما فعل .

القول الثانی :سقوط الكفارة بحدوث العارض، وإليه ذهب الحنفية وبه قال الثوری، وهو القول الآخر عند الشافعية(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۳۵،ص ۶۵،۶۶ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 13...... کفارہ کے ساتھ، روزہ کی قضاء واجب ہونے کا حکم

مسئلہ نمبر 13...... جب کسی پر روزہ فاسد کرنے کی وجہ سے کفارہ واجب ہوجائے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس پر کفارہ کے علاوہ، اس روزہ کی قضاء بھی واجب ہوتی ہے۔

البتہ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق کفارہ واجب ہونے کی صورت میں قضاء کی ضرورت نہیں ہوتی۔ [1]

مسئلہ نمبر 14...... رمضان کے روزہ کا کفارہ، ظہار کے کفارہ کی طرح ہے

مسئلہ نمبر 14...... رمضان کے روزہ کو توڑ دینے کا کفارہ ظہار کے کفارہ کی طرح ہے، جس کا قرآن مجید کی سورہ حدید میں ذکر ہے، جس میں غلام آزاد کرنے، یا ساٹھ روزے لگاتار رکھنے، یا ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانے کا ذکر ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 15...... روزہ کا کفارہ، اور اس کی تفصیل وترتیب

مسئلہ نمبر 15...... رمضان کا روزہ توڑ دینے کے کفارہ میں، یا تو غلام کو آزاد کرنا ہے، یا ساٹھ روزے رکھنا ہے، یا ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانا ہے۔

پھر حنفیہ، شافعیہ اور جمہور حنابلہ کے نزدیک پہلے غلام کو آزاد کرنے کا درجہ ہے، اور اگر اس کی قدرت نہ ہو، مثلاً غلام میسر نہ ہو، جیسا کہ آج کل یہی صورتِ حال ہے، یا اس کی قیمت کا انتظام نہ ہو، تو پھر روزے رکھنے کا درجہ ہے، اور اس کی قدرت نہ ہو، مثلاً کوئی بوڑھا، یا کمزور، یا بیمار ہو، تو پھر غریبوں کو کھلانے کا درجہ ہے۔

---

[1] اتفق الفقهاء على أن الجنابة إذا كانت بالجماع عمدا فى نهار رمضان فإنها تفسد الصوم، وتجب الكفارة، وكذلك القضاء ، إلا فى قول عند الشافعية أنه لا يجب القضاء مع الكفارة؛ لأن الخلل الحاصل قد انجبر بالكفارة، وفى قول آخر للشافعية أن القضاء لا يسقط إلا إن كفر بالصوم، ولكن الأصح عندهم أن القضاء واجب مع الكفارة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦، ص٥٦، مادة"جناية"حرف الجيم)

[2] وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ذَلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ. فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا (سورة الحديد، رقم الآية ٣و٤)

www.idaraghufran.org

اور مالکیہ کے نزدیک، اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق کفارہ دینے والے کو ترتیب کے واجب ہوئے بغیر ان تین چیزوں میں سے کسی بھی چیز سے کفارہ دینے کا اختیار ہے۔

البتہ مالکیہ کے نزدیک کھانا کھلانا، غلام آزاد کرنے کے مقابلہ میں افضل ہے، اور غلام کو آزاد کرنا، روزے رکھنے کے مقابلہ میں افضل ہے۔

لیکن اگر روزے رکھنے کی شکل میں کفارہ دیا جائے، تو چاروں فقہائے کرام کے نزدیک دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنا ضروری ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 16...... کفارہ کی ادائیگی سے عاجز کا حکم

مسئلہ نمبر 16...... اگر کوئی شخص کفارہ کی کسی صورت میں ادائیگی پر قادر نہ ہو، تو جمہور فقہاء، یعنی

---

[1] تجب الكفارة بالجماع فى نهار رمضان باتفاق.

وتجب بالأكل أو الشرب عمدا عند الحنفية والمالكية، والكفارة تكون بالعتق أو الصوم أو الإطعام.

وتأتى مرتبة الصوم بعد العتق عند الحنفية والشافعية وجمهور الحنابلة، وفى رواية عن أحمد أنها على التخيير بين العتق والصيام والإطعام وبأيها كفر أجزأه، وهذا بناء على أن أو للتخيير لما روى أبو هريرة أن رجلا أفطر فى رمضان، فأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يكفر بعتق رقبة أو صيام شهرين متتابعين أو إطعام ستين مسكينا.

وعند المالكية كفارته على التخيير أيضا، ولكنهم فضلوا الإطعام على العتق فجعلوه أولا، لأنه أكثر نفعا لتعديه لأفراد كثيرة، وفضلوا العتق على الصوم؛ لأن نفعه متعد للغير دون الصوم، فالصوم عندهم فى المرتبة الثالثة.

وسواء كان هذا أو ذاك، فإن صوم كفارة الفطر فى رمضان شهران متتابعان عند الأئمة الأربعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١٢٨، مادة"تتابع"حرف التاء)

خصال الكفارة:

خصال الكفارة فى الجملة هى :العتق والصيام والإطعام والكسوة .

وذهب الحنفية والشافعية والحنابلة إلى أن كلا من كفارة الصوم والظهار والقتل مرتبة ابتداء وانتهاء فعلى المكفر أن يعتق رقبة إذا استطاع إلى ذلك سبيلا، فإن لم يجد بأن لم يتيسر له ذلك حسا كأن يكون فى مسافة القصر، أو شرعا كأن لم يقدر على ثمنها زائدا على ما يفى بمؤنه فعليه صيام شهرين متتابعين، فإن عجز المظاهر أو المجامع فى نهار رمضان عن الصوم لهرم أو مرض أو خاف من الصوم زيادة مرض فعليه إطعام ستين مسكينا.

وذهب المالكية إلى أن كفارة إفساد الصوم على التخيير وأن أفضل خصالها الإطعام لكثرة تعدى نفعه .وأما كفارتا الظهار والقتل فهما مرتبتان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥، ص١٠٤و١٠٥، مادة "كفارة"حرف الكاف)

www.idaraghufran.org

حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے راجح قول اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق، جب تک وہ کفارہ ادا نہیں کرے گا، کفارہ ذمہ میں باقی رہتا ہے، معاف نہیں ہوتا۔

البتہ امام احمد کی ایک روایت، اور شافعیہ کے غیر راجح قول کے مطابق اس سے کفارہ معاف ہوجاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 17...... کفارہ کے روزوں میں تسلسل جاری نہ رہنا

مسئلہ نمبر 17...... اگر کسی شخص نے کفارہ کے روزے رکھنے شروع کئے، اور ساٹھ روزوں کی تعداد پوری ہونے سے پہلے تسلسل برقرار نہیں رہا، اور ایک، یا زیادہ دن کے روزوں کا ناغہ ہوگیا، تو اب پھر نئے سرے سے ساٹھ روزوں کی تعداد پوری کرنی ہوگی۔

البتہ بعض اعذار ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے تسلسل برقرار نہ رہنا معاف ہوتا ہے۔

اور بعض چیزوں میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

جیسا کہ اگر کفارہ کے روزے رکھنے والے سے کوئی جبر و اکراہ کرکے روزہ تڑوادے، تو حنفیہ وغیرہ کے نزدیک تسلسل ختم ہوجاتا ہے۔

جبکہ مالکیہ وغیرہ کے نزدیک تسلسل برقرار رہتا ہے۔ [2]

---

[1] فإن عجز عن الجميع استقرت فى ذمته عند جمهور الفقهاء من الحنفية والمالكية والأظهر عند الشافعية وإحدى الروايتين لأحمد، وهذا بالنسبة لكفارة الصوم عند الشافعية بخلاف سائر الكفارات فتستقر عندهم.

وفى إحدى الروايتين لأحمد، ومقابل الأظهر عند الشافعية :أن الكفارة تسقط عنه بالعجز عن الأمور الثلاثة كزكاة الفطر بدليل أن الأعرابى لم يأمره النبى صلى الله عليه وسلم بكفارة أخرى لما دفع إليه التمر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص۱۰۵ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

[2] الفطر بإكراه أو نسيان ونحوهما:

يرى الحنفية أن الإفطار بعذر أو بغير عذر يقطع التتابع، باستثناء عذر المرأة فى الحيض، ولم يفرقوا فى ذلك بين عذر المرض أو غيره، وهو يتناول الإكراه .وأما لو أكل ناسيا فى كفارة الظهار فقد ذكر صاحب الفتاوى الهندية :أنه لا يضر .

ولا يجزء عن الكفارة صيام تسعة وخمسين يوما بغير اعتبار الأهلة، أما إذا صام شهرين باعتبار الأهلة، فإن صومه يصح حتى ولو كان ثمانية وخمسين يوما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 18...... کفارہ کے روزوں میں بوجہ حیض تسلسل نہ رہنا

مسئلہ نمبر 18...... روزے کا کفارہ، روزے رکھ کر اداء کرتے ہوئے، جتنے روزے درمیان میں عورت کے حیض آنے کی وجہ سے چھوٹ جائیں، وہ معاف ہیں، ان کے چھوٹ جانے سے کفارہ کی مسلسل والی قید میں کچھ نقصان نہیں آتا، لیکن پاک ہونے کے فوراً بعد پھر روزے رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ویری المالكية أن الفطر بالإكراه بمؤلم من قتل أو ضرب لا يقطع التتابع، ولا يقطعه أيضا فطر من ظن بقاء الليل، أو غروب الشمس بخلاف الشک فی غروب الشمس فإنه يقطعه، وكذا لا يقطع التتابع عندهم فطر من صام تسعة وخمسين يوما، ثم أصبح مفطرا ظانا الكمال.

ولا يقطع التتابع عندهم الأكل والشرب ناسيا على المشهور، ولا يقطعه جماع غير المظاهر منها نهارا نسيانا، أو ليلا ولو عمدا.

وذكر الشافعية :أن الإكراه على الأكل يبطل التتابع، بناء على أن الإكراه عليه يبطل الصوم على القول به، لأنه سبب نادر .هذا هو المذهب فی الصورتين، كما جاء فی الروضة، وبه قطع الجمهور، وجعلهما ابن كج كالمرض، وكذا إذا استنشق فوصل الماء إلى دماغه، ففی انقطاع التتابع الخلاف، بناء على القول بأنه يفطر، وقال النووی :لو أوجر الطعام مكرها لم يفطر ولم ينقطع تتابعه، قطع به الأصحاب فی كل الطرق.

وذكر الحنابلة أن التتابع لا يقطع بالفطر بسبب الإكراه أو الخطأ أو النسيان على الصحيح من المذهب، لحديث :إن الله وضع عن أمتی الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه لا إن أفطر لجهل فإنه لا يعذر به، وأما الذی أفطر خطأ كمن ظن بقاء الليل أو الغروب فبان خلافه فلا ينقطع تتابع صيامه، وأما الذی أفطر على ظن تمام الشهرين فبان خلافه فإنه ينقطع تتابع صيامه، أو ظن أن الواجب شهر واحد فأفطر، أو أفطر ناسيا لوجوب التتابع، أو أفطر لغير عذر انقطع تتابع صيامه لقطعه إياه، ولا يعذر بالجهل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۰، ص ۱۳۱ و ۱۳۲، مادة"تتابع")

[1] الحيض والنفاس :اتفق الفقهاء على أن الحيض لا يقطع التتابع فی الكفارة التی توجب صيام شهرين على المرأة، ككفارة القتل، لأنه لا بد منه فيهما، ولأنها لا يد لها فيه، ولأنه ينافی الصوم، وفی تأخير التكفير إلى سن اليأس خطر، إلا أن المتولی من الشافعية قال :إن المرأة إذا كانت لها عادة فی الطهر تسع صوم الكفارة فصامت فی غيرها، أی فی وقت يحدث فيه الحيض، فإنه يقطع التتابع.

وأما تتابع صوم أيام كفارة اليمين، فإن الحيض يقطعه، بناء على وجوب التتابع فيها كما ذكر الحنفية، والشافعية على أحد القولين فی وجوب تتابعها، لقلة أيامها، بخلاف الشهرين .

هذا، وذكر النووی فی الروضة :أننا إذا أوجبنا التتابع فی كفارة اليمين فحاضت فی أثنائها، ففی انقطاع تتابعها القولان فی الفطر بالمرض فی الشهرين، ويشبه أن يكون فيه طريق جازم بانقطاع التتابع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۰، ص ۱۳۲، مادة"تتابع"حرف التاء)

مسئلہ نمبر19...... کفارہ کے روزوں میں بوجہ نفاس تسلسل نہ رہنا

مسئلہ نمبر19...... کسی عورت کو روزہ توڑنے کا کفارہ روزے رکھ کر اداء کرنے کے درمیان ساٹھ روزوں کی تعداد پوری کرنے سے پہلے، نفاس (ولادت کے بعد آنے والا خون) آجائے، تو حنفیہ کے نزدیک تسلسل برقرار نہیں رہتا، جس کی وجہ سے دوبارہ لگاتار رکھنے کا حکم ہوتا ہے۔

لیکن مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نفاس کا خون بھی، حیض کے خون کی طرح تسلسل میں رکاوٹ نہیں بنتا، جبکہ نفاس ختم ہونے کے فوری بعد آگے روزے رکھنا شروع کردے۔ [1]

مسئلہ نمبر20...... کفارہ کے روزوں میں بوجہ رمضان، عید، یا ایامِ تشریق، تسلسل نہ رہنا

مسئلہ نمبر20...... اگر روزہ کے کفارہ کی تعداد پوری کرنے سے پہلے رمضان، یا عیدالفطر، یا عیدالاضحیٰ کا دن، یا ایامِ تشریق (گیارہ، بارہ، اور تیرہ ذوالحجہ) آجائیں، تو حنفیہ کے نزدیک ان کی وجہ سے بھی تسلسل برقرار نہیں رہتا۔

لیکن حنابلہ وغیرہ کے نزدیک ان کی وجہ سے تسلسل میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی، کیونکہ رمضان کے روزے تو ویسے ہی فرض ہیں، اور گذشتہ باقی دنوں میں روزے رکھنے کی شریعت کی طرف سے ممانعت ہے۔ [2]

---

[1] أما النفاس فإنه يقطع التتابع فى صوم الكفارة عند الحنفية، وعلى مقابل الصحيح الذى حكاه أبو الفرج السرخسى من الشافعية لندرته، ولإمكانها اختيار شهرين خاليين منه .
وذهب المالكية والشافعية على الصحيح، والحنابلة إلى :أن النفاس لا يقطع التتابع، قياسا على الحيض، ولأنها لا يد لها فيه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠،ص ١٣٢، ١٣٣،مادة"تتابع" حرف التاء)

[2] دخول رمضان والعيدين وأيام التشريق:
ذهب الحنفية إلى أن دخول شهر رمضان وعيد الفطر أو عيد الأضحى وأيام التشريق يقطع صوم الكفارة لوجوب صوم رمضان وحرمة صوم الباقى، ولأن فى استطاعته أن يجد شهرين ليس فيهما ما ذكر، وهذا أيضا هو ما ذهب إليه الشافعية فى صوم غير الأسير .وأما الأسير إذا صام باجتهاده،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 21...... کفارہ کے روزوں میں بوجہ سفر، تسلسل نہ رہنا

مسئلہ نمبر 21...... اگر کفارہ کے روزے رکھنے کے دوران کوئی سفر پیش آ گیا، جس کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، تو حنفیہ، مالکیہ وغیرہ کے نزدیک تسلسل برقرار نہیں رہے گا۔

البتہ حنابلہ کے نزدیک، اور شافعیہ کے ایک قول کے مطابق اس کی وجہ سے تسلسل میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر 22...... کفارہ کے روزوں میں بوجہ حمل، یا دودھ پلانے کے، تسلسل نہ رہنا

مسئلہ نمبر 22...... اگر کفارہ کے روزے رکھنے کے دوران ساٹھ روزوں کی تعداد پوری ہونے سے پہلے عورت کو حمل ہوگیا، یا بچہ کو دودھ پلانا پڑ گیا، اور اس کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی ضرورت پیش آ گئی، تو حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک تسلسل برقرار نہیں رہے گا۔

لیکن شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر حمل، یا بچہ کے خوف کی وجہ سے روزے نہ رکھے، تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فدخل عليه رمضان أو العيد قبل تمام الشهرين، ففى انقطاع تتابعه الخلاف فى انقطاعه بإفطار المريض.

وأما المالكية فذكروا :أن تعمد فطر يوم العيد يقطع تتابع صوم الكفارة، كما إذا تعمد صوم ذى القعدة وذى الحجة عن كفارة ظهاره مع علمه بدخول العيد فى أثنائه .بخلاف ما إذا جهله فإنه لا يقطع، كما إذا ظن أن شهر ذى الحجة هو المحرم، فصامه مع ما بعده ظانا أنه صفر، فبان خلافه.

وجهل دخول رمضان عندهم كجهل العيد على الأرجح عند ابن يونس، والمراد بجهل العيد كما فى الخرشى :جهله فى كونه يأتى فى الكفارة، لا جهل حكمه، خلافا لأبى الحسن، حيث ذكر أن المراد بالجهل جهل الحكم وهو أظهر .ومثل العيد عندهم اليومان بعده .وأما ثالث أيام التشريق فإن صومه يجزء، وفطره يقطع التتابع اتفاقا، كما جاء فى الخرشى .

وأما الحنابلة فذهبوا إلى أن صوم الكفارة لا يقطع بذلك مطلقا، لوجوب صوم رمضان بإيجاب الشرع، ولأن فطر العيدين وأيام التشريق واجب أيضا بإيجاب الشرع، أى أن ذلك الزمن منعه الشرع من صومه كالليل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١٣٣، مادة"تتابع"حرف التاء)

[1] السفر:

السفر عند الحنفية والمالكية، وقول عند الشافعية :يقطع التتابع إن أفطر فيه؛ لأن الإفطار عندهم بعذر أو بغير عذر يقطعه.

والقول الآخر للشافعية :أنه كالمرض والسفر الذى يباح فيه الفطر لا يقطع التتابع عند الحنابلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١٣٣ و ١٣٤، مادة"تتابع"حرف التاء)

تسلسل میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر 23...... کفارہ کے روزوں میں بوجہ مرض، تسلسل نہ رہنا

مسئلہ نمبر 23...... اگر کفارہ کے ساٹھ روزے رکھنے کے دوران تعدا پوری ہونے سے پہلے بیماری لاحق ہوگئی، جس کی وجہ سے روزہ کے تسلسل میں خلل واقع ہوگیا، تو حنفیہ کے نزدیک تسلسل ٹوٹ جائے گا، اور دوبارہ مسلسل روزے رکھنے ہوں گے۔

لیکن حنابلہ کے نزدیک اس کی وجہ سے تسلسل میں فرق نہیں آئے گا۔ [2]

مسئلہ نمبر 24...... کفارہ کے روزوں میں کسی رات روزہ کی نیت بھول جانے پر حکم

مسئلہ نمبر 24...... اگر کسی رات میں روزہ کی نیت کرنا یاد نہیں رہا، تو حنفیہ کے نزدیک دن میں بھی نیت کی جاسکتی ہے، اور دوسرے حضرات کے نزدیک دن میں نیت کرنا درست نہیں، اِلَّا یہ کہ پہلے سے روزانہ مسلسل نیت برقرار ہو، اور اس کو ختم نہ کیا ہو، تو پھر دوسرے حضرات

---

[1] فطر الحامل والمرضع:

فطر الحامل والمرضع عند الشافعية، كما جاء فى الروضة خوفا على الولد .قيل :هو كالمرض، وقيل :يقطع قطعا، لأنه فعل اختيارى.

وأما الحنابلة فيرون أن فطر الحامل والمرضع خوفا على أنفسهما أو ولديهما لا يقطع التتابع، لأنه فطر أبيح لعذر عن غير جهتهما، فأشبه المرض .

وما ذهب إليه الحنفية -من أن الفطر بعذر أو بغير عذر يقطع التتابع -والمالكية -من القول بقطعه بكل فعل اختيارى، كالسفر مثلا -مقتضاه قطع التتابع بفطرهما خوفا على أنفسهما أو ولديهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠،ص ١٣٤ ،مادة"تتابع"حرف التاء)

[2] المرض:

المرض يقطع تتابع صوم الكفارة عند الحنفية، وعند الشافعية فى الأظهر، وهو الجديد، لأن الحنفية لم يفرقوا بين الفطر بعذر مرض أو غيره فى قطع التتابع، باستثناء المرأة فى الحيض، ولأن المرض كما ذكر الشافعية لا ينافى الصوم، وإنما قطعه باختياره.

وذهب الشافعية فى القديم إلى أن المرض لا يقطع تتابع صوم الكفارة، لأنه لا يزيد على أصل وجوب صوم رمضان، وهو يسقط بالمرض .وهذا أيضا هو ما ذهب إليه الحنابلة، وإن كان المرض غير مخوف، لأنه لا يد له فيه كالحيض، ومثله الجنون والإغماء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص ١٣٤ ،مادة"تتابع"حرف التاء)

www.idaraghufran.org

کے نزدیک بھی گنجائش ہوسکتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 25...... ایک سے زیادہ توڑے ہوئے روزوں کا کفارہ

مسئلہ نمبر 25......اگر رمضان کے روزہ کو توڑنے پر کفارہ واجب ہوا، اور پھر اسی دن کفارہ اداء کر دیا، اور پھر اسی دن دوبارہ کفارہ اداء کرنے کا ارتکاب کیا، تو حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک وہی پہلے اداء کیا ہوا کفارہ کافی ہے، دوسرا کفارہ واجب نہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک دوبارہ کفارہ واجب ہے۔ [2]

اور اگر رمضان کے روزہ کو توڑنے سے کفارہ واجب ہوا، اور اس کا کفارہ اداء نہیں کیا، پھر اسی دن دوبارہ کفارہ واجب ہونے کا ارتکاب کیا، تو تمام فقہائے کرام کے نزدیک ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔

اور اگر ایک ہی رمضان کے دو، یا تین روزوں کے توڑنے کا کفارہ ذمہ میں لازم ہوا، اور ابھی

---

[1] نسيان النية فى بعض الليالى:

ذهب الشافعية إلى أن نسيان النية فى بعض الليالى يقطع التتابع كتركها عمدا، ولا يجعل النسيان عذرا فى ترك المأمور به، وهذا بناء على وجوب اشتراطها فى كل ليلة، على مقابل الأصح عندهم .أما لو صام أياما من الشهرين،ثم شك بعد فراغه من صوم يوم، هل نوى فيه أم لا؟ لم يلزمه الاستئناف على الصحيح كما قال النووى، ولا أثر للشك بعد الفراغ من اليوم، ذكره الرويانى فى كتاب الحيض فى مسائل المتحيرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص١٣٤، ١٣٥، مادة"تتابع"حرف التاء)

[2] إذا جامع فى نهار رمضان فكفر، ثم جامع ثانية فى نفس اليوم فقد اختلف الفقهاء فيما يلزمه بالجماع الثانى على قولين:

القول الأول :لا شىء عليه بذلك الجماع.

وإليه ذهب الحنفية، والمالكية، والشافعية.

واستدلوا بأن الجماع الثانى لم يصادف صوما منعقدا، ولم يمنع صحته، فلم يوجب شيئا كالجماع فى الليل، بخلاف الجماع الأول.

القول الثانى :تلزمه كفارة ثانية، نص عليه أحمد .

واستدل الحنابلة بأن الصوم فى رمضان عبادة تجب الكفارة بالجماع فيها، فتكررت بتكرر الوطء إذا كان بعد التكفير كالحج.

وبأنه وطء محرم لحرمة رمضان فأوجب الكفارة كالأول، وفارق الوطء فى الليل فإنه غير محرم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥، ص٦٨ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

تک کسی ایک روزہ کا کفارہ ادا نہیں کیا،تو حنفیہ کے نزدیک سب روزوں کی طرف سے ایک ہی کفارہ کافی ہے،اگرچہ قضاء ہرایک روزہ کی الگ الگ ہے۔

اور اگر یہ روزے ایک رمضان کے نہ ہوں، بلکہ الگ الگ رمضان کے ہوں،تو حنفیہ کے نزدیک ہر رمضان کے روزے کا علیٰحدہ علیٰحدہ کفارہ دینا پڑے گا،جبکہ بعض حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی سب کی طرف سے ایک ہی کفارہ واجب اور کافی ہوگا۔

لیکن حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک مذکورہ صورتوں میں ہر روزہ کو توڑنے کا الگ الگ کفارہ دینا واجب ہوگا۔ [1]

---

[1] تعدد كفارة الصوم:

لا خلاف بين الفقهاء في وجوب الكفارة على من أفسد صوم يوم من رمضان بالجماع، وأنها لا تتعدد بتكرار الجماع في اليوم الواحد.

كما اتفقوا على تعدد الكفارة إذا تكرر منه الإفساد بالجماع، بعد التكفير من الأول.

واختلفوا فيما إذا أفسد أياما بالجماع قبل التكفير من الأول، فذهب المالكية والشافعية والحنابلة: إلى تعدد الكفارة، لأن كل يوم عبادة برأسها، وقد تكرر منه الإفساد فأشبه الحجين.

وعند الحنفية :تكفيه كفارة واحدة، وهو المعتمد في المذهب .واختار بعض الحنفية :أن هذا خاص بالإفساد بغير الجماع، أما الإفساد بالجماع فتتعدد الكفارة فيه لعظم الجناية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٢،ص ٢٣٠، ٢٣١،مادة"تعدد"حرف التاء)

تعدد الكفارة بتعدد الجماع في نهار رمضان:

لا خلاف بين الفقهاء في أن من تكرر جماعه في نهار يوم واحد من رمضان قبل تكفيره، فإن الواجب عليه كفارة واحدة.

كما لا خلاف بينهم في أن من كفر، ثم جامع ثانية في يوم آخر فإن الواجب عليه كفارة ثانية.

وإنما الخلاف بينهم في تعدد الكفارة على من جامع في يومين ولم يكفر.

كما اختلفوا في تعدد الكفارة على من جامع ثم كفر، ثم جامع ثانية في نفس اليوم، وإليك ما قاله الفقهاء في ذلك:

أ -تعدد الكفارة على من جامع في يومين ولم يكفر:

إذا جامع في يومين من رمضان ولم يكفر، فقد اختلف الفقهاء فيما يلزمه بذلك على قولين:

القول الأول :تلزمه كفارتان.

وإليه ذهب المالكية، والشافعية، وهو قول الليث وابن المنذر، وروى ذلك عن عطاء ومكحول، واختاره القاضي وأحمد في أصح الروايتين عنه ،

وقد استدل الجمهور بأن صوم كل يوم عبادة منفردة، فإذا وجبت الكفارة بإفساده،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 26......ساٹھ غریبوں میں سے ایک غریب کے کھانے کی جنس اور مقدار

مسئلہ نمبر 26......روزہ کے کفارہ میں ساٹھ غریبوں کے لئے جو کھانے کا حکم ہے، اس سے حنفیہ کے نزدیک ایک غریب کے لئے ایک صدقۂ فطر کی مقدار مراد ہے، جس کے احکام صدقۂ فطر کی طرح کے ہیں، یعنی آدھا صاع (پونے دوسیر) گندم، یا ایک صاع (یعنی ساڑھے تین سیر) جو، یا اتنی ہی کھجور، یا اتنی مقدار میں کشمش کا دینا، دراصل ایک غریب کو کھانے کے قائم مقام ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لم تتداخل كفاراتها، كرمضانين، وكالحجتين، وكالعمرتين .

القول الثانى :تجزئه كفارة واحدة.

وإليه ذهب الحنفية، وبه قال الزهرى والأوزاعى، وهو ظاهر إطلاق الخرقى، واختيار أبى بكر من الحنابلة . واستدل الحنفية ومن معهم بأنها جزاء عن جنايات تكرر سببها قبل استيفائها فيجب أن تتداخل كالحد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص٦٧و ٦٨ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

وتتداخل الكفارة فلا تجب إلا واحدة بتكرر الإفطار فى أيام عند الحنفية، وتتعدد الكفارة بتعدد الإفطار فى أيام مختلفة عند الشافعية والحنابلة والمالكية (الجمهور)(الفقه الاسلامى اودلتهٗ للزحيلى، ج٣،ص ١٧٣٤ ، القسم الاول، الباب الثالث، الفصل الأول،المبحث الثامن،المطلب الاول)

تعدد الكفارة أو تداخلها بتعدد الإفطار فى أيام :إن تكرر الجماع، أو الإفطار بأكل ونحوه فى رأى الحنفية والمالكية، قبل التكفير عن الأول، فإما أن يكون فى يوم واحد، أو فى يومين:

أ۔ فإن كان فى يوم واحد، فكفارة واحدة تجزئه، بالاتفاق.

ب ۔ وإن كان فى يومين أو أكثر من رمضان :فعليه كفارتان أو أكثر، عند الجمهور؛ لأن كل يوم عبادة منفردة، فإذا وجبت بإفساده، لم تتداخل، كرمضانين وكالحجتين.

وتجزء كفارة واحدة عند الحنفية عن جماع وأكل متعمد متعدد فى أيام لم يتخلله تكفير، ولو من رمضانين على الصحيح، فإن تخلل تكفير لا تكفى كفارة واحدة فى ظاهر الرواية؛ لأن الكفارة جزاء عن جناية تكرر سببها قبل استيفائها، والمقصود بها الزجر، فيجب أن تتداخل كالحد، ويحصل بها مقصودها، وفى حال تخلل التكفير لم يحصل الزجر بعوده لانتهاك حرمة الشهر (الفقه الاسلامى اودلتهٗ للزحيلى،ج٣،ص ١٧٤٢ ، القسم الاول، الباب الثالث، الفصل الأول، المبحث الثامن،المطلب الثانى)

[1] قال الحنفية :يجب لكل فقير نصف صاع من بر، أو صاع كامل من تمر أو شعير .والدقيق من البر أو الشعير بمنزلة أصله، وكذا السويق.

وهل يعتبر تمام الكيل أو القيمة فى كل من الدقيق والسويق؟ .فى ذلك رأيان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥،ص ١١٦ ،مادة"اطعام"حرف الألف)

اورحنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک ایک مُد (یعنی چوتھائی صاع، جوایک سیر سے بھی کم بنتا ہے) کی مقدار ہے، جس میں ان کے نزدیک چند جزوی چیزوں میں اختلاف ہے۔

چنانچہ مالکیہ کے نزدیک ہر غریب کے لئے گندم سے تو ایک مد (یعنی چوتھائی صاع) کی مقدار مقرر ہے، خواہ اس سے ایک غریب کا پیٹ بھرے، یا نہ بھرے، یا دوسری صورت یہ ہے کہ گیہوں، جو، ستو، باجرہ، مکئی، کھجور، کشمش، پنیر، چاول، میں سے جو چیز اس شہر کے لوگوں کی عام طور پر غذاء شمار ہوتی ہو، اس سے ہر غریب کو اتنی مقدار اداء کی جائے، جس سے اس غریب کا عام طور پر پیٹ بھر جاتا ہو، اس میں کوئی خاص مقدار مقرر نہیں۔

اورشافعیہ کے نزدیک ایک مد گندم، یا جن غلہ جات میں عشر واجب ہے، ان میں سے جو غلہ اس شہر، یا مقام کے لوگوں کی سال بھر میں اکثر غذاء شمار ہوتی ہو، اس سے ایک مد کی مقدار ایک غریب کے لئے مقرر ہے۔

اورحنابلہ کے نزدیک ایک غریب کے لئے، یا تو ایک مُد گندم ہے، یا پھر جو، کھجور، کشمش، اور پنیر میں سے کوئی چیز آدھا صاع کی مقدار میں ہے۔ [1]

---

[1] وقال المالكية :يجب لكل فقير مد من بر، أو مقدار ما يصلح للإشباع من بقية الأقوات التسعة، وهى القمح والشعير والسلت والذرة، والدخن، والأرز، والتمر والزبيب، والأقط .

وقال الشافعية :يجب لكل فقير مد واحد من غالب قوت البلد مما ذكر من الأصناف السابقة أو غيرها .

وقال الحنابلة :يجب لكل مسكين مد من بر أو نصف صاع من شعير أو تمر أو زبيب أو أقط، ويجزء دقيق وسويق بوزن الحب، سواء أكان من قوت البلد أو لا، وقال أبو الخطاب منهم :يجزء كل أقوات البلد، والأفضل عندهم إخراج الحب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥، ص ١١٦، ١١٧، مادة "اطعام" حرف الألف)

ثالثا :من حيث الجنس:

ذهب الحنفية إلى أن المجزء فى الإطعام هو البر، أو الشعير، أو التمر، دقيق كل واحد كأصله كيلا أى نصف صاع فى دقيق البر وصاع فى دقيق الشعير، وقيل :المعتبر فى الدقيق القيمة، لا الكيل، ويجوز إخراج القيمة من غير هذه الأصناف .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

یہ بات جان لینی چاہیے کہ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں، حنفیہ کے علاوہ دوسرے حضرات کے نزدیک جوایک مد گندم کی مقدار ہے، وہ چوتھائی صاع بنتی ہے، جوایک سیر سے کم مقدار بنتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر27......مخصوص جنس کے علاوہ، اس کی قیمت ومالیت سے کفارہ کی ادائیگی کا حکم

مسئلہ نمبر27......حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک جس طرح اس کفارہ میں تملیک ضروری ہے، اسی طرح مخصوص اجناس کی ادائیگی بھی ضروری ہے، اس کے بجائے، اس چیز کی قیمت، یااتنی مالیت کی کوئی دوسری چیز دینا جائز نہیں۔

اورحنفیہ کے نزدیک جس طرح اس کفارہ میں تملیک ضروری نہیں، اسی طرح کسی مخصوص جنس کا دینا بھی ضروری نہیں، بلکہ صدقۂ فطر کی طرح صدقۂ فطر میں دی جانے والی چیزوں میں سے ہرایک چیز کا دینا، یااس کی قیمت، یااتنی مالیت کی کوئی بھی چیز دینا جائز ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

وذهب المالكية إلى أن الإطعام يكون من القمح إن اقتاتوه، فلا يجزء غيره من شعير أو ذرة أو غيرهما، فإن اقتاتوا غير القمح فما يعدله شبعا لا كيلا .

وذهب الشافعية إلى أن الإطعام يكون من الحبوب والثمار التى تجب فيها الزكاة، لأن الأبدان تقوم بها، ويشترط أن يكون من غالب قوت البلد .

وذهب الحنابلة إلى اشتراط أن يكون الإطعام من البر والشعير، ودقيقهما والتمروالزبيب ولا يجزء غير ذلك ولو كان قوت بلده إلا إذا عدمت تلك الأقوات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥، ص١٠٢، ١٠٣ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

[1] والإطعام عند عدم استطاعة الصوم :إطعام ستين مسكينا، لكل مسكين عند الجمهور مد من القمح بمد النبى صلى الله عليه وسلم أو نصف صاع من تمر أوشعير.

وعند الحنفية :مدان، أو يغذيهم ويعشيهم غداء وعشاء مشبعين، أو غداء ين أو عشاء ين، أو عشاء وسحورا .والمدان أو نصف الصاع :هما من بر أو دقيقه أو سويقه، أو يعطى كل فقير صاع تمر أوصاع شعير أوزبيب أو يعطى عند الحنفية قيمة نصف الصاع من البر، أو الصاع من غيره من غير المنصوص عليه، ولو فى أوقات متفرقة، لحصول الواجب (الفقه الاسلامى اودلتهٔ للزحيلى، ج٣، ص ١٧٤١ ،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الاول،المبحث الثامن،المطلب الثالث)

[2] ولا يجوز إخراج القيمة عند الجمهور غير الحنفية عملا بقوله تعالى :(فكفارته إطعام عشرة مساكين وقوله سبحانه :(فإطعام ستين مسكينا)(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٣٥، ص١٠٣، مادة"كفارة"حرف الكاف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 28...... کفارہ میں تملیک، واباحت کا حکم

مسئلہ نمبر 28...... روزہ کا کفارہ اداء کرنے میں جو ساٹھ غریبوں کو کھانے کا حکم ہے، اس میں حنفیہ کے نزدیک تملیک، یعنی مالک بنانا ضروری نہیں، بلکہ اباحت کے طور پر کھلانا بھی درست ہے، اور غریبوں کو مالک بنا کر دینا بھی درست ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک کفارہ میں مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أنه يشترط أن يعطى كل مسكين مدا واحدا من غالب قوت البلد، ولا يجوز إخراج قيمة الطعام عملا بنص الآية (فكفارته إطعام عشرة مساكين).

ويشترط أن لا ينقص الحصص، فلا يجوز أن يعطى عشرين مسكينا عشرة أمداد لكل واحد منهم نصف مد إلا أن يكمل لعشرة منهم ما نقص.

كما يشترط أن يكون الإطعام للعشرة فلا يصح التلفيق، فلو أطعم خمسة وكسا خمسة لا يجزء.

ويشترط أيضا أن يعطى المد لكل واحد من العشرة على وجه التمليک، ولا يجزء عند المالكية تكرر الإعطاء لواحد، فلو أطعم واحدا عشرة أمداد فى عشرة أيام لا يجزئه

وذهب الحنفية إلى أنه يشترط أن يعطى لكل مسكين مدان أى نصف صاع من القمح أو صاع من تمر أو شعير أو قيمة ذلک من النقود أو من عروض التجارة، لأن المقصود دفع الحاجة، وذلک يمكن تحققه بالقيمة.

أما مقدار طعام الإباحة عندهم :فأكلتان مشبعتان، أى يشترط أن يغدى كل مسكين ويعشيه، وكذلک إذا عشاهم وسحرهم، أو غداهم غداء ين ونحو ذلک، لأنهما أكلتان مقصودتان.

أما إذا غدى واحدا، وعشى واحدا آخر لم يصح، لأنه يكون قد فرق طعام العشرة على عشرين، وهو لا يصح.

كذلک يشترطون أن لا يعطى الكفارة كلها لمسكين واحد فى يوم واحد دفعة واحدة أو متفرقة على عشر مرات.

أما لو أطعم مسكينا واحدا عشرة أيام غداء وعشاء ، أو أعطى مسكينا واحدا عشرة أيام كل يوم نصف صاع جاز لأن تجدد الحاجة كل يوم يجعله كمسكين آخر فكأنه صرف القيمة لعشرة مساكين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۱۰۱ و ۱۰۲ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

[1] التمليک :اختلف الفقهاء فى اشتراط التمليک فى الإطعام إلى فريقين:

الفريق الأول :وهم المالكية والشافعية والحنابلة :يشترطون أن يكون الإطعام على وجه التمليک، ككل الواجبات المالية فإذا قدم المكفر الطعام إلى الفقراء والمساكين على وجه الإباحة لم يجزئه......

الفريق الثانى :وهم الحنفية :لا يشترطون تمليک الطعام فى الكفارات، بل الشرط هو التمكين،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 29......ایک غریب کو ایک غریب کی مقررہ مقدار سے زیادہ دینے کا حکم

مسئلہ نمبر 29...... کفارہ دینے کے حکم میں ساٹھ مسکینوں کو دینے کا حکم ہے، اس لئے کفارہ دینے میں اس چیز کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ ایک غریب کو کفارہ میں دینے کی جتنی مقدار مقرر ہے، یعنی حنفیہ کے نزدیک صدقۂ فطر کے برابر، اور دوسرے حضرات کے نزدیک ایک مد (یعنی چوتھائی صاع) کے برابر، تو ایک غریب کو اس ایک غریب کی مذکورہ مقررہ مقدار سے زیادہ افراد کی مقدار نہ دی جائے۔

پس اگر کسی نے ساٹھ دن کا حساب کر کے ایک غریب کو ایک ہی دن میں (یک مشت، یا متفرق طور پر) کفارہ دے دیا، تو وہ ایک دن کے اعتبار سے اداء ہوگا، یعنی ایک دن میں ایک غریب کو ایک غریب کو دی جانے والی مذکورہ مخصوص مقدار سے زیادہ دینا معتبر نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 30......ایک غریب کو ایک غریب کی مقررہ مقدار سے کم دینے کا حکم

مسئلہ نمبر 30...... غریب کو کفارہ دیتے وقت اس چیز کا لحاظ ضروری ہے کہ ایک فرد کو ایک غریب کو دی جانے والی مخصوص پوری مقدار دی جائے، اس سے کم دینا جائز نہیں۔

چنانچہ حنفیہ کے نزدیک ایک صدقۂ فطر کی مقدار سے کم، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک ایک مد، یا جو

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فیکفی عندهم دعوة المساكين إلى قوت يوم -غداء وعشاء -فإذا حضروا وتغدوا وتعشوا كان ذلک مجزئا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۱۰۱، مادة"كفارة"حرف الكاف)

وأجاز الحنفية منفردين الجمع بينها، لأنه جمع بين جائزين، والمقصود سد الخلة، كما أجازوا دفع القيمة سواء أكانت مالا أم غيره.

وقال الشافعية، وهو المذهب عند الحنابلة :يجب التمليك ولا تجزء الإباحة، فلو غدى المساكين أو عشاهم لا يجزء، لأن المنقول عن الصحابة الإعطاء ، ولأنه مال واجب للفقراء شرعا، فوجب تمليكهم إياه كالزكاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص۱۱۷، مادة"اطعام"حرف الألف)

[1] ويشترط العدد عند الفقهاء لآية الظهار، فلو أطعم ثلاثين مسكينا طعام ستين لم يجزه (الفقه الاسلامى وادلتہ للزحيلى، ج۹، ص۷۱۵۷، القسم السادس، الباب الثانى، الفصل الثالث، المبحث التاسع، المطلب الرابع)

ولو دفع الكل إليه مرة واحدة لا يجوز لأن التفريق واجب بالنصِ (الاختيار لتعليل المختار، ج۳ص۱۶۶، كتاب الطلاق، فصل كفارة الظهار)

دوسری مقدار ایک غریب کے لئے مقرر ہے، اس سے کم دینا درست نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 31......حنفیہ کے نزدیک کھانا کھلانے، اور رقم وغیرہ دینے کی تفصیل

مسئلہ نمبر 31...... حنفیہ کے نزدیک اگر غریبوں کو کھانا کھلایا جائے، تو ساٹھ غریبوں کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا ضروری ہے، جتنا بھی وہ کھائیں، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی دن میں دو وقت کھانا کھلائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک، یا زیادہ دنوں کا فاصلہ دے کر دو وقت کھانا کھلائے۔

لیکن اگر ایک وقت کا کھانا ایک غریب کو، اور دوسرے وقت کا کھانا دوسرے غریب کو کھلائے، تو یہ جائز نہیں۔

اور ساٹھ غریبوں کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا، یا ایک غریب کو ساٹھ دنوں تک دو وقت کھانا کھلانا بھی درست ہے۔ [2]

---

[1] بخلاف نحو كفارة اليمين للنص فيها على التعدد(رد المحتار على الدر المختار، ج٢، ص٤٢٧، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أنه يشترط أن يعطى كل مسكين مدا واحدا من غالب قوت البلد، ولا يجوز إخراج قيمة الطعام عملا بنص الآية (فكفارته إطعام عشرة مساكين)

ويشترط أن لا ينقص الحصص، فلا يجوز أن يعطى عشرين مسكينا عشرة أمداد لكل واحد منهم نصف مد إلا أن يكمل لعشرة منهم ما نقص.

كما يشترط أن يكون الإطعام للعشرة فلا يصح التلفيق، فلو أطعم خمسة وكسا خمسة لا يجزء.

ويشترط أيضا أن يعطى المد لكل واحد من العشرة على وجه التمليك، ولا يجزء عند المالكية تكرر الإعطاء لواحد، فلو أطعم واحدا عشرة أمداد فى عشرة أيام لا يجزئه .

وذهب الحنفية إلى أنه يشترط أن يعطى لكل مسكين مدان أى نصف صاع من القمح أو صاع من تمر أو شعير أو قيمة ذلك من النقود أو من عروض التجارة، لأن المقصود دفع الحاجة، وذلك يمكن تحققه بالقيمة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص ١٠١، ١٠٢ ،مادة "كفارة"حرف الكاف)

[2] (قوله والشرط غدائان وعشائان مشبعان أو غداء وعشاء) أى: الشرط فى طعام الإباحة أكلتان مشبعتان لكل مسكين والسحور كالغداء.

فلو غداهم يومين أو عشاهم كذلك أو غداهم وسحرهم أو سحرهم يومين أجزأه، ولو غدى ستين مسكينا وعشى ستين غيرهم لم يجزه إلا أن يعيد على أحد النوعين منهم غداء أو عشاء، ولو غدى واحدا وعشى آخر لم يجز (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٤ص١١٨، كتاب الطلاق، باب الظهار، فصل فى كفارة الظهار)

www.idaraghufran.org

اگر کسی نے ایک سو بیس افراد کو ایک ہی وقت میں کھانا کھلا دیا، تو وہ اس طرح سمجھا جائے گا کہ جس طرح سے ساٹھ افراد کو ایک وقت میں کھانا کھلایا، لہٰذا ساٹھ افراد کو ایک وقت کا مزید کھانا کھلانا پڑے گا۔ [1]

اور اگر ایک ہی غریب کو صبح شام ساٹھ دن تک کھانا کھلایا، یا ساٹھ دن تک ایک صدقۂ فطر کے برابر غلہ، یا رقم دی جاتی رہی، تو بھی کفارہ صحیح ہو گیا۔

اسی طرح اگر کسی غریب کو ساٹھ دن لگاتار کھانا نہیں کھلایا، یا صدقۂ فطر کے برابر غلہ، یا رقم لگاتار روزانہ نہیں دی، بلکہ درمیان میں کچھ دن ناغہ ہو گئے، تو حرج نہیں۔ [2]

اور حنفیہ کے نزدیک غریب شخص کو پیٹ بھر کھانا کھلانا ضروری ہے، اسی وجہ سے اگر کسی غریب کا پہلے سے پیٹ بھرا ہوا ہے، یا اگر کوئی بچہ ہے، جو بالغ نہیں ہے، اور نہ ہی بالغ ہونے کے قریب ہے، تو اس کو کھلانا کافی نہیں۔

اور پیٹ بھر کھانا کھلانے کے لئے کوئی مقدار متعین نہیں ہے، جتنا غریب پیٹ بھر کر کھائے، وہ کافی ہے۔ [3]

---

[1] وفی الینابیع لو أطعم مائة وعشرین مسکینا فی یوم واحد أکلة واحدة مشبعة لم یجز إلا عن نصف الإطعام فإن أعاده علی ستین مسکینا أجزأه اھ(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۴ ص ۱۱۹، کتاب الطلاق، باب الظهار، فصل فی کفارة الظهار)

[2] قال: (ولو أطعم مسکینا) واحدا (ستین یوما أجزأه) لأن المعتبر دفع حاجة المسکین وأنها تتجدد بتجدد الیوم(الاختیار لتعلیل المختار، ج۳ص ۱۶۶، کتاب الطلاق، فصل کفارة الظهار)

[3] وقید بالشبع؛ لأنه لو کان فیهم من هو شبعان قبل الأکل أو صبی لیس بمراهق لا یجزئه واختلف المشایخ فیه ومال الحلوانی إلی عدم الجواز، وفی المصباح الأکل معروف والأکل بضمتین وإسکان الثانی للتخفیف المأکول والأکلة بالفتح المرة وبالضم اللقمة والغداء بالمد طعام الغداة والعشاء بالفتح وبالمد طعام العشاء بالکسر والسحور بفتح السین ما یؤکل فی السحر ما قبل الصبح وبالضم الأکل وقته وأشار به إلی أنه لا معتبر بعد الشبع إلی مقدار الطعام حتی روی عن أبی حنیفة فی کفارة الیمین لو قدم أربعة أرغفة إلی عشرة مساکین وشبعوا أجزأه وإن لم یبلغ ذلک صاعا أو نصف صاع کذا فی التتارخانیة وإلی أنه لا بد من الإدام فی خبز الشعیر والذرة لیمکنهم الاستیفاء إلی الشبع بخلاف خبز البر وقد اختلف المشایخ فی جواز إطعام خبز الشعیر بالإدام بناء علی أن محمدا نص علی خبز البر فی الزیادات فقال البعض: لا یجوز بخبز الشعیر وبعضهم جوزه مع الإدام وإلیه مال الکرخی کما فی التتارخانیة(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۴ص۱۱۸، ۱۱۹، کتاب الطلاق، باب الظهار، فصل فی کفارة الظهار)

یہ سب تفصیل حنفیہ کے نزدیک ہے، جن کے نزدیک کفارہ میں نہ تو تملیک ضروری ہے، بلکہ اباحت بھی کافی ہے، اور نہ ہی خاص جنس کی مخصوص چیزیں ضروری ہیں۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء، جو ان چیزوں کو ضروری قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک مذکورہ تفصیل نہیں۔

مسئلہ نمبر 32......روزہ کے کفارہ کے مصارف

مسئلہ نمبر 32......جس غریب کو کفارہ دینا جائز ہے، اس سے وہی غریب مراد ہے، جس کو زکاۃ اور صدقۂ فطر دینا جائز ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 33...... روزہ کا کفارہ غیر مسلم کو دینے کا حکم

مسئلہ نمبر 33......غیر مسلم کو یہ کفارہ دینا جائز نہیں، البتہ جو غیر مسلم مسلمانوں کے ملک میں رہتا سہتا ہو، اسے دینے کے جائز و ناجائز ہونے میں اختلاف ہے، احتیاط اس میں ہے کہ اسے بھی نہ دیا جائے، اور اس کے بجائے کسی مسلمان مستحق کو دیا جائے۔ [2]

---

[1] ولا يـجوز للفقير صرف الكفارة إلى عياله، كالزكاة وسائر الكفارات، وأما خبر أطعمه أهلك فهـو خصوصية، أو أن لغير المكفر الذى تطوع بالتكفير عن غيره صرف الكفارة للمكفر عنه تطوعا (الـفقه الاسلامى اودلتهٔ للزحيلى، ج۳، ص ۱۷۴۱، وص ۱۷۴۲، القسم الاول، الباب الثالث، الفصل الاول، المبحث الثامن، المطلب الثانى)

[2] بعض علماء نے غریب ذمی کافر کو دینے کی اجازت دی ہے، مگر دیگر علماء نے ناجائز قرار دیا ہے، لہٰذا کافر کو نہ دینے میں ہی احتیاط ہے، لیکن دار الکفر میں رہنے والے کافر اور اسی طرح مرتد کو بالاتفاق دینا جائز نہیں۔

مستحق الكفارة :هـو مستـحق الزكاة عند الجمهور من المساكين والفقراء ، لقوله تعالى :(فإطعام ستين مسكينا) فـلا يـجوز دفعها لكافر، وإنما يشترط أن يكون مسلما، كالزكاة، ويجوز صرفها إلى الـصـغير والكبير ولو لم يأكل الطعام عند الحنابلة؛ لأنه مسلم محتاج أشبه الكبير، لكن يقبضها ولى الصغير؛ لأن الصغير لا يصح منه القبض.

ومستـحق كفارة الظهار فى رأى الحنفية :هـو مستـحق الفطرة، فلا يجوز إطعام أصله وفرعه وأحد الـزوجيـن، ويـجوز إطعام الذمى، لا الحربى ولو مستأمنا(الفقه الاسلامى اودلتهٔ للزحيلى، ج۹، ص ۷۱۵۹، القسم السادس، الباب الثانى، الفصل الثالث، المبحث التاسع، المطلب الرابع)

ب -أن يـكـونـوا مسـلـمين، فلا يجوز عند الجمهور إطعام الكافر من الكفارات ذميا كان أو حربيا، وأجاز أبو حنيفة -ومحمد إعطاء فقراء أهل الذمة من الكفارات، لعموم قوله تعالى :(فكفارته إطعام عشرة مساكين) ، مـن غـير تفرقة بين المؤمن وغيره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵ ص ۱۰۳، مادة"كفارة" حرف الكاف)

مسئلہ نمبر 34...... رشتہ داروں کو کفارہ دینے کا حکم

مسئلہ نمبر 34...... اپنے جن راشتہ داروں کو زکاۃ اور صدقۂ فطر دینا جائز نہیں، جیسا کہ اپنی اولاد اور والدین، ان کو یہ کفارہ دینا بھی جائز نہیں، اور جن رشتہ داروں کو زکاۃ وصدقہ فطر دینا جائز ہے، جیسا کہ غریب، بھائی، بہن وغیرہ، ان کو یہ کفارہ دینا بھی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 35...... کفارہ اداء کرتے وقت غریب کو بتانا ضروری نہیں

مسئلہ نمبر 35...... غریب کو کفارہ دیتے، اور اداء کرتے وقت، دل میں کفارہ کی ادائیگی کی نیت کر لینا کافی ہے، اور غریب کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ روزے کا کفارہ ہے، بلکہ دل میں نیت کر لینا کافی ہے، خواہ وہ پھر اس کو ہدیہ سمجھے، اس سے فرق نہیں پڑتا۔

اگر غریب غیرت مند ہے، اور اس کو کفارہ کے عنوان سے لینے میں شرم وعار محسوس ہوتی ہو، تو اس کو اس کی خبر دینا مناسب بھی نہیں۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] اشترط الفقهاء فى المحل المنصرف إليه الطعام شروطا منها:
أ -أن لا يكون من تصرف إليه الكفارة ممن يلزم المكفر نفقته، كالأصول والفروع، لأن القصد إشعار المكفر بألم حين يخرج جزء ا من ماله كفارة عن الذنب الذى ارتكبه، وهذا المعنى لا يتحقق إذا أطعم من تلزمه نفقته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥ص ١٠٣ ،مادة"كفارة"حرف الكاف)

[2] ولا يشترط علم الفقير بأنها زكاة على الأصح لما فى البحر عن القنية والمجتبى الأصح أن من أعطى مسكينا دراهم وسماها هبة أو قرضا ونوى الزكاة فإنها تجزيه لأن العبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع إليه(مجمع الانهر، ج ا ص ١٩٦ ، كتاب الزكاة، شروط صحة اداء الزكاة)
د -أن لا يخبر المزكى الفقير أنها زكاة:قيل لأحمد :يدفع الرجل زكاته إلى الرجل، فيقول :هذا من الزكاة، أو يسكت؟ قال :ولم يبكته بهذا القول؟ يعطيه ويسكت، ما حاجته إلى أن يقرعه؟ وهذا يقتضى الكراهة وبه صرح اللقانى من المالكية ، قال :لما فيه من كسر قلب الفقير.
وقال ابن أبى هريرة من الشافعية :لا بد أن يقول بلسانه شيئا، كالهبة، قال النووى :هذا ليس بشىء .قال :والصحيح المشهور أنه إذا دفعها إلى المستحق ولم يقل هى زكاة، ولا تكلم بشىء أصلا فإنها تجزئه وتقع زكاة .لكن قال الشافعية :إن أعطاه ولم يبين له أنها زكاة فبان الآخذ غنيا لم يرجع عليه بشىء(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣ ،ص ٣٠٢،مادة "زكاة "حرف الزاء)

(باب نمبر8)

لیلۃُ القدر کے فضائل واحکام

قرآن مجید کی رُو سے لیلۃُ القدر، رمضان کے مہینے میں ہے۔ [1]

اورکئی صحیح احادیث میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ لیلۃُ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے، اس لئے آخری عشرہ کے ساتھ لیلۃُ القدر کے وابستہ ہونے کی حیثیت سے اس عشرہ کی فضیلت، رمضان کے دوسرے عشروں سے زیادہ ہے۔

اور جمہور فقہاء کے نزدیک ''لیلۃُ القدر'' کا سلسلہ ختم نہیں ہوا، اور وہ قیامت تک جاری ہے۔ [2]

اور جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ ''لیلۃُ القدر'' صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع

---

[1] عن عبد الله قال: " سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ليلة القدر ، فقال: أيكم يذكر ليلة الصهباوات قال عبد الله: أنا والله ، بأبى أنت وأمى يا رسول الله ، وبيدى تمرات أتسحر بهن ، وأنا مستتر بمؤخرة رحلى من الفجر ، وذلك حين يطلع الفجر ."ففى هذا الحديث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، لما سئل عن ليلة القدر ، أخبرهم أى ليلة هى ، وأنها ليلة الصهباوات ، فوصفها عبد الله رضى الله عنه ، بما وصفها به من ضوء القمر ، عند طلوع الفجر ، وذلك لا يكون إلا فى آخر الشهر .فقد دل ذلك أيضا على ما قال أبى رضى الله عنه .وفى كتاب الله عز وجل ما يدل أن ليلة القدر فى شهر رمضان خاصة .قال الله عز وجل:"حم والكتاب المبين .إنا أنزلناه فى ليلة مباركة إنا كنا منذرين .فيها يفرق كل أمر حكيم"فأخبر الله عز وجل أن الليلة التى يفرق فيها كل أمر حكيم فهى ليلة القدر ، وهى الليلة التى أنزل فيها القرآن ، ثم قال:"شهر رمضان الذى أنزل فيه القرآن"فثبت بذلك أن تلك الليلة فى شهر رمضان (شرح معانى الآثار، ج٣ ص ٩٣، كتاب الطلاق،باب الرجل يقول لامرأته أنت طالق ليلة القدر متى يقع الطلاق؟)

[2] ذهب جمهور الفقهاء إلى أن ليلة القدر باقية إلى يوم القيامة ولم ترفع، وأنها فى شهر رمضان وفى العشر الأواخر منه، وأن أرجاها ليالى الأوتار من العشر الأواخر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠، ص١١٧ ،مادة"عشر "حرف العين)

ہوئی تھی، اوراب اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا، ان کا قول جمہور کے خلاف ہے۔ [1]

آخری عشرے میں عبادت کا اہتمام

رمضانُ المبارک کا پورا مہینہ ہی آخرت کی دولت کمانے کا مہینہ ہے، لیکن اس مہینہ کا آخری عشرہ زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے اور مسنون اعتکاف کا زمانہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَادَخَلَ الْعَشْرُ، شَدَّ مِئْزَرَهٗ، وَاَحْیَا لَیْلَهٗ، وَ اَیْقَظَ اَهْلَهٗ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۰۲۴، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب العمل فی العشر الأواخر من رمضان)

ترجمہ: جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا، تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے، اور رات بھر عبادت کرتے تھے، اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لئے) جگاتے تھے (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْقِظُ أَهْلَهٗ فِی الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۷۹۵، ابواب الصوم، باب بلا ترجمة بعد باب ماجاء فی لیلة القدر) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اپنے اہلِ خانہ کو

---

[1] فذهب الجمهور إلى أن ليلة القدر باقية إلى يوم القيامة لحديث أبي ذر في المسألة السابقة وللأحاديث الكثيرة التي تحث المسلم على طلبها والاجتهاد في إدراكها، ومنها قول النبي صلى الله عليه وسلم :من قام ليلة القدر إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ، وقوله صلى الله عليه وسلم :تحروا ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر من رمضان .
وذهب بعض العلماء إلى أن ليلة القدر رفعت أصلا ورأسا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۳۶۳، مادة"ليلة القدر" حرف اللام)

[2] قال الترمذي:هذا حديث حسن صحيح.

www.idaraghufran.org

(عبادت کے لئے) جگاتے تھے (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَرَفَعَ الْمِئْزَرَ، قِيلَ لِأَبِيْ بَكْرٍ: مَا رَفْعُ الْمِئْزَرِ ؟ قَالَ: اِعْتَزَلَ النِّسَاءَ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۰۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ رمضان کا آخری عشرہ داخل ہونے پر اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے، اور اپنا تہبند مضبوط کر لیتے تھے، ابوبکر راوی سے معلوم کیا گیا کہ تہبند مضبوط کرنا کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بیویوں سے علیحدگی اختیار کرتے تھے (مسند احمد)

تہبند مضبوط کر لینے کا ایک مطلب تو وہی ہے جو مذکورہ حدیث میں بیان کیا گیا کہ رات کو بیویوں سے دُور رہتے تھے، کیونکہ رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اعتکاف بھی ہوتا تھا، ابتداء میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے مہینے کا اعتکاف فرمایا، اس لئے اس وقت پورے مہینے بیویوں سے علیٰحدگی رہی، اور بعد میں جب رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا اہتمام فرمایا، اس وقت اس عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلقات سے علیٰحدگی رہتی تھی۔

محدثین نے تہبند کس لینے کا ایک مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے، اور یہ ایسا ہی ہے، جیسے اردو زبان کی عام بول وچال میں محنت کا کام بتانے کے لئے بولا جاتا ہے کہ ”کمر کس لو“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِى الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مَـا لَا یَـجْتَهِـدُ فِیْ غَیْرِہٖ (صـحـیـح مسـلـم،رقـم الـحـدیـث ۱۱۷۵ "۸" کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الأواخر من شهر رمضان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کے) آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے، اس کے علاوہ دوسرے دنوں میں اتنی محنت نہ کرتے تھے (مسلم)

یعنی اگرچہ آپ پورے رمضان ہی محنت کے ساتھ عبادت کرتے تھے، لیکن آخری عشرہ میں پہلے دو عشروں سے بھی زیادہ عبادت کرتے تھے، اور اس طرح آخری عشرہ کی محنت دوسرے تمام دنوں پر غالب رہتی تھی۔

بہر حال! ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضانُ المبارک کے آخری عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوب عبادت میں مصروف ہوجایا کرتے تھے۔

اور بعض روایات میں جو رمضان کا مہینہ داخل ہونے پر تہبند کس لینے کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

وہ مذکورہ روایات کے خلاف نہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے رمضان ہی عبادت کی کثرت کیا کرتے تھے، خاص طور پر جبکہ شروع میں آپ نے پورے مہینے کا اعتکاف فرمایا، تو اس وقت پورے مہینے بیویوں سے علیٰحدگی رہی، اور رمضان کے آخری عشرہ میں، اس سے بھی زیادہ کثرت کے ساتھ عبادت کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ رمضان کے آخری عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے، اور گھر والوں کو بھی اس مقصد کے لئے حسبِ قدرت راغب کرتے تھے۔

---

[1] عن عـائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم أنها قالت: كـان رسول الله صلی الله علـیـه وسـلـم إذا دخـل شهـر رمـضـان شـد مئزره ثم لم یأت فراشه حتی ینسلخ (شعب الایـمان للبیهقی، رقم الحدیث ۳۳۵۲، الثالث والعشرون من شعب الإیمان "وهو باب فی الصیام " فـضائل شهر رمضان ، فضائل الاوقات للبیهقی رقم الحدیث ۶۷، صحیح ابـنِ خزیمة رقم الحدیث ۲۲۱۶، الكامل لابن عدی، ج۶ ص۲۰۷، تحت رقم الترجمة ۱۲۸۲)

اس لئے دونوں قسم کی روایات اپنی جگہ درست ہیں۔

بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو، موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو، اجروثواب لینے کا شوق ورغبت ہو، وہ کیونکر محنت اور کوشش سے عبادت میں نہیں لگے گا، پھر جو اپنے لئے پسند کرے، وہی اپنے اہل وعیال کے لئے بھی پسند کرنا چاہئے۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو عام راتوں کو نمازوں میں اتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سُوج جاتے اور ورم کر جاتے تھے۔ [1]

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اندر اور خصوصاً آخری عشرہ میں عبادت میں محنت کو بڑھا دیتے تھے، کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر آخری عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے۔

آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگیں۔

یہی حال کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی تھا۔

جلیلُ القدر تابعی حضرت مجاہد، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

كَانَ يُوقِظُ أَهْلَهُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۸۷۸۱، کتاب الصلاۃ، فی لیلة القدر وأی لیلة هی)

---

[1] عن عائشة رضی الله عنها: أن نبی الله صلى الله عليه وسلم كان يقوم من الليل حتى تتفطر قدماه، فقالت عائشة: لم تصنع هذا يا رسول الله، وقد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر؟ قال: أفلا أحب أن أكون عبدا شكورا، فلما كثر لحمه صلى جالسا، فإذا أراد أن يركع، قام فقرأ ثم ركع(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۸۳۷، کتاب تفسیر القرآن، سورة الفتح)

حدثنا زياد: أنه سمع المغيرة يقول: قام النبی صلى الله عليه وسلم حتى تورمت قدماه، فقيل له: غفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر، قال: أفلا أكون عبدا شكورا (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۸۳۶، کتاب تفسیر القرآن، سورة الفتح)

عن أبی هريرة، قال: كان رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يصلی حتى تورمت قدماه، فقيل له: إن الله قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر! قال: " أفلا أكون عبدا شكورا " (سنن ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۱۴۲۰، ابواب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلاة)

قال شعيب الارنؤوط: حدیث صحیح(حاشیة سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: آپ رمضان کے آخری عشرہ میں اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

بہت سے لوگ خودتو بہت عبادت کرتے ہیں، لیکن گھر والوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں جو کہ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے، اور بعض لوگ رمضان کے شروع میں تو کچھ عبادت کرتے ہیں لیکن آخری عشرہ میں غافل ہو جاتے ہیں، یہ مناسب طریقہ نہیں۔

رمضان کے آخری عشرہ میں مسنون اعتکاف کیا جاتا ہے، اسی عشرہ میں لیلۃ القدر ہونے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں اور لیلۃ القدر بڑی عظمت و بزرگی اور خیر و برکات والی رات ہے، اسی رات میں قرآن مجید نازل ہوا، اور اسی رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہم فیصلے صادر ہوتے ہیں، قرآن مجید میں اس کو ہزار مہینوں سے بہتر اور افضل بتلایا گیا ہے، اسی رات میں آسمان سے زمین پر تقدیری فیصلے لے کر فرشتے اترتے ہیں۔

ہزار مہینے کے تراسی سال اور چار مہینے ہوتے ہیں، خوش نصیب ہے، وہ شخص جس کو اس رات کی خیر اور بھلائی نصیب ہو جائے اور وہ شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے۔

اللہ جلَّ شانہ، کا درحقیقت یہ بہت بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے لیلۃ القدر کی شکل میں ایک بہت بڑی نعمت عطاء فرمائی، اس رات کو دراصل ''سَیِّدُ اللَّیَالِیُ'' یعنی تمام راتوں کی سردار کہنا چاہئے۔

اگر کسی خوش نصیب کو دس لیلۃ القدر کی راتیں بھی زندگی میں نصیب ہو جائیں اور ان کو عبادت میں گزار دے، تو گویا کہ آٹھ سو تینتیس سال اور چار ماہ سے بھی زیادہ کا زمانہ عبادت کا حاصل ہو گیا، الحمد للہ۔ [1]

---

[1] عن قتادة، عن أبی قلابة، عن أبی هريرة، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل شهر رمضان قال لأصحابه: إن هذا شهر مبارك، تغل فيه الشياطين، وتغلق فيه أبواب جهنم، وتفتح فيه أبواب الجنة، ويستجاب فيه الدعاء، فيه ليلة خير من ألف شهر من ثلاث وثمانين سنة وأربعة أشهر، من حرم خيرها فقد حرم (مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ٢٦٨٧)

لَیلۃُ القدر کے معنٰی

عربی میں ’’لیلۃ‘‘ رات کو کہتے ہیں، اور ’’قدر‘‘ کے ایک معنٰی عظمت وشرافت کے آتے ہیں۔

بعض اہلِ علم حضرات نے اس جگہ یہی معنٰی مراد لئے ہیں اور اس رات کو لیلۃُ القدر کہنے کی وجہ اس رات کی عظمت وشرافت ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس رات کو لیلۃُ القدر اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کی وجہ سے کوئی قدر وقیمت نہ تھی، وہ اس رات میں توبہ واستغفار اور عبادت کے ذریعہ وہ صاحبِ قدر وشرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنٰی تقدیر اور حکم کے بھی آتے ہیں۔

اس معنٰی کے اعتبار سے لیلۃُ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں مخلوقات کے لئے سال بھر کے تقدیری معاملات طے اور نافذ ہوتے ہیں، یا ان کو اُن فرشتوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور اُمور نافذ کرنے کے لئے مامور ہیں۔

لیلۃُ القدر نام رکھے جانے کی اس کے علاوہ بھی اور کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ [1]

---

[1] ليلة القدر.

التعريف:ليلة القدر تتركب من لفظين:

أولهما :ليلة وهى فى اللغة :من غروب الشمس إلى طلوع الفجر، ويقابلها النهار .ولا يخرج المعنى الاصطلاحى له عن المعنى اللغوى .

وثانيهما :القدر، ومن معانى القدر فى اللغة :الشرف والوقار، ومن معانيه :الحكم والقضاء والتضييق.

واختلف الفقهاء فى المراد من القدر الذى أضيفت إليه الليلة فقيل :المراد به التعظيم والتشريف، ومنه قوله تعالى :(وما قدروا الله حق قدره) ، والمعنى :أنها ليلة ذات قدر وشرف لنزول القرآن فيها، ولما يقع فيها من تنزل الملائكة، أو لما ينزل فيها من البركة والرحمة والمغفرة، أو أن الذى يحييها يصير ذا قدر وشرف.

وقيل :معنى القدر هنا التضييق كمثل قوله تعالى :(ومن قدر عليه رزقه) ومعنى التضييق فيها إخفاؤها عن العلم بتعيينها، أو لأن الأرض تضيق فيها عن الملائكة، وقيل :القدر هنا بمعنى القدر -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیلۃُ القدر کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے لیلۃُ القدر کے بارے میں ایک پوری سورت نازل فرمائی ہے، جو سورۃُ القدر کے نام سے معروف ومشہور ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ . وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ . لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ . تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ . سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سورۃالقدر پارہ ۳۰)

ترجمہ: بے شک ہم نے نازل کیا ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃُ القدر میں، اور کیا معلوم تجھے کہ کیا ہے لیلۃُ القدر؟ لیلۃُ القدر بہتر ہے، ہزار مہینوں سے، نازل ہوتے ہیں فرشتے اور روح، اس (رات) میں اپنے رب کے حکم سے، ہر امر سے، سلام ہے، وہ (لیلۃُ القدر) طلوعِ فجر تک ہے (سورہ قدر)

اس سورۃ میں پانچ آیات ہیں، اور یہ تیس کلمات اور ایک سو بارہ حروف پر مشتمل ہے۔ [1]

اس سورت میں لیلۃُ القدر کی چار خصوصیات ذکر کی گئی ہیں:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بفتح الدال -وهو مؤاخى القضاء :أى بمعنى الحكم والفصل والقضاء ، قال العلماء :سميت ليلة القدر لما تكتب فيها الملائكة من الأرزاق والآجال وغير ذلك مما سيقع فى هذه السنة بأمر من الله سبحانه لهم بذلك، وذلك ما يدل عليه قول الله تعالى :(إنا أنزلناه فى ليلة مباركة إنا كنا منذرين فيها يفرق كل أمر حكيم أمرا من عندنا إنا كنا مرسلين)، حيث ذهب جمهور العلماء إلى أن الليلة المباركة الواردة فى هذه الآية هى ليلة القدر، وليست ليلة النصف من شعبان كما ذهب إليه بعض المفسرين .

قال ابن قدامة :ليلة القدر هى ليلة شريفة مباركة معظمة مفضلة ثم قال :وقيل :إنما سميت ليلة القدر لأنه يقدر فيها ما يكون فى تلك السنة من خير ومصيبة، ورزق وبركة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۳۶۰ و ۳۶۱، مادة"ليلةا لقدر "حرف اللام)

[1] وهذه السورة مائة وإثنا عشر حرفا، وثلاثون كلمة، وخمس آيات وهى، مدنية، قاله الضحاك ومقاتل، والأكثر على أنها مكية .وقال الواقدى :هى أول سورة نزلت بالمدينة (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج ۱۱، ص ۱۲۹ ، كتاب التراويح، باب فضل ليلة القدر)

www.idaraghufran.org

ایک یہ کہ اس رات میں قرآن مجید نازل ہوا۔ دوسری یہ کہ یہ رات ہزار مہینوں سے افضل اور بہتر ہے۔ تیسری یہ کہ اس رات میں فرشتے اور روح اترتے ہیں۔

چوتھی یہ کہ اس رات میں طلوعِ فجر ہونے تک سلامتی کا نزول ہوتا ہے۔

آگے ان چار چیزوں کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

لیلۃُ القدر میں قرآن مجید کا نزول

پہلے ارشاد ہے کہ:

"اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ".

''بے شک ہم نے نازل کیا، ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃُ القدر میں''

اس آیت میں تصریح ہے کہ قرآن مجید لیلۃُ القدر میں نازل ہوا۔

قرآن مجید میں دوسری جگہ سورۂ دخان میں بھی یہ مضمون کچھ تفصیل کے ساتھ ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

حٰمٓ . وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ . اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ . فِیۡهَا یُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِیۡمٍ .اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا (سورۃالدخان آیت ۱تا ۵)

ترجمہ: حٰمٓ (اس کے معنٰی اللہ کو معلوم ہیں) قسم ہے واضح کتاب کی، بے شک ہم نے نازل کیا، ہم نے اس (کتاب) کو مبارک رات میں، بے شک ہم ہیں (آخرت کے عذاب سے انسانوں کو) ڈرانے والے، اس (رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے، ہر حکمت والے اَمر کا، جس کا حکم ہوتا ہے، ہماری طرف سے (سورہ دخان)

جمہور مفسّرین کے نزدیک اس آیت میں برکت والی رات سے مراد لیلۃُ القدر ہے۔ [1]

---

[1] "إنآ أنزلناه فى ليلة مباركة" أى ليلة القدر أو ليلة النصف من شعبان وقيل بينها وبين ليلة القدر أربعون ليلة والجمهور على الأول لقوله "إنا أنزلناه فى ليلة القدر" وقوله "شهر رمضان الذى أنزل فيه القرآن" وليلة القدر فى أكثر الأقاويل فى شهر رمضان(تفسير النسفى، ج۳ص ۲۸۶، سورة الدخان، تحت رقم الآية ۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات نے سورہ دخان کی اس آیت میں مذکورہ رات سے جو شبِ برائت مراد لی ہے، وہ دلائل کے اعتبار سے راجح ومضبوط قول نہیں ہے۔

کیونکہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کے مہینہ وہ ہے کہ نازل کیا گیا، اس (مہینہ) میں قرآن کو، جو ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت کے واضح دلائل ہیں، اور یہ (قرآن) فرق کرنے والا ہے (حق و باطل کے درمیان) (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید رمضان کے مہینہ میں نازل کیا گیا ہے، نہ کہ شبِ برائت میں۔

لیلۃُ القدر میں قرآن مجید نازل ہونے کا مفہوم حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ پورا قرآن لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اس رات میں اتارا گیا، پھر اس کو وقفہ وقفہ سے حسبِ ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا جاتا رہا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أنا أنزلناه أي الكتاب المبين الذي هو القرآن على القول المعول عليه في ليلة مباركة هي ليلة القدر على ما روي عن ابن عباس وقتادة وابن جبير ومجاهد وابن زيد والحسن وعليه أكثر المفسرين والظواهر معهم وقال عكرمة وجماعة: هي ليلة النصف من شعبان (تفسير روح المعاني، ج۱۳ ص ۱۱۰، سورة الدخان، تحت رقم الآية ۱)

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: إنك لترى الرجل يمشي في الأسواق، وقد وقع اسمه في الموتى، ثم قرأ "إنا أنزلناه في ليلة مباركة، إنا كنا منذرين فيها يفرق كل أمر حكيم" يعني ليلة القدر ففي تلك الليلة يفرق أمر الدنيا إلى مثلها من قابل (مستدرك حاكم، رقم الحديث ۳۶۷۸)

قال الحاكم: صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبي: صحيح على شرط مسلم.

[1] جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ قرآن مجید نازل ہونے کی ابتداء لیلۃُ القدر کی رات میں چند آیتوں سے ہوگئی، باقی بعد میں نازل ہوتا رہا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر سال میں جتنا قرآن نازل ہونا مقدر ہوتا تھا، اتنا ہی لیلۃُ القدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کر دیا جاتا تھا، مگر یہ اقوال کسی مستند روایت سے دستیاب نہیں ہو سکے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، جس کا اوپر ذکر کیا گیا (معارف القرآن ج ۷ و ۸ بتغیر)

www.idaraghufran.org

چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنُھُمَا، قَالَ:أَنُزَلَ اللّٰہُ الُقُرُآنَ إِلَی السَّمَآءِ الدُّنُیَا فِیُ لَیُلَۃِ الُقَدُرِ، فَکَانَ اللّٰہُ إِذَا أَرَادَ أَنُ یُّوُحِیَ مِنُہُ شَیُئًا، أَوُحَاہُ، أَوُ أَنُ یُّحُدِثَ مِنُہُ فِی الُأَرُضِ شَیُئًا أَحُدَثَہٗ (مستدرک حاکم،رقم الحدیث ۲۸۷۷،ج۲ص ۲۴۱، کتاب التفسیر) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو آسمانِ دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل فرمایا، پھر (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ جب اُس میں سے کچھ وحی بھیجنا چاہتا، تو وحی بھیج دیتا، یا اُس میں سے کچھ زمین میں ظاہر فرمانا چاہتا، تو اس کو ظاہر فرما دیتا (حاکم)

ایک اور جلیل القدر تابعی سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنُھُمَا،فِیُ قَوُلِہٖ تَعَالٰی:إِنَّا أَنُزَلُنَاہُ فِیُ لَیُلَۃِ الُقَدُرِ،قَالَ:أُنُزِلَ الُقُرُآنُ جُمُلَۃً وَّاحِدَۃً فِیُ لَیُلَۃِ الُقَدُرِ إِلَی السَّمَآءِ الدُّنُیَا، وَکَانَ بِمَوُقِعِ النُّجُوُمِ، وَکَانَ اللّٰہُ یُنَزِّلُہٗ عَلٰی رَسُوُلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ بَعُضَہٗ فِیُ أَثَرِ بَعُضٍ (مستدرک حاکم،رقم الحدیث ۲۸۷۸،ج۲ص ۲۴۲، کتاب التفسیر، شعب الایمان للبیھقی، رقم الحدیث ۳۳۸۶) [2]

---

[1] قال الحاکم:ھذا حدیث صحیح الإسناد، ولم یخرجاہ.
وقال الذھبی:صحیح.

[2] قال الحاکم:ھذا حدیث صحیح علی شرطھما، ولم یخرجاہ.
وقال الذھبی:علی شرط البخاری ومسلم.

ایک روایت میں مواقعِ نجوم پر وقتاً فوقتاً نزول کا ذکر ہے، مگر وہ روایت سند کے لحاظ سے ناقابلِ اعتبار معلوم ہوتی ہے۔

عن سعد بن طریف، عن الحکم، عن مقسم، عن ابن عباس، أنہ سئل عن قولہ ”شھر رمضان الذی أنزل فیہ القرآن“وقولہ ”إنا أنزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ“فقال: إنہ قد أنزل فی رمضان فی لیلۃ القدر فی لیلۃ مبارکۃ جملۃ واحدۃ، ثم أرسل علی مواقع النجوم رسلا فی الشھور والأیام(المعجم الکبیر للطبرانی،ج ۱۱ص ۳۹۱، رقم الحدیث ۱۲۰۹۵)

قال الھیثمی:رواہ الطبرانی، وفیہ سعد بن طریف، وھو متروک(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۰۸۴۵، باب سورۃ البقرۃ)

Idara Ghufran

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے قول کہ ’’ہم نے اس کو لیلۃُ القدر میں نازل کیا‘‘ کے بارے میں فرمایا کہ قرآن مجید سارا ایک وقت میں لیلۃُ القدر میں آسمانِ دنیا کی طرف ستاروں کے مقام پر نازل کیا گیا، اور (پھر اس کے بعد) اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے کچھ حصے کو ایک دوسرے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماتا رہا (حاکم)

آسمان میں بے شمار ستارے ہیں، کچھ زمین سے قریب اور کچھ دور ہیں، ممکن ہے کہ کچھ مخصوص ستارے پہلے آسمان پر ہوں، جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃُ القدر میں قرآن مجید کو نازل فرمایا۔

لیلۃُ القدر ہزار مہینوں سے بہتر

پھر اس کے بعد اس رات کی سب سے بڑی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں یعنی تراسی سال سے زائد کی عبادت سے بھی بہتر ہے۔

پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں، کتنی بہتر ہے؟ دوگنی چوگنی دس گنی سوگنی وغیرہ، سب ہی احتمالات ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: إِنَّ هٰذَا شَهْرٌ مُبَارَكٌ ، تُغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ ، وَتُغَلَّقُ فِيْهِ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَتُفَتَّحُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ ، وَيُسْتَجَابُ فِيْهِ الدُّعَآءُ ، فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مِنْ ثَلَاثٍ وَّثَمَانِيْنَ سَنَةً وَّأَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ (مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ٢٦٨٧، ما انتهى إلينا من مسند سعيد بن بشير وأصله بصرى نزل الشام ومات بها)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ

کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ جس میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، اور جہنم کے دروازے بھی اس مہینے میں بند کر دیئے جاتے ہیں، اور اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور اس مہینے میں دعاء قبول کی جاتی ہے۔

اس مہینے میں ایک رات ہزار مہینوں سے، یعنی تراسی سال اور چار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس رات کی خیر سے محروم ہو گیا، وہ تو بس محروم ہے (طبرانی)

اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ کمزوری ہے، لیکن اس حدیث کے تمام مضامین دوسری صحیح احادیث میں مذکور ہیں، سوائے تراسی سال اور چار مہینوں کے، اور یہ حساب کی بات ہے، اور حساب کے اعتبار سے یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے۔

ایک ہزار مہینوں میں تقریباً تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں، لیلۃ القدر کے ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے اور اس کی رضا اور قرب حاصل کرنے والے بندے اس ایک رات میں اللہ کی رضا اور اس کے قرب کی اتنی مسافت طے کر سکتے ہیں، جو دوسری ہزاروں راتوں میں طے نہیں ہو سکتی۔

جس طرح ہم اس مادی دنیا میں دیکھتے ہیں کہ تیز رفتار ہوائی جہاز، یا راکٹ وغیرہ کے ذریعہ اب ایک دن، بلکہ ایک گھنٹہ میں اس سے زیادہ مسافت طے کی جا سکتی ہے، جتنی پُرانے زمانے میں سینکڑوں دنوں میں طے ہوا کرتی تھی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا اور قُربِ الٰہی کے سفر کی رفتار لیلۃ القدر میں اتنی تیز کر دی جاتی ہے کہ جو سچے طلب گاروں کو ہزاروں مہینوں میں حاصل نہیں ہو سکتی، وہ اس ایک مبارک رات میں حاصل ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ احادیث کی رو سے اس مبارک مہینے کی عبادت کی بہت اہمیت ہے۔

اور لیلۃ القدر کی خصوصیت تو رمضانُ المبارک کے مہینہ کے دوسرے اوقات کی خصوصیت سے بھی زیادہ فضیلت واہمیت رکھتی ہے۔

اور جب یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، تو اس کی ہر عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اور اگر ہر سال اس رات کی فضیلت حاصل ہو جائے، تو پھر فضیلت کا کیا ہی ٹھکانا۔

ایک شبہ کا جواب

سورہ قدر میں لیلۃ القدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے اندر بھی ہر سال ایک لیلۃ القدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا؟

اس کے متعلق اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے وہ مراد ہیں، جن میں لیلۃ القدر شامل نہ ہو، اس لئے کوئی اشکال نہیں۔ [1]

لیلۃُ القدر میں فرشتوں کا نزول

پھر آگے لیلۃُ القدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا".

ترجمہ: اس رات میں نازل ہوتے ہیں فرشتے اور روح (سورہ قدر)

روح سے کیا مراد ہے؟

اس سلسلہ میں اکثر مفسرین کا کہنا یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، جس کا بعض روایات میں ذکر پایا جاتا ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کوئی مخصوص فرشتے ہیں۔ [2]

---

[1] ذهب الفقهاء إلى أن ليلة القدر أفضل الليالي، وأن العمل الصالح فيها خير من العمل الصالح في ألف شهر ليس فيها ليلة القدر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۳۶۲، مادة "ليلة القدر" حرف اللام)

[2] وأما الروح فقيل المراد به هاهنا جبريل عليه السلام، فيكون من باب عطف الخاص على العام، وقيل هم ضرب من الملائكة كما تقدم في سورة النبأ والله أعلم (تفسير ابنِ كثير، ج۸ ص۴۲۷، سورة القدر)

والروح يعني جبريل عليه الصلاة والسلام قاله أكثر المفسرين (تفسير الخازن، ج۴ ص۴۵۳، سورة القدر)

www.idaraghufran.org

ابو میمونہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ: إِنَّهَا لَيْلَةُ سَابِعَةٍ، أَوْ تَاسِعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ، إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فِي الْأَرْضِ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ الْحَصٰى (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۰۷۳۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ستائیسویں، یا انتیسویں رات ہے، بے شک اس رات میں فرشتے زمین پر اتنی زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں کہ جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا (مسند احمد)

اور ابو میمونہ کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ: لَيْلَةِ سَابِعَةٍ أَوْ تَاسِعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ، إِنَّ الْمَلَائِكَةَ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فِي الْأَرْضِ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۲۵۲۲، ج۳ص ۷۲، باب الالف)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ستائیسویں یا انتیسویں رات ہے، بے شک اس رات میں فرشتے زمین پر ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتے ہیں (طبرانی)

لیلۃ القدر کس رات میں ہوتی ہے، اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ لیلۃ القدر میں زمین پر بے شمار فرشتے ہوتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَأْمُرُ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَهْبِطُ فِيْ كُبْكُبَةٍ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مِّنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَى الْأَرْضِ (اخبار مكة للفاكهي، رقم الحديث ١٥٧٥، ج٢ ص ٣١٤، ذكر صوم شهر رمضان بمكة)

ترجمہ: جب لیلۃُ القدر ہوتی ہے، تو (اللہ) جبریل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے، چنانچہ وہ فرشتوں کے جمگھٹے میں زمین کی طرف اترتے ہیں (اخبارِ مکہ)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری تالیف ''شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردی ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اس سے ملتی جلتی حدیث مروی ہے۔

مگر اُس کی سند، مذکورہ حدیث کی سند سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ [1]

---

[1] أخبرنا أبو سعد عبد الملك بن أبي عثمان الزاهد، حدثنا أبو إسحاق إبراهيم بن أحمد بن رجاء، حدثنا عبد الله بن سليمان الأشعث، حدثنا محمد بن يحيى الأزدى، حدثنا أصرم بن حوشب، حدثنا محمد بن يونس الحارثي، عن قتادة، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إذا كان ليلة القدر نزل جبريل عليه السلام في كبكبة من الملائكة يصلون على كل عبد قائم أو قاعد يذكر الله عز وجل "فإذا كان يوم عيدهم يعني يوم فطرهم باهى بهم ملائكته فقال: يا ملائكتي ما جزاء أجير وفى عمله؟ قالوا: ربنا جزاؤه أن يوفى أجره، قال: ملائكتي! عبيدى وإمائى قضوا فريضتي عليهم، ثم خرجوا يعجون إلب بالدعاء .وعزتي وجلالي وكرمي وعلوى وارتفاع مكاني لأجيبنهم، فيقول: ارجعوا، فقد غفرت لكم، وبدلت سيئاتكم حسنات .قال: فيرجعون مغفورا لهم."

قال أحمد تفرد به محمد بن يحيى هذا عن أصرم بن حوشب الهمداني وقد رويناه في الحديث الطويل في ليلة القدر.

وقد روى عن كعب الأحبار في فضل صوم شهر رمضان وبروز المسلمين يوم الفطر لعيدهم(شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٣٣٤٤، الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب في الصيام " فضائل الاوقات للبيهقي رقم الحديث ١٥٥، باب في فضل العيد)

لا يصح أصرم كذاب ورواه عباد بن عبد الصمد عن أنس أبسط من هذا وعباد قال العقيلي يروى عن أنس نسخة عامتها مناكير (قلت) ورواه أيضا أبان عن أنس أخرجه الديلمي أنبأنا أبو العلاء رجاء بن عبد الوهاب الرازى وجماعة قالوا أنبأنا أبو القاسم على بن عبد الرحمن بن الحسن أنبأنا أبو محمد بن بالويه حدثنا الأعرابي حدثنا أبو ميسرة محمد بن الحسين الهمداني حدثنا محمد بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورشبِ قدر میں فرشتوں، اورروح کے نازل ہونے کا قرآن مجید میں ذکر موجود ہے۔
اورقرآن مجید میں حضرت جبریل علیہ السلام کوروح کا لقب دیا گیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عبيد حدثنا الوليد بن الفضل حدثنا الكابلى عن أبان عن أنس مرفوعا وأبان متروك والله أعلم (اللآلى المصنوعة فى الأحاديث الموضوعة للسُّيوطى، ج٢ ص ٨٤، كتاب الصيام)

ومن حديثه :ما حدثناه جبرون بن عيسى المغربى ، بمصر قال :حدثنا يحيى بن سليمان القرشى ، مولى لهم قال :حدثنا أبو معمر عباد بن عبد الصمد عن أنس بن مالك ، أنه قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : إذا كان أول يوم من شهر رمضان نادى الله تبارك وتعالى رضوان خازن الجنة يقول :يا رضوان ، فيقول : لبيك سيدى وسعديك ، فيقول :زين الجنان للصائمين والقائمين من أمة محمد صلى الله عليه وسلم ، ثم لا يغلقها حتى ينقضى شهرهم ، ثم إذا كان يوم الثالث أوحى الله تبارك وتعالى إلى جبريل :يا جبريل اهبط إلى الأرض فضلل مردة الشياطين وعتاة الجن كى لا يفسدوا على عبادى صومهم .ثم قال صلى الله عليه وسلم : إن لله تبارك وتعالى ملكا رأسه تحت عرش الرحمن ورجلاه فى تخوم الأرض السابعة السفلى ، له جناحان أحدهما بالمشرق والآخر بالمغرب ، أحدهما من ياقوت أحمر والآخر من زبرجد أخضر ، ينادى فى كل ليلة من شهر رمضان :هل من تائب فيتاب عليه ، هل من مستغفر فيغفر له ، هل من صاحب حاجة فيسعف بحاجته ؟ يا طالب الخير أبشر ، ويا طالب الشر أقصر وأبصر .ثم قال :ألا وإن لله تبارك وتعالى فى كل ليلة عند السحور والإفطار سبعة آلاف عتيق من النار قد استوجبوا العذاب من رب العالمين .ثم قال :فإذا كان ليلة القدر هبط جبريل عليه السلام فى كبكبة من الملائكة له جناحان أخضران منضوضان بالدر والياقوت لا ينشرهما جبريل فى كل سنة إلا ليلة واحدة ، وذلك قوله :(تنزل الملائكة والروح فيها) أما الملائكة فمن تحت سدرة المنتهى ، وأما الروح فهو جبرائيل عليه السلام ، فيمسح بجناحيه يسلم على القائم والنائم والمصلى من فى البر ومن فى البحر :السلام عليك يا مؤمن السلام عليك يا مؤمن ، حتى إذا طلع الفجر صعد جبرائيل عليه السلام ومعه الملائكة يتلقاه أهل السماوات فيقولون :يا جبرائيل ، ما فعل الرحمن بالصائمين شهر رمضان ؟ فيقول جبريل عليه السلام :خيرا ، ثم يسجد جبريل ومن معه من الملائكة فيقول الجبار عز وجل :يا ملائكتى ، ارفعوا رء وسكم ، أشهدكم أنى قد غفرت للصائمين شهر رمضان إلا لمن أبى أن يسلم عليه جبريل .قال :وجبريل عليه السلام لا يسلم فى تلك الليلة على مدمن خمر ، ولا عشار ، ولا شاعر ، ولا صاحب طوية ، ولا عرطبة ، ولا عاق والديه (الضعفاء الكبير للعقيلى، ج٣ص١٣٨،وص ١٣٩، تحت رقم الترجمة ١١٢١)

www.idaraghufran.org

اس لئے سورہ قدر میں فرشتوں کے ساتھ روح کے نازل ہونے سے حضرت جبریلِ امین کا مراد ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔ [1]

امن وسلامتی اور اہم فیصلوں کا ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ:

”بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ. سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ“

مطلب یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں فرشتے اپنے رب کے حکم سے امر لے کر اترتے ہیں، اور یہ رات سلامتی اور برکت والی ہے اور اس رات کا یہ سلسلہ رات کے کسی خاص حصہ کے ساتھ مخصوص نہیں، شروع رات سے طلوعِ فجر تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

سورہ دخان میں اس کی مزید تفصیل آئی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ. فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ

---

[1] وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ. نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ. عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ (سورة الشعراء، رقم الآيات ۱۹۲ الی ۱۹۴)

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ (سورة النحل، رقم الآية ۱۰۲)

قلت قد سمى بالروح غير جبريل قال الله تعالى (يوم يقوم الروح والملائكة صفا) وعن ابن عباس هو ملك من أعظم الملائكة خلقا فأفحم عند ذلك فقلت جبريل قد تميز عنه بصفة الأمانة لأن الله تعالى سماه أمينا وسمى ذلك الملك روحا فقط على أنه قد روى عن الشعبى وسعيد بن جبير والضحاك أن المراد بالروح فى قوله تعالى (يوم يقوم الروح) هو جبريل عليه السلام فقال من أين علمنا أن المراد من الروح الأمين هو جبريل عليه السلام قلت بتفسير المفسرين من الصحابة والتابعين وتفسيرهم محمول على السماع لأن العقل لا مجال فيه على أن من جملة أسباب العلم الخبر المتواتر وقد تواترت الأخبار من لدن النبى صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا أن الذى نزل بالقرآن على نبينا عليه السلام هو جبريل عليه السلام من غير نكير منكر ولا رد راد حتى عرف بذكر أهل الكتاب من اليهود والنصارى (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج ۱، ص ۴۵، كتاب الايمان)

www.idaraghufran.org

اَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا (سورہ الدخان ،رقم الآیات ۳ الیٰ ۵)

ترجمہ: بے شک ہم نے نازل کیا، ہم نے اس (قرآن) کو مبارک رات میں، بے شک ہم ہیں (اس کتاب کے ذریعہ سے لوگوں کو آخرت کے عذاب سے) ڈرانے والے، اس (رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے، ہر حکمت والے امر (معاملہ) کا حکم ہوتا ہے، ہماری طرف سے (سورہ دخان)

اس آیت میں مبارک رات سے لیلۃُ القدر مراد ہونا راجح ہے، کیونکہ اس رات میں قرآن مجید نازل ہونے کی وضاحت ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن مجید لیلۃُ القدر میں نازل ہوا، اور اس آیت میں ہر حکمت والے فیصلے اس رات میں ہونے کی وضاحت ہے۔

جلیلُ القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ إِنَّکَ لَتَرَى الرَّجُلَ يَمْشِيْ فِيْ الْأَسْوَاقِ وَقَدْ وَقَعَ اسْمُهُ فِي الْمَوْتٰى ، ثُمَّ قَرَأَ "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ " يَعْنِيْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ، فَفِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ يُفْرَقُ أَمْرُ الدُّنْيَا إِلٰى مِثْلِهَا مِنْ قَابِلٍ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۶۷۸، ج ۲ ص ۴۸۷، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ حم الدخان) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ ایک آدمی کو دیکھتے ہیں کہ وہ بازار میں چلتا پھرتا ہے، دراں حالیکہ اس کا نام مُردوں میں شامل ہو چکا ہوتا ہے، پھر آپ نے سورہ دخان کی یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ہم نے نازل کیا اس (قرآن مجید) کو ایک برکت والی رات میں، بے شک (ہم اس کتاب کے ذریعہ سے لوگوں کو آخرت کے عذاب سے) ڈرانے والے ہیں، اس رات میں ہر حکمت والے معاملہ کا فیصلہ (ہماری طرف سے) کیا جاتا ہے۔

[1] قال الحاکم: صحیح الإسناد ولم یخرجاہ (حوالہ بالا)
و قال الذھبی: صحیح علی شرط مسلم.

www.idaraghufran.org

مطلب یہ ہے کہ لیلۃُ القدر میں اس کتاب (قرآن مجید) کو اتارا ہے، پس اس لیلۃُ القدر میں دنیا کے فیصلے ہوتے ہیں، اگلے سال اسی وقت تک کے (حاکم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ لیلۃُ القدر میں مخلوقات کے متعلق تمام اہم امور جن کے فیصلے اس سال میں اگلی لیلۃُ القدر تک واقع ہونے والے ہیں، طے کئے جاتے ہیں کہ کون کون اس سال میں پیدا ہوں گے، کون کون اس میں فوت ہوں گے، کس کو کس قدر رزق اس سال میں دیا جائے گا، وغیرہ، وغیرہ۔ [1]

---

[1] أخبرنا أبو طاهر الفقيه، أخبرنا أبو عثمان عمرو بن عبد الله البصرى، حدثنا محمد بن عبد الوهاب، أخبرنا يعلى بن عبيد، حدثنا سفيان، عن سلمة بن كهيل، عن أبى مالک فى قوله عز وجل: "فيها يفرق كل أمر حكيم"قال: عمل السنة إلى السنة(شعب الايمان، رقم الحديث ٣٣٨٩،الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فى الصيام " فصل فى ليلة القدر)

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، حدثنا أبو العباس الأصم، حدثنا أحمد بن عبد الجبار، حدثنا ابن فضيل، عن حصين، عن سعد بن عبيدة، عن أبى عبد الرحمن فى قوله:"فيها يفرق كل أمر حكيم"قال: يدبر أمر السنة إلى السنة فى ليلة القدر(شعب الايمان، رقم الحديث ٣٣٩٠،الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فى الصيام " فصل فى ليلة القدر)

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان، أخبرنا إسماعيل بن محمد الصفار، حدثنا عبد الرحمن بن محمد بن منصور، حدثنا معاذ بن هشام، حدثنى أبى، عن عمرو ابن مالک، عن أبى الجوزاء:"فيها يفرق كل أمر حكيم"قال: هى ليلة القدر، يجاء بالديوان الأعظم السنة إلى السنة فيغفر الله عز وجل لمن شاء ألا ترى أنه قال"رحمة من ربک"(شعب الايمان، رقم الحديث ٣٣٩١،الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فى الصيام " فصل فى ليلة القدر)

وقد أخبرنا أبو نصر بن قتادة ، أخبرنا أبو منصور النصروى ، حدثنا أحمد بن نجدة ، حدثنا سعيد بن منصور ، حدثنا جرير ، عن منصور ، قال: قلت لمجاهد: ما تقول فى هذا الدعاء: اللهم إن كان اسمى فى السعداء فاثبته فيهم ، وإن كان فى الأشقياء فامحه منهم واجعله فى السعداء؟ فقال: حسن ثم مكثت حولا فسألته عن ذلک فقال:"حم والكتاب المبين إنا أنزلناه فى ليلة مباركة إنا كنا منذرين فيها يفرق كل أمر حكيم"قال: يفرق فى ليلة القدر ما يكون فى السنة من رزق أو مصيبة ، فأما كتاب الشقاوة والسعادة فإنه ثابت لا يغير "(القضاء والقدر للبيهقى، رقم الحديث ٢٥٨، باب ذكر البيان أن ما كتب على ابن آدم وجرى به القلم أدركه لا محالة)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ تمام فیصلے جو تقدیرِ الٰہی میں پہلے ہی سے طے شدہ تھے،اس رات میں متعلقہ فرشتوں کے سپرد کردیئے جاتے ہیں۔ [1]

کیونکہ قرآن وسنت کی دوسری نصوص اس پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلے انسان کی پیدائش سے بھی پہلے ازل ہی میں لکھ دیئے تھے۔

تو اس رات میں ان کے طے کرنے کا حاصل یہی ہوسکتا ہے کہ قضاء وقدر کی تنفیذ جن فرشتوں کے ذریعہ ہوتی ہے اس رات میں یہ سالانہ احکام ان کے سپرد کردیئے جاتے ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ رات سلامتی ہے، ہر شر وآفت اور بُری چیز سے۔

پس یہ رات سلام اور سلامتی ہی ہے اور خیر ہی خیر ہے،اس میں شر کا نام نہیں،فرشتے اس میں خیر وبرکات اور سعادتیں لے کراترتے ہیں۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ فرشتے ہر ایسا امر لے کر آتے ہیں جو خیر وسلام ہے۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو اس سے اس رات کی اور اس رات میں عبادت کی بہت بڑی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] قال ابن عباس :يحكم الله أمر الدنيا إلى قابل فى ليلة القدر ما كان من حياة أوموت أورزق. وقاله قتادة ومجاهد والحسن وغيرهم .وقيل :إلا الشقاء والسعادة فإنهما لا يتغيران، قاله ابن عمر . قال المهدوى :ومعنى هذا القول أمر الله عز وجل الملائكة بما يكون فى ذلك العام ولم يزل ذلك فى علمه عز وجل (تفسير القرطبى،ج١٦ ص١٢٦ ، سورة الدخان، تحت رقم الآية ٤)

[2] وقوله تعالى:"من كل أمر"قال مجاهد: سلام هى من كل أمر، وقال سعيد بن منصور:حدثنا عيسى بن يونس، حدثنا الأعمش عن مجاهد فى قوله:"سلام هى"قال: هى سالمة لا يستطيع الشيطان أن يعمل فيها سوئا أو يعمل فيها أذى، وقال قتادة وغيره: تقضى فيها الأمور وتقدر الآجال والأرزاق كما قال تعالى:"فيها يفرق كل أمر حكيم" وقوله تعالى:"سلام هى حتى مطلع الفجر"قال سعيد بن منصور: حدثنا هشيم عن أبى إسحاق عن الشعبى فى قوله تعالى:"من كل أمر سلام هى حتى مطلع الفجر"قال تسليم الملائكة ليلة القدر على أهل المساجد حتى يطلع الفجر، وروى ابن جرير عن ابن عباس أنه كان يقرأ من كل امرى"سلام هى حتى مطلع الفجر"وروى البيهقى فى كتابه فضائل الأوقات عن على أثرا غريبا فى نزول الملائكة ومرورهم على المصلين ليلة القدر وحصول البركة للمصلين(تفسير ابنِ كثير،ج٨ص٤٢٧،٤٢٨، سورة القدر، تحت رقم الآية ٥)

اُمّتِ محمدیہ کو لیلۃُ القدر کیوں عطاء ہوئی؟

اس امت کو لیلۃُ القدر کس لئے عطاء کی گئی، اس بارے میں مفسرین نے کئی واقعات ذکر فرمائے ہیں۔

امام بیہقی نے، جلیلُ القدر تابعی مجاہد سے مُرسلاً روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، لَبِسَ السَّلَاحَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَلْفَ شَهْرٍ، قَالَ: فَعَجِبَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ" اَلَّتِيْ لَبِسَ فِيْهَا ذٰلِكَ الرَّجُلُ السَّلَاحَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَلْفَ شَهْرٍ (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ٨٥٩٧، كتاب الصوم، باب فضل ليلة القدر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا حال ذکر کیا، جو ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستے میں اسلحہ کے ساتھ رہا، مسلمانوں کو یہ سن کر تعجب ہوا، اس پر اللہ نے پوری سورۂ قدر نازل فرمائی کہ ہم نے اس کو لیلۃُ القدر میں نازل کیا ہے، اور آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃُ القدر کیا ہے، لیلۃُ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی ان ہزار مہینوں سے، جس میں وہ آدمی اللہ کے راستے میں اسلحہ کے ساتھ رہا (بیہقی)

اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ، لَبِسَ السَّلَاحَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَلْفَ شَهْرٍ، فَلَمْ يَضَعْهُ عَنْهُ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهٖ، فَعَجِبُوْا مِنْ قَوْلِهٖ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ:

"لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ"

يَقُوْلُ اللّٰهُ :لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ تِلْكَ الْأَلْفِ شَهْرٍ الَّتِيْ لَبِسَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فِيْهَا السَّلَاحَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ،فَلَمْ يَضَعْهُ عَنْهُ (تفسير مجاهد،ص ٧٤٠،سورة القدر، تحت رقم الآية ٣، تفسير ابنِ كثير، ج٨ص ٤٢٦، سورة القدر)

ترجمہ: بنی اسرائیل میں ایک عابد کا یہ حال تھا کہ اس نے ایک ہزار مہینوں تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسلحہ پہن کر رکھا اور اس کو اتارا نہیں (اور دشمنوں سے قتال کرتا رہا) اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام سے ذکر فرمایا، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر تعجب ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے سورہ قدر نازل فرمائی جس میں فرمایا کہ یہ تمہارے لئے اس آدمی کے ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جس نے ہزار مہینوں تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسلحہ پہنے رکھا اور کبھی نہیں اتارا (تفسیرِ مجاہد)

امام مالک فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ مَنْ يَّثِقُ بِهٖ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُوْلُ :إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيَ أَعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَهٗ، أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ ، فَكَأَنَّهٗ تَقَاصَرَ أَعْمَارَ أُمَّتِهٖ ،أَنْ لَا يَبْلُغُوْا مِنَ الْعَمَلِ مِثْلَ الَّذِيْ بَلَغَ غَيْرُهُمْ فِيْ طُوْلِ الْعُمُرِ، فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ

(موطا امام مالک،رقم الحديث ١١٤٥ ،كتاب ليلة القدر، باب ما جاء فى ليلة القدر)

ترجمہ: انہوں نے ثقہ ومعتبر اہلِ علم سے یہ بات سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے پہلے لوگوں کی عمریں بتلائی گئیں، جتنا اللہ کو منظور تھا، تو آپ نے اپنی امت کے لوگوں کی عمروں کو کم سمجھا اور یہ خیال کیا کہ میری امت کے لوگ (اتنی سی عمر میں) اُن لمبی عمر والوں کے برابر عمل نہ کرسکیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ

القدر عطاء فرمائی، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے (مؤطا امام مالک) [1]

اس سلسلہ میں اور بھی روایات ہیں، جن میں سے بعض اتنی مستند نہیں ہیں۔ [2]

اس قسم کی مختلف روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے

---

[1] امام بیہقی وغیرہ نے مندرجہ ذیل طریقہ پر یہ روایت بیان کی ہے:

أخبرنا أبو زكريا بن أبي إسحاق، أخبرنا أبو الحسن الطرائفي، حدثنا عثمان بن سعيد، حدثنا القعنبي فيما قرأ على مالك أنه بلغه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أرى أعمال الناس قبله أو ما شاء الله من ذلك فكأنه تقاصر أعمال أمته أن لا يبلغوا من العمل مثل ما بلغ غيرهم في طول العمر، فأعطاه الله ليلة القدر، خير من ألف شهر (شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٣٣٩٥، الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب في الصيام " فصل في ليلة القدر)

[2] أخبرنا يونس، أخبرنا ابن وهب، حدثني مسلمة بن علي عن علي بن عروة قال: ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما أربعة من بني إسرائيل عبدوا الله ثمانين عاما، لم يعصوه طرفة عين فذكر أيوب وزكريا وحزقيل بن العجوز ويوشع بن نون قال: فعجب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذلك فأتاه جبريل فقال: يا محمد عجبت أمتك من عبادة هؤلاء النفر ثمانين سنة لم يعصوه طرفة عين، فقد أنزل الله خيرا من ذلك .فقرأ عليه إنا أنزلناه في ليلة القدر وما أدراك ما ليلة القدر ليلة القدر خير من ألف شهر هذا أفضل مما عجبت أنت وأمتك: فسر بذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس معه (تفسير ابنِ ابى حاتم، ج١٠ ص ٣٤٥٢، رقم الرواية ١٩٤٢٦، سورة القدر، تحت رقم الآية ١)

قال المزي: مسلمة بن علي بن خلف الخشني، أبو سعيد الدمشقي البلاطي، كان يسكن البلاط قرية من قرى دمشق على نحو فرسخ منها......

قال عباس الدوري عن يحيى بن معين، وأبو حاتم عن دحيم: ليس بشيء .وقال البخاري، وأبو زرعة: منكر الحديث .وقال أبو حاتم: ضعيف الحديث، منكر الحديث، لا يشتغل به، هو في حد الترك .وقال إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني: ضعيف، وحديثه متروك.

وقال يعقوب بن سفيان: لا ينبغي لأهل العلم أن يشغلوا أنفسهم بحديثه .

وقال النسائي، والدارقطني، والبرقاني، متروك الحديث.وقال النسائي في موضع آخر: ليس بثقة.وقال الحاكم أبو أحمد: ذاهب الحديث.

وقال أبو حاتم بن حبان: كان ممن يقلب الأسانيد ويروي عن الثقات ما ليس عندهم ولا من حديثهم، فلما فحش ذلك بطل الاحتجاج به.وقال أبو علي الحافظ النيسابوري: ضعيف.

وقال أبو أحمد بن عدي: وجميع أحاديثه غير محفوظة.

وقال أبو سعيد بن يونس: قدم مصر، فسكنها وحدث بها، ولم يكن عندهم بذاك في الحديث (تهذيب الكمال، ج٢٧، ص٥٦٧ الى ٥٧١، تحت رقم الترجمة ٥٩٥٨، باب الميم)

www.idaraghufran.org

بعد کوئی آیت، یا سورت نازل ہوتی ہے، تو ہر واقعہ کی طرف اس سورت، یا آیت کے نازل ہونے کی نسبت ہوسکتی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃُ القدر امتِ محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے، جمہور کا یہی قول ہے، اور بعض حضرات نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

بہرحال سورہ قدر کے نازل ہونے کا، یا لیلۃُ القدر کے اس امت کو عطاء کئے جانے کا سبب جو کچھ بھی ہوا ہو، لیکن امتِ محمدیہ کے لئے اللہ جلَّ شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے، یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اس میں عمل کا ہوجانا بھی اللہ ہی کی توفیق اور اس کے کرم کا صدقہ ہے۔[1]

میری طلب بھی، ان کے کرم کا صدقہ ہے   قدم یہ خود اٹھتے نہیں، اٹھائے جاتے ہیں

لیلۃُ القدر کس رات میں ہوتی ہے؟

لیلۃُ القدر متعین طور پر کس رات میں ہوتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہمیشہ کے لئے مستقل تعیین نہیں فرمائی، اور آپ نے مختلف اوقات میں مختلف راتوں میں ہونے کا ذکر فرمایا، اسی لئے اس کی تعیین میں علماء کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ رات تمام سال میں گھومتی رہتی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ

---

[1] اختصاص الأمة المحمدية بليلة القدر:

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن ليلة القدر خاصة بالأمة المحمدية ولم تكن في الأمم السابقة ، واستدلوا بما روى عن مالك بن أنس :أنه سمع من يثق به من أهل العلم يقول :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم أرى أعمار الناس قبله، أو ما شاء الله من ذلك، فكأنه تقاصر أعمار أمته أن لا يبلغوا من العمل مثل الذى بلغ غيرهم فى طول العمر، فأعطاه الله ليلة القدر خير من ألف شهر وبما روى: أن رجلا من بنى إسرائيل لبس السلاح فى سبيل الله تعالى ألف شهر فعجب المسلمون من ذلك فأنزل الله عز وجل :(إنا أنزلناه فى ليلة القدر وما أدراك ما ليلة القدر ليلة القدر خير من ألف شهر)

وذهب بعضهم إلى أن ليلة القدر كانت فى الأمم السابقة واحتجوا بحديث أبى ذر رضى الله عنه وفيه :قلت :يا رسول الله أخبرنى عن ليلة القدر أفي كل رمضان هي؟ قال :نعم .قلت :أفتكون مع الأنبياء فإذا رفعوا رفعت أو إلى يوم القيامة؟ قال :بل هى إلى يوم القيامة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥، ص ٣٦٢، ٣٦٣، مادة"ليلة القدر "حرف اللام)

www.idaraghufran.org

تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہوتی ہے، جو متعین ہے، مگر معلوم نہیں، اس کے علاوہ بھی بے شمار اقوال ہیں۔

تاہم اس سلسلہ میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرے، بالخصوص آخری عشرے کی طاق راتوں میں گھومتی رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں، پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ ان میں سے کون سی رات میں اس کی زیادہ امید ہے۔

بعض نے اکیسویں رات کو راجح قرار دیا ہے، بعض نے تیئسویں رات کو، لیکن بہت سے حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ رمضان میں، اور اس کے بھی آخری عشرہ میں، اور اس کی طاق راتوں میں ہوتی ہے، جس میں بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ رمضان کی ستائیسویں رات میں لیلۃُ القدر کا زیادہ امکان پایا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] محل ليلة القدر:

اختلف الفقهاء فى محل ليلة القدر

فذهب جمهورهم وهو المذهب عند الحنفية إلى أن محل ليلة القدر فى رمضان دائرة معه، لأن الله سبحانه وتعالى أخبر أنه أنزل القرآن فى ليلة القدر بقوله :(إنا أنزلناه فى ليلة القدر وما أدراک ما ليلة القدر)

وأخبرنا كذلك أنه أنزل القرآن فى شهر رمضان بقوله تعالى :(شهر رمضان الذى أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان) ، الآية، مما يدل على أن ليلة القدر منحصرة فى شهر رمضان دون سائر ليالى السنة الأخرى .

كما استدلوا بالأحاديث الصحيحة والتى سبق نقلها وهى تدل على أن محل ليلة القدر فى شهر رمضان.

وذهب بعض العلماء ومنهم عبد الله بن مسعود رضى الله عنه وأبو حنيفة فى المشهور عنه إلى أن محل ليلة القدر فى جميع السنة تدور فيها، قد تكون فى رمضان وقد تكون فى غير رمضان فقد روى عن ابن مسعود رضى الله عنه

أنه كان يقول " :من يقم الحول يصب ليلة القدر "مشيرا إلى أنها فى السنة كلها، ولما بلغ قوله هذا إلى ابن عمر رضى الله عنهما قال :يرحم الله أبا عبد الرحمن أما إنه علم أنها فى العشر الأواخر من شهر رمضان ولكنه أراد ألا يتكل الناس .

واختلف جمهور الفقهاء الذين ذهبوا إلى أن ليلة القدر فى شهر رمضان فى محلها من الشهر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور جمہور کے مقابلہ میں کئی دوسرے اقوال بھی موجود ہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذلک بعدما قالوا :يستحب طلب ليلة القدر في جميع ليالي رمضان وفي العشر الأواخر آكد، وليالي الوتر من العشر الأواخر من رمضان آكد، للأحاديث السابقة.

وفيما يلي أقوال العلماء في محلها.

القول الأول :الصحيح المشهور لدى جمهور الفقهاء ، وهم المالكية والشافعية والحنابلة، والأوزاعي وأبو ثور :أنها في العشر الأواخر من رمضان لكثرة الأحاديث التي وردت في التماسها في العشر الأواخر من رمضان، وتؤكد أنها في الأوتار ومنحصرة فيها.

والأشهر والأظهر عند المالكية أنها ليلة السابع والعشرين.

وبهذا يقول الحنابلة، فقد صرح البهوتي بأن أرجاها ليلة سبع وعشرين نصا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۳۶۴و ۳۶۵،مادة"ليلة القدر "حرف اللام)

۱؎ القول الثاني :قال ابن عابدين :ليلة القدر دائرة مع رمضان، بمعنى أنها توجد كلما وجد، فهي مختصة به عند الإمام وصاحبيه، لكنها عندهما في ليلة معينة منه، وعنده لا تتعين .

وقال الطحطاوي :ذهب الأكثر إلى أن ليلة القدر ليلة سبع وعشرين، وهو قول ابن عباس وجماعة من الصحابة رضي الله عنهم، ونسبه العيني في شرح البخاري إلى الصاحبين.

القول الثالث :قال النووي :مذهب الشافعية وجمهور أصحابنا أنها منحصرة في العشر الأواخر من رمضان مبهمة علينا، ولكنها في ليلة معينة في نفس الأمر لا تنتقل عنها ولا تزال من تلك الليلة إلى يوم القيامة، وكل ليالي العشر الأواخر محتملة لها، لكن ليالي الوتر أرجاها، وأرجى الوتر عند الشافعي ليلة الحادي والعشرين، وقال الشافعي في موضع إلى ثلاثة وعشرين، وقال البندنيجي : مذهب الشافعي أن أرجاها ليلة إحدى وعشرين، وقال في القديم :ليلة إحدى وعشرين أو ثلاث وعشرين فهما أرجى لياليها عنده، وبعدهما ليلة سبع وعشرين .هذا هو المشهور في المذهب أنها منحصرة في العشر الأواخر من رمضان .

وقال الشربيني الخطيب .:وقال ابن عباس وأبي رضي الله عنهم :هي ليلة سبع وعشرين وهو مذهب أكثر أهل العلم.

القول الرابع :أنها أول ليلة من رمضان، وهو قول أبي رزين العقيلي الصحابي لقول أنس رضي الله عنه :ليلة القدر أول ليلة من رمضان، نقلها عنهما ابن حجر.

القول الخامس :أنها ليلة سبع عشرة من رمضان، روى ابن أبي شيبة والطبراني من حديث زيد بن أرقم رضي الله عنه قال :ما أشك ولا أمترى أنها ليلة سبع عشرة من رمضان ليلة أنزل القرآن، وروى ذلك عن ابن مسعود رضي الله عنه بحجة أنها هي الليلة التي كانت في صبيحتها وقعة بدر ونزل فيها القرآن لقوله تعالى :(وما أنزلنا على عبدنا يوم الفرقان يوم التقى الجمعان)، وهو ما يتوافق تماما مع قوله تعالى في ليلة القدر :(إنا أنزلناه في ليلة القدر).

القول السادس :أنها مبهمة في العشر الأوسط، حكاه النووي وقال به بعض الشافعية وهو قول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جمہور کے موقف کی کئی احادیث وروایات سے تائید ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :تَحَرَّوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۰۱۷، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الأواخر فیه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃُ القدر کو تلاش کرو، رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں (بخاری)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للمالكية وعزاه الطبرى إلى عثمان بن أبى العاص رضى الله عنه والحسن البصرى.

القول السابع :أنها ليلة تسع عشرة، قال ابن حجر :رواه عبد الرزاق عن على رضى الله عنه وعزاه الطبرى لزيد بن ثابت وابن مسعود رضى الله عنهما ووصله الطحاوى عن ابن مسعود رضى الله عنه.

القول الثامن :أنها متنقلة فى ليالى العشر الأواخر تنتقل فى بعض السنين إلى ليلة وفى بعضها إلى غيرها، وذلك جمعا بين الأحاديث التى وردت فى تحديدها فى ليال مختلفة من شهر رمضان عامة ومن العشر الأواخر خاصة، لأنه لا طريق إلى الجمع بين تلك الأحاديث إلا بالقول بأنها متنقلة، وأن النبى صلى الله عليه وسلم كان يجيب على نحو ما يسأل، فعلى هذا كانت فى السنة التى رأى أبو سعيد رضى الله عنه النبى صلى الله عليه وسلم يسجد فى الماء والطين ليلة إحدى وعشرين . ، وفى السنة التى أمر عبد الله بن أنيس بأن ينزل من البادية ليصلى فى المسجد ليلة ثلاث وعشرين ، وفى السنة التى رأى أبى بن كعب رضى الله عنه علامتها ليلة سبع وعشرين ، وقد ترى علامتها فى غير هذه الليالى، وهذا قول مالك وأحمد والثورى وإسحاق وأبى ثور وأبى قلابة والمزنى وصاحبه أبى بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة والماوردى وابن حجر العسقلانى من الشافعية، وقال النووى: وهذا هو الظاهر المختار، لتعارض الأحاديث الصحيحة فى ذلك ولا طريق إلى الجمع بين الأحاديث إلا بانتقالها.

وقيل :إن ليلة القدر متنقلة فى شهر رمضان كله .

قال بعض أهل العلم :أبهم الله تعالى هذه الليلة على الأمة ليجتهدوا فى طلبها،

ويجدوا فى العبادة طمعا فى إدراكها كما أخفى ساعة الإجابة فى يوم الجمعة ليكثروا من الدعاء فى اليوم كله، وأخفى اسمه الأعظم فى الأسماء ، ورضاه فى الطاعات ليجتهدوا فى جميعها، وأخفى الأجل وقيام الساعة ليجد الناس فى العمل حذرا منهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۳۶۵، الیٰ ۳۶۷،مادة"ليلةا لقدر "حرف اللام)

یعنی لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ،وَيَقُوْلُ :تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (صحيح البخارى،رقم الحديث ٢٠٢٠، كتاب فضل ليلة القدر،باب تحرى ليلة القدر فى الوتر من العشر الأواخر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ لیلۃ القدر کو تلاش کرو، رمضان کی آخری دس راتوں میں (بخاری)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِلْتَمِسُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٨٠٩) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لیلۃ القدر کو (رمضان کے) آخری عشرہ میں تلاش کرو (مسند احمد)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور کی بات ہے، جب آپ کو یہ بتلا دیا گیا تھا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے، ورنہ شروع میں آپ نے رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرہ میں بھی شبِ قدر کو تلاش کرنے کے لئے اعتکاف فرمایا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک آخری عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے، خواہ مہینہ انتیس دن کا ہو، یا تیس دن کا ہو۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اور اسی وقت رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کا بھی وقت ہوتا ہے۔
اس حساب سے مذکورہ حدیث کے مطابق لیلۃ القدر کی تلاش اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس، انتیس ویں راتوں میں کرنا چاہئے۔ [1]

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَخْبِرْنَا عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:هِيَ فِيْ رَمَضَانَ اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ ؛ فَإِنَّهَا وِتْرٌ:فِيْ إِحْدَى وَّعِشْرِينَ، أَوْ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِينَ، أَوْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ، أَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِينَ، أَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِينَ، أَوْ فِيْ آخِرِ لَيْلَةٍ، فَمَنْ قَامَهَا إِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٧٤١) [2]

---

[1] چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:
وفى الباب عن عمر، وأبى، وجابر بن سمرة، وجابر بن عبد الله، وابن عمر، والفلتان بن عاصم، وأنس، وأبى سعيد، وعبد الله بن أنيس، وأبى بكرة، وابن عباس، وبلال، وعبادة بن الصامت :.حديث عائشة حديث حسن صحيح، وقولها: يجاور يعنى: يعتكف وأكثر الروايات عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: التمسوها فى العشر الأواخر فى كل وتر، وروى عن النبى صلى الله عليه وسلم فى ليلة القدر أنها ليلة إحدى وعشرين، وليلة ثلاث وعشرين، وخمس وعشرين، وسبع وعشرين، وتسع وعشرين، وآخر ليلة من رمضان :.قال الشافعى: " كأن هذا عندى والله أعلم أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يجيب على نحو ما يسأل عنه، يقال له نلتمسها فى ليلة كذا؟ فيقول: التمسوها فى ليلة كذا .قال الشافعى: وأقوى الروايات عندى فيها ليلة إحدى وعشرين :.وقد روى عن أبى بن كعب أنه: " كان يحلف أنها ليلة سبع وعشرين، ويقول: أخبرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بعلامتها فعددنا وحفظنا "، وروى عن أبى قلابة أنه قال: ليلة القدر تنتقل فى العشر الأواخر، حدثنا بذلك عبد بن حميد قال: أخبرنا عبد الرزاق، عن معمر، عن أيوب، عن أبى قلابة بهذا(سنن الترمذى،تحت رقم الحديث ٧٩٢،باب ما جاء فى ليلة القدر)

[2] **قال شعيب الارنؤوط : حديث حسن دون قوله " :أو فى آخر ليلة "ودون قوله " :وما تأخر"(حاشية مسند احمد)**

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! ہمیں لیلۃ القدر کے بارے میں خبر دیجئے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رمضان میں ہوتی ہے، تم اس کو آخری عشرے میں تلاش کرو، وہ اس کی طاق راتوں میں اکیسویں، یا تیئیسویں، یا پچیسویں، یا ستائیسویں، یا انتیسویں، یا آخری رات میں ہوتی ہے۔

پس جس نے ان راتوں میں ایمان اور ثواب حاصل کرنے کے لئے (یعنی ایمان کی حالت میں اور ریا کاری سے بچ کر اخلاص کے ساتھ) قیام کیا (یعنی عبادت کی) تو اس کے اگلے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (مسند احمد)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ،ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِيْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلٰى سُدَّتِهَا حَصِيْرٌ ،قَالَ: فَأَخَذَ الْحَصِيْرَ بِيَدِهِ فَنَحَّاهَا فِيْ نَاحِيَةِ الْقُبَّةِ ،ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهُ ،فَكَلَّمَ النَّاسَ فَدَنَوْا مِنْهُ، فَقَالَ: إِنِّيْ اِعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ ، أَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ ،ثُمَّ أُتِيْتُ، فَقِيْلَ لِيْ: إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَعْتَكِفَ فَلْيَعْتَكِفْ، فَاعْتَكَفَ النَّاسُ مَعَهُ ،قَالَ: وَإِنِّيْ أُرِيْتُهَا لَيْلَةَ وِتْرٍ، وَأَنِّيْ أَسْجُدُ صَبِيْحَتَهَا فِيْ طِيْنٍ وَمَاءٍ،فَأَصْبَحَ مِنْ لَيْلَةِ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ، وَقَدْ قَامَ إِلَى الصُّبْحِ ،فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ ،فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ ،فَأَبْصَرْتُ الطِّيْنَ وَالْمَاءَ، فَخَرَجَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ ،وَجَبِيْنُهُ وَرَوْثَةُ أَنْفِهِ فِيْهِمَا، الطِّيْنُ وَالْمَاءُ، وَإِذَا هِيَ لَيْلَةُ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ (صحیح مسلم، رقم الحديث ١١٦٧ "٢١٥" كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا، پھر آپ نے ترکی خیمہ میں درمیان کے عشرے کا اعتکاف فرمایا، اس خیمہ کے دروازے پر ایک چٹائی لگی ہوئی تھی، آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی، اور خیمہ کے ایک کونے میں کردی۔

پھر اپنا سر نکالا، اور لوگوں سے کلام فرمایا، تو لوگ آپ کے قریب آ گئے، تب آپ نے فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لئے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر (اسی مقصد سے) دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر میرے پاس (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یہ پیغام آیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے۔

لہٰذا تم لوگوں میں سے، جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے، وہ آخری عشرے کا اعتکاف کرے، پھر لوگوں نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر طاق رات میں دکھادی گئی تھی، اور میں نے یہ دیکھا ہے کہ میں لیلۃ القدر کی صبح کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کررہا ہوں گا (یعنی لیلۃ القدر ایسی رات ہوگی، جس میں میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے گا، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں؛ وہ فرماتے ہیں کہ) پھر جب اکیسویں رات آئی، تو آپ نے صبح تک عبادت کی، اور اس رات بارش ہوئی، اور مسجد میں پانی ٹپکا، اور میں نے مٹی اور پانی (کیچڑ) کو دیکھا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ کی پیشانی مبارک اور ناک پر مٹی اور پانی (کیچڑ) لگا ہوا تھا، اور یہ آخری عشرہ کی اکیسویں رات تھی (صحیح مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں پہلے عشرہ کا، اور اس کے بعد دوسرے عشرہ کا اعتکاف فرمایا تھا، اور وہ لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لئے تھا، پھر آپ کو

بتلایا گیا کہ وہ آخری عشرہ میں ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

اِعْتَکَفَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأُوَلَ مِنْ رَمَضَانَ، فَقِیْلَ لَہٗ: إِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ أَمَامَکَ ، فَاعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ ، فَقِیْلَ لَہٗ: إِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ أَمَامَکَ ، فَاعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :اَلْتَمِسُوْھَا فِی الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِیْ وِتْرٍ ، یَعْنِی لَیْلَةَ الْقَدْرِ (مصنف عبدالرزاق،رقم الحدیث ٧٦٨٣، کتاب الصیام، باب لیلة القدر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا، کہ جس چیز کو آپ طلب کر رہے ہیں (یعنی لیلۃ القدر) وہ آپ سے آگے ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے درمیانی عشرہ کا اعتکاف فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا، کہ جس چیز کو آپ طلب کر رہے ہیں (یعنی لیلۃ القدر) وہ آپ سے آگے ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا (جس میں آپ کو لیلۃ القدر بتلادی گئی) اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو (عبدالرزاق)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْتَکَفَ أَوَّلَ سَنَةٍ الْعَشْرَ الْأُوَلَ، ثُمَّ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، ثُمَّ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَالَ :إِنِّیْ رَأَیْتُ لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِیْھَا فَأُنْسِیْتُھَا، فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِیْھِنَّ حَتّٰی تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۹۴، ج۲۳ص ۴۱۲، مسند النساء) ؎۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سال رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا اور پھر فرمایا کہ میں نے اس آخری عشرہ (کی مخصوص رات) میں لیلۃ القدر کو دیکھا تھا، پھر مجھ سے وہ بھلادی گئی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وفات تک آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے رہے (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں مسنون اعتکاف کا اہم فائدہ وحکمت لیلۃ القدر کی فضیلت کا حاصل کرنا ہے۔

چنانچہ جب تک آپ کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے، اس وقت تک آپ نے لیلۃ القدر کی تلاش میں پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف فرمایا۔

اور جب آپ کو یہ بتادیا گیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں آئے گی تو آپ نے آخری عشرے کا اعتکاف خود بھی فرمایا اور دوسرے حضرات کو بھی اس کی ترغیب دی۔ ؎۲

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَ: خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَكُمْ،

؎۱ قال الهيثمي:
رواه الطبراني في الكبير، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، ج۳ص ۱۷۳، تحت رقم الحديث ۵۰۲۴، باب الاعتكاف)

؎۲ ممکن ہے کہ جب تک آپ کو لیلۃ القدر کے بارے میں آخری عشرہ میں ہونے کے متعلق نہیں بتلایا گیا تھا، اس وقت تک آپ لیلۃ القدر کے مطلق رمضان میں ہونے کی تعلیم دیتے ہوں، اور اسی دور کی روایات کی بنیاد پر بعض حضرات نے لیلۃ القدر کے بارے میں مطلق رمضان میں ہونے کا قول کیا ہو، لیکن ظاہر ہے کہ یہ پہلے دور کی بات ہے، اس لئے دلائل کی رُو سے لیلۃ القدر کا آخری عشرہ میں ہونا ہی راجح ہے، واللہ أعلم۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ، وَالسَّابِعَةِ، وَالْخَامِسَةِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٠٢٣، كتاب فضل ليلة القدر، باب رفع معرفة ليلة القدر لتلاحى الناس)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اس لئے باہر تشریف لائے کہ ہمیں لیلۃ القدر کی اطلاع فرمادیں، مگر (اس وقت) دومسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی اطلاع دوں، مگر فلاں فلاں میں جھگڑا ہو رہا تھا، جس کی وجہ سے اُس کی تعیین (میرے ذہن سے) اُٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اُٹھالینا، تمہارے لئے بہتر ہو، لہٰذا اب اس رات کو انتیسویں، ستائیسویں اور پچیسویں رات میں تلاش کرو (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر بُرا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے لیلۃ القدر کی تعیین اُٹھالی، یعنی کس رات کو لیلۃ القدر ہے، مخصوص کر کے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا، وہ قلب اور دِل سے اٹھالیا گیا۔

اگرچہ بعض وجوہ سے اس میں بھی امت کا فائدہ ہو گیا، لیکن اس کا سبب آپس کا جھگڑا بن گیا جس سے آپس میں جھگڑے کی بُرائی کا پتہ چلا۔

حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ذُكِرَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ عِنْدَ أَبِي بَكْرَةَ فَقَالَ مَا أَنَا بِطَالِبِهَا إِلَّا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ الْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ تِسْعٍ يَبْقَيْنَ أَوْ سَبْعٍ يَبْقَيْنَ أَوْ خَمْسٍ يَبْقَيْنَ أَوْ ثَلَاثٍ يَبْقَيْنَ أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٤٠٤) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے لیلۃ القدر کا ذکر کیا گیا، تو انہوں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے بعد اس کو آخری عشرے میں ہی تلاش کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو آخری عشرے میں تلاش کرو، اکیسویں رات میں، یا تیئسویں رات میں، یا پچیسیوں رات میں، یا ستائیسویں رات میں، یا آخری رات میں تلاش کرو (مسند احمد)

گزشتہ احادیث سے یہ واضح ہو چکا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں بھی لیلۃ القدر کے پائے جانے کا زیادہ اور غالب امکان ہے۔

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں حسبِ موقع مخصوص راتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، اور ان کو مختلف صحابہ کرام نے ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١١٦٥ "٢٠٦" كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر والحث على طلبها)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری سات راتوں میں (یعنی تیئس سے لے کر آخر تک) (مسلم)

اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ: لَيْلَةُ الْقَدْرِ، لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ١٣٨٦، كتاب الصلاة، باب من قال سبع وعشرون) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ لیلۃ القدر

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح. وقد صححه ابنُ عبد البر فی "التمهيد(حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

رمضان کی ستائیسویں رات ہے (ابوداؤد)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيُّ لَيْلَةٍ هِيَ،هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِيَامِهَا ،هِيَ لَيْلَةُ صَبِيحَةِ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ

(صحيح مسلم، رقم الحديث ٧٦٢"١٧٩"كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح)

ترجمہ: اور اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ کون سی رات لیلۃُ القدر کی رات ہے، جس میں عبادت کرنے کا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے، وہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے (مسلم)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا ،فَلْيَتَحَرَّهَا لَيْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ ،وَقَالَ :تَحَرَّوْهَا لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ ،يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ (مسند احمد رقم الحديث ٤٨٠٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لیلۃُ القدر کو تلاش کرنا چاہے، تو اسے ستائیسویں رات میں تلاش کرنا چاہئے، اور فرمایا کہ لیلۃُ القدر کو ستائیسویں رات میں تلاش کرو (مسند احمد)

اس کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین رحمہم اللہ سے بھی ستائیسویں رات کا لیلۃُ القدر ہونا، منقول ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ دوسری احادیث وروایات کے پیشِ نظر آخری عشرہ کی دیگر راتوں اور خاص طور سے طاق راتوں میں لیلۃُ القدر کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا، اس لئے لیلۃُ القدر کو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

حاصل کرنے کے لئے رمضان کے آخری عشرہ کی سب راتوں کواور خصوصاً طاق راتوں کواور بالاخص ستائیسویں رات کو لیلۃُ القدر کی زیادہ امید رکھتے ہوئے عبادت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ بار باراس نعمت سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

ایک شبہ کا ازالہ......: یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ آج کل مختلف ملکوں میں قمری تاریخ میں اختلاف ہوتا ہے،تو جو رات مثلاً یہاں ستائیسویں ہوگی، وہ کسی دوسری جگہ اٹھائیسویں ہوگی،تو کیا لیلۃُ القدر دو ہوں گی، یا ایک؟اور اگر ایک ہوگی،تو کس جگہ کی تاریخ کا اعتبار ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب اختلافِ مطالع (چاند نظر آنے کے اختلاف) کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں لیلۃُ القدر مختلف دنوں میں ہو،تو ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات لیلۃُ القدر قرار پائے گی،اس جگہ اسی رات میں لیلۃُ القدر کی برکات حاصل ہوں گی۔

جیسا کہ مختلف نمازوں کے اوقات اور تہجد وغیرہ کا مبارک وقت ہر علاقے کے لحاظ سے ہی وہاں کے باشندوں کے لئے معتبر ہوتا ہے،لہٰذا اس میں کوئی اشکال نہیں، ہر شخص کو اپنے یہاں کے حساب سے عبادت کا اہتمام کرنا چاہیے،اور اگر آخری مکمل عشرہ میں عبادت کا اہتمام کرے گا،تو پھر مذکورہ تاریخ کے فرق کا بھی کافی حد تک ازالہ ہوجائے گا۔

لیلۃُ القدر کی علامات

بعض روایات میں لیلۃُ القدر کی کچھ علامات اور نشانیوں کا ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي النِّصْفِ مِنَ السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، تَطْلُعُ الشَّمْسُ غَدَاتَئِذٍ صَافِيَةً، لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ ، فَنَظَرْتُ إِلَيْهَا فَوَجَدْتُهَا كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند أحمد، رقم الحديث ۳۸۵۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر رمضان کی آخری سات راتوں کے نصف (یعنی آدھے) میں ہوتی ہے (اور آخری سات راتوں کے نصف میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ تیئسویں سے انتیسویں تاریخ کے درمیان میں ہوتی ہے) اور اس رات کے بعد جب صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے، تو وہ صاف ہوتا ہے، اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی، میں نے اس رات میں سورج کو دیکھا تو میں نے اسے اسی طرح پایا، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا (مسند احمد)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت میں بھی اس طرح کا مضمون مروی ہے۔ [2]

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَظَرْتُ إِلَى الْقَمَرِ صَبِيْحَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَرَأَيْتُهُ كَأَنَّهُ فِلْقُ جَفْنَةٍ، وَقَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: إِنَّمَا يَكُوْنُ الْقَمَرُ كَذَاكَ صَبِيْحَةَ لَيْلَةِ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۳۱۲۹) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر کی صبح کو چاند کی طرف دیکھا، تو وہ آدھے پیالے کی طرح تھا، ابو اسحاق کہتے ہیں کہ چاند کی یہ صورت

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] حدثنا أبو معاوية ، عن الأعمش ، عن إبراهيم ، عن الأسود ، عن عبد الله ، قال : تحروا ليلة القدر لسبع تبقى ، تحروها لتسع تبقى ، تحروها لإحدى عشرة تبقى صبيحة بدر ، فإن الشمس تطلع كل يوم بين قرني شيطان إلا صبيحة بدر فإنها تطلع بيضاء ليس لها شعاع (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ۸۷۶۲، كتاب الصلاة، فى ليلة القدر ، أى ليلة هى ؟)

[3] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير صحابيه (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

تئیسویں شب کو ہوتی ہے (مسند احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ كَأَنَّهُ شِقُّ جَفْنَةٍ (مسند أبی یعلیٰ، رقم الحدیث ۵۲۵، مسند علی بن أبی طالب رضی الله عنه) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر میں چاند کو دیکھا، گویا کہ وہ آدھے پیالے کے ٹکڑے کی طرح تھا (ابو یعلیٰ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي كُنْتُ أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ نُسِّيْتُهَا، وَهِيَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، وَهِيَ طَلْقَةٌ بَلْجَةٌ، لَا حَارَّةٌ وَلَا بَارِدَةٌ كَأَنَّ فِيْهَا قَمَرًا يَفْضَحُ كَوَاكِبَهَا (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۳۶۸۸، ج۴ ص ۴۴۴، کتاب الصوم، باب الاعتکاف ولیلة القدر) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا، پھر میں اُس کو بھول گیا، اور وہ آخری عشرہ میں ہوتی ہے، اور وہ درمیانی ومعتدل رات ہوتی ہے، نہ گرم ہوتی ہے، اور نہ ٹھنڈی، گویا کہ اُس رات میں چاند اپنے ستاروں کو مغلوب کر دیتا ہے (یعنی چاند کی روشنی زیادہ ہوتی ہے) (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ: لَيْلَةٌ طَلْقَةٌ، لَا

---

۱ قال حسین سلیم اسد الدارانی:
إسناده حسن (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

۲ قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح بشواهده (حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

حَارَّةٌ وَلَا بَارِدَةٌ، تُصْبِحُ الشَّمْسُ يَوْمَهَا حَمْرَاءَ ضَعِيفَةً (صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ٢١٩٢، كتاب الصيام، باب حمرة الشمس عند طلوعها وضعفها صبيحة ليلة القدر) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ رات معتدل ہوتی ہے، نہ گرم ہوتی ہے، اور نہ ٹھنڈی، اُس دن کا سورج صبح کے وقت ہلکا سُرخ نکلتا ہے (ابنِ خزیمہ)

اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةٌ بَلْجَةٌ سَمْحَةٌ، تَطْلُعُ شَمْسُهَا لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٨٧٧٠، كتاب الصلاة، باب فى ليلة القدر ، أى ليلة هى ؟)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر درمیانی اور ہلکی رات ہے، اُس دن سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے، گویا کہ اس کی شعاع نہیں ہے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَمَارَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَنَّهَا صَافِيَةٌ بَلْجَةٌ كَأَنَّ فِيهَا قَمَرًا سَاطِعًا سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَا بَرْدَ فِيهَا، وَلَا حَرَّ وَلَا يَحِلُّ لِكَوْكَبٍ أَنْ يُرْمٰى بِهٖ فِيهَا حَتّٰى تُصْبِحَ، وَإِنَّ أَمَارَتَهَا أَنَّ الشَّمْسَ صَبِيحَتَهَا تَخْرُجُ مُسْتَوِيَةً لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ مِثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا يَحِلُّ لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٧٦٥) [2]

---

[1] قال الألبانى: حديث صحيح لشواهده كما سبق (حاشية ابنِ خزيمة)

[2] قال شعيب الارنؤوط: الشطر الأول من الحديث حسن، قد سلف الكلام عليه برقم ٢٢٧١٣، وأما الشطر الثانى فمحتمل للتحسين لشواهده (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃُ القدر کی علامت یہ ہے کہ وہ رات روشن اور چمکدار ہوتی ہے، اس میں چاند کی روشنی بھی خوب اجلی ہوتی ہے، وہ رات پرسکون، گہری ہوتی ہے، زیادہ ٹھنڈی نہیں ہوتی، اس رات میں صبح تک ستارے (یعنی شہابِ ثاقب) توڑ کر نہیں مارے جاتے، نیز اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے، تو وہ سیدھا برابر نکلتا ہے، جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے، اور اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی، اور اس دن شیطان کے لئے سورج کے ساتھ نکلنا حلال نہیں ہوتا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث وروایات سے لیلۃُ القدر کی مجموعی طور پر مندرجہ ذیل علامات اور نشانیاں معلوم ہوئیں۔

ایک یہ کہ اس رات کو چاند خوب روشن ہوتا ہے۔

دوسری یہ کہ اس رات میں چاند، پیالے کے ٹکڑے کی طرح دکھائی دیتا ہے۔

تیسری یہ کہ یہ رات درمیانہ موسم کی طرح ہوتی ہے، نہ تو زیادہ گرم ہوتی اور نہ زیادہ ٹھنڈی ہوتی۔

چوتھی یہ کہ یہ رات پرسکون اور گہری ہوتی ہے۔

پانچویں یہ کہ اس رات میں ستارے توڑ کر (یعنی شہابِ ثاقب) نہیں مارے جاتے۔

چھٹی یہ کہ اس رات کے گذرنے کے بعد صبح کو سورج سیدھا برابر چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلتا ہے، مگر سورج کی تیز شعاعیں نہیں ہوتیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔

تاہم محدثین واہلِ علم نے فرمایا کہ لیلۃُ القدر میں ان علامات کا ہر ایک پر ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، مطلع فرمادیتا ہے۔ [1]

---

[1] علامات ليلة القدر:

قال العلماء: لليلة القدر علامات يراها من شاء الله من عباده في كل سنة من رمضان، لأن الأحاديث وأخبار الصالحين ورواياتهم تظاهرت عليها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص۳۶۷، مادة "ليلة القدر" حرف اللام)

اور اگرچہ بعض حضرات نے لیلۃ القدر کے فضائل کا حاصل ہونا،ان علامات پر موقوف قرار دے دیا ہے۔

لیکن راجح یہ ہے کہ لیلۃ القدر کے فضائل کا حصول اس قسم کی علامات پر موقوف نہیں، پھر بھی اللہ کسی کو اس قسم کی علامات پر مطلع کرے،تو سعادت کی بات ہے۔ [1]

اور اگر کسی کو اللہ تعالیٰ اس قسم کی علامت پر مطلع فرما دے،تو اس کو مخفی رکھنا مستحب ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی شبِ قدر پہلے اپنے رسول کو دکھلائی،اور پھر اس کے مخفی رکھنے میں مصلحت سمجھی۔ [2]

بہر حال ان علامات کے ضرورت سے زیادہ درپے ہونے کے بجائے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں لیلۃ القدر کی ممکنہ راتوں میں عبادت کرنی چاہیے،جس کے نتیجے میں ان شاء اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

---

[1] ما يشترط لنيل فضل ليلة القدر:
نص فقهاء المالكية والشافعية على مسألة اشتراط العلم بليلة القدر لنيل فضلها أو عدم اشتراطه واختلفوا فى ذلک.
فذهب بعض المالكية والشافعية إلى أنه لا ينال فضل ليلة القدر إلا من أطلعه الله عليها، فلو قام إنسان ولم يشعر بها لم ينل فضلها.
وقال آخرون من فقهاء المذهبين :إنه لا يشترط لنيل فضل ليلة القدر العلم بها، ويستحب التعبد فى كل ليالى العشر الأواخر من رمضان حتى يحوز الفضيلة على اليقين.
ورجح فقهاء المذهبين الرأى الثانى وقالوا :ومع ذلک فإن حال من اطلع على ليلة القدر أكمل وأتم فى الفضل إذا قام بوظائفها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص۳۶۷،مادة"ليلة القدر" حرف اللام)

[2] كتمان ليلة القدر:اتفق العلماء على أنه يستحب لمن رأى ليلة القدر أن يكتمها .
والحكمة فى كتمانها كما ذكرها ابن حجر نقلا عن الحاوى أنها كرامة والكرامة ينبغى كتمانها بلا خلاف بين أهل الطريق من جهة رؤية النفس، فلا يأمن السلب، ومن جهة أن لا يأمن الرياء ، ومن جهة الأدب فلا يتشاغل عن الشكر لله بالنظر إليها وذكرها للناس، ومن جهة أنه لا يأمن الحسد فيوقع غيره فى المحذور.
قال ابن حجر العسقلانى :ويستأنس له بقول يعقوب عليه وعلى نبينا الصلاة والسلام لابنه يوسف عليه السلام (يا بنى لا تقصص رؤياک على إخوتک فيكيدوا لک كيدا إن الشيطان للإنسان عدو مبين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص۳۶۸،مادة"ليلةا لقدر "حرف اللام)

البتہ اگر اللہ تعالیٰ کسی خاص بندہ پر ان میں سے کوئی علامت ظاہر فرمادے، تو اس کا بھی انکار نہیں۔

لیلۃُ القدر کو متعین نہ کرنے کی حکمتیں

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر اہم اور فضیلت والی رات کو متعین کر کے کیوں نہیں بتلا دیا گیا، اس کے مخفی رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے مخفی رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں، جن کا جاننا ہمارے لئے ضروری نہیں۔

جیسا کہ خود رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ شاید اس رات کے بھلا دیئے جانے میں ہمارے لئے خیر ہو۔

اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِيْ بِلَيْلَةٍ يُبْتَغٰى فِيْهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ، فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ يَّنْزِلَ النَّاسُ الصَّلَاةَ إِلَّا تِلْكَ اللَّيْلَةَ لَأَخْبَرْتُكَ، وَلٰكِنِ ابْتَغِهَا فِيْ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الشَّهْرِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٣٤٢، ج١٣ ص١٣٨، باب العين) [1]

ترجمہ: انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اس رات کی خبر دیدیجئے، جس میں لیلۃُ القدر کو تلاش کیا جائے؟ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ نماز (وعبادت) کو اسی رات کے ساتھ خاص نہ کرلیتے، تو میں آپ کو بتلا دیتا، البتہ آپ لیلۃُ القدر کو مہینے کی تیئسویں رات میں تلاش کریں (طبرانی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر لیلۃُ القدر کی تعیین باقی رہتی، تو بہت سے لوگ دوسری

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥٠٦٢، باب فی ليلة القدر)

www.idaraghufran.org

راتوں میں عبادت کا اہتمام چھوڑ دیتے اور متعین نہ کرنے کی صورت میں کئی راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہوجاتی ہے، اور فضیلتِ شبِ قدر بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

اور بعض اہلِ علم حضرات نے لیلۃ القدر کو متعین کرکے نہ بتانے کی دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو گناہ کیے بغیر نہیں رہتے، متعین کرنے کی صورت میں لیلۃ القدر کے معلوم ہونے کے باوجود اگر گناہ کیے جاتے، تو یہ بات سخت خطرناک تھی۔

تیسری وجہ بعض نے یہ بیان فرمائی کہ متعین کرنے کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقی طور پر چھوٹ جاتی، تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کی عبادت کرنا بشاشت اور کھلے دل کے ساتھ نصیب نہ ہوتا، اور اب رمضان کی آخری رات تک عبادت کرنے میں ایسی بات نہیں پائی جاتی۔

چوتھی وجہ بعض نے یہ بیان فرمائی کہ جتنی راتیں اس کی طلب اور جستجو میں خرچ ہوتی ہیں، ان سب کا مستقل علیٰحدہ ثواب ملتا ہے۔

پانچویں وجہ یہ بیان فرمائی کہ بندوں کی عبادت پر اللہ تعالیٰ فخر فرماتا ہے، متعین نہ کرنے کی صورت میں اس فخر کا موقع زیادہ ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے صرف احتمال پر رات بھر عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

جب صرف احتمال پر اتنی کوشش کررہے ہیں، تو اگر بتلادیا جاتا کہ یہی لیلۃ القدر ہے تو پھر ان کی عبادت اور کوشش کا کیا حال ہوتا۔

اور ان کے علاوہ لیلۃ القدر کو متعین نہ کرنے، یا متعین کرکے نہ بتانے میں اور بھی حکمتیں اور مصلحتیں ہوسکتی ہیں۔ و اللہ تعالیٰ أعلم۔ [1]

---

[1] قال العلماء: الحكمة فى إخفاء ليلة القدر ليحصل الاجتهاد فى التماسها، بخلاف ما لو عينت لها ليلة لاقتصر عليها كما تقدم نحوه فى ساعة الجمعة، وهذه الحكمة مطردة عند من يقول: إنها فى جميع السنة وفى جميع رمضان، أو فى جميع العشر الأخير، أو فى أوتاره خاصة، إلا أن الأول ثم الثانى أليق به(فتح البارى لابن حجر، ج۴، ص ۲۶۶، كتاب فضل ليلة القدر، باب تحرى ليلة القدر فى الوتر من العشر الأواخر)

لیلۃُ القدر سے محرومی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ رَمَضَانُ ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ هٰذَاالشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ ،وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ،مَنْ حُرِمَهَا ،فَقَدْحُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ ،وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا،اِلَّامَحْرُوْمٌ (سنن ابن ماجه،رقم الحديث ۱۶۴۴،ابواب الصيام، باب ماجاء فى فضل شهر رمضان) ؎

ترجمہ: رمضان کا مہینہ آنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس ایک مہینہ آیا ہے، جس میں ایک رات ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، گویا وہ ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا، اور اس (لیلۃُ القدر) کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا، مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے (ابنِ ماجہ)

اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃُ القدر سے محرومی بہت بڑی محرومی کی بات ہے، اس لئے ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ لیلۃُ القدر سے محروم لوگوں میں شامل نہ ہو، اور سال بھر میں سب سے قیمتی اور عظیم ترین رات کے انوار و برکات کو حاصل کرنے کی حتی الوسع کوشش کرے۔

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

اِخْتَارَ اللّٰهُ الْبِلَادَ، فَأَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ الْبَلَدُ الْحَرَامُ، وَاخْتَارَ الزَّمَانَ ،فَأَحَبُّ الزَّمَانِ إِلَى اللّٰهِ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ، وَأَحَبُّ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ إِلَى اللّٰهِ ذُو الْحِجَّةِ، وَأَحَبُّ ذَوِى الْحِجَّةِ إِلَى اللّٰهِ الْعَشْرُ

؎ قال شعيب الارنؤوط:حسن(حاشية سنن ابنِ ماجه)

قال المنذرى:رواه ابن ماجه وإسناده حسن إن شاء الله تعالى (الترغيب والترهيب ،ج ۲ ص ۶۰، كتاب الصوم، الترغيب فى الصوم مطلقا وما جاء فى فضله وفضل دعاء الصائم)

الْأَوَّلُ، وَاخْتَارَ اللّٰهُ الْأَيَّامَ، فَأَحَبُّ الْأَيَّامِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَاخْتَارَ اللَّيَالِيَ مِنْهَا ،فَأَحَبُّ اللَّيَالِي إِلَى اللّٰهِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، وَاخْتَارَ اللّٰهُ السَّاعَاتِ، فَأَحَبُّ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَى اللّٰهِ سَاعَاتُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ، وَاخْتَارَ اللّٰهُ الْكَلَامَ ،فَأَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ:لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ (تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزي، ج ا ص ۳۳۴، رقم الحديث ۳۲۶، ساعات الصلاة أفضل من غيرها، حلية الاولياء، الجزء السادس، صفحة ۱۵، تحت ترجمة كعب احبار")

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے شہروں کو چُنا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب شہر بلدِ حرام (یعنی وہ شہر جو کہ حرم کی حد میں واقع ہے جو کہ مکہ مکرمہ) ہے، اور اللہ تعالیٰ نے زمانوں کو چُنا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب زمانہ عظمت والے (چار) مہینے ہیں (یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) اور ان عظمت والے چار مہینوں میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ذی الحجہ کا مہینہ ہے، اور ذی الحجہ کے مہینے میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب پہلا عشرہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے دِنوں کو بھی چُنا، اور دِنوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب جمعہ کا دن ہے، اور اللہ تعالیٰ نے راتوں کو بھی چُنا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب لیلۃ القدر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے (دن رات کی) ساعتوں اور گھڑیوں کو بھی چُنا، پس اللہ تعالیٰ کو دن رات کی سب سے زیادہ محبوب ساعتیں فرض نمازوں کی ساعتیں (یعنی فرض نمازوں کے اوقات) ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے کلام کو بھی چُنا، پس اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب کلام ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' اور ''سبحان اللہ'' اور ''الحمد للہ'' ہے (تعظیم قدر الصلاہ)

لیلۃُ القدر کی عبادت اور اس کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا ،غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (صحيح البخاری ، رقم الحديث ١٩٠١، كتاب الصوم،باب من صام رمضان إيمانا واحتسابا ونية)

ترجمہ: جس نے لیلۃُ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا (یعنی عبادت کی) اس کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جائیں گے

(بخاری)

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَمَنْ قَامَهَا إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٧٤١) [1]

ترجمہ: جس نے لیلۃُ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا (یعنی عبادت کی) اس کے اگلے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جائیں گے

(مسند احمد)

حدیث میں جو قیام کرنے کا لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کرے، نماز پڑھے، تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول رہے۔

اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نیت میں اخلاص ہو اور اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی نیت ہو، ریاء، دکھلاوا وغیرہ نہ ہو۔

رہی یہ بات کہ ان راتوں میں کونسی عبادت کرنا زیادہ بہتر ہے؟ تو اس سلسلے میں بعض حضرات

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن(حاشية مسند احمد)

نے فرمایا کہ سب سے بہتر اس رات میں نفلیں پڑھنا ہے، کیونکہ ان راتوں میں قیام کی فضیلت آئی ہے اور قیام نفلوں میں ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس رات میں دعاء کے ساتھ مشغول ہونا ،زیادہ بہتر ہے بنسبت دوسری عبادات کے (کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات میں دعاء کی تلقین فرمائی تھی ،جیسا کہ آگے آرہا ہے)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف دعاء نہیں ، بلکہ مختلف عبادات میں جمع کرنا افضل ہے، مثلاً تلاوت ،نماز ، دعاء وغیرہ ،اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب امور منقول ہیں۔

بہرحال پابندی کسی عبادت ،اور وقت کی نہیں، جتنی دیر جاگنا ہے، اگر اس میں کچھ حصہ نفلیں پڑھنے میں اور کچھ حصہ قرآن مجید کی تلاوت میں اور کچھ حصہ ذکر وتسبیح میں اور کچھ حصہ توبہ واستغفار اور دعاء میں ، یا ان میں سے جن جن میں سہولت ہو، گزار دیا جائے، تو بہت بہتر ہے، بلاوجہ کی پابندی لگانے کی ضرورت نہیں۔ [1]

---

[1] إحياء ليلة القدر:
اتـفق الفقهاء على أنه يندب إحياء ليلة القدر لفعل النبى صلى الله عليه وسلم فقد روى أبـو سـعيـد الـخـدرى رضـى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جاور فى العشر الأواخر من رمضان ، ولـمـا ورد عـن عـائشة رضى الله عنها أن النبى صلى الله عليه وسلم كان إذا دخل العشر أحيا الليل وأيقظ أهله وشد المئزر ، والقصد منه إحياء ليلة القدر ولقوله صلى الله عليه وسلم :من قام ليلة القدر إيماناواحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه.

ويـكـون إحيـاء لـيـلة الـقـدر بـالصلاة وقراء ة القرآن والذكر والدعاء ، وغير ذلک من الأعـمـال الـصـالحة، وأن يكثر من دعاء :الـلـهـم إنـک عـفـو تـحـب العفو فاعف عنى، لحديث عائشة رضى الله عنها قالت :قلت :يا رسول الله أرأيت إن علمت أى ليلة ليلة الـقدر ما أقول فيها؟ قال :قولى :الـلـهـم إنـک عفو كريم تحب العفو فاعف عنى ، قال ابن علان :بعد ذكر هذا الحديث :فيـه إيماء إلى أن أهم المطالب انفكاک الإنسان من تبـعـات الـذنـوب وطهارته من دنس العيوب، فإن بالطهارة من ذلک يتأهل للانتظام فى سـلـک حـزب الـلـه وحـزب الـلـه هـم الـمـفـلـحـون(الـموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص ٣٦٢،مادة”ليلةا لقدر “حرف اللام)

لیلۃُ القدر کی خاص دعاء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَرَأَیْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَیُّ لَیْلَۃٍ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِیْھَا؟ قَالَ: قُوْلِیْ: اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ عُفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۵۱۳، ابواب الدعوات) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ کون سی رات لیلۃُ القدر ہے، تو میں اس میں کیا کہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہ کہیں کہ:

"اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ عُفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ"

اے اللہ! آپ بہت معاف فرمانے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، تو آپ مجھ معاف فرمادیجئے (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے معافی کی دعاء کی تلقین وتعلیم فرمائی، کیونکہ جس کو معافی حاصل ہوگئی، اس کو اصل مقصد حاصل ہوگیا۔

بات دراصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے، وہاں کام اللہ تعالیٰ کی بخشش اور معافی سے چلے گا، اگر معافی نہ ہوئی اور اللہ نہ کرے عذاب میں گرفتار ہوئے، تو دنیا کی ہر نعمت اور لذت اور دولت وثروت بے کار ہوگی، اس لئے اصل چیز معافی ومغفرت ہی ہے۔

یہ نہایت جامع دعاء ہے، اور اس میں یہ آسانی بھی ہے کہ ہر شخص کو سفر وحضر، یہاں تک کہ کام کاج کے دوران بھی پڑھنا آسان ہے، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ خواتین بھی مخصوص ایام میں

[1] قال الترمذی: ھذا حدیث حسن صحیح.

بلاتردد اس دعاء کا اہتمام کر کے شبِ قدر کی عظیم الشان فضیلت کو حاصل کرسکتی ہیں۔ [1]

لیلۃُ القدر میں تمام رات جاگنا، یا عبادت کرنا ضروری نہیں

لیلۃُ القدر میں تمام رات جاگنا ضروری نہیں، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لیلۃُ القدر میں تمام رات جاگنا ضروری ہے، ورنہ اس کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔

یہ بات صحیح نہیں، بلکہ اگر کوئی اس رات میں گناہوں سے بچتے ہوئے، دوسرے دنوں کی بنسبت تھوڑی سی زیادہ عبادت کرلے، اس کو بھی لیلۃُ القدر کی فضیلت کا حصہ حاصل ہوجائے گا۔

جو شخص عشاء اور فجر جماعت کے ساتھ پڑھے، یا عشاء کے بعد چار رکعت پڑھ لے، اسے اس رات کی مبارک عبادت سے بڑا حصہ مل جاتا ہے۔

عشاء کی نماز بھی کیونکہ رات کی عبادت ہے، اس لئے اس کو باجماعت پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام ہے کہ رات کا بڑا حصہ عبادت میں شمار کرلیا جاتا ہے، اور پھر دن کے اول حصہ میں فجر پڑھنے پر رات کا دوسرا بڑا حصہ عبادت میں شمار ہوجاتا ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ ،فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ (صحيح مسلم،رقم الحديث ٦٥٦"٢٦٠"كتاب الصلاة، باب فضل صلاة العشاء والصبح فى جماعة)

---

[1] (أقول فيها؟ قال :قولى اللهم إنک عفو) بصيغة فعول الموضوعة للمبالغة لأبلغية عفوه سبحانه كيفا وكما يعفو عن الكبائر غير الشرک، وعنه بعد الإسلام وعما لا يعلم عدده سواه (تحب العفو) خبر بعد خبر أو حال من ضمير الخبر قبله أو جملة مستأنفة أتى بها إطناباً (فاعف عنى) وفيه إيماء إلى أن أهم المطالب انفكاک الإنسان من تبعات الذنوب وطهارته من دنس العيوب، فإن بالطهارة من ذلک يتأهل للانتظام فى سلک حزب الله وحزب الله هم المفلحون (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٦ص٦٥٧، تحت رقم الحديث ١١٩٥/٧، باب فضل قيام ليلة القدر)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا؛ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ اداء کرلی، تو گویا کہ اس نے آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے اداء کرلی، تو گویا کہ اس نے پوری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا (مسلم)

رات کو گُناہ سے بچ کر آرام کرنا اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنا ''حکمی عبادت'' ہے اور جاگ کر عبادت کرنا ''حقیقی عبادت'' ہے۔

اس لئے اگر کسی کو زیادہ توفیق نہ ہوسکے، اور عذر نہ ہو، تو اسے کم از کم عشاء اور فجر کی نماز باجماعت اداء کرنا چاہئے، اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور چند رکعات مزید عشاء کے بعد، یا رات کو جب بھی ممکن ہو، پڑھ لینا چاہئے۔ [1]

اور جماعت سے عذر ہو، یا عورتیں اپنے گھر میں وقت پر دونوں نمازوں کو اداء کرلیں، تو وہ بھی ان شاء اللہ اس فضیلت کو پالیں گے۔

اور اگر کوئی عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ لے، تو اس سے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ لیلۃُ القدر کی غیر معمولی فضیلت حاصل ہوجائے گی، کیونکہ تراویح، قیامِ رمضان میں داخل ہے، اور لیلۃُ القدر میں قیام کی فضیلت آئی ہے۔ [2]

---

[1] عن عبد الله بن عمرو قال: من صلى أربعا بعد العشاء كن كقدرهن من ليلة القدر (مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۷۳۵۱، كتاب الصلاة، فى أربع ركعات بعد العشاء)

[2] (من صلى العشاء فى جماعة) أى معهم (فكأنما قام نصف الليل) أى اشتغل بالعبادة إلى نصف الليل (ومن صلى الصبح فى جماعة فكأنما صلى الليل كله) نزل صلاة كل من طرفى الليل منزلة نوافل نصفه ولا يلزم منه أن يبلغ ثوابه ثواب من قام الليل كله لأن هذا تشبيه فى مطلق مقدار الثواب ولا يلزم من تشبيه الشىء بالشىء أخذه بجميع أحكامه ولو كان قدر الثواب سواء لم يكن لمصلى العشاء والفجر جماعة منفعة فى قيام الليل غير التعب ذكره البيضاوى .وقال الطيبى :لم يرد بقوله فكأنما صلى الليل كله ولم يقل قام ليشاكل قوله صلى الصبح (فيض القدير للمناوى، ج٦ص١٦٥، تحت رقم الحديث ۸۷۹۵، حرف الميم)

لیلۃُ القدر سے متعلق چند قابلِ توجہ باتیں

نفس اور شیطان کی عادت ہے کہ جتنا عظیم اور اہم عمل ہوتا ہے، اتنی ہی زیادہ اس میں خرابیاں پیدا کرنے اور لوگوں کو ثواب سے محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسی وجہ سے آج کے دور میں لیلۃُ القدر کے بارے میں بھی کئی بے اعتدالیاں پیدا ہوگئی ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(1)......لیلۃُ القدر کو حتمی طور پر ستائیسویں رات کے ساتھ خاص کرنا

(1)......بعض لوگوں نے لیلۃُ القدر کو حتمی طور پر ستائیسویں رات میں اس طرح خاص اور متعین کرلیا ہے کہ اس رات کے علاوہ کسی اور رات کے بارے میں لیلۃُ القدر ہونے کا ان کو خیال نہیں گزرتا، اسی وجہ سے صرف ستائیسویں رات میں جاگنے اور خاص عبادت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

یہ طریقہ لیلۃُ القدر کو متعین نہ کرنے کی حکمت کے خلاف ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

(2)......ستائیسویں رات کو عبادت کرکے گناہوں پر جرأت اور بے فکری

(2)......بعض لوگ لیلۃُ القدر کی فضیلت کو سامنے رکھتے ہوئے لیلۃُ القدر کی راتوں میں عبادت کا اہتمام کرکے بے فکر ہوجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب تو ہمارے نامۂ اعمال میں ہزاروں مہینوں سے زیادہ کی عبادت جمع ہوگئی ہے، اب ہمیں سارے سال اور ہمیشہ کے لئے نیک عمل کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کیا ضرورت ہے؟

حالانکہ لیلۃُ القدر کی فضیلت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ فضیلت حاصل کرنے کے بعد اب کسی عمل کے کرنے، یا گناہ سے بچنے کی ضرورت نہیں رہی۔

لیلۃُ القدر کی عبادت فرض، یا واجب کے درجہ میں نہیں آتی اور پوری زندگی کے فرائض اور واجبات اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام لیلۃُ القدر کی عبادت سے زیادہ ضروری ہے، لہٰذا

www.idaraghufran.org

لیلۃُ القدر کی عبادت کے ساتھ ساتھ حسبِ استطاعت دوسرے نیک اعمال اور شریعت کے ضروری احکام کا بجالانا اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا، اپنی جگہ پھر بھی ضروری ہے۔

(3)......لیلۃُ القدر میں جاگنے کو ضروری سمجھنا اور اس میں غلو کرنا

(3)......بعض لوگ لیلۃُ القدر میں جاگنے کو ہی ضروری سمجھتے ہیں، بلکہ کسی نہ کسی طرح جاگ کر وقت گزارنے کو عبادت اور لیلۃُ القدر کا حق سمجھتے ہیں خواہ جاگنے کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے مثلاً نسوار کھانی پڑے، لونگ، یا سیاہ مرچ وغیرہ چبانی پڑے، قہوہ، یا چائے پینی پڑے، یا پھر جو بھی طریقہ جاگنے کا ہو، اس کو اختیار کرنا پڑے، اور خواہ جاگ کر فجر کی نماز ہی قضاء ہو جائے، اسی وجہ سے اس رات کو جاگنے کی رات سمجھا ہوا ہے۔

حالانکہ صرف جاگ لینا عبادت نہیں، بلکہ بعض اوقات سونا، عبادت ہوتا ہے، اور بعض اوقات جاگنا عبادت ہوتا ہے، اگر جاگنا اللہ کے حکم کے مطابق ہو، تو وہ عبادت ہے، اور سونا اللہ کے حکم کے مطابق ہو، تو وہ بھی عبادت ہے۔

جس شخص نے لیلۃُ القدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے اور بروقت پڑھ لی، اس نے بھی اس رات کا ثواب پالیا، اور جو شخص جتنی عبادت اخلاص کے ساتھ کرے گا، زیادہ ثواب پائے گا (جیسا کہ گزشتہ احادیث سے معلوم ہو چکا)

خوب سمجھ لیجئے! کہ یہ رات عبادت کی رات ہے، صرف جاگنے کی رات نہیں، جتنی دیر اخلاص اور خوش دلی کے ساتھ جاگ کر عبادت ہو سکتی ہو، اتنی دیر عبادت کر لیں اور پھر اللہ کا نام لے کر سو جائیں اور صبح فجر کی نماز باجماعت اور اداء پڑھ لیں، اور اگر صبح انتہائے سحر سے کچھ پہلے وقت نکال کر تہجد کی نفلیں بھی پڑھ لیں، تو بہت اچھا ہے۔

(4)......لیلۃُ القدر میں مسجدوں کے اندر جمع ہونے کی خرابی

(4)......بعض لوگ اس رات میں مسجدوں کے اندر جمع ہو کر جاگنے اور عبادت کرنے کا اہتمام کرتے، اور اس کو بہت ضروری سمجھتے ہیں، جبکہ اول تو اس رات میں جاگنے اور عبادت کرنے

کے لئے مسجد میں جمع ہونا ضروری نہیں۔

بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک افضل یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی عبادت تنہا اپنے اپنے گھروں میں رہتے ہوئے کی جائے، کیونکہ اس رات کی عبادت اللہ تعالیٰ کے خاص دربار والی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرائض اور واجبات کے علاوہ نفلی عبادت عموماً گھر میں اداء فرمایا کرتے تھے، باوجودیکہ آپ کا حجرہ مبارکہ بہت چھوٹا تھا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوا کرتی تھیں اور آپ سجدے میں تشریف لے جاتے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاؤں سمیٹنے پڑتے تھے، جبکہ سوئے ہوئے اور آرام کرنے والے شخص کی بہت زیادہ رعایت کرنے کا حکم ہے۔

اور مسجدِ نبوی، جس میں ایک نماز کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ [1]

اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لیلۃ القدر وغیرہ کی راتوں میں نفلی عبادت کرنے کے لیے مسجدِ نبوی میں آنے کی ترغیب نہیں دی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں نفلی عبادت کا ماحول بنانے کو پسند فرمایا۔

اسی وجہ سے متعدد فقہائے کرام نے فضیلت کی راتوں میں مسجدوں میں جمع ہونے کو مکروہ فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " صلاة فى مسجدى هذا أفضل من ألف صلاة فيما سواه، إلا المسجد الحرام، وصلاة فى المسجد الحرام أفضل من مئة ألف صلاة "قال حسين: " فيما سواه "(مسند أحمد، رقم الحديث ١٤٦٩٤)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح من جهة حُسين بن محمد، وحسنٌ من جهة عبد الجبار ابن محمد(حاشية مسند احمد)

[2] ويكره الاجتماع على احياء ليلة من هذه الليالى فى المساجد (البحر الرائق ج ٢ ص ٥٦، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(ويكره الاجتماع على احياء ليلة من هذه الليالى)المتقدم ذكرها (فى المساجد) وغيرها لانه لم يفعله النبى صلى الله عليه وسلم ولااصحابه فانكره اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابى مليكة وفقهاء اهل المدينة واصحاب مالك وغيرهم وقالوا ذالک كله بدعة (مراقى الفلاح شرح نورالايضاح، ص ١٥١، كتاب الصلاة، باب فى النوافل)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور دوسری بات یہ ہے کہ آج کل مسجد میں ایسے اجتماع منکرات سے خالی نہیں ہوتے، لوگ مسجد میں لہوولعب، شوروشغب، دوسروں کی عبادت وآرام میں خلل، اور بعض دوسرے ایسے کام کرتے ہیں، جو مسجد کے احترام اور آداب اور شرعی تقاضوں کے خلاف ہوتے ہیں، جن سے ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق ہونا لازم آتا ہے۔

البتہ بعض فقہاء نے مبارک راتوں میں تکلفات سے پاک ہوکر اخلاص کے ساتھ مسجد میں عبادت کرنے، اور نماز میں مشغول ہونے کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ کوئی گناہ لازم نہ آئے، مثلاً کسی کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، اور مسجد میں شوروغوغا برپا نہ کیا جائے۔

(5)......دوست احباب کے ساتھ جمع ہوکر جاگنے کی خرابی

(5)......بعض لوگ اور خاص کر عورتیں دوست احباب، یا رشتہ داروں کے گھر کسی ایک جگہ اس رات کی عبادت اور جاگنے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر وقفہ وقفہ سے چائے اور قہووں کا دور چلتا ہے اور اِدھر اُدھر کی گپ شپ ہوتی ہے، جس میں اکثر لطف اندوزی مقصود بن جاتی ہے، اور اصل عبادت ایک ضمنی عمل بن جاتا ہے۔

یہ بھی غلو اور شریعت کے مزاج کے خلاف ہے، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔

پس صحیح اور عمدہ طریقہ یہی ہے کہ اپنے یہاں رہ کر تنہائی میں جتنی عبادت اخلاص کے ساتھ ہوجائے، غنیمت ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں گھنٹے شمار نہیں ہوتے، بلکہ عبادت میں اخلاص شمار ہوتا ہے، خواہ وہ اخلاص والی عبادت تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والثانی: أنه يكره الإجتماع فيها فى المساجد للصلاة والقصص والدعاء ولا يكره أن يصلى الرجل فيها لخاصة نفسه وهذا قول الأوزاعى إمام أهل الشام وفقيههم وعالمهم وهذا هو الأقرب إن شاء الله تعالى(لطائف المعارف ص۱۳۷،وظائف شهر شعبان، المجلس الثانى فى نصف شعبان)

ويحصل القيام بالصلاة نفلا فرادى من غير عدد مخصوص، وبقراءة القرآن، والأحاديث وسماعها، وبالتسبيح والثناء ، والصلاة والسلام على النبى -صلى الله عليه وسلم -الحاصل ذلك فى معظم الليل وقيل بساعة منه(ردالمحتار، ج۲ص۲۶، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

بعض لوگ اپنے گھروں میں تنہائی کے اندر عبادت کرنے میں یہ عذر کرتے ہیں کہ گھروں میں نیند آتی ہے، بچے تنگ کرتے ہیں، شور مچاتے ہیں۔

یہ بھی کوئی معقول عذر نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام نفل نمازوں کو گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔ [1]

اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ بات ملتی ہے کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور گھر کے بچے (حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہما وغیرہ) آپ کی کمر مبارک پر بیٹھ جاتے تھے۔ [2]

لیکن اس کے باوجود رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کا عذر فرما کر گھر کی عبادت کو ترک نہیں فرمایا، تو کیا کوئی شخص اپنی عبادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل سمجھ سکتا ہے؟

جہاں تک گھروں میں بچوں کے رونے ، یا شور کرنے کا تعلق ہے، تو بچوں کا کام رونا اور شور مچانا ہے، ان کا باقی دنوں کی طرح لیلۃ القدر کا عمل بھی یہی ہے، ان کو اپنا کام کرتے

---

[1] فعليكم بالصلاة في بيوتكم، فإن خير صلاة المرء في بيته إلا الصلاة المكتوبة(صحيح البخاري، رقم الحديث ٦١١٣،عن زيد بن ثابت)

[2] عن أبي هريرة قال: كنا نصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء، فإذا سجد وثب الحسن والحسين على ظهره، فإذا رفع رأسه، أخذهما بيده من خلفه أخذا رفيقا، فيضعهما على الأرض، فإذا عاد عادا، حتى قضى صلاته، أقعدهما على فخذيه، قال: فقمت إليه، فقلت: يا رسول الله، أردهما، فبرقت برقة، فقال لهما: " الحقا بأمكما ."قال: فمكث ضوؤها حتى دخلا(مسند احمد، رقم الحديث ١٠٦٥٩)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن من أجل كامل -وهو ابن العلاء أبو العلاء التميمي-، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح .أبو المنذر :هو إسماعيل بن عمر الواسطي، وأبو صالح :هو ذكوان السمان(حاشية مسند احمد)

عن أبي قتادة الأنصاري: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي وهو حامل أمامة بنت زينب، بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولأبي العاص بن ربيعة بن عبد شمس، فإذا سجد وضعها، وإذا قام حملها(صحيح البخاري، رقم الحديث ٥١٦، ابواب سترة المصلي،باب:إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة)

Idara Ghufran

رہنے دیجئے،اورآپ اپنا کام کیجئے۔

اندریں رہ می تراش ومی خراش تادمِ آخر دمے فارغ مباش

ان علائق کے ساتھ رہ کر عبادت میں لگنا ہی اصل کامیابی ہے، اسی وجہ سے اسلام میں رہبانیت اور مخلوق سے الگ تھلگ ہوکر عبادت کرنے کی اجازت نہیں۔

(6)......لیلۃُ القدر میں سپیکر وغیرہ چلاکرایذاءرسانی کرنا

(6)......بعض لوگ لیلۃُ القدر میں مسجدوں میں جمع ہوکراور بھی دوسرے گناہ کرتے ہیں،مثلاً اوپرکا اسپیکر چلاکراس میں نعت خوانی،قرآن مجید کی تلاوت اورتقریروں کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں،جس سے اہلِ محلّہ اوراہل علاقہ کوتکلیف ہوتی ہے اورعبادت میں خلل آتا ہے۔

(7)......لیلۃُ القدر میں مخصوص نمازیں پڑھنا

(7)......بعض لوگ اس رات میں خاص قسم کی عبادت کولیلۃُ القدر کی خاص عبادت سمجھتے ہیں، مثلاً بعض لوگوں نے مخصوص تعداد میں، مخصوص طریقہ پرنفلیں پڑھنے کومقصود، یاضروری سمجھا ہواہے۔

جبکہ شریعت کی جانب سے کوئی خاص عبادت، یانفلوں کی خاص مقداراورخاص طریقہ لیلۃُ القدر کے لئے مخصوص نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو ہرشخص کی اپنی سہولت اورطبیعت کے ذوق پرچھوڑ دیا گیا،خواہ کوئی نفلیں پڑھے، یا تلاوت کرے، یاذکروتسبیح میں مشغول رہے، یادرودشریف پڑھے، یااستغفار، یادعاءاورتوبہ میں مصروف رہے۔

ہرطرح سے عبادت کی جاسکتی ہے۔

حدیث میں لیلۃُ القدر کی ایک دعاء بھی آئی ہے، جوپیچھے گزرچکی، وہ بھی پڑھی جاسکتی ہے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس دعاء کے تلقین وتعلیم کئے جانے کی وجہ سے وہ بہت افضل ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہئے اوراس کوکسی خاص صورت میں

مخصوص کر کے تنگی نہیں پیدا کرنی چاہئے۔

(8)......رات میں جاگ کر فجر کی نماز، یا دن کے معمولات میں کوتاہی کرنا

(8)......بعض لوگ لیلۃُ القدر کی اکثر، یا ساری رات تو کسی نہ کسی طرح جاگ کر گذار دیتے ہیں، لیکن صبح کی نماز قضاء کر دیتے ہیں، یا جماعت چھوڑ دیتے ہیں، یا پھر صبح کی نماز میں جھومتے رہتے ہیں اور اس طرح نماز کا خشوع ختم ہو جاتا ہے، یا دن بھر کے اپنے فرائضِ منصبی (ملازمت وغیرہ) میں کوتاہی کرتے ہیں۔

یہ تمام باتیں حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، ہر چیز کو اپنے درجہ پر رکھنا چاہیے۔

لیلۃُ القدر میں جاگنا ضروری نہیں، وقت پر نماز پڑھنا، مَردوں کو جماعت کا اہتمام کرنا، نماز میں خشوع کا حاصل کرنا اور اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنا، یہ تمام چیزیں ساری رات جاگنے سے زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔

(9)......لیلۃُ القدر کے موقع پر چراغاں اور لائٹنگ کرنا

(9)......بعض مسجدوں اور گھروں پر لیلۃُ القدر کی آمد پر چراغاں (لائٹنگ) کی رسم کی جاتی ہے، جبکہ اس طرزِ عمل میں دوسری قوموں کے ساتھ مشابہت کے علاوہ، فضول خرچی کا گناہ بھی پایا جاتا ہے۔

(10)......لیلۃُ القدر میں اجتماعی دعاء کے لئے اعلان وتشہیر

(10)......آج کل بعض مسجدوں میں پہلے سے اس طرح سے اعلان، یا اطلاع دی جاتی ہے کہ:

’’شبِ قدر کی فلاں رات، فلاں مسجد میں اجتماعی دعاء ہوگی، سب لوگ اس میں شریک ہوں‘‘ وغیرہ وغیرہ۔

پھر اس رات کو بڑے اہتمام سے اجتماعی دعاء کی جاتی ہے اور دُور دَراز سے لوگ اس میں

شرکت کے لئے آتے ہیں۔

قرآن وسنت سے اس طرز وطریقہ کا بھی ثبوت نہیں ہے۔

اس قسم کے تکلفات سے بچ کر ہر شخص کو اخلاص کے ساتھ دعاء کرنا مناسب ہے۔

(11)...... لیلۃُ القدر کی نشانیاں مقرر کرنا

(11)...... بعض لوگ لیلۃُ القدر کی بعض نشانیاں مقرر کر کے اس کی بے حد جستجو کرتے ہیں، اور لیلۃُ القدر کے متعین ہونے کا اس پر دارو مدار رکھتے ہیں، مثلاً رات کا روشن ہونا وغیرہ اگرچہ بعض روایات سے بعض علامات کا ذکر ملتا ہے۔

اور بعض حضرات کو خاص انوار کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے، لیکن یہ چیزیں اول تو معیار نہیں۔

دوسرے ان کا ہر ایک پر ظاہر ہونا بھی ضروری نہیں۔

تیسرے بہت سی علامات جو مشہور کر دی گئی ہیں، وہ خود ساختہ اور من گھڑت ہیں۔

چوتھے لیلۃُ القدر کی برکات اور ثواب کا حاصل ہونا، ایسے مشاہدات پر موقوف نہیں۔

اس لئے اس کی فکر میں نہ پڑنا چاہئے، بلکہ آخری عشرہ کی تمام طاق راتوں، بلکہ سب راتوں میں حتی الوسع عبادت کرنی چاہیے، اور گناہوں سے بچنا چاہیے، جیسا کہ تفصیل کے ساتھ پہلے ذکر کیا گیا۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

www.idaraghufran.org

(باب نمبر 9)

رمضان میں قیامُ اللیل اور تراویح کی فضیلت واہمیت

روزہ کے علاوہ ماہِ رمضانُ المبارک کا ایک خاص عمل ''تراویح'' ہے، فرق یہ ہے کہ روزہ، رمضان کے دن کا عمل ہے، اور تراویح رات کا عمل ہے، اور روزہ فرض ہے، مگر تراویح سنت ہے۔

لیکن اس کے باوجود تراویح پر حاصل ہونے والا اجر وانعام بہت عظیم ہے۔

اور تراویح پورے رمضان کی سنت ہے اور یہ مرد وعورت سب کے حق میں سنت ہے، جس کا ثبوت احادیث اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے علاوہ خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی ہے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک مسلمانوں کا متواتر اس پر عمل چلا آ رہا ہے۔ [1]

چند احادیث وروایات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا

---

[1] أجمع المسلمون على سنية قيام ليالى رمضان، وقد ذكر النووى أن المراد بقيام رمضان صلاة التراويح يعنى أنه يحصل المقصود من القيام بصلاة التراويح . وقد جاء فى فضل قيام ليالى رمضان قوله صلى الله عليه وسلم :من قام رمضان إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣، ص ١٤٤ ،مادة" رمضان "حرف الراء)

اتفق الفقهاء على سنية صلاة التراويح، وهى عند الحنفية والحنابلة وبعض المالكية سنة مؤكدة، وهى سنة للرجال والنساء ،وهى من أعلام الدين الظاهرة .

وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة التراويح ورغب فيها، فقال صلى الله عليه وسلم :إن الله فرض صيام رمضان عليكم، وسننت لكم قيامه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص ١٣٦، ١٣٧، مادة "صلاة" حرف الصاد)

وَّاحْتِسَابًا ،غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۷، کتاب الایمان، باب: تطوع قیام رمضان من الإیمان)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان (کی رات) میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ تو یہ عمل اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا (بخاری)

اس حدیث میں رمضان میں ایمان ویقین اور اخلاص کے ساتھ قیام کرنے پر یہ فضیلت سنائی گئی ہے، کہ اس کی برکت سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور اکثر حضرات کے نزدیک ان سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کیونکہ کبیرہ گناہوں کے معاف ہونے کے لئے توبہ ضروری ہے، اور اس حدیث میں رمضان کے قیام سے مراد، تراویح کی نماز ہے، اور دوسری احادیث میں اس کے سنت ہونے کی بھی وضاحت ہے۔ [1]

حضرت عمرو بن مرۃ جہنی سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ:يَا رَسُوْلَ اللهِ ، أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ ، وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ ، وَأَدَّيْتُ الزَّكَاةَ ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ ، وَقُمْتُهُ ، فَمِمَّنْ أَنَا ؟ قَالَ:مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۳۴۳۸، کتاب الصوم، باب فضل رمضان) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور اس نے کہا کہ اے

---

[1] قوله صلى الله عليه وسلم من قام رمضان إيمانا واحتسابا معنى إيمانا تصديقا بأنه حق مقتصد فضيلته ومعنى احتسابا أن يريد الله تعالى وحده لا يقصد رؤية الناس ولا غير ذلك مما يخالف الإخلاص والمراد بقيام رمضان صلاة التراويح(شرح النووی علی مسلم، ج۶ ص ۳۹ ، کتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب الترغيب فی قيام رمضان)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية ابنِ حبان)

اللہ کے رسول! ذرا بتلایئے کہ اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور میں پانچ وقت کی نماز پڑھوں اور زکاۃ اداء کروں، اور رمضان کے روزے رکھوں، اور رمضان میں قیام کروں (یعنی تراویح پڑھوں) تو میں کن لوگوں میں سے شمار کیا جاؤں گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ صدیقین اور شہداء میں سے (ابنِ حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدیقین اور شہداء کا مقام حاصل ہونے میں ایمان کے بعد نماز، زکاۃ، اور رمضان کے روزوں کے ساتھ قیامِ رمضان، یعنی تراویح کے عمل کو بھی دخل ہے۔

اور یہ فضیلت تراویح کے عظیم الشان عمل ہونے کا پتہ دیتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰـهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ ﻁوَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ ،فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ، إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا ،خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ ،كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (سنن النسائی،رقم الحديث ۲۲۱۰، كتاب الصيام)

ترجمہ: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض قرار دیے اور میں نے رمضان کی رات میں قیام (یعنی تراویح) کو سنت قرار دیا، پس جس شخص نے رمضان کا روزہ رکھا اور رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ، تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح سے نکل جائے گا، جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت تھا (نسائی)

معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے تو فرض ہیں، اور تراویح سنت اور بہت فضیلت والا عمل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ، فَيَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ،فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،وَالْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ،ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ أَبِيْ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰى ذٰلِكَ (صحیح مسلم،رقم الحدیث ۷۵۹"۱۷۴" کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها،باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قیامِ رمضان (یعنی تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے،اس کا وجوبی ولازمی حکم نہیں فرماتے تھے،پس آپ فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کا قیام کرے (یعنی تراویح پڑھے) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے،تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک یہی عمل رہا اور حضرت ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر کی ابتدائی خلافت میں بھی یہی عمل رہا(مسلم)

پھر اس کے بعد باجماعت نماز کی شکل میں ایک امام کی اقتداء میں تراویح کا سلسلہ جاری ہوگیا،جس کی تفصیل آگے دوسری روایات میں آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ، وَيَقُوْلُ :مَنْ قَامَهٗ إِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا ،غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى الْقِيَامِ(مسند احمد، رقم الحدیث ۷۸۸۱) [1]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:إسنادہ صحیح علی شرط مسلم(حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ لوگوں کو رمضان میں قیام (یعنی تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے، کہ جس نے رمضان میں قیام کیا، ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قیامِ رمضان (یعنی تراویح) کے لئے جمع نہیں فرماتے تھے (مسند احمد)

اس حدیث سے رمضان میں قیام اور تراویح کی فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةِ أَمْرٍ فِيْهِ، فَيَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا ،غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (سنن النسائی، رقم الحديث ٢١٩١، كتاب الصيام، ثواب من قام رمضان وصامه إيمانا واحتسابا)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قیامِ رمضان (یعنی تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے، اس کا وجوبی ولازمی حکم نہیں فرماتے تھے، پس آپ فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کا قیام (یعنی تراویح کا عمل) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے کرے، تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے (نسائی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ أَوْزَاعًا، يَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ ،فَيَكُوْنُ مَعَهُ النَّفَرُ، الْخَمْسَةُ ،أَوِ السِّتَّةُ أَوْ أَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ، أَوْ أَكْثَرُ، فَيُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ.

قَالَتْ فَأَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنْ ذٰلِكَ أَنْ أَنْصِبَ لَهُ حَصِيْرًا عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ ،فَفَعَلْتُ ،فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ،قَالَتْ: فَاجْتَمَعَ إِلَيْهِ مَنْ فِي الْمَسْجِدِ ،فَصَلّٰى بِهِمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلًا طَوِيْلًا.

ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،فَدَخَلَ وَتَرَكَ الْحَصِيْرَ عَلٰى حَالِهِ ،فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ تَحَدَّثُوْا بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَنْ كَانَ مَعَهُ فِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ ، قَالَتْ :وَأَمْسَى الْمَسْجِدُ رَاجًّا بِالنَّاسِ، فَصَلّٰى بِهِمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ،ثُمَّ دَخَلَ بَيْتَهُ، وَثَبَتَ النَّاسُ ،قَالَتْ: فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُ النَّاسِ يَا عَائِشَةُ ؟ قَالَتْ: فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ سَمِعَ النَّاسُ بِصَلَاتِكَ الْبَارِحَةَ بِمَنْ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ، فَحَشَدُوْا لِذٰلِكَ، لِتُصَلِّيَ بِهِمْ ،قَالَتْ: فَقَالَ اَطْوِ عَنَّا حَصِيْرَكِ يَا عَائِشَةُ، قَالَتْ: فَفَعَلْتُ وَبَاتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ غَافِلٍ، وَثَبَتَ النَّاسُ مَكَانَهُمْ، حَتّٰى خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصُّبْحِ ،فَقَالَتْ: فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ أَمَا وَاللهِ مَا بِتُّ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَيْلَتِيْ هٰذِهِ غَافِلًا، وَمَا خَفِيَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ ، وَلٰكِنِّيْ تَخَوَّفْتُ أَنْ يُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ، فَاكْلَفُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا (مسند احمد،رقم الحديث ٢٦٣٠٧) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام مسجدِ نبوی میں رمضان میں رات کو تراویح کی نماز ، چھوٹی

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

چھوٹی جماعتوں کی شکل میں اداء کیا کرتے تھے، جس کو قرآن مجید کا کچھ حصہ حفظ یا دہوتا تھا، تو اس کے ساتھ پانچ چھ افراد، یا اس سے کم وبیش جمع ہوجاتے، پھر مل کر جماعت کے ساتھ ہی تراویح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دوران ایک رات حکم فرمایا کہ ان کے لئے اپنے حجرے کے دروازے کے قریب (باجماعت تراویح کے لئے) ایک چٹائی بچھادوں، میں نے یہ کام کردیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد اس چٹائی کی طرف تشریف لائے، اور مسجد میں موجود حضرات بھی جمع ہوگئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رات کے لمبے حصے تک نماز پڑھائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر میں تشریف لے آئے، اور چٹائی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا (اور یہی عمل رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن بھی کیا)

پھر جب صبح ہوئی تو ان لوگوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گذشتہ رات نماز میں شامل تھے، گفتگو کی، اور پھر شام ہونے کے وقت ہی مسجد لوگوں سے بھر گئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھائی، اور اپنے گھر میں تشریف لے آئے، اور لوگ وہیں موجود رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! لوگوں کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں نے آپ کی گذشتہ کل کی نماز کے بارے میں ان لوگوں سے سنا، جو مسجد میں تھے، تو انہوں نے اس نماز کے لئے لوگوں کو جمع کرلیا، تاکہ آپ ان کو (تراویح کی) نماز پڑھائیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! آپ اپنی اس چٹائی کو لپیٹ دیں، تو میں نے اس چٹائی کو لپیٹ دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے خبری

(لاعلمی) میں یہ رات نہیں گذاری، اور لوگ اپنی جگہ موجود تھے۔

یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے، اور آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کی قسم! میں نے الحمدللہ یہ رات تمہاری طرف سے غفلت میں نہیں گذاری، اور تمہارا مسجد میں موجود رہنا مجھ سے خفیہ نہیں تھا، لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ تمہارے اوپر فرض نہ کردی جائے، پھر تم ایسے اعمال کے مکلّف نہ بن جاؤ، جن پر (فرضوں کی طرح) ہمیشگی کی تم میں طاقت نہ ہو، بے شک اللہ (ثواب دینے سے) اس وقت تک نہیں رُکتا، جب تک تم خود ہی نہ (کسی عمل سے) اُکتا جاؤ (مسند احمد)

مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں تراویح کی جماعت کی جاتی تھی، اور امام تراویح میں قرآن مجید پڑھا کرتا تھا، اور لوگ مقتدی بن کر سماعت کیا کرتے تھے، اور آپ نے بھی لوگوں کو ایک مرتبہ جماعت سے نماز پڑھائی، لیکن فرض ہونے کے خوف کی وجہ سے اس کو جاری نہیں رکھا۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل تین رات تک جماعت سے تراویح کی نماز پڑھائی تھی، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔

جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ ،فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى ،فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ ،فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ ،عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ ،حَتّٰى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ ،فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ ،فَتَشَهَّدَ ،ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ ،فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا،

فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۲۰۱۲، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ: پس تیسری رات میں مسجد میں بہت لوگ جمع ہوگئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس رات بھی نماز پڑھائی، پس جب چوتھی رات آئی، تو مسجد میں لوگوں کا سمانا دشوار ہوگیا (اور اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح کی نماز پڑھانے کے لئے تشریف نہیں لائے) یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے، جب آپ فجر کی نماز سے فارغ ہوئے، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ امابعد! مجھ سے تم لوگوں کی (مسجد میں رات بھر) موجودگی پوشیدہ نہ تھی، لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں تم پر یہ فرض نہ ہوجائے، اور تم اس کے اداء کرنے سے عاجز ہوجاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہی حالت رہی (بخاری)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَلَمَّا أَصْبَحَ ،قَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ:مَا زَالَ النَّاسُ يَنْتَظِرُوْنَكَ الْبَارِحَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ،قَالَ:أَمَا أَنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ أَمْرُهُمْ ، وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۹۵۴) [1]

ترجمہ: جب صبح ہوگئی (اور اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح کی نماز پڑھانے کے لئے تشریف نہیں لائے تھے) تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! رات بھر لوگ آپ کے منتظر رہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے ان لوگوں کا معاملہ پوشیدہ نہ تھا، لیکن مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں ان پر یہ (تراویح) فرض نہ کردی جائے (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء ومقصد کو پوری طرح سمجھ لیا تھا، اور پھر جب وہ وقت آ گیا کہ فرض ہونے کا خوف ختم ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء اور لوگوں کے شوق کی تکمیل کرتے ہوئے پھر مسجد میں ایک امام کی اقتداء میں تراویح کو جاری فرمادیا۔

چنانچہ صحیح ابنِ حبان کی روایت کے آخر میں ہے کہ:

فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِکَ ، ثُمَّ کَذٰلِکَ کَانَ فِيْ خِلَافَةِ أَبِيْ بَکْرٍ وَصَدْرٍ مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ، حَتّٰى جَمَعَهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ، فَقَامَ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ، وَكَانَ ذٰلِکَ أَوَّلُ اجْتِمَاعِ النَّاسِ عَلٰى قَارِءٍ وَاحِدٍ فِيْ رَمَضَانَ(صحیح ابن حبان،رقم الحدیث ۲۵۴۳،کتاب الصلاة، فصل فی التراویح) [1]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، اور معاملہ اسی حالت پر رہا (کہ لوگ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں، یا تنہا تراویح کی نماز ادا کیا کرتے تھے) پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی یہی حالت رہی (کہ لوگ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں اور کچھ لوگ تنہا تراویح کی نماز اداء کیا کرتے تھے)

یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں سب لوگوں کو جمع کر دیا، پھر انہوں نے سب لوگوں کو رمضان میں تراویح پڑھائی، اور یہ رمضان میں ایک قاری کی اقتداء میں سب کے جمع ہونے کا پہلی مرتبہ اجتماع تھا (ابنِ حبان)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی خلافت کے زمانے سے پہلے بھی صحابہٴ کرام میں تراویح کا معمول تھا، اور تنہا اور باجماعت تراویح اور امام کے قرآن مجید سنانے کا بھی معمول تھا، اور اس زمانے میں حفاظِ کرام کی کثرت تھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن تراویح باجماعت پڑھا کر چھوڑ دی تھی؛ اور اس کے بارے میں ایک عذر بیان فرما دیا تھا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب وہ عذر ختم ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق ایک قاری امام کی اقتداء میں سب کو جمع فرمایا۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کسی چیز کا بھی اضافہ نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق سنت کی تکمیل فرمائی۔

عبدالرحمٰن بن عبدُ القاری سے روایت ہے کہ:

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ ،فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ ،فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ ،فَقَالَ عُمَرُ :إِنِّيْ أَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِءٍ وَّاحِدٍ ،لَكَانَ أَمْثَلَ، ثُمَّ عَزَمَ ،فَجَمَعَهُمْ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً أُخْرٰى ،وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ ،قَالَ عُمَرُ :نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۰۱۰، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجدِ نبوی کی طرف گیا، تو دیکھا کہ لوگ چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں متفرق ہو کر (تراویح کی) نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی اپنی نماز الگ پڑھ رہا ہے، اور کسی کے ساتھ چند لوگ مل کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری کی اقتداء میں

جمع کردوں، تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔

پھر غور فکر (اور مشورہ) کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں سب کو جمع کردیا، پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسری رات مسجد میں گیا، تو سب لوگ ایک قاری کی اقتداء میں تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ (ایک قاری کی اقتداء میں سب کو جمع کرنا) اچھی ایجاد ہے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک قاری کی اقتداء میں سب کو جمع فرمانے سے پہلے بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مختلف جماعتوں کی شکل میں اور بعض انفرادی طور پر تراویح پڑھا کرتے تھے، اور تراویح میں حسبِ توفیق قرآن مجید بھی پڑھا اور سنا کرتے تھے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قاری کی اقتداء میں سب کو جمع فرمادیا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اچھی ایجاد ہونے کا مطلب یہی تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کی تکمیل ہے۔

نوفل بن ایاس ہذلی سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِرَقًا فِيْ رَمَضَانَ فِي الْمَسْجِدِ، إِلٰى هَاهُنَا وَهَاهُنَا ،فَكَانَ النَّاسُ يَمِيْلُوْنَ عَلٰى أَحْسَنِهِمْ صَوْتًا ، فَقَالَ عُمَرُ: أَلَا أُرَاهُمْ قَدْ اِتَّخَذُوْا الْقُرْآنَ أَغَانِيَ ، أَمَا وَاللهِ لَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأُغَيِّرَنَّ هٰذَا ،قَالَ:فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ حَتّٰى أَمَرَ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، فَصَلّٰى بِهِمْ ، ثُمَّ قَامَ فِيْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ فَقَالَ: إِنْ كَانَتْ هٰذِهِ بِدْعَةٌ ،لَنِعمَتِ الْبِدْعَةُ (الصيام للفريابی، ص۱۲۸، رقم الحديث۱۷۲،باب ما روی عن النبی صلی الله عليه وسلم فی فضل القيام فی شهر رمضان و كيف كان بدو الأمر فيه)

ترجمہ: ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے (ابتدائی) دورِ خلافت میں رمضان میں مسجد میں تراویح پڑھتے تھے، کچھ لوگ یہاں اور کچھ لوگ وہاں، الگ الگ ہوکر تراویح پڑھا کرتے تھے، اورلوگ اچھی آواز والے امام کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں ان کو نہیں دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے قرآن مجید کو گانا سمجھ لیا ہے(کہ صرف اچھی آواز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) اللہ کی قسم! اگر مجھے قدرت ہوئی، تو میں اس طرزِ عمل کو بدل دوں گا۔

پس تین دن ٹھہرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو حکم فرمایا، پھر انہوں نے سب کو تراویح پڑھائی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (حکمت ومصلحت کے تحت) آخری صف میں موجود رہتے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ کسی کو نئی ایجاد معلوم ہوتی ہے، تو (ہوتی رہے، یہ تو) اچھی ایجاد ہے (الصیام للفریابی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات کو بھانپ کر اور جائزہ لے کر خوب غور وفکر کرنے کے بعد سب کو ایک امام کی اقتداء میں جمع کیا تھا، اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تھا، اور وہ خود بھی تراویح کی جماعت میں شامل رہتے تھے۔

اس لئے تراویح کی نماز سنت اور انتہائی مبارک عمل ہے، ہر مسلمان کو اس کا حتی الامکان اہتمام کرنا چاہئے، اور کوئی عذر نہ ہو، تو باجماعت تراویح پڑھنی چاہئے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ ،وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ ،حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ ،فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَجُوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ٦، باب بدء الوحی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضانُ المبارک میں جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے، تو آپ بہت زیادہ سخی اور فیاض ہو جاتے تھے اور جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید سننے، سنانے کا عمل کیا کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی اور خیر کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ فیاضی وسخاوت فرماتے تھے (بخاری)

اس قسم کی اور احادیث بھی مروی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں قرآن مجید کے سننے، سنانے کا حضرت جبریل کے ساتھ عمل کیا کرتے تھے، اور تراویح کی نماز کی شکل میں بھی قرآن مجید سننے، سنانے کا عمل پایا جاتا ہے۔

تراویح کے علاوہ بھی رمضان میں قرآن مجید کی تلاوت کی کثرت مستحب ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ

---

[1] السابعة :قراء ة القرآن الكريم فى رمضان والذكر:

يستحب فى رمضان استحبابا مؤكدا مدارسة القرآن وكثرة تلاوته، وتكون مدارسة القرآن بأن يقرأ على غيره ويقرأ غيره عليه، ودليل الاستحباب أن جبريل كان يلقى النبى صلى الله عليه وسلم فى كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن .

وقراءة القرآن مستحبة مطلقا، ولكنها فى رمضان آكد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣، ص١٤٥، مادة"رمضان "حرف الراء)

يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٦٩٩ "٣٨" كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر)

ترجمہ: اور جو شخص کسی راستے پر چلا، جس میں وہ علم کو تلاش کر رہا ہے، تو اللہ اس کے لئے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف راستے کو سہل بنا دیتا ہے، اور جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتابُ اللہ کی تلاوت اور باہم درس وتدریس کرتی ہے، تو ان لوگوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے، اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور ان کا ذکر، اللہ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی فرشتوں) میں کرتا ہے، اور جس کا عمل سست ہو، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا (یعنی عمل خراب ہونے کی صورت میں حسب ونسب اور خاندان کا اچھا ہونا انسان کی نجات کا سامان نہیں کرتا) (مسلم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ، وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ، فَنَظَرَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ، أَوْ سَحَابَةٌ قَدْ غَشِيَتْهُ، قَالَ: فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِقْرَأْ فُلَانُ، فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ، أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٧٩٥ "٢٤١" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب نزول السكينة لقرائة القرآن)

ترجمہ: ایک آدمی سورہ کہف کی قرائت کر رہا تھا، اور گھر میں ایک چوپایہ تھا، جس نے بدکنا (اچھلنا، کودنا) شروع کیا، تو اس آدمی نے اچانک ایک سایہ، یا بادل کو دیکھا، جس نے اسے ڈھانپ لیا تھا، پھر اس آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فلاں شخص! قرآن مجید کی قرائت کرتے رہو (کچھ اندیشہ نہ کرو) کیونکہ یہ سکینہ ہے، جو قرآن کے نزدیک،

یا قرآن کے لئے نازل ہوتا ہے (مسلم)

اسی طرح کا واقعہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ انہوں نے رات کو قرآن مجید کی قرائت کرنے کے وقت میں اپنے سر کے اوپر ایک سایہ دیکھا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مرتبہ ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ كَانَتْ تَسْتَمِعُ لَكَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٧٩٦ "٢٤٢" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب نزول السكينة لقرائة القرآن)

ترجمہ: یہ فرشتے تھے، جو آپ کی قرائت کو سن رہے تھے، اور اگر آپ صبح تک قرائت کرتے رہتے، تو لوگ بھی وہ دیکھ لیتے، جو ان سے پوشیدہ ہے (مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی قرائت کرنا، رحمت اور سکینہ اور فرشتوں کی حاضری کا سبب ہے۔

اور مذکورہ فضیلت اُن لوگوں کے حق میں بھی ثابت ہے، جو تراویح میں قرآن مجید پڑھ اور سُن رہے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِى فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِى فِيهِ، قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٦٢٦)

ترجمہ: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے، روزہ عرض کرے گا کہ:

www.idaraghufran.org

اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پوری کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا کہ:

اے میرے رب! میں نے اس بندے کو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ رحمت ومغفرت کا معاملہ فرما)

چنانچہ روزہ وقرآن دونوں کی سفارش اس بندے کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جائے گا) (مسند احمد)

اس حدیث کی سند کو بعض نے ضعیف کہا ہے۔ [1]

اور بعض نے حسن کہا ہے، اور بظاہر یہی راجح ہے۔ [2]

اور جب رمضانُ المبارک میں دن کے وقت روزہ رکھا جائے اور رات کو تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت، یا اُس کی سماعت کی جائے، تو یہ دونوں مقصد ایک ساتھ حاصل ہوجاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف، ابن لهيعة -واسمه عبد الله-، وحُيى بن عبد الله، كلاهما ضعيف. وأخرجه الحاكم فی "المستدرک 1/554 "، والبيهقی فی "شعب الإيمان "(1994) من طريق ابن وهب، عن حيى، وصححه الحاكم على شرط مسلم، ووافقه الذهبی، ووهما، فإن حيى بن عبد الله لم يخرج له مسلم، ثم هو ضعيف (حاشية مسند احمد)

[2] وقال الالبانی: الحديث لم يتفرد به ابن لهيعة كما يفيده صريح كلام الهيثمی وهو الواقع فقد تابعه عبد الله بن وهب عند ابن نصر فی "قيام الليل "ص 13 والحاكم 1/ 554 وقال" : صحيح على شرط مسلم "ووافقه الذهبی وقد وهما فإن شيخ ابن وهب وكذا ابن لهيعة فيه حيى بن عبد الله ولم يخرج له مسلم شيئا ثم إنه تكلم فيه بعضهم بما لا ينزل حديثه عن رتبة الحسن إن شاء الله تعالى.

وجملة القول أن الحديث حسن الإسناد (تمام المنة فی التعليق على فقه السنة، ج ١، ص ٣٩٤، وص ٣٩٥، القاعدة الخامسة عشرة: أمر الشارع للواحد أمر لجميع أفراد الأمة، ومن الصيام)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَرَأَحَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ ،وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا ،لَااَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ ،وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ ،وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ (سنن الترمذی،رقم الحديث ۲۹۱۰،ابواب فضائل القرآن،باب ما جاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ماله من الأجر) ؎1

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص کتاب اللہ کا ایک حرف بھی پڑھتا ہے،اس کو اس کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے(بلکہ)الف ایک حرف، لام ایک حرف،اور میم ایک حرف ہے(ترمذی)

یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ؎2

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُن کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ، يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ، كَانَ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ ،وَمَحْوُ عَشْرِ سَيِّئَاتٍ (مصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ۳۰۵۵۵، كتاب فضائل القرآن، باب ثواب من قرأ حروف القرآن)

؎1 قال الترمذی:ويروى هذا الحديث من غير هذا الوجه عن ابن مسعود ، رواه أبو الأحوص، عن ابن مسعود، رفعه بعضهم ووقفه بعضهم عن ابن مسعود ": هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه سمعت قتيبة بن سعيد، يقول: بلغنى أن محمد بن كعب القرظى ولد فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم ومحمد بن كعب يكنى أبا حمزة "

؎2 عن عوف بن مالک الأشجعی قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ حرفا من القرآن كتبت له حسنة، ولا أقول "الم ذلک الكتاب" ولكن الألف حرف، واللام حرف، والميم حرف، والذال حرف، واللام حرف، والكاف حرف .لا يروى هذا الحديث عن عوف بن مالک إلا بهذا الإسناد، تفرد به:سليمان بن بلال(المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحديث ۳۱۴،باب الالف)

عن أبی الأحوص، عن عبد الله رضی الله عنه، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: إن هذا القرآن مأدبة الله فاقبلوا من مأدبته ما استطعتم، إن هذا القرآن حبل الله، والنور المبين، والشفاء النافع عصمة لمن تمسک به، ونجاة لمن تبعه، لا يزيغ فيستعتب، ولا يعوج فيقوم، ولا تنقضی عجائبه، ولا يخلق من كثرة الرد، اتلوه فإن الله يأجركم على تلاوته كل حرف عشر حسنات، أما إنی لا أقول الم حرف، ولكن ألف ولام وميم .هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه بصالح بن عمر (مستدرک حاكم، رقم الحديث ۲۰۴۰، كتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: جس نے قرآن کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (یعنی اخلاص کے ساتھ) پڑھا، تو اُس کو ہر حرف پر دس نیکیاں حاصل ہوں گی، اور دس گناہ مٹا دیے جائیں گے (ابنِ ابی شیبہ)

اس سے قرآن مجید اخلاص کے ساتھ پڑھنے کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُقَالُ، يَعْنِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ، وَارْتَقِ، وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۹۱۴، ابواب فضائل القرآن؛ سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۴۶۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ آپ (قرآن مجید کی) قراءت کیجئے، اور چڑھیے، اور قرآن مجید کو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے، جس طرح آپ دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے، پس آپ کا مقام اُس آیت کے آخر پر ہوگا، جس کی آپ قراءت کریں گے (ترمذی)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ الْقُرْآنَ يَلْقٰى صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حِيْنَ يَنْشَقُّ عَنْهُ قَبْرُهُ كَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ، فَيَقُوْلُ لَهُ: هَلْ تَعْرِفُنِيْ؟ فَيَقُوْلُ: مَا أَعْرِفُكَ فَيَقُوْلُ: أَنَا صَاحِبُكَ الْقُرْآنُ الَّذِيْ أَظْمَأْتُكَ فِي الْهَوَاجِرِ وَأَسْهَرْتُ لَيْلَكَ، وَإِنَّ كُلَّ تَاجِرٍ مِنْ وَرَاءِ تِجَارَتِهٖ، وَإِنَّكَ الْيَوْمَ مِنْ وَرَاءِ كُلِّ تِجَارَةٍ فَيُعْطَى الْمُلْكَ بِيَمِيْنِهٖ، وَالْخُلْدَ بِشِمَالِهٖ، وَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ، وَيُكْسٰى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا يُقَوَّمُ لَهُمَا أَهْلُ الدُّنْيَا فَيَقُوْلَانِ: بِمَ

[1] قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح حدثنا بندار قال: حدثنا عبد الرحمن بن مهدی، عن سفیان، عن عاصم، بهذا الإسناد نحوه.

www.idaraghufran.org

كُسِينَا هٰذَا ؟ فَيُقَالُ: بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: اِقْرَأْ وَاصْعَدْ فِي دَرَجِ الْجَنَّةِ وَغُرَفِهَا، فَهُوَ فِي صُعُوْدٍ مَا دَامَ يَقْرَأُ، هَذًّا كَانَ، أَوْ تَرْتِيلًا (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۹۵۰) [1]

ترجمہ: اور قیامت کے دن جب انسان کی قبر شق ہوگی، تو قرآن اپنے پڑھنے والے سے جو لاغر آدمی کی طرح ہوگا، ملے گا اور اس سے پوچھے گا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا، قرآن کہے گا کہ میں تمہارا وہی ساتھی قرآن ہوں، جس نے تمہیں سخت گرم دوپہروں میں پیاسا رکھا اور راتوں کو جگایا، ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا ہے، اور آپ آج بھی اپنی تجارت کے پیچھے ہوگے، چنانچہ اس کے دائیں ہاتھ میں حکومت اور بائیں ہاتھ میں ہمیشہ (جنت کا آرام وسکون) دے دیا جائے گا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو ایسے جوڑے پہنائے جائیں گے، جن کی قیمت ساری دنیا کے لوگ مل کر بھی ادا نہ کرسکیں گے، اس کے والدین پوچھیں گے کہ ہمیں یہ لباس کس سبب سے پہنایا گیا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد کے قرآن حاصل کرنے کی برکت سے، پھر اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھنا اور جنت کے درجات اور بالاخانوں پر چڑھنا شروع کردو، چنانچہ جب تک وہ پڑھتا رہے گا، چڑھتا رہے گا، خواہ تیزی کے ساتھ پڑھے، یا ٹھہر ٹھہر کر (اس کی تلاوت اور قرائت کے مطابق ہی درجات حاصل ہوں گے) (مسند احمد)

ترتیل کے ساتھ، یعنی ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید پڑھنا، جس میں ہر حرف اور اُس کی حرکات وسکنات واضح ہوں، زیادہ اجروثواب اور فضیلت کا باعث ہے۔

اور کچھ تیز پڑھنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اتنا تیز نہ ہو کہ جس میں حروف کٹ جائیں، یا اپنے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن في المتابعات والشواهد من أجل بشير بن المهاجر الغَنَوي، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

مخارج سے نہ نکلیں۔

صاحبِ قرآن سے مراد وہ شخص ہے، جو قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتا ہو، اور اُس پر عمل کرتا ہو، جس کے اولین مصداق قرآن مجید کے صالح حفاظ ہیں، جن کو وقار کا تاج پہنایا جائے گا، اور اُن کے والدین کو عمدہ ترین اور انتہائی عالی شان لباس پہنایا جائے گا۔

اور قرآن پڑھنے کے ساتھ چڑھتے جانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جس طرح کی قراءت کرے گا، اُسی طرح کا مقام حاصل ہوگا۔

پس جو اچھے طریقے سے قرائت کرے گا، اُس کو اُسی طرح کا مقام حاصل ہوگا، اور جو اچھی قرائت کے ساتھ قرآن مجید کے علوم سے بھی واقف ہوگا اور سمجھ کر تلاوت کرے گا، اُس کو اُس کے مطابق اجر حاصل ہوگا۔

اور جو بندہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھے گا، اس کو زیادہ شرفِ قبول حاصل ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حُسْنَ الصَّوْتِ ،يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ، يَجْهَرُ بِهٖ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٧٩٢ ”٢٣٣“ كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کسی چیز کو اس طرح کان لگا کر (یعنی توجہ کے ساتھ) نہیں سنتا، جتنا خوش آواز نبی کے بآوازِ بلند قرآن پڑھنے کو سنتا ہے (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ

(صحيح البخاری،رقم الحديث ٧٥٢٧، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: وأسروا قولكم أو اجهروا به، إنه عليم بذات الصدور، ألا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو خوش آوازی سے نہیں پڑھتا، وہ ہم میں سے نہیں (بخاری)

قرآن مجید، اللہ کا کلام ہے، اس وجہ سے اس کو لاپرواہی، یا بھونڈی آواز کے ساتھ پڑھنا پسندیدہ نہیں، بلکہ خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا پسندیدہ ہے، بشرطیکہ خوش آوازی میں تجوید اورقرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب وتنظیم کی رعایت کی جائے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَيِّنُوْا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ، فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۱۲۵، ج ۱ ص ۷۶۸، کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کیا کرو، کیونکہ اچھی آواز، قرآن کے حسن کو زیادہ کرتی ہے (حاکم)

قرآن مجید کو تجوید کے قواعد کی رعایت کے ساتھ ساتھ خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا، قرآن مجید کے حُسن وخوبصورتی اور تزیین کا باعث ہے، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، اوراس طرح قرآن مجید کی تلاوت اوراُس کی سماعت دِلوں میں زیادہ اثر کرنے اور ایمان کی زیادتی اورقرآن مجید کے مضامین ومعانی میں تدبُّراورغوروفکر کرنے کا ذریعہ ہے۔

مگر قرآن مجید میں خوش آوازی اُسی وقت تک مطلوب اور محمود وپسندیدہ ہے، جب تک اس کو اللہ کا کلام سمجھ کر پڑھا جائے، اوراس میں موسیقی اورگانے کے طرز وطریقہ سے بچا جائے۔

اسی وجہ سے کئی احادیث میں قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی تفسیر اللہ کی خشیت اورڈر سے کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا

بِـالْـقُـرْآنِ، اَلَّذِیْ إِذَا سَمِعْتُمُوْهُ یَقْرَأُ، حَسِبْتُمُوْهُ یَخْشَی اللّٰهَ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۱۳۳۹، ابواب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب فی حسن الصوت بالقرآن) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں قرآن مجید کے ساتھ زیادہ اچھی آواز والا وہ شخص ہے کہ جب تم اُس کو قرائت کرتے ہوئے سُنو، تو تم یہ سمجھو کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْسَنُ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ؟ قَالَ: مَنْ إِذَا سَمِعْتَ قِرَاءَ تَـهُ رَأَیْتَ أَنَّـهُ یَخْشَی اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۲۰۷۴، ج۲ص ۱۱۳، باب الالف) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قرآن مجید کے ساتھ زیادہ اچھی آواز والا کون شخص ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ جس کی قرائت کو آپ سُنیں، تو آپ یہ سمجھیں کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے (طبرانی)

جب تلاوت کرنے والا قرآن مجید کو اللہ کی کتاب سمجھ کر اچھی آواز کے ساتھ پڑھتا ہے، تو اُس میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف ہوتا ہے، جو اُس کی آواز سے ظاہر ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے وہ قرآن مجید کو دوسرے کلام اور بالخصوص موسیقی کے طرز سے پڑھنے سے اجتناب کرتا ہے، اس لئے قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے میں جب اللہ تعالیٰ کی خشیت

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیره إن شاء الله (حاشیة سنن ابنِ ماجه)

[2] قال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه حمید بن حماد بن خوار، وثقه ابن حبان، وقال: ربما أخطأ، وبقیة رجال البزار رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۱۶۹۷، باب أی الناس أحسن قراءة)

وقال ابن حجر: هذا حدیث حسن (نتائج الأفکار فی تخریج أحادیث الأذکار، ج۳، ص ۲۲۰، کتاب تلاوة القرآن، فصل: جائت آثار بفضیلة رفع الصوت بالقرائة وآثار بفضیلة الإسرار، المجلس: ۲۷۱)

کے آثار ظاہر ہوں گے، تو اس کو اُس اچھی آواز سے پڑھنا قرار دیا جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور قرآن مجید کی زینت ہے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِيْ لَيْلَةٍ، كُتِبَ لَهُ قُنُوْتُ لَيْلَةٍ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٠٥٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے ایک رات میں سو آیتیں پڑھیں، اس کے لئے ساری رات عبادت کا ثواب لکھا جائے گا (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کے وقت میں سو آیات کی قرائت کرنے سے پوری رات عبادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

اگر ایک دن کی تراویح میں ایک سپارہ بھی تلاوت کرلیا جائے، تو اُس سے عموماً یہ تعداد پوری ہوجاتی ہے، اور مذکورہ فضیلت حاصل ہوجاتی ہے، اور حافظِ قرآن کی اقتداء میں تراویح پڑھنے والوں کو بھی امام کے واسطے سے یہ فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔

اور احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز باجماعت کا ثواب بغیر جماعت کے مقابلے میں پچیس گنا زیادہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا (صحيح مسلم، رقم الحديث ٦٤٩ "٢٤٥" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد فى التخلف عنها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز، تمہارے کسی کے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن بشواهده (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اکیلے نماز پڑھنے سے پچیس جزء (یعنی درجے) افضل ہے (مسلم)

اور تراویح کے اندر جب باجماعت قرآن مجید پڑھا، یا سنا جائے گا، تو ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا ثواب بھی اسی حساب سے زیادہ ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَتُهُ لَهُ قِرَاءَةٌ (مسند احمد، رقم الحديث ١٤٦٤٣) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا کوئی امام ہو، تو اُس کی قرائت اُس کے مقتدی کے لئے بھی قرائت ہے (مسند احمد)

تراویح کی نماز میں، حافظ جو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، وہ مقتدی کی طرف سے بھی کافی ہوتی ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ تراویح میں جو امام قرآن مجید کی قرائت کرتا ہے، وہ مقتدی کی بھی قرائت کہلاتی ہے، اور اس سے مقتدی کو بھی قرائت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

لہٰذا اگر امام نماز میں پورے قرآن مجید کی قرائت کرے گا، اور تجوید اور اچھی آواز کے ساتھ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن بطرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

[2] البتہ بعض فقہاء مقتدی کو سرّی، یا جہری قرائت والی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، لیکن سورہ فاتحہ کے علاوہ امام کی طرف سے باقی قرائت کو وہ بھی مقتدیوں کی طرف سے کافی قرار دیتے ہیں۔

الفصل الثانى فى تنقيح المذاهب وبسطها مع إبطال بعضها :

قد علم من هذه العبارات وامثالها الواقعة من الثقات إنهم افترفوا فى باب الفاتحة خلف الإمام على ثلاثة مسالك :

الاول :مسلك الحنفية ومن وافقهم أنه لايقرأ الفاتحة خلف الإمام لا فى السرية ولا فى الجهرية.

الثانى :مسلك الشافعية ومن وافقهم أنه يقرأ الفاتحة فى السرية والجهرية كليهما .

الثالث :مسلك المالكية ومن وافقهم أنه يقرأ الفاتحة فى السرية دون الجهرية.

ثم تحت كل مسلك مذاهب متشتة ومسالك متفرقة (إمام الكلام فى القراء ة خلف الإمام لعبدالحى اللكنوى، ص ٣٦، الباب الاول فى ذكر اختلاف الفقهاء، الفصل الثانى، مشمولة: مجموعة رسائل اللكنوى، ج٢، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى، الباكستان، الطبعة الأولىٰ: ١٤١٩هـ)

تلاوت کرے گا، تو اُس کے واسطے سے اس کا ثواب اور اس کے فضائل مقتدیوں کو بھی حاصل ہوں گے۔

حدیث میں ایک مہینے میں قرآن مجید کی مکمل تلاوت کا حکم آیا ہے، اس لئے رمضانُ المبارک کے مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید کی تراویح میں تلاوت مکمل کر لینی چاہئے۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت اور سماعت کا جو ثواب رمضانُ المبارک میں باجماعت تراویح کی شکل میں حاصل ہوتا ہے، اس طرح کا ثواب کسی دوسرے طریقے سے قرائت کرنے اور سماعت کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، اور اگر تراویح میں پورا قرآن مجید مکمل اور ختم کر لیا جائے، تو اس ختمِ قرآن کی جو فضیلت ہے، تو وہ کسی دوسرے طریقے سے ختم کر کے حاصل ہونا مشکل ہے۔

ایکؔ تو اس وجہ سے کہ یہ رمضان کے بابرکت مہینے میں مکمل ہوتا ہے، اور رمضان میں اداء کیے گئے عمل کو دوسرے دِنوں کے عمل پر عظیمُ الشان فضیلت حاصل ہے۔

دوسرےؔ اس وجہ سے کہ یہ باوضو پڑھ کر، یا سُن کر مکمل کیا جاتا ہے، جس کی فضیلت بے وضو پڑھنے، یا سُننے سے زیادہ ہے۔

تیسرےؔ اس وجہ سے کہ یہ نماز کی شکل میں مکمل ہوتا ہے، اور نماز میں پڑھے ہوئے قرآن مجید کی فضیلت غیر نماز میں پڑھنے سے افضل ہے۔

---

[1] عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنهما، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: صم من الشهر ثلاثة أيام، قال: أطيق أكثر من ذلك، فما زال حتى قال: صم يوما وأفطر يوما، فقال: اقرأ القرآن فى كل شهر، قال: إنى أطيق أكثر، فما زال حتى قال: فى ثلاث (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٩٧٨، كتاب الصوم)

عن عبد الله بن عمرو أنه قال: يا رسول الله، فى كم أقرأ القرآن؟ مال: " فى شهر "قال: إنى أقوى من ذلك – ردد الكلام أبو موسى وتناقصه، حتى – قال: " اقرأه فى سبع " قال: إنى أقوى من ذلك، قال: " لا يفقه من قرأه فى أقل من ثلاث "(سنن أبى داود، رقم الحديث ١٣٩٠، ابواب شهر رمضان، باب فى كم يقرأ القرآن؟)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داوٗد)

www.idaraghufran.org

چوتھے اس وجہ سے کہ کھڑے ہوکر پڑھا، یا سُنا جاتا ہے، جس کی فضیلت بیٹھ کر پڑھنے، یا سُننے سے زیادہ ہے۔

پانچویں اس وجہ سے کہ باجماعت نماز کی شکل میں اس کی تکمیل ہوتی ہے، جس کی فضیلت یقیناً تنہا نماز سے زیادہ ہے۔

چھٹے اس وجہ سے کہ عموماً مسجد میں اس کی تکمیل ہوتی ہے اور مسجد کا عمل یقیناً عظیم اہمیت کا حامل ہے۔

ساتویں اس وجہ سے کہ تراویح میں پڑھے ہوئے قرآن مجید میں غلطی بتلانے والے سامع کا بھی انتظام ہوتا ہے، اس لیے غلط پڑھے جانے سے حفاظت کا انتظام ہوتا ہے، جبکہ انسان اگر خود سے بیٹھ کر قرآن مجید پڑھے، تو اس کا انتظام نہیں ہوتا۔

آٹھویں جو لوگ قرآن مجید پڑھے ہوئے نہیں، وہ بھی تراویح میں شامل ہوکر پورے قرآن مجید کو مکمل کرنے کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں، جو اُن کے لیے کسی اور شکل میں حاصل کرنا مشکل ہے۔

نویں اس وجہ سے کہ ہر آدمی کی قرآن مجید کی قرائت تجوید کے مطابق نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے وہ خود سے قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھ کر مکمل کرنے کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے، اور تراویح کی شکل میں تجوید کے ساتھ پڑھنے والے امام کی اقتداء میں تجوید کے ساتھ قرآن مجید مکمل کرنے کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

تراویح میں دینی فوائد کے علاوہ دنیاوی اور طبی فوائد بھی موجود ہیں، مثلاً سارے دن روزہ کی حالت میں کھانا، نہ کھانے کی وجہ سے افطار کے وقت عام طور پر کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے، جس سے جسم پر بوجھ ہو جاتا ہے، جو تراویح کی ورزش سے ہضم ہو جاتا ہے۔

اس لئے ہر مسلمان کو کم از کم رمضانُ المبارک میں ایک مرتبہ تو تراویح میں قرآن مجید پڑھ، یا سُن کر قرآن مجید کے ساتھ اپنے تعلق و رشتہ کا ثبوت دینا چاہئے۔

مسئلہ نمبر 1......نمازِ تراویح کا درجہ اور حکم

مسئلہ نمبر 1...... ’’تراویح‘‘ کی نماز، اور اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن اس کو ایک خاص وجہ سے، باجماعت پڑھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستقل معمول کے طور پر ثابت نہیں۔

البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ’’تراویح‘‘ کی نماز باجماعت اداء کرنے کا خاص اہتمام شروع ہوا، جس وقت کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد موجود تھی، اور انہوں نے اس پر اتفاق کیا، اور کسی نے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی، جس کی وجہ سے اس کو ہمیشہ اور باجماعت پڑھنے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہوگیا، اور اس کے بعد سے لے کر آج تک دنیا بھر میں تمام مسلمانوں کا رمضانُ المبارک کی بابرکت راتوں میں اس پر عمل اور اس کا اہتمام جاری ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2......نمازِ تراویح کی رکعات

مسئلہ نمبر 2...... جمہور فقہائے کرام اور جمہور امت کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں۔

اکثر خلفائے راشدین اور جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بیس رکعات تراویح کا پڑھنا صاف طور پر ثابت ہے۔

مالکیہ کے نزدیک بھی تراویح کی 20 یا 36 رکعتیں ہیں، دونوں کے پڑھنے کی گنجائش ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک 20 رکعات سے زیادہ، پڑھنے میں حرج نہیں۔

---

[1] تاريخ مشروعية صلاة التراويح والجماعة فيها:
روى الشيخان عن عائشة -رضى الله تعالى عنها :-أن النبى صلى الله عليه وسلم خرج من جوف الليل ليالى من رمضان وصلى فى المسجد، وصلى الناس بصلاته، وتكاثروا فلم يخرج إليهم فى الرابعة، وقال لهم :خشيت أن تفرض عليكم فتعجزوا عنها .
قال القليوبى :هذا يشعر أن صلاة التراويح لم تشرع إلا فى آخر سنى الهجرة لأنه لم يرد أنه صلاها مرة ثانية ولا وقع عنها سؤال .
وجمع عمر بن الخطاب -رضى الله تعالى عنه -الناس فى التراويح على إمام واحد فى السنة الرابعة عشرة من الهجرة، لنحو سنتين خلتا من خلافته، وفى رمضان الثانى من خلافته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧،ص ١٣٩ ،مادة"صلاة "حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

جبکہ علامہ ابنِ تیمیہ کا قول یہ ہے کہ اگر عذر نہ ہو، تو عام حالات میں 20 رکعات پڑھنا افضل ہے، اور حسبِ قدرت اس تعداد میں کمی وزیادتی کی بھی گنجائش ہے، ان کے نزدیک ان میں سے کوئی عمل قابلِ نکیر وملامت نہیں۔ ل

ل عدد ركعات التراويح: قال السيوطى :الذى وردت به الأحاديث الصحيحة والحسان الأمر بقيام رمضان والترغيب فيه من غير تخصيص بعدد، ولم يثبت أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى التراويح عشرين ركعة، وإنما صلى ليالى صلاة لم يذكر عددها، ثم تأخر فى الليلة الرابعة خشية أن تفرض عليهم فيعجزوا عنها .وقال ابن حجر الهيثمى :لم يصح أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى التراويح عشرين ركعة، وما ورد أنه كان يصلى عشرين ركعة فهو شديد الضعف .

واختلفت الرواية فيما كان يصلى به فى رمضان فى زمان عمر بن الخطاب -رضى الله تعالى عنه :- فذهب جمهور الفقهاء -من الحنفية، والشافعية، والحنابلة، وبعض المالكية -إلى أن التراويح عشرون ركعة، لما رواه مالك عن يزيد بن رومان والبيهقى عن السائب بن يزيد من قيام الناس فى زمان عمر -رضى الله تعالى عنه -بعشرين ركعة، وجمع عمر الناس على هذا العدد من الركعات جمعا مستمرا، قال الكاسانى :جمع عمر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى شهر رمضان على أبى بن كعب -رضى الله تعالى عنه -فصلى بهم عشرين ركعة، ولم ينكر عليه أحد فيكون إجماعا منهم على ذلك .

وقال الدسوقى وغيره :كان عليه عمل الصحابة والتابعين .

وقال ابن عابدين :عليه عمل الناس شرقا وغربا .

وقال على السنهورى :هو الذى عليه عمل الناس واستمر إلى زماننا فى سائر الأمصار .

وقال الحنابلة :وهذا فى مظنة الشهرة بحضرة الصحابة فكان إجماعا والنصوص فى ذلك كثيرة.

وروى مالك عن السائب بن يزيد قال :أمر عمر بن الخطاب أبى بن كعب وتميما الدارى أن يقوما للناس بإحدى عشرة ركعة، قال :وقد كان القارء يقرأ بالمئين، حتى كنا نعتمد على العصى من طول القيام، وما كنا ننصرف إلا فى فروع الفجر .

وروى مالك عن يزيد بن رومان أنه قال :كان الناس يقومون فى زمان عمر بن الخطاب فى رمضان بثلاث وعشرين ركعة، قال البيهقى والباجى وغيرهما :أى بعشرين ركعة غير الوتر ثلاث ركعات ، ويؤيده ما رواه البيهقى وغيره عن السائب بن يزيد -رضى الله تعالى عنه -قال :كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب -رضى الله عنه فى شهر رمضان بعشرين ركعة .

قال الباجى :يحتمل أن يكون عمر أمرهم بإحدى عشرة ركعة، وأمرهم مع ذلك بطول القراء ة، يقرأ القارء بالمئين فى الركعة؛ لأن التطويل فى القراء ة أفضل الصلاة، فلما ضعف الناس عن ذلك أمرهم بثلاث وعشرين ركعة على وجه التخفيف عنهم من طول القيام، واستدرك بعض الفضيلة بزيادة الركعات .

وقال العدوى :الإحدى عشرة كانت مبدأ الأمر، ثم انتقل إلى العشرين .وقال ابن حبيب :رجع عمر إلى ثلاث وعشرين ركعة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حنفیہ میں سے علامہ ابنِ ہمام کی رائے یہ ہے کہ بیس رکعات تراویح مستحب ہے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وخالف الكمال بن الهمام مشايخ الحنفية القائلين بأن العشرين سنة فى التراويح فقال :قيام رمضان سنة إحدى عشرة ركعة بالوتر فى جماعة، فعله النبى صلى الله عليه وسلم ثم تركه لعذر، أفاد أنه لولا خشية فرضه عليهم لواظب بهم، ولا شك فى تحقق الأمن من ذلك بوفاته صلى الله عليه وسلم فيكون سنة، وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين، وقوله صلى الله عليه وسلم :عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين ندب إلى سنتهم، ولا يستلزم كون ذلك سنته؛ إذ سنته بمواظبته بنفسه أو إلا لعذر، وبتقدير عدم ذلك العذر كان يواظب على ما وقع منه، فتكون العشرون مستحبا، وذلك القدر منها هو السنة، كالأربع بعد العشاء مستحبة وركعتان منها هى السنة، وظاهر كلام المشايخ أن السنة عشرون، ومقتضى الدليل ما قلنا فيكون هو المسنون، أى فيكون المسنون منها ثمانى ركعات والباقى مستحبا .

وقال المالكية :القيام فى رمضان بعشرين ركعة أو بست وثلاثين واسع أى جائز، فقد كان السلف من الصحابة -رضوان الله عليهم -يقومون فى رمضان فى زمن عمر بن الخطاب -رضى الله تعالى عنه -فى المساجد بعشرين ركعة، ثم يوترون بثلاث، ثم صلوا فى زمن عمر بن عبد العزيز ستا وثلاثين ركعة غير الشفع والوتر.

قال المالكية :وهو اختيار مالك فى المدونة، قال :هو الذى لم يزل عليه عمل الناس أى بالمدينة بعد عمر بن الخطاب،وقالوا :كره مالك نقصها عما جعلت بالمدينة.

وعن مالك -أى فى غير المدونة -قال :الذى يأخذ بنفسى فى ذلك الذى جمع عمر عليه الناس، إحدى عشرة ركعة منها الوتر، وهى صلاة النبى صلى الله عليه وسلم وفى المذهب أقوال وترجيحات أخرى .

وقال الشافعية :ولأهل المدينة فعلها ستا وثلاثين؛ لأن العشرين خمس ترويحات، وكان أهل مكة يطوفون بين كل ترويحتين سبعة أشواط، فحمل أهل المدينة بدل كل أسبوع ترويحة ليساووهم، قال الشيخان :ولا يجوز ذلك لغيرهم . .وهو الأصح كما قال الرملى لأن لأهل المدينة شرفا بهجرته صلى الله عليه وسلم ومدفنه، وخالف الحليمى فقال :ومن اقتدى بأهل المدينة فقام بست وثلاثين فحسن أيضا.

وقال الحنابلة :لا ينقص من العشرين ركعة، ولا بأس بالزيادة عليها نصا، قال عبد الله بن أحمد: رأيت أبى يصلى فى رمضان ما لا أحصى، وكان عبد الرحمن بن الأسود يقوم بأربعين ركعة ويوتر بعدها بسبع

قال ابن تيمية :والأفضل يختلف باختلاف أحوال المصلين، فإن كان فيهم احتمال لطول القيام، فالقيام بعشر ركعات وثلاث بعدها، كما كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى لنفسه فى رمضان وغيره هو الأفضل .وإن كانوا لا يحتملونه فالقيام بعشرين هو الأفضل .وهو الذى يعمل به أكثر المسلمين، فإنه وسط بين العشر وبين الأربعين، وإن قام بأربعين وغيرها جاز ذلك ولا يكره شىء من ذلك .وقد نص على ذلك غير واحد من الأئمة كأحمد وغيره .قال :ومن ظن أن قيام رمضان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

وتروں سمیت گیارہ رکعت پڑھنا سنت سے ثابت ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾فيه عدد موقت عن النبى صلى الله عليه وسلم لا يزاد فيه ولا ينقص منه فقد أخطأ(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧،ص ١٤١ ،الیٰ ١٤٤ ،مادة"صلاة "حرف الصاد)

نفس قيام رمضان لم يوقت النبى صلى الله عليه وسلم فيه عددا معينا؛ بل كان هو صلى الله عليه وسلم لا يزيد فى رمضان ولا غيره على ثلاث عشرة ركعة لكن كان يطيل الركعات فلما جمعهم عمر على أبى بن كعب كان يصلى بهم عشرين ركعة ثم يوتر بثلاث وكان يخف القرائة بقدر ما زاد من الركعات لأن ذلك أخف على المأمومين من تطويل الركعة الواحدة ثم كان طائفة من السلف يقومون بأربعين ركعة ويوترون بثلاث وآخرون قاموا بست وثلاثين وأوتروا بثلاث .

وهذا كله سائغ فكيفما قام فى رمضان من هذه الوجوه فقد أحسن .والأفضل يختلف باختلاف أحوال المصلين فإن كان فيهم احتمال لطول القيام فالقيام بعشر ركعات وثلاث بعدها .كما كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى لنفسه فى رمضان وغيره هو الأفضل وإن كانوا لا يحتملونه فالقيام بعشرين هو الأفضل وهو الذى يعمل به أكثر المسلمين فإنه وسط بين العشر وبين الأربعين وإن قام بأربعين وغيرها جاز ذلك ولا يكره شىء من ذلك(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج٢٢، ص ٢٧٢، كتاب الفقه،الجزء الثانى: الصلاة،باب صفة الصلاة)

ل وخالف الكمال بن الهمام مشايخ الحنفية القائلين بأن العشرين سنة فى التراويح فقال :قيام رمضان سنة إحدى عشرة ركعة بالوتر فى جماعة، فعله النبى صلى الله عليه وسلم ثم تركه لعذر، أفاد أنه لولا خشية فرضه عليهم لواظب بهم، ولا شك فى تحقق الأمن من ذلك بوفاته صلى الله عليه وسلم فيكون سنة، وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين، وقوله صلى الله عليه وسلم :عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين ندب إلى سنتهم، ولا يستلزم كون ذلك سنته؛ إذ سنته بمواظبته بنفسه أو إلا لعذر، وبتقدير عدم ذلك العذر كان يواظب على ما وقع منه، فتكون العشرون مستحبا، وذلك القدر منها هو السنة، كالأربع بعد العشاء مستحبة وركعتان منها هى السنة، وظاهر كلام المشايخ أن السنة عشرون، ومقتضى الدليل ما قلنا فيكون هو المسنون، أى فيكون المسنون منها ثمانى ركعات والباقى مستحبا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧ص ١٤٢، ١٤٣، مادة "صلاة" حرف الصاد)

وقدمنا فى باب النوافل عن أبى سلمة بن عبد الرحمن سألت عائشة -رضى الله عنها - كيف كانت صلاة رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فى رمضان؟ فقالت :ما كان يزيد فى رمضان ولا غيره على إحدى عشرة ركعة الحديث .وأما ما روى ابن أبى شيبة فى مصنفه والطبرانى وعند البيهقى من حديث ابن عباس أنه -صلى الله عليه وسلم -كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة سوى الوتر فضعيف بأبى شيبة إبراهيم بن عثمان جد الإمام أبى بكر بن أبى شيبة متفق على ضعفه مع مخالفته للصحيح .نعم ثبتت العشرون من زمن عمر فى الموطإ.

عن يزيد بن رومان قال "كان الناس يقومون فى زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرين ركعة ."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بہت سے اہلِ حدیث کے نزدیک تراویح کی آٹھ رکعت ہیں۔ [1]

لیکن مشائخِ حنفیہ نے دلائل کی رُو سے علامہ ابنِ ہمام کے موقف کو راجح نہیں سمجھا، اور انہوں نے تراویح کی بیس رکعات کو ہی سنت قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾وروى البيهقى فى المعرفة عن السائب بن يزيد قال :كنا نقوم فى زمن عمر بن الخطاب -رضى الله عنه -بعشرين ركعة والوتر، قال النووى فى الخلاصة إسناده صحيح.
وفى الموطإ رواية بإحدى عشرة .وجمع بينهما بأنه وقع أولا ثم استقر الأمر على العشرين فإنه المتوارث، فتحصل من هذا كله أن قيام رمضان سنة إحدى عشرة ركعة بالوتر فى جماعة فعله -صلى الله عليه وسلم -ثم تركه لعذر، أفاد أنه لولا خشية ذلك لواظبت بكم، ولا شك فى تحقق الأمن من ذلك بوفاته -صلى الله عليه وسلم -فيكون سنة، وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين وقوله -صلى الله عليه وسلم -عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين ندب إلى سنتهم، ولا يستلزم كون ذلك سنته .إذ سنته بمواظبته بنفسه أو إلا لعذر، وبتقدير عدم ذلك العذر إنما استفدنا أنه كان يواظب على ما وقع منه وهو ما ذكرنا فتكون العشرون مستحبا وذلك القدر منها هو السنة كالأربع بعد العشاء مستحبة وركعتان منها هى السنة.
وظاهر كلام المشايخ أن السنة عشرون، ومقتضى الدليل ما قلنا، فالأولى حينئذ ما هو عبارة القدورى من قوله يستحب لا ما ذكره المصنف فيه(فتح القدير لابن الهمام، ج ١، ص ٤٦٧، و٤٦٨، كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل فى قيام شهر رمضان)

[1] قال بعض أهل الحديث :إن العدد الثابت عنه صلى الله عليه وسلم فى صلاته فى رمضان هو ثمان ركعات، بدليل ما أخرجه البخارى وغيره عن عائشة أنها قالت :ماكان النبى صلى الله عليه وسلم يزيد فى رمضان ولا فى غيره على إحدى عشرة ركعة وأخرج ابن حبان فى صحيحه من حديث جابر أنه صلى الله عليه وسلم :صلى بهم ثمان ركعات ثم أوتر(الفقه الاسلامى اودلتۂ للزحيلى، ج٢، ص ١٠٦٠، القسم الاول، الباب الثانى، الفصل الثامن)

[2] (قوله وهى عشرون ركعة) هو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقا وغربا .وعن مالك ست وثلاثون .وذكر فى الفتح أن مقتضى الدليل كون المسنون منها ثمانية والباقى مستحبا، وتمامه فى البحر، وذكرت جوابه فيما علقته عليه(ردالمحتار، ج٢ ص ٤٥، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

وقوله عشرون ركعة بيان لكميتها وهو قول الجمهور لما فى الموطإ عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون فى زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس شرقا وغربا لكن ذكر المحقق فى فتح القدير ما حاصله أن الدليل يقتضى أن تكون السنة من العشرين ما فعله -صلى الله عليه وسلم -منها ثم تركه خشية أن تكتب علينا والباقى مستحب وقد ثبت أن ذلك كان إحدى عشرة ركعة بالوتر كما ثبت فى الصحيحين من حديث عائشة فإذن يكون المسنون على أصول مشايخنا ثمانية منها والمستحب اثنا عشر انتهى(البحر الرائق، ج٢ ص ٧٢، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، صلاة التراويح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 3......نمازِ تراویح کے باجماعت پڑھنے کا حکم

مسئلہ نمبر 3......تراویح کو جماعت کے ساتھ اداء کرنا مشروع ہے، اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک، تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک، تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنا زیادہ صحیح قول کے مطابق سنت علی الکفایۃ ہے، لہٰذا اگر علاقہ کے تمام لوگ، تراویح کی جماعت ترک کردیں گے، تو وہ برے فعل کے مرتکب ہوں گے، لیکن اگر علاقے میں جماعت کے ساتھ تراویح اداء کی جائے، اور پھر کچھ لوگ تراویح کی جماعت کو ترک کردیں، اور وہ بغیر جماعت کے اپنے گھر میں پڑھ لیں، تو وہ گناہ گار تو نہیں ہوں گے، البتہ فضیلت سے محروم رہیں گے۔

پھر اگر وہ گھر میں جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھ لیں، تو جماعت کی فضیلت کو پالیں گے، مسجد کی فضیلت نہیں پائیں گے۔

البتہ کسی عذر کی وجہ سے مسجد نہ آسکیں، تو پھر امید ہے کہ وہ عذر کی وجہ سے، مسجد کی فضیلت سے بھی محروم نہ ہوں گے۔

اور مالکیہ کے نزدیک اگر مساجد میں معتد بہ لوگ، تراویح کی نماز، باجماعت اداء کریں، اور

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ (قولہ كما ثبت فى الصحيحين إلخ) أى الحديث السابق عند قول المتن والأفضل فيهما رباع وفيه ما كان يزيد فى رمضان ولا غيره على إحدى عشرة ركعة قال فى الفتح وأما ما روى ابن أبى شيبة فى مصنفه والطبرانى وعند البيهقى من حديث ابن عباس عنه -صلى الله تعالى عليه وسلم- كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة سوى الوتر فضعيف بأبى شيبة إبراهيم بن عثمان جد الإمام أبى بكر بن أبى شيبة متفق على ضعفه مع مخالفته للصحيح اهـ.

قلت :أما مخالفته للصحيح فقد يجاب عنها بأن ما فى الصحيح مبنى على ما هو الغالب من أحواله -صلى الله تعالى عليه وسلم- هذا كان ليلتين فقط ثم تركه -عليه الصلاة والسلام- فلذا لم تذكره عائشة -رضى الله تعالى عنها- وأما تضعيف الحديث بمن ذكر فقد يقال إنه اعتضد بما مر من نقل الإجماع على سنيتها من غير تفصيل مع قول الإمام -رحمه الله- إن ما فعله عمر -رضى الله عنه- لم يتخرجه من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يأمر به إلا عن أصل لديه وعهد من رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- هـ فتأمل منصفا(منحة الخالق على البحر الرائق، ج ٢ ص ٧٢، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، صلاة التراويح)

مساجد کو معطل نہ کیا جائے، تو باقی لوگوں کے لیے تراویح کا گھروں میں پڑھنا مستحب ہے، جبکہ گھروں میں بشاشت کے ساتھ پڑھی جائے، اور تراویح کو ترک نہ کیا جائے۔

اور شافعیہ کے نزدیک بھی اصح قول کے مطابق، تراویح با جماعت پڑھنا سنت ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنا، تنہا پڑھنے کے مقابلے میں افضل ہے۔

اورنفسِ جماعت کی فضیلت دو افراد سے بھی حاصل ہوجاتی ہے، اگرچہ دوسرا فرد سمجھدار بچہ، یا عورت کیوں نہ ہو۔ [1]

---

[1] الجماعة فى صلاة التراويح :اتفق الفقهاء على مشروعية الجماعة فى صلاة التراويح؛ لفعل النبى صلى الله عليه وسلم كما سبق، ولفعل الصحابة -رضوان الله تعالى عليهم -ومن تبعهم منذ زمن عمر بن الخطاب -رضى الله عنه -؛ ولاستمرار العمل عليه حتى الآن.

وذهب جمهور الفقهاء إلى أن الجماعة فى صلاة التراويح سنة.

قال الحنفية :صلاة التراويح بالجماعة سنة على الكفاية فى الأصح، فلو تركها الكل أساء وا، أما لو تخلف عنها رجل من أفراد الناس وصلى فى بيته فقد ترك الفضيلة، وإن صلى فى البيت بالجماعة لم ينل فضل جماعة المسجد .وقال المالكية :تندب صلاة التراويح فى البيوت إن لم تعطل المساجد، وذلک لخبر :عليكم بالصلاة فى بيوتكم، فإن خير صلاة المرء فى بيته إلا الصلاة المكتوبة ولخوف الرياء وهو حرام، واختلفوا فيما إذا صلاها فى بيته، هل يصليها وحده أو مع أهل بيته؟ قولان، قال الزرقانى :لعلهما فى الأفضلية سواء .

وندب صلاة التراويح -فى البيوت عندهم -مشروط بثلاثة أمور :أن لا تعطل المساجد، وأن ينشط لفعلها فى بيته، ولا يقعد عنها، وأن يكون غير آفاقى بالحرمين، فإن تخلف شرط كان فعلها فى المسجد أفضل، وقال الزرقانى :يكره لمن فى المسجد الانفراد بها عن الجماعة التى يصلونها فيه، وأولى إذا كان انفراده يعطل جماعة المسجد .وقال الشافعية :تسن الجماعة فى التراويح على الأصح؛ لحديث عائشة -رضى الله تعالى عنها -الذى سبق ذكره؛ وللأثر عن عمر -رضى الله تعالى عنه -ولعمل الناس على ذلک .ومقابل الأصح عندهم أن الانفراد بصلاة التراويح أفضل كغيرها من صلاة الليل لبعده عن الرياء .وقال الحنابلة :صلاة التراويح جماعة أفضل من صلاتها فرادى، قال أحمد :كان على وجابر وعبد الله -رضى الله عنهم -يصلونها فى الجماعة.

وفى حديث أبى ذر -رضى الله تعالى عنه -أن النبى صلى الله عليه وسلم جمع أهله ونساءه، وقال: إن الرجل إذا صلى مع الإمام حتى ينصرف كتب له قيام ليلة .

وقالوا :إن تعذرت الجماعة صلى وحده لعموم قول النبى صلى الله عليه وسلم :من قام رمضان إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷،ص۱۴۶ و ۱۴۷، مادة "صلاة "حرف الصاد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر4......نمازِ تراویح میں ختمِ قرآن کا حکم

مسئلہ نمبر4......حنابلہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی حضرت حسن کی روایت کے مطابق نمازِ تراویح میں، قرآن مجید مکمل کرنا، سنت ہے، تاکہ لوگ نمازِ تراویح میں پورے قرآن مجید کو سن لیں۔

پھر حنفیہ کے نزدیک ایک مرتبہ قرآن مجید کو تراویح میں ختم کرنا، سنت ہے، جس کو لوگوں کی سستی کی وجہ سے ترک نہیں کیا جائے گا۔

لیکن بعض حضرات نے لوگوں کی حسبِ قدرت اور حسبِ شوق، اس سے کم وبیش پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے، خواہ قرآن مجید مکمل نہ ہو۔

ضرورت کے وقت، یعنی جب کوئی حافظِ قرآن میسر نہ ہو، یا کسی کو پورا قرآن مجید سننا مشکل ہو، تو اس قول پر عمل کی بھی گنجائش ہے۔

اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک، امام کے لیے تراویح میں پورے مہینے کے اندر، ایک مرتبہ قرآن مجید کو ختم کرنا، مستحب ہے۔

اور اگر پورے مہینے ''سورت تراویح'' پڑھی جائے، تو تب بھی جائز ہے، کوئی گناہ نہیں، صرف خلافِ اولیٰ ہے، اور ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنا خلافِ اولیٰ بھی نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والجماعة فى صلاة التراويح سنة عند الحنفية والشافعية والحنابلة ومستحبة عند المالكية .
والجماعة فى صلاة الوتر سنة فى شهر رمضان عند الحنابلة ومستحبة عند الشافعية وفى قول عند الحنفية .
أما ما عدا ما ذكر مما تسن له الجماعة فالأصل فيه أن يصلى على انفراد لكن لو صلى جماعة جاز لأن النبى صلى الله عليه وسلم فعل الأمرين كليهما وكان أكثر تطوعه منفردا وصلى بأنس وأمه واليتيم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧،ص ١٦١ ،مادة''صلاة ''حرف الصاد)

[1] القراءة وختم القرآن الكريم فى التراويح:
ذهب الحنابلة وأكثر المشايخ من الحنفية وهو ما رواه الحسن عن أبى حنيفة إلى أن السنة أن يختم القرآن الكريم فى صلاة التراويح ليسمع الناس جميع القرآن فى تلك الصلاة.
وقال الحنفية :السنة الختم مرة، فلا يترك الإمام الختم لكسل القوم، بل يقرأ فى كل ركعة عشر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 5......نمازِ تراویح کا وقت

مسئلہ نمبر 5...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک تراویح کا وقت، عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہوکر طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔

اور تراویح کو وتر سے پہلے پڑھنا، سنت ہے، لیکن اگر وتر کے بعد پڑھی جائے، تو حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس طرح بھی تراویح درست ہوجاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ آیات أو نحوها، فیحصل بذلک الختم؛ لأن عدد رکعات التراویح فی شهر رمضان ستمائة رکعة، أو خمسمائة وثمانون، وآی القرآن الکریم ست آلاف وشیء .

ویقابل قول هؤلاء ما قیل :الأفضل أن یقرأ قدر قراءة المغرب لأن النوافل مبنیة علی التخفیف خصوصا بالجماعة، وما قیل :یقرأ فی کل رکعة ثلاثین آیة لأن عمر -رضی الله تعالی عنه -أمر بذلک، فیقع الختم ثلاث مرات فی رمضان؛ لأن لکل عشر فضیلة کما جاءت به السنة، أوله رحمة وأوسطه مغفرة وآخره عتق من النار.

وقال الکاسانی :ما أمر به عمر -رضی الله تعالی عنه -هو من باب الفضیلة، وهو أن یختم القرآن أکثر من مرة، وهذا فی زمانهم، وأما فی زماننا فالأفضل أن یقرأ الإمام علی حسب حال القوم، فیقرأ قدر ما لا ینفرهم عن الجماعة؛ لأن تکثیر الجماعة أفضل من تطویل القراءة.

ومن الحنفیة من استحب الختم لیلة السابع والعشرین رجاء أن ینالوا لیلة القدر، وإذا ختم قبل آخره . .قیل :لا یکره له التراویح فیما بقی، قیل :یصلیها ویقرأ فیها ما یشاء .

وصرح المالکیة والشافعیة بأنه یندب للإمام الختم لجمیع القرآن فی التراویح فی الشهر کله، وقراءة سورة فی تراویح جمیع الشهر تجزء، وکذلک قراءة سورة فی کل رکعة، أو کل رکعتین من تراویح کل لیلة فی جمیع الشهر تجزء وإن کان خلاف الأولی إذا کان یحفظ غیرها أو کان هناک من یحفظ القرآن غیره، قال ابن عرفة :فی المدونة لمالک :ولیس الختم بسنة .

وقال الحنابلة :یستحب أن یبتدء التراویح فی أول لیلة بسورة القلم :(اقرأ باسم ربک) بعد الفاتحة لأنها أول ما نزل من القرآن، فإذا سجد للتلاوة قام فقرأ من البقرة نص علیه أحمد، والظاهر أنه قد بلغه فی ذلک أثر، وعنه :أنه یقرأ بسورة القلم فی عشاء الآخرة من اللیلة الأولی من رمضان.

قال الشیخ :وهو أحسن مما نقل عنه أنه یبتدء بها التراویح ویختم آخر رکعة من التراویح قبل رکوعه ویدعو، نص علیه (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۷، ص۱۴۷و۱۴۸، مادة"صلاة" حرف الصاد)

[1] وقت صلاة التراویح: ذهب جمهور الفقهاء إلی أن وقت صلاة التراویح من بعد صلاة العشاء ، وقبل الوتر إلی طلوع الفجر؛ لنقل الخلف عن السلف، ولأنها عرفت بفعل الصحابة فکان وقتها ما صلوا فیه، وهم صلوا بعد العشاء قبل الوتر؛ ولأنها سنة تبع للعشاء فکان وقتها قبل الوتر.

ولو صلاها بعد المغرب وقبل العشاء .

فجمهور الفقهاء وهو الأصح عند الحنفیة علی أنها لا تجزء عن التراویح، وتکون نافلة عند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 6......نمازِ تراویح بیٹھ کر پڑھنا

مسئلہ نمبر 6...... بلاعذر بیٹھ کر تراویح پڑھنا جائز ہے، کیونکہ تراویح میں قیام فرض نہیں، لیکن مستحب اور افضل یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے۔

البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے پوری، یا کچھ رکعتیں بیٹھ کر پڑھے، تو پھر ثواب میں کمی نہیں کی جاتی۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......نمازِ تراویح کی امامت پر اجرت کا حکم

مسئلہ نمبر 7...... جمہور فقہائے کرام، یعنی شافعیہ، حنابلہ، اور متقدمینِ حنفیہ کے نزدیک نماز کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المالكية، ومقابل الأصح عند الحنفية أنها تصح؛ لأن جميع الليل إلى طلوع الفجر قبل العشاء وبعدها وقت للتراويح؛ لأنها سميت قيام الليل فكان وقتها الليل.

وعلل الحنابلة عدم الصحة بأنها تفعل بعد مكتوبة وهى العشاء فلم تصح قبلها كسنة العشاء، وقالوا :إن التراويح تصلى بعد صلاة العشاء وبعد سنتها، قال المجد :لأن سنة العشاء يكره تأخيرها عن وقت العشاء المختار، فكان إتباعها لها أولى.

ولو صلاها بعد العشاء وبعد الوتر فالأصح عند الحنفية أنها تجزء.

وذهب الحنفية والشافعية إلى أنه يستحب تأخير التراويح إلى ثلث الليل أو نصفه، واختلف الحنفية فى أدائها بعد نصف الليل، فقيل يكره؛ لأنها تبع للعشاء كسنتها، والصحيح لا يكره لأنها من صلاة الليل والأفضل فيها آخره.

وذهب الحنابلة إلى أن صلاتها أول الليل أفضل؛ لأن الناس كانوا يقومون على عهد عمر -رضى الله تعالى عنه -أوله، وقد قيل لأحمد :يؤخر القيام أى فى التراويح إلى آخر الليل؟ قال :سنة المسلمين أحب إلى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص ١٤٥، ١٤٦، مادة"صلاة" حرف الصاد)

[1] القعود فى صلاة التراويح :جاء فى مذهب الحنفية أن من يصلى التراويح قاعدا فإنه يجوز مع الكراهة تنزيها لأنه خلاف السنة المتوارثة .

وصرح الحنفية بأنه :يكره للمقتدى أن يقعد فى صلاة التراويح، فإذا أراد الإمام أن يركع قام، واستظهر ابن عابدين أنه يكره تحريما؛ لأن فى ذلك إظهار التكاسل فى الصلاة والتشبه بالمنافقين، قال الله تعالى :(وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى) فإذا لم يكن ذلك لكسل بل لكبر ونحوه لا يكره ، ولم نجد مثل هذا لغير الحنفية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص ١٤٥ ، مادة "صلاة "حرف الصاد)

ويجوز التراويح قاعدا من غير عذر لأنه تطوع إلا أنه لا يستحب؛ لأنه خلاف السنة المتوارثة (بدائع الصنائع، ج ١، ص ٢٩٠، كتاب الصلاة، فصل فى سنن صلاة التراويح)

امامت پر اجرت جائز نہیں۔ [1]

اور مالکیہ کے نزدیک اذان پر، اور اسی طرح اذان کے ساتھ نماز کی امامت پر اجرت بلاکراہت جائز ہے، اوراذان کے بغیر نماز پر نمازیوں سے اجرت لینا مکروہ ہے۔

اورمتاخرینِ حنفیہ کے نزدیک قرآن کی تعلیم، اورامامت اوراذان پر اجرت جائز ہے۔

اور یہ حکم اجرت کا ہے، اگر بیتُ المال سے وظیفہ حاصل ہو، تو اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔ [2]

---

[1] الأجر على الإمامة:

ذهب جمهور الفقهاء :(الشافعية والحنابلة، والمتقدمون من الحنفية) إلى عدم جواز الاستئجار لإمامة الصلاة، لأنها من الأعمال التى يختص فاعلها بكونه من أهل القربة، فلا يجوز الاستئجار عليها كنظائرها من الأذان وتعليم القرآن، لقوله عليه الصلاة والسلام :اقرء وا القرآن ولا تأكلوا به ولأن الإمام يصلى لنفسه، فمن أراد اقتدى به وإن لم ينو الإمامة، وإن توقف على نيته شىء فهو إحراز فضيلة الجماعة، وهذه فائدة تختص به، ولأن العبد فيما يعمله من القربات والطاعات عامل لنفسه، قال سبحانه وتعالى :(من عمل صالحا فلنفسه) ، ومن عمل لنفسه لا يستحق الأجر على غيره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص ٢١٥،مادة"امام"حرف الألف)

[2] وقال المالكية :جاز أخذ الأجرة على الأذان وحده أو مع صلاة، وكره الأجر على الصلاة وحدها، فرضا كانت أو نفلا من المصلين.

والمفتى به عند متأخرى الحنفية جواز الاستئجار لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان، ويجبر المستأجر على دفع المسمى بالعقد أو أجر المثل إذا لم تذكر مدة.

واستدلوا للجواز بالضرورة، وهى خشية ضياع القرآن لظهور التوانى فى الأمور الدينية اليوم.

وهذا كله فى الأجر .وأما الرزق من بيت المال فيجوز على ما يتعدى نفعه من هذه الأمور بلا خلاف، لأنه من باب الإحسان والمسامحة، بخلاف الإجارة فإنها من باب المعاوضة، ولأن بيت المال لمصالح المسلمين، فإذا كان بذله لمن يتعدى نفعه إلى المسلمين محتاجا إليه كان من المصالح، وكان للآخذ أخذه، لأنه من أهله وجرى مجرى الوقف على من يقوم بهذه المصالح(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٦،ص ٢١٥،مادة"امام"حرف الألف)

أما غير ذلك من القربات التى يتعدى نفعها للغير كالأذان والإقامة وتعليم القرآن والفقه والحديث، فعند الشافعية والمالكية وفى رواية عن الإمام أحمد يجوز أخذ الأجرة على ذلك، لكن كره المالكية أخذ الأجرة على تعليم الفقه والفرائض.

وعند الحنفية وهو رواية عن الإمام أحمد، لا يجوز أخذ الأجرة على ذلك؛ لأن من شرط صحة هذه الأفعال كونها قربة لله تعالى فلم يجز أخذ الأجر عليها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق امامت کی اجرت جائز ہے۔ [1]

اور شافعیہ کا ایک قول غیر فرائض، مثلاً تراویح کی امامت میں اجرت کے جواز کا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لكن أجاز متأخرو الحنفية أخذ الأجرة على تعليم القرآن استحسانا ومثل ذلك الإمامة والأذان للحاجة.

أما ما يقع تارة قربة وتارة غير قربة، كبناء المساجد والقناطر، فيجوز أخذ الأجرة عليه .

وما يؤخذ من بيت المال على القربات التى لا يجوز أخذ الأجرة عليها كالقضاء ، لا يعتبر أجرا، يقول ابن تيمية :ما يؤخذ من بيت المال ليس عوضا وأجرة، بل رزق للإعانة على الطاعة، فمن عمل منهم لله أثيب، وما يأخذه فهو رزق للمعونة على الطاعة، وكذلك المال الموقوف على أعمال البر، والموصى به كذلك والمنذور كذلك، ليس كالأجرة .

وذهب القرافى إلى أن باب الأرزاق أدخل فى باب الإحسان وأبعد عن باب المعاوضة، وباب الإجارة أبعد من باب المسامحة وأدخل فى باب المكايسة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص ١٠٠، ١٠١، مادة"قربة"حرف القاف)

[1] القسم الرابع، القرب التى يختص فاعلها بكونه من أهل القربة، يعنى أنه يشترط كونه مسلما، كالإمامة، والأذان، والحج، وتعليم القرآن.نص عليه أحمد .وبه قال عطاء ، والضحاك بن قيس، وأبو حنيفة، والزهرى .وكره الزهرى، وإسحاق تعليم القرآن بأجر .وقال عبد الله بن شقيق :هذه الرغف التى يأخذها المعلمون من السحت .وممن كره أجرة التعليم مع الشرط :الحسن، وابن سيرين، وطاوس، والشعبى، والنخعى.

وعن أحمد، رواية أخرى، يجوز ذلك .حكاها أبو الخطاب .ونقل أبو طالب، عن أحمد، أنه قال : التعليم أحب إلى من أن يتوكل لهؤلاء السلاطين، ومن أن يتوكل لرجل من عامة الناس فى ضيعة، ومن أن يستدين ويتجر، لعله لا يقدر على الوفاء ، فيلقى الله تعالى بأمانات الناس، التعليم أحب إلى . وهذا يدل على أن منعه منه فى موضع منعه للكراهة، لا للتحريم .وممن أجاز ذلك مالك، والشافعى .ورخص فى أجور المعلمين أبو قلابة وأبو ثور، وابن المنذر(المغنى لابن قدامة،ج٥،ص ٤١٠،وص ٤١١،كتاب الإجارات،فصل حكم الإجارة فى القرب التى يختص فاعلها بكونه من أهل القربة)

[2] واختلفوا فى أخذ الأجرة على القرب كتعليم القرآن والحج والأذان والإمامة.

فقال أبو حنيفة وأحمد :لا يجوز ذلك.وقال مالك :يجوز فى تعليم القرآن والحج والأذان.

وأما الإمامة :فإن أفردها وحدها لم يجز له أخذ الأجرة عليها وإن جمعها مع الأذان جاز.

وكانت الأجرة على الأذان لا على الصلاة.

وقال الشافعى :يجوز فى تعليم القرآن والحج.

وأما الإمامة فى الفروض :فلا تجوز فيها ويجوز فى النوافل ولأصحابه فى جواز ذلك فى التراويح وجهان(جواهر العقود ومعين القضاة والموقعين والشهود،لشمس الدين محمد بن أحمد بن على بن عبد الخالق، المنهاجى الأسيوطى الشافعى ، ج ١ ص ٢١٥،كتاب الاجارة، الخلاف المذكور فى مسائل الباب)

www.idaraghufran.org

امام غزالی اپنی کتاب ''فاتحۃُ العلوم'' میں فرماتے ہیں:

فنقول یجوز أخذ الأجرة على الأذان و إقامة صلاة التراويح، ويجوز للمعيد أخذ الأجرة مسائل معينة يكررها ،و للمدرس علىٰ مسائل بعينها يتعب نفسه فيها.

ولا ينبغي أن يظن أن امام صلاة التراويح يأخذ الأجرة على الصلاة و ان الصلاة لغير الله جائزة بهٰذا الدليل ،فذلك حرام بالاتفاق.

ولكن اتعابهٗ نفسه فى حضورموضع معين و قيامه فى وقت معين ليس بواجب عليه، و ليس من نفس العبادة ،و انما الاجرة فى مقابلة ذلك التعب ، وكما ان المصلى فى الدار المغصوبة مطيع من حيث انهٗ مصل، عاص من حيث انهٗ كائن فى الدار المغصوبة.

فكذلك هو مخلص من حيث انه يصلى التراويح للّٰه تعالىٰ ، معتاض من حيث انهٗ يحضر المكان المعين و يقيم العبادة فى الوقت الذى يعينهٗ المستاجر (كتاب فاتحة العلوم ، ص : ١٦ ، الباب الثانى فى تصحيح النية فى طلب العلم ، الطبعة الاولىٰ 1322 هجرى ، المطبعة الحسينية المصرية ، بجوار مسجد الامام الحسين رضى الله تعالىٰ عنه)

ترجمہ: پس ہم کہتے ہیں کہ اذان اور نمازِ تراویح پڑھانے پر اجرت کا لینا جائز ہے، اور متعین مسائل کا تکرار کرانے والے کو اور متعین مسائل کے مدرس کو اجرت لینا جائز ہے، جو ان چیزوں میں اپنے نفس کو تعب ومشقت میں ڈالتا ہے۔

اور یہ بات مناسب نہیں کہ یہ گمان کیا جائے کہ نمازِ تراویح کا امام، نماز پر اجرت کو لیتا ہے، اور اس دلیل کی وجہ سے غیرُ اللہ کے لیے نماز جائز ہے، کیونکہ یہ تو بالاتفاق حرام ہے۔

لیکن اس (امام پر) پر اپنے آپ کو مخصوص مقام پر حاضر ہونا، اور متعین وقت میں نمازِ تراویح کو پڑھانا، اس پر واجب نہیں، اور یہ بذاتِ خود عبادت بھی نہیں، اور اجرت صرف اس تعب ومشقت کے مقابلہ میں ہے، جیسا کہ کوئی شخص غصب شدہ

Idara Ghufran

گھر میں نماز پڑھے، تو وہ اس حیثیت سے اطاعت کرنے والا ہے کہ وہ نماز پڑھنے والا ہے، اور اس حیثیت سے گناہ گار ہے کہ وہ غصب شدہ گھر میں نماز پڑھنے والا ہے۔ پس اسی طرح وہ امام بھی اس حیثیت سے مخلص ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تراویح پڑھاتا ہے، اور اس حیثیت سے عوض لینے والا ہے کہ وہ مخصوص مقام میں حاضر ہو رہا ہے، اور عبادت کو اس وقت میں قائم کر رہا ہے، جس کی مستأجر نے تعیین کی ہے (فاتحۃ الکتاب)

اور بعض مالکیہ کے نزدیک غیر فرائض، مثلاً نمازِ تراویح کی اجرت بلا کراہت جائز ہے۔ [1]

چنانچہ "مواھبُ الجلیل" میں ہے کہ:

الصلاة خلف من يأخذ الأجرة على الإمامة جائزة، قال في رسم الصلاة الثاني من سماع أشهب :وسئل عن الصلاة خلف من يستأجر لقيام رمضان يؤم الناس؟ فقال :لا يكون بذلك بأس إن كان بأس فعليه، قال ابن رشد: وهذا كما قال؛ لأنه لا بأس بالصلاة خلف من استؤجر لقيام رمضان؛ لأن الإجارة ليست عليه حراما فتكون جرحة فيه تقدح في إمامته، وإنما هي له مكروهة فتركها أفضل، ولا تكره إمامة من فعل ما تركه أفضل (مواهب الجليل في شرح مختصر خليل، لمحمد بن محمد بن عبد الرحمن الطرابلسي المغربي، المعروف بالحطاب الرُّعيني المالكي، ج ۱، ص ۴۵۸، كتاب الصلاة)

ترجمہ: امامت پر اجرت لینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے، رسم الصلاۃ الثانی میں سماعِ اشہب سے منقول ہے کہ امام مالک سے اس شخص کے پیچھے نماز کے بارے میں سوال کیا گیا، جو لوگوں کی رمضان میں تراویح کی امامت میں اجرت حاصل کرے، تو امام مالک نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اور اگر کوئی حرج بھی ہو، تو امام پر ہے، ابنِ رشد نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اسی طرح ہے، جس طرح

---

[1] وقد أجاز المالكية أيضا أخذ الأجرة على الإمامة .كما أجازوا للمفتي أخذ الأجر إن لم يكن له رزق .وقالوا :يجوز الإجارة للمندوبات وفروض الكفاية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۲۹۲، مادة "اجارة" حرف الألف)

امام مالک نے فرمایا، کیونکہ رمضان میں تراویح کی اجرت لینے والے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس پر اجرت حرام نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی ایسا جرح لاحق ہو کہ جو اس کی امامت میں قدغن واقع کرے، البتہ امام کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے، پس اس کا ترک کرنا افضل ہے، اور ایسے شخص کی امامت مکروہ نہیں، جو ایسے فعل کا ارتکاب کرے کہ جس کا ترک افضل ہے (مواہب الجلیل)

جہاں تک قرآن مجید کی قرائت پر اجرت کا تعلق ہے، تو حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، اور بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک جائز ہے۔ [1]

---

[1] وقد نص الحنفية على أنه لا يجوز قراء ة القرآن بأجر، وأنه لا يترتب على ذلك ثواب، والآخذ والمعطى آثمان، وأن ما يحدث فى زماننا من قراء ة القرآن بأجر عند المقابر وفى المآتم لا يجوز .والإجارة على مجرد القراء ة باطلة، وأن الأصل أن الإجارة على تعليمه غير جائزة.
لكن المتأخرين أجازوا الإجارة على تعليمه استحسانا.وكذا ما يتصل بإقامة الشعائر كالإمامة والأذان للحاجة.
وأجاز مالك والشافعى أخذ الأجر على قراء ة القرآن وتعليمه .وهو رواية عن أحمد .وقال به أبو قلابة وأبو ثور وابن المنذر، لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم زوج رجلا بما معه من القرآن، وجعل ذلك يقوم مقام المهر، فجاز أخذ الأجرة عليه فى الإجارة .وقد روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الحديث الصحيح أنه قال :إن أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله ولا يكاد يوجد متبرع بذلك، فيحتاج إلى بذل الأجر فيه .وقد نص المالكية على كراهة الأجرة على قراء ة القرآن بلحن؛ لأن القراء ة على هذا الوجه مكروهة إذا لم يخرج عن حده .قال الصاوى :أما الإجارة على أصل القراء ة فجائز .وصرح الشافعية بجواز قراء ة القرآن عند القبر، والاستئجار على ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا، ص ۲۹۱،۲۹۲، مادة"اجارة"حرف الألف)
الاستئجار على قراء ة القرآن :اختلف الفقهاء فى جواز الاستئجار لقراء ة القرآن وأخذ الأجرة عليها.فذهب المالكية والشافعية إلى جواز الاستئجار على قراء ة القرآن.
قال الشافعية :وإذا قرأ جنبا ولو ناسيا لا يستحق أجرة.
وذهب الحنفية والحنابلة إلى أنه لا يصح الاستئجار على القراء ة.
قال ابن عابدين :والاستئجار على التلاوة وإن صار متعارفا، فالعرف لا يجيزه؛ لأنه مخالف للنص، وهو ما استدل به أئمتنا من قوله عليه الصلاة والسلام :اقرء وا القرآن ولا تغلوا فيه، ولا تجفوا عنه، ولا تأكلوا به، ولا تستكبروا به ، والعرف إذا خالف النص يرد بالاتفاق، والذى أفتى به المتأخرون جواز الاستئجار على تعليم القرآن لا على تلاوته خلافا لمن وهم.
لكن صرح الحنابلة بأنه يجوز أخذ الجعالة على تعليم القرآن بلا شرط على الصحيح من المذهب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳، ص ٦۴، مادة"قراء ة "حرف القاف)

www.idaraghufran.org

البتہ حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام نے مذکورہ امور پر ''اجارہ'' کے بجائے ''جعالہ'' کے طور پر معاوضہ کو جائز قرار دیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ''جعالہ'' جائز عقد ہے، جو ''اجارہ'' سے مختلف ہے ''جعالہ'' میں عوض لازم نہیں ہوتا، اور اس عمل میں جہالت بھی قابلِ تحمل ہوتی ہے۔ [1]

لیکن حنفیہ کے نزدیک چونکہ ''جعالہ'' درست نہیں، اس لئے ہمارے یہاں اکثر حنفیہ کا فتویٰ قرآن سنانے کی شکل میں تراویح پڑھانے کی اجرت کے بحیثیتِ ''اجارہ'' یا ''جعالہ'' کے عدمِ جواز کا ہے، جبکہ بعض نے جواز کا بھی فتویٰ دیا ہے۔ [2]

---

[1] عقد الجعالة مباح شرعا عند المالكية والشافعية، والحنابلة، إلا أن المالكية يقولون :إنها جائزة بطريق الرخصة، اتفاقا، والقياس عدم جوازها بل عدم صحتها للغرر الذى يتضمنه عقدها، وإنما خرجت عن ذلک إلى الجواز للأدلة التالية......

وقال الحنفية :بعدم جوازها فى غير جعل العبد الآبق، ودليل المنع عندهم ما فى الجعالة من تعليق التملک على الخطر (أى التردد بين الوجود والعدم) كما أن الجعالة التى لم توجه إلى معين لم يوجد فيها من يقبل العقد فانتفى العقد.

والجعالة تختلف عن الإجارة -عند الشافعية وغيرهم من المذاهب المجيزة لها -فى بعض الأحكام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٥،ص٢٠٨ و ٢٠٩،مادة''جعالة''حرف الجيم)

الجعالة :هى التزام جعل أو أجر معين لمن يقوم بعمل معين، بدون تحديد أمد معين، وهى عقد جائز غير لازم كتقديم مكافأة لمن يرد متاعا ضائعا، أو يبنى حائطا أو يحفر بئرا يصل إلى الماء ، أو ينجح نجاحا متفوقا فى امتحان، أو يحقق نصرا حربيا على العدو، أو يشفى مرضا معينا، أو يبتكر علاجا ناجعا، أو يخترع اختراعا صناعيا، أو يحفظ القرآن الكريم.

وقد أجازها جمهور الفقهاء من المالكية والشافعية والحنابلة عملا بقصة يوسف عليه السلام مع إخوته :(قالوا :نفقد صواع الملک، ولمن جاء به حمل بعير، وأنا به زعيم) (يوسف)، ويؤيده قوله عليه الصلاة والسلام يوم حنين :من قتل قتيلا فله سلبه .

ولم يجزها الحنفية ، لما فيها من الغرر والخطر أى الجهالة والاحتمال بالنسبة للملتزم وبالنسبة للقائم بالعمل الذى لا يدرى ما يحتاجه من مجهود لإنجاز العمل(الفقه الاسلامى وادلتہٗ للزحيلى، ج٤،ص٢٩٢٢،القسم الثانى،الفصل الرابع)

[2] علامہ ابنِ عابدین شامی (المتوفیٰ:1252ھ) نے تلاوت وقرائت پر اجرت کے عدمِ جواز کو نہ صرف یہ کہ راجح قرار دیا ہے، بلکہ دوسرے قول کی تردید بھی کی ہے، جو اُن کی تالیف ''ردالمحتار، منحةُ الخالق، تنقيح فتاوىٰ الحامدية، ورسالہ شفاء العليل ''وغیرہ سے ظاہر ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور گذشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ یہ مسئلہ اجتہادی واختلافی نوعیت کا ہے، اور اس قسم کے مسائل میں اجتہادی دلائل دونوں طرف کم وبیش ہوا کرتے ہیں۔

پس اگر کسی کا عدمِ جواز کے قول کی طرف رجحان ہو، تو جس طرح اس کا رجحان قابلِ نکیر نہیں، اسی طرح جواز کے قول کی طرف رجحان بھی قابلِ نکیر نہیں۔

اور اس طرح کے فرعی واختلافی مسئلہ میں ایک موقف کو ترجیح دے کر دوسرے موقف کو قطعی غلط قرار دینا، اور اس پر اس طرح نکیر کرنا، درست نہیں ہوا کرتا، جس طرح قطعی واجماعی حکم پر نکیر کی جایا کرتی ہے۔

اور ہمیں اب تحقیق کے بعد یہ راجح معلوم ہوا کہ جب تک اللہ نے حافظ کو وسعت دی ہو، اسے چاہیے کہ وہ کسی طرح کے ''اجارہ وجعالہ'' کے بغیر تراویح کا عمل انجام دے، اور اگر ضرورت مند ہونے کی وجہ سے لینا دینا کیا جائے، تو بھی مناسب یہ ہے کہ اس کو قرآن، یا نماز کا اصل معاوضہ نہ سمجھا جائے، بلکہ اسے وعطیہ وصلہ تصور کیا جائے، تو اس کو ''صلہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور ہمارے یہاں حافظِ قرآن کے لئے تراویح کی امامت کے عوض میں معاوضہ کو تلاوت وقرائت کا معاوضہ سمجھ کرنا جائز قرار دیا جاتا ہے۔

اور اب ہم تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اول تو اس کو محض تلاوت وقرائت کا معاوضہ قرار دینا راجح نہیں، بلکہ اس کا تراویح کی امامت کا معاوضہ ہونا راجح ہے، اور تراویح، اگرچہ سنت ہے، لیکن اسلام کے شعار میں سے ہے، اور اذان کی اجرت کو اسی درجہ میں رکھتے ہوئے جائز قرار دیا گیا ہے، اور تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت وقرائت ضمنی چیز ہے، جس کے معیار کے مطابق اجرت کی مقدار بڑھانے سے فرق نہیں پڑتا۔

دوسرے غیر حنفیہ کے ساتھ ساتھ متعدد حنفیہ نے ایسی تلاوت وقرائت پر بھی اجرت کو جائز قرار دیا ہے، جس سے دوسرا مستفید ہو، یہی وجہ ہے کہ علامہ سید محمود آفندی حمزاوی (مفتی دمشق، شام ''المتوفیٰ:1305ھ'') نے 1303ھ میں ''**رفع الغشاوة عن جواز اخذ الاجرة على التلاوة**'' کے عنوان سے ایک رسالہ میں علامہ ابنِ عابدین شامی کی رائے سے اختلاف کیا ہے، اور ان کی رائے کو مرجوح قرار دیا ہے۔

اور علامہ سید محمود آفندی کا شمار حنفیہ کے اہلِ فقہ وافتاء حضرات میں سے ہوتا ہے، جن کے متعدد حوالے علامہ ابنِ عابدین شامی کے بیٹے علامہ محمد علاء الدین آفندی (المتوفیٰ:1306ھ) نے ''**قرة عيون الاخيار تكملة ردالمحتار**'' میں ذکر فرمائے ہیں۔

معروفہ‘‘یا’’جعالہ‘‘قرار دے کر جائز کہا جائے گا۔ [1]

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: كُنَّا نَأْخُذُ الصِّبْيَانَ مِنَ الْكُتَّابِ لِيَقُوْمُوْا بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَنعمَلُ لَهُمُ الْقَلِيَّةَ وَالْخَشْكَنَانِجَ (السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ٤٦٧٥، كتاب الصلاة، باب من زعم أنها بالجماعة أفضل لمن لا يكون حافظا للقرآن)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم بچوں کو مکاتیب سے لیتے تھے، تو ہم ان کو آگے کرتے تھے، جو ہمیں رمضان کے مہینے میں نماز پڑھاتے تھے، اور ہم ان کے لیے گوشت کا شوربہ اور تلا ہوا کھانا اور میٹھی روٹی کا، پکوان تیار کرتے تھے (بیہقی)

---

[1] فإن عرف القوم حاجته فواسوه بشيء فما أحسن ذلك بعد أن لا يكون عن شرط؛ لأنه فرغ نفسه لحفظ المواقيت وإعلامه لهم فربما لا يتفرغ للكسب فينبغي لهم أن يهدوا إليه بهدية فقد كان الأنبياء والرسل صلوات الله وسلامه عليهم يقبلون الهدية وعلى هذا قالوا الفقيه الذي يفتي في بلدة أو قرية لا يحل له أن يأخذ على الفتيا شيئا عن شرط فإن عرفوا حاجته فأهدوا إليه فهو حسن؛ لأنه محسن إليهم في تفريغ نفسه عن الكسب وحراسة أمر دينهم فينبغي أن يقابلوا إحسانه بالإحسان إليه(المبسوط، لشمس الأئمة السرخسي، ج ا ،ص ١٤٠ ،كتاب الصلاة،باب الاذان)

وإن علم القوم حاجته فأعطوه شيئا من غير شرط فهو حسن؛ لأنه من باب البر والصدقة والمجازاة على إحسانه بمكانهم، وكل ذلك حسن(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،ج ا ،ص ١٥٢ ،كتاب الصلاة،فصل بيان سنن الأذان)

فإن لم يشارطهم على شيء لكن عرفوا حاجته فجمعوا له في وقت شيئا كان حسنا ويطيب له(البحر الرائق،ج ا ،ص ٢٦٨ ،كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

فإن لم يشارطهم على شيء لكنهم عرفوا حاجته فجمعوا له في كل وقت شيئاً فهو أحسن يطيب له ذلك ولا يكون أجراً(فتاوىٰ قاضيخان، ج ا ص ٧٦، كتاب الصلاة، باب الأذان،مسائل الأذان،الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان،الطبعة الأولىٰ : ٢٠٠٩م)

وحكى في فتاوى الخاصي فيما إذا أنفق بلا شرط بل للعلم عرفا أنه ينفق للتزوج ثم لم تتزوج به خلافا، منهم من قال يرجع؛ لأن المعروف كالمشروط، ومنهم من قال لا .قال :وهو الصحيح؛ لأنه إنما أنفق على قصده لا شرطه(فتح القدير،ج٣،ص ٣٨١،كتاب النكاح، باب المهر)

ایسی صورت میں اس کو ''اجرتِ معروفہ'' قرار دینا راجح معلوم نہیں ہوسکا، پھر بھی اگر کوئی اس کو ''اجرت'' کے مفہوم میں داخل مانے، تو جو فقہائے کرام وعلمائے عظام اس کے جواز کا قول رکھتے ہیں، اس کے مطابق اس کی گنجائش دی جائے، تو زیادہ بہتر معلوم ہوا، بنسبت اس کے کہ اس کو حرام قرار دیا جائے، یا اس میں زیادہ تشدد اختیار کیا جائے۔ [1]

اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے ایک مستقل رسالہ میں بیان کردی ہے۔

مسئلہ نمبر 8...... تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت کا حکم

مسئلہ نمبر 8...... رمضان میں تراویح اور وتر کی نماز تو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے، لیکن تراویح کے علاوہ عام نوافل کو باجماعت پڑھنے کے حکم میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

شافعیہ کے نزدیک عام نوافل کو جماعت سے ادا کرنا، اگرچہ باقاعدہ مسنون نہیں، لیکن بلاکراہت جائز ہے، خواہ تداعی واجتماع کا اہتمام ہو، یا نہ ہو، اور تھوڑے افراد مل کر پڑھیں، یا زیادہ افراد جمع ہو کر پڑھیں، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

حنابلہ کے نزدیک بھی عام نوافل کو باجماعت اداء کرنا جائز ہے، البتہ بعض حنابلہ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ اسے اس طرح پابندی واہتمام کے ساتھ نہ پڑھا جائے، جس سے اس کے باجماعت سنت ہونے کا اشتباہ پیدا ہوجائے۔

اور مالکیہ کے نزدیک عام نوافل وتطوعات کے لیے اس شرط کے ساتھ اجتماع جائز ہے کہ

---

[1] واختلفوا فی الاستئجار علی قراء ة القرآن علی القبر مدة معلومة قال بعضهم :لا یجوز وقال بعضهم :یجوز وهو المختار(الجوهرة النیرة، ج ا، ص ۲۶۹، کتاب الإجارة)

وکذلک الاستئجار علی القراء ة علی القبر تنفذ الوصیة بذلک علی المشهور والله أعلم(مواهب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، ج ۲، ص ۵۴۴، باب الحج، فرع أفضل أرکان الحج)

وأما قراء ة القرآن فالإجارة علیها مبنیة علی وصول ثواب القراء ة للمیت ثم استدل علی أن الراجح وصول ذلک له بکلام ابن رشد وغیره(شرح الزرقانی علی مختصر خلیل، ج۷، ص ۴۲، باب فی الإجارة)

(فرع الإجارة للقراء ة علی القبر) مدة معلومة أو قدرا معلوما (جائزة للانتفاع بنزول الرحمة حیث یقرأ القرآن) وکالاستئجار للأذان وتعلیم القرآن(أسنی المطالب فی شرح روض الطالب، ج ۲، ص ۴۰۲، کتاب الإجارة، الرکن الرابع: المنفعة)

جماعت کثیر نہ ہو، یا مشہور مقام میں نہ ہو، ورنہ مکروہ ہے۔

حنفیہ کے نزدیک عام نوافل کا جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، جبکہ تداعی کے ساتھ ہو، جس کی تفسیر بعض حضرات نے مواظبت و پابندی سے، اور بعض نے اس سے کی ہے کہ چار آدمی، یا اس سے زیادہ جماعت میں شریک ہوں، اور امام کے علاوہ چار افراد سے کم ہونے کی صورت میں عام نوافل کی جماعت مکروہ نہیں۔ [1]

اگر اس مسئلہ کی مزید تفصیل مطلوب ہو، تو ہمارے رسالہ ''قیامِ رمضان و باجماعت نوافل کی تحقیق'' کی طرف رجوع فرمائیں۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] وبقية التطوعات تجوز جماعة وفرادى عند الشافعية والحنابلة، وتكره جماعة عند الحنفية إذا كانت على سبيل التداعى، وعند المالكية الجماعة فى الشفع والوتر سنة والفجر خلاف الأولى. أما غير ذلك فيجوز فعله جماعة، إلا أن تكثر الجماعة أو يشتهر المكان فتكره الجماعة حذر الرياء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٢، ص ١٥٥، مادة "تطوع" حرف التاء)

وتجوز الجماعة فى غير ما ذكر من صلاة التطوع عند جمهور الفقهاء وقالوا: يجوز التطوع جماعة وفرادى؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم فعل الأمرين كليهما، وكان أكثر تطوعه منفردا، وصلى بحذيفة مرة، وبأنس وأمه واليتيم مرة، وأم أصحابه فى بيت عتبان مرة كذلك. وعن ابن عباس - رضى الله تعالى عنهما - أنه أمه النبى صلى الله عليه وسلم.

والمالكية قيدوا الجواز بما إذا كانت الجماعة قليلة، وكان المكان غير مشتهر، فإن كثر العدد كرهت الجماعة، وكذلك تكره لو كانت الجماعة قليلة والمكان مشتهرا.

ويرى الحنفية أن الجماعة فى النفل فى غير رمضان مكروهة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧ ص ١٦٨، ١٦٩، مادة "صلاة" حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

(باب نمبر10)

رمضان میں اعتکاف کی فضیلت واہمیت

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف حنفیہ کے نزدیک سنتِ موکدہ ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک مندوبِ موکد ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک بھی اعتکاف موکدہ سنت ہے، جس میں رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے موکدہ سنت ہونے کا زیادہ بڑا درجہ ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک بھی اعتکاف ہر وقت میں جب چاہیں، سنت ہے، اور رمضان میں اعتکاف کی سنت، زیادہ تاکیدی ہے، اس میں بھی آخری عشرہ کے اعتکاف کے سنت ہونے کی تاکید زیادہ ہے۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے مشروع ومسنون ہونے پر تمام فقہاء تھوڑے بہت فرق کے ساتھ متفق ہیں۔ [2]

پھر حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اعتکاف کی دوسری قسم ''واجب اعتکاف'' کی کہلاتی ہے، جو زبان سے نذر ومنت مان کر واجب ہوا کرتا ہے، اور ان حضرات کے نزدیک اعتکاف کی یہی دو قسمیں ہیں، ایک جو پیچھے مسنون ومندوب کی ذکر کی گئی، اور ایک

---

[1] اختلف الفقهاء فی مرتبة هذه السنية.

فقال الحنفية :إنه سنة مؤكدة فی العشر الأواخر من رمضان، ومستحب فيما عدا ذلک.

وفی المشهور عند المالكية، أنه مندوب مؤكد وليس بسنة.

وقال ابن عبد البر :إنه سنة فی رمضان ومندوب فی غيره .وذهب الشافعية إلى أنه سنة مؤكدة، فی جميع الأوقات، وفی العشر الأواخر من رمضان آكد اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم وطلبا لليلة القدر .وقال الحنابلة :إنه سنة فی كل وقت، وآكده فی رمضان، وآكده فی العشر الأخير منه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص۲۰۸، مادة''اعتكاف''حرف الألف)

[2] ذهب الفقهاء إلى أن الاعتكاف فی العشر الأواخر من رمضان سنة مؤكدة، لمواظبة النبی صلى الله عليه وسلم عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳، ص۱۴۴، مادة''رمضان''حرف الراء)

www.idaraghufran.org

یہ نذر و منت والے واجب اعتکاف کی قسم ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اعتکاف کی ایک تیسری قسم ''نفلی اعتکاف'' کی کہلاتی ہے، جو نذر و منت اور رمضان کے آخری عشرہ کے علاوہ کسی بھی وقت اور کتنی بھی دیر کا اعتکاف ہے، خواہ ایک دن کا، یا اس سے کم کا، یا تین دن، یا اس سے کم و بیش کا، اگر وہ نذر و منت والا اعتکاف نہ ہو، تو وہ نفلی اعتکاف کہلاتا ہے۔ [1]

پھر حنفیہ کے نزدیک رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف، کفایہ درجہ کی سنت ہے، یعنی اگر کسی جگہ بعض لوگ اعتکاف کرلیں، تو اُس جگہ کے دوسرے لوگوں کی طرف سے یہ سنت اداء ہوجاتی ہے، اور اگر ایک مسجد میں ایک سے زیادہ افراد اعتکاف کریں، تو بھی باعثِ ثواب ہے۔ [2]

---

[1] أقسام الاعتكاف:
ينقسم الاعتكاف إلى واجب، ومندوب عند الجمهور، وزاد الحنفية المسنون .
أ -الاعتكاف المندوب:وهو أن ينوى الاعتكاف تطوعا لله تعالى .وأقله لحظة، أو ساعة، أو يوم، أو يوم وليلة حسب اختلاف الفقهاء .وهو سنة فى كل وقت، ويسن ألا ينقص عن يوم وليلة.
ب -الاعتكاف الواجب:لا يجب الاعتكاف إلا بالنذر عند الجمهور منجزا أو معلقا، وبالشروع فى الاعتكاف المسنون عند المالكية، ومقابل الظاهر عند الحنفية،وهل يشترط التلفظ بالنذر أم يكفى النية فى القلب؟صرح الجميع بوجوب التلفظ بالنية، ولا يكفى نية القلب.
ج -الاعتكاف المسنون:زاد الحنفية قسما ثالثا للاعتكاف، وهو ما أطلقوا عليه "سنة مؤكدة "أى سنة كفاية فى العشر الأخير من شهر رمضان، فإذا قام بها بعض المسلمين سقط الطلب عن الباقين، فلم يأثموا بالمواظبة على الترك بلا عذر، ولو كان سنة عين لأثموا بترك السنة المؤكدة إثما دون إثم ترك الواجب (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۵،ص۲۰۸، ۲۰۹،مادۃ''اعتكاف'')

[2] فقال الحنفية :الاعتكاف ثلاثة أنواع :واجب، وسنة مؤكدة، ومستحب.
أما الواجب :فهو المنذور، كقوله :لله على أن أعتكف يوما أو أكثر مثلا.
وأما السنة المؤكدة على سبيل الكفاية :فهى اعتكاف العشر الأواخر من رمضان، لاعتكافه صلى الله عليه وسلم العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله، ثم اعتكف أزواجه بعده.
وأما المستحب :فهو فى أى وقت سوى العشر الأخير، ولم يكن منذورا، كأن ينوى الاعتكاف عند دخول المسجد، وأقله :مدة يسيرة، ولو كانت ماشيا على المفتى به(الفقه الاسلامی اودلتۂ للزحیلی،ج۳،ص۱۷۵۷،القسم الاول،الباب الثالث،الفصل الثانی،المبحث الثانی،المطلب الاول)

چند احادیث وروایات

اس تمہید کے بعد اعتکاف سے متعلق چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ،حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللہُ عَزَّوَجَلَّ ،ثُمَّ اِعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (صحیح البخاری،رقم الحدیث ۲۰۲۶،ابواب الاعتکاف،باب الاعتکاف فی العشر الأواخر والاعتکاف فی المساجد کلها، صحیح مسلم،رقم الحدیث ۱۱۷۲ "۵" باب اعتکاف العشر الأواخر من رمضان)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات عطاء فرمادی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات اعتکاف کرتی رہیں (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ،حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۷۹۰،ابواب الصوم،باب ما جاء فی الاعتکاف) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے آپ کی روح قبض فرمالی (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ الْعُشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ

---

[1] قال الترمذی:وفی الباب عن أبی بن کعب، وأبی لیلی، وأبی سعید، وأنس، وابن عمر ۔ حدیث أبی هریرة، وعائشة حدیث حسن صحیح.

رَمَضَانَ (بخاری، رقم الحدیث ۲۰۲۵، ابواب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الأواخر والاعتکاف فی المساجد کلھا، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۱۷۲ ”۳“)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے (بخاری؛ مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رمضانُ المبارک کے تیسرے یعنی آخری عشرے میں اعتکاف فرمانے کا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ:

اِعْتَکَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ الْأُوَلِ مِنْ رَمَضَانَ، وَاعْتَکَفْنَا مَعَہٗ، فَأَتَاہُ جِبْرِیْلُ، فَقَالَ: إِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ أَمَامَکَ، فَاعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، فَاعْتَکَفْنَا مَعَہٗ فَأَتَاہُ جِبْرِیْلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ أَمَامَکَ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا صَبِیْحَۃَ عِشْرِیْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ: مَنْ کَانَ اِعْتَکَفَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلْیَرْجِعْ، فَإِنِّیْ أُرِیْتُ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ، وَإِنِّیْ نُسِّیْتُھَا، وَإِنَّھَا فِی الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فِیْ وِتْرٍ (بخاری، رقم الحدیث ۸۱۳، کتاب الاذان، باب السجود علی الأنف والسجود علی الطین)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، پھر آپ کے پاس جبریل تشریف لائے، اور فرمایا کہ وہ چیز، جو آپ طلب کررہے ہیں (یعنی لیلۃُ القدر) وہ آپ کے آگے (یعنی اگلے دِنوں میں) ہے، پھر آپ نے درمیانی عشرہ کا اعتکاف فرمایا، اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، پھر آپ کے پاس جبریل تشریف لائے، اور فرمایا کہ وہ چیز، جو آپ طلب کررہے ہیں (یعنی لیلۃُ القدر) وہ آپ کے آگے (یعنی اگلے دِنوں میں) ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسویں رمضان کی صبح کو

کھڑے ہوکر خطبہ دیا، اور فرمایا کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے، تو وہ (اپنی اعتکاف والی جگہ میں) لوٹ جائے، کیونکہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا ہے، اور مجھے اُس کو بھلا دیا گیا ہے، اور وہ آخری عشرہ کی طاق رات میں ہوتی ہے (بخاری)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأُوَلَ مِنْ رَمَضَانَ ،ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِيْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلٰى سُدَّتِهَا حَصِيْرٌ ،قَالَ،فَأَخَذَ الْحَصِيْرَ بِيَدِهٖ، فَنَحَّاهَا فِيْ نَاحِيَةِ الْقُبَّةِ، ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهٗ، فَكَلَّمَ النَّاسَ ،فَدَنَوْا مِنْهُ، فَقَالَ:إِنِّيْ اِعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأُوَلَ، أَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ ،ثُمَّ أُتِيْتُ، فَقِيْلَ لِيْ: إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ ،فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَعْتَكِفَ فَلْيَعْتَكِفْ، فَاعْتَكَفَ النَّاسُ مَعَهٗ (صحيح مسلم،رقم الحديث ١١٦٧ "٢١٥" كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر القدر، والحث على طلبهاوبيان محلها وأرجى أوقات طلبها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا پھر ترکی خیمہ میں درمیان کے عشرے کا اعتکاف فرمایا، اس خیمہ کے دروازے پر ایک چٹائی لگی ہوئی تھی، آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی، اور خیمہ کے ایک کونے میں کر دی۔

پھر اپنا سر نکالا اور لوگوں سے کلام فرمایا، تو لوگ آپ کے قریب آ گئے، تب آپ نے فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لئے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر (اسی مقصد سے) دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر میرے پاس (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یہ پیغام آیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے۔

لہٰذا تم لوگوں میں سے جو شخص اعتکاف کرنا چاہے، تو وہ آخری عشرے کا اعتکاف کرے، پھر لوگوں نے آپ کے ساتھ (آخری عشرہ کا) اعتکاف کیا (مسلم)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ أَوَّلَ سَنَةٍ الْعَشْرَ الْأُوَلَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَالَ: إِنِّيْ رَأَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِيْهَا فَأُنْسِيْتُهَا، فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِيْهِنَّ، حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

(المعجم الكبير للطبرانى ،رقم الحديث ۹۹۴،ج۲۳ص ۴۱۲، مسند النساء)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سال رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا اور پھر فرمایا کہ میں نے اس آخری عشرہ (کی مخصوص رات) میں لیلۃ القدر کو دیکھا تھا، پھر مجھ سے وہ بھلادی گئی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وفات تک آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے رہے (طبرانی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں یہ وضاحت بھی پائی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے عشرے کا اعتکاف، بیس رمضان کا دن گذر کر، اکیسویں رات سے شروع فرمایا۔ [2]

---

[1] قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، وإسناده حسن (مجمع الزوائد ج۳ص ۱۷۳، تحت رقم الحديث ۵۰۲۴،باب الاعتكاف)

[2] عن أبى سعيد الخدرى رضى الله عنه: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجاور فى رمضان العشر التى فى وسط الشهر، فإذا كان حين يمسى من عشرين ليلة تمضى ويستقبل إحدى وعشرين، رجع إلى مسكنه، ورجع من كان يجاور معه، وأنه أقام فى شهر جاور فيه الليلة التى كان يرجع فيها، فخطب الناس، فأمرهم ما شاء الله، ثم قال: كنت أجاور هذه العشر، ثم قد بدا لى أن أجاور هذه العشر الأواخر، فمن كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور شرعی اعتبار سے رات اگلے دن کے تابع ہوتی ہے، اس حیثیت سے رمضان کا بیسواں دن گذرنے کے بعد آنے والی رات آخری عشرے کی رات کہلاتی ہے۔

جس کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ آخری عشرے کے مسنون اعتکاف کا وقت رمضان کی اکیسویں رات سے (یعنی بیس رمضان کا سورج غروب ہونے پر) شروع ہوجاتا ہے۔

گذشتہ احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں لیلۃ القدر کی تلاش کے لئے رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا تھا، پھر آپ کو جب یہ بتلایا گیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے، تو آپ نے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا۔

اور دیگر احادیث سے یہ معلوم ہو چکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصالِ مبارک تک آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے رہے، جس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ رمضان کے آخری عشرے کے اعتکاف کرنے کی زیادہ فضیلت واہمیت ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَسَافَرَ سَنَةً، فَلَمْ يَعْتَكِفْ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، اِعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٢٧٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اعتكف معى فليثبت فى معتكفه (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٠١٨ ،باب تحرى ليلة القدر فى الوتر من العشر الأواخر فيه عبادة)

عن أبى سعيد الخدرى رضى الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعتكف فى العشر الأوسط من رمضان، فاعتكف عاما، حتى إذا كان ليلة إحدى وعشرين، وهى الليلة التى يخرج من صبيحتها من اعتكافه، قال: من كان اعتكف معى فليعتكف العشر الأواخر، وقد أريت هذه الليلة ثم أنسيتها، وقد رأيتنى أسجد فى ماء وطين من صبيحتها، فالتمسوها فى العشر الأواخر، والتمسوها فى كل وتر، فمطرت السماء تلك الليلة، وكان المسجد على عريش، فوكف المسجد، فبصرت عيناى رسول الله صلى الله عليه وسلم على جبهته أثر الماء والطين، من صبح إحدى وعشرين (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٠٢٧ ،باب الاعتكاف فى العشر الأواخر والاعتكاف فى المساجد كلها)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

تھے، پھر ایک سال آپ سفر میں تھے، جس کی وجہ سے اعتکاف نہیں فرما سکے، پھر جب اگلا سال آیا، تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا (مسند احمد)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا، فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۸۰۳، ابواب الصوم، باب ما جاء فی الاعتکاف إذا خرج منه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، پھر ایک سال آپ نے اعتکاف نہیں کیا، پھر جب اگلا سال آیا، تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل معمول تو آخری عشرے کے اعتکاف کرنے کا تھا، لیکن اگر آپ کسی رمضان کو سفر میں ہوتے، جس کی وجہ سے آپ کو رمضانُ المبارک میں اعتکاف کا موقع نہ ملتا، تو آپ اگلے سال کے اعتکاف کے ساتھ گذشتہ سال کے دس دِنوں کے اعتکاف کو بھی شامل فرما لیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے کسی عذر سے رمضان میں اعتکاف نہیں کیا، تو پھر آپ نے اس کے بدلے میں شوال کے مہینے میں دس دن کا اعتکاف فرمایا۔ [2]

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح غريب من حديث أنس بن مالک.

[2] عن عائشة رضی الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعتكف فی كل رمضان، وإذا صلى الغداة دخل مكانه الذی اعتكف فيه .قال: فاستأذنته عائشة أن تعتكف فأذن لها، فضربت فيه قبة، فسمعت بها حفصة فضربت قبة، وسمعت زينب بها فضربت قبة أخرى، فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم من الغد أبصر أربع قباب، فقال: ما هذا .فأخبر خبرهن، فقال: ما حملهن على هذا؟ آلبر؟ انزعوها فلا أراها، فنزعت، فلم يعتكف فی رمضان حتى اعتكف فی آخر العشر من شوال (صحيح البخاری، رقم الحديث ۲۰۴۱، ابواب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی شوال)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کے شوق اور جذبہ کا عالَم تھا کہ آپ خود رمضان کے اعتکاف کو نہیں چھوڑتے تھے، اور اگر کبھی چھوٹ جاتا تھا، تو اس کی جگہ اگلے رمضان میں یا دوسرے دِنوں میں فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانٍ عَشَرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ، اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا (صحيح البخاري، رقم الحديث ٢٠٤٤، ابواب الاعتكاف، باب الاعتكاف في العشر الأوسط من رمضان)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن کا اعتکاف فرماتے تھے، پھر جب وہ سال آیا، جس میں آپ کا وصال ہوا، تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا (بخاری)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا، وَكَانَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَرَّةً، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ عُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٧٦٩، ابواب الصيام، باب ما جاء في الاعتكاف) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دس دِنوں کا اعتکاف فرماتے تھے، پھر جب وہ سال آیا، جس میں آپ کا وصال ہوا، تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا، اور آپ پر (مِن جانبِ اللہ) ہر سال ایک مرتبہ قرآن پیش کیا جاتا تھا، پھر جب آپ کے وصال والا سال آیا، تو اس میں آپ پر دومرتبہ قرآن پیش کیا گیا (ابنِ ماجہ)

سنت اعتکاف میں پیشاب، پاخانہ اور وضو کے لئے اور غسل واجب ہوجائے، تو اس کے لئے

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

اور کھانا لانے کے لئے اعتکاف گاہ سے نکلنا جائز ہے، اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

اعتکاف کی حالت میں بعض کام جائز، یا مستحب اور بعض کام مکروہ، یا ممنوع ہیں، اور بعض چیزیں وہ ہیں، جن سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے، ان چیزوں کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری کتاب ''اعتکاف کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردی ہے، وہاں ملاحظہ کرلی جائے۔

یہاں چند اہم احکام کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 1......آخری عشرہ کے اعتکاف کا ابتدائی وانتہائی وقت

مسئلہ نمبر 1......رمضان کے آخری عشرے میں جو اعتکاف سنت ہے، وہ مکمل عشرے کا ہے، یعنی بیس رمضان کے دن کا سورج غروب ہونے سے لے کر شوال کی رات، یعنی چاند رات شروع ہونے تک، پس اگر شوال کا چاند انتیس دن گذرنے کے بعد نظر آجائے، تب بھی یہ مکمل عشرے کا اعتکاف ہی کہلائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 2......اعتکاف کے لئے مسجد کی شرط

مسئلہ نمبر 2......حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اعتکاف درست ہونے کے لئے مسجد کا ہونا شرط ہے، ان کے نزدیک مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ نہ مرد کو اعتکاف کرنا، درست ہے، نہ عورت کو درست ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک مرد کو تو اعتکاف صرف مسجد میں ہی کرنا درست ہے، لیکن عورت کو مسجد کے علاوہ اپنے گھر کی مسجد، یعنی نماز پڑھنے والی مخصوص جگہ میں کرنا بھی درست ہے، بلکہ عورت کو مسجد کے بجائے اپنے گھر کی نماز پڑھنے والی مخصوص جگہ میں ہی کرنا زیادہ افضل ہے۔ [2]

---

[1] اتفق الفقهاء على أن الاعتكاف يتأكد استحبابه فى العشر الأواخر من رمضان، وأنه يستحب لمن يريد الاعتكاف فى العشر الأواخر أن يدخل المسجد قبل غروب الشمس من ليلة الحادى والعشرين من رمضان(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰،ص۱۱۶ ،مادة''عشر ''حرف العين)

[2] اختلفوا فى مكان اعتكاف المرأة :فذهب الجمهور والشافعى فى المذهب الجديد إلى أنها كالرجل لا يصح اعتكافها إلا فى المسجد، وعلى هذا فلا يصح اعتكافها فى مسجد بيتها، لما ورد عن ابن عباس -رضى الله عنهما -أنه سئل عن امرأة جعلت عليها (أى نذرت) أن تعتكف فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 3......اعتکاف کے لئے روزہ کی شرط

مسئلہ نمبر 3...... مالکیہ کے نزدیک اورامام ابوحنیفہ کی ایک روایت کے مطابق، جس پر حنفیہ نے اپنا رجحان ظاہر کیا ہے، سنت اعتکاف کے لئے روزہ کا ہونا ضروری ہے، اور بعض دوسرے حضرات کا بھی یہی موقف ہے۔

پس اگر کسی نے اعتکاف کیا، اور روزہ نہیں رکھا، یا اعتکاف کے دوران کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکا، یا کسی وجہ سے روزہ فاسد ہوگیا، تو مذکورہ حضرات کے نزدیک اس کی وجہ سے اعتکاف درست نہیں ہوگا، اور پہلے سے جاری ہو، تو وہ فاسد ہوجائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾ مسجد بیتها، فقال " :بدعة، وأبغض الأعمال إلى الله البدع . فلا اعتكاف إلا فى مسجد تقام فيه الصلاة .ولأن مسجد البيت ليس بمسجد حقيقة ولا حكما، فيجوز تبديله، ونوم الجنب فيه، وكذلك

لو جاز لفعلته أمهات المؤمنين -رضى الله عنهن -ولو مرة تبيينا للجواز.

وفى المذهب القديم للشافعى :أنه يصح اعتكاف المرأة فى مسجد بيتها، لأنه مكان صلاتها.

قال النووى :قد أنكر القاضى أبو الطيب وجماعة هذا القديم .وقالوا :لا يجوز فى مسجد بيتها قولا واحدا وغلطوا من قال :فيه قولان.

وذهب الحنفية إلى جواز اعتكاف المرأة فى مسجد بيتها، لأنه هو الموضع لصلاتها، فيتحقق انتظارها فيه، ولو اعتكفت فى مسجد الجماعة جاز مع الكراهة التنزيهية، والبيت أفضل من مسجد حيها، ومسجد الحى أفضل لها من المسجد الأعظم.

وليس للمرأة أن تعتكف فى غير موضع صلاتها من بيتها.

وإن لم يكن لها فى البيت مكان متخذ للصلاة لا يجوز لها الاعتكاف فى بيتها، وليس لها أن تخرج من بيتها الذى اعتكفت فيه اعتكافا واجبا عليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص۲۱۲، مادة"اعتكاف "حرف الألف)

[1] اختلف العلماء فى الصوم فى الاعتكاف، فمنهم من رآه واجبا، ومنهم من استحبه، إلا إن نذره مع الاعتكاف فيجب، وفيما يلى تفصيل حكم الصوم فى الاعتكاف غير المنذور فيه الصوم:

أ -القول الأول بوجوب الصوم مع الاعتكاف:

لا يصح الاعتكاف إلا بصوم، وبه قال أبو حنيفة فى رواية الحسن عنه، ومن مشايخ الحنفية من اعتمد هذه الرواية، وهو مذهب المالكية، وبه قال ابن عمر وابن عباس وعائشة وعروة بن الزبير والزهرى والأوزاعى والثورى، وهو قول قديم محكى عن الشافعى، قالوا :لا يصح الاعتكاف إلا بصوم.قال القاضى عياض :وهو قول جمهور العلماء .

والصوم عند المالكية ركن للاعتكاف كالنية وغيرها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص۲۱۳، مادة "اعتكاف "حرف الألف)

www.idaraghufran.org

لیکن شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ، شرط نہیں، اور بعض دوسرے حضرات کا بھی یہی قول ہے، البتہ مذکورہ حضرات کے نزدیک اعتکاف میں روزہ کا ہونا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

پس اگر کسی نے اعتکاف کیا، اور روزہ نہیں رکھا، یا اعتکاف کے دوران کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکا، یا کسی وجہ سے روزہ فاسد ہوگیا، تو مذکورہ حضرات کے نزدیک اس کی وجہ سے اعتکاف غیر درست، یا فاسد نہیں ہوگا، جب تک کہ اعتکاف کو غیر فاسد، یا فاسد کرنے والا کوئی دوسرا عمل نہیں پایا جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 4...... معتکف کو مسجد سے باہر کھانے، پینے کا حکم

مسئلہ نمبر 4...... حنفیہ، مالکیہ اور اکثر حنابلہ کے نزدیک معتکف کو مسجد سے باہر کھانا کھانے، یا پانی وغیرہ پینے کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔

البتہ اگر کھانے پینے کی چیز درکار ہو، اور کوئی باہر سے لاکر دینے والا نہ ہو، تو خود جاکر لانا، اور مسجد میں آکر کھانا جائز ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک اگر مسجد ایسی جگہ واقع ہو، جہاں لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہو، تو پھر اس کو مسجد سے باہر جاکر کھانا پینا جائز ہے، کیونکہ بعض لوگوں کو اس طرح اجنبیوں کے سامنے کھانے، پینے میں حیاء آتی ہے۔

---

[1] القول الثانی :أفضلية الصوم مع الاعتكاف.
ذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه لا يشترط الصوم للاعتكاف مطلقا، سواء أكان واجبا أم مندوبا، فالصوم ليس شرطا للاعتكاف عندهم ولاركنا فيه.
وبه قال الحسن البصرى وأبو ثور وداود وابن المنذر، وهو مروى عن على وابن مسعود .إلا أنهم صرحوا بأن الاعتكاف مع الصوم أفضل من الاعتكاف بدونه.
فلو اعتكف صائما ثم أفطر عامدا بغير عذر لا يبطل اعتكافه، ولا شىء عليه، لصحة اعتكافه بغير صوم، واحتجوا لما ذهبوا إليه بحديث عائشة :أن النبى صلى الله عليه وسلم اعتكف العشر الأول من شوال رواه مسلم، وهذا يتناول اعتكاف يوم العيد، ويلزم من صحته أن الصوم ليس بشرط، واحتجوا أيضا بحديث عمر رضى الله عنه أنه نذر أن يعتكف ليلة، فقال له النبى صلى الله عليه وسلم :أوف بنذرک(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵،ص ۲۱۴،مادة"اعتكاف "حرف الألف)

www.idaraghufran.org

اور بعض حنابلہ کے نزدیک اس طرح کے عذر کے بغیر بھی معتکف کو کھانے، پینے کے لئے مسجد سے نکلنا، اور باہر کھا، پی کر آنا جائز ہے۔

پس حرمین شریفین، یا کسی اور جگہ کی مسجد میں اگر لوگوں کی کثرت سے آمدروفت کی وجہ سے کھانے پینے میں حیاء لاحق ہو، یا کسی مسجد میں انتظامیہ کی طرف سے کھانے، پینے کی اجازت نہ ہو، تو مذکورہ حضرات کے قول پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... معتکف کو گواہی دینے کے لئے نکلنے کا حکم

مسئلہ نمبر 5...... مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک اعتکاف میں گواہی دینے کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔

لیکن شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک گواہی دینے کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ [2]

مسئلہ نمبر 6...... معتکف کو غسل کے لئے نکلنے کا حکم

مسئلہ نمبر 6...... معتکف پر اگر سوتے ہوئے احتلام کی وجہ سے غسل واجب ہوجائے، تو اس کے

---

[1] الخروج للأكل والشرب :ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أن الخروج للأكل والشرب يفسد اعتكافه إذا كان هناك من يأتيه به لعدم الضرورة إلى الخروج، أما إذا لم يجد من يأتيه به فله الخروج، لأنه خروج لما لا بد منه.

وذهب الشافعية والقاضي من الحنابلة إلى أنه يجوز له الخروج للأكل، لأن الأكل فى المسجد يستحيا منه .وكذا للشرب إذا لم يكن فى المسجد ماء .

وخص الشافعية جواز الخروج للأكل إذا كان اعتكافه فى مسجد مطروق، أما إذا كان المسجد مهجورا فلا يحق له الخروج(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵،ص ۲۲۱،مادة"اعتكاف"حرف الألف)

[2] الخروج لأداء الشهادة:

ذهب الحنفية والمالكية إلى أن الخروج لأجل الشهادة مفسد للاعتكاف.

وصرح المالكية بأن من وجبت عليه شهادة، بألا يكون هناك غيره، أو لا يتم النصاب إلا به، لا يخرج من المسجد لأدائها، بل يجب أن يؤديها فى المسجد إما بحضور القاضي، أو تنقل عنه.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يلزمه الخروج لأداء الشهادة متى تعينت عليه ويأثم بعدم الخروج، وكذلك التحمل للشهادة إذا تعين، فيجوز له الخروج ولا يبطل اعتكافه بذلك الخروج، لأنه خروج واجب على الأصح عند الشافعية، أما إذا لم تتعين عليه، فيبطل اعتكافه بالخروج(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵،ص ۲۲۳،مادة"اعتكاف"حرف الألف)

www.idaraghufran.org

لئے تو مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، جس طرح وضو کے لئے نکلنا جائز ہے۔

لیکن اگر غسل واجب نہ ہو، تو پھر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک معتکف کو غسل کے لئے نکلنا جائز نہیں۔

البتہ مالکیہ کے نزدیک جمعہ کے غسل کے لئے نکلنا، اوراسی طرح سے ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کے لئے نکلنا جائز ہے۔

پس عام حالات میں تو واجب غسل کے علاوہ، دوسرے غسل کے لیے نکلنے سے پرہیز کرنا چاہیے، اورضرورت محسوس ہو، تو مسجد کی حدود میں اس طرح انتظام کر کے غسل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جس سے مسجد میں نماز والی جگہ میں خلل واقع نہ ہو۔

اس کے باوجود اگر کوئی گرمی سے سخت تنگی والجھن میں مبتلاء ہو، تو مالکیہ کے مذہب کے مطابق عمل کرتے ہوئے گرمی دور کرنے، اورٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......معتکف کے بھول کر نکلنے کا حکم

مسئلہ نمبر 7......اگر معتکف مسجد سے بلاضرورت بھول کر نکل جائے، تو حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔

لیکن شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک بھول کر نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، جس طرح بھول کر کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] الخروج لغسل الجمعة والعيد: ذهب المالكية إلى أن للمعتكف الخروج لغسل الجمعة والعيد ولحر أصابه فلا يفسد الاعتكاف خلافا للجمهور وصرح الشافعية والحنابلة بأنه لا يجوز الخروج لغسل الجمعة والعيد، لأنه نفل وليس بواجب وليس من باب الضرورة .فإن اشترط ذلك جاز (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۲۱، مادة "اعتكاف" حرف الألف)

[2] ذهب الحنفية والمالكية إلى أن الخروج من المسجد عمدا أو سهوا يبطل الاعتكاف . وعللوا ذلك بأن حالة الاعتكاف مذكرة، ووقوع ذلك نادر، وإنما يعتبر العذر فيما يغلب وقوعه.
وذهب الشافعية والحنابلة إلى عدم البطلان إذا خرج ناسيا ، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :عفى لأمتى عن الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۲۲، مادة "اعتكاف" حرف الألف)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 8...... معتکف کوزبردستی مسجد سے نکال دیئے جانے کا حکم

مسئلہ نمبر 8...... اگر کسی معتکف کو مسجد سے زبردستی نکال دیا جائے، جیسا کہ حکومت، یا انتظامیہ کی طرف سے کسی بناء پر مسجد سے باہر نکال دیا جائے، اور وہ اسی وقت کسی اور مسجد میں جا کر اعتکاف پورا کرلے، تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

اور اگر ایسا نہ کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے، لیکن دوسرے فقہاء کے نزدیک فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... معتکف کے بیماری کی وجہ سے نکلنے کا حکم

مسئلہ نمبر 9...... اگر معتکف، اعتکاف کے دوران، ہلکا پھلکا بیمار ہوجائے، جس کی وجہ سے اس کو مسجد میں ٹھہرنے میں کوئی تکلیف وضرر لاحق نہ ہو، تو اس کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔

اور اگر شدید بیمار پڑجائے، جس کی وجہ سے اس کو مسجد سے باہر نکلنا مجبوری بن جائے، مثلاً ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہوجائے، یا خدمت کے لئے گھر جانا، پڑجائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس طرح نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

لیکن مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوگا، جبکہ بیماری کے دور ہونے کے بعد واپس لوٹ آئے، اسی طرح اگر اس کو ایسی بیماری ہوجائے، جس کی وجہ سے مسجد ملوث ہوتی ہو، مثلاً قئے آنے لگے، اور وہ قئے کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلے، تو بھی مذکورہ حضرات کے نزدیک اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ [2]

---

[1] الخروج حالة الإكراه :اتفق الفقهاء على أن الخروج بسبب الإكراه لحكومة لا يفسد الاعتكاف قبل تمام الاعتكاف .إلا أن الحنفية أطلقوا القول بأن الإكراه لا يفسد الاعتكاف إذا دخل المعتكف مسجدا آخر من ساعته .وهذا استحباب منهم، أما إذا لم يدخل مسجدا آخر، فيبقى الحكم على أصل القياس وهو البطلان(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵،ص ۲۲۴،مادة''اعتكاف ''حرف الألف)

[2] الخروج للمرض :المرض على قسمين :المرض اليسير الذى لا تشق معه الإقامة فى المسجد كصداع وحمى خفيفة وغيرهما لا يجوز معه الخروج من المسجد إذا كان اعتكافه منذورا متتابعا، فإن خرج فسد اعتكافه لأنه غير مضطر إليه۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 10...... معتکف کے بلا عذر تھوڑی، یا زیادہ دیر کے لئے نکلنے کا حکم

مسئلہ نمبر 10...... جن وجوہات کی بناء پر معتکف کو باہر نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے، ان کے لئے اکثر فقہائے کرام کے نزدیک تھوڑی اور زیادہ دیر کے لئے نکلنے میں فرق نہیں۔

لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب تک مسجد سے باہر ٹھہرنے کا زمانہ مسجد میں ٹھہرنے کے مقابلہ میں زیادہ نہیں ہوگا، اس وقت تک اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جب تک آدھے دن کی مقدار تک مسجد سے باہر نہ ٹھہرے، اس وقت تک اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، اور ان دونوں فقہائے مجتہدین کے نزدیک یہ حکم جان بوجھ کر اپنے اختیار کرنے، یا بھول کر نکلنے، یا ضرورت ومجبوری میں نکلنے اور بغیر مجبوری اور بغیر ضرورت کے نکلنے کی سب صورتوں میں یکساں ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أما المرض الشديد الذى يتعذر معه البقاء فى المسجد، أو لا يمكن البقاء معه فى المسجد، بأن يحتاج إلى خدمة أو فراش أو مراجعة طبيب، فقد ذهب الحنفية إلى أن خروجه مفسد لاعتكافه، ففى الفتاوى الهندية :إذا خرج ساعة بعذر المرض فسد اعتكافه .هكذا فى الظهيرية .علما بأن مذهب أبى يوسف ومحمد اعتبار نصف النهار كما تقدم.

وذهب المالكية والحنابلة إلى أنه لا يبطل ولا ينقطع به التتابع، ويبنى على ما مضى إذا شفى، وهو الأصح عند الشافعية .وكذلك إذا كان المرض مما يتلوث به المسجد كالقىء ونحوه فإنه لا ينقطع به التتابع .أما الخروج حالة الإغماء فإنه لا يقطع الاعتكاف فى قولهم جميعا، لأنه لم يخرج باختياره.قال الكاسانى :وإن أغمى عليه أياما، أو أصابه لمم (جنون) فسد اعتكافه، وعليه إذا برأ أن يستقبل، لأنه لزمه متتابعا.وعند الشافعية أن المرض والإغماء يحسبان من الاعتكاف وفى معنى المرض هذا، الخوف من لص أو حريق عند الشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۲۳، مادة"اعتكاف "حرف الألف)

[1] تقدم أن خروج المعتكف إن كان بعذر طبيعى أو شرعى جاز له الخروج على خلاف فى ذلك.

أما إذا خرج المعتكف بدون عذر فسد اعتكافه -حسب اعتبار الفقهاء للعذر وعدمه -ولو كان زمن الخروج يسيرا، إلا عند أبى يوسف ومحمد من الحنفية، فإنهما قيدا زمن المفسد بأكثر من نصف النهار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۲۴، مادة"اعتكاف "حرف الألف)

[2] فإن خرج من المسجد لغير عذر؛ فسد اعتكافه فى قول أبى حنيفة وإن كان ساعة، وعند أبى يوسف ومحمد لا يفسد حتى يخرج أكثر من نصف يوم قال محمد: قول أبى حنيفة أقيس وقول أبى يوسف أوسع. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورامام ابویوسف اورامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جوحکم معتکف کے لیے دن کے اکثر، یا کم حصہ میں مسجد سے باہر، یا مسجد کے اندر رہنے کا ہے، وہی حکم رات کے اکثر، یا کم حصہ میں بھی مسجد سے باہر، یا مسجد کے اندر رہنے کا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجه قولهما أن الخروج القليل عفو وإن كان بغير عذر بدليل أنه لو خرج لحاجة الإنسان وهو يمشى متأنيا؛ لم يفسد اعتكافه وما دون نصف اليوم؛ فهو قليل فكان عفوا، ولأبى حنيفة أنه ترك الاعتكاف باشتغاله بضده من غير ضرورة فيبطل اعتكافه لفوات الركن، وبطلان الشىء بفوات ركنه يستوى فيه الكثير والقليل كالأكل فى باب الصوم وفى الخروج لحاجة الإنسان ضرورة.

وأحوال الناس فى المشى مختلفة لا يمكن ضبطها فسقط اعتبار صفة المشى وههنا لا ضرورة فى الخروج وعلى هذا الخلاف إذا خرج لحاجة الإنسان ومكث بعد فراغه أنه ينتقض اعتكافه عند أبى حنيفة قل مكثه أو كثر، وعندهما لا ينتقض ما لم يكن أكثر من نصف يوم(بدائع الصنائع، ج٢ص ١١٥، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

[1] (قوله فإن خرج ساعة بلا عذر فسد) أى فى المنذور سواء كان عامدا أو ناسيا. اهـ .غاية (قوله وقولهما استحسان) يقتضى ترجيحه لأنه ليس من المواضع المعدودة التى رجح فيها القياس على الاستحسان ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف واستنباط من عدم أمره إذا خرج إلى الغائط أن يسرع المشى بل يمشى على التؤدة وبقدر البطء تتخلل السكنات بين الحركات على ما عرف فى فن الطبيعة وبذلك يثبت قدر من الخروج فى غير محل الحاجة فعلم أن القليل عفو فجعلنا الفاصل بينه وبين الكثير أقل من أكثر اليوم أو الليلة لأن مقابل الأكثر يكون قليلا بالنسبة إليه وأنا لا أشك أن من خرج من المسجد إلى السوق للهو واللعب أو القمار من بعد الفجر إلى ما قبل نصف النهار كما هو قولهما ثم قال يا رسول الله أنا معتكف قال ما أبعدك عن العاكفين ولا يتم مبنى هذا الاستحسان فإن الضرورة التى يناط بها التخفيف هى الضرورة اللازمة أو الغالبة الوقوع ومجرد عروض ما هو ملجء ليس بذاك ألا ترى أن من عرض له فى الصلاة مدافعة الأخبثين على وجه عجز عن دفعه حتى خرج منه لا يقال ببقاء صلاته كما يحكم به مع السلس مع تحقق الضرورة والإلجاء وسمى ذلك معذورا دون هذا مع أنهما يجيزانه بغير ضرورة أصلا إذ المسألة هى أن خروجه أقل من نصف يوم لا يفسد مطلقا سواء كان بحاجة أو لا بل للعب وأما عدم المطالبة بالإسراع فليس لإطلاق الخروج اليسير بل لأن الله تعالى يحب الأناة والرفق فى كل شىء حتى طلبه إلى المشى إلى الصلاة وإن كان ذلك يفوت بعضها معه بالجماعة وكره الإسراع ونهى عنه وإن كان محصلا لها كلها فى الجماعة تحصيلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراگرچہ اکثر حنفیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ بلاعذر تھوڑی دیر کے لئے بھی نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، لیکن بعض حنفیہ نے امام محمد اور امام ابو یوسف کے قول کی طرف بھی رجحان ظاہر کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لفضيلة الخشوع إذ هو يذهب بالسرعة والعاكف أحوج إليها فى عموم أحواله لأنه سلم نفسه لله تعالى متقيدا بمقام العبودية من الصلاة والذكر والانتظار للصلاة فهو فى حال المشى المطلق له داخل فى العبادة التى هى الانتظار اهـ والمنتظر للصلاة فى الصلاة حكما فكان محتاجا إلى تحصيل الخشوع فى حال الخروج فكانت تلك السكنات كذلك وهى معدودة من نفس الاعتكاف لا من الخروج ولو سلم أن القليل غير مفسد لم يلزم تقديره بما هو قليل بالنسبة إلى مقابله من بقية تمام يوم أو ليلة بل بما يعد كثيرا فى نظر العقلاء الذين فهموا معنى العكوف وأن الخروج ينافيه .اهـ .فتح(حاشية الشلبى علىٰ تبيين الحقائق، ج ا ص ٣٥١، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[1] (قوله وهو الاستحسان) يقتضى ترجيحه لأنه ليس من المواضع المعدودة التى رجح فيها القياس على الاستحسان .ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف، واستنباط من عدم أمره إذا خرج إلى الغائط أن يسرع المشى، بل يمشى على التؤدة وبقدر البطء تتخلل السكنات بين الحركات على ما عرف فى فن الطبيعة، وبذلك يثبت قدر من الخروج فى غير محل
الحاجة، فعلم أن القليل عفو فجعلنا الفاصل بينه وبين الكثير أقل من أكثر اليوم أو الليلة لأن مقابل الأكثر يكون قليلا بالنسبة إليه، وأنا لا أشك أن من خرج من المسجد إلى السوق للعب واللهو أو القمار من بعد الفجر إلى ما قبل نصف النهار كما هو قولهما، ثم قال "يا رسول الله أنا معتكف.
قال: ما أبعدك عن العاكفين "ولا يتم مبنى هذا الاستحسان فإن الضرورة التى يناط بها التخفيف هى الضرورة اللازمة أو الغالبة الوقوع، ومجرد عروض ما هو ملجء ليس بذلك .ألا يرى أن من عرض له فى الصلاة مدافعة الأخبثين على وجه عجز عن دفعه حتى خرج منه لا يقال ببقاء صلاته كما يحكم به مع السلس مع تحقق الضرورة والإلجاء وسمى ذلك معذورا دون هذا مع أنهما يجيزانه لغير ضرورة أصلا.
إذ المسألة هى أن خروجه أقل من نصف يوم لا يفسد مطلقا سواء كان لحاجة أو لا بل للعب .وأما عدم المطالبة بالإسراع فليس لإطلاق الخروج اليسير بل لأن الله تعالى يحب الأناة والرفق فى كل شىء حتى طلبه فى المشى إلى الصلاة، وإن كان ذلك يفوت بعضها معه بالجماعة.
وكره الإسراع ونهى عنه وإن كان محصلا لها كلها فى الجماعة تحصيلا لفضيلة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر عام حالات میں تو اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے کہ بلاعذر تھوڑی، یا زیادہ دیر کے لئے بھی مسجد سے نہ نکلا جائے۔

لیکن اگر کوئی مسنون اعتکاف کرنا چاہتا ہے، اور اس کو اپنی کوئی معاشی، یا دینی ضرورت ایسی لاحق ہے، جس کے لئے اسے مسجد سے نکلنا پڑتا ہے، تو وہ اگر دن، اور رات کا اکثر حصہ مسجد میں گذارے، اور مسجد سے باہر اس سے کم وقت گذار کر واپس آجایا کرے، تو امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ بھی مسنون اعتکاف کے فضائل سے مستفید ہو سکتا ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ ''معتکف کو کچھ وقت کے لیے باہر نکلنے کا حکم'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الخشوع إذ هو يذهب بالسرعة والعاكف أحوج إليها فى عموم أحواله لأنه سلم نفسه لله تعالى متقيدا بمقام العبودية من الذكر والصلاة والانتظار للصلاة، فهو فى حال المشى المطلق له داخل فى العبادة التى هى الانتظار، والمنتظر للصلاة فى الصلاة حكما فكان محتاجا إلى تحصيل الخشوع فى حال الخروج، فكانت تلك السكنات كذلك، وهى معدودة من نفس الاعتكاف لا من الخروج، ولو سلم أن القليل غير مفسد لم يلزم تقديره بما هو قليل بالنسبة إلى مقابله من بقية تمام يوم أو ليلة، بل بما يعد كثيرا فى نظر العقلاء الذين فهموا معنى العكوف، وأن الخروج ينافيه(فتح القدير ، ج۲، ص ۳۹۶، ۳۹۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(خاتمہ)

رمضان سے متعلق چند قابلِ توجہ امور

آخر میں ماہِ رمضان اور روزہ سے متعلق چند قابلِ توجہ متفرق امور ذکر کیئے جاتے ہیں۔

رمضان اور زکاۃ

آج کل بہت سے لوگ رمضانُ المبارک کو زکاۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں اور اپنی زکاۃ ہر حال میں رمضان کے مہینہ میں اداء کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، خواہ کسی کا سال دوسرے مہینوں میں کیوں نہ پورا ہو رہا ہو اور خواہ غریبوں کو دوسرے مہینوں میں ہی ضرورت کیوں نہ ہو۔

خوب سمجھ لیجئے! کہ زکاۃ کا تعلق رمضان کے مہینہ سے نہیں ہے، بلکہ سال پورا ہونے سے ہے لہٰذا جس صاحبِ نصاب کا سال جس قمری مہینہ اور چاند کی جس تاریخ میں مکمل ہو رہا ہو، اس کو اس مہینہ اور اس تاریخ میں زکاۃ دینا چاہیئے، بلا عذر تاخیر کرنا اور صرف ثواب کی خاطر رمضان تک مؤخر کرنا مناسب نہیں اور اس میں کئی خرابیاں ہیں، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(1)......اگر کسی کے زکاۃ کا سال، رمضان سے پہلے پورا ہو رہا ہے، لیکن وہ اس وقت زکاۃ اداء نہیں کرتا اور رمضان کے انتظار میں رہتا ہے، لیکن رمضانُ المبارک کے آنے سے پہلے فوت ہو جاتا ہے، تو وہ گناہ گار ہو کر فوت ہوگا اور اس کے ذمہ زکاۃ کا فریضہ باقی رہ جائے گا۔

(2)......اگر زکاۃ کا سال رمضان کے مہینے سے پہلے پورا ہو رہا ہے، لیکن اس وقت زکاۃ اداء نہیں کی اور رمضان کا مہینہ آنے پر اس کا مال کسی طرح کم ہو گیا، مثلاً اس نے خرچ کرلیا، اور پھر جب رمضان میں حساب کر کے زکاۃ اداء کی، تو کم مال کی زکاۃ اداء کی، اور جتنا مال سال پورا ہونے کے بعد خرچ ہو گیا، اس کی زکاۃ ذمہ میں باقی رہی، اسی طرح اگر سال پورا ہونے کے بعد رمضان کے مہینے میں مال میں اضافہ ہو گیا، تو زیادہ مال کی زکاۃ دینی پڑے گی، جو کہ

اس کے ذمہ واجب نہیں تھی، اور اگر کوئی ہمیشہ اسی طرح کرتا رہا، تو حساب کی اس خرابی کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔

(3)...... ہر عبادت کو اس کے صحیح وقت پر اداء کرنے کا جو ثواب ہے، اس سے محرومی ہوگی۔

شریعت میں ہر عبادت کو اس کے صحیح وقت پر اداء کرنے کا عظیم ثواب ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ (سورۃ آلِ عمران، رقم الآیۃ ۱۱۴)

''اور جلدی کرتے ہیں وہ (لوگ) خیر کے کاموں میں، اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں''

اور قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أُولٰئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْنَ (سورۃ المومنون، رقم الآیۃ ۶۱)

''یہی لوگ ہیں، جو جلدی کرتے ہیں، خیر کے کاموں میں، اور وہی لوگ اُن (خیر کے کاموں) میں سبقت لے جانے والے (اور آگے بڑھنے والے) ہیں''

اور قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ. أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ. فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ (سورۃ الواقعۃ، رقم الآیات ۱۰ الیٰ ۱۱)

''اور سبقت کرنے والے، تو سبقت ہی کرنے والے ہیں، یہی مقربین ہیں، عیش وآرام والی جنتوں میں ہوں گے''

اور جب سال پورا ہونے کے بجائے اس کو کسی دوسرے مہینے کے لئے مؤخر کیا جائے گا؛ تو اس فضیلت سے محرومی ہوگی۔

(4)...... جب سب لوگ رمضان میں زکاۃ اداء کریں گے اور دوسرے دنوں میں نہیں کریں

www.idaraghufran.org

گے، تو سال کے گیارہ مہینے غریبوں کو اپنی ضروریات پوری کرنا مشکل ہوگا، اور سال کے گیارہ مہینوں میں ان کی ضروریات کا انتظام دشوار ہوگا۔

(5)......رمضانُ المبارک کو زکاۃ کے لئے خاص کر لینے کی وجہ سے ایک خرابی یہ لازم آتی ہے کہ ہر شخص کو رمضان ہی میں جلد از جلد اپنی زکاۃ اداء کرنے کی فکر ہوتی ہے اور جب کوئی صحیح مصرف سامنے نہیں آتا، تو کسی نہ کسی کو دے کر جان چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے، خواہ وہ صحیح مستحق بھی نہ ہو۔

(6)......اس مہینے میں رسمی غریبوں اور بھکاریوں کا ایک سیلاب اُمڈ آتا ہے اور پھر لوگ ان ہی پیشہ وروں کو اپنی زکاۃ دیتے ہیں اور اس طرح اصل مستحق نظروں سے پوشیدہ اور محروم رہتے ہیں۔

(7)......اس کے علاوہ سال بھر میں مستحقوں کو تلاش کرنا بھی آسان ہے اور صحیح وقت پر ادائیگی کا ثواب بھی حاصل ہوجاتا ہے۔

لہٰذا زکاۃ کے لئے ہر شخص کو رمضان کی تخصیص کرنا مناسب نہیں، ہر شخص کو اپنے سال پورا ہونے پر زکاۃ صحیح صحیح مصرف میں خرچ کرنی چاہئے، اور اپنے سال پورا ہونے کی تاریخ کو محفوظ رکھنا چاہیئے، البتہ اگر کسی کا سال رمضان ہی میں پورا ہو رہا ہو، تو پھر رمضان میں دینے میں بھی حرج نہیں، بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اپنے تفصیلی حالات کو اہلِ علم کے سامنے رکھ کر شرعی حکم معلوم کرلیا جائے۔

بعض روایات سے جو رمضان میں صدقہ وخیرات اور سخاوت کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے، اس سے زکاۃ مراد نہیں ہے، بلکہ صدقۂ فطر، یا عام صدقہ مراد ہے۔

رمضان میں قضائے عمری کا غلط تصوّر

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں اعمال کی فضیلت میں اضافہ ہوجاتا ہے، اس

لئے وہ رمضان کے مہینہ میں قضائے عمری کے نام پر مختصر نماز پڑھ کر تمام، یا بہت سی قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

حالانکہ یہ نظریہ سراسر قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

قضاء نماز کے بارے میں کسی بھی جگہ اور کسی بھی زمانے کے بارے میں یہ تصور نہیں ہے کہ ایک نماز کئی نمازوں کے قائم مقام ہوجائے اور رمضان میں نیک اعمال کی فضیلت زیادہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں وہ تعداد کے اعتبار سے کئی فرضوں کے قائم مقام ہوجاتی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال کی فضیلت کو بڑھا دیا جاتا ہے، کسی عمل کے ثواب کا بڑھ جانا اور چیز ہے اور اس کا کئی اعمال کے برابر اور قائم مقام ہوجانا دوسری چیز ہے، اگر کوئی مالک اعلان کردے کہ جو لوگ فلاں دن کام پر آئیں گے، ان کو اتنی زیادہ اجرت دی جائے گی، یا اتنا انعام دیا جائے گا، تو اس کے یہ معنیٰ کبھی نہیں سمجھے جائیں گے کہ ایک دن کام کرنے کے بعد اب کئی دنوں کی چھٹی ہوگئی، یا یہ کہ یہ ایک دن کا کام کئی دنوں کے کام کے قائم مقام ہوگیا۔

غرضیکہ کسی عمل پر زائد مزدوری اور انعام ملنا اور بات ہے اور اس عمل کا کئی دن کے عمل کے قائم مقام ہونا دوسری بات ہے۔ [1]

حضرت سلمان فارسی کی طویل حدیث کی سند پر تحقیق

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک لمبی حدیث مروی ہے، جس میں رمضان میں نفل عبادت کی فضیلت فرض کے برابر اور فرض عبادت کی فضیلت ستر فرضوں کے برابر اور

---

[1] وبالجملة فهذه الصلاة التى اخترعوها مشتملة على مفاسد كثيرة، واداء ها مع ما زعموا انه قضاء لما فات خلاف المعقول والمنقول، ومضاد للفروع والاصول ، والذى يدل على ان الصلاة المذكورة لا اصل لها خلوا اكثر الكتب المتعمدة عن ذكرها(ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان" ص ١٣ ، مشمولة: مجموعة رسائل اللكنوى، المجلدالثانى،الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى، الباكستان،الطبعة الأولىٰ: ١٤١٩ هـ)

www.idaraghufran.org

رمضان کے ابتدائی حصے کے رحمت، درمیانی حصے کے مغفرت اور آخری حصے کے جہنم سے آزاد ہونے کا ذکر ہے،اور بھی کئی باتیں اس حدیث میں ایسی مذکور ہیں، جو دیگر صحیح احادیث میں مذکورنہیں ہیں، کئی اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کوذکر کیا ہے،اورعوام الناس میں اس حدیث میں مذکورفضیلتوں اور باتوں کا بہت چرچا ہے، بلکہ بہت سے عوام کاان چیزوں کے ثبوت پر پختہ یقین قائم ہے،اورہم نے بھی پہلے اپنی بعض تحریرات میں اس حدیث کواعتماد کی بنیاد پرنقل کیا تھا،اوراس کی سند پرزیادہ تحقیق کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

اب اس حدیث کی سندکی تحقیق کی گئی،تواس حدیث کی سندقابلِ اطمینان معلوم نہیں ہوئی۔

اس حدیث کوامام بیہقی نے اپنی کتاب ''شعبُ الایمان ''اور''الدعواتُ الکبیر'' اور ''فضائلُ الاوقات''میں ذکرکیا ہے۔ [1]

---

[1] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أخبرنا أبو بكر إسماعيل بن محمد الضرير بالرى، حدثنا محمد بن الفرج الأزرق، حدثنا عبد الله بن بكر السهمى، حدثنا إياس بن عبد الغفار، عن على بن زيد بن جدعان– ح.

وأخبرنا أبو نصر بن قتادة، حدثنا أبو عمرو إسماعيل بن نجيد، حدثنا جعفر بن محمد بن سوار، أخبرنى على بن حجر– ح .

وحدثنا أبو سعد عبد الملك بن أبى عثمان الزاهد، أخبرنا أبو عمرو محمد بن جعفر ابن مطر، أخبرنا جعفر بن أحمد بن نصر الحافظ، حدثنا على بن حجر– ح.

وأخبرنا أبو زكريا بن أبى إسحاق المزكى، حدثنا والدى، قال قرء على محمد بن إسحاق بن خزيمة أن على بن حجر السعدى حدثهم، حدثنا يوسف بن زياد، عن همام بن يحيى، عن على بن زيد بن جدعان، عن سعيد بن المسيب، عن سلمان الفارسى قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى آخر يوم من شعبان فقال: " يا أيها الناس قد أظلكم شهر عظيم، شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من ألف شهر، جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا .من تقرب لله بخصلة من الخير كان كمن أدى فريضة فيما سواه، ومن أدى فريضة فيه كان كمن أدى سبعين فريضة فيما سواه، وهو شهر الصبر، والصبر ثوابه الجنة، وشهر المواساة، وشهر يزاد فى رزق المؤمن .من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار، وكان له مثل أجره من غير أن ينقص من أجره شىء "قلنا: يا رسول الله! ليس كلنا يجد ما يفطر الصائم؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يعطى الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة لبن أو تمرة أو شربة من ماء، ومن أشبع صائما سقاه الله من حوضى شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة .وهو شهر أوله رحمة، وأوسطه مغفرة وآخره عتق من النار. من خفف عن مملوكه فيه غفر الله له وأعتقه من النار."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مگر اس حدیث کی سند میں ایک راوی تو ''علی بن زید بن جدعان'' ہیں، جن کو اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

زاد همام فی روايته:" فاستكثروا فيه من أربع خصال: خصلتان ترضون بها ربكم، وخصلتان لا غنی بكم عنهما .فأما الخصلتان اللتان ترضون بها ربكم فشهادة أن لا إله إلا الله وتستغفرونه وأما اللتان لا غنى بكم عنهما فتسألون الجنة وتعوذون به من النار."

لفظ حديث همام وهو أتم(شعب الايمان،رقم الحديث ٣٣٣٦،الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فی الصيام "فضائل شهر رمضان ،الدعوات الكبير، رقم الحديث ٥٣٢،فضائل الاوقات، رقم الحديث ٥٤)

[1] قال صالح بن أحمد بن حنبل عن أبيه: ليس بالقوی، وقد روى الناس عنه.

وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل :سئل أبی: سمع الحسن من سراقة؟ قال: لا، هذا علی بن زيد، يعنی: يرويه كأنه لم يقنع به .وقال أيوب بن إسحاق بن سافری :سألت أحمد بن علی بن زيد، فقال: ليس بشیء.وقال حنبل بن إسحاق بن حنبل: سمعت أبا عبد الله يقول: علی بن زيد ضعيف الحديث .وقال عثمان بن سعيد الدارمی ، عن يحيى بن معين: ليس بذاك القوی.

وقال معاوية بن صالح ، عن يحيى بن معين: ضعيف.وقال أبو بكر بن أبی خيثمة، عن يحيى بن معين: ليس بذاك.وقال مرة أخرى: ضعيف فی كل شیء.وقال عباس الدوری ، عن يحيى بن معين: ليس بشیء.وقال فی موضع آخر :ليس بحجة .وقال فی موضع آخر :علی بن زيد أحب إلی من ابن عقيل، ومن عاصم بن عبيد الله.وقال أحمد بن عبد الله العجلی:يكتب حديثه، وليس بالقوی.

وقال فی موضع آخر:كان يتشيع، لا بأس به.وقال يعقوب بن شيبة: ثقة، صالح الحديث، وإلى اللين ما هو .وقال إبراهيم بن يعقوب الجوزجانی:واهی الحديث،ضعيف، فيه ميل عن القصد، لا يحتج بحديثه.وقال أبو زرعة:ليس بقوی.

وقال أبو حاتم :ليس بقوی، يكتب حديثه، ولا يحتج به، وهو أحب إلی من يزيد بن أبی زياد، وكان ضريرا، وكان يتشيع.وقال الترمذی:صدوق إلا أنه ربما رفع الشیء الذی يرفعه غيره.

وقال النسائی: ضعيف.وقال أبو بكر بن خزيمة: لا احتج به لسوء حفظه.

وقال أبو أحمد بن عدی :لم أر أحدا من البصريين، وغيرهم امتنعوا من الرواية عنه، وكان يغلی فی التشيع فی جملة أهل البصرة، ومع ضعفه يكتب حديثه .وقال الحاكم أبو أحمد: ليس بالمتين عندهم.وقال الدارقطنی:أنا أقف فيه، لا يزال عندی فيه لين .

وقال معاذ بن معاذ عن شعبة: حدثنا علی بن زيد قبل أن يختلط.

وقال أبو الوليد ، وغير واحد عن شعبة: حدثنا علی بن زيد، وكان رفاعا.

وقال إبراهيم بن عبد الله بن الجنيد :قال رجل ليحيى بن معين: وأنا أسمع علی بن زيد اختلط؟ قال: ما اختلط علی بن زيد قط، ثم قال يحيى: حماد بن سلمة أروى عن علی بن زيد .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے ان کی حدیث کو دوسرے شواہد وتائیدات کی صورت میں قبول کیا ہے۔ ؎1

دوسرے اس حدیث کی سند میں بعض دیگر راوی بھی ایسے ہیں، جو ضعیف، یا شدید ضعیف ہیں۔

چنانچہ بیہقی کی بعض سندوں میں اور صحیح ابنِ خزیمہ کی سند میں ایک راوی ''یوسف بن زیاد'' ہیں، جو محدثین کے نزدیک شدید ضعیف ہیں۔ ؎2

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال سليمان بن حرب ، عن حماد بن زيد: حدثنا على بن زيد، وكان يقلب الأحاديث.

وفى رواية: كان على بن زيد يحدثنا اليوم بالحديث ثم يحدثنا غدا، فكأنه ليس ذاك.

وقال عمرو بن على: كان يحيى بن سعيد يتقى الحديث عن على بن زيد، فسألته مرة عن حديث حماد بن سلمة عن على بن زيد عن عقبة بن صهبان عن أبى بكرة عن النبى صلى الله عليه وسلم فى قوله عزوجل: "ثلة من الأولين "فقال: حدثنا حماد بن سلمة عن على بن زيد بن عقبة بن صهبان عن أبى بكرة عن النبى صلى الله عليه وسلم، ثم تركه، وقال: دعه .وكان عبد الرحمن يحدث عن الثورى، وابن عيينة، وحماد بن سلمة، وحماد بن زيد، عنه.

وقال أبو معمر القطيعى :كان ابن عيينة يضعف ابن عقيل، وعاصم بن عبيد الله، وعلى بن زيد.

وقال أيضا :قال ابن عيينة: كتبت عن على بن زيد كتابا كبيرا، فتركته زهدا فيه.

وقال على بن المدينى عن سفيان بن عيينة: وهبت كتاب ابن جدعان، فقيل لسفيان: لم وهبته؟ قال: قد كنت حفظته، ولم أرانى أنساه، وكنت أريد أتثبت منه.

وقال محمد بن المنهال:سمعت يزيد بن زريع يقول: لقد رأيت على بن زيد، ولم أحمل عنه، فإنه كان رافضيا(تهذيب الكمال، ج ٢٠ ص٤٣٧ الىٰ ص ٤٤١، تحت ترجمة "على بن زيد بن جدعان" رقم الترجمة ٤٠٧٠، باب العين)

؎1 وقال ابن حجر:على بن زيد بن جدعان وفيه ضعف ولم يقل أحد إنه كان يتعمد الكذب حتى يحكم على حديثه بالوضع إذا انفرد وكيف وقد توبع من طريق آخر رجاله غير رجال الأول(القول المسدد فى الذب عن مسند أحمد، ص ٤٢،جواب الكلام عن الأحاديث التى حكم عليها ابن الجوزى بالوضع ولم يذكره الحافظ العراقى،الحديث الثالث عشر)

؎2 اوراسی وجہ سے ابنِ خزیمہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ:

باب فضائل شهر رمضان إن صح الخبر (ملاحظه هو:صحيح ابنِ خزيمة، ج٣ص ١٩١، كتاب الصيام، جماع أبواب فضائل شهر رمضان وصيامه)

يوسف بن زياد البصرى، أبو عبد الله، عن ابن أنعم الإفريقى، وابن أبى خالد.

قال البخارى: منكر الحديث .وقال الدارقطنى: هو مشهور بالأباطيل.

وكان ببغداد، قاله البخارى.وقال أبو حاتم أيضا: منكر الحديث.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض راوی مجہول ہیں۔ [1]

اور امالی المحاملی میں ''علی بن زید'' کے ساتھ ایک اور راوی ''عبدالعزیز بن عبداللہ جدعانی'' ہیں، یہ راوی بھی ضعیف ہیں۔ [2]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں رمضان کے مہینے کے پہلے حصے کو رحمت،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبعض الناس فرق بين الراوى عن ابن أبى خالد، وبين الراوى عن الإفريقى، انتهى.
وقال النسائى فى "الكنى :"ليس بثقة .وضعفه الساجى .وذكره العقيلى فى "الضعفاء "وقال: لا يتابع على حديثه(لسان الميزان، ج٨ص ۵۵۴، تحت رقم الترجمة ٨٦٨٦،حرف الياء)
يوسف بن زياد:من أهل البصرة، كنيته أبو عبد الله، سكن بغداد، يروى عن إسماعيل بن أبى خالد روى عنه العراقيون، يتفرد عن إسماعيل بالاشياء المقلوبة كأنه إسماعيل آخر، ومن غلب على حديثه قلة متابعة الثقات، والانفراد عن الاثبات بما لا يشبه حديث الثقات صار ساقط الاحتجاج به(المجروحين لابن حبان، ج٣ص ١٣٣، باب الياء)

[1] مثلاً بیہقی کی ایک سند میں ابوبکر اسماعیل بن محمد ضریر اور ایاس بن عبدالغفار مجہول ہیں، اور ان کی حدیث کو بعض محدثین نے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

[2] حدثنا الحسين ثنا سعيد بن محمد بن ثواب، ثنا عبد العزيز بن عبد الله الجدعانى، ثنا سعيد بن أبى عروبة، عن على بن زيد، عن سعيد بن المسيب، عن سلمان الفارسى قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم آخر يوم فى شعبان أو أول يوم فى رمضان ، فقال: يا أيها الناس ، قد أظلكم شهر عظيم شهر مبارك..الخ (امالى المحاملى رواية ابن يحيىٰ البيع،ص ٢٨٦ ،رقم الحديث ٢٩٣، مجلس يوم الأحد لأحد عشر بقين من شهر رمضان سنة ثمان وعشرين وثلاثمائة،مجلس آخر املاء)
قال الشيخ: وعبد العزيز بن عبد الله هذا عامة ما يرويه لا يتابعه عليه الثقات(الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى، ج٦ص ٥١٢ ،رقم الترجمة ١٤٣٢ ، تحت ترجمة"عبد العزيز بن عبد الله القرشى بصرى")
حديث :خطبنا رسول الله (آخر يوم من شعبان ، وأول يوم من رمضان ، فقال :إنه قد أظلكم شهر عظيم ، شهر مبارك ، فيه ليلة خير من ألف شهر ، افترض الله (وجعل قيامه تطوعاً)رواه عبدالعزيز بن عبدالله القرشى :عن سعيد بن أبى عروبة ، عن على بن زيد ، عن سعيد بن المسيب ، عن سلمان الفارسى قال.وعبدالعزيز هذا ، لم يذكره المتقدمون بضعف ، ولم يتابعه أحد على روايته له عن سعيد .والله أعلم(ذخيرة الحفاظ،لمحمد بن طاهر المقدسى، ج٣،ص ١٢٨٨ ، وص ١٢٨٩ ، تحت رقم الحديث ٢٧٧٤ ،باب الخاء المعجمة)

www.idaraghufran.org

اور درمیانے حصے کو مغفرت اور آخری حصے کو جہنم سے آزادی قرار دیا گیا ہے۔ [1]

مگر تحقیق کرنے سے اس حدیث کی سند بھی ضعیف معلوم ہوئی، جبکہ بعض نے اس حدیث کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ [2]

لہٰذا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس حدیث کو جس انداز میں ذکر کیا جاتا ہے، اور اس حدیث میں مذکور مضامین پر جس پختگی کے ساتھ عقیدہ و یقین رکھا جاتا ہے، اور جس پختگی اور وثوق کے ساتھ اس کو اور اس سے مستنبط مضامین ومسائل کو بیان کیا

---

[1] حدثنا الحسن بن علی، قثنا هشام بن عمار، .قال: ثنا سلام بن سوار، قثنا مسلمة بن الصلت، عن الزهری، عن أبی سلمة، عن أبی هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أول شهر رمضان رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار(فضائل رمضان لأبن أبی الدنيا، ص٦٥، رقم الحديث ٣٧، الفردوس بمأثور الخطاب، رقم الحديث ٧٩؛ الضعفاء الكبير للعقيلی، ج٢ص ١٦٢ ،تحت رقم الترجمة ٦٦١ ،تاريخ دمشق لابن عساكر، ج٢٧ص ١٩ ، تحت ترجمة "عبد الله بن أحمد بن خالد بن عبد الملك الأموی" رقم الترجمة ٣١٤٦)

[2] قال ابن عدی وهذا أيضا يرويه سلام عن مسلمة بن الصلت ومسلمة ليس بالمعروف(الكامل فی ضعفاء الرجال، ج٤، ص٣٢٥، تحت ترجمة "سلام بن سليمان بن سوار الثقفی المدائنی الضرير" رقم الترجمة ٧٧٢)

سلام بن سوار عن مسلمة بن الصلت ، عن الزهری ، شامی ، حديثه غير محفوظ ، ولا أصل له من حديث الزهری ولا غيره.حدثناه أحمد بن داود قال :حدثنا هشام بن عمار قال :حدثنا سلام بن سوار قال :حدثنا مسلمة بن الصلت ، عن الزهری ، عن أبی سلمة ، عن أبی هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أول شهر رمضان رحمة ، وأوسطه مغفرة ، وآخره عتق من النار وفی فضل شهر رمضان أسانيد من غير هذا الوجه أصلح من هذا الإسناد(الضعفاء الكبير للعقيلی ،تحت ترجمة سلام بن سوار)

قال محمد بن عمرو العقيلی: لا يتابع على حديثه .

وقال أبو أحمد بن عدی:هو عندی منكر الحديث، وعامة ما يرويه حسان إلا أنه لا يتابع عليه.

وقال عبد الرحمن بن أبی حاتم:سمع منه أبی بدمشق فی الرحلة الأولى وسئل عنه، فقال: ليس بالقوی.

وقال النسائی فی "الكنى :"أخبرنا العباس بن الوليد، قال: حدثنا سلام بن سليمان، ثقة، مدائنی مات بدمشق، أبو العباس.

مات بعد سنة عشر ومئتين(تهذيب الكمال ج١٢ ص٢٨٧،تحت ترجمة "سلام بن سليمان بن سوار الثقفی، رقم الترجمة ٢٦٥٦، باب السين)

جاتا ہے، یہ طرزِ عمل درست معلوم نہ ہوا۔

صحیح احادیث سے جو بات معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ رمضان کا پورا مہینہ رحمت ہے، اور اس مہینے کے ہر روز بے شمار لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے، اور ہر روز بے شمار لوگوں کی مغفرت کی جاتی ہے، اور ان چیزوں میں رمضان کے ابتدائی، درمیانی اور آخری حصے کی کوئی تخصیص و تقسیم نہیں ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحُکَمُ.

رمضان میں فوت ہونے پر عذابِ قبر کا حکم

عوام الناس میں کثرت سے اور بہت سے اہلِ علم حضرات میں یہ بات مشہور ہے کہ جو مسلمان رمضان کے مہینے میں فوت ہو جائے، تو وہ تا قیامت عذابِ قبر و برزخ سے مامون و محفوظ ہو جاتا ہے، خواہ وہ متقی و پرہیز گار ہو، یا فاسق و فاجر، اور رمضان کے مہینے میں کسی کافر و مشرک کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا، بلکہ بعض اہلِ علم حضرات کا خیال تو یہ ہے کہ جب بھی کسی عام دن

---

[1] ولـلـه عتقاء من النار، وذلک کل لیلة(سنن الترمذی، رقم الحدیث ٦٨٢،باب ما جاء فی فضل شهر رمضان،عن ابی هریرة)

عن ابن أبی أنس؛ أن أباه حدثه؛ أنه سمع أبا هريرة رضی الله عنه یقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا كان رمضان فتحت أبواب الرحمة، وغلقت أبواب جهنم، وسلسلت الشياطين "(صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٧٩ "٢"كتاب الصيام، باب فضل شهر رمضان)

عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دخل رمضان فتحت أبواب الجنان كلها، فلم يغلق منها باب إلى آخر الشهر، وغلقت أبواب النار فلم يفتح منها باب إلى آخر الشهر، وسلسلت مردة الشياطين، ولله عتقاء عند وقت كل فطر يعتقهم من النار (المعجم الأوسط، رقم الحديث ٨١٣٩، باب الميم)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دخلت أول ليلة من شهر رمضان فتحت أبواب الجنان، فلم يغلق منها باب الشهر كله، وغلقت أبواب النار فلم يفتح منها باب الشهر كله، وغلت مردة الجن، ثم يكون لله عتقاء يعتقهم من النار عند وقت كل فطر عبيد، وإماء(مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٧٣٨٥،باب سلسلة الشياطين وفضل رمضان)

www.idaraghufran.org

میں کوئی فوت ہوتا ہے،تو اگر مؤمن ہو،تو رمضان آنے پر اس سے، تا قیامت ہمیشہ کے لئے اور کافر سے صرف رمضان کے مہینہ میں عذاب اُٹھالیا جاتا ہے، خواہ وہ شخص زندگی میں ان اعمال میں کیوں نہ مبتلا رہا ہو، جن پر آخرت اور برزخ کے ہولناک عذاب کا قرآن اور صحیح احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے۔

یہی بات جمعہ کے دن کے متعلق بھی مشہور ہے، بلکہ جمعہ کے دن پر قیاس کر کے رمضان کے مہینے پر یہ حکم لگایا گیا ہے۔

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن فوت ہونے پر ہمیشہ، یا تا قیامت عذاب سے محفوظ ہو جانے کا ہی احادیث سے ثبوت مشکل ہے، چہ جائیکہ اس پر رمضان کو قیاس کر کے یہ حکم دیا جائے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے ایک مستقل رسالہ ''جمعہ کے دن فوت ہونے پر عذابِ قبر کی تحقیق'' میں بیان کر دی ہے۔

اور رمضان میں فوت ہونے پر عذابِ قبر سے مامون ومحفوظ ہونے سے متعلق کوئی صریح حدیث دستیاب نہیں۔

البتہ ابونعیم اصبہانی نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ:

مَنُ وَافَقَ مَوُتُهُ عِنُدَ انُقِضَاءِ رَمَضَانَ دَخَلَ الُجَنَّةَ، وَمَنُ وَافَقَ مَوُتُهُ عِنُدَ انُقِضَاءِ عَرَفَةَ دَخَلَ الُجَنَّةَ، وَمَنُ وَافَقَ مَوُتُهُ عِنُدَ انُقِضَاءِ صَدَقَةٍ دَخَلَ الُجَنَّةَ (حلیة الاولیاء، ج۵ص ۲۳، تحت ترجمة "طلحة بن مصرف")

ترجمہ: جس کی موت رمضان مکمل ہونے کے وقت واقع ہوئی، تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس کی موت وقوفِ عرفہ مکمل ہونے کے وقت واقع ہوئی، تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس کی موت صدقہ مکمل کرنے کے وقت واقع ہوئی، تو وہ جنت میں داخل ہوگا (حلیۃ الاولیاء)

www.idaraghufran.org

مگراس حدیث کی سند بھی اولاً تو غیر معمولی ضعیف ہے۔ [1]

ابونعیم اصبہانی نے اس حدیث کونقل کرنے کے بعد غریب قرار دیا ہے۔ [2]

اس روایت کے ایک راوی ''نصر بن حماد'' پرمحدثین نے غیر معمولی جرح فرمائی ہے، جس میں ''متروکُ الحدیث، ذاھبُ الحدیث، بطلَ الاحتجاج به، کذابٌ'' وغیرہ ہونے کی جرح بھی شامل ہے، اوراس طرح کے راوی کی حدیث کا فضائل کے سلسلہ میں معتبر ہونا بھی مشکل ہے، چہ جائیکہ عقیدہ کے باب میں اس کو حجت سمجھا جائے۔ [3]

---

[1] اس حدیث کی سند یہ ہے:

حدثنا عبد الله بن محمد ثنا ابن سعيد الواسطى ثنا محمد بن حرب الواسطى ثنا نصر بن حماد ثنا همام ثنا محمد بن جحادة عن طلحة بن مصرف .قال: سمعت خيثمة بن عبد الرحمن يحدث عن ابن مسعود .قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

[2] چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

غريب من حديث طلحة لم نكتبه إلا من حديث نصر عن همام(حلية الاولياء، حواله بالا)

[3] نصر بن حماد بن عجلان البجلي......

قال عبد الله بن أحمد بن حنبل:سمعت يحيى بن معين يقول: نصر بن حماد كذاب.

وقال يعقوب بن شيبة:ليس بشىء.وقال البخارى:يتكلمون فيه.وقال مسلم:ذاهب الحديث.

وقال النسائى :ليس بثقة.وقال أبو زرعة ، وصالح بن محمد الحافظ:لا يكتب حديثه.

وقال أبو حاتم ، وأبو الفتح الأزدى: متروك الحديث .وقال ابن حبان:كان يخطء كثيرا، ويهم فى الإسناد، فلما كثر ذلک منه بطل الاحتجاج به.وقال زكريا بن يحيى الساجى:يعد من الضعفاء.

وقال الدارقطنى:ليس بالقوى فى الحديث .

وروى له أبو أحمد بن عدى أحاديث عن شعبة، ثم قال:وهذه الأحاديث التى ذكرتها عن نصر، عن شعبة، وله غيرها عن شعبة كلها غير محفوظة، ومع ضعفه يكتب حديثه (تهذيب الكمال ج ۲۹ ص ۳۴۲،الیٰ ۳۴۵، تحت رقم الترجمة ۶۳۹۵، باب النون)

ق -نصر "بن حماد بن عجلان البجلى أبو الحارث الحافظ الوراق البصرى روى عن شعبة ومسعر والمسعودى وهمام وموسى بن كردم وإسرائيل والربيع بن صبيح وأبى بكر الهذلى ومسلم بن خالد الزنجى ومقاتل بن سليمان وغيرهم وعنه أبناه أحمد ومحمد والحسن بن على الحلوانى ومحمد بن رافع النيسابورى وروح بن الفرج البزاز وهارون بن موسى المستملى ويحيى بن جعفر بن الزبرقان ومحمد بن إسحاق الصغانى ومحمد بن سعيد بن غالب وآخرون قال عبد الله بن أحمد عن يحيى بن معين كذاب وقال البخارى يتكلمون فيه وقال مسلم ذاهب الحديث وقال النسائى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور دوسرے اس حدیث میں رمضان کے مکمل ہونے اور تیسرے جنت میں داخل ہونے کی قید لگی ہوئی ہے، جس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کوئی شخص رمضان میں کسی بھی وقت فوت ہوجائے، تو اس سے ہمیشہ کے لئے قبر کا عذاب اٹھالیا جاتا ہے، بلکہ اس میں کئی احتمالات ہیں،اور احتمالات کے ہوتے ہوئے خاص یہ سمجھنا، یا پختہ عقیدہ بنالینا کہ جو متقی، یا فاسق وفاجر شخص بھی رمضان میں فوت ہو، وہ بہرحال تاقیامت قبر کے عذاب سے محفوظ کرلیا جاتا ہے، خواہ وہ قرآن اور صحیح احادیث سے عذابِ قبر پر مرتب ہونے والی بداعمالیوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو، درست نہیں ہے۔

حضرت ملاعلی قاری، عقائد کی کتاب شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ:

وَاَمَّا مَاقَالَهُ الشَّيُخُ اَبُو الْمُعِيُنِ فِيُ اُصُوُلِهٖ عَلٰى مَانَقَلَ عَنْهُ الْقُوْنَوِيُّ ، مِنُ اَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ، سَوَاءٌ كَانَ مُؤْمِنًا ،اَمُ كَافِرًا ،اَمُ مُطِيُعًا، اَمُ فَاسِقًا ،وَلٰكِنُ اِذَا كَانَ كَافِرًا ،فَعَذَابُهٗ يَدُوُمُ فِي الْقَبْرِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيُرُفَعُ عَنْهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَشَهُرَ رَمَضَانَ ،بِحُرُمَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، لِاَنَّهٗ مَادَامَ فِي الْاَحْيَاءِ، لَا يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ لِحُرُمَتِهٖ، فَكَذٰلِكَ فِي الْقَبْرِ يُرُفَعُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَكُلَّ رَمَضَانَ لِحُرُمَتِهٖ ،فَفِيُهِ بَحُثٌ ،لِاَنَّهٗ يَحُتَاجُ اِلٰى نَقُلٍ صَحِيُحٍ ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ليس بثقة وقال يعقوب بن شيبة ليس بشيء وقال أبو زرعة وصالح بن محمد لا يكتب(تهذيب التهذيب،لا بن حجر العسقلانی،ج۱۰ ،ص۴۲۵، تحت رقم الترجمة ۷۶۹، حرف النون)

نصر بن حماد البجلی أبو الحارث الوراق :من أهل بغداد، يروى عن شعبة وإسرائيل، روى عنه العراقيون كان من الحفاظ، ولكنه كان يخطء كثيرا ويهم فی الاسانيد حتی يأتی بالاشياء كأنها مقلوبة، فلما كثر ذلک منه بطل الاحتجاج به إذا انفرد(المجروحين لابی حاتم ،ج۳،ص۵۴)

(حل) وكذا الديلمی (عن ابن مسعود) وفيه نصر بن حماد قال الذهبی :قال النسائی :ليس بثقة ومحمد بن حجاوة قال أعنی الذهبی :قال أبو عوانة الوضاح كان يغلو فی التشيع (فيض القدير للمناوی، ج۶ص۲۳۵ ، تحت رقم الحديث ۹۰۷۱، حرف الميم)

اَوْ دَلِيْلٍ صَرِيْحٍ .... وَقَالَ الْقَوْنَوِيُّ :وَاِنْ كَانَ عَاصِيًا يَكُوْنُ لَهٗ عَذَابُ الْقَبْرِ، وَضَغْطَةُ الْقَبْرِ ،لٰكِنْ يَنْقَطِعُ عَنْهُ عَذَابُ الْقَبْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ،وَلاَ يَعُوْدُ الْعَذَابُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَاِنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ،اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ،يَكُوْنُ لَهُ الْعَذَابُ سَاعَةً وَاحِدَةً ، وَضَغْطَةَ الْقَبْرِ ،ثُمَّ يَنْقَطِعُ عَنْهُ الْعَذَابُ، وَلَا يَعُوْدُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِنْتَهٰى. فَلَا يَخْفٰى اَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِيْ الْعَقَائِدِ، هُوَ الْاَدِلَّةُ الْيَقِيْنِيَّةُ ، وَاَحَادِيْثُ الْاَحَادُ لَوْ ثَبَتَتْ ،اِنَّمَا تَكُوْنُ ظَنِّيَّةً ،اَللّٰهُمَّ اِلَّا اِذَا تَعَدَّدَ طُرُقُهٗ، بِحَيْثُ صَارَ مُتَوَاتِرًا مَعْنَوِيًّا ،فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ قَطْعِيًّا.

نَعَمْ ثَبَتَ فِيْ الْجُمْلَةِ ،اَنَّ مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ،اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ، يُرْفَعُ الْعَذَابُ عَنْهُ، اِلَّا اَنَّهٗ لَا يَعُوْدُ اِلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ،فَلَا اَعْرِفُ لَهٗ اَصْلًا، وَكَذَا رَفْعُ الْعَذَابِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ،وَلَيْلَتِهَا مُطْلَقًا عَنْ كُلِّ عَاصٍ ،ثُمَّ لَا يَعُوْدُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَاِنَّهٗ بَاطِلٌ قَطْعًا (شرح فقه اكبر لملا علی القاری، صفحه ۱۰۱،وص ۱۰۲، الناشر: قدیمی کتب خانه، آرام باغ، کراچی)

ترجمہ: اور رہی وہ بات جو شیخ ابو معین نے اپنے اصول میں ذکر فرمائی ہے، جس کو ان سے قونوی نے نقل کیا ہے کہ قبر کا عذاب حق ہے، چاہے مومن ہو، یا کافر ہو، یا مطیع ہو، یا فاسق ہو، لیکن اگر کافر ہو، تو اس کا عذابِ قبر قیامت تک جاری رہتا ہے، اور اس کا عذاب جمعہ کے دن اور رمضان کے مہینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے روک لیا جاتا ہے، اس لئے کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات رہے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم کی وجہ سے ان کو عذاب نہیں دیا، اسی طریقہ سے قبر میں کافروں سے جمعہ کے دن اور پورے رمضان میں اُس کی تعظیم کی وجہ سے عذاب کو روک لیا جاتا ہے۔

تو اس میں بحث ہے، کیونکہ یہ بات نقلِ صحیح، یا دلیلِ صریح کی محتاج ہے۔............

اور قونوی نے فرمایا کہ اگر گناہ گار مومن ہوتا ہے، تو اسے قبر کا عذاب اور قبر کا بھینچنا ہوتا ہے، لیکن اس سے جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں عذابِ قبر کو روک لیا جاتا ہے، اور پھر قیامت تک عذاب لوٹ کر نہیں آتا، اور اگر جمعہ کے دن، یا جمعہ کی رات میں فوت ہوجائے، تو اس کو ایک لحہ کے لئے عذاب اور قبر کا بھینچنا ہوتا ہے، پھر اس کے بعد عذاب کو ہٹا لیا جاتا ہے، اور پھر قیامت تک عذاب لوٹایا نہیں جاتا، قونوی کا کلام ختم ہوا۔

تو یہ بات مخفی نہیں کہ عقائد میں اعتبار یقینی دلائل کا ہوتا ہے، اور احادیثِ آحاد اگر ثابت ہوں، تو وہ صرف ظنی درجے کی ہوتی ہیں (ان سے قطعیت کا فائدہ حاصل اور یقین کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا) مگر یہ کہ جب ان کی سندیں اتنی زیادہ ہوں کہ وہ تواترِ معنوی کے درجے میں آجائیں، تو پھر وہ قطعی بن جاتی ہیں۔

البتہ فی الجملہ (احادیث سے) یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن، یا جمعہ کی رات میں فوت ہوجائے، تو اس سے عذاب کو اٹھا لیا جاتا ہے، مگر یہ بات کہ قیامت تک اس کی طرف عذاب کو لوٹایا نہیں جاتا، مجھے اس کی اصل معلوم نہیں ہوسکی (اور اس سلسلہ میں مذکور روایات سے صراحتاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جمعہ کے دن، یا رات میں کوئی مسلمان بھی فوت ہونے والا، تا قیامت عذابِ قبر سے محفوظ کردیا جاتا ہے)

اور اسی طرح جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں مطلقاً ہر گناہ گار سے عذاب کا رفع ہونا، اور پھر قیامت کے دن تک لوٹ کر نہ آنا، تو یہ بات قطعی طور پر باطل ہے (کیونکہ یہ دعویٰ احادیثِ صحیحہ کثیرہ کی دلالت کے خلاف ہے) (شرح فقہ اکبر)

ملا علی قاری کی اس مدلل عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)...... شیخ ابو معین کا یہ قول کہ جمعہ کے دن اور رمضان کے مہینے میں کافروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یا رمضان کی تعظیم کی وجہ سے قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔

اس کے لئے نقلِ صحیح، یا دلیلِ صریح کی ضرورت ہے، جو کہ موجود نہیں۔

(2)...... یہ کہنا کہ گناہ گار شخص سے قبر کا عذاب جمعہ کے دن ہٹالیا جاتا ہے، اور پھر قیامت تک عذاب نہیں لوٹایا جاتا، اور اسی طرح جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوجائے، تو اس کو ایک ساعت کے لئے عذاب ہوتا ہے، اور پھر قیامت تک عذاب نہیں لوٹایا جاتا۔

یہ بات محلِ کلام ہے، کیونکہ عقائد میں دلائلِ قطعیہ کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور خبرِ واحد ظنی ہوا کرتی ہے، البتہ اگر اخبارِ آحاد مختلف سندوں سے مروی ہوں کہ جو تواترِ معنوی کا درجہ حاصل کرلیں، تو پھر قطعیت کا درجہ اختیار کرلیتی ہیں (اور مذکورہ عقیدہ کے لئے اس طرح کا ثبوت نہیں)

(3)...... احادیث سے اتنی بات ثابت ہے کہ جمعہ کے دن، یا جمعہ کی رات میں فوت ہونے والے سے عذاب کو اٹھالیا جاتا ہے۔

لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ اس کے بعد پھر قیامت تک عذاب نہیں دیا جاتا، یہ درست نہیں، کیونکہ اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں (بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ صرف اس جمعہ کے دن، یا آئندہ ہر جمعہ کے دن عذاب اٹھایا جاتا ہو، جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ذکر کیا گیا)

(4)...... یہ کہنا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں ہر گناہ گار سے مطلقاً عذاب کو اٹھالیا جاتا ہے (خواہ وہ کسی بھی دن فوت ہوا ہو) اور پھر اس کے بعد، تا قیامت عذاب میں مبتلا نہیں کیا جاتا۔

یہ بات قطعی طور پر باطل ہے۔

www.idaraghufran.org

ملا علی قاری کی اس عبارت سے ابو معین کے کلام کا مرجوح ہونا معلوم ہوگیا۔

کئی عربی واردو کتب میں ابو معین کے مذکورہ کلام کو نقل کیا گیا ہے، اور اس سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن، یا رمضان میں فوت ہونے والے، یا ہر ایک سے جمعہ ورمضان آنے پر آئندہ ہمیشہ کے لئے عذاب اٹھالیا جاتا ہے، ملا علی قاری کی مذکورہ تفصیل سے اس کا بھی جواب معلوم ہوگیا، کہ یہ بات مرجوح ہے۔ [1]

---

[1] ويأمن الميت من عذاب القبر ومن مات فيه أو فى ليلته أمن من عذاب القبر، ولا تسجر فيه جهنم(الدرالمختار)

والعاصى يعذب ويضغط لكن ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلتها ثم لا يعود وإن مات يومها أو ليلتها يكون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم يقطع، كذا فى المعتقدات للشيخ أبى المعين النسفى الحنفى من حاشية الحنفى ملخصا (ردالمحتار، ج۲، ص۱۶۵، كتاب الصلاة،باب العيدين)

قوله: " والمتوفى ليلة الجمعة "قال أبو المعين فى أصوله قال أهل السنة والجماعة عذاب القبر وسؤال منكر ونكير حق لكن إن كان كافرا فعذابه يدوم فى القبر إلى يوم القيامة ويرفع عنهم العذاب يوم الجمعة وشهر رمضان لحرمة النبى صلى الله عليه وسلم ثم المؤمن على ضر بين أن كان مطيعا لا يكون له عذاب القبر ويكون له ضغطة فيجد هول ذلك وخوفه لما أنه كان يتنعم بنعمة الله تعالى ولم يشكر النعمة وإن كان عاصيا يكون له عذاب وضغطة القبر لكن ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلة الجمعة ولا يعود العذاب إلى يوم القيامة وإن مات ليلة الجمعة أو يوم الجمعة يكون له العذاب ساعة واحدة وضغطة ثم ينقطع عنه العذاب ولا يعود إلى يوم القيامة من مجمع الروايات والتتارخانية كذا فى الشرح وناقش فيه المنلا على وقال إن ذلك غير ثابت فى الأحاديث (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، لأحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوى الحنفى،ص ۵۲۴، كتاب الصلاة ، باب الجمعة)

قوله: ويأمن الميت فيه من عذاب القبر .أقول: قال أهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسؤال منكر ونكير وضغطة القبر حق سواء كان مؤمنا أو كافرا مطيعا أو فاسقا لكن إذا كان كافرا فعذابه يدوم إلى يوم القيامة ويرفع العذاب عنهم يوم الجمعة وشهر رمضان بحرمة النبى – صلى الله تعالى عليه وسلم – فكذلك فى القبر يرفع عنهم العذاب يوم الجمعة وكل رمضان بحرمته فيعذب اللحم متصلا بالروح والروح متصلا بالجسم فتتألم الروح مع الجسد وإن خارجا منه ثم المؤمن على وجهين إن كان مطيعا لا يكون له عذاب ويكون له ضغطة فيجد هول ذلك وخوفه وإن كان عاصيا يكون له عذاب القبر وضغطة القبر لكن ينقطع عنه عذاب القبر يوم الجمعة وليلة الجمعة ثم لا يعود العذاب إلى يوم القيامة.

وإن مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة يكون له العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم ينقطع عنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لٰہذا یہ سمجھ لینا کہ ماہِ رمضان میں فوت ہونے والا شخص تا قیامت عذابِ قبر اور سوالِ قبر سے بھی مامون ومحفوظ ہوجاتا ہے، یہ درست نہیں، یا کم از کم خلافِ احتیاط ضرور ہے، بالخصوص جبکہ یہ عقائد کا معاملہ ہے، جس میں زیادہ احتیاط کا حکم ہے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ سے بندوں کے بارے میں حسنِ ظن کا معاملہ ہے، تو وہ ایک بالکل الگ معاملہ ہے، اس کی بنیاد پر کوئی عقیدہ، اور قاعدہ وضابطہ بنالینا درست نہیں۔ [1]

البتہ رمضان کا مہینہ بابرکت اور مبارک اوقات میں سے ہے، جس میں جہنم کے دروازے بند رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اگر اس بابرکت وقت میں مومن، یا کافر، یا ہر دو قسم کے مُردوں سے عذاب کو مرتفع، یا ہلکا فرمالیتا ہو، تو یہ کوئی بعید نہیں، لیکن اس کا تعلق چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور برزخ سے ہے، جو ہماری نظروں سے پردۂ غیب میں اور اوجھل ہے، اس لئے رمضان کے مہینہ میں فوت ہونے والے سے ہمیشہ کے لئے، یا پورے ماہِ رمضان عذابِ قبر وبرزخ سے محفوظ ہونے کا قطعی حکم لگانے اور فیصلہ کرنے سے احتیاط برتنی چاہئے، بالخصوص جن گناہوں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ العذاب كذا فى المعتقدات للشيخ أبى المعين النسفى الحنفى. قيل يشكل كلامه فى حق الكفار لقوله تعالى: "فلا يخفف عنهم العذاب" اللهم إلا أن يراد بالتخفيف رفع العذاب بالكلية (غمز عيون البصائر، ج۴، ص ۷۲، الفن الثالث من الأشباه والنظائر وهو فن الجمع والفرق، القول فى احكام يوم الجمعة)

[1] (لافى صفات الله) فان وجد حديث ضعيف دل على صفة من صفات الله تعالى، ولم يثبت ذلك بدليل معتبر، لم يعتبر به، فان صفات الله واسماء ه لايجترأ على القول بها بدون دلالة دليل معتمد، لانها من باب العقائد لا من باب الاعمال، ويلتحق بها جميع العقائد الدينية، فلا ثبت الا بحديث صحيح او حسن لذاته او لغيره. كيف وقد صرحوا بان اخبار الآحاد وان كان صحيحة، لاتكفى فى باب العقائد، فما بالك بالضعيفة منها؟ والمراد بعدم كفايتها انها لاتفيد القطع، فلايعتبر بها مطلقا فى العقائد التى كلف الناس بالاعتقاد الجازم فيها، لانها لاتفيد الظن ايضا، ولا انها لاعبرة بها رأسا فى العقائد مطلقا، كما توهمه من ابناء عصرنا..........

(واحكام الحلال والحرام) فلايثبت بالحديث الضعيف تحريم شيئ ولا تحليله (ظفر الأمانى بشرح مختصر السيد الشريف الجرجانى فى مصطلح الحديث، لمولانا عبدالحيئ اللكنوى، ص ۲۰۰ الىٰ ۲۰۴، ملخصاً، الفصل الثالث من الباب الاول فى الضعيف وتعريف الحديث الضعيف وبيان صيغ التعبير عنه عن ذكره بغير اسناد، إيضاح المؤلف ثبوت الإستحباب بالضعيف، وشروط ذلك بتقرير آخر جيد، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الثالثة: ۱۴۱۶ هـ)

www.idaraghufran.org

اور بداعمالیوں پر آخرت اور برزخ میں عذاب کا ذکر قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہو، ان کو نظر انداز کر کے اس طرح کا عقیدہ بنا لینے سے سختی کے ساتھ بچنا چاہئے۔

رمضان کے مخصوص دن، یا جمعۃُ الوداع سے متعلق بعض کوتاہیاں

رمضانُ المبارک کے جمعہ، یا آخری جمعہ، یا چودھویں رمضان سے متعلق بھی کئی خرابیاں عام ہوگئی ہیں، مثلاً:

(1)......جمعۃُ الوِداع میں قضائے عمری کا غلط تصور

(1)......بعض لوگ جمعۃُ الوداع میں قضائے عمری کے نام سے چند رکعتیں پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح قضاء شدہ نمازیں ذمہ میں سے اداء ہوجاتی ہیں، یہ سراسر غلط ہے، شریعت میں اس کا مستند ذریعہ سے کوئی ثبوت نہیں ہے، جس کی تفصیل پہلے گزری۔

(2)......رمضان، یا آخری جمعہ کو کپڑا پہننے کے متعلق غلط تصور

(2)......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رمضان، یا آخری جمعہ کو جو کپڑا پہنا جائے، وہ بے حساب ہوجاتا ہے، حالانکہ اس کا بھی شرعی اعتبار سے کوئی ثبوت نہیں۔

(3)......صرف آخری جمعہ کا روزہ رکھ کر بے فکری وکوتاہی اختیار کرنا

(3)......بعض لوگ صرف آخری جمعہ کا روزہ رکھ لیتے ہیں اور باقی روزوں کا اہتمام نہیں کرتے، اور سمجھتے ہیں کہ اس جمعہ کے دن کے روزہ کی فضیلت زیادہ ہے، لہٰذا اس جمعہ کے دن روزہ رکھ لینا، دوسرے دنوں کی تلافی کے لئے کافی ہوجائے گا۔

یہ بھی سراسر غلط فہمی اور کم علمی پر مبنی ہے، رمضان کے ہر دن کے روزہ کا رکھنا فرض ہے، خواہ وہ جمعہ کا دن ہو، یا کوئی اور دن ہو۔

(4)......خاص جمعہ کے دن روزہ افطار کرانے میں غلو

(4)......بعض لوگ صرف جمعہ کو مسجد، یا دوسری جگہ ضرورت مندوں کو افطار کرانے اور افطاری

بھیجنے کا بہت اہتمام کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں کھانا زیادہ ہونے کی وجہ سے ضائع چلا جاتا ہے، اور دوسرے دنوں میں غریبوں اور ضرورت مندوں کا خیال نہیں کیا جاتا، یہ بھی نامناسب طرزِ عمل اور حد سے تجاوز ہے۔

(5)......جمعۃُ الوِداع میں وِداع وفِراق کے مضامین پڑھنا

(5)......بعض حضرات جمعۃُ الوداع کو نعتیہ انداز میں وداع وفراق کے مضامین بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں، اسی طرح آخری جمعہ کے خطبہ میں بھی اس قسم کے کلمات پڑھتے ہیں، جس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔

(6)......جمعۃُ الوِداع کو عیدُ الفطر کا درجہ دینا

(6)......کچھ لوگ جمعۃُ الوداع کو عیدُ الفطر کی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔

(7)...... جمعہ کے دن کے روزہ کو دوسرے روزوں پر فوقیت دینا

(7)......بہت سی عورتیں اور بعض مرد رمضان شریف کے چودھویں روزہ، یا جمعہ کے دن کے روزہ کو دوسرے روزوں پر زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس دن کی افطاری میں زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور چودھویں تاریخ کے روزہ کو منزلہ روزہ، یا اسی طرح کا دوسرا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چودھویں روزہ کو نچلے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔

حالانکہ خاص چودھویں اور جمعہ کے روزہ کی یہ اہمیت اور تخصیص شریعت سے ثابت نہیں، بلکہ پورے مہینہ کے روزوں کو رکھنے کا حکم ہے، اور جس کام کو شریعت نے ثواب نہ کہا ہو، یا اس کی خاص اہمیت نہ بتلائی ہو، اس کو ثواب سمجھنا، یا خاص کرنا درست نہیں۔ [1]

---

[1] وينهى الناس عن كتبهم الحفائظ فى آخر جمعة من شهر رمضان فى حال الخطبة وذلك يمنع لوجوه:

أحدها: لما احتوت عليه من اللفظ الأعجمى .وقد قال مالك رحمه الله لما أن سئل عنه وما يدريك لعله كفر.

الثانى: أن فيه اللغو فى حال الخطبة.

الثالث: أنه يشتغل بالكتب عن سماع الخطبة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کتاب میں جہاں کہیں فقہائے کرام کے درمیان اجتہادی واختلافی مسائل کا ذکر کیا گیا، ان کے متعلق ایک اہم اصول کو سامنے رکھنا ضروری ہے، جس کے سامنے نہ ہونے کی بناء پر پہلے ہم سے بھی متعدد مواقع پر خطاء کا صدور ہوا، پھر بعد میں ہم نے اس اصول کی روشنی میں اپنی خطاء کی اصلاح کی، اوراس پر اپنی کئی تالیفات میں مفصل بحث کی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرابع: أنه يشتغل ببدعة ويترك ما اختلف فيه الناس من الإصغاء فى حال الخطبة هل هو فرض أو سنة مؤكدة.

الخامس: ما أحدثوه عن بيعها وشرائها فى المسجد فينهى عن ذلك ويزجر فاعله .وبعض الناس يكتبها بعد صلاة عصر الجمعة وذلك بدعة أيضا لكنها أخف من البدعة المتقدم ذكرها إذ إنه ليس ثم خطبة يشتغل عنها ولو كتبها وأسقط منها اللفظ الأعجمى ولم يتخذ لكتابتها وقتا معلوما لكان ذلك جائزا والله أعلم(المدخل لابن الحاج، ج۲ص ۲۳۳،وص ۲۳۴، فصل رفع الصوت فى المسجد)

ومن الامور المحدثة تسميتهم الجمعة الآخرة من جمعات رمضان بجمعة الوداع، وهذه التسمية وان لم يرد بها كتاب ولاسنة، لكن لاباس بذلك اخذا من تسمية آخر حجات النبى صلى الله عليه وسلم فى السنة العاشره من الهجرة بحجة الوداع، وليس فى امثال هذه التسمية ابتداء غير مشروع واختراع امر ممنوع.

ومن الامور المحدثة ماشاع فى اكثر بلاد الهند والدكن وغيرهما من قراء ة الخطباء فى خطبة آخر جمعات رمضان اشعارا فارسية وهندية مشتملة على مضامين التحسر بذهاب رمضان، وهذا امر يجب على العلماء الزجر عنه، فان خلط الخطبة بغير العربية ، وكذا قراء ة كلها بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من عصر حضرة الرسالة والصحابة ومن بعدهم من ارباب الجلالة ، وقد حققت هذا المسئلة مع مالها وما عليها فى رسالتى "آكام النفائس فى اداء الاذكار بلسان الفارس" فلتطالع.

ومن الامور المحدثة ماذاع فى اكثر بلاد الهند والدكن وغيرهما من تسمية خطبة الجمعة الاخيرة بـ"خطبة الوداع" وتضمينها جملا دالة على التحسر بذهاب ذلك الشهر ، فيدرجون فيها جملا دالة على فضائل ذلك الشهر ، ويقولون بعد جملة او جملتين :الوداع والوداع ، اوالفراق والفراق لشهر رمضان، او الوداع والوداع يا شهر رمضان، ونحو ذلك من الالفاظ الدالة على ذلك .

ومنهم من يقرأ خطبة الوداع يوم عيد الفطر، وهذا المحدث لا يدرى من اى زمان حدث ("ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان"ص ۲۴، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، المجلدالثانى، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى، الباكستان، الطبعةُ الأولٰى: ۱۴۱۹ھ)

اجتہادی واختلافی مسائل میں نکیر وانکار سے اجتناب کا حکم

اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ:

مسائل بعض قطعی ہوتے ہیں، ان میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی، بعضے اجتہادی وظنی ہوتے ہیں، ان میں سلف سے خلف تک شاگرد نے استاد کے ساتھ، مرید نے پیر کے ساتھ، قلیل جماعت نے کثیر جماعت کے ساتھ، واحد نے متعدد کے ساتھ اختلاف کیا ہے، اور علمائے امت نے اس پر نکیر نہیں کی، اور نہ ایک نے دوسرے کو ضال اور عاصی کہا، نہ کسی نے دوسرے کو اپنے ساتھ متفق ہونے پر مجبور کیا (فقہ حنفی کے اصول وضوابط، الباب الثالث: اقسامِ احکام، بعنوان ''فتاویٰ میں امت کی سہولت وآرام کا خیال'' مشمولہ: تحفۃ العلماء، ج۲ص۷۹، ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ:

ائمۂ اربعہ کے متفق علیہ اصول سے یہ ثابت ہے کہ جس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہو، اور ائمۂ مجتہدین اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اس کی کوئی خاص صورت تجویز کر کے عمل کریں، تو ان میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی، دونوں جانبیں معروف ہی کی فرد ہوتی ہیں، اس لیے وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خطاب بھی متوجہ نہیں ہوتا، اور اپنے مسلکِ مختار کے مخالف عمل کرنے والوں پر تارکِ سنت ہونے کا الزام لگانا، یا ان کو فاسق کہنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

امامِ حدیث حافظ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جامع العلم'' میں اس کے متعلق جو مضمون نقل فرمایا ہے، وہ اہلِ علم کو ہمیشہ مستحضر اور صفحۂ قلب پر نقش رکھنا ضروری ہے، تاکہ ان مفاسد سے بچ سکیں، جن میں آج کل کے بہت سے

علماء مبتلا ہیں کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تفسیق وتکفیر تک پہنچ جاتے ہیں، اور اکابر علماء کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہوجاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں دیندار مسلمان آپس میں ٹکراتے ہیں، اور پھر خدا جانے کتنے صغیرہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں (مجالسِ حکیم الامت، صفحہ ۶۸، ۶۹، اصلاحِ خلق میں حسنِ تدبیر کے چند واقعات، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، تاریخِ اشاعت: ذوالقعدة ۱۳۹۶ھ)

اور حضرت مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''یہاں سے ایک بہت اہم اصولی بات واضح ہوگئی کہ جو اجتہادی اختلاف شرعی اجتہاد کی تعریف میں داخل ہے، اس میں اپنے اپنے اجتہاد سے، جس امام نے جو جانب اختیار کرلی، اگرچہ عند اللہ اس میں صواب اور صحیح صرف ایک ہے، دوسرا خطاء ہے، لیکن یہ صواب وخطاء کا فیصلہ صرف حق تعالیٰ کے کرنے کا ہے، وہ محشر میں بذریعہ اجتہاد صواب پر پہنچنے والے عالم کو دوہرا ثواب عطا فرمائیں گے اور جس کے اجتہاد نے خطاء کی ہے، اس کو ایک ثواب دیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اجتہادی اختلاف میں یہ کہنے کا حق نہیں کہ یقینی طور پر یہ صحیح ہے، دوسرا غلط ہے۔ ہاں اپنی فہم وبصیرت کی حد تک ان دونوں میں، جس کو وہ اقرب الی القرآن والسنة سمجھے، اس کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے نزدیک یہ صواب ہے، مگر احتمال خطاء کا بھی ہے اور دوسری جانب خطاء ہے، مگر احتمال صواب کا بھی ہے۔

اور وہ یہ بات ہے جو تمام ائمہ فقہاء میں مسلم ہے۔

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ماتحت اس پر نکیر کیا جائے اور جب وہ منکر نہیں، تو غیر منکر پر نکیر خود امر منکر ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔

یہ وہ بات ہے جس میں آج کل بہت سے اہل علم بھی غفلت میں مبتلا ہیں، اپنے

مخالف نظریہ رکھنے والوں پر تبرا اور سب وشتم سے بھی پرہیز نہیں کرتے، جس کا نتیجہ مسلمانوں میں جنگ وجدل اور انتشار واختلاف کی صورت میں جگہ جگہ مشاہدہ میں آ رہا ہے، اجتہادی اختلاف بشرطیکہ اصولِ اجتہاد کے مطابق ہو، وہ تو ہرگز آیت مذکورہ لاتفرّقوا کے خلاف اور مذموم نہیں۔

البتہ اس اجتہادی اختلاف کے ساتھ جو معاملہ آج کل کیا جارہا ہے کہ اسی کی بحث ومباحثہ کو دین کی بنیاد بنالی گئی اور اس پر باہمی جنگ وجدل اور سب وشتم تک نوبت پہنچادی گئی، یہ طرزِ عمل بلاشبہ ولاتفرّقوا کی کھلی مخالفت اور مذموم اور سنت سلف، صحابہ وتابعین کے بالکل خلاف ہے، اسلاف امت میں کبھی کہیں نہیں سنا گیا کہ اجتہادی اختلاف کی بنا پر اپنے سے مختلف نظریہ رکھنے والوں پر اس طرح نکیر کیا گیا ہو‘‘ (معارف القرآن ،ج ۲ ص ۱۴۳، سورہ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۰۴، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی، سنِ اشاعت: ذوالحجہ ۱۴۱۱ ہجری، جون 1991ء)

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان خان

05/ رجب المرجب/ 1447ھ۔26/ دسمبر/ 2025ء بروز جمعہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

ماہِ رمضان کے چند اہم تاریخی حالات وواقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری سے پہلے کے اجمالی واقعات

□...... **ہجرت سے پہلے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے پہلے سال:** رمضان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ علق کی ابتدائی آیات پہلی وحی کے طور پر نازل فرمائیں، وحی کے نازل ہونے کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ بھینچا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی کو ضبط کرنے کی برداشت پیدا ہو جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۲۵، البداية والنهاية ج ۳ ص ۵ الیٰ ۱۱، باب كيف بدأ الوحى إلى رسول الله صلى الله عليه وآله، وذكر أول شىء أنزل عليه من القرآن العظيم، تحت "عمره صلى الله عليه وسلم وقت بعثته وتاريخها، المنتظم لابن الجوزى، ج ۲ ص ۳۴۸، باب ذكر الحوادث الكائنة فى زمان نبينا، ذكر ما جرى فى السنة الأولى من زمان النبوة، سيرت ابن هشام ج ۱ ص ۲۳۶، ابتداء نزول جبريل عليه السلام)

□...... **ہجرت سے پہلے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دسویں سال:** ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ مطہرہ تھیں، نکاح کے پندرہ سال بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی، اور پیغامِ نبوت جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا، تو نہ صرف یہ کہ قبول کیا بلکہ خوف اور مصائب میں اور مشرکین کی طرف سے طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے میں تسلی اور تشفی بھی دیتی رہیں، الغرض خوف اور مشکل وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد پچیس سال تک حیات رہیں، اور ۱۱/ رمضان المبارک ۱۰ نبوی (ہجرت سے تین سال پہلے) وفات پائی، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال چھ ماہ تھی، پہلے شوہر سے دولڑکے ہالہ

اور ہند پیدا ہوئے، دوسرے شوہر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کا نام بھی ہند تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صاحبزادے حضرت قاسم اور عبداللہ اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اِمِ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن انہیں کے بطن سے تھے۔

(سیر الصحابہ ج۶ ص ۲۰، الاصابة ج ۷، کتاب النساء، ج۸ ص ۱۰۳، رقم الترجمة ۱۱۰۹۲، حرف الخاء المعجمة، البداية والنهاية، ج۳ ص ۱۲۷، فصل فی موت خديجة بنت خويلد، المنتظم لابن الجوزی، ج۳ ص ۱۱، ذکر الحوادث فی السنة العاشرة من النبوة، وفاة خديجة رضی الله عنها)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ رمضان ۲ھ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو آپ اس وقت بیمار تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں ٹھہرایا، چنانچہ جس دن قاصد غزوۂ بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر آیا، اسی دن ان کا انتقال ہوا۔

(عہد نبوت کے ماہ وسال، ص۱۴۶، البداية والنهاية ج۳ ص ۳۴۷، فصل جمل من الحوادث سنة ثنتين من الهجرة، المنتظم لابن الجوزی، ج۳ ص ۱۳۸، ذکر من توفی فی هذه السنة من الأكابر، الاصابة، رقم الترجمة ۱۱۱۸۷، کتاب النساء، حرف الراء)

□...... ماہِ رمضان ۲ھ: میں غزوۂ بدر کبریٰ ہوا۔

اسے بدر عظمیٰ، بدر الثانیہ، بدر القتال اور یوم الفرقان بھی کہا جاتا ہے، یہ اسلامی تاریخ کا ایک تابناک اور عظیم الشان واقعہ ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت ورفعت عطا فرمائی، اور کفر اور کفار کا سارا غرور خاک میں ملا دیا، مقامِ بدر جہاں یہ جنگ ہوئی، حرمین شریفین کے راستہ میں مدینہ طیبہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے، اس غزوہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء یہ تھی کہ کفار کی اقتصادی کمر توڑنے کے لئے ان کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنا چاہیئے، تاکہ کفار جنگی رسد وسامان میں ترقی نہ کرسکیں، اور ان کے پاس مسلمانوں سے

لڑنے کی قوت اور طاقت باقی نہ رہے، لیکن قافلہ تو مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ گیا، مگر اس کی مدد کے لئے پہنچنے والے کفار کے لشکر سے مقابلہ ہو گیا، مسلمانوں کی تعداد مشہور یہی ہے کہ ۳۱۳ تھی، لیکن عین لڑائی کے وقت ۳۰۲ تھی، ۷ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں چھوڑا تھا، ایک زخمی حالت میں راستے سے واپس بھیجے گئے، اور ۲ جاسوسی کے لئے گئے ہوئے تھے، جب واپس آئے، تو مسلمانوں کو فتح ہو چکی تھی، تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اصحابِ بدر کے فضائل اور مالِ غنیمت میں باقاعدہ شریک کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحابِ بدر کے اگلے پچھلے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے۔

(غزوات النبی ص ۶۴، تاریخ ملت ج ۱ ص ۶۱، البدایة والنهایة ج ۳ ص ۲۳۶، غزوة بدر العظمی، یوم الفرقان یوم التقی الجمعان، سیرتِ ابنِ هشام، ج ۱ ص ۶۰۶، غزوة بدر الکبری)

□......**ماہِ رمضان ۲ ھ**: میں غزوۂ بدر کے موقع پر یہ معجزہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور تین بار فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (کفار کے چہرے بگڑ جائیں) پھر اسے کافروں کی طرف پھینکا، جس سے ان کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، اور حق تعالیٰ کی طرف سے فتح اور نصرت نازل ہوئی۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۱۵۷، البدایة والنهایة، ج ۳ ص ۲۸۴، غزوة بدر العظمی، یوم الفرقان یوم التقی الجمعان، المنتظم لابن الجوزی، ج ۱ ص ۶۲۸، رمی الرسول للمشرکین بالحصباء)

□......**ماہِ رمضان ۲ ھ**: میں غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی، تو آپ نے کھجور کی شاخ مرحمت فرمائی اور فرمایا ''اس سے لڑو'' جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے اس کو ہاتھ میں لیا، تو ان کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی، اور غزوۂ بدر کے ختم ہونے تک اس تلوار سے خوب لڑائی کی، اس کے بعد دیگر غزوات میں وہ اسی تلوار کے ساتھ قتال وجہاد کرتے تھے، اور یہ تلوار ان کے انتقال تک ان کے پاس رہی۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۱۵۸، البدایة والنهایة، ج ۳ ص ۲۹۱، کتاب المغازی، غزوة بدر العظمی، یوم الفرقان یوم التقی الجمعان، سیرت ابنِ هشام، ج ۱ ص ۶۳۷، قصة سیف عکاشة)

(۹)......**ماہِ رمضان ۲ھ:** میں غزوۂ بدر میں حضرت یزید بن اخنس سلمی، ان کے صاحبزادے معن بن یزید اور ان کے والد اخنس بن حبیب رضی اللہ عنہم تینوں شریک ہوئے ان کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں، جس کی تین پیڑھیاں جنگِ بدر میں شریک ہوئی ہوں۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال، ص۱۶۰، البداية والنهاية، ج۳ص ۳۲۵، أسماء أهل بدر مرتبة على حروف المعجم، حرف الياء، الاصابة، ج ا ص ۱۹۱، رقم الترجمة ۶۰، حرف الألف، باب الالف بعدها الخاء)

□......**ماہِ رمضان ۲ھ:** میں غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشہور تلوار ذوالفقار حاصل ہوئی، یہ عاص بن منبہ یا نبیہ بن حجاج کافر کی تھی، یہ دونوں غزوۂ بدر میں قتل ہوئے، یہ تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں بھی شامل تھی، اور بعض کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال، ص۱۶۱، البداية والنهاية، ج۳ص ۳۰۲، غزوة بدر العظمى يوم الفرقان يوم التقى الجمعان، وج۷ص ۳۳۶، سنة أربعين من الهجرة النبوية)

□......**ماہِ رمضان ۲ھ:** میں غزوۂ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار بھائی شریکِ جہاد ہوئے حضرت ایاس، حضرت عاقل، حضرت خالد، حضرت عامر رضی اللہ عنہم، حضرت ایاس رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے تھے، یہ اس وقت اسلام لائے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں فروکش تھے، اور باقی تینوں بھائی ان کے بعد غزوۂ بدر سے پہلے اسلام لائے، پھر چاروں بھائی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، اور حضرت عاقل رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں شہید ہوئے۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص۱۶۲، البداية والنهاية، ج۳ص ۳۲۰، حرف العين، أسماء أهل بدر مرتبة على حروف المعجم، حرف العين، الاصابة فى تمييز الصحابة، ج۳ص ۴۶۶، رقم الترجمة ۴۳۷۹، حرف العين، العين بعدها الألف)

□......**ماہِ رمضان ۲ھ:** میں غزوۂ بدر میں یہ واقعہ ہوا کہ تین مسلمان یعنی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ

عنہم تین مشرکین یعنی عتبہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں نکلے، چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو قتل کر ڈالا، بعد ازاں دونوں حضرات عبیدہ کی مدد کو آگے بڑھے، اور عتبہ کو واصل جہنم کیا۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص۱۶۹، البدایۃ والنہایۃ، ج۳ص ۲۷۸، غزوۃ بدر العظمی یوم الفرقان یوم التقی الجمعان، المنتظم لابن الجوزی، ج۳ص۱۰۷، ذکر ما جری فی السنۃ الثانیۃ من الھجرۃ، غزوۃ بدر)

□......ماہِ رمضان ۸ھ: میں فتح مکہ کا واقعہ ہوا۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ کفار مکہ نے جب صلح حدیبیہ کی شرائط کی خلاف ورزی شروع کی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے، اور بغیر جنگ کے اللہ تعالیٰ نے فتح مبین عطا فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عاجزی سے مکہ میں داخل ہوئے اور سب لوگوں کے لئے عام معافی کا اعلان فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بوڑھے نابینا والد قحافہ کو اسلام قبول کرنے کی غرض سے لے کر حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے ان کو کیوں تکلیف دی، ہم خود ہی حاضر ہو جاتے، ایک کافر قیدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے کے دوران تھرتھرانے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ڈرو نہیں میں کوئی بادشاہ نہیں، ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو ''قدید'' (عربوں کا ایک خاص قسم کا کھانا جو اتنا قیمتی نہیں ہوتا تھا) کھانے والا ہے، انصارِ مدینہ نے سوچا کہ اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اپنے قدیمی وطن مکہ میں ہی رہیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے'' ہم مدینہ واپس جائیں گے، چنانچہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر نماز پڑھی۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص۲۸۱، البدایۃ والنہایۃ ج۴ص ۲۸۶، سنۃ ثمان من الھجرۃ، الحوادث المشھورۃ فی سنۃ ثمان والوفیات، العبر فی خبر من غبر، ج۱ ص۹، سنۃ ثمان من الھجرۃ)

□......ماہِ رمضان ۹ھ: میں رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد ''ثقیف'' نامی حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوا، جس میں یہ حضرات شامل تھے (۱) عثمان بن ابی العاص ثقفی (۲) اوس بن ابی اوس ثقفی (۳) منیر بن خرشہ (۴) حکم بن

عمر(۵)اوس بن اوس بن ثقفی(یہ پہلے والے سے الگ شخص ہیں)

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۳۲۵، البداية والنهاية، ج۵ ص ۲۹، قدوم وفد ثقيف على رسول الله فى رمضان سنة تسع)

□......ماہِ رمضان ۱۱ھ: میں حضرت فاطمۃ الزہرا خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سن تھیں، آپ کی سن ولادت میں اختلاف ہے۔ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ایک سال قبل پیدائش ہوئی، اور بقول ابن جوزی بعثت سے پانچ سال پہلے آپ کی ولادت ہوئی، ذی الحجہ ۲ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، آپ کی پانچ اولادیں ہوئیں، حسن، حسین، محسن، ام کلثوم، زینب رضی اللہ عنہم اجمعین، محسن تو بچپن میں ہی فوت ہوگئے اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا، ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی، اور دوسری بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا، اوران سے اولاد بھی ہوئی، اور باقی دو صاحبزادے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے حالات تو روزِ روشن کی طرح عام وخاص سب جانتے ہیں، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حلیہ مبارک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو، لب ولہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تھا، اور رفتار بھی بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار جیسے تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کو چھ ماہ گزرے تھے کہ رمضان ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی کہ ”میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی“ پوری ہوئی۔

(المنتظم لابن الجوزى، ج۴ص ۹۵، ثم دخلت سنة إحدى عشرة، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر، فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، الاصابة ج۸، ص ۲۶۸، رقم الترجمة ۱۱۵۸۷، كتاب النساء، حرف الفاء، سیر الصحابہ ج۶ ص ۱۰۱)

□......**ماہ رمضان ۳۲ ھ**: میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، آپ نے اسلام پہلے ہی قبول کرلیا تھا لیکن فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل اسلام کا اعلان کیا، اور مدینہ منورہ ہجرت کی، آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ طائف اور غزوہ حنین میں شرکت کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب مسجدِ نبوی میں توسیع ہورہی تھی، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر مسجدِ نبوی میں توسیع کے لئے ان کے حوالے کردیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۸۶ یا ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لحد میں اتارا۔

(الاصابة ج۳ص ۵۱۲، رقم الترجمة ۴۵۲۵،حرف العين المهملة، العين بعد هاالباء، اسد الغابة لابنِ اثير، ج۳ص ۱۶۷ ،رقم الترجمة ۲۷۹۷، تحت ترجمة عباس بن عبدالمطلب)

□......**ماہِ رمضان ۴۰ ھ**: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے عبداللہ بن سباء یہودی اور اس کے منافق ٹولے نے مسلمانوں اور اہلِ اسلام کو پے در پے نقصان پہنچائے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ تھی کہ ایک طرف تو اس ٹولہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں غلو کرنے والے تیار کئے، حتّٰی کہ ان میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ خدا کہنے لگے، اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں لوگ تیار کئے، حتیٰ کہ ان میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہنے لگے، جنہیں خارجی کہا جاتا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم اسی مکروہ سیاست سے بُنے ہوئے جال کا حصہ تھا۔

(تاریخ ملت ج۱ص۴۰۲، البداية والنهاية ج۷ص ۳۳۰،سنة أربعين من الهجرة النبوية، فيها كان مقتل على بن أبى طالب رضى الله عنه على ما سنذكره مفصلا،الاصابة ، ج۴ص ۴۶۸، رقم الترجمة ۵۷۰۴،حرف العين المهملة،العين بعدهااللام، العبر فى خبر من غبر، ج ۱ ص ۳۳،سنة أربعين)

□......**ماہِ رمضان ۵۸ ھ**: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

مدینہ منورہ کے گورنر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، ان کی وصیت کے مطابق ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا، ان کی کوئی اولاد نہ تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

www.idaraghufran.org

سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ بڑی محبت تھی، لیکن دوسری بیویوں کے شرعی حقوق میں کبھی ذرہ برابر فرق نہیں آنے دیا، ۱۸ سال کی عمر میں بیوہ ہوئیں، علم وفضل اور فقہ میں بڑا مقام حاصل تھا، صحابۂ کرام اپنے مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے" ایک قول آپ کی وفات شوال کے مہینے میں ہونے کا ہے"

(البداية والنهاية ج۸ص ۹۴،ثم دخلت سنة ثمان وخمسين،ذكر من توفى فيها من الأعيان،ام المؤمنين عائشه بنت ابوبكر الصديق ،الاصابة ج۸ص ۲۳۵، رقم الترجمة ۱۱۴۶۱، كتاب النساء،حرف العين المهملة، العبر فى خبر من غبر ج ا ص ۴۶،سنة ثمان وخمسين)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ رمضان ۱۰۵ھ: میں جراح بن عبداللہ حکمی اور ترک بادشاہ خاقان کے درمیان جنگ ہوئی، یہ جنگ کئی دن تک جاری رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ترکوں کو بری طرح شکست دی۔

(العبر فى خبر من غبر للذهبى،ج ا ص ۹۷،سنة خمس ومئة ،تاريخ خليفة بن خياط ص ۳۳۱،سنة خمس ومائة،شذرات الذهب ج۲ص ۲۸ ،سنة خمس ومائة)

□......ماہِ رمضان ۱۰۷ھ: میں جراح بن عبداللہ حکمی کو خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے آذر بائیجان اور آرمینیا کی امارت سے معزول کیا، اور اس کے بھائی مسلمہ کو یہاں کا حکمران بنایا، جس نے جہاد کے ذریعہ قیساریہ اور عنوہ کے مقام کو فتح کیا۔

(تقویم تاریخی ص ۲۷،العبر فى خبر من غبر ج ا ص ۱۰۰ ،سنة سبع ومئة،تاريخ خليفة بن خياط ص ۳۳۷،سنة سبع ومائة فيها عزل هشام بن عبد الملك الجراح بن عبد الله الحكمى، شذرات الذهب ج۲ص ۴۳،سنة سبع ومائة)

□......ماہِ رمضان ۱۱۴ھ: میں حجاز کے فقیہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲۹)

آپ جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماعت کی ہے، ابن جریج رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عطاء بیس سال تک مسجد میں رہے، امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عطاء رحمہ اللہ کی ایسی حالت میں

وفات ہوئی کہ وہ زمین والوں کے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ تھے، حضرت خالد بن ابی نوف فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے دوسو صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے، تقریباً ۱۰۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۵ ص ۸۲، رقم الترجمة ۲۹، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۰۸، سنة أربع عشرة ومئة، شذرات الذهب، ج۲ ص ۲۹، سنة أربع عشرة ومائة)

□......**ماہِ رمضان ۱۱۷ھ**: میں حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ کی ولادت اسی رات کو ہوئی تھی جس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا، اس لئے آپ کا نام انہی کے نام پر رکھا گیا، اپنے والد، اور حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، عبدالصمد، ابنِ شہاب زہری، سعد بن ابراہیم، منصور بن معتمر اور علی بن ابی حملہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ بہت عبادت گزار تھے دن رات میں ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے۔

(المنتظم لابنِ جوزی، ج۷ ص ۱۸۱، رقم الترجمة ۶۲۷، ثم دخلت سنة سبع عشرة ومائة، ذكر من توفی فی هذه السنة من الأكابر)

□......**ماہِ رمضان ۱۲۴ھ**: میں امام زہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۳۱)

آپ کا پورا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ تھا، لیکن آپ امام زہری کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے، حضرت ابنِ عمر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بہت تھوڑا روایت کرتے ہیں، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صرف تین احادیث روایت کی ہیں، اس کے علاوہ آپ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کا شمار تابعین کے اونچے طبقے میں ہوتا ہے، ۷۴ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۵ ص ۳۵۰، رقم الترجمة ۱۶۰، تهذيب الكمال ج۲۶ ص ۴۴۲، رقم الترجمة ۵۶۰۷، شذرات الذهب، ج۲ ص ۹۹، سنة أربع وعشرين ومائة، المنتظم لابن جوزی، ج۷ ص ۲۳۱، رقم الترجمة ۶۷۱، ثم دخلت سنة أربع وعشرين ومائة)

□......**ماہِ رمضان ۱۳۱ھ**: میں حضرت ابوالزناد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا پورانام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن ذکوان قرشی مدنی تھا، آپ کی ولادت ۶۵ھ میں ہوئی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ،حضرت ابوامامہ بن سہل، ابان بن عثمان، عروہ، ابن مسیّب رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، صالح بن کیسان، ہشام بن عروہ، عبدالوہاب بن بخت اور عبیداللہ بن عمر رحمہم اللہ جیسے بڑے بڑے حضرات نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حضرت سفیان رحمہ اللہ آپ کو امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے، آپ کی وفات اچانک غسل خانے میں ہوگئی تھی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۵ ص ۴۵۰، رقم الترجمة ۱۹۹ ،تھذیب الکمال ج۱۴ ص ۴۸۲، رقم الترجمة ۳۲۵۳)

□......ماہِ رمضان ۱۵۳ھ: میں حضرت معمر بن راشد ازدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی

(تقویمِ تاریخی ص ۳۹)

آپ کا پورانام ابوعروہ معمر بن راشد ازدی تھا، ابان بن عیاش، ابراہیم بن میسرہ، اسماعیل بن جابر حدانی، اشعث بن سوار، ایوب سختیانی اور ابوجبارۃ حسن رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، ابان بن یزید عطار، ابراہیم بن خالد صنعانی، اسماعیل بن علیہ، حماد بن زید اور رباح بن زید صنعانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کا شمار طلبِ حدیث کے لئے یمن کی طرف سفر کرنے والوں میں پہلے نمبر پر ہوتا ہے، یمن میں آپ کی ملاقات ھمام بن منبّہ سے بھی ہوئی۔

(تھذیب الکمال، ج۲۸ ص ۳۱۰، رقم الترجمة ۶۱۰۴، العبر فی خبر من غبر، ج۱ ص ۱۶۹، سنة ثلاث وخمسین ومئة، شذرات الذھب ،ج۲ ص ۲۴۴ ،سنة ثلاث وخمسین ومائة)

□......ماہِ رمضان ۱۶۸ھ: میں رومیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے صلح کے معاہدے کو توڑا، یہ معاہدہ ہارون الرشید اور رومیوں کے درمیان ہوا تھا، معاہدے کی خلاف ورزی پر علی بن سلیمان اور یزید بن بدر نے ان پر حملہ کیا، اور کامیاب ہوئے، اور بہت سارا مالِ غنیمت حاصل کیا۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، ج۵ ص ۲۵۰، ثم دخلت سنة ثمان وستین ومائة، المنتظم لابن الجوزی، ج۸ ص ۲۹۳ ،ثم دخلت سنة ثمان وستین ومائة، تاریخِ الطبری، ج۸ ص ۱۶۷ ،ثم دخلت سنة ثمان وستین ومائة، البدایة والنھایة ج۱۰ ،ص ۱۵۰ ، ثم دخلت سنة ثمان و ستین ومائة)

□......**ماہِ رمضان ۱۸۱ھ**: امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۶)

آپ کا پورا نام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک حنظلی تھا، آپ کے اساتذہ میں سلیمان تیمی، عاصم احول، حمید طویل، ہشام بن عروہ، اسماعیل بن ابی خالد، اعمش، خالد حذاء، یحیٰی بن سعید انصاری اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ جیسے بڑے بڑے حضرات شامل ہیں، معمر، ثوری، ابواسحاق فرازی، بقیہ، ابنِ وہب، ابوداؤد، عبدالرزاق بن ہمام، عفان اور ابنِ معین رحمہم اللہ آپ قابلِ ذکر شاگرد ہیں، آپ بہت بڑے فقیہ، عابد اور زاہد انسان تھے، آپ کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے، آپ بہت بڑے تاجر بھی تھے، اور ایک سال میں فقراء پر ایک لاکھ درہم خرچ کرتے تھے، ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال اللہ کے راستے میں جہاد کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۸ص ۴۱۹، رقم الترجمة ۱۱۲، العبر فی خبر من غبر، ج ۱ ص۲۱۷، سنة إحدى وثمانين ومئة، المنتظم لابن الجوزی، ج۹ ص ۶۳، ثم دخلت سنة إحدى وثمانين ومائة، شذرات الذهب، ج۲ ص ۳۶۱، سنة إحدى وثمانين ومائة)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......**ماہِ رمضان ۲۰۶ھ**: حضرت عبداللہ بن نافع مدنی صائغ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ایک بڑے فقیہ تھے، اور مدینہ کے اکابر فقہاء میں شمار ہوتے تھے، محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ آپ نے امام مالک رحمہ اللہ کی بہت زیادہ صحبت پائی، اور ان سے علوم کو خوب حاصل کیا، اور امام مالک رحمہ اللہ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے، مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۷۳، رقم الترجمة ۹۲، تهذيب الكمال ج۱۶ ص ۲۱۱، رقم الترجمة ۳۶۰۹، العبر فی خبر من غبر، ج ۱ ص ۲۷۴، سنة ست ومئتين)

□......**ماہِ رمضان ۲۰۸ھ**: میں سیدہ نفیسہ بنت امیر المومنین حسن بن زید بن سید حسن بن علی کی وفات ہوئی۔

منصور نے ان کے والد کو مدینہ کا گورنر بنایا تھا، اور کچھ عرصہ کے بعد معزول کر کے طویل مدت

تک قید میں رکھا، اس کے بعد مہدی نے ان کو باعزت طریقے سے رہا کیا اور ان کے اموال ان کو واپس کئے اور ان کے ساتھ حج کیا، پھر نفیسہ اپنے شوہر اسحاق بن جعفر کے ساتھ مدینہ سے مصر تشریف لے گئیں، اور مصر میں ہی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۱۰۶، رقم الترجمة ۶، البداية والنهاية ج۱۰ ص۲۶۲، ثم دخلت سنة ثمان ومائتين، تقویم تاریخی ص۵۲)

□......**ماہِ رمضان ۲۱۸ھ:** میں حضرت ابوالہیثم معلیٰ بن اسد بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مشہور محدث بہز بن اسد رحمہ اللہ کے بھائی تھے، عبدالعزیز بن مختار، عبداللہ بن مثنیٰ، وہیب بن خالد، یزید بن زریع اور حماد بن زید رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ رحمہم اللہ آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، بصرہ میں وفات ہوئی، امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کو ائمۂ اثبات میں شمار کیا ہے (سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۶۲۷، رقم الترجمة ۲۱۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۲۴ھ:** میں ابواسحاق ابراہیم بن مہدی کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۶۲ھ میں ہوئی، رنگ کالا اور بھاری جسم کے مالک تھے، عباسی خلفاء کی اولاد میں ان سے زیادہ فصیح اور اچھا شعر کہنے والا کوئی نہ تھا، مامون کے دورِ حکومت میں ان کے لئے خلافت کی بیعت ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۳۰ سال دو مہینے پانچ دن تھی، معتصم نے نمازِ جنازہ پڑھائی (المنتظم لابن الجوزی ج۱۱ ص۸۹ الی ۹۱، ثم دخلت سنة أربع وعشرين ومائتين، سیر اعلام النبلاء، ج۱۰ ص۵۶۱، رقم الترجمة ۱۹۲)

□......**ماہِ رمضان ۲۳۴ھ:** میں حضرت ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبداللہ بن نمیر ہمدانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی رحمہما اللہ کے ہم عصر تھے، اپنے والد عبداللہ بن نمیر، مطلب بن زیاد، عمر بن عبید طنافسی رحمہم اللہ کی شاگردی اختیار کی، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، ابنِ ماجہ رحمہم اللہ نے آپ کی شاگردی اختیار کی، ابواسماعیل ترمذی فرماتے ہیں کہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، محمد بن عبداللہ بن نمیر کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے، ''بعض حضرات کے نزدیک شعبان میں وفات ہوئی'' (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱ ص ۴۵۷، رقم الترجمۃ ۱۱۱)

□......ماہِ رمضان ۲۴۸ھ: میں حضرت ابو عبدالملک قاسم بن عثمان عبدی دمشقی جوعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ کی صحبت میں طویل عرصہ تک رہے، سفیان بن عیینہ، ولید بن مسلم اور جعفر بن عون رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابو حاتم، جعفر بن احمد بن عاصم اور احمد بن انس رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابو الرضا صیاد فرماتے ہیں کہ شام کے عبادت گزار لوگوں میں قاسم کا شمار ہوتا تھا (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲ ص ۷۹، رقم الترجمۃ ۲۲)

□......ماہِ رمضان ۲۵۳ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابو الحسن سری بن مغلس سقطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

فضیل بن عیاض، ہشیم بن بشیر، ابو بکر بن عیاش، علی بن غراب اور یزید بن ہارون رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، آپ کثرت سے عبادت میں مشغول رہتے تھے، اور حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کی صحبت پائی، اور ان کے بڑے ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا، جنید بن محمد، ابو العباس بن مسروق، ابراہیم بن عبداللہ مخرمی اور عبداللہ بن شاکر رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، عبداللہ بن شاکر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''میں ایک رات مسجد میں اپنے اوراد واشغال کر رہا تھا اور پاؤں محراب کی طرف پھیلائے بیٹھا تھا کہ غیبی آواز آئی، اے سری! اس انداز میں تو بادشاہ بیٹھتے ہیں، پس فوراً میں نے اپنے پاؤں سمیٹے اور جواب دیا کہ تیری عزت وجلال کی قسم (اے میرے رب) آئندہ نہیں پھیلاؤں گا (اس واقعہ سے بارگاہِ الٰہی میں ان کے مقام کی قربت کا انداز ہوتا ہے)'' ابو بکر حربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سری سقطی رحمہ اللہ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ: ''میں نے ایک دفعہ ایک بات پر (بے موقع) الحمد للہ کہا

تھا، پس اس تحمید پر تیس سال سے استغفار کر رہا ہوں، آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ تو فرمایا کہ میری ایک دوکان تھی، ساز و سامان اس میں تھا، تو وہ بازار جل گیا (جس میں دکان تھی) مجھے ایک ملنے والے نے خبر دی کہ تجھے خوشخبری ہو، تیری دکان جلنے سے بچ گئی، میں نے کہا الحمد للہ (بطورِ شکر کے) پھر میں نے غور کیا، تو مجھے اپنی خطا کا احساس ہوا (کیونکہ اس میں ایک پہلو خود غرضی کا ہے کہ جب خود نقصان سے بچ گیا، تو دوسروں کے نقصان کا کوئی غم نہ کیا)‘‘

آپ بغداد کے امام شمار ہوتے تھے (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲ ص ۱۸۷، رقم الترجمة ۶۵)

□......**ماہِ رمضان ۲۵۷ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن خشرم بن عبدالرحمٰن بن عطاء بن ہلال بن ہامان بن عبداللہ مروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بشر حافی رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی تھے (بعض حضرات کے بقول آپ بشر حافی رحمہ اللہ کے بھانجے تھے) آپ کی ولادت ۱۶۰ھ میں ہوئی، اسماعیل بن علیہ، ابوضمرہ انس بن عیاض، بشر بن محمد کندی اور حجاج بن محمد اعور رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام مسلم، امام ترمذی، ابراہیم بن لیث نخشی، ابراہیم بن محمد سکری مروزی اور احمد بن عبد الرحمٰن بن بشار نسائی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۵۵۳، رقم الترجمة ۱۶۵، تہذیب الکمال، ج ۲۰ ص ۴۲۳، رقم الترجمة ۴۰۶۴)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۴ھ**: میں فقیہ الملۃ علامہ ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ بن عمرو بن مسلم مزنی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد ہیں، جس سال لیث بن سعد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اسی سال (یعنی ۱۷۵ھ میں) آپ کی ولادت ہوئی، امام شافعی، علی بن معبد بن شداد اور نعیم بن حماد رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، آپ نے بہت کم حضرات سے استفادہ کیا لیکن اس کے باوجود آپ فقہ کے بہت بڑے عالم شمار ہوتے تھے، ابوبکر بن خزیمہ، ابوالحسن بن جوصا، ابوبکر بن زیاد نیشاپوری، ابوجعفر طحاوی اور ابونعیم بن عدی رحمہم اللہ نے

آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ ہی کے ذریعہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب سارے عالَم میں پھیلا، آپ سے جب جماعت کی نماز فوت ہوجاتی، تو آپ اس نماز کو ۲۵ مرتبہ پڑھتے تھے (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲ ص ۴۹۵، رقم الترجمة ۱۸۰)

☐......**ماہِ رمضان ۲۷۰ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن عبداللہ بن برقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ایک کتاب صحابہ کے طبقات، سوانح اور انساب پر ہے، آپ کا شمار ائمہ حدیث وآثار میں ہوتا ہے، عمرو بن ابی سلمہ، اسد السنۃ، ابنِ ہشام اور ابوصالح رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، احمد بن علی مدائنی، طحاوی اور بہت سے حضرات رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۷، رقم الترجمة ۳۳)

☐......**ماہِ رمضان ۲۷۰ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن مسلم بن عثمان بن عبداللہ رازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابراہیم بن ابی اللیث، ابراہیم بن منذر حزامی، ابراہیم بن موسیٰ رازی، احمد بن صالح مصری اوراحمد بن عبداللہ بن یونس رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام نسائی، احمد بن سلمہ بن عبداللہ نیشاپوری، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم، ابوعمرو احمد بن محمد بن ابراہیم بن حکیم مدنی اور احمد بن محمد بن یزید زعفرانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، عبدالمومن بن احمد بن حوثرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ، محمد بن مسلم کے علاوہ کسی کے لئے مجلس میں کھڑے نہیں ہوتے تھے، اور نہ ہی کسی کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے، اور میں نے خود ابوزرعہ رازی کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا‘‘ امام جعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ’’تین آدمی حدیث کے معاملے میں زمانے کے علماء شمار ہوتے ہیں، اور تینوں کا تعلق علاقہ رے سے ہے، پوری دنیا میں اس زمانے میں ان جیسا کوئی نہیں، اور وہ تین علماء یہ ہیں، ابوزرعہ، محمد بن مسلم بن وارۃ، ابوحاتم رازی۔

(تهذيب الكمال، ج ۲۶ ص ۴۵۲، رقم الترجمة ۵۶۰۷، سير اعلام النبلاء، ج ۱۳ ص ۳۱، رقم الترجمة ۱۷)

□......**ماہِ رمضان ۲۷۳ھ**: میں امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن یزید ربعی قزوینی تھا، آپ ابوعبداللہ ابن ماجہ القزوینی کے نام سے مشہور تھے، آپ کا تعلق عراق کے شہر ''قزوین'' سے تھا، آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی، اپنے وقت کے عظیم علماء ومحدثین سے آپ نے علمِ دین حاصل کیا، اکیس سال کی عمر تک اپنے علاقے میں طلبِ علم کرنے کے بعد ۲۳ سال کی عمر میں دور دراز علاقوں کے سفر پر تشریف لے گئے، اور خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ اور دمشق کے وغیرہ کی خاک چھانی، آپ کے اساتذہ میں حسن بن علی خلال حلوانی، ابوعبدالرحمٰن سلمہ بن شبیب نیشاپوری، محمد بن یحییٰ عدنی، محمد بن میمون خیاط اور یزید بن عبداللہ یمامی رحمہم اللہ سرِ فہرست ہیں، آپ کے شاگردوں کی فہرست بھی بڑی طویل ہے، صاحبِ تہذیب الکمال نے آپ کے چند شاگردوں کے نام اس طرح ذکر فرمائیں ہیں، علی بن سعید بن عبداللہ عسکری، ابراہیم بن دینار جرشی ہمدانی، احمد بن ابراہیم قزوینی، اسحاق بن محمد قزوینی اور جعفر بن ادریس رحمہم اللہ، ''سنن ابنِ ماجہ'' آپ کی مشہورِ زمانہ حدیث کی کتاب ہے، جو صحاحِ ستہ میں بھی شامل ہے، جو آپ نے لاکھوں کی تعداد میں احادیث کے ذخیرے سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے ترتیب دی ہے، عباسی خلیفہ معتمد علی اللہ کے عہدِ خلافت میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تہذیب الکمال، ج۲۷ص ۴۱، رقم الترجمة ۵۷۱۰، سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۲۷۹، رقم الترجمة ۱۳۳)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۶ھ**: میں ابوبکر احمد بن معلیٰ بن یزید اسدی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ مشہور شخصیت قاضی ابوزرعہ رحمہ اللہ کی نیابت میں قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابراہیم بن علاء بن ضحاک زبیدی، احمد بن ابی الحواری، احمد بن عبدالواحد بن عبود، اسماعیل بن ابان بن حوی، ابوجعفر حماد بن مبارک ازدی صنعانی

اورابوداؤ دسلیمان بن اشعث سجستانی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: امام نسائی، ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن صالح بن سنان قرشی، ابوالحسن احمد بن عمیر بن یوسف بن جوصی، ابوعلی احمد بن محمد بن فضالہ اوراسحاق بن ابراہیم بن ہاشم اذرعی رحمہم اللہ۔
(تهذيب الكمال، ج ا ص ۴۸۷، رقم الترجمة ۱۰۸ ، تهذيب التهذيب، ج ا ص ۸۱، رقم الترجمة ۱۳۸)

☐......**ماہِ رمضان ۲۹۷ھ**: میں حضرت ابومحمد یوسف بن یعقوب بن اسماعیل بن حماد بن زید بن درہم ازدی بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

مسلم بن ابراہیم، سلیمان بن حرب، عمرو بن مرزوق، محمد بن کثیر عبدی، مسدد بن ابراہیم اورھدبہ بن خالد رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوعمرو بن سماک، ابوسہل قطان، عبدالباقی بن قانع، دعلج بن احمد اورابوبکر شافعی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، پہلے آپ بصرہ کے قاضی تھے اس کے بعد ۲۹۶ھ میں واسط شہر کے قاضی بنائے گئے، کچھ عرصہ آپ شرقی بغداد کے قاضی بھی رہے، آپ کے والد یعقوب رحمہ اللہ مدینہ کے قاضی تھے (سير اعلام النبلاء، ج ۱۴ ص ۸۶، رقم الترجمة ۴۵، تذكرة الحفاظ، ج ۲ ص ۱۷۰، رقم الترجمة ۶۸۰۔ ۱۰/۲۶)

☐......**ماہِ رمضان ۲۹۷ھ**: میں حضرت محمد بن داؤد بن علی ظاہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ذہانت لوگوں میں ضرب المثل تھی، ''الزہرۃ فی الادب والشعر''، ''کتاب فی الفرائض''، آپ کی مشہور کتابیں ہیں، آپ کو علمِ حدیث اوراقوالِ صحابہ میں بڑی گہری نظر حاصل تھی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: عباس دوری، ابوقلابہ رقاشی، احمد بن ابی خیثمہ اورمحمد بن عیسیٰ مدائنی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: نفطویہ، قاضی ابوعمر محمد بن یوسف رحمہما اللہ، ابومحمد بن حزم رحمہ اللہ نے ان بلند الفاظ میں آپ کی تعریف کی ہے: ''ابنِ داؤد لوگوں میں سب سے زیادہ صاحبِ حق ومال اورسب سے زیادہ اخلاقِ کریمانہ اور زباندانی میں سب سے بلیغ اورنظافت وصفائی میں بھی سب سے آگے اور دینداری وپرہیزگاری سے متصف اوراچھی صفات کے مالک اورلوگوں میں ہردلعزیز تھے، سات سال

کی عمر میں قرآن مجید حفظ یاد کیا(سیر اعلام النبلاء، ج۱۳ص۱۱۰، رقم الترجمة ۵۶)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ رمضان ۳۰۱ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن ناجیۃ بن نجبۃ بربری بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ ناجیہ کے نام سے مشہور تھے،سوید بن سعید، ابومعمر ہذلی،عبدالواحد بن غیاث، عبدالاعلی بن حماد نرسی، ابوبکر بن ابی شیبہ اور بندار رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوبکر شافعی، ابوبکر جعابی، طبرانی، ابوالقاسم بن نخاس مقریٔ، اسحاق نعالی، محمد بن مظفر اور ابوحفص بن زیات رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ص۱۶۵، رقم الترجمة ۹۵،طبقات الحفاظ للسیوطی،ص۳۰۶، رقم الترجمة ۶۹۳،تذکرة الحفاظ، ج۲ص۱۹۲، رقم الترجمة ۷۱۷-۱۰/۶۳)

□......ماہِ رمضان ۳۱۵ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن فیض بن محمد بن فیاض غسانی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۲۱۹ھ میں ہوئی،صفوان بن صالح مؤذن، ہشام بن عمار،ابراہیم بن ہشام بن یحییٰ بن یحییٰ غسانی، دحیم، محمد بن یحییٰ بن حمزہ، ولید بن عتبہ،احمد بن ابی الحواری اور احمد بن عاصم انطاکی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں،موسیٰ بن سہل رملی، ابوعمر بن فضالۃ، جمح بن قاسم، ابوسلیمان بن زبر، محمد بن سلیمان ربعی، ابوبکر بن مقریٔ اور ابواحمد حاکم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں(سیر اعلام النبلاء، ج۱۴ص۴۲۷، رقم الترجمة ۲۳۴)

□......ماہِ رمضان ۳۲۳ھ: میں حضرت ابوطالب احمد بن نصر بن طالب بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بغداد کے محدث کے نام سے مشہور تھے،عباس بن محمد دوری، اسحاق دبری، ابراہیم بن برہ صنعانی، یحییٰ بن عثمان بن صالح اور احمد بن ملاعب رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی،

ابوعمر بن حیویہ،محمد بن مظفر اور ابوالحسن دار قطنی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۶۸، رقم الترجمۃ ۳۵،طبقات الحفاظ للسیوطی،ص ۳۴۷، رقم الترجمۃ ۷۸۳،تذکرۃ الحفاظ ،ج۳ ص ۳۶، رقم الترجمۃ ۸۱۳ ـ ۴۲/۱۱)

□......ماہِ رمضان ۳۴۰ھ: میں حضرت شیخ العربیہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق بغدادی نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ مشہور نحوی عالم ابواسحاق ابراہیم بن سری زجاج رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اور انہیں کی نسبت کی وجہ سے ''زجاجی'' کے نام سے مشہور تھے، ابنِ درید، نفطویہ، ابوبکر محمد بن سری سراج اور ابوالحسن اخفش رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، احمد بن علی حبال، عبدالرحمٰن بن عمر بن نصر، عفیف بن ابونصر، احمد بن محمد بن شرام نحوی اور حسن بن علی سقلی رحمہم اللہ آپ کے مایہ نازشاگرد ہیں، طبریہ مقام میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ،ج۱۵ ص ۴۷۶، رقم الترجمۃ ۲۶۸)

□......ماہِ رمضان ۳۴۵ھ: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن یعقوب بن ابراہیم بن احمد بن عیسیٰ بن جراب بغدادی بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۶۲ھ میں عراق کے شہر سامراء میں ہوئی، موسیٰ بن سہل وشاء، ابوبکر بن ابی الدنیا، احمد بن محمد برتی، عبداللہ بن روح مدائنی، جعفر بن محمد بن شاکر اور اسماعیل القاضی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابن جمیع غسانی، حافظ عبدالغنی، عبداللہ بن سعید، حسین بن میمون صفار، حسین بن محمد بن رزیق مخزومی اور عبدالرحمٰن بن عمر بن نحاس رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں(سیر اعلام النبلاء ،ج۱۵ ص ۴۹۸، رقم الترجمۃ ۲۷۹)

□......ماہِ رمضان ۳۵۰ھ: میں اندلس کے امیر ابوالمطرف عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان مروانی اندلسی کی وفات ہوئی۔

آپ کا لقب ناصرلدین اللہ تھا، آپ اندلس کے شہر ''الزہراء'' کے بانی تھے، آپ کی مدتِ خلافت ۵۰ سال تھی، اس دوران آپ نے کئی فتوحات کیں، ۲۲ سال کی عمر میں ۳۰۰ھ میں

آپ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، ۷۲سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۵ ص ۵۶۴، رقم الترجمۃ ۳۳۶)

□......**ماہِ رمضان ۳۵۳ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن حمزہ بن عمارہ اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابواسحاق بن حمزہ کے نام سے مشہور تھے، ابوخلیفہ فضل بن حباب، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن عبداللہ حضرمی، یوسف بن یعقوب القاضی، ابوشعیب حرانی، ابنِ ناجیہ، فریابی اور احمد بن یحییٰ بن زہیر تستری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوعبداللہ بن مندہ، ابوسعید نقاش، ابوبکر بن مردویہ، ابوبکر بن ابی علی، علی بن یحییٰ بن عبدکویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، امام ابونعیم فرماتے ہیں کہ حافظہ میں ابراہیم زمانے میں یکتا تھے، ۸۰سال کی عمر میں ۷رمضان کو آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۶ ص ۸۴، رقم الترجمۃ ۶۸، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۳۷۱، رقم الترجمۃ ۸۴۲)

□......**ماہِ رمضان ۳۵۶ھ**: میں حضرت ابوعلی حامد بن محمد بن عبداللہ محمد بن معاذ ہروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

عثمان بن سعید دارمی، فضل بن عبداللہ یشکری، محمد بن مغیرہ ہمزانی سکری، محمد بن صالح اشج، علی بن عبدالعزیز بغوی، محمد بن یونس کدیمی، ابراہم حربی، بشر بن موسیٰ، محمد بن ایوب بجلی اور داؤد بن حسن بیہقی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوعبداللہ حاکم، قاضی ابومنصور محمد بن محمد ازدی، ابوالفضل محمد بن احمد جارودی، یحییٰ بن عمار واعظ، محمد بن عبدالرحمٰن دباس، ابوعلی بن شاذان اور ابوسعید بن عباس قرشی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ہرات میں آپ کی اسناد بلند ہونے کی وجہ سے بہت مشہور ہوئیں، ہرات میں نوے سال سے زیادہ عمر میں ۲۷رمضان کو آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۱۶ ص ۱۷، رقم الترجمۃ ۴، تاریخِ بغداد، ج۸ ص ۱۷۰، رقم الترجمۃ ۴۲۸۶، ذکر من اسمہ حامد)

□......**ماہِ رمضان ۳۶۳ھ**: میں حضرت ابوالعباس محمد بن موسیٰ بن حسن دمشقی

سمسار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن السمسار کے لقب سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: محمد بن خریم، ابوالحسن بن جوصا، ابوالجہم بن طلاب، قاضی ابوعبداللہ محاملی، ابنِ مخلد، ابن الدحداح دمشقی اور عبداللہ بن محمد بن سری حمصی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوالحسن محمد (یہ آپ کے بھائی بھی ہیں) محمد بن عوف مزنی، تمام رازی اور مکی بن غمر رحمہم اللہ۔

(سیراعلام النبلاء، ج۱۶ ص۳۲۵، رقم الترجمۃ ۲۳۳، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۳۹۱، رقم الترجمۃ ۸۸۶)

□......**ماہِ رمضان ۳۷۱ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن خفیف بن اسفکشار ضبی فارسی شیرازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

حماد بن مدرک، محمد بن جعفر تمار اور حسین محاملی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالفضل خزاعی، حسن بن حفص اندلسی، ابراہیم بن خضر شیاح، قاضی ابوبکر بن باقلانی اور محمد بن عبداللہ بن باکو یہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۹۵ سال کی عمر پائی، کہا جاتا ہے کہ آپ کے جنازہ میں ہزاروں لوگ جمع ہو گئے تھے۔

(سیراعلام النبلاء، ج۱۶ ص۳۴۷، رقم الترجمۃ ۲۴۹)

□......**ماہِ رمضان ۳۷۸ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن علی بن شریعہ لخمی اشبیلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن الباجی کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۹۱ھ میں ہوئی، محمد بن عبداللہ بن قوق، عبداللہ بن یونس قبری، سعید بن جابر اشبیلی، محمد بن عمر بن لبابہ، اسلم بن عبدالعزیز اور محمد بن فطیس رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۸۷ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیراعلام النبلاء، ج۱۶ ص۳۷۷، رقم الترجمۃ ۲۶۸، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۳۹۹، رقم الترجمۃ ۹۰۳)

□......**ماہِ رمضان ۳۸۴ھ**: میں حضرت ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف بن معدان بن سفیان رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ کا تعلق فقہ ظاہری سے تھا، اور کئی کتب کے مصنف ہیں، اس کے علاوہ بہت سے علوم

www.idaraghufran.org

وفنون میں آپ کو مہارت حاصل تھی، قرطبہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۸۴ الیٰ ص ۲۱۱، رقم الترجمة ۹۹)

□......ماہِ رمضان ۳۹۷ھ: میں حضرت ابو مسعود سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان اصبہانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم جرجانی، ابوبکر بن مردویہ، ابنِ جولہ ابہری، ابوسعد احمد بن محمد مالینی، ابوسعید محمد بن علی نقاش، ابونعیم، ابوعلی بن شاذان، ابوبکر برقانی، ابوالقاسم بن بشران، ابنِ طلحہ منقی اور ابوالقاسم حرفی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر خطیب، اسماعیل بن محمد تیمی، احمد بن عمر غازی، ہبۃ اللہ بن طاوس مقری، ابوسعد بغدادی، محمد بن طاہر سوسی، شرف بن عبدالمطلب حسینی، محمد بن عبدالواحد مغازلی، رجاء بن حامد معدانی، ابوجعفر محمد بن حسن صیدلانی اور مسعود بن حسن ثقفی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۲۲، رقم الترجمة ۱۴)

پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ رمضان ۴۰۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد بن یوسف بن دوست بغدادی بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ دوست کے نام سے مشہور تھے، حسین بن یحییٰ بن عیاش قطان، محمد بن جعفر مطیری اور اسماعیل صفار رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ہبۃ اللہ الکائی، ابومحمد خلال، ابوالقاسم ازہری، ابوبکر خطیب اور رزق اللہ تمیمی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ فقہ مالکی کے بڑے علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء، ج۱۷ ص ۳۲۳، رقم الترجمة ۱۹۵، تاریخ بغداد، ج۵ ص ۳۳۳، رقم الترجمة ۲۸۶۳)

□......ماہِ رمضان ۴۲۱ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن ابوعلی حسن بن ابوعمرو احمد بن محمد بن احمد بن حفص بن مسلم بن یزید حرشی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے مشہور شہر نیشاپور کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے،

www.idaraghufran.org

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابوعلی محمد بن احمد بن معقل میدانی، حاجب بن احمد طوسی، ابوالعباس اصم، ابوسہل بن زیاد قطان، ابوبکر بن ابی دارم کوفی، ابومحمد فاکہی مکی، بکیر بن احمد حداد اور ابواحمد بن عدی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: امام حاکم، ابومحمد جوینی، ابوبکر بیہقی، ابوالقاسم قشیری، ابوبکر خطیب، ابوصالح مؤذن، حسن بن محمد صفار، محمد بن اسماعیل مقری، محمد بن مامون متولی، محمد بن عبدالملک مظفری، احمد بن عبدالرحمٰن کسائی اور محمد بن یحییٰ مزکی رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء، ج۱۷ ص۳۵۸، رقم الترجمۃ ۲۲۱)

□......**ماہِ رمضان ۴۳۰ھ**: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن عیسیٰ بن ابی حاج بربری فاسی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

عبدالوارث بن سفیان، سعید بن نصر اور احمد بن نصر قاسم تاہرتی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، حاتم بن محمد فرماتے ہیں کہ ابوعمران لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے، اور حافظ تھے، اور فنِ حدیث اور فقہ کے معانی سب سے زیادہ جانتے تھے، اور مشرق ومغرب کے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا (سیر اعلام النبلاء، ج۱۷ ص۵۴۶، رقم الترجمۃ ۳۶۴)

□......**ماہِ رمضان ۴۷۰ھ**: میں حضرت ابوصالح احمد بن عبدالملک بن علی بن احمد بن عبدالصمد بن بکر نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۳۸۸ھ میں ہوئی، ابونعیم اسفرائینی، ابوالحسن علوی، ابوطاہر بن محمش، ابوعبداللہ حاکم، حمزہ بن عبدالعزیز مہلبی، عبداللہ بن یوسف اصبہانی، ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابوزکریا مزکی، حمزہ بن یوسف سہمی، ابوالقاسم بن بشران، ابونعیم، مسدد املوکی، عبدالرحمٰن بن طبیز حلبی، ابوذر ہروی، حسن بن اشعث، ابوعلی دقاق اور احمد بن نصر طالقانی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اسماعیل بن احمد، زاہر بن شحامی، وجیہ بن شحامی، عبدالکریم بن حسین بسطامی، ابوعبداللہ محمد بن فضل فراوی، عبدالمنعم بن قشیری اور ابواسعد ہبۃ الرحمٰن بن عبدالواحد رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوسعد سمعانی فرماتے ہیں کہ جس رات آپ کی وفات ہوئی، اس رات بعض نیک بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ گویا

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوصالح کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے، اوران سے فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کومیری طرف سے اچھی جزاعطافرمائیں کہ اچھے طریقہ سے آپ نے میراحق ادا کیا، اوراچھے طریقہ سے میری بات کوادا کیا، اور میری سنت کو پھیلایا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۲۱، رقم الترجمة ۲۱۲، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص۴۳۷، رقم الترجمة ۹۸۷)

□......ماہِ رمضان ۴۸۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم فضل بن ابی حرب احمد بن محمد بن عیسیٰ جرجانی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۴۰۵ھ میں ہوئی، حمزہ مہلبی، ابنِ محمش، ابوعبدالرحمٰن سلمی، یحییٰ مزکی، عبدالرحمٰن بن محمد سراج، علی بن محمد بن سقاء اورابوبکر حیری رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، احمد بن سعد عجلی، اسماعیل بن سمرقندی، ابوعثمان عصائدی، عبداللہ بن فراوی، عمر بن احمد صفار، صدقہ بن محمد سیاف، احمد بن قفرجل اور نصر بن نصر عکبری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۴۱، رقم الترجمة ۲۶)

□......ماہِ رمضان ۴۹۶ھ: میں حضرت ابوداؤد سلیمان بن ابوالقاسم نجاح مولیٰ مؤید باللہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۴۱۳ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوعمرو دانی، ابوعمر بن عبدالبر، ابنِ دلہاث، ابوعبداللہ بن سعدون، ابوالولید باجی اور ابوشاکر خطیب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں، ابوعبداللہ محمد بن حسن بن غلام فرس، ابوعلی صدفی، ابوالعباس بن عاصم ثقفی، احمد بن سحنون مرسی، ابراہیم بن احمد بکری، جعفر بن یحییٰ، محمد بن علی نوالشی، عبداللہ بن فرج زہیری، ابوالحسن بن ہذیل اور ابوداؤد سلیمان بن یحییٰ قرطبی رحمہم اللہ، ابن بشکوال فرماتے ہیں کہ آپ بہترین لوگوں میں سے تھے، روایات اوراس کے طرق کے عالم تھے، ضبط بڑا اچھا تھا، حدیث کے معاملہ میں ثقہ تھے، آپ کی معانی القرآن کے موضوع پر تصانیف ہیں (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۱۶۹، رقم الترجمة ۹۲)

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان